



ڈاکٹر ذاکر حسین لائبریری

**DR. ZAKIR HUSAIN LIBRARY**

JAMIA MILLIA ISLAMIA  
JAMIA NAGAR

**NEW DELHI**

**CALL NO.**-----

**Accession No.**-----







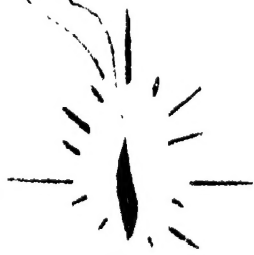
# تجلی

ماہنامہ

دلیونہ

خدا کی راہ میں خرچ کرنا  
در اصل خرچ کرنا نہیں بلکہ جمع کرنا ہے

ایڈیٹر: حسن احمد مدنی  
فائلنگ: بند



ارتکون میں اللہ عز وجل

2/-



# فہرست مضامین

③



ماہنامہ

دیوبند

حسن احمد صدیقی

ایڈیٹر

رفاضل دیوبند

۲۲/۰۰ سالانہ چند

۱۲/۰۰ ششماہی چند

۲/۵۰ فی کپی

اس شماره کی قیمت ڈھائی روپے

امریکا، انگلینڈ، ناہجریا، کینیڈا، فرانس، اٹلی، ہندوستان  
سے بذریعہ بحرِ ڈاک دو پونڈ بذریعہ بحرِ ڈاک  
دس پونڈ، افریقہ، سعودی عرب، بحرِ عرب، قطر وغیرہ  
سے بذریعہ بحرِ ڈاک ایک پونڈ بذریعہ بحرِ ڈاک  
دو پونڈ

اگر اس ادارے کی تاریخ نشان ہے تو سمجھ لیجئے کہ  
اس ادارے پر ایک نویداری ہے اب یا منی آؤد سے  
سالانہ چھہ ارسال کریں یا دیوبند کی اجازت دیویند  
نویداری جاری نہ کریں تو تب ہی اطلاع دیویند غرض  
کی صورت میں اگر آپ دیوبند سے بھیجا جائے گا  
موصول کرنا آپ کو اس کی غرض ہے کہ اس ادارے سے  
کر کے آپ دیوبند سے بھیجا جائے گا

۴	مولانا عامر خاں رح	دستک
۵	ادارہ	احوال راقی
۶	ادارہ	توجہ طلب
۷	حسن احمد صدیقی	آغاز سخن
۱۱	قرآن کے کلام الہی ہونے پر ایمان کی دعوت مولانا امجد دینی	
۲۳	مولانا سید اختر صاحب	
۳۵	حسن احمد صدیقی	تعلیمی ڈاک
۳۳	تلاوت قرآن کا حقیقی مقصد اشفاق حسین	
۵۳	مولانا امجد دینی	دیسائل و مسائل
۵۹	مولانا عامر خاں رح	غزلیہ
۶۱	سید طاہر حسین	سجد سے چلنے کی
۶۷	مفتی صاحب سید طاہر	کربے کوٹے

# دست

مولانا

عام

عثمان

ہم درخت کو صرف ظاہری لطافت اور مال و دولت کے سلیے سے  
 مادی ہو گئے ہیں، ہماری نگاہ میں وہ شخص جس کے پاس موٹر ہے، کوٹھی ہے، قیمتی لمبوسات اور  
 سامان آرائش کی بہتات ہے اس شخص کے مقابل میں یقینی طور پر زیادہ راحت و آرائش میں ہے  
 جس کے پاس یہ سب سامان نہیں ہے بلکہ وہ ہونا چھوٹا کھڑکھڑا کر اپنی اور اپنے اہل و عیال کی گزر  
 بسر کر رہا ہے۔ حالانکہ فی الحقیقت یہ فیصلہ ہر حال میں درست نہیں ہوتا۔ درخت و راحت کا تعلق  
 دلوں کی کیفیات سے ہے، بار بار دیکھا گیا ہے کہ اول الذکر قسم کے لوگ افراد انی حساب کے  
 باوجود اتنی زیادہ مطمئن و مسرور زندگی نہیں گزار سکتے جتنی ثانی الذکر قسم کے لوگ گزار جاتے ہیں ایک  
 مزدور دن بھر محنت کر کے ایک لدا مال کو جو تکے درمیان بیٹھا ہوا اگر باسی دال روٹی پسینہ نہیں کر سکتا ہے  
 اور اس کے بچے ہموں پر بہت گھسیا کرتے ہیں تو یقیناً سمجھیں کہ اکثر حالات میں وہ اس موٹر کشین سے زیادہ مطمئن  
 مسرور ہوتا ہے جو جاء و دولت کی دوڑ میں اپنے کسی ہم پیشہ ترین سے پیچھے رہ گیا ہے اور آگے بڑھنے کی  
 ادھیر میں گر پڑا ہے، نئی تہذیب کے مظاہر نے ہمیں بہت دھوکے میں ڈال دیے، رات بھر کھٹے  
 والے ایک کلب میں جھلک کر تباہ ہوا ماحول، روٹی و سرور، لذت و شہوات، خوش پوشی و موزون ہفتے  
 اور عیش و طرب کے مظاہر ہمیں یقین دلاتے ہیں کہ یہ جنت ہے اور یہاں مادی خوشی دینے والا ہر فرد بہترین لذت و  
 راحت کی زندگی گزار رہا ہے لیکن ان اہل جنت کی بیوصت کنہ و زندگی کا خاکہ کھانا اگر کوئی کرے تو اسے  
 چرچا لگا انہیں کی اکثریت حد و حد فرماؤں حالات کا ہدف ہے، نوع ہر عساکل شریک اس کے ہوتا ہے  
 جسے وہی حقیقی احساس راحت و انبساط ہے اس کے ذہن و قلب میں ہر شے کی جگہ اس کے منہ سے نکلتی ہے  
 میں نے بار بار کھٹکتے دیکھے ہیں، نوع ہر نوع میں کھٹکتے مارے لوگ کہیں نظام فریب، مول میں خرابی  
 کی طرف آتے ہیں تو شرم کے ذریعہ رانہ کی تخیل آرائش کو دیکھنا چاہتے ہیں ان کے دل میں مسرور وہ  
 فریب اور فریب مزب افراد ہیں جن کی زندگی بظاہر خوش کن و شگفتہ حیات کی ہے لیکن کھٹکتا اور  
 چوڑا سر چھٹی المیہ ان و مسرت کے کسی لہجہ کی ہے۔

# انوار



## قسطی

کچھ کا تئیں ظاہر ہے کہ صرف جاری اور بعض قارئین کی واسطے اس قلم نہیں چسکتی کہ اس پر انھیں بند کرنے کے عمل کر لیا جائے، اسی لئے ہم اپنے تمام قارئین سے مشورہ کر رہے ہیں کہ آیا کہ تم تجلی کو آفسیٹ پر چھاپے کا پروگرام بنالیں یا نہیں؟ یہ تو ظاہر ہے کہ تجلی یا آفسیٹ پر چھاپے کا اس کی قیمت بڑھ گئی کہیں ہم قارئین سے قیمت بڑھانے کے ساتھ ایک سہولت اور چاہیں گے اور وہ یہ کہ ایک سال کے لئے ایک کچھ صفحات کم کر دیئے جائیں، تاکہ ادارہ آفسیٹ کے اخراجات برداشت کرنے کا تحمل ہو جائے۔ ایک سال کی مدت پر بارہ کہلانے کی مستحق نہیں ہوتی۔ ایک سال کے بعد تجلی پھر اپنی غول پر شائع ہونے لگے گا، بلکہ ممکن ہے کہ سال بھر کے بعد صفحات میں اور مزید اضافہ کر دیا جائے۔

ہر کیف اس سلسلے میں قارئین اپنی اپنی دلالت سے نوازیں۔ اکثریت کی جو رائے ہوگی اس پر عمل کیا جائے گا۔

...

...

...

بعض قارئین کی رائے یہ ہے کہ تجلی کو آفسیٹ پر چھاپا جائے یہ رائے اس لیے جاندار محسوس ہوتی ہے کہ اس رائے پر عمل کرنے کے بعد تجلی کا بروقت شائع ہو کر بروقت شائع کی خدمت میں پہنچ جانا یقینی ہوگا، گا کہ زیادتی اور حد میں پڑ جائے گی وجہ سے دیوبند میں تو چھپائی کا عالم یہ ہو گیا ہے کہ تجلی بلا اقتضایہ پتا ہے اور ایک ماہ سے قبل نہیں چھپ پاتا، ایک مہینہ کی مدت اس پر نہیں ملتی ہے جس پر اس میں تجلی مستقل چھپ رہا ہے اگر معاملہ مستقل کا نہ ہوتا تو شاید ایک شمارہ مجھے میں تین تین ماہ کا وقت لگ جاتا یہ سمجھ کر لحاظ مروت میں اتنی کم مدت ملتی ہے اگر لحاظ مروت نہ ہوتا تو پھر خدا کی مافوق حدود و بندوں لطافت کا معیار بھی دین بدلتا رہتا ہی، جا رہا ہے، میں پر سوچیں سے لے کر ایک پر سوچیں سے جس لطافت کے کام کی ہو جاتی ہے اور وہ اپنی مصروفیات کی وجہ سے کبھی کبھی نہیں ملنے دے سکتا کہ براہ چھاپے کیلئے آمادہ نہیں ہوتا۔

اس لیے میں دل و دماغ کا اقتضایہ یہ ہے کہ تجلی کو آفسیٹ پر چھاپا جائے، چھپائی میں گھر جائے گی اور پھر وقت پر شائع ہونے

## ادارہ

# توبہ طلب

میں ایک ٹھوس تاریخی حقیقت ہے کہ مذہب اسلام کو جتنا نقصان منافقین کے گرد نے پہنچایا ہے اتنا نقصان کفار و مشرکین کی جماعتیں نہ پہنچا سکیں، جو بے باطن بھی اسلام کے دشمن تھیں اور بے ظاہر بھی۔ جو درپردہ بھی اسلام کی بنیاد کو کھوکھلی کرنے کی فکر میں تھی وہی تھیں اور علی الاعلان یہ:

اور ایک اسلام ہی کیا دنیا کے ہر کار اور ہر مشن کو ان حوالہ سے نقصان اٹھانا ہی پڑتا ہے جن کے پیچھے دوزخی پالیسی کا کر رہی ہو، دوزخی پالیسی دوسرے اتفاقیوں میں منافقت اور تیسرے انفرادی میں گندی سیاست بھی کہا جاسکتا ہے۔ اردو زبان کے سلسلہ میں کانگریس کا رویہ ہمیشہ منافقانہ رہا، یعنی اردو زبان کے سلسلہ میں کانگریس نے ہمیشہ اس دوزخی پالیسی پر عمل کیا جسے گندی سیاست اور بری ہوئی منافقت سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے، وہ درحقیقت اردو کی دشمن رہی اور بظاہر اردو کی ہمنوا۔ اندر اندر وہ اردو زبان کی بنیادیں کھوکھلی کرنے میں لگی رہی لیکن ظاہر میں اس نے اردو کے چند بے جا انکڑیمیاں اور چند لوگوں سے اس ادارے قائم کر کے یہ مفصل سا ثبوت فراہم کر دیا کہ میں اردو نواز ہوں اور اردو کی بقا چاہتی ہوں۔ پھر یہ بھی ہو کہ کانگریس سیاسی طور پر مرگئی اور جنتا پارٹی کا قیام کیا گیا لیکن یہ ہاتھ پیرھیلانے کا موقع ملا۔

جنتا پارٹی اپنی ولادت کے پہلے ہی دن سے منافقت سے سزاوار رہی، بالخصوص اردو زبان کے سلسلہ میں اس کا رویہ ہمیشہ ہی کچھ کفر پر مشتمل رہا، وہ اپنی تمام تر کافرانہ اداؤں کے ساتھ برابر یہ کہتی رہی کہ اردو قرآنی کی مستحق نہیں اور دو مسلمانوں کی جماعت ہے، اردو بدلتی رہا یہ ہے۔ وغیرہ

اب وہ حضرات بکھر گئے جو اردو زبان سے دلی لگاؤ رکھتے تھے اور جن کی خواہش تھی کہ اردو کا اس کا جائز حق ملے، اور وہ دوسری زبانوں کی طرح نمایاں ہوں۔ ان حضرات نے جنتا پارٹی کو بد اخلاق و بد لحاظ کہنے پر کمر باندھ لیا۔ اور اس کانگریس کی شناختی اپنی بکری سے بھر گئے جو اردو کی دشمن ہوتے ہوئے منافقانہ پالیسی سے اردو پسند لوگوں کو مطمئن کر دیا کرتی تھی۔ حالانکہ تعریف کی مستحق کانگریس نہیں جنتا پارٹی ہی ہے۔ اس لیے کہ کانگریس کی تیس سالہ منافقت اردو کو کوئی نامزدہ نہیں پہنچا سکی البتہ جنتا پارٹی کا کفر سچی اردو زبان کے لیے مفید اور نفع بخش ثابت ہو سکتا ہے، بشرطیکہ اردو پسند اور اردو نواز لوگ جہد دل سے اردو زبان کا قند بلند کرنے کی جدوجہد کریں۔ جنتا پارٹی کے کفر نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ اردو کو اردو دولے ہی صحیح مقام دلا سکتے ہیں وہی اسے سرفراز کر سکتے ہیں، کوئی حکومت، کوئی گورنمنٹ اور وزیریٹ کی کوئی کھیپ اسے اس کا صحیح اور جائز مقام دلانے کی اپنی نہیں ہے۔ اردو والے صرف مسلمان نہیں ہیں صرف ہندو نہیں، صرف سکھ و عیسائی نہیں بلکہ ہر قدم میں انگنت ایسے افراد موجود ہیں جن پر اردو کا اطلاق ہو سکتا ہے، ان سب کی جدوجہد اردو زبان کو سرکاری زبان بنا سکتی ہے لیکن اس وقت جب اس سلسلہ کے جہاد کا تہہ اور باب اردو کے گھروں سے ہو کانگریس اور جنتا پارٹی کے دفتر سے نہیں۔

## حسن احمد صدیقی

# آغاز سخن

تیار ہیں۔

حال آئیہ اوی نے انھیں "کفر و نفاق" کے سلسلہ میں جو خوش گمانی عطا کی ہے اس پر خود ان کا سارا اثر بھر چکا ہے اور خود ان سے یہ سوال کرتے ہیں کہ اسلام کش لوگوں کی کن قرانیوں سے متاثر ہو کر ان کے گرد و فریب سے غافل ہو جانا ناش مندی کی کوئی قسم ہے۔ یہ ایک مسلم بات ہے کہ آرا ایں ایں کی وکالت و حمایت کرنے کے باوجود جماعت اسلامی مسلمانوں کے اذہان و قلوب میں آرا ایں ایں کی طرز خرم گوشے پیدا کرنے میں ناکام رہی ہے آرا ایں ایں کے دامن پر وہ دھتے آج بھی برقرار ہیں جو امیر جنسی سے پہلے نمایاں تھے۔ جماعت اسلامی کی منطق و فلسفہ نے ان دھتوں میں کوئی کمی پیدا نہیں کی۔ ہاں یہ ضرور ہو گیا ہے۔ کہ جماعت اسلامی سے عقیدت و نصیبت رکھنے والے بعض حضرات ایک قسم کے تذبذب کا شکار ہو کر جماعت سے ذہنی۔ لیکن بعض افراد جماعت کی عقل سے برگشتہ ہو گئے ہیں۔ ایک مشکل یہ بھی ہے کہ جب تجلی نے ان کی بعض خامیوں پر انگلی دکھی ہے تو بعض ذہنوں نے فرمایا ہے کہ تجلی ہمارا "ذمہ دار آرگن نہیں

میردن دیوہند سے آئے ہوئے متاثرین جماعت نے بار بار ہم سے دریافت کیا ہے کہ جماعت اسلامی اور آرا ایں ایں کے کچھ بڑی اصل وجہ کیا ہے۔ ظاہر ہے کہ اصل وجہ سے تو ہم واقف نہیں تھے ہم تو صرف انا جانتے تھے کہ جماعت کے افراد اس سلسلہ میں مخلص محض ہیں اور وہ آرا ایں ایں کی۔ اسلام دشمنی۔ کا ادراک نہ کرنے کی وجہ سے انھیں اپنا خیر خواہ تصور کر بیٹھے ہیں۔ اور اس تصور نے ان کے گوشہ ذہن میں آرا ایں ایں کے لیے اپنائیت کے ہزار گوشے پیدا کر دیے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ہمارا یہ جواب مطمئن کن نہیں تھا۔ لیکن مشکل تو یہ ہے کہ اس سلسلہ میں جو خوبصورت تا دلیں جماعت اسلامی کی طرف سے کی جا رہی وہ بچائے خود بھی سامعین کو ایک فی صد اطمینان عطا نہیں کرتیں۔ چنانچہ جماعت اسلامی اور آرا ایں ایں کے کچھ بڑی وجہ سے بعض ارباب فہم قسم کے لوگ بڑی بڑی کا شکار ہو گئے ہیں۔ یہ صورت حال جماعت اسلامی کے لیے کسی صورت مفید ثابت نہیں ہو سکتی لیکن افسوس!۔ بات یہ ہے کہ جماعت اسلامی کے اکثر افراد اس سلسلہ میں نہ کوئی معقول جواب دے سکتے ہیں اور نہ ہی اپنے دو ذہن پر نظر ثانی کرنے کے لیے



## ضرورت کی اعلان

۱۔ عام عثمانی نمبر کی سیر کی قطع میں صفحہ پچو آخری مرتبہ چھپا ہے۔ وہ جناب محمد اسرار خان صاحب ایڈووکیٹ کے غلطی سے اس پر کسی کا نام نہیں چھپ سکا تھا تاہم توڑ کر لیں۔

۲۔ دسمبر کے شمارہ میں طاہر ظہری کی غزل کے ساتھ کاغذ جو ظلم کی وجہ سے اس کیلئے ادارہ بالخصوص معذرت کھانا سنگر ہے تمام تاریخیں بھی معذرت طلب کرتے ہیں اور صاحب غزل سے بھی اس غزل کے پہلے مصرعوں میں کمال غزل ہے ایک جگہ مستقبل کو مستقل کر دیا گیا ہے، ایک جگہ کی بجائے کی کر دیا گیا ہے، ایک مصرعہ میں پردہ دار کی جگہ پر دل گھر دیا گیا ہے، انہی میں کو غزل اشتوں نے غزل میں جو کہ ختم کر دیا ہے، جو یقیناً باعث التسمیٰ ہے۔

۳۔ دسمبر کے شمارے کے سلسلہ میں بعض حضرات نے یہ اطلاع دی ہے کہ ”رسالت محمد“ والے مضمون کی کاپی ڈبل پڑھ دی گئی ہے اور ایک کاپی کم کر دی گئی ہے بالکل کار پر لکھی ہوئی تکلیف دہ ہے اور ہم اس سلسلہ میں بھی دعائی چاہتے ہیں جن کو کوئی ایسے رسالے پہنچے ہیں وہ دوسرا سال مٹکا لیں۔

۴۔ ایک ضروری اطلاع تاہم کو یہ دینی ہے کہ دسمبر کے شمارہ میں آنتاب وراثت کی کرن والا مضمون پہلے رشیدک اشاعت تھا، پھر کال دیا گیا لیکن پہلی کاپی ”نہر صحت مضامین“ چھپ چکی تھی۔ لہذا فہرست مضامین سے اسے خارج نہیں کیا جاسکا۔

منیجر تحسلی دیوبند، دیوبند

۵۔ خواجہ سہاروی طرفدار کا کہنا ہے اور خواجہ احمد یونس بھی شک ہے۔ عثمانی اسی کو کہتے ہیں۔ دنیا جانتی ہے کہ جماعت اسلامی کس پرسی کی حالت میں ہندوستان میں پیدا ہوئی۔ جماعت اسلامی کے حوالہ کوئی اس جماعت کا پہلا نہیں تھا۔ بالخصوص دیوبند میں دارالعلوم کی وجہ سے کوئی ایک فرد بھی جماعت اسلامی کا نام لینا بھی گوارہ نہیں کر سکتا تھا۔ ایسی ناگفتہ بہ حالت میں تحلی نے جماعت اسلامی کا ساتھ دیا اور اس کی خاطر، اپنی اور دیگر لوگوں سے مسلسل ایک جنگ لڑی اور جماعت اسلامی کو ایک بڑے حلقہ میں کسی قابل بنایا۔ آج اگر کچھ سرچھیے یہ کہنے نظر آئیں کہ جماعت پر کوئی احسان نہیں اور تحلی ہمارا اگر نہیں تو اس سے حضرت احسان فراموشی ہی ثابت نہیں ہوتی بلکہ یہ بھی واضح ہو چکے کہ مسیحی قریب و بعید کے تمام حالات سے بے خبر ہے اور گزشتہ کسی بھی حقیقت و اقصیت تک اس کی رسائی نہیں۔

خیر اس موضوع پر ہم تفصیلی گفتگو انشاء اللہ آئندہ کسی شمارہ میں کر رہے گے۔ اس وقت تو صرف اتنا عرض کر رہے کہ آریس ایس سے تعلقات برکھانے کے سلسلہ میں جو بے چینی حوالہ درخواست میں، پھیل رہی ہے اس سے جماعت کے افراد اگر بے خبر ہیں تو یہ ان کی نااہلی ہے اور اگر وہ خبردار ہیں تو انہیں حوالہ درخواست کی بے چینی کو دفع کرنا چاہیے۔ اور اس کی ضرورت ایک ہی صورت ہے کہ وہ اپنے موقف میں تبدیلی کریں اور آریس ایس سے بے زاری برکھائی کا مصافحہ لفظوں میں اعلان کریں۔ اگر انہوں نے ایسا نہیں کیا تو جماعت اسلامی کے سلسلہ میں جو بدظنی اور بدگمانی جنم لے گی اس کی تمام ذمہ داری جماعت کے ان افراد کی گردن پر عائد ہوگی جو آریس ایس کو اسلامی تہذیب کا قاتل سمجھنے کے لیے تیار نہیں بلکہ انہیں اپنا کہنے اور اپنا سمجھنے پر یقین ہیں۔

خط و کتابت کے ذریعہ عربی لکھنے کے لیے ہم سے رابطہ قائم کریں

# ماہنامہ تجلی کے خاص نمبر

مندرجہ ذیل نمبر ختم

~~ڈاک نمبر ۶۰۶۳ خاص نمبر ۶۰۶۳~~

~~حاصل مطالعہ ڈاک نمبر ۶۰۶۳~~

لہذا ان نمبروں کے لیے ادارہ معذرت کا طلب گار ہے۔ اب مندرجہ ذیل نمبر ادارہ سے مل سکتے ہیں۔ لیکن ان پر رعایت ختم کر دی گئی ہے۔

- طلاق نمبر ۵/..
- نظریہ ارتقاء نمبر ۲/۵۰
- ایمان نمبر ۳/..
- سالنامہ نمبر ۶۰۶۳ ۶/..
- تنقید نمبر ۲/۵۰
- خاص نمبر ۶۰۶۳ ۱/۵۰
- مسلم پرسنل لار نمبر ۲/..
- ڈاک نمبر ۶۰۶۳ ۳/..

نوٹ: ڈاک خرچ نصف ادارہ برداشت کرے گا اور نصف منگائے والے کے ذمہ رہے گا۔

منیجر مکتبہ تجلی ڈیوبند (دیوبند)

سنہ ۱۹۷۶ء کا بہترین تحفہ

عالم عثمانی گزیر

مکمل تین حصوں میں

آج بھی دستیاب ہے لیکن ضروری نہیں کہ کل بھی مہیا ہو سکے  
لہذا

بلا تاخیر اپنا آرڈر بک کرالیں، تاکہ بعد میں ہاتھ ملنے کی نوبت نہ آئے  
وقتی طور پر خصوصی رعایت ہے

کہ

۱۶ روپے کی نمبر ۱۱۳ بارہ روپے میں دیئے جائینگے لیکن ڈاک خرچ منگانیوالے کے ذمہ ہوگا

منیجر تجلی دیوبند (دیوبند)



سنہ ۱۹۷۶ء کا بہترین تحفہ

# عالم عثمانی نگار

## مکمل تین حصوں میں

آج بھی دستیاب ہے لیکن ضروری نہیں کہ کل بھی مہیا ہو سکے  
لہذا

بلا تاخیر اپنا آرڈر بک کرا لیں، تاکہ بعد میں صاف مٹنے کی نوبت نہ آئے  
وقتی طور پر خصوصی رعایت یہ ہے

۱۶ روپے کی نمبر صرف بارہ روپے میں دیئے جائیں گے لیکن ڈاک خرچ مٹا کر نیا لکچر دیتے ہوگا  
منیجر تجلی دیوبند (ایو پی)

قرآن کے کلام الہی ہونے پر ایمان کی دعوت

کرے، اور پھر اسی کی منشا کے مطابق دین، سماج اور مملکت کی  
ذیات کو قائم کر دے۔

یہ عقیدہ اس انقلاب کو اور زیادہ مستحکم کر رہا ہے۔  
 یہ پانچواں اسلام کے پیش نظر تھا اس سے کہ اس سے پہلے کیوں  
 یہ ایک مستقل کتاب فراہم کر دی تھی جس میں خدا نے خود اپنے  
 میں نہ مان بنا دیا کہ کون کیا ہے اور اس کی کیا ہے۔ اس کتاب کی  
 وقت ہر زمانہ اس کی طرف رجوع کرنے کے لئے اور اس کے لئے  
 رب کی نوازش و توفیق حاصل کرنے کے لئے ہر انسان کو اس سے اصلاح  
 نہ کرنا چاہیہ۔ ایک انسان کو رسول منسلک کے ساتھ ایک کتاب  
 بھی اس کے ساتھ ملا دی کہ وہ دنیا اور آخرت کو دونوں میں اپنے  
 اور دوسروں کی اطاعت کو اپنے حکم سے لے کر اس کے لئے  
 کہ انسانی اخلاق اور ماضیوں میں خدایاں کی اس کتاب میں  
 اطاعت کو قبول کر لیا جائے۔ وہ اس سے پہلے کی کتابوں  
 خصوصیت پر جائے، افراد اجماعی اللہ کی حیثیت بن اور ماضی و  
 اجتماعی حیثیت میں ایک رہتا اور ایک کتاب ان سے تالیف  
 پر جاتیں، رہنے کے دنیا سے اٹھ جانے سے جو بھی کتاب ان  
 وقت میں تالیف کے لئے دنیا میں موجود رہے کہ ان سے کس پر حکم  
 کیا ہے اور کس سے منع کیا ہے۔ اور وہ ان کے لئے ہر لحاظ سے  
 قرآن کریم کو دوسرے کلام ان کی مستند تر و گہری تفسیر و تشریح ہے



اس بات کی کوئی گنجائش باقی نہ رہے کہ جو وہاں ہجرات انیس کے  
ہے، یا دوسرے نظریات، زندگی کے محقق، کتاب آئین کو اس  
کے خلاف مدعا سے بھا کر اس کی غلط فہمیں کرنے لگے۔

اس مختصر بیان سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اسلام کی  
تعلیم کے آغاز ہی میں تو حید اور رسالت محمدیہ کے ساتھ قرآن پر  
ایمان لانے اور اس کو سلام الہی کی حیثیت سے تسلیم کرنے کی دعوت دینا  
بھی کمزوری تھا اور اس کی کیا اہمیت تھی اب ہم خدا تعالیٰ  
کے ساتھ بیان کریں گے کہ جس وقت اس قرآن کو پیش کیا گیا تھا  
اس وقت اس کی حیثیت کیا بیان کی گئی تھی اور جو لوگ اس کتاب  
القدسہ کو ماننے سے انکار کر رہے تھے ان کے سامنے کس قدر مضبوط  
دلائل کے ساتھ اس کے سلام الہی ہونے کا ثبوت پیش کیا گیا تھا۔

قرآن خدا کا کلام ہے جو لفظ بلفظ محفوظ پر دم کی گئی ہے

یہ اولین بات تھی جسے پورے زور سے ساتھ قرآن میں اس  
قدر کثرت سے بیان کیا گیا کہ اس مضمون کی ساری آیات یہاں  
نقل کرنا ممکن نہیں ہے۔ پورے قرآن میں ہمیں کوئی ایک لفظ بھی ایسا  
مضمون پر پایا جاتا جس سے یہ نتیجہ کیا جاسکتا ہو کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
وآلہ وسلم کا پہلا کلام ہے۔ سادگی کتاب اس حیثیت کے بعد پیش کی گئی  
ہے کہ یہ خدا کی نازل کردہ وحی ہے مثال کے طور پر آیات ذیل  
طاہر علیہ السلام۔

اور اسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے  
تمہاری طرف یہ کتاب بھیجی ہے جو حق  
نیکرائی ہے اور کتب الہیہ میں سے  
جو کہ اس سے پہلے آیا ہوا موجود ہے  
اس کی تصدیق کرنے والی اور اس کی  
محافظہ نگہبان ہے اس تمام لوگوں کے  
درمیان اس چیز کے مطابق فیصلہ کر د  
جو اللہ نے نازل کی ہے اور جو حق

(العالمية - مصر)

ذکر ہے۔

مسطور ہے۔ اس وقت دعوتِ پیغمبرؐ کی جگہ پر  
 نے یہ کتاب احمد علی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی ہے جو شہید شہید بنی  
 آئی ہے، بلکہ دو باتیں اور بھی بیان کی گئی ہیں ایک یہ کہ یہ کتاب  
 کی تصدیق کرتی ہے جو پہلے آئی ہوئی کتابوں کے اور دوسرے ان کے  
 صحیح صحت میں موجود ہے۔ دوسرے یہ کہ یہ ان کتابوں کے خلاف  
 نگہبان ہے۔ یعنی اس نے ان تمام برحق تعلیمات کو اپنے اللہ کے  
 محفوظ کر دیا ہے جو ان میں باقی باقی تھیں، اور جو حقائق ان باتیں  
 ان کے اور شاہد کہ وہ ان میں ہیں انہیں اس کتاب کی مدد سے  
 کرانگ کی جاسکتا ہے۔

اور اس قرآن کریم کے حتمی کلمہ  
 نازل کیا ہے اور حق کی کیا شہادت  
 ہے اور اسے حق میں ہم نے  
 سوا کسی نام کیے رسول بنا کر نہیں بھیجا  
 یہ کہ ہر زمانے میں اسے شہادت دے  
 (بخاری ص ۱۰۵)

(بخاسر ایل - ۱۰۵)

وَأَتْلُ مَا أُوْحِيَ إِلَيْكَ مِنْ كِتَابِ رَبِّكَ

وَلَكَيْفَ. ۱۲۵

إِنَّمَا أَتَيْنَاكَ بِكَ الْكَلْبِ  
لَيْسَ مِنْ بَالِغِي كَمَنْ هَدَى  
كَفَيْتُمْ لَكُمْ وَمَنْ كَلَّمَ  
كَيْفَ عَلَيْهِهَا، وَمَا آمَنَ  
عَلَيْهِمْ بَرَكَيْنِ

الفرق - (م)

وَكُنْ إِلَهُكَ أُدْعِيهِ وَاسْتَغِيثْ  
فِرْعَوْنَ سِحْرَهُ يَنْفُتُ الْغُلَامَ  
أَمَّ الْقُرَىٰ وَمَنْ يَسْتَعِثْهَا  
لِلنَّشُورِ - ٤٤

الانشورهای - ۴۷

اور اس طرح دوسرے قتلے ہوئے  
تمہاری طرف عربی زبان کا قرآن وحی  
کیا تاکہ تم سستے نہ کر دو مگر ہوا کے  
گرد و پیش رہنے والوں کو خبردار  
کہ

اس کتاب کا نزول اللہ  
وہ بروست اور حال کا بیڑ ہے

تَنْزِيلُ الْكِتَابِ مِنَ اللَّهِ  
الْعَزِيزِ الرَّحِيمِ (الأنعام: ١١٥)

۴۴ (الاستغفار)







اور جو اس شخص سے مراد ہے اس کے بعد کوئی رد و بدل نہیں ہو سکتا  
جو بات اس میں کوئی کمی ہے وہ اس کی جگہ پر رہنے والی ہے۔ تمام  
دنیا میں اس کی جگہ پر رہنے والی ہے اور نہیں کر سکتی۔

وَرَأَيْتُ الْكُتُبَ خَرَتْ ذَوَاهُ  
الْبَاطِلُ يَنْهَى الْبَاطِلُ  
وَلَا يَمُنُ خَلْقُهُمْ سِوَاكَ  
مِنْ عَجَبٍ وَجَوْدٍ  
اور جو کتب خراب ہو گئی ہیں اور جو حقیقت یہ ہے کہ باقران  
الباطل یمنہا الباطل ایک یہ دعویٰ ہے کہ باطل  
و لا یمن خلقہم سواک انکے لئے ہے اس کے لئے نہیں ہے  
میں عجب و جود میں اس میں کی مثال کردہ چیز ہے جو  
حکمت والی ہے اور اپنی ذات میں

رسم السجود - ۱۴۴

آب غروب ہے۔

ساتھ سے باطل کے لئے اس کے لئے اس کے لئے یہ ہے کہ  
قرآن پر براہ راست حملہ کر کے کوئی شخص اس کی کسی بات کو غلط اور  
کسی تعلیم کو باطل و فاسد کرنا چاہے تو اس میں کامیاب نہیں ہو سکتا  
مجھے ہے نہ اس کے لئے اس کے لئے یہ ہے کہ بعد میں کبھی کوئی حقیقت  
صدائق ایسی منکشف نہیں ہو سکتی جو قرآن کے پیش کردہ حقائق  
کے خلاف ہو۔ کوئی علم ایسا نہیں آ سکتا جو الی الواقع مد علم ہو اور  
قرآن کے بیان کردہ علم کی تردید کرنا ہو۔ کوئی تجربہ اور مشاہدہ  
ایسا نہیں ہو سکتا جو یہ ثابت کر دے کہ قرآن نے عقائد و اخلاق  
قانون، تہذیب و تمدن، معیشت و معاشرت اور سیاست  
دن کے باب میں انسان کی حمد نہائی کی ہے۔ غلط ہے۔

سَبِّحْ لَهُمُ الْحَمْدُ فِي الْأَوَّلِ وَالْآخِرِ  
فِي الْأَوَّلِ وَالْآخِرِ  
نَسْمُو الْكَلْبُ  
عقرب ہم انکو اپنی نشانیاں  
آفاق میں بھی اور انکے اپنے نفس میں بھی  
دیکھائیں گے ہر ایک کو ان پر یہ بات  
کھل جائیگی کہ قرآن واقعی برحق ہے۔

رسم السجود - ۱۴۳

اس کے مطلب میں ایک یہ کہ عقرب اس قرآن کی دعوت  
نیا کے ایک بڑے حصے پر چھا جائے گی اور یہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لے  
اس کی بدولت اسلامی زندگی میں کیسا عظیم مذہبی و اخلاقی و فنی و فکری  
بذی و دنیاوی اور تمدنی و معاشی انقلاب برپا ہو گا ہے۔ وہ مطلب  
ہے کہ جو اس آفاق و اعمام اور خود انسان کے لئے ہے جو اس کے  
لئے ہیں انسانی علم کا ذکر و وسیع ہو جائے گا۔ قرآن کا یہ  
زیادہ کھل جائے گا۔

آن کا کفر ہے ایمان باقرآن اسلامی دعوت کا انتہائی

اہم حصہ ہے جتنا تو میدان رسالت پر ایمان، اس کے کسی گئی گئی کے  
خبر لوگوں کو دعوت دینا کی کہ اس کے سلام الہی ہونے پر ایمان لاؤ اور  
جو اس پر ایمان نہ لائے وہ کافر ہے۔ یہ وہ فقرہ کی ابتدائی آیات میں  
ہیں لوگوں کو برسرِ بدایت قرار دیا گیا ہے ان کی صفات میں سے  
ایک صفت یہ بھی بیان کی گئی ہے۔

وَالَّذِينَ هُمْ يُؤْمِنُونَ هُمَا أَتَوَّلَ  
الْبَدِ وَهَذَا أَتَوَّلَ  
قَبْلُ  
اور جو وہ ایمان لائے ہیں  
ان پہ ایمان لائے ہیں کہ ہم ایمان لائے ہیں  
اور ان کو ایمان لائے ہیں جو ہم سے پہلے ایمان  
کی گئی تھیں۔

(البقرہ - ۱۳۴)

وَالَّذِينَ هُمْ يُؤْمِنُونَ هُمَا أَتَوَّلَ  
الْبَدِ وَهَذَا أَتَوَّلَ  
قَبْلُ  
ہم اس قرآن کے سلسلہ قرآن میں  
وہ کہہ رہا ہے کہ ہم جو ایمان لائے ہیں  
انہوں نے کئے تھے خدا اور رحمت ہے  
اور ایمان نہ لائے تھے ان کے لئے

انہی امرائیل - ۸۲

خدا ہے۔ کہ سوا اللہ کسی چیز میں  
افادہ نہیں کرتا۔

وَمَا يَجْعَلُهَا يَتَّبِعُ إِلَّا الْكَلْبُ  
الْمَكْبُوتِ - ۱۴۴  
انہی امرائیل آیات کا انکشاف  
کافر بھی کرتے ہیں۔

(المکبوت - ۱۴۴)

کفار کا عمل  
اس حیثیت سے جب قرآن پیش کیا گیا تو  
ان قرآن اور امام خرمین عرب کے لئے اس  
کو انار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کا رسول ماننے سے انکار کیا  
مشکل ہو گئی۔ کیونکہ حضور کو رسول مان کر وہ آپ کی اطاعت و پیروی قبول  
کر لیتے تو وہ یہ امید کر سکتے تھے کہ آپ کے دنیا سے رخصت ہو جانے  
کے بعد وہ یہ قلعہ اپنی گردن سے اتار بیٹھیں گے۔ لیکن یہاں تک  
کتاب بھی اس حیثیت سے پیش کی جا رہی تھی کہ اس لفظ لفظ اللہ  
رب العالمین کی طرف سے ہے۔ اس کتاب کو مسلمان حرفاً حسراً  
یا گور ہے تھے کیونکہ نمازوں میں اس کی تلاوت لازم تھی اور  
حضور برومی کے نزول کے بعد اسے گھماتے بھی جا رہے تھے  
پھر یہ بھی چھوڑنے کی وہ کوئی امید نہ کر سکتے تھے اور وہ سمجھتے تھے  
کہ اسے آئندہ کلام مانی کے بعد ان کی وہ بھی مشکل طور پر ایک  
حاصل میں کسی بھی جائے گی، جس سے انحراف کے معنی خداوند عالم  
سے انحراف کئے ہوں گے اس لئے انہوں نے قرآن کے کلام

ہو کر پھر اعلان کرنے والا پروردگار کے بقا پر کھتا ہے کہ یہ فلاں  
اس شخص سے بول رہا ہے، لیکن ریڈیو کے اس حملی سے اعلان  
کے برعکس قرآن مجید کی صورت کا آغاز جب اس غیر حملی اعلان سے  
ہوتا ہے کہ یہ پیغام فرمانروائے کائنات کی طرف سے آرہا ہے تو  
یہ شخص معذرتاً کلام کا بیان ہی نہیں ہوتا بلکہ اس کے ساتھ اس میں ایک  
بڑا دعویٰ ایک عظیم چیلنج اور ایک سخت انداز ہوا شامل ہوتا ہے کہ  
لیجے کہ وہ چھوٹے ہی اتنی بڑی خبر دیتا ہے کہ یہ انسانی کلام نہیں ہے  
خداوند عالم کا کلام ہے۔ یہ اعلان فوراً ہی یہ بھاری سوال آدمی کے  
سلسلے سے لکھتا کرتا ہے کہ اس دعوے کو تسلیم کروں یا نہ کروں؟ تسلیم  
کرتا ہوں تو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اس کے کسے سراپا دیتا، جھکا دیتا  
ہو گا پھر میرے لئے اس کے مقابلے میں کوئی آزادی باقی نہیں رہ سکتی  
تسلیم نہیں کرتا تو لامحالہ یہ خطرہ مول لیتا ہوں کہ اگر واقعی یہ خداوند عالم  
کا کلام ہے تو اسے رد کرنے کا نتیجہ کوا بدی شقاوت و بدبختی کی  
صورت میں دیکھنا پڑے گا۔ اس بنا پر یہ یہ تمہیدی فقرہ مجرد اپنی اس  
بیز معمولی نوعیت ہی کی بنا پر آدمی کو مجبور کر دیتا ہے کہ چوکنہ ہو کر  
انتہائی سنجیدگی کے ساتھ اس کلام کو سننے اور یہ فیصلہ کرے کہ اس کو  
کلام الہی ہونے کی حیثیت سے تسلیم کر لے یا نہیں۔

یہاں حرف اتنی بات کہنے پر اکتفا نہیں کیا گیا ہے کہ یہ کتاب  
دب العالمین کی طرف سے نازل ہوئی ہے بلکہ مزید برآں پورے زور  
کے ساتھ یہ بھی فرما دیا گیا ہے کہ لَا تُبَيِّنُ فِيمَا مِثْلُهَا مِنَ الْعَالَمِينَ  
بیشک یہ خدا کی کتاب ہے اور اس کے منزل منزل اللہ ہونے میں قطعاً  
کسی شک کی گنجائش نہیں ہے اس تاکیدی فقرے کو اگر نزول قرآن  
کے واقعاتی پس منظر اور خود قرآن کے اپنے سیاق میں دیکھا جائے تو  
محسوس ہوتا ہے کہ اس کے اندر دعوے کے ساتھ دلیل بھی مضمر ہے  
اور یہ دلیل مکہ مکرمہ کے ان ہاشخندوں سے پوشیدہ نہ تھی جن کے ساتھ  
یہ دعویٰ کیا جا رہا تھا۔ اس کتاب کے پیش کرنے والے کی ہلکی سی تنقید  
ان کے سامنے محض کتاب پیش کرنے سے پہلے کی بھی اور اس کے بعد  
بھی وہ جانتے تھے کہ جو شخص اس دعوے کے ساتھ یہ کتاب پیش  
کر رہا ہے وہ ہماری قوم کا سب سے زیادہ مستحق سزا و

پہننے سے انکار کرنے کے لئے ایڑی چولی لگا کر انداز لگا رہا اور ہر  
محکم تدبیر میں مقصد کے لئے استعمال کر ڈالی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم  
کی یہ بات ہرگز نہ چلے پائے۔

**تھا مکتب الہیہ کا انکار** اس سلسلہ میں ان کا سب سے  
پہلا حربہ یہ تھا کہ میرے

مکتب الہیہ کا انکار کر دیں۔

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا  
لَوْ كُنَّا نَدْرِي، يَهْدِي الْقُلُوبَ  
لَا يَأْتِيَنَّكَ يَكِينُ يَوْمِ  
نَدْرُسُ لَوْ كُنَّا نَدْرِي

(سبا - ۲۱)

لیکن انہوں نے یہ بات خود اہل عرب میں کسی طرح نہ چلا سکتی تھی حضرت  
ابراہیمؑ کے صحیفوں کو تو وہ خود ملے تھے کہ وہ خدا کی طرف سے نازل  
شدہ تھے۔ چنانچہ قرآن میں دو جگہ ان کا حوالہ اس طرح دیا گیا ہے جس  
سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اہل عرب کے نزدیک مسلم تھے اگرچہ ان کا  
کوئی نسخہ ان کے پاس محفوظ نہ تھا۔ اس کے علاوہ عرب میں یہود و نصاریٰ  
بھی کثرت سے موجود تھے جو مکتب الہیہ کو مانتے تھے اور رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے میں کفار عرب کو ان کی مدد کی ضرورت تھی  
اس لئے انہوں نے اپنے اس موقف پر زیادہ اصرار نہ کیا۔

**حضور پر قرآن کو خود تصنیف کر لینے کا الزام** پھر انہوں نے سب سے  
زیادہ زور اپنے اس  
الزام پر دیا کہ حضور اس کو خود تصنیف کر کے اللہ کی طرف منسوب  
فرما رہے ہیں۔ اس کے بڑے مفعل جوا بات قرآن میں دیئے گئے  
اور یہ زور دلائل کے ساتھ ثابت کیا گیا کہ یہ کلام الہی ہے۔

فَيَوْمَئِذٍ لَا تُرْثِي  
فِيهَا مِثْلُهَا مِنَ الْعَالَمِينَ

(السجدة - ۲)

قرآن مجید کی متعدد سورتیں اس طرح کسی نہ کسی تعارفی فقرہ  
سے شروع ہوئی ہیں جس سے مقصود آنا زکاء ہی میں یہ بتانا ہوتا ہے  
کہ یہ کلام اللہ سے آرہا ہے۔ یہ بظاہر اسی طرح کا ایک تمہیدی فقرہ ہے

لے۔ یہ قول الفہم، آیت ۲۷ اور الا انی آیت ۱۹ میں موجود ہیں

پاک سیرت انسان ہے۔ وہ یہ بھی جانتے تھے کہ جو اے نبوت  
سے ایک دن پہلے تک کسی نے اس سے وہ باتیں نہ سنی تھیں  
جو وہ اے نبوت کے بعد کیا ایک اس نے بیان کرئی مشرور  
کرہ میں وہ اس کتاب کی زبان اور طرز بیان میں اور خود محمد صلی  
اللہ علیہ وسلم کی زبان اور طرز بیان میں نمایاں فرق پاتے تھے اور  
اس بات کو بدانتہا جانتے تھے کہ ایک ہی شخص کے طرز بیان  
استے ہر یک فرق کے ساتھ نہیں ہو سکتے وہ اس کتاب کے انتہائی  
معجزانہ ادب کو بھی دیکھ رہے تھے اور اہل زبان کی حیثیت سے  
خود جانتے تھے کہ ان کے سارے ادیب اور شاعر اس کی نظیر  
پیش کرنے سے عاجز ہیں وہ اس سے بھی ناواقف نہ تھے کہ ان  
کی قوم کے شاعروں، کاہنوں اور غلیبوں کے سلام میں اور اس  
سلام میں کتنا عظیم فرق ہے اور جو پاکیزہ مضامین اس سلام میں بیان  
کئے جا رہے ہیں وہ کتنے بلند پایہ ہیں انھیں اس کتاب میں اور  
اس کے پیش کرنے والے کی دعوت میں کہیں دور دور بھی اس  
خود غرضی کا ادنیٰ شائبہ تک نہیں نظر آتا تھا جس سے کسی جھوٹے  
کلام اور کلام بھی خالی نہیں ہو سکتا وہ خود میں لگا کر بھی اس امر کی  
ذمہ داری نہیں کر سکتے تھے کہ نبوت کا یہ دعویٰ کر کے محمد صلی اللہ  
علیہ وسلم اپنی ذات کے لئے یا اپنے خاندان کے لئے یا اپنی قوم  
اور قبیلے کے لئے کیا حاصل کرنا چاہتے ہیں اور اس کام میں ان  
کی اپنی کیا غرض پوشیدہ ہے۔ پھر وہ یہ بھی دیکھ رہے تھے کہ  
اس دعوت کی طرف ان کی قوم کا فطری کسے کشیدہ ہے ہیں اور اس سے  
وابستہ ہو کر ان کی زندگیوں میں کتنا بڑا انقلاب واقع ہو رہا ہے  
یہ ساری باتیں مل جل کر خود دلیل دعویٰ جی ہوئی تھیں اسی لیے ہیں  
پس منظر میں یہ کہنا بالکل کافی تھا کہ اس کتاب کا ادب العالمین کی  
طرف سے نازل شدہ ہونا پر شک و شبہ سے بالاتر ہے اس  
پر کسی دلیل کے اضافے کی کوئی حاجت نہ تھی۔

مَا تَزِدُكُمْ شَيْئًا وَتُقْصِرُ  
بَلْ هُوَ الْفَقْرُ مِنْكُمْ  
لَيْسَ بِشَيْءٍ قَوْمًا مَّا  
مِنْكُمْ لَيْسَ مِنْكُمْ قَبْلَ  
لَيْسَ مِنْكُمْ قَبْلَ

(مسجد - ۱۳)

الانہیں آیا۔ شاید کہ وہ ہدایت

پانچمہ

ادب کے تمہیدی فقرے کے بعد مشرکین کے لیے اصول  
کو بیان جا رہا ہے جو وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر کیا کرتے تھے  
یہ صلی سوال و استفہام نہیں ہے بلکہ اس میں سخت تعجب کا انداز پایا  
جاتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ان ساری باتوں کے باوجود بھی  
بنابر اس کتاب کا مترجم بن اللہ ہونا پر شک و شبہ سے بالاتر  
ہے کیا یہ لوگ ایسی ہر یک بات کہہ رہے ہیں کہ محمد صلی  
اللہ علیہ وسلم نے اسے خود تصنیف کر کے چھوٹا ٹوٹا اللہ رب  
العالمین کی طرف منسوب کر دیا ہے؟ اتنا نفوا دے سروا الزام  
رکھتے ہوئے کوئی شرم ان کو نہیں آیا؟ انھیں کچھ محسوس نہیں ہوتا کہ  
جو لوگ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے کام اور سلام کو جانتے  
ہیں اور اس کتاب کو بھی سمجھتے ہیں وہ اس لیے یہود و الزام کو  
منکر کیا جائے قائم کریں گے۔

نہیں طرح پہلی آیت میں لاسائیب فیہ کہنا کافی تھا  
تھا اور اس سے بڑھ کر کوئی استدلال قرآن سے سلام نہیں ہوتا  
کے حق میں پیش کرنے کی ضرورت نہ لگتی تھی۔ اسی طرح اب اس  
آیت میں بھی کفار کے الزام انرا ہر حرف اتنی بات ہی کہنے پر  
اکٹھا کیا جا رہا ہے کہ ”یہ حق ہے میرے رب کی طرف سے“ اس  
کی دہر دہی ہے جو ادب پر آیت کی تشریح میں ہم بیان کر چکے ہیں۔  
کون کس ماحول میں کس شان کے ساتھ یہ کتاب پیش کر رہا تھا۔ یہ  
سب کچھ سامعین کے سامنے موجود تھا اور یہ کتاب بھی اپنی زبان  
اور اپنے ادب اور مضامین کے ساتھ سب کے سامنے تھی اور  
اس کے اثرات و نتائج بھی کہ اس سو سامعین میں سب اپنی  
آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔ اس صورت حال میں اس کتاب کا  
رب العالمین کی طرف سے آیا ہوا حق ہونا ایسا مریم امر واقعہ تھا  
جسے صرف حق طود پر بیان کر دینا ہی کفار کے الزام کی تردید کیجے  
کافی تھا۔ اس پر کسی استدلال کی کوشش بات کو مضبوط کرنے کے بجائے  
الٹی اسے کردہ کرنے کی موجب ہوتی۔ یہ بالکل ایسا ہم سے جیسے  
دن کے وقت سورن چمک رہا ہو اور کوئی ڈھیٹ آدمی کہے کہ یہ  
اندھیری رات ہے اس کے جواب میں صرف یہ کہنا ہی کافی ہے کہ





میں ہو جاتے بلکہ تمہارے درمیان ہی رہتے رہتے ہیں۔ تم ان زبان سے قرآن بھی سنتے ہو اور دوسری لنگوئیں اور تقریریں بھی بنا کر رہے ہو۔ قرآن کے کلام اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے نام میں زبان اور اسلوب بیان کا اتنا نمایاں فرق ہے کہ ہر ایک انسان کے دوا اس قدر مختلف طرز کا یہ بھی ہو سکتا ہے۔ یہ فرق صرف اسی زمانہ میں واضح نہیں تھا جب کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ملک کے لوگوں میں رہتے رہتے تھے بلکہ آج ہی حدیث کی کتابوں میں آپ کے سینکڑوں اقوال اور خطبے وجود ہیں ان کی زبان اور اسلوب قرآن کی زبان اور اسلوب سے اس قدر مختلف ہیں کہ عربی زبان و ادب کا کوئی رمز آتشنا قیام کہنے کی جرات نہیں کر سکتا کہ یہ دونوں ایک ہی شخص کے کلام ہو سکتے ہیں۔

وَقِيلَ لَكَ يَا عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ قُلْ إِنِّي أَنَا رَسُولُ اللَّهِ وَإِنِّي أَنَا نَذِيرٌ لِلْعَالَمِينَ وَأَدْعُوا إِلَى اللَّهِ عَسَىٰ أَنْ تُتَّقُوا ۚ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ۗ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۚ

کیا یہ کہتے ہیں کہ پیغمبر یہ کتنا خود گھڑی ہے؟ کہو ایمانیاں بات ہے تو اس میں گھڑی ہو، دس سوڑیں تم بناؤ اور اللہ کے سوا اور جو جو تمہارے معبود ہیں ان کو مدد کیلئے بلا سکتے ہو تو بلاؤ اگر تم انھیں معبود سمجھتے میں سچے ہو اب اگر وہ تمہارے معبود تمہاری مدد کو نہیں پہنچے تو جان لو کہ یہ اللہ کے علم سے نازل ہوئی ہے اور یہ کہ اللہ کے سوا کوئی حقیقی معبود نہیں پھر کیا تم اس حقیقی کے آگے تسلیم خم کرتے ہو؟

(ہود ۳، ۱۳)

یہاں ایک ہی دلیل سے قرآن کے علم الہی ہونے کا ثبوت بھی دیا گیا ہے اور توحید کا ثبوت بھی استدلال کا خلاصہ یہ ہے۔

اگر تمہارے نزدیک یہ انسانی کلام ہے تو انسان کو ایسے کلام پر قادر ہونا چاہیئے۔ لہذا تمہارا یہ دعویٰ کہ میں نے اپنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اسے خود تصنیف کیا ہے، صرف اسی صورت میں قائم ہو سکتا ہے کہ تم ایسی ایک کتاب تصنیف کر کے دکھاؤ۔ لیکن اگر بار بار جلیغ میں پڑھیں تو سبب مل کر اس کی نظر

..... پیش نہیں کر سکتے۔ تو یہاں یہ دعویٰ بھی ہے کہ میں کتاب کا مصنف نہیں ہوں بلکہ یہ اللہ کے علم سے نازل ہوئی ہے۔

۲۔ پھر جب اس کتاب میں تمہارے معبودوں کا بھی حکم کھلا، مخالفت کی گئی ہے اور صاف صاف کہا گیا ہے کہ ان کی عبادت چھوڑ دو کیونکہ اللہ ہی ان کا کوئی حق نہیں ہے۔ تو فوراً یہ کہہ کر تمہارے معبودوں کو بھی اگر فی الواقع ان میں کوئی طاقت ہے، میرے دعوے کو چھوٹا ثابت کرنے اور اس کتاب کی نظیر پیش کرنے میں تمہاری مدد کرنی چاہیئے لیکن اگر وہ اس فیض کی گواہی میں بھی تمہاری مدد نہیں کرتے اور تمہارے اندر ایسی کوئی طاقت نہیں چھوٹنے لگتا کہ تم اس کتاب کی نظیر تیار کر سکو، تو اس سے صاف ثابت ہو جاتا ہے کہ تم نے نواخواہانہ اور معبود بنا رکھلے۔ ورنہ درحقیقت اللہ کے نزدیک قدرت اور کوئی شاہد اللہ ہی ہے جس کی بنا پر وہ معبود ہونے کے مستحق ہیں۔

اَمَّا يَقُولُونَ لَوْلَا اَنْزَلَ عَلَيْنَا آيَاتٌ ۚ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ طَلْعُ الْفَلَاكِ بِمِثْقَالِ الذَّاتِ ۚ وَمِنْ اللَّيْلِ فَسَبِّحْهُ ۚ وَحُمْدُهُ اَشَدُّ ۚ لَيْلًا نَّجْمًا ۚ وَبِالْاَضْحَانِ ۚ سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۚ

کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ پیغمبر اسے خود تصنیف کر لیا ہے؟ کہو اگر تم اپنے الزام میں سچے ہو تو ایک ہی سورۃ اس جیسی تصنیف کر لو اور ایک خدا کو چھوٹا کر جس کو بلا سکتے

ایونس ۳۸۔ معبود کے لئے بلا لاؤ۔

عام طور پر لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ جلیغ محض قرآنی فصاحت و بلاغت اور اس کی ادبی خوبیوں کے لحاظ سے تھا۔ اعمیٰ از قرآن پر جس انداز سے بحثیں کی گئی ہیں، اس سے یہ غلط فہمی پیدا ہونی چکی جیسی نہیں ہے۔ لیکن قرآن کا مقام اس سے بلند تر ہے کہ وہ انجیل کی دے نظریہ کے دعوے کی بنیاد محض اپنے عقلی میسن پر رکھے، بلاشبہ قرآن اپنی زبان کے لحاظ سے بھی لازواب ہے۔ مگر وہ اصل چیز جس کی بنا پر یہ ہا گیا ہے کہ انسانی دماغ ایسی کتاب تصنیف نہیں کر سکتا، اس کے مضامین اور اس کی تعلیمات ہیں۔ اس میں اعجاز کے جو پہلو ہیں اور جن دہوہ سے ان کا منہا اب اللہ ہونا یقینی ہے اور انسان کا ایسی تصنیف پر قادر ہونا غیر ممکن ہے۔ ان کو خود قرآن میں مختلف مواقع پر بیان کر دیا گیا ہے۔

۱۔

أَمْ يَقُولُونَ نَقُولُ بِهِنَّ لَأَنْتُمْ  
لَوْ كُنْتُمْ عَذِيبِيْنَ ۖ نَدَّيَا لَوْ بَعْدَ مِثْ  
مِثْلِهِ لَأَنْتُمْ كَالْفَاطِلِينَ ۚ  
(الطور ۳۳ تا ۳۴) ایک کلام نکالیں۔

دوسرے الفاظ میں اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ قریش کے جو لوگ، قرآن کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا تعریف کردہ کلام کہتے ہیں، خود ان کا دل یہ جانتا ہے کہ یہ آپ کا کلام نہیں ہو سکتا۔ اور دوسرے وہ لوگ بھی جو اہل زبان ہیں نہ صرف یہ کہ اسے سن کر صاف محسوس کر لیتے ہیں کہ یہ انسانی کلام سے بہت اعلیٰ درجے کا ہے، بلکہ ان میں سے جو شخص بھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے واقف ہے، وہ کبھی یہ گمان نہیں کر سکتا کہ واقعی یہ آپ ہی کا کلام ہے۔ پس صاف اور سیدھی بات یہ ہے کہ قرآن کو آپ کی تعریف قرار دینے والے دراصل ایمان لانا نہیں چاہتے، اس لیے وہ طرح طرح کے جھوٹے بہانے گھڑ رہے ہیں جن میں سے ایک بہانہ یہ بھی ہے۔

اور بات صرف اتنی ہی نہیں ہے کہ یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام نہیں ہے بلکہ درحقیقت یہ سب سے انسانی کلام ہی نہیں ہے اور یہ بات انسان کی قدرت سے باہر ہے کہ ایسا کلام تعریف کر سکے اگر ہم اسے انسانی کلام کہتے ہو تو اس پائے کا کوئی کلام لا کر دکھاؤ جسے کسی انسان نے تعریف کیا ہو۔ یہ عجیب نہ صرف قریش کو بلکہ تمام دنیا کے مشرکین کو سب سے پہلے اس آیت میں دیا گیا ہے، اس کے بعد تین مرتبہ کہ معطر میں اور پھر آخری بار مدینہ منورہ میں اسے دہرایا گیا۔ ملاحظہ ہو سورہ بقرہ، آیت ۳۸۔ سورہ ہود، ۱۳۔ سورہ بنی اسرائیل، ۸۸۔ سورہ انفقرہ، ۲۴۔

مگر کوئی اس کا جواب دینے کی نہ اس وقت ہمت کر سکا نہ اس کے بعد آج تک کسی کی یہ حسد اورت ہوئی کہ قرآن کے مقابلہ میں کسی انسانی تعریف کو لے آئے۔

بعض لوگ اس عجیب کی حقیقی نوعیت کو نہ سمجھنے کی وجہ سے یہ سمجھتے ہیں کہ ایک قرآن ہی کا کسی شخص کے طرز میں بھی دوسرا کوئی شخص اثر یا نظم لکھنے پر قادر نہیں ہوتا۔ دوسری شکیلیں یہ کہتے ہیں، غالباً جو گور اور اقبال، سب ہی اس لحاظ سے بے عقل ہیں کہ ان کی عقل اس قدر

اسی جیسا کلام بنا لیا کسی کے بس میں نہیں ہے۔ کہ لکھ لیا اور بعد میں مثلاً اس کا مطلب قرآن کے طرز میں ان کے مطابق اس جیسی کوئی کتاب لکھ دینا ہے۔ حالانکہ اس سے مراد طرز میں مماثلت نہیں ہے، بلکہ مراد یہ ہے کہ اس پائے اور اس شان اور اس مرتبہ کی کوئی کتاب لے آؤ جو عربی ہی میں نہیں دنیا کی کسی زبان میں ان خصوصیات کے لحاظ سے قرآن کی مد مقابل قرار پا سکے جن کی بنا پر قرآن ایک معجزہ ہے۔ حقیر چند برسی بڑی خصوصیات ملاحظہ ہوں، جن کی بنا پر قرآن پہلے ہی معجزہ تھا اور آج بھی معجزہ ہے۔

۱۔ جس زبان میں کس قرآن مجید نازل ہوا ہے اس کے ادب کا وہ بلند ترین اور مکمل ترین نمونہ ہے، پورے کتاب میں ایک لفظ اور ایک جملہ بھی معیار سے گرا ہوا نہیں ہے، جس مضمون کو بھی ادا کیا گیا ہے، موزوں ترین الفاظ اور مناسب ترین انداز بیان میں ادا کیا گیا ہے۔ ایک ہی مضمون بار بار ادا ہوا ہے اور ہر مرتبہ برائے بیان نیا ہے جس سے محاورہ کی بدنامی کہیں پیدا نہیں ہوتی۔ اول سے لیکر آخر تک ساری کتاب میں الفاظ کی نشست ایسی ہے جیسے ٹھیکے تراش تراش کر چسے لگے ہوں۔ کلام اتنا موثر ہے کہ کوئی زبان داں آدمی اسے سن کر مریض نہ بنے نہیں رہ سکتا۔ مگر اور مخالف کی روح بھی وجد کرنے لگتی ہے۔ خود سو برس گزرنے کے بعد بھی آج تک یہ کتاب عربی زبان کے ادب کا سب سے اعلیٰ نمونہ ہے جس کے برابر تو دو کنا رہے جس کے قریب بھی اس زبان کی کوئی کتاب اپنی ادبی قدر و قیمت نہیں پہنچ سکتی۔ یہی نہیں بلکہ یہ کتاب عربی زبان کو اس طرح چمکا کر بچھڑائی ہے کہ خود وہ صدیاں گزر جائیں پر بھی اس زبان کا معیار فصاحت و بلاغت ہے جو اس کتاب نے قائم کر دیا تھا۔ حالانکہ اتنی طویل مدت میں زبانیں بدل کر کچھ سے کچھ ہوجاتی ہیں، دنیا کی کوئی زبان ایسی نہیں ہے جو ان خصوصیات تک اٹلا، انشاء، محادیس، قواعد زبانی اور استعمال الفاظ میں ایک ہی شان برپا رہی ہو، لہذا یہ صرف قرآن کی طاقت ہے جس نے عربی زبان کو اپنے مقام سے کھینچ نہ دیا اس کا ایک لفظ بھی آج تک متروک نہیں ہوا ہے اس کا ہر محاورہ آج تک عربی ادب میں مستعمل ہے اس کا ادب آج بھی

معارفِ ادب ہے اور تقریر و تحریر میں آج بھی معصوم زبان وہی ہے جو چودہ سو برس پہلے قرآن میں استعمال ہوئی تھی کیا دنیا کی بان میں کوئی انسانی تعریف اس شان کی ہے۔ ۱

یہ دنیا کی وہ اعلیٰ کتاب ہے جس نے نوعِ انسانی کے افکار، اخلاق، تہذیب اور طرزِ زندگی پر اتنی وسعت، اتنی گہرائی، اندامی ہر گہری کے ساتھ اثر ڈالا ہے کہ دنیا میں اس کی نظیر نہیں ملے گی اس کی تاثیر نے ایک قوم کو بدلا اور پھر اس قوم نے اٹھ کر دنیا کے ایک بہت بڑے حصے کو بدل ڈالا۔ کوئی دوسری کتاب ایسی نہیں ہے جو اس قدر انقلاب انگیز ثابت ہوئی ہو۔ یہ کتاب صرف کاغذ کے صفحات پر بھی ہوئی نہیں وہ گہمی سے جگہ عمل کی دنیا میں اس کے ایک ایک لفظ نے خیالات کی تشکیل اور ایک مستقل تہذیب کی تعمیر کی ہے۔ چودہ برس سے اس کے ان اثرات کا سلسلہ جاری ہے اور وہ زبردست اس کے یہ اثرات پھیلنے چلے جا رہے ہیں۔

جس موضوع سے یہ کتاب بحث کرتی ہے وہ ایک وسیع ترین موضوع ہے جس کا اگر اول سے ایک پوری کائنات پر عادی ہے، وہ کائنات کی حقیقت اور اس کے آغاز و انجام اور اس کے نظم و آئین پر لکھا کرتی ہے، وہ بتاتی ہے کہ اس کائنات کا خالق اور ناظم و تدبیر کون ہے کیا اس کی صفات ہیں، کیا اس کے اختیارات ہیں اور وہ حقیقت نفسِ الٰہی کی ہے، جس پر اس نے یہ لہجہ اظہار کیا ہے وہ اسی جہان میں انسان کی حیثیت اور اس کا مقام ٹھیک ٹھیک متعین کر کے بتاتی ہے پھر اس کا فطری مقام ہے اور یہ اس کی پیدائشی حیثیت ہے، جسے بدل دینے پر وہ قادر نہیں ہے۔ وہ بتاتی ہے کہ اس مقام اور اس حیثیت کے لحاظ سے انسان کے لئے فکر و عمل کا صحیح راستہ کیا ہے۔ جو حقیقت سے پوری مطابقت رکھتا ہے۔ اور غلط راستے کو کون سے ہیں، جو حقیقت سے متصادم ہوتے ہیں۔ صحیح راستے سے صحیح ہونے اور غلط راستوں کے غلط ہونے پر وہ زمین و آسمان کی ایک ایک چیز سے نظامِ کائنات کے ایک

ایک گوشے سے انسان کے اپنے نفس اور اس کے وجود سے اور انسان کو اپنی پوری تاریخ سے بشمار دلائل پیش کرتی ہے، اس کے ساتھ وہ یہ بھی بتاتی ہے کہ انسان غلط راستے پر کیسے اور کن اسباب سے پڑتا رہا ہے، اندمگہ راستہ جو ہمیشہ سے ایک ہی تھا اور ایک ہی رہے گا کس ذریعہ سے اس کو معلوم ہو سکتا ہے اور کس طرح ہر زمانے میں وہ اس کو بتایا جا رہا ہے۔ وہ صحیح راستہ کی طرف نشاندہی کر کے نہیں رہ جاتی بلکہ اس راستے پر چلنے کے لئے ایک لہجے نظام زندگی کا نقشہ پیش کرتی ہے جس میں عقائد، اخلاق، تزکیہ نفس، عبادات، معاشرت، تہذیب، تمدن، حیثیت، سیاست، عدالت، قانون، غرض حیاتِ انسانی کے ہر پہلو سے متعلق ایک نہایت مربوط و مضبوط بیان کر دیا گیا ہے۔ مزید برآں وہ پوری تفصیل کے ساتھ بتاتی ہے کہ اس صحیح راستہ کی پوری کرنے اور ان غلط راستوں پر چلنے کے کیا نتائج اس دنیا میں ہیں اور کیا نتائج دنیا کا موجودہ نظام قائم ہونے کے بعد ایک دوسرے عالم میں رد و خاستہ ہونے والے ہیں وہ اس دنیا کے ختم ہونے اور دوسرے عالم برپا ہونے کی نہایت مفصل کیفیت بیان کرتی ہے۔ اس تغیر کے تمام مراحل ایک ایک کر کے بتاتی ہے، دوسرے عالم کا پورا نقشہ نگاہوں کے سامنے کھینچ دیتی ہے اور پھر پوری وضاحت کے ساتھ بیان کرتی ہے کہ وہاں انسان کیسے ایک دوسری زندگی پائے گا، کس طرح اس کی ذہنی زندگی کے اعمال کا سبب ہوگا، کیا امور کی اس سے باز رہیں ہوں گی کیسی ناقابلِ اٹھا و صورت میں اس کا پورا اثر اعمال اس کے سامنے رکھ دیا جائے گا۔ کیسی زبردست شہادتیں اس کے ثبوت میں پیش کی جائیں گی۔ جزا اور سزا پانے والے کیوں ہوں گے اور سزا پانے والے کیسے انعامات ملیں گے اور سزا پانے والے کس کس فعل میں اپنے اعمال کے نتائج چکھیں گے۔ اس وسیع مضمون پر جو کچھ اس کتاب میں کیا گیا ہے۔ وہ اس حیثیت سے نہیں ہے کہ اس کا مصنف کچھ صوفی، کبری جوکر چند قیاسات کی ایک عمارت تعمیر کر رہا ہے بلکہ اس حیثیت سے ہے کہ اس کا مصنف حقیقت کا



برابر راستہ رکھتا ہے اس کی نگاہ ازل سے ایک سب کچھ دیکھتی ہے، تمام حقائق اس پر عیاں ہے، کائنات پوری کی پوری اس کے سامنے یکا یک کھلی کتاب کی طرح ہے۔ نوع انسانی کے آغاز سے اس کے خاتمے تک ہی نہیں بلکہ خاتمہ کے بعد اس کی دوسری زندگی تک بھی نہ اس کی بیک نظر دیکھ رہا ہے اور قیاس دکان کی منار پر نہیں بلکہ علم کی بنیاد پر انسان کی رہنمائی کر رہا ہے۔ حقائق کو علم کی حیثیت سے وہ پیش کرتا ہے، ان میں سے کوئی ایک بھی آج کا غلط ثابت نہیں کیا جاسکتا ہے۔ جو تصور کائنات و انسان وہ پیش کرتا ہے وہ تمام مظاہر اور واقعات کی مکمل توضیح کرتا ہے اور ہر شعبہ علم میں تحقیق کی بنیاد بن سکتا ہے۔ فلسفہ و سائنس اور علوم عمران کے تمام آخری مسائل کے جوابات اس کے علم میں موجود ہیں اور ان سب کے درمیان ایسا منطقی ربط ہے کہ ان پر ایک مکمل، مربوط اور جامع نظام فکر قائم ہوتا ہے۔ پھر عملی حیثیت سے جو رہنمائی اس نے زندگی کے ہر پہلو کے مختلف انسان کو دی ہے وہ صرف انتہائی معقول اور انتہائی پاکیزہ ہی نہیں ہے، بلکہ جو وہ ہر س سے روئے زمین کے مختلف گوشوں میں بے شمار انسان بالفعل اس کی پیروی کر رہے اور تجربے نے اس کو بہترین ثابت کیا ہے۔ کیا اس شان کی کوئی انسانی تعریف دنیا میں موجود ہے یا کبھی موزوں رہی ہے جسے اس کتاب کے مقابلے میں لایا جاسکتا ہو؟

۴۔ پوری کی پوری یکا یک وقت کھ کر دنیا کے سامنے پیش نہیں کر دی تھی بلکہ چند ابتدائی ہدایات نے ساتھ ایک تحریک میلان کا آغاز کیا تھا اور اس کے بعد ۲۳ سال تک وہ تحریک جس جس مرحلوں سے گزرتی رہی ان کے حالات اور ان کی تدریجیات کے مطابق اس کے اجزاء اس تحریک کے رہنمائی زبان میں بھی طویل ہوئے۔ کبھی مختصر جملوں کی شکل میں ادا ہوتے رہے۔ پھر اس مشن کی تکمیل پر مختلف اوقات میں صادر ہوئے۔ یہ اجزاء اس مکمل کتاب کی صورت میں مرتب ہوئے۔ دیکھنے والے کو کھ دیکھ گئے۔ جسے "قرآن" کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ یہ تحریک کے رہنما کا بیان ہے کہ یہ خطبے اور جملے اس کے طبع پر آدھیں ہیں بلکہ خداوند عالم کی طرف سے اس پر نازل ہوئے ہیں۔ اگر کوئی سمجھیں انھیں خود اس رہنما کے خطبے اور فرامینا۔ یہ خود وہ دنیا کی تاریخ سے کوئی نظیر ایسی پیش کرے کہ کسی انسان

۵۔ اس رہنمائی کی زبان پر یہ خطبے اور جملے جاری ہوئے تھے وہ کیا کہیں گے؟ ان خطبے سے نکل کر صرف ان کو سننے کے لیے نہیں آتا تھا اور انھیں سننے کے بعد کہیں جانا پڑتا تھا وہ اس تحریک کے آغاز سے پہلے بھی انسانی معاشرے میں نہ تھا۔ نہ کہ یہ تھا اور اس کے بعد بھی وہ زندگی کی آتشیں سحریت تک محدود تھا۔ اسی معاشرے میں تھا اور اس میں انھیں اور تقدیر ان کی زبان اور طریق بیان سے لوگ بخوبی آشنا تھے۔ عادیہ میں ان کا ہر فقرہ اب بھی مجھ جیسے جسے بعد کے عالمی لوگوں پر جو کہ خود آسان لکھ سکتے ہیں اس رہنما کا طریق بیان تھا۔ اس کے ہر زبان و لہجہ پر وہ بھی صاف محسوس کرتے تھے اور آج بھی عربی زبان کے جاننے والے یہ محسوس کرتے ہیں کہ اس کتاب کی زبان اور لہجہ

۴۔ پوری کی پوری یکا یک وقت کھ کر دنیا کے سامنے پیش نہیں کر دی تھی بلکہ چند ابتدائی ہدایات نے ساتھ ایک تحریک میلان کا آغاز کیا تھا اور اس کے بعد ۲۳ سال تک وہ تحریک جس جس مرحلوں سے گزرتی رہی ان کے حالات اور ان کی تدریجیات کے مطابق اس کے اجزاء اس تحریک کے رہنمائی زبان میں بھی طویل ہوئے۔ کبھی مختصر جملوں کی شکل میں ادا ہوتے رہے۔ پھر اس مشن کی تکمیل پر مختلف اوقات میں صادر ہوئے۔ یہ اجزاء اس مکمل کتاب کی صورت میں مرتب ہوئے۔ دیکھنے والے کو کھ دیکھ گئے۔ جسے "قرآن" کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ یہ تحریک کے رہنما کا بیان ہے کہ یہ خطبے اور جملے اس کے طبع پر آدھیں ہیں بلکہ خداوند عالم کی طرف سے اس پر نازل ہوئے ہیں۔ اگر کوئی سمجھیں انھیں خود اس رہنما کے خطبے اور فرامینا۔ یہ خود وہ دنیا کی تاریخ سے کوئی نظیر ایسی پیش کرے کہ کسی انسان



تَرْشِدًا لَا يَسِيءُ لَوَيْتَ يَحْيٰى  
الْاَحْسَنُ تَقْسِيْرًا  
بِالْحَقِّ

ہم نہ ہمارے ذہن نشین کرتے ہیں  
اور اسی غرض کے لیے ہم نے اس  
کو ایک خاص ترتیب کے ساتھ لکھ  
لکھ اجزاء کی شکل دی ہے اور اس  
میں یہ معلومت بھی ہے کہ جب کبھی وہ  
تمہارے سامنے کوئی نرالی بات  
یا عجیب سوال لے کر آئے اس کا ٹھیک  
جواب بروقت ہم نے تمہیں دیدیا اور  
بہترین طریقے سے بات کھول دی۔

(الفہرستان - ۳۲-۳۳)

یہ کفار کہہ کا بڑا دل پسند اعتراض تھا جسے وہ اپنے نزدیک  
نہایت زوردار اعتراض سمجھ کر بار بار دہراتے تھے مگر قرآن میں اس  
کے مدلل جوابات دیکر اس کا بھی پوری طرح قلعہ جمع کر دیا گیا۔ اس کے سوال  
کا مطلب یہ تھا کہ اگر یہ شخص خود سوچ سوچ کر، یا کسی سے پوچھ پوچھ کر  
اور کتابوں سے نقل کر کے یہ مضامین نہیں لارہا ہے، بلکہ یہ واقعی  
خدا کی کتاب ہے، تو پوری کھلی ایک ہی دقت کیوں نہیں آجاتی؟ خدا  
تو جانتا ہے کہ پوری بات کیا ہے، جو وہ نہ مانا چاہتا ہے۔ وہ نازل  
کرنے والا ہوتا تو سب کچھ بیک وقت فرما دیتا۔ یہ تو سوچ سوچ کر  
کبھی کبھی مضمون لایا جاتا ہے اور کبھی کبھی یہ اس بات کی ضریح علامت ہے  
کہ وہی ادھر سے نہیں آتی یہیں کہیں سے حاصل کی جاتی ہے یا خود گھڑ گھڑ  
کر لائی جاتی ہے۔

اس کے جواب میں قرآن کو بتدریج نازل کرنے کی بہت سی  
کھتیں بیان کر دی گئی ہیں

۱۔ ایسا اس لیے کیا جا رہا ہے کہ وہ لفظ بلفظ جانظر میں محفوظ  
ہو سکے۔ کیونکہ اس تبلیغ و اشاعت تحریری صورت میں نہیں بلکہ ایک  
ان پڑھ نبی کے ذریعہ ان پڑھ سامعین کے سامنے زبانی تقریر کی شکل  
میں ہو رہی ہے

۲۔ تاکہ اس کی تعلیمات ابھی طرح ذہن نشین ہو سکیں۔ اس غرض کے  
لیے ٹھہر ٹھہر کر ٹھوڑی ٹھوڑی بات کہنا اور ایک ہی بات کو مختلف اوقات  
میں مختلف طریقوں سے بیان کرنا زیادہ مفید ہے۔

۳۔ تاکہ اس کے بتائے ہوئے طریق زندگی پر دل جتنا جا لے اس  
غرض کے لیے حکام و ہدایات بتدریج نازل کرنا یعنی بر حکمت ہے، ورنہ

اگر سارا قانون اور پورا نظام حیات بیک وقت بیان کر کے اسے قائم  
کرنے کا حکم دیدیا جائے تو ہر شخص پر آگندہ ہو جائیں۔ علاوہ بریں یہ بھی ایک  
حقیقت ہے۔ کہ ہر حکم اگر مناسب موقع پر دیا جائے تو اس کی حکمت  
اور مداح زیادہ اچھی طرح سمجھ میں آتی ہے۔ بہ نسبت اس کے کہ حکام احکام  
دفوراً مرتب کر کے بیک وقت دیدیئے جائیں۔

تاکہ تحریک اصلاحی کے دوران میں، جب کہ حق اور باطل کی مسلسل  
کھینچ پھار چلی ہو، نبی اور اس کے پیروں کی ہمت مندھائی جاتی رہے اس  
لیے خدا کی طرف سے بار بار، وقتاً فوقتاً، موقعہ بہ موقعہ پیغام آنا زیادہ  
کامد گزیر ہے۔ بہ نسبت اس کے کہ بس ایک دفعہ ایک لمبا پڑا ہدایت نامہ  
دیکر انھیں عمر بھر کے لیے دنیا بھر کی مزاحمتوں کا مقابلہ کرنے کو یوں ہی  
چھوڑ دیا جائے۔ پہلی صورت میں آدمی محسوس کرتا ہے کہ بس خدا نے اسے  
اس کام پر مامور کیا ہے وہ اس کی طرف متوجہ ہے، اس کے کام سے کبھی کبھی  
لے رہا ہے اس کے حالات پر نگاہ رکھتا ہے، اس کی مشکلات میں دھنائی  
کر رہا ہے اور ہر ضرورت کے موقعہ پر اسے شرف باریابی و مخالفت  
محافظہ کر اس کے ساتھ ہے، تعلق کو تازہ کرتا رہتا ہے۔ یہ جزو عمل  
بڑھانے والی اور عزم کو مضبوط رکھنے والی ہے، دوسری صورت میں آدمی  
کو یوں محسوس ہوتا ہے کہ بس وہ ایک طوفان کی موج میں۔

آخر میں نزول قرآن میں تدریج کا طریقہ اختیار کرنے کی ایک اور  
حکمت بیان کی گئی ہے۔ قرآن مجید کی شان نزول یہ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ  
"ہدایت" کے موضوع پر ایک کتاب تصنیف کرنا چاہتا ہے اور اس  
کی اشاعت کے لیے اس نے نبی کو ابھیٹ بنا یا ہے۔ بات اگر یہ ہوتی  
تو یہ مطالعہ سچا سمجھنا کہ پوری کتاب تصنیف کر کے بیک وقت ابھیٹ  
کے حوالے کر دی جائے لیکن دراصل اس کی شان نزول یہ ہے کہ اللہ  
تعالیٰ کفر اور جاہلیت اور فسق کے مقابلہ میں ایمان و اسلام اور طاعت  
تقویٰ کی ایک تحریک برپا کرنا چاہتا ہے اور اس کے لیے اس نے  
ایک نبی کو داعی و قائد بنا کر اٹھایا ہے۔ اس تحریک کے دوران  
میں اگر ایک طرف قائد اور اس کے پیروں کو حسب ضرورت تعلیم اور  
ہدایات دینا اس نے اپنے ذمہ لیا ہے تو دوسری طرف یہ کام بھی  
اپنے ذمہ رکھا ہے کہ مخالفین جب کبھی کوئی اعتراض یا شبہ یا الجھن  
پیش کریں اسے وہ صاف کر دے اور جب بھی وہ کسی بات کو غلط سمجھیں  
پہنچا میں وہ اس کی صحیح تشریح و تفسیر کر دے۔ ان مختلف ضروریات کیلئے

جو تقریریں اللہ کی طرف سے نازل ہوتی رہی ہیں ان کے مجموعے کا نام قرآن ہے اور یہ کتاب آئین یا کتاب اخلاق و فلسفہ نہیں بلکہ کتاب تحریک ہے جس کے معرض وجود میں آنے کی صحیح فطری صورت یہی ہے کہ تحریک کے اول لمحہ آغاز کے ساتھ شروع ہو۔ اور آخری لمحات تک جیسے جیسے تحریک چلتی رہے۔ یہ بھی ساتھ ساتھ حسب موقعہ و ضرورت نازل ہوتی رہے۔

وَإِذَا جَاءَ لَنَا آيَةٌ مَكَانٍ  
آيَةٍ وَلَا لِلَّهِ أَمْلٌ مِمَّا يَفْتِكِرُونَ  
تَالَّذِينَ آمَنُوا أَأَنْتُمْ مُفْتَرُونَ  
بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ  
قُلْ نَزَّلَهُ رُوحُ الْقُدُسِ مِنْ رَبِّكَ بِالْحَقِّ لِيُثَبِّتَ  
الَّذِينَ آمَنُوا وَهُدًى وَبُشْرَى لِلْمُسْلِمِينَ

جب ہم ایک آیت کی جگہ دوسری آیت نازل کرتے ہیں۔ اور اللہ بہتر جانتا ہے کہ وہ کیا نازل کرے۔ تو یہ لوگ کہتے ہیں کہ تم یہ قرآن خود گھڑتے ہو اصل بات یہ ہے کہ ان میں سے اکثر لوگ حقیقت سے نالائق ہیں ان سے کہو کہ اسے روح القدس نے ٹھیک ٹھیک میری رب کی طرف سے بتدریج نازل کیا ہے تاکہ ایمان لانے والوں کے ایمان کو پختہ کرے اور فرمانبرداروں کو زندگی کے معاملات میں سیدھی راہ بتائے اور انھیں نلکار دے۔ سعادت کی خوشخبری دے۔

(الزلزال - ۱۰ تا ۱۷)

ایک آیت کی جگہ دوسری آیت نازل کرنے سے مراد ایک حکم کے بعد دوسرا حکم بھیجنا بھی ہو سکتا ہے۔ کیونکہ قرآن مجید کے احکامات بتدریج نازل ہوئے ہیں اور بار بار ایک ہی معاملہ میں چند سال کے فاصلوں سے نیکے بعد نیکے دو، دو تین میں حکم بھیجے گئے ہیں۔ مثلاً شراب (معاطہ) نے زنا کی سزا کا معاملہ لیکن ہم کو یہ معنی لینے میں اس جملہ پر تامل ہے کہ سورہ نمل کی آیت کی دور میں نازل ہوئی ہے اور جہاں تک ہمیں معلوم ہے، اس دور میں تدوین فی الاحکام کی کوئی مثال نہیں ملتی تھی اس لیے ہم یہاں ایک آیت کی جگہ دوسری آیت نازل کرنے کا مطلب یہ سمجھتے ہیں کہ قرآن کے مختلف مقامات پر کسی ایک معنوی کو ایک مثال سے سمجھا یا گیا ہے اور کبھی وہی معنوی سمجھانے کے لیے دوسری مثال سے کام لیا گیا ہے۔ ایک ہی قصہ یا حکم یا حکم سے دوسرے الفاظ میں بیان کیا گیا ہے

ایک معاملہ کا کبھی ایک پہلو چن کر لیا گیا ہے اور کبھی اس معاملہ کا دوسرا پہلو سامنے لایا گیا ہے۔ ایک بات کے لیے کبھی ایک دلیل چن کر لی گئی ہے اور کبھی دوسری دلیل۔ ایک بات ایک وقت میں عمل طور پر کہی گئی ہے اور دوسرے وقت میں مفصل۔ یہی چیز تھی جسے کفار کو اس کی طرف متوجہ کرنے کے لیے محمد صلی اللہ علیہ وسلم، معاف اللہ، یہ قرآن خود تعریف کرتے ہیں ان کا استدلال یہ تھا کہ اگر اس سلام طبع علم الہی ہوتا تو پوری بات ایک وقت کہی جاتی۔ اللہ کسی انسان کی طرح ناقص العلم نہیں ہے۔ کہ سوچ سوچ کر بات کہے، رفتہ رفتہ معلومات حاصل کرتا رہے اصل ایک بات ٹھیک ٹھیک نظر نہ آئے تو دوسرے طریقے سے بات کہے۔ یہ تو انسانی علم کی کرداریاں ہیں جو تمہارے اس سلام میں نظر آرہی ہیں۔

اس کے جواب میں پہلے بیان کیا گیا کہ اس کتاب کو اللہ کی طرف سے "روح القدس" نے کر آ رہی ہے۔ "روح القدس" کا فطری ترجمہ "پاک روح" یا "پاکیزگی کی روح" ہے اور اصطلاحاً یہ لقب حضرت جبریل کو دیا گیا ہے۔

دوسری جگہ سورہ شعراء میں انہی کے لیے روح الامین کے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں، یعنی امانت دار روح، یہاں دہی لانے والے فرشتے کا نام لینے کے بجائے اس کا لقب استعمال کرنے سے سامعین کو اس حقیقت پر متنبہ کرنا ہے کہ اس سلام کو ایک ایسی روح نے کر آ رہی ہے جو بشری کمزوریوں اور نقائص پاک ہے وہاں غائی ہے کہ اللہ کچھ بھیجے اور وہ اپنی طرف سے کسی بیشی کہے کہ ہر اند بنادے نہ لقا ب و مفتری ہے کہ خود کو کوئی بات گھڑے اللہ کے نام سے بیان کر دے۔ نہ بدزیت نہ ہے کہ ایسی کسی نفسانی غرض کی بناء پر دھوکے اور فریب سے کام لے رہے ہر امر ایک مقدس و مطہر روح ہے جو اللہ کا سلام پوری امانت کے ساتھ لاکر پہنچاتی ہے۔

پھر کہا گیا کہ اس کے بتدریج اس سلام کو لے کر آنے اور ایک وقت سے کچھ نہ لے کر آنے کی وجہ یہ نہیں ہے کہ اللہ کے علم و دانش میں کوئی نقص ہے۔ جیسا کہ تم نے اپنی نادانی سے سمجھا ہے بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ انسانی قوت فہم اور قوت اخذ میں نقص ہے جس کے سبب ہم وہ ایک وقت ساری بات کو نہ سمجھ سکتے ہیں اور نہ ایک وقت کی سمجھ ہوئی بات میں بختہ ہو سکتا ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کی حکمت اس بات کی مقتضی ہوئی کہ روح القدس اس سلام کو حضور یا حضور اکرم کے لئے

۱۔ اَوَّلَیْنَ النَّبَیَّاتِ هَیْیَ عَلَیْہِمْ سَلَامٌ ؕ وَ اَصْلًا قُلْ اَنْرَکُمُ الَّذِیْ یَعْلَمُ السِّرَّ فِی السَّمُوٰتِ وَ اَلْاَرْضِ اِنَّہٗ کَانَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا۔  
 دوسرے لوگوں نے اس کا معنی اس کی مدد کا ہے۔ بڑا ظلم اور سخت جھوٹ ہے جس پر یہ لوگ ان رائے میں کہنے میں کہ یہ پرلے لوگوں کی کچھ چیزیں ہیں جن میں شخص نقل کر داتا ہے اور وہ اسے معاف و سام

سنائی جاتی ہیں (اسے محمد) ان سے کہو  
کہ اسے ازل کیا ہے اس نے جو زمین و  
آسمان کے عہد جانتا ہے۔ حقیقت یہ  
ہے کہ، بڑا غفور و رحیم ہے۔

ان کا کہنا یہ تھا کہ یہ شخص خود تو ان پر ڈھ ہے، مطالعہ کر کے کئی معلومات حاصل کر سکیں سکتا۔ پہلے اس نے کچھ دیکھا نہ تھا، چالیس کی برس کی عمر تک ان باتوں میں سے کوئی بات بھی نہ جانتا تھا، جو آج اس کی رہاں سے نکل رہی ہیں۔ اب آخر یہ معلومات اُنہاں سے رہی ہیں ہر لحاظ ان کا مزید کچھ اگلے لوگوں کی کتابیں ہیں، جن کے اقتباسات راقون کو چمکے چمکے ترجمہ اور نقل کر کے جاتے ہیں، انھیں کسی سے یہ شخص پڑھو اور سنتا ہے اور پھر انھیں یاد کر کے ہمیں دن کو سناتا ہے۔ روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سلسلہ میں وہ چند آدمیوں کے نام بھی لیتے تھے خواہ کتاب میں سے تھے، پڑھے تھے، اور کہ میں رہتے تھے، ایک — علام بن محمد بن عوفیہ بن عبد اللہ بن علی بن زبیر اور وہ غلام تھا، دوم زین العابدین جو علام بن الحنفیہ کا آزاد کردہ غلام تھا، اور تیسرا عمر بن ربیعہ کا آزاد کردہ غلام۔

بہ ظاہر یہ بڑا ذوقی اعتراض معلوم ہوتا ہے۔ وحی کے دعوے کو رد کرنے کے لیے نبی کے ماخذ علم کی نشاندہی کر دینے سے بڑھ کر ذوقی اعتراض اور کیا ہو سکتا ہے۔ مگر آدمی پہلی ہی نظریں یہ دیکھ کر حیران ہو جاتا ہے کہ ایسے زبردست اعتراض کے جواب میں کوئی دلیل پیش کرنے کے بجائے صرف یہ کہہ کر بات ختم کر دی گئی کہ تم صداقت پر علم کر رہے ہو مہریم بے انصافی کی بات کہہ رہے ہو سخت، جھوٹ کا طوفان اٹھا رہے ہو یہ تو اس خدا کا کلام ہے جو زمین و آسمان کا مجید جانتے ہے۔ سوال یہ ہے کہ اس شدید مخالفت کے ماحول میں جب ایسا زوردار اعتراض پیش کیا گیا تو اسے یوں حقارت کے ساتھ کیوں رد کر دیا گیا اور خود بخود غلطی نے اس کا صاف صاف مفصل جواب کیوں نہ مانگا؟ انھوں نے کیوں نہ کہا

کبھی اجمال سے کام لے اور کبھی اسی بات کی تفصیل بتائے۔  
کبھی ایک طریقہ سے بات سمجھائے اور کبھی دوسرے طریقے سے کبھی  
ایک پر ایہ بیان اختیار کرے اور کبھی دوسرا اور ایک سی بات کو بار  
بار طریقے طریقے سے ذہن نشین کرانے کی کوشش کرے۔ تاکہ مختلف  
قابلیتوں اور استعدادوں کے طالبین حق اسیان لاسکیں اور اسیان  
لانے کے بعد علم و تحقیق اور فہم و ادراک میں پختہ ہو سکیں۔

اس تدریج کی دوسری مصلحت یہ بتانی گئی کہ جو لوگ ایمان لاکر فرمانبرداری کی راہ چل رہے ہیں، ان کو دعوتِ اسلامی کے کام میں اور زندگی کی بیش آمدہ مسائل میں جس موقع پر جس قسم کی ہدایات دیکاراجل وہ بر وقت دیدی جائیں۔ ظاہر ہے کہ انھیں قبل از وقت بھی بنامنا سب ہو سکتا ہے، اور نہ بیک وقت ساری ہدایات دیدینا مفید ہے۔

فیضی مصلحت یہ بتائی گئی کہ فرماں برداری کو جن مصلحتوں اور  
مخالفتوں سے سابقہ پیش آ رہا ہے اور جس میں طرح انھیں ستایا اور شکستہ  
کیا جا رہا ہے اور دعوتِ اسلامی کی راہ میں مشکلات کے پہاڑ ستارہ  
بجور ہے میں ان کی وجہ سے وہ بار بار اس کے تقاضا جو ہوتے ہیں کہ  
بشارتوں سے ان کی ہمت بندھا کی جاتی رہے اور ان کو آخری نشانچہ  
کی کامیابی کا یقین دلایا جاتا رہے تاکہ وہ ہلا سید رہیں اور دل شکستہ  
نہ ہونے پائیں۔

یہ الزام کہ کچھ دوسرے لوگ قرآنِ شریف

کر کے حضور کو دے گا ہے ہیں

پچھلے الزام کے بالکل برعکس نفاذ کے ایک دوسرے الزام یہ لگاتے تھے کہ حضور کو اس قرآن کے تصنیف کرنے میں کچھ دوسرے لوگ مدد دے رہے ہیں اور پرانے زمانے کی کبھی چوٹی چیزیں نقل کر دکرائی آپ ان سے منہا کرتے ہیں اور یہ کام شب و روز پورا رہے۔

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ هَذَا إِلَّا أَلْهَاءٌ بَدَّلْنَا دَعَانَا عَلَيْهِمْ قَوْمًا خَسِرُوا فَنَقَذَ جَلَدُؤُ ظَهْرَهُمْ وَشَرُّهُمُ مَا قَالُوا أَسَاطِيرُ

جن لوگوں نے (نبی کی بات) ملتے سے انکار کر دیا ہے وہ کہتے ہیں کہ یہ قرآن ایک من گھڑت تیز ہے جسے اس شخص نے آپ ہی کو دے لیا ہے اور کثیر

سید العلماء

## حضرت مولانا سید اختر حسین میاں صاحب (طاب ثلک)

جانے والے کبھی نہیں آتے ہر جانے والوں کی یاد آتی ہے

حسب ضرورت آپ نے دارالعلوم کے لیے نیابت اہتمام کے فرائض بھی اہتمام دیئے، اور نظامت تعلیمات کی مسند کو بھی رونق بخشی، دفناتِ ذوق تیار اور شعائرِ جات کے بھی نگران اور ناظم رہے۔ مگر جہاں بھی رہے آپ کی معاملہ فہمی، شانِ انتظام اور عالمانہ وقار کی بدولت آپ کا اعتبار سب کے لیے دھجہ احترام ہی رہا۔ غیر جانبداری، بے لوثی، شفقت و رحم آپ کی بلند شخصیت کے وہ جوہر تھے، جو ہر موقع پر آپ کو منظم و مکرر بنا کر رکھتے تھے۔ کوئی چھوٹا بڑا ہر شخص کے ساتھ آپ کا برتاؤ پورے رکھ رکھاؤ، اکرام اور انکسار کے ساتھ ہوتا تھا۔ اس کا قدرتی نتیجہ یہ تھا کہ ہر شخص دل کی پوری گہرائی کے ساتھ آپ کا احترام کرتا تھا، نظر پڑتے ہی عورت و احترامِ کلبے ساختہ داعیہ دل میں پیدا ہوتا تھا اور جی چاہتا تھا کہ اسلافِ اکرام کی اس منزلتِ تقویٰ کو جی بھر کے دیکھ بھی لیا جائے اور ظاہر و باطن کی مکمل ہم آہنگی کے ساتھ اس کی عقیدت و محبت کو دل میں جگہ بھی دی جائے۔

آج کے دور میں کسی شخص کا گروہ بندی کی سیاست سے آگاہ رہنا بہت مشکل امر ہے، کوئی چھوٹا بڑا کسی نہ کسی جماعت سے اس کے وابستگی ضرور ہوتی ہے۔ اور یہ وابستگی اس کو ایک طبقہ کے لوگوں میں ممبر اور دوسرے طبقہ میں غیر ممبر ٹھہراتی ہے، یہ آج کی ایسی صورتِ حال ہے جس کا مشاہدہ اور تجربہ ہر جگہ کیا جا سکتا ہے اور اس سے بھی بہت مشکل۔ جب کہ پانی اور ہوا کی طرح سیاست آج زندگی میں داخل ہو چکی ہے۔ لیکن حضرت میاں صاحب کا یہ اعتقاد خصوصاً ہی قابلِ تحسین

حضرت مولانا سید اختر حسین میاں صاحب کی رحلت سے وضع کے صاحب وقار علما کی صف ایک اور غلابیہ ہو گیا ہے۔ تہ میاں صاحب مرحوم اس صف کے عالم ربانی تھے جو صفِ تیزی الی ہو رہی ہے اور جو غلابیہ عفرات کے درمیان سے ہٹ جانے پیدا ہو رہا ہے بہت دور تک اس کے پیر ہونے کا کوئی مردِ سامان ہے۔ اس لیے سوائے حسرت و یاس کے ایسے مواقع پر کوئی دیکھ رہا نہیں ابھرتا

ہزاروں غم تھے، لیکن ان جانا  
عجب اک ساختہ سا ہو گیا ہے

مولانا مرحوم عالم ربانی حضرت مولانا سید اصغر حسین میاں صاحب رحمہ اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے صاحبزادے تھے، اور آپ کی علمی، اور فی الماتوں کے امین، اور آپ کی شانِ جلال و جمال کی زندہ تصویر کہنے والے بجا ہر پر کہتے ہیں کہ آپ کو دیکھ کر بے ساختہ حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی یاد آتی تھی آپ کی پوری زندگی جس کیسویں لب پسندی اور عالمانہ شانِ استغناء کے ساتھ گزر چکی ہے۔ اس کی میں فی زمانہ کو کم از کم بہت ہی نادر ہیہ تقریباً ۴۵ برس آپ نے علومِ دیوبند میں تدریسی خدمات انجام دیں، لیکن اس پورے طویل کی شہادت یہ ہے کہ کبھی آپ نے اربابِ دارالعلوم سے کبھی منصبِ اہتمام نہیں کیا اور صرف ہی نہیں بلکہ کبھی اگر کوئی منصب آپ کو پیش کیا تو حتی الامکان اپنی نظری قواضی کی بناء پر دامن کش ہونے کی سعی کی



کبھی اجمال سے کام لے اور کبھی اسی بات کی تفصیل بتائے۔  
کبھی ایک طریقہ سے بات سمجھائے اور کبھی دوسرے طریقے سے کبھی  
ایک پیرائے بیان اختیار کرے اور کبھی دوسرا اور ایک ہی بات کو بار  
بار طریقے طریقے سے ذہن نشین کرانے کی کوشش کرے۔ تاکہ مختلف  
قابلیتوں اور استعدادوں کے حاملین حق ایمان لاسکیں اور ایمان  
لانے کے بعد علم و یقین اور فہم و ادراک میں بچہ ہو سکیں۔

اس تدریج کی دو مہر مصلحت یہ بتائی گئی کہ جو لوگ ایمان  
لا کر فرما رہی ہو کہ راہ چل رہے ہیں۔ ان کو دعوت اسلام کے کام  
میں اور زندگی کی پیش آمد مسائل میں جس موقع پر جس قسم کی ہدایات  
درکار ہوں وہ بر وقت دیدی جائیں۔ ظاہر ہے کہ انھیں قبل از وقت  
بھیجنا مناسب ہو سکتا ہے، اور نہ بیک وقت ساری ہدایات دیدیا  
مفید ہے۔

تیسری مصلحت یہ بتائی گئی کہ فرما رہی ہوں۔ مہتمم اور  
معاذ اللہ سے سابقہ پیش آ رہا ہے اور جس طرح انھیں ستا یا دیکھ  
کیا جا رہا ہے اور دعوت اسلام کی راہ میں مشکلات کے پہاڑ ستر  
پورے ہیں ان کی وجہ سے وہ بار بار اس کے محتاج ہوتے ہیں۔  
بشارتوں سے ان کی ہمت بندھا جاتی رہے اور ان کو آخری ستارے  
کی کامیابی کا یقین دلایا جاتا رہے تاکہ وہ بڑا سید رہیں۔ اور نہ شکستہ  
نہ ہونے پائیں۔

## یہ الزام کہ کچھ دوسرے لوگ قرآن تصنیف کر کے حضور کو دے گئے تھے

پچھلے الزام کے بالکل برعکس مفاد کہ ایک دوسرا الزام یہ لگاتے  
تھے کہ حضور کو اس قرآن کے تصنیف کرنے میں کچھ دوسرے لوگ مدد  
دے رہے ہیں اور پرانے زمانے کی کبھی ہوئی چیزیں نقل کر کے آ کر آپ ان  
سے منہا کرتے ہیں اور یہ کام شب و روز ہو رہا ہے۔

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنَّ هَذَا  
الْقُرْآنَ إِلَّا نُسْخَةٌ مِمَّا  
كَانَ مِنْ قَبْلِهِ أَوْ كِتَابٌ  
مُنشَأٌ مِنْ قَبْلِهِ

جن لوگوں نے (نبی کی بات) ماننے  
سے انکار کر دیا ہے وہ کہتے ہیں کہ یہ  
قرآن ایک سن گھڑت چیز ہے جسے اس  
شخص نے آپ ہی گھڑ لیا ہے اور کچھ

اللَّهِ الَّذِي بَدَأَ الْخَلْقَ  
يَعْلَمُ الْغُيُوبَ ۚ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ  
الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ ۚ وَأَصْلًا قُلْ  
لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ۚ يَدْعُوهُ تَحْتِ  
الْكُفُورِ وَتَحْتِ السُّجُودِ ۚ

دوسرے لوگوں نے اس کا یہ اس کا  
مدد کیا ہے۔ بڑا ظم اور سخت محنت ہے  
جس پر یہ لوگ اتر آئے ہیں کہتے ہیں کہ یہ  
پرانے لوگوں کی چیزیں ہیں جنھیں یہ شخص  
نقل کر داتا ہے اور وہ اسے ہم و شام  
سنائی جاتی ہیں (اسے محمد ان سے کہو  
کہ اسے نازل کیا ہے اس نے جو زمین  
آسمان کے عہد جانتا ہے۔ حقیقت یہ  
ہے کہ وہ بڑا غفیل و مجہم ہے۔

(الفرقان ۶۲)

ان کا کہنا یہ تھا کہ یہ شخص خود تو ان پر ہے، مطالعہ کر کے نئی  
معلومات حاصل کر نہیں سکتا۔ پہلے اس نے کچھ سیکھا تھا، چالیس کی برس  
کی عمر تک ان باتوں میں سے کوئی بات بھی نہ جانتا تھا، جو آج اس کی۔

تباہ سے نکل رہی ہیں۔ اب آخر یہ معلومات آگیاں سے رہی ہیں؟ لا محالہ  
ان کا مرتبہ کچھ اگلے لوگوں کی کتاب میں ہیں، جن کے اقتباسات راتوں کو  
چپکے چپکے ترجمہ اور نقل کر کے جاتے ہیں، انھیں کسی سے یہ شخص پوچھتا کہ  
سننا ہے اور پھر انھیں یاد کر کے ہمیں دن کو سناتا ہے۔ روایت سے  
معلوم ہوتا ہے کہ اس سلسلہ میں وہ چند آدمیوں کے نام بھی ملتے تھے جو اہل  
کتاب میں سے تھے، پڑھ لکھتے تھے، اور ان میں رہتے تھے، ایک  
علاء تھا جو خولید بن عبدالمطلب کا آزاد و غلام تھا، دوسرا یسار تھا  
جو غلام ابن الحنفیہ کا آزاد و غلام تھا، اور تیسرا عمر بن ربیعہ کا آزاد  
کرہ غلام۔

بظاہر یہ بڑا ذنی اعتراض معلوم ہوتا ہے۔ وحی کے دعوے کو مد  
کرنے کے لیے نبی کے ماخذ علم کی نشاندہی کر دینے سے بڑھ کر ذنی  
اعتراض اور کیا ہو سکتا ہے۔ مگر آدمی پہلی ہی نظر میں یہ دیکھ کر حیران ہو جاتا  
ہے کہ ایسے زبردست اعتراض کے جواب میں کوئی دلیل پیش کرنے کے  
بجائے صرف یہ کہہ کر بات ختم کر دی گئی کہ تم صداقت پر ظلم کر رہے ہو مہریم  
بے انصافی کی بات کر رہے ہو، سخت، جھوٹ کا طوفان اٹھا رہے ہو  
یہ تو اس خدا کا کلام ہے جو زمین و آسمان کا عہد جانتا ہے۔ سوال یہ ہے  
کہ اس شدید مخالفت کے ماحول میں جب ایسا زوردار اعتراض پیش  
کیا گیا تو اسے یوں حقارت کے ساتھ کیوں رد کر دیا گیا؟ اور خود حق علیین  
نے اس کا صاف صاف مفصل جواب کیوں نہ مانگا؟ انھیں نے کیوں نہ کہا

سید العلماء

# حضرت مولانا سید اختر حسین میا نصاحب (طاب ثلثہ)

جانے والے کبھی نہیں آتے ہر جانے والوں کی یاد آتی ہے

حسب غرودت آپ نے دارالعلوم کے نئے نیابت الہام کے فرائض بھی اٹھائے، اور نظامت تعلیمات کی مسند کو بھی رونق بخشی، دفناً فوتاً اور شعاع جات کے بھی نگران اور ناظم رہے مگر جہاں بھی رہے آپ کی معاملہ فیہ، شان انتظام اور عالمانہ وقار کی بدولت آپ کا امتیاز سب کے لئے وجہ احترام ہی رہا۔ غیر جانبداری، بے لوثی، شفقت و رحم آپ کی بلند شخصیت کے وہ جوہر تھے، جو ہر موقع پر آپ کو عظیم و کرم بنا کر رکھتے تھے۔ کوئی چھوٹا بچہ یا بڑا شخص کے ساتھ آپ کا برتاؤ پورے رکھ رکھاؤ و اکرام اور انکسار کے ساتھ ہوتا تھا۔ اس کا قدرتی نتیجہ یہ تھا کہ ہر شخص دل کی پوری گہرائی کے ساتھ آپ کا احترام کرتا تھا، نظر پڑتے ہی عورت و انرا اکل بے ساختہ داعیہ دل میں پیدا ہوتا تھا اور جی چاہتا تھا کہ اسلاف کرام کی اس منہ بولتی تصویر کو جی بھر کے دیکھ بھی لیا جائے اور ظاہر و باطن کی مکمل ہم آہنگی کے ساتھ اس کی عقیدت و محبت کو دل میں جگہ بھی دی جائے۔

آج کے دور میں کسی شخص کا گروہ بندی کی سیاست سے آگے رہنا بہت مشکل امر ہے، کوئی چھوٹا بچہ یا بڑا کسے نہ کسے جماعت سے اس کے وابستگی ضرور ہوتی ہے۔ اور یہ وابستگی اس کو ایک طبقہ کے لوگوں میں ممبر اور دوسرے طبقہ میں غیر ممبر ٹھہراتی ہے، یہ آج کی ایسی صورت حال ہے جس کا مشاہدہ اور تجربہ ہر جگہ کیا جاسکتا ہے اور اس سے بچے بھی بہت مشکل۔ جب کہ پانی اور ہوا کی طرح سیاست آج زندگی میں داخل ہو چکی ہے۔ لیکن حضرت میا صاحب کا یہ اعتقاد مخصوص بھی قابلِ تحسین

حضرت مولانا سید اختر حسین میا صاحب کی رحلت سے پرانی وضع کے صاحب وقار علما کی صف ایک اور غلام پیدا ہو گیا ہے حضرت میا صاحب مرحوم اس صف کے عالم ربانی تھے جو صف تیزی سے خالی ہو رہی ہے اور جو خلا ایسے حضرات کے درمیان سے بڑھ جائے ہے پیدا ہو رہا ہے بہت دور تک اس کے پُر ہونے کا کوئی مرد سامان نہیں ہے۔ اس لیے سوائے حضرت دیاس کے ایسے مواقع پر کوئی دھرا جذبہ نہیں ابھرتا

ہزاروں غم تھے، لیکن ان جانا  
عجب اک سانحہ سا ہو گیا ہے

مولانا مرحوم عالم ربانی حضرت مولانا سید اختر حسین میا نصاحب (قدس اللہ رستہ) کے بڑے صاحبزادے تھے، اور آپ کی طبیعت اور روحانی امانتوں کے امین، اور آپ کی شان جلال و جمال کی زندہ تصویر تھے۔ کہنے والے بے جا لہجہ پر کہتے ہیں کہ آپ کو دیکھ کر بے ساختہ حضرت میا صاحب رقدس اللہ ترے کی یاد آتی تھی آپ کی پوری زندگی جس کیسویں قناعت پسندی اور عالمانہ شان استغنا کے ساتھ گزری ہے۔ اس کی مثالیں فی الواقع کو کم از کم بہت ہی نادر ہیں تقریباً ۳۵ برس آپ نے دارالعلوم دیوبند میں تدریسی خدمات انجام دیں، لیکن اس پورے طویل دور کی شہادت یہ ہے کہ کبھی آپ نے ارباب دارالعلوم سے کسی منصب کی خواہش نہیں کی اور عرض نہیں کیا کہ کبھی اگر کوئی منصب آپ کو پیش کیا گیا تو حتی الامکان اسے فطری قوا سے کی بنا پر رد امن کش ہونے کی سعی کی



ہے کہ آپ پوری زندگی اس قسم کے تعلقات سے قطعاً کنارہ کش رہے۔ سب سے یکساں تعلق، سب سے یکساں برتاؤ ہمیشہ آپ کا معمول رہا۔ نتیجہ یہ کہ کسی بھی جماعت یا گروہ کا کوئی آدمی نہ آپ کا پورا احترام کرتا تھا اور کوئی بھی آپ کو اپنا مخالف نہیں سمجھتا۔ سب کے ساتھ آپ کے مساوی کسی کوک کی بنا پر سب آپ کو اپنا چہرہ وادیر خواہی سمجھتے تھے اور کسی کا قدرتی نتیجہ یہی تھا کہ آپ اپنی رائے اور اپنے فیصلہ میں کسی بیجا ترمیم کو قبول نہیں کرتے تھے اور نہ رضا بطریقہ کسی سفارش مانتے تھے۔ آپ کے اس مزاج کا عام طور پر لوگوں کو علم تھا، اس لیے کوئی شخص ایسی عبت بھی نہیں کرتا تھا کہ کوئی غلط بات کہہ کر آپ سے اس کی قبولیت کی امید رکھے۔ آپ کو خدائی نے فطری رعب اور عالمانہ وجاہت بھی عطا فرمائی تھی۔ آپ کے سامنے بات کرنا کسی پر ایک کی جرات نہیں ہوتی تھی، اگر ذرا غور کیا جائے یہ بھی عجیبی کام تھا کہ آپ اپنے کام میں کامل مستند کیسیا تھے کسی سے کسی اور فیصلہ کا کوئی لالچ اپنی طبیعت میں رکھتے تھے، درس و تدریس کے باب میں آپ کا شمار کامل الاستعداد ماہرین اساتذہ، نصف میں ہوتا تھا اور اپنی بعض خوبئیں تو آپ انفرادی شان رکھتے تھے، بہت سادہ انداز اور چھوٹے چھوٹے معمولین مختصر مگر جامع تقریریں میں فرماتے تھے، اس طرح کتاب کا مفہوم آپ کی طرح ذہن نشین ہو جاتا تھا۔ کتاب بھنگ یا آسان، چھوٹی ہوا بڑی، مگر طالعلم کیلئے ہر کے سامنے آسان ہو جاتا۔ آپ کے دوس کی نمایاں خصوصیت تھی۔ ہدایہ، نور الابرار وغیرہ آپ کے یہاں ہوتیں تو طلبہ ہر ادھر سے آگیا کر آپ کے یہاں نام لکھاتے اور آپ کے یہاں کتاب اپنے تمام تر مال و عین کیساتھ اس طرح ہوتی کہ اس کا حق ادا ہو جاتا۔ سنن کے حوالہ کسی طالعلم کی وجہ کتاب سے ہٹی ہوئی ہے، یا کشادہ گریبان یا اگر بڑے بادل رکھے ہوئے آگیا ہے اس پر فردا ظہر فرماتے، ورنہ نئے کمراس سب میں جذبہ قربیت و شفقت کا ہی ہوتا، کسی کیلئے عناد و تنفر کا کوئی رنگ اس میں نہیں ہوتا۔ دوران تقریر کبھی کبھی لطائف و ذرائع سے بھی مخطوط فرماتے تاکہ طلبہ میں نشاط طبع باقی رہے اور سبق میں کتابت یا بیداری پیدا نہ ہو سکے۔

مجھے حضرت مرحوم کے ہدایہ کے سبق میں پورے سال تک حاضری کی سعادت میسر آئی ہے۔ پچیس پچیس سال پرانی بات ہے کہ آج تک لوگوں پر آپ کے لہجہ پر اور دلیں پر گہرا ہوا ہے۔ درس کی کیفیت، اس طرح غلطی کے کہ کوئی بات حلوم ہوتی ہے۔ ہدایہ کے مثل کے مثل مسئلہ کو مطلب نیز ترجمہ سے اس طرح حل فرمادیتے تھے کہ کم از کم میں تو اسکو مہارت فن کیساتھ ساتھ کرامت بھی ہونگا۔ لہذا آپ کی اس مانتہ تھی جسے دوسری ہی لگتا تھا مگر مولانا مرحوم کے یہاں ایک

مولانا ملا اور فقیرانہ شان کیساتھ جو زندگی کی شان تھی وہ پوری تھی۔ حضرت کے یہاں شان جلال زیادہ تھی مگر اسی کیساتھ شفقت پہلے جھکاؤ کیسیا بہت نمایاں تھا، یہ بات شہر تھی کہ امتحان میں حضرت کی حاکمیت نہیں کرتے تھی، اسی کو کتاب سے ذرا بھی مناسبت ہوتی تو حضرت کی شفقت سے وہ محروم نہیں دیتا تھا، لیکن سن ہوا امتحان اگر کسی طالعلم نے کوئی غلط حرکت کی کسی ناشائستگی کا ارتکاب کیا تو پھر آپ کی شان جلال اس طالعلم کی تہیہ انعامیت کیلئے گوشائی کی حدود کو بھی چھو لیتی تھی۔

لہاں، رفتار و گفتار سکوک اور برتاؤ سب میں آپ کے یہاں ایک قسم کی سادگی، امیر نشان، بزرگوار انداز اور مشفقانہ طرز پایا تھا۔ ہر دور کے محرم میں بطور خاص جب بزرگ مال یا باندھے شہر گئے تھے کسی رنگ کی یا بزرگ کی عبا، زیب تن کیے ہاتھ میں چھتری کیے مدرسہ تشریف لیجاتے یا واسطے تے تو دیکھنے والوں کی نگاہیں عقیدت و محبت کیساتھ آپ کی طرف اٹھ جاتیں اور دیکھنے والے محسوس کرتے کہ ہم ایک عالم ربانی کو دیکھ رہے ہیں۔ علامہ دیوبند کی وضع اور وقاد کی جوبات تھی وہ مولانا نے محرم کے یہاں بدرجہ اتم پائی جاتی تھی۔

سب کہاں کچھ لاؤ دگل میں مناسیاں ہو گئیں  
خاک میں کیا عورتیں ہو گئی کہ پہنیاں ہو گئیں  
ہر طم و دفن کی کتابیں آپ نے پڑھا تھیں مگر فقہ سے آپ کو خصوصی مناسبت اور اس میدان میں آپ کو درجہ اختصاص حاصل تھا یہی وجہ ہے کہ ہدایہ ہی شہرہ کتاب آپ کے یہاں بڑے اہتمام اور بڑی شان سے ہوتی تھی اور جیسا کہ اوپر ذکر ہوا اس باب میں آپ کی انفرادی تسلیم تھی، آپ استاد الاساتذہ تھے مگر اپنے شاگردوں اور چھوٹوں سے گفتگو فرماتے تو اپنی بڑائی یا بزرگی کا قطعاً کوئی اظہار نہ ہونے دیتے تھے۔ تو افسوس، انکسار اور بچہ کا دھماپن مخاطب کو متاثر بھی کرتا اور بات کر دیا جو اصل ہی بخشا تھا

اسلام آپ کا سن پیدائش ہے، دارالعلوم دیوبند میں آپ نے ازاول تا آخر تعلیم حاصل کی، حضرت مفتی عزت مں صاحب عثمانی، حضرت مولانا سید امجد حسین میل صاحب، مولانا اعجاز علی صاحب، مولانا عبدالصمد صاحب، مولانا غلام رسول صاحب وغیرہ آپ کے خصوصی اساتذہ رہے۔ دورہ حدیث آپ نے ۱۳۴۴ھ حضرت مولانا سید الزمضاء صاحب سے پڑھا۔ فراغت کے بعد ابدوالاعظم میں مدرسہ ہو گئے ایک سال آپ نے اعزازی خدمات انجام دیں ۱۳۴۴ھ میں۔ باقاعدہ عربی مدرس کی حیثیت سے آپ کا تقرر کیا گیا۔ دارالعلوم دیوبند کی طویل علمی خدمت کے دوران ہزاروں طلبہ نے آپ سے۔ بقید ہوئے

# چند مفید اور قابل مطالعہ کتابیں

**حدیث دفاع** حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دفاعی سیاست فوجی قیادت، فنی سپہ گری اور عسکری زندگی کے مفصل حالات۔ آخر خاتمہ، جیل محمد اکبر خان، مجلد ۱۲/۰۰

**مکتوبات حضرت علیؑ** حضرت علیؑ کے جو شہ خطوط معہ سلیس اردو ترجمہ مکتوبات کے تاریخی حوالے، اشارات، تلمیحات کی فٹ نوٹ میں وضاحت اور موصوف کی مکمل سوانح حیات، مترجم و مرتب، حکیم نبی احمد خاں راسپوری۔ قیمت مجلد ۱۰/۰۰

**صراط مستقیم** اہل سنت والجماعت کے عقائد، قبر، قیامت، صور، میزان، اور بل عراط کے ہولناک واقعات، نیز قرآن کریم کی چند اہم سورتوں کی قابل تدریس مولا ناصونی ماہر مباحث صاحب کی یہ کتاب ہر اعتبار سے اصلاح اخلاق، اعمال کیلئے مشعل ہدایت ہے۔ مجلد ۶/۰۰

**تصوف کی حقیقت** راہ سلوک کے بڑے مالکوں نے سلوک کے طریق مرتب کیا یہ تائید حکمت کا ایک مستقل باب ہے۔ محکومانہ الامام حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی نے اپنے رسالہ سموات میں مفصل و بادل طریقہ تفسیر فرمایا ہے۔ مترجم پروفیسر محمد رفیع۔ قیمت مجلد ۶/۰۰

**سیرت ختم الرسل** مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کی پیش پیش پہلی کاوش ایک ایسا آئینہ ہے جس میں مولانا عدالتی شخصیت اور ذہنی و جذباتی سادہ و خردمند اور عظیم و عظیم جانتے ہیں۔ قیمت ۳/۰۰

**عہد نبوی کے میدان جنگ** حضور ﷺ کی دوت و تحریک کے ایک اہم سنگ میل کی رودادہ اس کی نظریہ حرب دفاعی کتب نگاہ سے، اصول، فن اور عمل کے لحاظ سے یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سہو حسنہ۔ مصنف، ڈاکٹر محمد امجد، قیمت ۳/۰۰

**محمد بن قاسم** رح امرتسرین ہند پر اسلام کا دہلی اور اپنے اپنے تہذیب کو خود اپنی شکست دے کر اپنا بنایا تھا۔ قیمت ۱/۵۰

**طارق ابن زیاد** پہلے مسلمان جرنیل جنہوں نے، اسپین فتح کیا اور اسلام کا مبارک قدم یورپ کی سرزمین پر پہنچا۔ قیمت ۱/۵۰

**مکتبہ تحقیق دیوبند، دیوبند**

**جنت اور دوزخ** اچھے اور بُرے اعمال پر انوار کتا مولانا علی گارہ دہلی اور دہلی

**مومن کی زندگی قرآن کی روشنی میں** قرآن وحدیث کی روشنی میں جنت اور دوزخ کی حقیقت۔ قیمت ۲/۰۰

**صدائے جمہور** محمد فاروق جوہر کی نظموں اور نظمیں کا مجموعہ۔ قیمت ۱/۵۰

**شیر شاہ سوری** جس نے اپنے پانچ سال مختصر اند حکومت میں ہند کے عوام کو اپنی انتظامی قابلیت، انصاف اور خدمت خلق کا قائل کر دیا۔ مکمل سوانح اور مفصل حالات۔ قیمت ۱/۵۰

**شیخو سلطان** تاریخ کی سب سے بڑی سازش کی وجہ سے ہند کی آخری تلوار ٹوٹ گئی اور آخری حصار سار کر دیا گیا۔ دردناک کتاب کی پڑھ کر آنسو آتے ہیں۔ قیمت ۱/۵۰

**محمد بن قاسم** رح امرتسرین ہند پر اسلام کا دہلی اور اپنے اپنے تہذیب کو خود اپنی شکست دے کر اپنا بنایا تھا۔ قیمت ۱/۵۰

**طارق ابن زیاد** پہلے مسلمان جرنیل جنہوں نے، اسپین فتح کیا اور اسلام کا مبارک قدم یورپ کی سرزمین پر پہنچا۔ قیمت ۱/۵۰

**مکتبہ تحقیق دیوبند، دیوبند**

**مکتبہ تحقیق دیوبند، دیوبند**

## کے اور جنگ آزادی

علاء الدین صاحب نے اس کتاب میں

کی آواز کی ہے۔ یہ مکتوب، مسلمانوں، اقلیتوں کے جاننا

سنگرم جہاد کی ایک صدی سے زیادہ کی دور تاریخ مرتب کروا

میں کو صد ہانتا ہوں، اخباروں، تذکرہوں کا مجھ پر گہنا ہے جانے  
 قیمت

مولا محمد اسحاق بن محمد

اور ان کی شہریتوں

رواں، اسلام کی صداقت کے ظہور دار، جہاد و حریت کے ایک اور جیلے سپاہی محضوں نے دور دراز ممالک میں بھی اس

اصل نوح، اس کی تعلیمات کو بحیال آنا، اور مہندستان

کے لئے ایسا ردل ادا کیا، جس پر تاریخ قیامت تک  
کرنی رہے گی۔ زیر نظر کتاب میں مولانا سعد احمد اکبر

ایم، اے نے اپنے بصیرت افروز قلم سے مجرم کی شخصیت

عظمت کو اجاگر کیا ہے۔

**سوانح زرتشت** | اب سے تقریباً پونے تین ہزار  
سپے جو تاریخ کا ایک تاریک

دور ہلاتا ہے دنیا کے اس خطے میں پیدا ہوئے۔ جوان  
تہذیب و تمدن کا گہوارہ تھا۔ آپ نے اس زمین

انسانوں کی اصلاح کے لئے ایک مذہب کی بھی بنیاد رکھ  
مذہب کے ملنے والے آج بھی دنیا میں موجود ہیں۔ آپ

میں اس زمانے کی مکمل تاریخ بھی موجود ہے۔ قیمت

خالد بن ولید

خالد ابن ولید اس کے نامور فہم اور سپہ سالار ہیں۔ آ  
بدوسی قبائل کی مصہبات کی زندگی ہی میں محنت، بھگا کشی، آنا

اور بے باقی سلجھائی گئی۔ — اس کے بعد آپ کے والد

شہ سوارسی، شمشیر زنی اور تیر اندازی کی قہر نیم دے کر  
جنگ میں طاق کر دیا۔ آپ نے مختلف حالات میں

اکبر خاں کے ملا حظہ فرمائیں۔ قیمت .

مکتبہ تعمیر و ترقی دہلی

اسلام آباد کے محکمہ  
اداران کی سرپرستی

ہیاد و حریت کے ایک

راز ممالک میں بھی ہمارے

۱۰۸، اورمندوستان

ریختن قیامت تک

سوالنا سبھی اچھو کر آ

قلم سر و دم کا شعلہ

قصة محمد

سرفراز آل زخمی

۱۱۔ غصہ اور کینہ

ماریجنا ایس، ماریجنا

پیدا ہوئے۔ جوان

آپ کے اس زمانے

مذہب کی بھی بنیاد رکھ

یا میں موجود ہیں۔ آپ

قیمت

ولك



۱۔ اور سب لار میں۔ ۲۔

محنت، بیخاکشی، آزا

کے بعد آپ کے والد

سجائی کی قہر میں نہ دے کر

بر مفتاح حلال است

ت

07

# کرم کی بیوقوفی پر مبنی ملامت اور اگر کسی نے ان کی دعوت کو روکنے کیلئے کفار کی تدبیریں

ان سب حربوں میں ناکام ہونے کے بعد ان کا آخری حربہ یہ تھا کہ مکمل کل ہٹ دھرمی پر اتر آئیں۔ قرآن کو دعوت کو زبردستی روکنے کی کوشش کریں، اور جب قرآن سنایا جانے لگے تو خوب شرم چائیں اور ہر طرف سے اس کا مذاق اڑانے اور اس پر آمادے کرنے کے لئے ٹٹ پڑیں۔ قرآن کریم میں ان کی یہ سب حرکات ایک ایک کر کے بیان کر دی گئیں۔ جن سے ہر عقول آدمی کو معلوم ہو گیا کہ کفار کے پاس اب دلیل کے جواب میں دلیل نہیں ہے، بلکہ اس میدان میں شکست کھا کر اب وہ ندور، زبردستی اور بے ہودگی سے حق کی آواز کو بدلنے پر اتر آئے ہیں۔

وَمَا تَدْعُوْنَ إِلَّا إِلَىٰ  
 دِينِ آبَائِنَا الَّذِي  
 كَانُوا عَلَىٰ فِيهِ  
 فَبِمَا كَانُوا  
 يَكْفُرُونَ

اور انھوں نے کہا دیا کہ جس چیز کی طرف تو ہم بلا رہے ہیں اس کے لئے ہمارے دلوں پر غلات چڑھے ہوئے ہیں، یعنی ہمارے دلوں تک اس کے پیچھے نہ کوئی راستہ کھلا ہوا نہیں ہے۔ ہمارے کانوں گرانی ہے یعنی ہم اسے نہیں سنتے اور ہمارے تیرے درمیان ایک حجاب قائم ہو گیا ہے۔ یعنی عبادتی جگہ ہے، پس تو اپنا ہم کریم اپنا ہم کر رہے ہیں، یعنی تیری مخالفت میں سرگرم ہیں۔

۱۵۔ المجدہ۔

وَمَا تَدْعُوْنَ إِلَّا إِلَىٰ  
 دِينِ آبَائِنَا الَّذِي  
 كَانُوا عَلَىٰ فِيهِ  
 فَبِمَا كَانُوا  
 يَكْفُرُونَ

۱۵۲ تا ۱۵۱ (الہم)

وَمَا تَدْعُوْنَ إِلَّا إِلَىٰ  
 دِينِ آبَائِنَا الَّذِي  
 كَانُوا عَلَىٰ فِيهِ  
 فَبِمَا كَانُوا  
 يَكْفُرُونَ

۱۵۲۔ المجدہ۔

نَسْأَلُكَ الْغَنِيَّ عَنْ الْفَقِيرِ  
 وَالْمُطْعَمَ عَنِ الْبَيْتِ  
 وَالْمُعْتَمِدَ عَلَى الْغَنِيِّ  
 وَالْمُعْتَمِدَ عَلَى الْغَنِيِّ

۱۵۲۔ المجدہ۔

یہ ان لوگوں کا ذکر ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت و تبلیغ اور تلاوت قرآن کی آواز سن کر مذاق اڑانے اور آمادے کرنے کے لئے چاروں طرف سے دوڑ پڑتے تھے۔

## ماہنامہ مارگڈیپ

ہندی

غیر انسانی پرورداری تک خدا کا آخری بیٹا پہنچانے والا خاص تحریک کی تبلیغی پروگرام۔

جو محسوس تحقیقات اور ریسرچ کی بنیادوں پر اپنے انکشافات سے مسلم و غیر مسلم دونوں طبقوں کو چونکا رہا ہے۔ کہ سائنس اصل ہندومت کی۔ تعلیمات متحکم وہی تھیں، جس کی آخری شکل اسلام ہے محسوس تحقیقاتی مولد زبان داستان لال میں مخاطب کا پورا نفسیاتی لحاظ، مباحثہ و مناظرے کے خلاف خاص، دعوتی "درد دل"۔

پانچ سو روپے سالانہ سے پچاس اور سو روپے یا حسب توفیق سالانہ تعاون کر سکتے ہیں۔

ہندی ماہنامہ "مارگڈیپ" روشنی پبلشنگ ہاؤس، کے بھدوڑہ "سہا پری" (دہلی)

الحمد لله رب العالمین  
والصلاة والسلام على سيدنا محمد وآله  
تسارہ فیہ الخلقاء لاددہ

۱۲ ربیع الاول ۱۳۵۰ھ وفات رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ۱۰۰  
سے تقریباً ۱۵۰ سال بعد مگر جامع اور مستند تاریخ، تاریخ طغفار و شہدین دینیہ منورہ  
لذہ طغفار بنو امیہ (دشمن طغفار بنو امیہ) طغفار بنو عباس و بغداد طغفار بنو  
عباس و قلمرو عبیدی طغفار و افریقہ فاطمی طغفار مصر کی مکمل تاریخ اس اہم اساتذہ کرام  
میں موجود ہے۔ تاریخ اسلام کے شاندار دور کی پوری تاریخ اور اسی دور کے تمام حالات و  
واقعات اور قوی حالات کا مجموعہ جس کے مطالعہ سے گھر نہیں مسایہ جذبات، لہذا لایعنی اعمال  
مطالعہ اور پس منظر خالد و طاری کی مہر پر پورا ہوگی، تاریخ طغفار، ۱۰۰ صفحات پر مشتمل ہے جس کا ادارہ  
چاہو صحیحہ شائع کر دے۔ یہ دو گرام، ۱۰۰ پیسہ تاریخ چاہو صحیحہ پر مشتمل ہوگی، ہر فی حد درجہ  
مہر پر مہر کیلئے حصول تک بذرا دارہ، ممبر بننے کیلئے ایک کارڈ بھیجیے آپ کو ہر ممبر ۱۰۰  
روپیہ کے ذریعہ ایصال ہوگی جس کا وصول کرنا آپ کا اخلاقی فرض ہوگا، ایک پیسہ اور مکمل اسلامی  
تاریخ کی اشاعت میں ادارہ کیساتھ تعاون فرمائیے، خود ممبر بنیے، دوسرے کو ممبر بنائیے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد فرمودہ قرآن مجید جو اہم ہمارے  
جو امت محمدیہ کیلئے بیانہ نورا و مرآۃ سعادت میں  
جدوہ برس کی مقدس تفسیر  
تفسیر حضرت ابی بن عبید اللہ  
حضرت اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کا مد ۱۰۰  
جس سے بعد کے مفسرین نے استفادہ کیا ہے۔ قرآن کریم کی کادہ ذیل قرآنی تفسیر جو براہ راست ایک  
عظیم الشان صحابی سے منقول ہے، ایک ایسا شرف جو کسی دوسری تفسیر کو حاصل نہیں، اور وہ بازار  
میں یہ ملاحظہ فرمائیے کہ یہ شاندار ذرا کیساتھ تفسیر کیجا رہی ہے۔ تہذیب متین قرآن  
پاک، ترجمہ حکیم الامت حضرت تھانویؒ صحابی رسولؐ کی مقدس تفسیر آیات قرآنی مکمل تفسیر  
شان نزل جامع اور اثر آفرین غزوات، طریق اشاعت، ہر ماہ ایک بارہ شائع ہوتا ہے  
ہر ماہ پانچ، ۱۰۰ ممبران کیلئے حصول تک بذرا دارہ، ممبر بننے کیلئے ایک کارڈ بھیجیے آپ کو ہر ممبر  
ماہ پارہ دوپے کی ذیلی ارمان ہوگی، پانچ پارہ کیلئے ہر ماہ ۱۰۰ ممبران کیلئے حصول تک بذرا دارہ  
ایک عظیم صحابی رسولؐ کی مقدس تفسیر کی اشاعت میں ادارہ سے تعاون  
فرمائیے۔

خود ممبر بنیے دوسروں کو ممبر بنائیے  
اداسہ دس سے قس کی دیوین (قوی)

قوی مراد اسلامی کی ہے  
بذریعہ خط و کتابت ترجمہ قرآن کیلئے  
کم وقت، کم خرچ، اور کم محنت کے ساتھ کامیاب اور مستقیم  
قرآن کریم کے الفاظ صرف ہمیں ہزار ہتے ہیں جو بار بار انکی بنا پر ہر ہزار  
شہد کیجئے ہیں۔ قرآن کریم کے ان ہی ہزار ہتے کی الفاظ میں مبت سے فائدہ چھوڑ دو  
زبان کی کسی شکل میں نہ لے لیا جائے یہاں اور سطر ہر بار میں جاس ساتھ نئے  
نئے آتے ہیں جن کی بنا پر مشکل نہیں ہے۔ بلاشبہ روز آئے آدھے گھنٹے کا وقت  
اگر آپ اس کام کے لیے فارغ کر لیں، تو انشاء اللہ ایک تھیل مدت میں آپ،  
قرآن کا ترجمہ کئے پر قادر ہو سکتے ہیں۔ یہ قرآنی کورس چار عنوانات پر مشتمل ہے  
۱۔ قرآنی عنوانات (۲) قرآنی احکام (۳) قرآنی قواعد (۴) تفسیر بارہ مہر  
خط و کتابت کا طریقہ۔ ابتدائی اسباق اور پیرچرچ لیس داخلہ پیرچرچ پی  
مبلغ ۱۰۰ روپیہ طلب فرمائیں اس کے بعد ہر دو پی ۱۰۰ روپیہ ۱۰۰ روپیہ ہر دو  
کل آٹھ شخص یہ مفید قرآنی نصاب مکمل ہو جائیگا، اس طرح ہر آسانی  
کے ساتھ آپ اپنے بچوں کو قرآن مجید کی دولت سے بڑی فیضیاب کر سکیں گے  
خود ممبر بنیے اور دوسروں کو ممبر بنا کر قرآنی خدمات انجام دیجئے۔ ہر کوئی تیار ہیں

کچھ نہ بچنے والی آگ سے بچو اور اپنے اہل و عیال کو بچاؤ  
قرآن کریم کی تلاوت والی لٹکار  
اور ساتویں صدی کے "امام نووی"، کی دلدوز پکار  
مجموعہ حدیث "سرمایہ الضمان" مترجم احمد و  
شارح کمال احکامات طائرہ لودی کی بے نظیر تالیف، تخریب، ترتیب اور اصلاح  
توسیع حلقہ چار سو سے زائد آیات قرآنی اور دوسرے قرآنی احادیث نبویؐ کی مجموعہ، الحاد و  
فساد کے سدھ میں پریشان کن و نکلنا میں و نکلنا میں و نکلنا میں و نکلنا میں و نکلنا میں  
طہارت بچنے والی اکسیر صوف کتاب، کسی دل گداز و اعطی کے پر تاثیر و عطا کی طرح  
الشمس، مقدس و جبرک الفاظ احادیث، خصوصاً حدیث میں ڈوبی ہوئی تشریح، دل و  
علاج کو خوف خدا اور محبت رسولؐ سے پر کر دینے والا انداز بیان، الحاد و ہریت اس  
بے پناہ سیلاب کے بچنے کیلئے آج ہی ایک کاملاً لود فرمائیں۔ دلدوزی پر مشتمل ساتویں صدی ۲۰۰ روپیہ  
دیوین حیدر اہل صفات، ۱۰۰ قیمت ۳۰ روپیہ، جلد دوم صفات، ۱۰۰، ۱۰۰ حصول تک بذرا دارہ  
اداسہ ۱۰۰ روپیہ ایک ساتھ منگوانے والے حضرات کو ۱۰۰ روپیہ کے، ۱۰۰ کا بھی پی  
ارسال ہوگا، جس سادک جو حدیث کی اشاعت میں تعاون فرمادہم ثواب کا صدق  
ہوگا، آپ کی ایک حدیث کا طلب فرمائیں۔

اداسہ دس سے قس کی دیوین (قوی)



اور اس کی عقیدت کے جرم میں ظہور برداشت کریں؟

## کفار کی ہٹ دھرمی کا ایک نمونہ

اپنے پر الزام اور اعتراض کا مقول جواب اگر کفار کی ہٹ دھرمی نے ایک نرالی صورت اختیار کی، اندہ تھی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی تو اس وقت مانتے جب یہ کسی ایسی زبان میں نذر قرآن منسلک جس سے یہ واقف نہیں ہیں۔ قرآن اس کا ذکر اس طرح کرتا ہے۔

وَلَوْ جَعَلْنَاهُمْ نَسْأًا اَوْ اُنْثٰی اَوْ اَحْجَمَ غَیْمًا  
لَقَالُوا لَوْلَا نُفِیَتْ اٰیٰتُہٗ  
عَنْ بَنِیْۤیْنٰہُمْ وَتَعَسٰی طٰغٰی ہُوَ  
لَیِّنٌ مِّنْ اٰمِنُوْہُمْ یَدَّ شِفَاۃً  
وَاٰلِیْنٰہُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ فِی الْاٰیٰتِہِ  
وَقَسٰۤا دَہُوْہُمْ عَلَیْہِمْ عَمٰی ط  
اُوْۤلَیٰۤیٰکَ یٰۤاٰدُوْنَ مِیْنِ  
مَّکٰنِ یَّوْیِیْدُہٗ

اگر ہم اس کو بھی قرآن بنا کر بھیجتے تو لوگ کہتے کہ یہ نہیں ہے اس کی آیات انہیں سے ہٹا دی جائیں گی اور وہ کہیں کہ یہ تو ہمارے ہی ہے۔ لیکن یہ لوگ جو ایمان نہیں لائے ان کے لئے تو ہدایت اور شفا ہے، مگر جو لوگ ایمان نہیں لائے ان کے لئے یہ کافروں کی کڑاں اور انہوں کی پٹھانے، ان کا حال تو ایسا ہے جیسا کہ مدور

(محم السجود - ۲۴)

یہ اس ہٹ دھرمی کا ایک اور نمونہ ہے جس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مقابلہ کیا جا رہا تھا، کفار کہتے تھے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہر عرب میں، عربی ان کی مادری زبان ہے۔ وہ اگر عربی قرآن نہیں کرتے ہیں تو یہ کیسے یاد کیا جاسکتا ہے کہ یہ سلام انہوں نے خود نہیں سنا تھا بلکہ ان پر خدا نے نازل کیا ہے، ان کے اس کلام کو خدا کا نازل کیا ہوا سمجھنا تو اس وقت ماننا جاسکتا تھا جب یہ کسی ایسی زبان میں کیا ایک دھواں دھار تقریر کرنا شروع کرتے جسے وہ نہیں جانتے۔ مثلاً فارسی یا یونانی۔ اس پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اب ان کی اپنی زبان میں قرآن بھیجا گیا ہے، جسے یہ سمجھ سکیں تو ان کو یہ اعتراض ہے کہ عرب کے ذریعے عربوں کے لئے عربی زبان میں یہ سلام کیوں نازل کیا گیا؟ لیکن اگر کسی دوسری زبان میں یہ بھیجا تا تو اس وقت یہی لوگ یہ اعتراض کرنے کو مضامین خوب ہے عرب قوم میں ایک عرب کو رسول بنا کر بھیجا گیا ہے کہ سلام اس پر ایسی زبان میں نازل کیا گیا ہے جسے وہ سمجھ سکتے ہیں۔

اس طرح ان کے اس اعتراض کو رد کرنے ہی پر اکتفا نہیں کیا گیا

کہ ہمارے اعتراض کو محض ظلم اور جبر سے کربات مانی جا رہی ہے پھر نئے نئے مسلمان ہونے والوں کے دلوں میں اس اعتراض سے کوئی شک کیوں نہ پیدا ہوا؟

اس کا جواب مگر یہی ہے کہ اس ماحول پر تھوڑا سا غور کرنے سے مل جاتا ہے جس میں یہ اعتراض کیا گیا تھا۔

پہلی بات یہ ہے کہ کفار کے وہ ظالم مرد اور جو اس وقت ایک ایک مسلمان کو مار رہے تھے اور تنگ کرتے پھر رہے تھے ان کے لئے یہ بات کچھ بھی مشکل نہ تھی کہ جن لوگوں پر وہ الزام لگا رہے تھے کہ یہ پرانی پرانی کتابوں کے ترجمے کر کے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو منسلک ہیں۔ ان کے گھروں پر اور خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر پر چھاپہ مار کر وہ سارا ذخیرہ برآمد کر کے جو ان کے زعم میں اس سہم کے لئے استعمال کیا جا رہا تھا اور اسے عوام کے سامنے لا کر رکھ دیتے۔ بلکہ وہ عین اس وقت چھاپہ مار سکتے تھے جب یہ کام ہو رہا ہو، مگر انہوں نے ایک دن بھی یہ اقدام کر کے اپنے الزام کا ثبوت نہیں دیا۔

پھر جن لوگوں کے نام وہ اس سلسلے میں پیش کرتے تھے، وہ شہر مکہ کے رہنے والے تھے اور ان کی تالیفیں کسی سے بھی ہوئی نہ تھیں۔ کوئی صاحب عقل آدمی یہ باور نہیں کر سکتا تھا کہ قرآن جس شان کا کلام ہے، اس کے تعریف کرنے میں یہ لوگ کسی درجے میں بھی حصہ دار ہو سکتے ہیں۔

مزید برآں یہ لوگ دراصل چند دشمن اسلام سرداروں کے آزاد کردہ غلام تھے اور عرب کی قبائلی زندگی میں ایک غلام آزاد ہو کر بھی اپنے سابق مالک کی سسر پرستی کے بغیر جی نہیں سکتا تھا، اب یہ کیسے تصور کیا جاسکتا ہے کہ یہ کمزور لوگ اپنے سرپرستوں کی ناؤسی مولے کو ظلم و ستم کے اس خوف ناک ماحول میں، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ معاذ اللہ ٹھونک کی اس "سازش" میں شریک ہونے کی ہمت کر سکتے تھے؟

اس سے بھی زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ یہ تینوں اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے تھے اور آپ سے وہی گہری عقیدت رکھتے تھے، دوسرے صحابہ کو آپ سے بھی اسی ایمان کی بدولت وہ بھی دوسرے صحابہ کے ساتھ ظلم و ستم کا نشانہ بنے ہوئے تھے، ایسی حالت میں کون یہ باور کر سکتا تھا کہ جو لوگ خود قرآن کے تعریف کرنے میں جھڑنے لگے یہ وہی وہ اس پہاڑ اس کے پیش کرنے والے نبی پر ایمان لائے



بلکہ اس میں بھی بھائی ایک کر یہ اللہ کی رحمت ہے اس سے بڑا رحمت نہیں  
زبان میں ایک ایسی کتاب نازل کی ہے جسے ہر گھریلو شخص سمجھ سکتے ہو اور  
یہ بات سیکھ کر حق کی راہ میں لے گیا۔ اس سے مزید ذکر کرنا اپنا ہی  
نقصان کر رہے ہیں۔

تَنْزِيلٍ مِنَ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
كِتَابٍ قُرْآنًا فَهْمًا  
عَسَىٰ أَنْ يَكُونَ يَكْفُرُونَ  
بِشَيْءٍ أَتَتْهُمُ مِنْ قَبْلِهِمْ  
الَّذِي هُمْ لَا يَشْعُرُونَ

یہ خدائے رحمن اور رحیم کی طرف  
سے نازل کردہ چیز ہے، ایک ایسی  
کتاب جس کی آیات خوب کھول کر  
بیان کی گئی ہیں، عربی زبان کا قرآن  
ان لوگوں کے لیے جو علم رکھتے ہیں  
بشارت دینے والا اور اسے والا  
مگر ان لوگوں میں اکثر نے اس سے  
دوگردانی کی اور وہ سن کر نہیں  
سمجھتے۔

اس میں پہلی بات یہ فرمائی گئی ہے کہ یہ کلام خدا کی طرف سے نازل  
ہو رہا ہے۔ یعنی تم جب تک چاہو یہ دھڑکتے ہو کہ اسے محمد صلی اللہ  
علیہ وسلم خود تصنیف کر رہے ہیں۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ اس کلام کا نزول  
خداوند عالم کی طرف سے ہے۔ عربی زبان میں یہ ارشاد فرما کر مخاطبین کو  
اس بات پر متنبہ کیا گیا ہے کہ تم اگر اس کلام کو سن کر چین بچھین ہوتے ہو  
تو تمہارا یہ عقیدہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف نہیں، بلکہ خدا کے خلاف  
ہے۔ اگر اسے رد کرتے ہو تو ایک انسان کی بات نہیں بلکہ خدا کی  
بات رد کرتے ہو اور اگر اس سے بے وفائی ہوتے ہو تو ایک انسانیت سے  
نہیں بلکہ خدا سے منسوب ہوتے ہو۔

دوسری بات یہ ارشاد ہوئی کہ اس کا نازل کرنے والا وہ خدا ہے  
جو اپنی مخلوق پر بے انتہا مہربان رحمن اور رحیم ہے۔ نازل کرنے والے  
خدا کی دوسری صفات کے بعد اس کی صفت رحمت کا ذکر اس  
حقیقت کی طرف اشارہ ہے کہ اس نے انہی رحیمی کے اقتدار سے  
یہ کلام نازل کیا ہے۔ اس سے مخاطبین کو خبردار کیا گیا ہے کہ اس کلام  
سے اگر کوئی بے وفائی کرتا ہے یا اسے رد کرتا ہے یا اس پر چین بچھین  
ہوتا ہے تو درحقیقت اپنے آپ سے دشمنی کر رہا ہے۔ یہ تو ایک  
نعمت تھی جسے جو خدا نے مہربان رحمت کی بنا پر انسانوں کی دنیا کی  
اور نلاج و معاملات کے لیے نازل کیا ہے۔ خدا اگر انسان سے مہربانی

یہ کلام نازل کرنے والے خدا کی رحمت ہے اس سے بڑا رحمت نہیں  
کس کو اس میں جاکر گرتے ہیں۔ لیکن یہ اس کا فضل و کرم ہے کہ پیدا کرنے  
اور روزگار دینے کے ساتھ ان کی زندگی سوا دینے کے لیے ہم کی روشنی  
دیکھا جائے۔ ماہیت و مادی بھٹاتا ہے اور اسی بنا پر یہ کلام وہ اپنے  
ایک بندے پر نازل کر رہا ہے۔ اب اس شخص سے جو کلام نازل ہوا اور  
آپ اپنا دامن کون چھوگا۔ جو اس رحمت سے نادمہ اٹھانے کے بجائے  
الٹا اس سے لڑنے کے لیے دوڑے۔

تیسری بات یہ فرمائی ہے کہ اس کتاب کی آیات خوب کھول کر  
بیان کی گئی ہیں۔ یعنی اس میں کوئی بات گنگلک اور پے چیدہ نہیں ہے، کہ  
کوئی شخص اس بنا پر اسے قبول کرنے سے معذوری ظاہر کر سکے کہ اس  
کی سمجھ میں اس کتاب کے مضامین آتے ہی نہیں ہیں، اس میں توصیف  
صاف بتایا گیا ہے کہ حق کیا ہے اور باطل کیا میم عقائد کون سے ہیں  
اور غلط عقائد کون سے۔ اچھے اخلاق کیا ہیں اور برے اخلاق کیا۔ لہذا  
کیا ہے اور بدی کیا کیا۔ کس طریقے کی پیروی میں انسان کی بھلائی ہے  
اور کس طریقے کی اختیار کرنے میں اس کا اپنا خسارہ ہے ایسی صاف  
اور کھلی ہوئی ہدایت کو اگر کوئی شخص رد کرتا ہے، یا اس کی طرف توجہ نہیں  
کرتا تو وہ کوئی معذرت پیش نہیں کر سکتا اس کے اس رویے کے صاف معنی  
یہ ہیں کہ وہ خود برسرِ غلط رہنا چاہتا ہے۔

چوتھی بات یہ فرمائی گئی ہے کہ یہ عربی زبان کا قرآن ہے مطلب  
یہ ہے کہ اگر یہ قرآن کسی غیر زبان میں لکھا تو اہل حجب یہ فخر پیش کر سکتے تھے  
کہ ہم اس زبان ہم سے ماہر ہیں جس میں خدا نے اپنی کتاب بھیجی ہے۔ لیکن یہ  
توان کی انہی زبان میں ہے اسے نہ سمجھ سکے گا نہ مانا نہیں بنا سکتے۔

پانچویں بات یہ فرمائی گئی ہے کہ یہ ان لوگوں کے لیے ہے جو علم  
رکھتے ہیں۔ یعنی اس سے فائدہ صرف دانا لوگ ہی اٹھا سکتے ہیں۔ پلاوی  
لوگوں کے لیے یہ اسی طرح بے فائدہ ہے، جس طرح ایک تہیہ ہر اس شخص  
کے لیے بے فائدہ ہے جو ہرے اور تہر کا فرق نہ جانتا ہو۔

چھٹی بات یہ فرمائی گئی ہے کہ یہ کتاب بشارت دینے والی اور  
ڈر دینے والی ہے۔ یعنی ایسا نہیں ہے کہ یہ محض ایک عقلی ایک فلسفہ  
اور ایک نمونہ انشاء پیش کرتی ہو جسے ماننے یا نہ ماننے کا کچھ حاصل نہ  
ہو بلکہ یہ ہر ایک کے لیے تمام دنیا کو خبردار کر رہا ہے کہ اسے ماننے کے  
نتیجہ نہایت شاندار اور نہ ماننے کے نتائج انتہائی ہولناک ہیں۔ ایسی کتاب



## چھ ماہ بعد وراثت کا مسئلہ

اگر عورت نے نکاح قرار نہیں کرتی اور کوئی ایسی شہادت اور ثبوت موجود نہیں ہے جس سے عورت کا زانیہ ہونا ثابت ہو جائے تو اس کے بطن سے پیدا ہونے والے بچہ کو ولد الزنا قسم اور بیانا غلط ہوگا۔ اس لیے کہ چھ ماہ کے بعد بچہ کی ولادت ایسی بات نہیں جسے مانگنا کہا جاسکے۔

## تعویذ گنہگار کا جواز

اللہ اور اس کے رسول کے ماسوا کسی کو اس بات کا حق نہیں پہنچتا کہ وہ کسی شے کو حلال قرار دے جبکہ اللہ کے رسول نے تعویذ گنہگار اور بھاری بھونک کے بعض شرائط کے ساتھ جائز بتلایا ہے۔ تو ہمارے کیا مجال کہ ہم ان چیزوں کو ناجائز کہنے کی دغا بکریں۔

بلاشبہ تعویذ گنہگاروں کے سلسلہ میں بعض حضرات حدود قیود سے ماوری ہو کر غلو کی راہیں اختیار کر لیتے ہیں اور اس طرح وہ ایک جائز کام کو اپنی حرکات سے ناجائز بنا دیتے ہیں۔ لیکن ایسے لوگوں کے ردیہ کی وجہ سے تعویذ گنہگاروں میں فی نفسہ کوئی قباحت پیدا نہیں ہو سکتی۔

آخر دنیا کا کوئی نسا ایسا جائز مسئلہ ہے جسے یا رد کیا جائے بعض کثرت کی بنا پر حرام نہ بنا لیتے ہوں، تجارت، صنعت، مزدوری، واکٹری، ملازمت، ہر ایک جائز پیشہ غلط طریقہ کار کی وجہ سے غلط اور ناجائز بن جائے۔

دنیا میں تعویذ گنہگاروں کے لئے ایسے بھی بڑی تعداد موجود ہیں کہ جو قیود و شرائط کے ساتھ اس کا انجام دیتے ہیں اور ان سے بیک وقت بھی ان کے پیش نظر رہتے ہیں، اگر بعض یا اکثر لوگ ایسے پیدا ہو گئے ہوں کہ تعویذ گنہگاروں کے سلسلہ میں کھل مچا دیں اور جملہ خاتونیں منظر پر آنے میں مبتلا ہوں تو ان کی حرکت اور مظاہرہ حرکات کی وجہ سے تعویذ گنہگاروں کو اور تعویذ گنہگاروں کے ذریعہ حاصل شدہ احشہ کو ناجائز کہنا غلط ہے۔

## نکاح

حالات محل میں نکاح بلاشبہ صحیح ہو جاتا ہے، یہاں تک کہ اگر کسی اور کا ہوا اور نکاح کوئی ادو کرے تو بھی نکاح درست ہو جاتا ہے۔ البتہ دوسرے شخص کو یہ احتیاط کرنی پڑے گی کہ وہ منکوحہ سے صحبت نہ کرے۔ دراصل شریعت دو لفظوں کے التباس کو گوارہ نہیں کر سکتی کہ اس سے نسب کے ثبوت میں دشواری اور پراپیچ پیدا ہو سکتی ہے کہ آیا ہونے والا بچہ فی الواقع کس شخص کا ہے۔

اگر وہی شخص عورت سے نکاح کرے جس کے زنا سے عورت نے حمل ہوئی تھی تو ظاہر ہے کہ اس شخص کا صحبت کرنا مولود کے نسب میں ترمیم و اشتباہ پیدا نہیں کر سکتا۔ لہذا اسے صحبت کرنے کی اجازت حاصل ہوگی۔

یہ واضح رہے کہ حاملہ عورت سے نکاح کرنا حلال ہے دوسرے مرد کو اگر وہ احتیاط صحبت سے باز رہ رکھا جاتا ہے اگر شخص اس احتیاط کو نظر انداز کر کے منکوحہ سے مباشرت کرنے کی تھان لے تو یہ گناہ گوار اور نافرمان کو فرد کہلائے گا لیکن اس کا مباشرت کرنا نکاح پر اثر انداز نہیں ہوگا۔

## تصویر والے رسائل کی تجارت

ایسے رسائل کی خرید و فروخت بلاشبہ ناجائز ہے جس میں ذی روح کی تصاویر یا بندی کے ساتھ شائع ہوئی ہوں۔ اگر تصاویر خوش اور عریاں ہوں تو بھیکہ تجارت ہوگی نتیجتاً اور بھی ضرر و ہساں ہوگی۔ لہذا یہ گناہ و رگناہ کہہ سکتے ہیں۔

## زوال کے وقت نکاح خوانی

زوال کے وقت عبادات کو منحوع قرار دے دیا گیا ہے۔ نکاح اگرچہ عبادت نہیں ہے تا لیکن احتیاطاً اہل معلومات کا تقاضا یہ ہے کہ زوال کے وقت نکاح خواہیے اختیار نہ کیا جائے اور وقت مکروہ کے گزر جانے کا انتظار نہ کیا جائے۔

## قادیان پیرائی

قادیانوں کو کافر تصور دکر اس بات کی علامت ہے کہ آدمی تمام غیر قادیانوں کو کافر سمجھتا ہے اس لیے کہ قادیانیان تمام مسلمانوں کو کافر قرار دیتے ہیں اور ان کے خود ساختہ ہمکار بھی کافر سمجھ کر ان کے لیے زیار و زیور بھیج کر دیتے ہیں کہ قادیانوں پر دم کھانا اور ان کے ساتھ نرمی و مہربانی کا مظاہرہ کرنا تمام صحیح العقیدہ مسلمانوں پر ظہر دھالنے کے مترادف ہے۔

## مسلمانوں کا دل کھانا اور تین دن تک بول

چال چل و طر مشا

دل دکھانا بلاشبہ گناہ کی بات ہے بشرطیکہ اس کا کوئی حجاز موجود نہ ہو۔ اگر حجاز موجود ہوگا تو پھر دل دکھانا خط اور ناجائز نہیں سمجھتا مثلاً اگر آپ نے کسی سود خور کو سخت الفاظ میں یہ نصیحت کی کہ وہ سود خوری سے باز آجائے ورنہ قیامت کے میدان میں اس پر یہ یہ گزریگی اصل بات ہے اسے حد مہر نہیں ملے، اس کا دل دکھانا ہے لیکن ظاہر ہے کہ آپ اس سلسلہ میں مطلق گناہگار نہیں ہو سکتے، برائیوں سے مدد کھانا ہر مسلمان کا فرض ہے۔ اس فرض کو ادا کرتے وقت اگر لوگوں کو مدد پہنچے اور ان کے دل ٹوٹیں تو اس کا کوئی گناہ نصیحت و تنبیہ نہیں کرنے والوں کی گردن پر مارا نہیں جاتا۔ مسلمانوں کا آپس میں لڑنا اور بھڑکنا کسی بھی دن بول چال بند رکھنا بھی اللہ اور اس کے رسول کے پسند نہیں۔ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کے پسند ناپسند کا لحاظ نہیں کرتے اور آپس میں بھگڑوں کی وجہ سے ہفتوں اور مہینوں ایک دوسرے سے رگڑتے رہتے ہیں وہ یقیناً نافرمان کہلانے اور جگے جانے کے سخت ہیں ایسے لوگوں کی عبادات کلمے جان جو جانا امر و نہی پر عمل کرنا بھی مستحبات سے خالی نہیں ہے۔ فرض کر لیں کہ آپ نے کسی کم کرنے والے دوکاندار کو یا اپنے کسی بے ایمان و شتر دار کو یہ نصیحت کی کہ وہ اپنے کربوت سے باز آجائے، حد و اعتدال پر غور کرے اب جو کچھ بات سن کر وہ بگڑ جائے اور آپ سے بول چال بند کر دیتا ہے۔ آپ قطعاً اس بات کے مددگار نہیں ہیں کہ اس شخص کو شاد کر کے پھر دین اور خود کو مجسمہ سمجھنے لگیں آپ کے

خود پر غور کرنا چاہیے کہ اگر کسی نے کسی کو کافر سمجھا ہے تو اس کے ساتھ کافر کی طرح سلوک کرنا چاہیے۔ اس کے ساتھ کافر کی طرح سلوک کرنا چاہیے۔ اس کے ساتھ کافر کی طرح سلوک کرنا چاہیے۔

سیکھانے والے بات یہ ہے کہ خود کو مسلمانوں کے ساتھ کافر کی طرح سلوک کرنا چاہیے۔ اس کے ساتھ کافر کی طرح سلوک کرنا چاہیے۔ اس کے ساتھ کافر کی طرح سلوک کرنا چاہیے۔

## غیر مسلم کی نماز جنازہ

کسی غیر مسلم کی میت پر جنازہ کی نماز پڑھنا جائز نہیں ہے اس لیے کہ نماز جنازہ دعا و مغفرت ہے۔ اور کافر و مشرک کے حق میں دعا و مغفرت کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ اگر کوئی اصول رائج ہے بے پردہ ہو کر کسی غیر مسلم کی جنازہ پڑھ جائے تو اس کو کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ غیر مسلم کے حق میں مغفرت کی گزارشات نہیں ملتی۔ یہی سب کچھ بیکار جانیں گے۔

## موت اور رحمتہ اللہ

ہمارے نزدیک موت اور رحمتہ اللہ علیہ میں کوئی فرق نہیں ہے

[illegible]

محبوبوں کی سب سے بڑی غلطی

مجھ پر مردہ پیدا ہو اس کی نماز جنازہ پڑھنے کی کئی ضرورت نہیں۔ اسے بس غسل دیا جائے۔ اور ایک پاک صاف ، کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیا جائے۔

**میاں ہو کر، میر کو ناموسے یکارنا**

مرد اگر اپنی بیوی کو اس کے نام سے پکارتے تو کوئی حرج نہیں۔ البتہ بیوی کے لئے یہ بات کر دہ ہے کہ وہ اپنے شوہر کا نام لے اور اسے اس کے نام سے مخاطب کرے، یہ بد تہذیبی بھی کچھل تہذیب میں داخل ہے۔ کہ عورتیں اپنے شوہروں کو اچھا دوست سمجھتی ہیں۔ اور بے تکلف ان کے سامنے ان کا نام لے لیتی ہیں۔

قبرستان میں دوکانوں تعمیر

قبرستان اگر اتنا بھانا ہو لیا جو کہ وہاں قبریں ہیں ہر ایک  
 نام موجود ہوں۔ نئی تدفین کا سلسلہ تقریباً بند ہو گیا ہے۔ بعد  
 پرانی قبریں بھی ٹوٹ پھوٹ کر برابر ہو چکی ہوں تو اس کی زمین میں  
 دوکانیں وغیرہ تعمیر کر کے کسی مسجد کے نام وقف کر دیتے ہیں۔  
 کوئی مضائقہ نہیں۔ ان دوکانوں کی آمدنی مسجد کے لئے  
 بھجوا کر ہوگی۔ اور ہر دینی ادارہ کے لئے بھی۔ لیکن  
 قبرستان نئی قبروں سے آباد ہے۔ قبریں وہاں مسلسل بنی رہتی  
 ہوں تو پھر ایسے قبرستان کو سمار کر نادار سمیت نہیں سمجھا  
 قبرستان سے گزرنا اس انداز میں کہ قبروں پر ٹھوکر نہ لگے  
 کہ کچھ بات کہیں۔ جو لوں سمیت قبرستان میں چلا  
 جا سکتا ہے۔ مگر راستہ جو یا نہ ہو۔ البتہ قبرستان سکھنے  
 ہر کے اپنے موت کا تصور کرنا ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے۔

ان لوگوں کے لئے کہ ان دونوں نظریوں میں فرق ہی وجہ  
 فرق ان کے ہے۔ اور اس سلسلے میں کوئی مطلوب دلیل  
 ان سے طلب ۔

جمنز او مہر احد

جیز اور میر کی کہ حد مقرر نہیں کی جاسکتی البتہ وہ دونوں زیادہ حد تک حدوں میں داخل نہیں ہوتے چاہیں۔ ایک شخص اگر دکان دے کے چلے کہے کم بھی چیز دے گا تو بھی گنہگار ہو گا اور اگر دوسرا شخص زیادہ سے زیادہ جیز اپنی بیٹی کے آرام و آسائش کی نیت سے دے تو کوئی قباحت کی بات نہیں۔ جیز لڑکے والے اپنی حیثیت کے مطابق زیادہ سے زیادہ دے سکتے ہیں۔ اور میر لڑکے والے اپنی حیثیت کے مطابق زیادہ سے زیادہ باندھ سکتے ہیں۔ بس ان میں کتنا بات ہے کہ موجودہ زمانہ میں جیز اور میر کے سلسلہ میں لڑکی اور لڑکے والے اپنی حیثیتوں کو نظر انداز کر دیتے ہیں، اور یہی چیز ناجائز ہے۔ اور دونوں کے حق میں ضرور سزاں بھی۔ شریعت نے جیز اور میر کے باب میں کوئی حد مقرر نہیں کی۔ ایک فرد اپنی بیٹی کو پچاس ہزار کا جیز دے سکتا ہے اور دوسرا فرد اپنے بیٹے کا مہر پچاس ہزار بھی مقرر کر سکتا ہے۔ اگر ان دونوں کی حیثیت لکھ سچی کی ہو۔ جیز اور میر لڑکی اور لڑکے والوں کے مناسب حال پر ہے چاہیں۔ شریعت کوئی پابندی عائد نہیں کرتی۔ ان آدمی کی مخالفت فرد کر دیتی ہے، جو صرف جھوٹی شان و شوہر کی غرض سے عمل میں آ رہے ہیں۔

کنوئیں میں جو میرے کامرنا

اگر کلوں میں چہ باگرنے کے بعد مر جائے تو فقہ کی رو سے مردہ حقیقتہً کو نکالتے کے بعد پچیس ڈول پانی نکال کر پھینک دینا چاہیے۔ اگر تیس ڈول نکال دے چے جائیگا، تو اور بگاڑتا ہے۔ اس مسئلہ کو وہاں کی پہلی جلد میں باہر الفاظ بیان کیا گیا ہے۔ دلائل قاطعہ نذر ۴ منہل مشرق



روں کے پتھروں کو سہارہ دینا کہیں نہ کھانا پکانا ہو۔  
دسکتا  
آپ کے تینوں سوالوں کے جواب ایک ہی عنوان  
کے تحت دیے گئے ہیں۔

سبندامام کے کچھ نماز کا مسئلہ

اس مسئلہ میں کسی قابل اعتماد ادارہ سے رابطہ قائم  
کیجئے۔ دارالعلوم دیوبند سے۔ یا امامت شریعہ بہار  
سے رجوع کریں تو بہتر ہے۔ ایسے بہاری ناقدوں کے  
ہے کہ جن امامانے جس بندے اپنی مرضی سے کرائی ہو اس  
کے کچھ نماز بیچ نہیں دیں گی۔ اور اگر صحیح بیوگی کو بلا کر اہمیت  
نہیں دیتے۔ اس لیے کہ نہ بندے یا تو کسی رزق کے فوہ سے  
کرائی گئے ہو۔ یا حکومت وقت کی خوشنودی حاصل کرنے کے  
لیے۔ یا کسی طبع دلائی کی بنا پر۔ یہ تینوں ہی صورتیں جائز  
ہوں گی، اور ایسی صورتوں کو اپنانے والا بہر حال فاسق کہلائے گا  
اور فاسق کے کچھ نماز بلا کر اہمیت درست نہ ہے۔

مسجد کے صحن میں پلنگ بچانا

مسجد کے صحن میں پلنگ بچانے کو ہم دیکھنا اس لیے نہیں  
کہہ سکتے کہ ہمارے ٹیم میں ایسی کوئی دلیل نہیں جس کا سہارا لیں  
اسے ناہانہ باندھ کر رکھا جائے۔ البتہ یہ حرکت گناہی اور بے  
ادبی پروردگار کے لئے گناہ ہے۔

مسیحی میں کھانا کا مسئلہ

مسجد میں کھانا اور سونا جی دونوں چیزیں خلاف آداب  
ہیں۔ رمضان کے مہینہ میں بوقت افطار کھانے کی جو محفل  
کلیے کسی دلیل کا سہارا ملے کہ جائز قرار دے دیے جائیں تو  
کلیں اس اعتبار سے کہ جائز باوجود کھانے کے ہے کوئی دلیل ہاتھ نہیں  
آتی، جو مسجد میں عام طور پر دیکھنے میں آتا ہے۔ اس اعتبار  
خاص میں شور مچا کر افطار مان کھانا، سیرتِ پاک سے  
اس سے سمجھا کر بدست تو چھینا۔ یہ سب کچھ کیا جائے

خصی جانور کی قربانی

خصی جانور کی قربانی بلاشبہ جائز ہے۔  
مسائل سے مجاہد کی استدلال ہے کہ وہ اس قسم کے  
مسائل کے لیے بہشتی پور دگر میں رکھیں۔

تعاون علی معصیت

اہل بدعت کے مدارس کو چند دینا تعاون علی المعصیت  
کے تحت میں آتا ہے اس لیے کہ اہل بدعت کے مدارس میں  
تقریباً حدیث کی اور کچھ حوزہ امت مسلمہ کو بلا جاہل و سہلکا  
نقصان ملتا اور غیر مسلم مسیحی مسیحی کہہ رہے ہیں۔ معاملہ  
منبر بدعت و خرافات کا ہوتا تو جس کے گھونٹ لپٹے جاتے  
لیکن افسوس کہ بات یہ ہے کہ اہل بدعت، بدعت و خرافات  
کی دیواریں بھلا ننگ کو گھروں میں رکھ کر دیکھ رہے ہیں۔  
اور اپنے طلبائے علم کو جو تعلیم دے رہے ہیں وہ عقیدہ  
روز سے انتہائی ہلکے اور انسانیت کا رد ہے انتہائی قریب  
ہے۔ اللہ کے ماسوا کسی بھی خرافات کو، خواہ وہ ذات و ملک  
نہی کی، غفلت اور حاجت دماغ لپٹا یقیناً مشرک اور کفر  
عقیدہ ہے اور قابل اعتماد علم پر کفر کے فترے لگا کر اور ان  
کے بارے میں جو منہ میٹے ٹھیک دینا سو فیصد شرٹاک  
اور تکلف وہ ہے

اہل بدعت کے مدارس کو چند دینے کا صاف مطلب  
یہ ہے کہ آدمی ان کے مشن کو فروغ دینا چاہتا ہے۔ اور کبھی  
غیراب مشن کو فروغ دینا ہر صاحب عقیدہ عالم کے نزدیک  
گناہوں میں تعاون کرنے کے مثل ہے

مال کے ان خریدے ہوئے تحائف

محمد غور اور شہوت لینے والے حضرات کہہ رہے،



ہم لوگوں کے نزدیک ان دونوں نظموں میں فرق ہے۔ وہ فرق ان کے معنی کیلئے اور اس سلسلے میں کوئی مسئلہ دلیل ان سے صاف ہے۔

## جہیز اور مہر

جہیز اور مہر کی کوئی حد مقرر نہیں کی جاسکتی البتہ وہ دونوں بیاہنہ کی حدوں میں داخل نہیں ہونی چاہئیں۔ ایک شخص اگر دکاندار ہے تو اس کے لئے کچھ بھی جہیز دے گا تو بھی گناہگار نہیں ہوگا اور اگر وہ صاحبِ شخص زیادہ سے زیادہ جہیز اپنی بیٹی کے نام پر دے گا اس شخص کی نیت سے دے گا تو کوئی قباحت کی بات نہیں۔ جہیز لڑکے والے اپنی حیثیت کے مطابق زیادہ دے سکتے ہیں اور مہر لڑکے والے اپنی حیثیت کے مطابق زیادہ سے زیادہ مانگ سکتے ہیں۔ بس ان کے ساتھ بات ہے کہ موجودہ زمانہ میں جہیز اور مہر کے سلسلے میں لڑکی اور لڑکے کے اپنے جتنوں کو نظر انداز کر دیتے ہیں، اور یہی چیز ناجائز ہے۔ اور دونوں کے حق میں ضرور مساوی بھی۔ شریعت نے جہیز اور مہر کے باب میں کوئی حد مقرر نہیں کی۔ ایک فرد اپنی بیٹی کو پچاس ہزار کا جہیز دے سکتا ہے اور دوسرا فرد اپنے بیٹے کا مہر پچاس ہزار بھی مقرر کر سکتا ہے۔ اگر ان دونوں کی حیثیت لگہ بگہ ہے تو یہ جہیز اور مہر لڑکے اور لڑکی کے رالوں کے مناسب حال ہونے چاہئیں۔ شریعت کوئی پابندی عائد نہیں کرتی۔ ان امور کی مخالفت فرمودہ کرتی ہے، جو صرف معمولی شان و شوکت کی غرض سے مل میں آ رہی ہوں۔

## کنوئیں میں جو ہے کامرنا

اگر کنوئیں میں جو ہاگرنے کے بعد مر جائے تو فقہ کا رد ہے مردہ جو ہے تو نکلتے کے بعد پچیس ڈول پانی نکال کر پھینک دینا چاہیے۔ اگر تیس ڈول نکال دے جائے تو اور بھی ہنسے۔ اس مسئلہ کو جاننے کی پہل طلب ہے۔ انسانی افعال بیان کیا گیا ہے۔ ان معاصاتِ فادحہ فذمہ مشرک

مردہ اگر تیس ڈول پانی نکال دے۔ یعنی اگر کنوئیں میں مر جائے تو پچیس ڈول پانی نکال دے۔ اگر تیس ڈول پانی نکال دے تو پچیس ڈول پانی نکال دے۔ اگر تیس ڈول پانی نکال دے تو پچیس ڈول پانی نکال دے۔

## مردہ پیدا ہونے والے کنوئیں میں

جو بچہ مردہ پیدا ہو اس کی نماز جنازہ پڑھنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اسے بس غسل دیا جائے۔ اور ایک پاک صاف کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیا جائے۔

## میر کا مال

مرد اگر اپنی بیوی کو اس کے نام سے کپڑے تو رخی حرم نہیں۔ البتہ بیوی کے لئے یہ بات مردہ ہے کہ وہ اپنے شوہر کا مال لے اور اسے اس کے نام سے مخاطب کرے، یہ بد تہذیبی بھی آجکل تہذیب میں داخل ہے۔ کہ عورتیں اپنے شوہروں کو اپنا دوست سمجھتی ہیں۔ اور بے تکلف ان کے سامنے ان کا نام لیتی ہیں۔

## قبرستان میں دوکانوں کی تعمیر

قبرستان اگر اتنا بڑا بنا ہوا ہو کہ وہاں قبریں بسا لائے نام موجود ہوں۔ نئی تدفین کا سلسلہ تقریباً بند ہو گیا ہو۔ اور یہاں قبریں بھی ٹوٹ پھوٹ کر برا ہو چکی ہوں تو اس کی زمین میں دوکانیں وغیرہ تعمیر کر کے کسی مسجد کے نام وقف کر دیتے ہیں، کوئی مضائقہ نہیں۔ ان دوکانوں کی آمدنی مسجد کے لئے بھی جائز ہوگی۔ اور ہر دینی ادارہ کے لئے بھی۔ لیکن قبرستان کی قبروں سے آبادی نہیں۔ قبریں وہاں مسلسل بنی رہتی ہوں تو پھر اسے قبرستان کو سوار کرنا درست نہیں ہوگا۔ قبرستان سے گزرنا اس انداز میں کہ قبروں پر ٹھوکر نہ مارے کہ کوئی گستاخ کی بات نہیں۔ جو لوگ سمیت قبرستان میں چلے جاسکتے ہیں۔ مگر راستہ ہموار نہ ہو۔ البتہ قبرستان سے گزرنے والے کو اس بات کا شعور کرنا ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے۔

پڑے پڑے سنجیدہ اور ادب باب ہم قسم کے لوگ اس محلہ  
شراب میں مبتلا پائے جاتے ہیں۔ اور اسی انداز خاص  
ہیں جس کو ہم نے غیر درست بتایا ہے۔

## خصی جانور کی قربانی

خصی جانور کی قربانی بلاشبہ جائز ہے۔  
مسائل سے مجیب کی اس طرح ہے کہ وہ اس قسم کے  
مسائل کے لئے بہشتی زیور گھر میں رکھیں۔

## تعاون علی معصیت

اہل بدعت کے مدارس کو چند دینا تعاون علی المعصیت  
کے ضمن میں آتا ہے اس لئے کہ اہل بدعت کے مدارس میں  
تسکین حدیث کی اسلئے جو زمر امت مسلمہ کو ہلاک ہوا ہے اس کا  
نقصان ملنا اور غیر ملاصوب ہی اس میں کہہ رہے ہیں۔ معاملہ  
مفسدہ بدعات و خرافات کا جو تا تو صبح کے ٹھونٹا ہوا ہے جاتے  
لیکن انیسویں کی بات یہ ہے کہ اہل بدعت، بدعات و خرافات  
کی دیواروں پر چلا ٹنگ کر کفر و شرک کے دھماکے پھونک رہے ہیں  
اور اپنے طلبائے علم کو تعلیم دے رہے ہیں وہ عقیدہ مسک  
روز سے انتہائی ہمک اور انسانیت کا رد ہے انتہائی قریح  
ہے۔ اللہ کے ماسوا کسی بھی ذات کو، خواہ وہ ذات ملکی جی  
نہی کی، مختار اور حاجت دہا کہ لینا یقیناً شرک و کفر  
عقیدہ ہے اور قابل اعتماد علم پر کفر کے قترے لگا اور ان  
کے بارے میں جو منہ میاں ہے تبک دینا مونیہ و شرٹاک  
اور ٹکھن وہ ہے

اہل بدعت کے مدارس کو چند دینے کا صاف مطلب  
یہ ہے کہ آدمی ان کے مشن کو فروغ دینا چاہتا ہے۔ اور ان کی  
خراب مشن کو فروغ دینا ہر صاحب عقیدہ عالم کے نزدیک  
گناہوں میں تعاون کرنے کے مثل ہے

## مالی کے ان خریدے ہوئے تحائف

مرد و عورت شہوت لینے والے حضرات کے دیئے،

قرآن کے تحفوں کو مسجد وغیرہ کی تعمیر میں کھانا یا تو نہیں  
ہرگز نہیں

آپ کے تینوں سوالوں کے جواب ایک ہی عنوان  
کے تحت دیئے گئے ہیں۔

## نسندہ مال کے تحفے نماز کا مسئلہ

اس مسئلہ میں کسی قابل اعتماد ادارہ سے رابطہ قائم  
کیجئے۔ دارالعلوم دیوبند سے۔ یا امارت شریفہ بہار  
سے رجوع کریں تو بہتر ہے۔ دلیسے ہماری ناقص رائے  
یہ ہے کہ جس مال کے طے بندگی اپنی مرضی سے کوئی جو ۱۰ اس  
کے تحفے نماز میں نہیں چھوئے۔ اور اگر بیچ بیوگی تو بلا کر اہمیت  
نہیں چھوئے۔ اس لئے کہ نہ بندگی یا کوئی رزق کے غور سے  
کرائی گئی ہو۔ یا حکومت وقت کی خوشنودی حاصل کرنے کے  
لیئے۔ یا کسی طے داری کی بنا پر۔ یہ تینوں ہی صورتیں ناجائز  
ہوں گی، اور ایسی صورتوں کو اپنانے والا ہر حال فاسق کہلا جائے گا  
اور فاسق کے تحفے نماز ہلا کر اہمیت درست نہیں جاتی

## مسجد کے ضمن میں پلنگ بچانا

مسجد کے ضمن میں پلنگ بچانے کو ہم نے جاننا اس لئے نہیں  
کہہ سکتے کہ ہمارے علم میں ایسی کوئی دلیل نہیں جس کا سہارا لیکر  
اسے ناجائز یا بد کہا جاسکے۔ البتہ یہ حرکت گناہی اور بد  
ادبی پروردگار کے جانے لگے

## مسی میں کھانا کا مسئلہ

مسجد میں کھانا اور سونا جی دونوں چیزیں خلاف ادب  
ہیں۔ رمضان کے مہینہ میں بوقت افطار کھانے کی جو عادت  
ملائی گئی ہے وہ اس سبب سے کہ جائز قرار دے دی جائے تو  
کھانا اس اجازت کو جائز بنا کر لانے کے لئے کوئی دلیل ہمارے پاس  
آتی، جو مسجد میں عام طور پر دیکھنے میں آتا ہے اس سبب  
خاص میں شور مچا کر افطار کھانا سبب ہمارے لئے ہے  
اس سے سبکداری بدست تو نہیں جاتی۔ لیکن کیا کیا جائے

استعمال مردوں کے لیے غلبہ مفید ثابت ہو گا جو  
شہی اعتبار سے اس کے استعمال میں کوئی مضائقہ نہیں ہے

## مصنوعی دانت بنوانا

مصنوعی دانت عموماً طبی طور پر ضرورت کے لیے بنوائے جاتے ہیں اس لیے کہ اگر منہ میں دانت نہ ہوں تو آدمی کو مختلف قسم کی پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے تاہم اگر زینت بھانک نیت سے دانت بنوائے جائیں یا دندنا دانتوں کو ٹوڑ دیکر دوسرے دانت لگوائے جائیں تو بھی کوئی مضائقہ نہیں ہے البتہ کسی خراب نیت سے مصنوعی دانتوں کا استعمال یقیناً حرام ہو گا۔ مثلاً کوئی عورت اپنے بد صورت دانتوں کو قسم کر کے نئے دانت محض اس لیے فٹ کرالے کہ لوگوں کو مغرب محسوس ہوں اور لوگ اس کی طرف مائل ہوں تو دانت فی نفسہ اس عورت کے حق میں حرام قرار پائیں گے، زینت خوش بختی کی طرف سے بھی مصنوعی دانتوں کا بنوانا کوئی حرج نہیں رکھتا۔

## ضرورت کیلئے عورت کا بازار جانا

کسی خاص ضرورت کے لیے عورتوں کے بازار جانے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ اگر ان کے گھر میں کوئی مرد موجود نہ ہو مردوں کے ہوتے ہوئے عورتوں کا بازار جانا اور خود خرید و فروخت کرنا یقیناً معیوب ہے۔ لیکن اگر کسی گھر کے مرد بلا واسطہ جانے کے مادی نہ ہوں یا اس درجہ بچے ہوں کہ ہاتھ پاؤں ملنا ان کی طبیعت کے خلاف ہو یا اس درجہ معرور رہتے ہوں کہ ان کے لیے گھر میں خرید و فروخت کے لیے دقت نکل ہی نہ پائے ہو تو پھر مردوں کے ہونے کے لیے بھی عورتیں بازار جاسکتی ہیں اور خود خرید و فروخت کر سکتی ہیں بشرطیکہ ہر ذریعہ کے اہتمام میں ان سے کوئی کوتاہی مسند نہ ہو البتہ موجودہ معاہدہ میں عورتوں نے معمولی معمولی ضرورتوں کے لیے بازار میں گھر کے باہر جانے کو مجبور و زبردستی جانا ہے اس سے بھی حکماً کوئی اتفاق نہیں ہے۔ ضرورت اسلامی میں ایسی چیزوں کو بھی

جو حائف کو قبول نہیں کرتا چاہیے اور اگر مصلحتاً قبول کرے لیجائے تو انہیں ضائع کر دینا چاہیے۔ ان کو استعمال میں لانا از روئے شرع حرام ہو گا۔

## سماء خطبہ کے بغیر نماز جمعہ

خطابہ اور خطبہ ثانیہ سننے کی بات کو چھوڑیے اگر مقتدی کی ایک رکعت بھی نکل جائے اور صرف ایک رکعت میں وہ شامل ہو سکے تو بھی اس کی نماز جمعہ ادا ہو جاتی ہے اور پھر نماز کی قطعاً کوئی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

## تصویر والی شیار کی خرید و فروخت

تصویر اور تصویر کشی کی صورت میں کسی کو بھی کوئی اشکال نہیں لیکن ذخیرہ و زیارات میں ایسی کوئی روایت نظر نہیں آتی جس سے یہ ثابت ہو سکے کہ بالصورت چیزوں کا خریدنا اور بیچنا اجماعاً ہی طرح معصوم ہے جس طرح تصویروں کا بنانا اور رکھنا ممنوع قرار دیا گیا ہے۔

کمال تقویٰ اور کمال احتیاط تو یہ ہے کہ آدمی ایسی چیزوں کا تجارت نہ کرے جن پر تصویریں بنی ہوں، تاہم ایسی چیزوں کی تجارت کو ناجائز نہ کہنا اجماعاً ہے۔

## عورت اگر ناک میں لونگ پہنے

بعض ارباب احتیاط نے اسے مکروہ قرار دیا ہے۔ لیکن بات یہ ہے کہ لونگ کا پہنا بلا کراہیت جائز ہے۔

## مرد کیلئے بال صفا یوڈر کا استعمال

جی ہاں! اگر ہم یہ غلط فہمی چلی ہوئی ہے کہ زینناف کے بال صاف کرنے کے بغرض سے مردوں کے لیے۔ ان یوڈر اور دودھوں کا استعمال ناجائز ہے جو اس مسئلہ میں مشہور معروف ہیں۔ مردوں کے لیے استعمال کا اعتبار سے معصوم ثابت ہوتا ہے۔ لیکن یہ کہ یوڈر اور دیگر دواں کا



## بڑے حضرت احمد رضا خان افسانہ کی بازیگری

چلتے چلتے "بڑے حضرت" کی ایک فن کاوی بھی ملاحظہ فرمائی جائے۔ عربی زبان میں "آٹھ" کے معنی ہیں۔ بھائی یوسف صاحب نے جس کے لیے عربی "اخوان" (اخوان کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ ہندوستان کے مشہور عالم الفیاضیت مجدد بدعات و محدثات، قرآن کی مثنوی تحریفات کے طبردار، احمد رضا خان صاحب بریلوی عرف (بڑے حضرت) نے سورہ شعراء و طیسرہ کی آیات میں اُخُوْهُمْ اور اُخُوْهُمْ کا ترجمہ ہم قوم نہ کیا ہے۔ یہ آیات ہم سب کے لیے ایک مقام پر درج کر آئے ہیں بلاشبہ لفظ ہم قوم سے آیات کے مفہوم میں کوئی تغیر واقع نہیں ہوا لیکن بھائی کے لفظ کی ترجمہ ہم قوم کا لفظ نہ کرنا آخر کیا معنی رکھتا ہے؟ جب انہی خانقاہ نے سورہ اعراف کی آیات ۶۵ و ۶۶ و ۶۷ میں لفظ اُخُوْهُمْ کا ترجمہ برادری کیا ہے۔ بلاشبہ لفظ برادری ہم قوم ہی کا مراد ہے لیکن نگار کار برادر اور دو کا بھائی کیا دو مختلف چیزیں ہیں؟ پھر کیوں نہ سیدہ سادہ لفظ بھائی ہی کے ترجمہ کے اندر استعمال کر لیا گیا؟ یہ بھلا ہم کیسے کہیں کہہ سکتے ہیں بڑے حضرت کے دل میں کوئی چور بھی رہا ہو گا۔

### قراآن اور علمی خوانچہ فروش

قراآن حکیم کا اعلان ہے کہ جو شخص ایمان بالغیب رکھتا ہو علقاً قیلاً صلوٰۃ واداء زکوٰۃ کا اہتمام کرتا ہو حاکم کتب و مدارس کے منزل من اللہ ہوئے اور وقوع آخرت کا یقین رکھتا ہو، وہ متقین میں سے ہے اور ہدایت و فلاح یافتہ جماعت کے افراد میں اس کا شمار ہو گا۔ سورہ بقرہ آیات ۲-۳-۴-۵

گویا اللہ کے نزدیک ہر وہ شخص مومن ہے جو ایمان باللہ و بجاہار من عند اللہ کے اعتقاد و عمل کا حامل ہے اگر کوئی بدترین قسم کا شیطان بھی ایمان و عمل کے مطلوبہ معیار پر لپکا کر رہے ہو اس کی زندگی کا تمام کفر و شرک مٹ جائیگا لیکن خدا کی پناہ کہ یہ بے قیمت اور بے وزن قسم کے علمی خوانچہ فروش جن کی فکری الحقیقت اسلامی عقائد و اعمال پر نہیں بلکہ کلمہ ادب، رومی، بوعلی، علوی اور پرائیڈ، جیب اور تجوری پر ہے۔ چھیننے اور چلنے پھرتے ہیں کہ فلاں کافر ہے اور فلاں بدعتیہ اور فلاں دہائی ہے اور فلاں گمراہ اور محض اس بنیاد پر کہ ان میں کامیاب فلاں اور فلاں ان شکم پرستوں کے گھڑے ہوئے خوالی اعمال و عقائد پر ان سے اتفاق نہیں کرتا۔

تفصیلات جاننے کیلئے

### اسلام اور کفر کی حقیقت کا مطالعہ کیجئے

و تو بدعت پر ایک شاندار ————— تنقید

جسے امیر شاد اللہ قاسمی دناضل دیوبند نے قلم بند کیا۔ اور مکتبہ تحفہ نے شائع کیا۔ قیمت جلد ۱/۰۰

منیجہرہ۔ مکتبہ تحفہ دیوبند دیوبند



محمد اشفاق حسین

# علاوت قرآن کا حقیقی مقصد

## قرآن کی عظمت اور اہمیت

قرآن مجید دین اسلام کا اولین ماخذ، علم و حکمت کا اہم ترین سرچشمہ، حصول ہدایت، نصیحت، معقول اور معقول جنت کا سب سے بڑا ذریعہ، حق و باطل کا کسوٹی، حکم اور حجت شرعی ہے۔ قرآن کے بغیر اسلام، مسلمان، ایمان، مکارم، اخلاق، ہدایت، مراط مستقیم۔ دنیاوی امن و سلامتی اور اخروی نلاح و کامیابی کا تصور ہی نہیں کیا جاسکتا۔ مسلمانوں کی فرقہ بندیوں، اختلافات، انحراف و تغریط اور انتشار و پرالگدیگی کا حل اسی قرآن میں موجود ہے۔ قرآن مجید ایک علمی عقلی، اور استدلالی کتاب ہے۔ جو اپنے پیغام، بنیادی عقائد و فہم و بات، احکامات اور تعلیمات کے بارے میں ہر سطح اور درجہ کے ذہن و فکر کے انسان کو مطمئن کر سکتی ہے یہ وہ عظیم ترین کتاب ہے جو مسلمانوں کے گروہ اور فرقہ میں عزیز ہے۔ اس کی عظمت، قوت اور عظمت میں کسی کو کوئی سلام اور اعتراض نہیں! چنانچہ قرآن کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

” رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل ہوا جو لوگوں کا رہنما ہے اور میں میں ہدایت کی مثل نشانیاں ہیں اور جو حق و باطل کو الگ الگ کرنے والا ہے۔ (بقرہ - ۱۸۵)

” اور ہم نے ان لوگوں کے پاس ایک ایسی کتاب بھیجا دی ہے جس کو ہم نے اپنے علم کا حصہ بہت ہی واضح کر کے بیان کر دیا ہے۔

اور وہ ذریعہ ہدایت اور رحمت ان لوگوں کے لئے ہے جو ایمان لاتے ہیں۔ (اعراف - ۵۲)

وہ اور ہم نے آپ پر قرآن اتارا ہے کہ تمام (دین کی) باتوں کا بیان کرنے والا ہے اور مسلمانوں کے لئے بڑی ہدایت اور بڑی رحمت اور خوش خبری سنانے والا ہے۔ (نمل - ۱۸۹)

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آخر زمان میں رونما ہونے والے فتنوں اور گمراہیوں کا ذکر کیا۔ حضرت علیؓ نے دریافت فرمایا کہ یا رسول اللہ! ان فتنوں سے کس طرح نجات ملے گی؟ حضورؐ نے ارشاد فرمایا ”کتاب اللہ (قرآن) سے پڑھو۔“ (مشکوٰۃ)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ ارشاد فرماتے ہیں کہ جو شخص اللہ کی کتاب کی پیروی کرے گا وہ نہ تو دنیا میں بے مہر و محروم اور نہ آخرت میں اس کے حصے میں نہ محرومی آئے گی بھلا فتنوں نے یہ آیت ”وَعَلَى الْقَوْمِ الْآخِرِينَ“ پڑھی جس کے معنی یہ ہیں کہ جو شخص میرے ہدایت نامہ، یعنی قرآن کی پیروی کرے گا وہ نہ تو دنیا میں بے مہر و محروم اور نہ آخرت میں، بے مہر و محروم ہوگا۔ (مشکوٰۃ)

ابو ابن تیمیہؒ قرآن کی عظمت اور وقعت کے بارے میں



رقم طراز میں۔

”قرآن ہی خدا کی مضبوط رستی ہے، وہی ذکرِ مکرم اور صراطِ مستقیم ہے۔ اس میں نہ خواہش کچھ پیدا کر سکتی ہے اقدارِ زبان شک میں ڈال سکتی ہے۔ بار بار دہرانے سے وہ پرانا نہیں ہوتا اس کے عجائبات ہی علم ہونے کے نہیں۔ علماء کو اس سے بھی سیری نہیں ہو سکتی جو کوئی اس کے بموجب کہتا ہے، صحیح کہتا ہے جو کوئی اس پر چلتا ہے، اجر پاتا ہے، جو کوئی اس کے مطابق فیصلہ کرتا ہے، عدل برتتا ہے، جو کوئی اس طرف بلاتا ہے، صراطِ مستقیم کی طرف رہنمائی کرتا ہے، جو کوئی سرکشی سے اسے چھوڑتا ہے، خدا سے ہلاک کر ڈالتا ہے اور جو کوئی اس سے دوگردائی کر کے ہدایت چاہتا ہے، خدا اسے گمراہی کے حوالے کر دیتا ہے۔“ (اصول تغیر)

**تدبرِ قرآن سے گزرنے کا انجام** لیکن قرآن اتنی عظمت، اہمیت

اور وقعت کے باوجود ہم مسلمانوں کے ہاتھوں اس پر جو مختلف المنوع مظالم ڈھائے اور اس کے حقوق یا مال کیے جارہے ہیں وہ ایک ایسی ماستان دل خراش ہے جو مسلمانوں کے فکری و علمی افراط و تفریط، دین و دنیا کی ذلت اور سستی کی زبان حال سے سنی جاسکتی ہے! پہلے تو مسلمانوں کی ایک کثیر تعداد ایسی ہے جو قرآن کو چھوٹی جگہ نہیں دیتا۔ وہ قرآن کی ناظرہ تلاوت کے بھی موقف میں نہیں اور جو مسلمان انیصالِ ثواب کی مجلسوں میں اور خود اپنے اہل و عیال اور غیر و برکت کے لئے تلاوت کرتے اور خصوصیات کے ساتھ رمضان المبارک میں قرآن کے ختم پر ختم کرتے ملے جاتے ہیں اس قرآن خوانی پر نہ مطلوب تلاوت کا اطلاق ہو سکتا ہے نہ اس قرآن خوانی سے وہ چیز حاصل ہو سکتی ہے، جو تلاوتِ قرآن کے علم کی اصل غرض اور مقصد ہے اور نہ ایسی بے روح تلاوت کا وہ اجر و ثواب حاصل ہو سکتا ہے، جو قاری قرآن کے لئے مقرر کیا گیا ہے وہ قرآن تو بڑے اہتمام سے پڑھتے ہیں۔ اور اس میں شک نہیں کہ ان کی اس قرآن خوانی میں اخلاص، محبت اور محنت سمجھی گئی ہوگی ہے۔ لیکن مقصد کم مفقود ہے اور ظاہر ہے کہ ایسے عمل کی کوئی قدر قیمت نہیں جس سے اس کا مقصد حقیقی حاصل نہ ہو! مرد و جد و اپنی

انسان کا قرآن خوانی میں جو وقت اور توانائی صرف لی جا رہی ہے اگر اس کا دوسرا حصہ بھی عقل و فکر کے ساتھ صحیح خطوط پر استفادہ میں لایا جائے تو امت مسلمہ کے علم و فکر اور عمل کی دنیا بنی کچھ اور ہو جائیگا۔

## قرآن کے بارگاہِ ایک مغالطہ

تدبر سے دور رکھنے، ترامیم اور تقاسیم کے ذریعہ حصولِ ہدایت میں سدِ راہ بننے، غوام اور قرآن کے درمیان حائل اور مداخلت ہے جس کے مرتکب ہونے میں گمراہ علماء و مشائخ کا بہت بڑا ہاتھ ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ قرآن بہت مشکل اور پیچیدہ کتاب ہے۔ غوام کو قرآن کا ترجمہ نہیں پڑھنا چاہیے، جس سے وہ گمراہ ہو جائیں گے قرآن، غوام کے ذریعے اور سمجھنے کی چیز نہیں، یہ تو علماء و خواص کے لئے ہے۔ قرآن کو بغیر استاد کے پڑھنا گویا گمراہی کے گڑبے میں گرنا ہے، ہاں ناظرہ اور بے سوچے سمجھے قیاس ہے قرآن خوانی کر لو!

درحقیقت یہ علماء سرعام امت مسلمہ کو نعمِ قرآن اور قرآنی علم و ہدایت سے دور، لہنتوں کی تاریکیوں میں دھک کر اپنا آل و سیدھا کرنا اور اپنی اندھی تقلید و ذہنی غلامی میں مبتلا رکھنا چاہتے ہیں۔ مسلمانوں کا قرآن سے قریب ہونا علمائے سوء کے لیے خطرہ کی بات ہے۔ وہ اس حقیقت کو محسوس کرتے ہیں کہ اگر عوام قرآن کا تھوڑے سے غور و فکر کے ساتھ صرف ترجمہ ہی پڑھنے لگیں تو ان کے دامِ فریب سے نکل جائیں گے۔ ان کے فکر و عمل کی حقیقت آشکارا ہو جائے گی اور ان کے نام نہاد مشفق رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور محبتِ اولیاء کے دھول کا پول کھل جائیگا ہزاروں عیسویں کا سارا کا دو بار ماندا اور پیری، مریدی کی دکان ٹھپ ہو کر رہ جائے گی اور عوام میں ان کی ہوا اکھڑ جائے گی! عوام کا قرآن سے صحیح مفہوم میں رجوع و تعلق پیدا ہونا، گویا علمائے مشائخ کے بڑے بڑے ٹوندوں اور دان کی جھوٹی عظمت، عزت اور وقتِ امدان کے خود ساختہ ٹکڑوں پر گویا لالچ پڑنا ہے۔ اسی لئے وہ عوام کو قرآن سے اور قرآن کو خواص سے دور رکھنا چاہتے ہیں۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ ملک بھر میں ہزاروں چھوٹے بڑے اعراض ہوتے ہیں کئی کئی روز تک عرس کے پروگرام

انہذا میں اس طرح بیان کیے گئے ہیں کہ معجزی طرح انسان بھی پڑھ کر بخوبی سمجھ سکتا ہے اور علم، ہدایت اور نصیحت حاصل کر سکتا ہے۔ اس سلسلے میں مولانا سعید احمد اکبر آبادی ماحصل دیوبند و صدر شعبہ دینیات سلم یونیورسٹی علی گڑھ مدد حاصل فرماتے ہیں۔

”قرآن کے سہل پونے کے معنی ایسی ہے کہ اس کی تعلیمات آسان ہیں وہ جن حقائق کی طرف لوگوں کو متوجہ کرتا ہے وہ فلسفہ کے مسائل و مباحث کی طرح و محکمہ نہیں بلکہ ہر ایک پر واضح و سہل ہیں ان پر عمل کرنا بھی دشوار نہیں کیونکہ قرآن کی راہ اصل فطرت کی راہ ہے اور اس کی مدد و ہدایت جس کی طرف ہر انسان کی فطرت میلہ دعوت دیتی ہے۔ مثلاً نماز پڑھو، روزہ رکھو، حج کرو، والین اور احوال و اقربا کے ساتھ احسان و کرم کا معاملہ کرو، شراب نہ پیو، زنا سے بچو، عدلہ پورا کرو، بنی نوع انسان کے ساتھ مہربانی سے پیش آؤ۔ یہ وہ احکام ہیں جن کو ایک عربی دان میں طرح طرح سے سمجھ سکتا ہے، ایک غیر عربی دان بھی امداد یا کسی اور زبان میں ترجمہ کر کے سمجھ کر عمل کر سکتا ہے۔ (فہم قرآن۔ ۱۷)

اللہ کے فضل سے قرآن پر اردو، ہندی، انگریزی وغیرہ زبانوں میں اتنا کام ہو چکا ہے کہ معجزی صلاحیت اور قابلیت کا انسان جو ان زبانوں سے واقف ہے، چھوٹی سی کوشش اور توجہ سے زیادہ سے زیادہ نائد حاصل کر سکتا ہے۔

## خود قرآن کی شہادت

عقل اور فطرت کے عین مطابق ہیں اس سے مافوق اور بالا نہیں قرآن میں بلکہ اس حقیقت کو واضح طور پر بیان کیا گیا ہے کہ قرآن آسان ہے۔ عام فہم اور سیدھے سادے انداز میں اتارا گیا ہے۔ اس میں کسی قسم کی کوئی کمی اور لاگ لپیٹ نہیں، چنانچہ سورہ بقرہ میں کج، طلاق، ادمیت وغیرہ کے قوانین بتانے کے بعد جو کچھ غلط سمجھے جاتے ہیں، فرمایا جا رہا ہے۔

”اس سلسلہ کی مزید آیات ملاحظہ ہوں :-  
”ہم نے سول کھول کر تیری اور باطل کا فرق بتانے والی

ہم نے مانت ذات بھروائی ہوتی ہے۔ ہم میں سے ہر ایک کو اسے جانے سمجھانے کے لیے چند نشوں کا بھی پروگرام نہیں ہوتا۔ !

## قرآن آسان ہے

اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے کہ :-  
”حقیق یہ ہے کہ تمہاری طرف کتاب بھیجی ہے۔ اس میں تمہارا ذکر ہے۔ یہی پھر بھی تم نہیں سمجھتے؟“ (انبیاء ۱۰)  
یہیں طرح لکھ ہے کہ اللہ تعالیٰ جو عظیم اور حکیم ہے اور جو انسانی جبلت اور فطرت کا معرفت جاننے والا بلکہ خود بننے والا ہے۔ انسان کی ہدایت کے لیے ایک ایسی کتاب بھیجے جو مشکل اور محکمہ ہو اور جس سے ہم ابد ہدایت کا حاصل کرنا آسان نہیں بلکہ دشوار اور ناممکن ہو؟

حقیقت یہ ہے کہ قرآن ایک عام فہم کتاب ہے جس سے عظیم اور ہدایت کا حاصل کرنا انسان کے لیے آسان ہے، اس میں شک نہیں کہ قرآن میں بعض ایسے مقامات ضرور ہیں جو مشکل اور دشوار ہیں۔ لیکن پہلے تو ان کی تعداد بہت کم اور ہر ایک کے نام سے دو مرنے کے ان کا اسلام کے بنیادی عقائد و تصورات اور اساسی تعلیمات سے کوئی تعلق نہیں اور نہ ان آیتوں میں ایسی باتیں بیان کی گئی ہیں جن پر ہدایت و ضلالت اور گرفت و نجات کا مدار ہے۔

قرآن مجید میں اسلام کے تمام اہم اور بنیادی عقائد، احکام اور تعلیمات جیسے توحید، رسالت، اور آخرت، کفر و شرک، ایمان، نفاق کی حقیقت، عزم اور مشرک، اہل جنت اور اہل دوزخ کا فرق، مسلمانوں کے فرائض اور ذمہ داریاں، نزول قرآن، اور نبوت انبیاء کے اغراض و مقاصد اور ان کی بنیادی دعوت و پیغام مختلف عیاروں کی غرض و غایت، ان کے اثرات اور فضائل و معجزات اور مجربین کا فرق اور ان کے صفات اور خصوصیات، گزشتہ ائمہ و اولیاء کی امتوں کے احوال و کوائف، ان پر نواب و غلاب کے اسباب، یہ جفا و تذکرہ تقویٰ و تزکیہ نفس کے طریقے، دنیا کی بے ثباتی اور آخرت کی یاد دہانی کی باتیں، قیامت اور میدانِ حشر کے ہولناک و لرزہ خیز واقعات، آسان اور دلنشیں اور اثر انگیز

قرآن کی تلاوت میں اللہ میں کو چاہتا ہے ان کی توبہ کے لئے اور یہی ہے  
سیدنا سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم (نور)

یہاں جو ہے کہ بہت سے کفار اور مشرکین جو یہودی اور نصرانی  
اور وہ صحابہ میں قرآن کی آیتیں سن کر عیناً فرماتے اور فوری  
اسلام لے آئے نہ ان کے سامنے قرآنی آیات کی کسی معلم اور شہد  
نے تشریح و توضیح فرمائی تھی اور نہ ہی ان کے نام نہاد باطنی امر اور  
رموز مجھنے کے تھے۔ کفار اور مشرکین جو آگے، جاہل اور اجڈ  
تھے حضور اور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام سے کھلے اور چھپے  
قرآن کی اثر انگیز تلاوت سنتے تو ہجوم ہجوم جاتے، ان کی آنکھیں  
قرآن کی تعلیمات، انداز بیان، اور پراثر علمی، عقلی اور استدلالی  
حقائق اور تصورات سے اشتکبار ہو جاتیں اور پھر جیسے سخت  
دھڑکتے ہوئے ہجوم ہو جاتے، قرآن آسان اور عام فہم ہونے کے سلسلے  
میں چند مزید آیات ملاحظہ ہوں۔ سورہ کہف میں ہے۔

”سب تو فریاد کیا کہ ہم نے اپنے بندے  
(محمد صلی اللہ علیہ وسلم) پر یہ کتاب نازل کی اور اس میں کسی طرح کی کمی  
اور ٹیڑھ نہ تھی“ (کہف - ۱)

وہ اور ہم نے قرآن کو سمجھنے کے لئے آسان کر دیا۔ تو  
کہتے تھے جو سچے سمجھے“ (تکوین - ۱۷)

غرض کہ ان متعدد آیات سے یہ بات قطعی غلط قرار پاتی  
ہے کہ قرآن مشکل اور پے پیچیدہ کتاب ہے۔ ہم قرآنی علوم و  
معارف کے لیے کسی استاد و معلم کی ضرورت اور اہمیت کے  
غیر منکر نہیں۔ لیکن آیات میں حوالہ آرائی نہ ہونی چاہیے کہ قرآن  
پڑھنے سے عوام گمراہ ہو جاتے ہیں! اور پھر استاد کی ضرورت  
ناقصی لازمی اور فردی بھی نہیں کہ اگر کوئی مسلمان کسی معلم سے ربط و  
تعلق نہ پیدا کر سکے تو اسے از خود قرآن سمجھنے کی کوشش نہ کرنی  
چاہیے اس سلسلہ میں حضرت شاہ اسماعیل شہید لکھتے ہیں۔

”و اللہ اور رسول کے کلام کو اصل رکھتے اور اسی کو سند  
مکمل رکھتے۔ اور جو قصہ بزرگوں کا یا کلام مولویوں کا جو موافق ہو سو  
قبول لیجئے اور جو موافق نہ ہو ان کی سند دیکھ لیں اور جو مخالف الناس  
میں مشہور ہے کہ اللہ و رسول کا کلام بہت مشکل ہے اس کو سمجھنے کے  
لیے بڑا عالم چاہیے۔ ہم میں اتنی صلاحیت کہاں کہ خدا اور رسول کا کلام

میں سمجھ بات بہت غلط ہے۔ تو قوت تلاوت  
قرآن کی تلاوت میں سے عام الناس کو فائدہ پہنچے  
میں قرآن کی تلاوت اور نصیحت کی بیشمار باتوں کا علم حاصل  
اور شوق حاصل ہو جائے اور دل و دماغ پر اس کے ایسے اثرات  
مرتب ہوتے ہیں کہ غفلت کے پردے ہٹتے ہیں اور انسان حق  
پر آمادہ ہوتا ہے۔!

## تلاوت کے غیر تلاوت کی مذمت

دعا تھا اور یہی تلاوت کی قرآن اور حدیث میں کافی مذمت اور  
مخالفت کی گئی ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ کی احادیث ہیں۔

”ایک مجلس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ  
ہر کس طرح ختم ہو جائے گا، جب کہ تم قرآن پڑھیں گے اور اپنی  
اولاد کو پڑھائیں گے۔ اور اسی طرح یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا  
اس پر حضور نے ارشاد فرمایا کہ یہ اور نصاریٰ بھی تو! آدھا اور  
انجیل، پڑھتے ہیں، لیکن اس کے باوجود دونوں کتب آسمان کے  
اندر جو کچھ تعلیمات ہیں اس سے بے خبر رہتے ہیں“ (مشکوٰۃ)

آدھا اور انجیل عربی زبان میں ہیں اور اس زبان کو جاننے  
والے اہل کتاب کے مرنے والے اور مشائخ تھے اور عوام ان کو تلاوت  
کو اس طرح پڑھتے تھے کہ ظاہر و باطن کا کرتے تھے جسے حاجی المسلمین  
بظاہر قرآن خوانی کہتے ہیں، یا جیسے اہل ہندو کی مذہبی کتاب میں  
سنگرت زبان میں ہے جسے برہمن ہی پڑھتے اور سمجھ سکتے ہیں اور  
عام ہندو اپنے مذہبی کتابوں کو نہ پڑھ سکتے ہیں اور نہ سمجھ سکتے  
ہیں بلکہ صرف برکتا برہمنوں سے پڑھوا کر سن لیتے ہیں۔ جو کلام بیان  
اور مذہبی کتابوں سے دینیان غیر اقوام میں موجود ہیں۔ یہی فتنے  
آج بڑی سرعت سے مسلمانوں میں پھیل رہے ہیں۔ بلکہ پھیل گئے  
ہیں۔!

حضرت ابو سعید خدی بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی  
صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا۔ اس امت میں جو لوگ پیدا  
ہوں گے ان کی نماز کے سلسلے میں اپنی نماز کو مختصر سمجھیں گے۔ وہ  
قرآن پڑھیں گے مگر وہ ان کے سمجھنے کے لیے نہ آتے۔ گاہی  
وہ قرآن اس طرح پڑھیں گے کہ اس کے علم و ہدایت کو اخذ اور حاصل

انسان کی اپنی ساخت وغیرہ پر غور و فکر کرنے کی دعوت دیتا ہے  
ظاہر ہے کہ قرآن جو ایک علمی کتاب ہے غور و فکر کی سب سے زیادہ  
مقتضیٰ ہے۔ !

قرآن مجید کی بار بار اور بہ کثرت تلاوت کا حکم اس لئے دیا گیا  
اور ہر نظر پر دس نیکیوں کے اجر و ثواب کا مژدہ اس لئے سنایا گیا کہ  
مسلمان قرآن کا بہ کثرت مطالعہ کریں۔ جس حدیث میں قرآن کے ہر  
لفظ پر دس نیکیوں کے اجر و ثواب کی بشارت دی گئی اس کے  
مخاطب وہ حضرات تھے جن کی مادری زبان عربی تھی۔ جو قرآن کو پڑھ کر  
اور سن کر بخوبی سمجھ سکتے اور اس سے علم اور ہدایت حاصل کر سکتے تھے  
حضرت کے بعض ارشادات ایسے ہیں جن کا مغربی اور مدعا زمان و  
مکان، احوال اور افراد کی رعایت کے ساتھ مخصوص اور محدود ہے  
ایسے ارشادات کہ بطور اصول اور کلیتہ کے پروردگار ہر قوم کے افراد  
پر چسپاں کرنا اور امتداد نبوتی کے منشا اور مقصود سے صرف فکر کر لینا  
کسی طرح مناسب نہیں ہو سکتا۔ !

## تلاوت کی روح اور اصل مقصد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

”اے علم ہی خدا سے ڈرتے ہیں“ (فاطر-۲۸)

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ۔ ”میں تم میں حبیب  
سے زیادہ عالم باللہ ہوں اور سب سے زیادہ خوف خدا رکھتا ہوں  
(بخاری)

قرآن دینی اور آخری علم کا سب سے بڑا اور اہم ذریعہ ہے  
اور یہ علم صرف قرآن کے شعوری مطالعہ ہی سے حاصل ہو سکتا ہے  
نزد قرآن کا اولین اور اہم ترین مقصد انسان کے علم، فکر  
عقائد، اعمال اور اس کی ساری زندگی کی اصلاح کرنا ہے کسی بات پر  
انسان اسی وقت عمل کر سکتا ہے جب کہ وہ اس کے علم و احساس  
میں آئے اور دل میں اتر جائے۔ قرآن کی تلاوت کے یہی دو مقاصد  
ہو سکتے ہیں جس کے بعد انسان عمل پر مجبور اور آمادہ ہوگا۔ زمرہ  
قرآن ایک نری علمی اور معلوماتی کتاب ہے بلکہ وہ انسان کے دل و  
دماغ اور اس کے جذبات اور احساسات کو سمجھوتی اور جگاتی ہے  
قرآن اسی کیے نازل ہوا کہ انسان اسے پڑھے، سمجھے، اسکی آیات  
اس کے پیش کردہ علم، نظریہ حیات، اور نظام زندگی پر غور و فکر کرے

”جو کہیں گے وہ دین سے اس طرح صاف نکل جائیں گے جیسے شیر  
خاک سے نکلے“ (بخاری و مسلم)

ایک حدیث میں حضور نے فرمایا۔

”وہ حقیر ایک ایسا زمانہ لوگوں پر گرنے والا ہے۔ کہ  
اس وقت ہر شخص اپنی ناکارہ جانے گا اور قرآن کا صرف اسم دینی اس کی  
تلاوت بلائے گا اور معاشیاتی جائے گی، ان کی مسجدیں آباد ہوگی  
لیکن ہدایت اور حقیقی معنوں میں، یاد الہی سے خالی ہوں گی۔“  
(مستفی)

مشکوٰۃ کی ایک اور حدیث کے مطابق، آخر زمانے میں لوگ،  
قرآن کی توحید میں مبالغہ آرائی سے کام لیں گے وہ خوش الحانی اور الفاظ  
کے لوگ، بلکہ اور بناؤ و صنوار کا بہت زیادہ اہتمام کریں گے، لیکن  
انہیں قرآن علم و عرفان اور ہدایت کی ہوائی نہ ملے گی۔ ایک اور حدیث  
میں ایسے مسلمانوں کی تعریف کی گئی ہے جو اگرچہ قرآن کو ایک ایک  
کر پڑھیں گے لیکن اس میں غور و فکر کی وجہ سے اس کا عقیدہ و عمل کتاب اللہ  
کے مطابق ہوگا۔

غور و فکر قرآن حکیم کا محض رسا اور ناظرہ پڑھ لینا، ابھی اور نفاذ  
المقاصد اور افاق پر سے نظروں کا گزارہ اور دل و دماغ کو کام میں  
لانے وغیرہ صرف ہنٹوں کو حرکت دینا ایسا ہی ہے جیسے کہ ایسی غذا کا  
بھگتنا جس سے زخون بنتا ہو اور زہم کے استعمال سے جسم کو حرارت  
قوت اور توانائی حاصل ہوتی ہو۔

سفر غزل لہو ٹھکانے پر پہنچنے کا ذریعہ ہے۔ اس شخص کے  
بارے میں آپ کا کیا خیال ہے جو فرش میں گھومتا اور سفر کرتا ہی رہے  
لیکن غزل مقصود تک نہ پہنچے پائے۔ بالکل ہی حال ناظرہ تلاوت کرنے  
والوں کا ہے۔ جو تلاوت کے حکم پر عمل تو کر رہے ہیں لیکن انہیں اس کا  
مقصد اور روح حاصل نہیں۔ !

## ”ان غور و فکر کی دعوت دیتا ہے“ اللہ تعالیٰ

میں بلکہ ان کا سہارا ہے۔ یہ وقت پر سورج اور چاند کے طلوع و  
غروب ہونے اور اپنے اپنے مقررہ راستوں پر سفر طے کرنے  
یہ بلند اور بے کراں آسمان، سمندروں، دریاؤں اور پہاڑوں اور  
ان کے اندر کی مخلوقات اور مختلف اقسام کے بدلتے موسموں، خود

قد تدبر سے پڑھنے اور سمجھنے کی تقاضی ہے۔ اب ہم ان کے احکامات، احادیث اور آثار صحابہ پیش کرتے ہیں جن میں قرآن کو غور تدبر سے پڑھنے کی ہدایت اور تائید کی گئی اور اس کے فضائل و برکات بیان کیے گئے ہیں۔

سورہ یوسف میں ارشاد الہی ہے۔  
**آیات قرآنی**  
وہم نے قرآن کو عربی میں نازل کیا ہے تاکہ تم عقل سے اسے سمجھو۔ (آیت ۲)

یعنی نزول قرآن اور اس کی تلاوت کا اولین مقصد اس کا سمجھنا ہے اور انسان اسی بات پر عمل کر سکتا ہے جو اس کے علم میں ہو اور وہ سمجھ میں آئے اور کسی بات کو انسان اپنی نادری زبان اور اس زبان میں سمجھ سکتا ہے جس سے وہ واقف ہو ! سورہ نساء میں ہے۔

”کیا تم قرآن میں خود تدبر نہیں کرتے؟“ (آیت ۸۲)  
سورہ ص میں ہے۔

”وہم نے قرآن کو اس لیے نازل فرمایا ہے کہ لوگ اس کی آیتوں میں خود فکر کریں اور اہل فہم اس سے نصیحت حاصل کریں۔“ (آیت ۲۹)

یہ خود فکر اور قرآن سے علم و نصیحت کا حصول اسی وقت ممکن ہے جب کہ ہم اسے اپنی زبان میں بھی پڑھیں، سنیں اور سمجھنے کی کوشش کریں۔

سورہ بقرہ میں ارشاد الہی ہے۔  
”جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی برتر لکھ وہ اس کی تلاوت اس طرح کرتے رہیں جس طرح کہ تلاوت کا نتیجہ ہے۔“ (آیت ۱۲)  
سورہ زمر میں ہے۔

”جو لوگ اللہ کی باتوں کو خود سے سنتے اور ان اچھی باتوں پر عمل کرتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جنہیں اللہ نے ہدایت دی ہے اور یہی لوگ ہیں جو صاحب عقل ہیں۔“ (آیت ۱۸)

”جن لوگوں کے دل خدا کے ذکر یعنی قرآن کی قراءت تلاوت سے متاثر نہیں ہوتے سو ان کے لیے بڑی عزا ہے یہ لوگ گمراہی میں ہیں۔“ (آیت ۳۲)

انسان کسی کتاب کے مضامین سے اسی وقت متاثر

اور اس کے مطابق اپنی زندگی کو ڈھالنے کی کوشش کرے۔ اسی مقصد کے لیے قرآن نازل کیا گیا اور اسی مقصد کے حصول کے لیے اسے بار بار خود فکر سے پڑھنے، سمجھنے اور اپنے دل و دماغ میں اتارنے کی تاکید کی گئی اور اس سلسل میں ترغیب و تحریص پیدا کی گئی اس کے فضائل و برکات بیان کیے گئے اور اس کے اجر و ثواب کا مشورہ سنایا گیا کہ ایک شخص جس قدر خود فکر کے ساتھ قرآن کا جتنا زیادہ مطالعہ کرے گا اس لحاظ سے اس کے علم و معارف کو اپنے دل و دماغ میں جذب کر کے اپنے اعضاء و جوارح سے عمل کر سکے گا۔

دنیا میں جو کتابیں لکھی اور چھاپی جاتی ہیں ان کا مقصد کسی علمی فکری موضوع پر انسانی معلومات میں اضافہ کرنا اس کے دماغی فکری اور عقلی قوتوں کو ایک خاص سمت پر موزنا ہوتا ہے، مثلاً سوشلزم اور کمیونزم یا مغربی تہذیب و تمدن کے موضوع پر نزاردن کتابیں لکھی گئیں۔ ان کتابوں کے پڑھنے سے انسان کی فکر کا ایک خاص انداز بنتا اور اس کی عقلی زندگی پر اثر انداز ہوتا ہے اور جتنی زیادہ مرتبہ وہ خود فکر کے ساتھ ان کتابوں کا مطالعہ کرے گا، ان کا مقصد، پیغام اور مدعا اچھی طرح ذہن نشین ہوگا، وہ نہ صرف اس کے مطابق عمل کر سکا بلکہ دوسروں کو بھی سمجھانے، ترغیب دینے، ہنوا بنانے اور اس سلسل میں کیے جانے والے اعتراضات کا جواب دینے اور غلط فہمیوں کا ازالہ کرنے کے قابل ہوگا اور یہی حال قرآن مجید کا ہے قرآن مجید کا جو جتنا زیادہ شعوری اور عمیق مطالعہ کرے گا وہ اس سے زیادہ سے زیادہ فیض خود بھی حاصل کر سکے گا اور دوسروں کو بھی اس کی برکتوں سے مالا مال کرے گا۔ دنیا میں ایسا ہوتا ہے کہ اگر کسی کتلم کے مضامین مشکل ہوں اور سمجھ میں نہ آسکیں تو کسی قابل شخص سے وہ کتاب پڑھی اور اس کے اور اس کے مشکل مقامات سمجھ جاتے ہیں۔ اچھی زبان مالوس زبان میں ہونے کی صحت میں یا تو وہ زبان سمجھی جاتی ہے یا اس کا ترجمہ پڑھا جاتا ہے۔ یا ایسے شخص سے اس کے مضامین اور مندرجات سمجھے جاتے ہیں جو اس کی زبان سے واقف ہو، لیکن قرآن ہی وہ واحد مظلوم کتاب ہے جو ان عقلی فطری اور ان لغات پر مبنی باتوں اور اسے جائز حقوق سے محروم ہے حالانکہ قرآن ہی دنیا کی وہ واحد علمی، عقلی اور فکری کتاب ہے جو بار بار







میںوں موقوفوں پر اپنے پہلو میں دل نہ پاؤ تو اللہ سے درخواست  
کرد کہ وہ تمہیں دل مرحمت فرمادے اس لئے کہ تمہارے پاس  
دل نہیں ہے۔ (بحوالہ زاو راہ)

علماء حق کی تصریحات

حضرت شیخ عبدالقادر  
جلالی ارشاد فرماتے  
قرآن پڑھنے کا اصل مقصد یہ ہے کہ اس سے خوف خدا پیدا ہو  
آدمی نصیحت کپٹے اور اس کے دلائل مقبول اور مثالوں سے  
عبرت حاصل کرے۔ اللہ کے وعدوں کا امیدوار بنے۔

(غنیۃ الطالبین)

حضرت امام غزالی وضاحت فرماتے ہیں۔

”اپنے آپ کو قرآن کے فحشوں کی گنتی پڑھ کر فریفتہ نہ کرو  
بلکہ ایک آیت کا مروجہ کر پڑھنا سادسی رات میں دو ختم کرنے سے  
بہتر ہے۔ (بحوالہ مقدمت القرآن)

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

”اور بات عقل میں کیسے آسکتی ہے۔ جب تک سمجھی نہ  
جائے پھر معلوم ہے کہ ہر گفتگو اسی لیے ہوتی ہے کہ اس کے معنی  
سمجھے جائیں نہ کہ محض الفاظ سن لئے جائیں اور قرآن کا مطالعہ تو  
بد وجہ ادنیٰ فہم و تدبر کا متقاضی ہے۔ ایسا کبھی نہیں ہو سکتا کہ لوگ  
کس فن کی کتاب پڑھیں، مثلاً طب کی یا حساب کی اور علم سے سمجھنے  
کی کوشش نہ کریں۔ جب تمام کتابوں کا یہ حال ہے تو کتاب اللہ  
کا فہم کس قدر فروری ہو جاتا ہے! وہ کتاب جو مسلمانوں کے  
لیے اصلی بچاؤ ہے، جس میں ان کی نجات و سعادت ہے جس سے  
ان کی دینی و دنیا کا نایام ہے۔ (اصول تفسیر)

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی لکھتے ہیں۔

قرآن مجید کے نزول کا اصل مقصد انسانوں کی تہذیب  
تربیت اور ان کے عقائد باطلہ اور اعمال فاسدہ کی اصلاح ہے  
(الفوز الکبیر)

جس تلاوت سے یہ اغراض و مقاصد اور فوائد حاصل نہیں  
ہوتے کہ وہ سطحی، لغو اور فضول ہی ہوگی۔ بے شک تلاوت ایسا  
طمانچہ ہے جس میں روح نہ ہو۔  
”مدیر“ الحسانات، مولانا عبدالحی نے بھی اس سلسلہ میں

تلاوت کی بات فرمائی ہے۔

”تلاوت کے متعلق یہ جان لینا چاہیے کہ اگر قرآن کے  
الفاظ منہ سے نکلے رہیں لیکن ان الفاظ کا کوئی اثر دل پر نہ ہو تو  
ایسی تلاوت سے کفر کے قانون سے مقابلہ کے لیے طاقت  
نہ لکھ سکتا ہوگی، اس سے تو اتنا سہارا بھی نہ ملے گا کہ آدمی خود  
ایمان پر قائم رہ سکے۔ بات یہی ہے کہ اگر قرآن کی تلاوت،  
کے بعد آدمی کا ذہن نہ بدلے اس کے سوچنے کے انداز میں تبدیلی  
نہ پیدا ہو اور اس کے اخلاق و کردار میں آپ کوئی فرق محسوس  
نہ کریں، بلکہ قرآن پڑھ کر بھی آدمی وہ سب کچھ کرتا رہے جس  
سے قرآن منع کرتا ہے، اور ان راہوں پر قدم نہ بڑھائے جن پر  
چلنے کے لئے قرآن دعوت دیتا ہے تو ایسی تلاوت مومن  
کی تلاوت نہیں ہے اور نہ قرآن ایسی تلاوت کا حکم دے رہا  
ہے۔ قرآن کوئی منتر یا ٹوٹے ٹوٹکے کی چیز نہیں ہے کہ ادھر آپ  
زبان سے الفاظ نکالیں اور ادھر ان کا اثر پڑنے لگے۔

(صالنامہ الحسانات، ۶۱۹ء)

ایک اور بزرگ نے شعوری تلاوت کے بارے میں  
بہت خوب وضاحت فرمائی ہے۔ ملاحظہ ہو، وہ لکھتے ہیں۔

تلاوت قرآن یا قرأت زبان سے زیادہ دماغ کا اور  
پھر دماغ سے زیادہ قلب کا فعل ہے۔ اسی لیے سناٹا، غصہ و  
صغور قلبی سے پڑھنے کا حکم ہے۔ الفاظ سے زیادہ معنی کی قرات  
ہونی چاہیے۔ زبان سے تو قرأت تہور ہی ہو لیکن قلب و  
دماغ سراپا گوش، ہوش بنے۔ ان کے معنوں اور تفاہروں  
کو سن رہے ہو گئے، دل میں ان پر عمل کا جذبہ ہو۔ احکام الہی تامل  
ہوں۔ احکام اور مصلحت الہی کی مکمل اور مخلصانہ پیروی کے  
عہد کی تجدید ہے۔ (اصلاح معاشرہ)

چند مزید قابل غور باتیں

چند مزید غور طلب امور یہ ہیں کہ ہر کتاب کا مطالعہ اس کے فضائل  
سے واقف ہونے اور اس کے پیش کردہ علم کے حصول کیلئے  
کیا جاتا ہے کہ اس میں کیا لکھا ہے معلوم کریں ایک انسان  
جب کوئی نئی کتاب شروع سے آخر تک پڑھ کر ختم کرتا ہے

مبارک اور معبودی تلاوت کی ضرورت اور اہمیت کی وضاحت کی ہے۔ لیکن اسی تلاوت کی حوصلہ افزائی نہیں کرنی چاہیے جس سے قاری کے علم، احساس اور عمل میں کوئی تغیر واقع نہ ہو۔ اس میں شک نہیں کہ قرآن "انفاذ اور معانی" دونوں کے ساتھ نازل ہوا ہے۔ وہ حضرات جو قرآن کے معنی و مفہوم عربی میں نہیں سمجھ سکتے، بلکہ اپنی زبان میں کسی کسی ذریعہ اور طریقے سے اس کا علم و فہم حاصل کرتے اور اس کے فکری و عملی تقاضوں پر عمل کی کوشش کرتے ہیں۔ ایسے حضرات کا نہ صرف ناظرہ تلاوت کرنا بلکہ قرآن پر صرف عقیدت اور محبت کی نظر ڈالنا بھی باعث اجرو ثواب ہے۔ چنانچہ حضرت مولانا منظور نعمانی ایک حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں۔

"اس حدیث سے ایک واضح اشارہ یہ بھی ملتا کہ قرآن مجید کی تلاوت پر ثواب کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ تلاوت مفہوم سمجھ کر ہی ہو، کیونکہ "الکلمہ" اور سارے حروف مقطعات کی تلاوت معنی و مفہوم سمجھے بغیر کی جاتی ہے۔ اور حدیث نے مراد بتلایا کہ ان حروف کی تلاوت کرنے والوں کو بھی ہر حرف پر دو تین سو ثواب ملے گا۔ (واللہ اعلم)

(بحارف الحدیث جلد ۵، ص ۸۲)

ایک حدیث ہے۔

قرآن کا پورا قرآن کے کھنے والے معزز اور پاکیزہ فرشتوں کے ساتھ ہو گا اور جو شخص قرآن مجید کو انگ انگ کر اور بڑی مشکل سے پڑھتا ہے اس کے لیے دوہرا اجر ہے۔ (متفق علیہ)

اس حدیث کی شرح میں مولانا مودودی رقم طراز ہیں۔

"..... بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ محض قرآن مجید پڑھنے کا کیا فائدہ۔ اگر آدمی اس کو سمجھ کر نہ پڑھے۔ لیکن یہ خیال کی نادوست نہیں قرآن مجید کے محض پڑھنے کا بھی فائدہ ہے۔ مثلاً آپ دیکھیں کہ ایک ایسا آدمی ہے جو بے چارہ بہت ہی دیہاتی قسم کا ہے اس کی زبان بھی پوری طرح سے نہیں ٹھیک ہے وہ بڑی مشکل سے لفظ انگ انگ کر قرآن مجید پڑھ رہا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے حق میں بھی یہ فرماتے ہیں کہ اس کے لیے دوہرا اجر ہے۔ ایک اجر قرآن پڑھنے کا اور دوسرا قرآن مجید پڑھنے کے لیے محنت

قرآن کے علم میں چند مزید نئی باتوں کا اضافہ ہوتا ہے وہ ان باتوں سے واقف ہو سکتے ہیں۔ وہ کتاب کے مطالعہ سے قبل لازم اور ملافت تھا لیکن مسلمان کی اہم ترین اور عزیز ترین کتاب "القرآن العظیم" ایک دونوں، پچاسویں بار ختم کرتے ہیں لیکن اس کے حقیقی فیوض و برکات اس کے پیش کردہ علوم و معارف سے بھر بھی محروم ہی رہتے ہیں۔ علاوہ مطالعہ مجالس کو دور اور علم میں اضافہ کرتا ہے! صرف انہما نے اور انہما کے الفاظ پر سے نظروں کا گزار دینا۔ حق تلاوت کو پورا نہیں کر سکتا۔ آج مسلمان قرآن خوان تو ہیں لیکن قرآن داں نہیں۔ حالانکہ قرآن خوانی کے لازمی اور فطری نتیجے کے طور پر انہیں قرآن داں ہونا چاہیے۔ اور پھر قرآن دانی مطلوب ہے کہ مجتہد قرآن خوانی بتو مرجع ناظرہ تلاوت سے قرآن کا ایک علم، ایک علمی نکتہ معلوم نہیں ہو سکتا اور نہ قلب پر رقیق براہی کوئی اثر مرتب ہو سکتا ہے برخلاف اسکے اگر ایک بار قرآن کا ترجمہ خورد و خمر سے پڑھا جائے تو کم از کم سو قرآنی باتوں کا علم حاصل ہو سکتا اور دل کی دنیا میں ایک عظیم اسلامی انقلاب رونما ہو سکتا ہے!

**ترجمہ کی ایک جھلک کا کرشمہ** ایک صاحب کا۔

برسوں سے یہ معمول تھا کہ رمضان المبارک میں تین چار بار قرآن ختم کیا کرتے تھے۔ لیکن دہائی ناظرہ اور بے شعوری تلاوت۔ اور غیر کو بڑی سختی سے جھڑک دیتے۔ ایک مرتبہ انہوں نے سائل کو بڑی نرمی سے ٹال دیا اور خود ہی کہنے لگے کہ آج مجھے سورہ ماعون کا۔ یوں ہی غیر ارادی طور پر ترجمہ دینے کا اتفاق ہوا۔ اب تک میں اس بات سے واقف نہ تھا کہ سائل کو جھڑکنا اور سختی سے الٹا کرنا بھی کوئی گناہ ہے اور ترجمہ پڑھنے کے بعد اس کے علم احساس ہوا، جس کے نتیجے میں پورا اب میں سائل سے نرمی کے ساتھ معذرت چاہتا ہوں۔! یہ ہے قرآن کے ترجمہ کی ایک جگہ سے جھلک کا ادنی سا کرشمہ۔! جس سے ایک بات کا علم ہوا، اور اس پر عمل کا موقع اور توفیق حاصل ہوئی۔ خود کیا جائے کہ اگر پورا قرآن مستفید ہو اور تفسیر کے ساتھ پڑھا جائے تو کیا عالم ہو گا۔؟

**تلاوت کا ثواب** میری ان گزارشات کا سب سے کوئی اجر و ثواب ہی نہیں ملتا بلکہ مجھے یہاں مطلوب

کر لئے گا۔ (تفسیر الطبرانی، ص ۱۶)

اس حدیث کی تفسیر چکرتے ہوئے مولانا مودودی مزید لکھتے ہیں کہ قرآن مجید انہی زبان میں ہونے کے باوجود ایک انسان لکھتے ہوئے، اس کی تلاوت محض اس لیے کرتا ہے کہ اسے اس کے ساتھ غیر معمولی عقیدت، محبت اور جذباتی لگاؤ ہے۔ یہ محض کلام الہی کا اعجاز، تاثیر اور کشش ہے در نہ کوئی انسان کسی ایسی کتاب کا مطالعہ نہیں کرتا جسے وہ سمجھ نہ سکتا ہو۔ آخر وہ وضاحت کرتے ہیں۔

اس کا یہ مطلب ہے نہ لکھا جائے کہ ایسے آدمی کو قرآن سمجھنے اور سمجھنے کے قابل ہونے کی کوشش نہیں کرنی چاہیے۔ یہ کوشش تو اسے لازماً کرنی چاہیے۔ لیکن جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اگر قرآن کسی کی سمجھ میں نہیں آ رہا ہے تو اس کا پڑھنا فضول اور بے فائدہ ہے تو یہ بات غلط ہے۔ یقیناً قرآن مجید بے سمجھ پڑھنے کا بھی فائدہ ہے۔ (فضائل القرآن)

### بقیہ: مولانا سید اختر حسین میاں صاحب ۲

کرب فیض کیا جو ملک اور بیرون ملک دینی خدمات معروف ہیں ان میں بہت سے وہ مشاہیر اب بفضل و کمال ہیں جو عالمی دنیا میں نمایاں مقام ہے۔ اور یہ سب حضرات کے لیے نفع و جات کا سبب بن رہے ہیں۔ انشاء اللہ ان حضرات کے ذریعہ ایک عالمی فیض آج بھی جاری ہے آپ کے جدو ظاہری کے سامنے سے ہٹ جانے سے آپ کا دعائی اور دعویٰ فیض منقطع نہیں ہوا ہے اور یہی چیز یہاں تک ان کے لیے دہرے شکم ہے۔ تقریباً تیرہ چودہ ماہ سے آپ شدید بیمار تھے، اتنی طویل بیماری کے دوران جو تکلیف آپ نے اٹھائی یقین ہے وہ بھی آپ کے بے اضافہ خدمات ہی بنی ہوگی، انشاء اللہ۔

یکم ذی الحجہ ۱۴۰۹ھ جبکہ آپ کی عمر ۸۱ برس کا طویل فاصلے پر رہی تھی آپ نے وفات پائی۔ سننے والوں نے اس بزرگ حیرت و غم کیساتھ سنا اور ہم ایڑی کے آگے سرخ رکھ کر دھڑکتے متقلین و متوسلین کے ایک جم غفیر نے آپ کو آپ کے آبائی قبرستان میں خیرت میاں محمد شاہ کے پانچویں آسودہ رحمت کیا و اللہ رحمۃ واسعہ اُن کی فات سے ایک دو راویا تک تاریخ کا فاتح ہو گیا دینی و دنیوی طعنیں بہت دیر محسوس کیا جانے والا ایک غلام یا ہو گیا و بعد از دینی اور دنیوی و تاریک ایک تصویر نگاہوں سے اوچھل ہو گئی دینی و دنیوی

اور اس کے کوئی دخل نہیں پڑتا تاہم ان کی گزارش میں کوئی فرق نہیں تھا کہ ان کی اس سیر پر نہیں دیکھا کہ کتنے ملے جگتے ہیں کہ انہی لوگوں کی اس سیر میں بعض لوگ ایسے فرد ہوتے ہیں کہ ان کے ساتھ ایک دنیا، رخصت ہو جاتی ہے مولانا مرحوم کے ساتھ بھی یہی صورتی خصوصیات تھیں جن کی ہم اب ان خصوصیات کو نگاہ میں نہ لیتے۔ ان سطور کے ختم ہونے آگے وفات کی بوقت پیش آنی والے دو واقعات کا ذکر بہت مناسب معلوم ہوتا ہے جن سے آپ کی عزت اللہ مقبرت کی کاہلی اعزاز ہو گا اور عاتقہ بالاسمان کی بشارت بھی اس کے کھسکیں گے۔ ہر دو واقعات کے راوی آپ کے قریبی عزیز ہیں جو اور میر ہیں اور جن کی روایت پر بلا تکلف اعتماد کیا جاسکتا ہے۔ انتقال سے تقریباً دو مہر گھنٹہ پہلے آپ کے ایک عزیز تیار دار جو آپ کے پاس موجود تھے انھوں نے اچانک تیرسم کی خوشبو کا احساس کیا یہ سمجھتے ہوئے کہ کہیں یہ میرا دم نہ ہو گھر کے دوسرے افراد کو اس طرف متوجہ کیا اس پر گھر کے متعدد افراد نے بھی اس کی شہادت دی کہ یہ کوئی دم نہیں ہے بلکہ واقعی نہایت خوشگوار دم کی پراسرار خوشبو پورے کمرے میں پھیلی ہوئی ہے پھر دیر تک خوشبو محسوس کی جاتی رہی جب کہ وہاں اس پاس کسی کی کوئی خوشبو موجود نہیں تھی آپ کی توجہ پورے اسکے کیا ہو سکتی ہے کہ یہ ملائکہ الرحمت کی آئینہ جو ایک مومن صالح کے استقبال ادا اسکے اعزاز اور ان کے طہ پور و پروردہ خوشبو کی کیساتھ ہوتی تھی دوسری روایت یہ ہے کہ جب آپ انتقال ہو چکا اور تھا اس پاس موجود افراد کو یقین ہو گیا کہ درحکم کا تعلق اس سے ٹوٹ چکا ہے تو دیکھا گیا کہ انتقال کے بعد تقریباً ایک ڈیڑھ منٹ تک آپ کی زبان کھلی رہی اس طرح حرکت کر رہی تھی جسطرح کھڑکی تھیں کے وقت حرکت تھی اس واقعہ کو بھی کئی اصحاب نے دیکھا اور اسی طرح دیکھا یہ واقعات ظاہر نہیں کیے ممکن ہے تعجب خیز ہوں لیکن صاحب بعیرت لوگ جانتے ہیں کہ جو اصحاب قطع مع اللہ کی دولت سے محروم رہتے ہیں حق تعالیٰ شانہ کا معاملہ ان کے ساتھ بعض خصوصیات کا حامل ہوتا ہے بہت سے اولیاء اگر ان کیساتھ اس قسم کے واقعات کا پیش آنا تو اترتار نیم کے صفحات میں منقول ہے، حضرت میاں صاحب جو نسبت اعتبار سے سید تھے اور پوری عمر عرصہ کی خدمت میں مشغول رہے اور ایک طویل عرصہ پورے اعلاص و دیانت، بے نیازی اور عالمانہ استغناء کیساتھ گزار دیا یہ فیض خانی دین کیساتھ اگر حق تعالیٰ شانہ نے اپنے مخصوص فضل کا معاملہ فرمایا تو اس میں حیرت کی کیا گنجائش ہے؟ خَالِصُ الْفَضْلِ اللَّهُمَّ لَوْ تَبِعْنَا مِنْ كَيْسَا كَا۔

سعدی کی زبان میں یہ کہتے ہوئے ان سطور کو ختم کرتا ہوں۔

خدا یا برآں تربیت نامداد

ہر فضیلت کے باران رحمت ببار

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی

## سوال و جواب

# سائل و مسائل

۱۔ کیا معاشی وجود سے منع حمل صحیح ہے؟ ۲۔ کیا حضرت آدم کے ہم کی ساخت موجود انسان جیسی تھی؟

سوال۔ عرض یہ ہے کہ میں اپنے ایک عزیز کے درخواست کا نقلی بخش طور پر زندہ سکا۔ ازراہ کمرہ نہائی فرمائیں، اعتراضات یہ ہیں۔

۱۔ ”مولانا نے قرآن مجید کی آیت۔ وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ غَشِيَةً ۖ أَمْلَاقِي مَا كُنْتُمْ تَدْعُهُمْ ۚ وَإِنَّا لَنَكُونُ بِمَا تَعْمَلُونَ كَانِ خَطَا كَبِيرًا ۚ (یونس ۳۱) کی تفسیر میں انصاف سے لکھا نہیں آیا۔ اور اس آیت کی تفسیر میں اپنے سیاسی مقاصد حاصل کرنے کے لئے غلط فہم کیا لایا ہے۔ کیونکہ آیت میں قتل کرنے سے منع کیا گیا ہے اور قتل کسی کو کیا جاسکتا ہے جس میں جان ہو، جب کہ جان اس جرگے میں اسی وقت پڑتی ہے جب دم مادر میں دو مخالف جرگوں کا ملاپ واقع ہوتا ہے اور ایک جاندار بننے وجود میں آتی ہے۔ چونکہ انفریکشن کو روکنے کے طریقے عاک طور پر مذکورہ ملاپ سے پہلے ہی عمل میں آجاتے ہیں، لہذا اس جرگہ قتل کیا معنی اس کا وجود یا جاندار بننے نہ ہو۔“

۲۔ ”دارون کے نظریہ ارتقاء کے مخالفین نے، اس نظریے کی مخالفت محض اس تصور اور عقیدے کی بنا پر کی ہے کہ انسان آدم کی اولاد ہے اگرچہ عقیدہ درست ہے۔ لیکن آپ کے پاس اس بات کو جاننے کا کتنا مستند ذریعہ ہے کہ حضرت آدم کے جسم کی ساخت و بناوٹ وہی ہوگی جو کہ موجودہ انسان کی ہے لیکن ہے کہ حضرت آدم کا اللہ تعالیٰ نے جس شکل

میں پیدا کیا وہ دارون کے نظریہ کے مطابق ہی ہو یعنی اس وقت کا انسان CELLULAR صرف فرق اتنا ہی ہو کہ آپ سے آپ وجود میں آیا ہو مگر اللہ تعالیٰ کے حکم سے وجود میں آیا ہو اور بتدریج ترقی کرتا ہوا موجودہ انسان کی شکل کو پہنچا ہو۔“

جواب۔ آپ نے اپنے عزیز کے جو اعتراضات پیش کیے ہیں، ان کا جواب درج ذیل ہے۔

۱۔ آپ کے عزیز نے سورہ بنی اسرائیل کی آیت ۳۱ کو بہ غلط فہم نہیں پڑھا بلکہ جو خیالات ان کے ذہن میں پہلے سے جمے ہوئے تھے انہیں کی بنیاد پر آیت سے یہ نتیجہ نکال لیا کہ اس میں صرف قتل اولاد سے منع کیا گیا ہے، حالانکہ اس آیت میں قتل اولاد کو کسی خطا قرار دینے کے ساتھ اس کے عکس، یعنی خوف افلاس، کو بھی غلط قرار دیا گیا ہے اور ساتھ ہی یہ الفاظ لکھے کہ ”ہم انہیں بھی رزق دیں گے، اور تمہیں بھی“ اس امر کی طرف اشارہ کر دیا گیا ہے کہ خوف افلاس، جو قتل اولاد کا محرک بنتا ہے دراصل خدا کی رزاقی پر اعتماد ہے، ورنہ یہ اعتماد موجود ہو تو وہ افلاس کا خوف تمہیں لاحق ہوگا اور رزق اولاد کو قتل کر دو گے۔ اس بات کی تشریح میں نے اپنے حاشیہ میں کی ہے جس پر غور کرنے کی زحمت آپ کے ان عزیز نے نہیں اٹھائی، اس میں بھی کہا گیا ہے کہ عمل کو روکنا قتل اولاد ہے مگر کہا گیا ہے کہ خوف افلاس سے پہلے قتل اولاد اور اس کا

دوسرے صفات صاف اہل ہدایت والوں کے لیے ہیں جو کہ  
مسلمانوں میں شامل رہ کر سائنس فریب دنیا کا کتب گھر بنیں۔

## کیا کا عمل صالح براہِ جہنم کا مستحق ہے

**سوال:** گزارش ہے کہ اس بندہ عاجز کے ایک شخص دوست جو  
دنیا خیال کے آدمی ہیں، اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ جو شخص بھی اپنے  
رب کے فضل کے لیے کوئی نیک عمل کرے، مثلاً مظلوم کی حمایت، غریب  
کا مدد، مسافر کی خدمت، کسی بیمار کی تیمار داری، تودہ اپنے رب کے  
پاں حوروں پر اپنے گناہ آخرت کی اجارہ داری مسلمانوں کے لیے  
خصوصی نہیں۔ اللہ رب العالمین ہے، صرف مسلمانوں کا خدا نہیں بلکہ  
سگسان ہے کہ ہر مذہب کا پروردگار، مثلاً عیسائی، ہندو، بدھ وغیرہ  
اگر حاضرت سے مل کرے، یعنی دنیا کاری مقصود نہ ہو تودہ آخرت  
میں جزا پائے گا۔ میں ان سے متفق نہیں، اور قرآن مجید کی بعض آیات کا  
حوالہ دیتا ہوں کہ ایمان لانا بھی قبولیت عمل کے شرط ہے۔ مثلاً سورہ  
نحل، ۹۷، سورہ طہ، ۱۲، سورہ انبیاء، ۹۳۔ مگر وہ مطمئن نہیں ہوئے میں  
نے ان سے عرض کیا کہ تم اہل اسلام اس بات پر متفق ہیں، انھوں نے جواب  
دیا اہل اسلام عموماً انتہا پسند ہیں۔ پھر وہ آپ کے متعلق کہنے لگے کہ مرانا  
مودودی صاحب، متوازن ذہن کے عالم ہیں اور ان کی سوچ انتہا پسندانہ  
نہیں، آپ اس مسئلہ کا فیصلہ ان سے پوچھ دیجیے۔ چنانچہ یہ عرض ارسال  
خدمت ہے۔ وضاحت کے لیے ایک اہل اہل بات کہنے کی اجازت چاہتا  
ہوں، وہ یہ کہ اگر ایک ناسق مسلمان نیکی کرے تودہ قبول، اور وہی نیکی  
یا اس سے بہتر نیکی اگر ایک غیر مسلم کرے تودہ مسترد۔ اللہ ایسا جانبدار نہیں  
ہو سکتا، یہ اس کی شان بندہ بردی کے خلاف ہے۔

## جواب:

آپ کے دوست اگر اس مسئلے کا جواب قرآن  
سے چاہتے ہیں تودہ اس باب میں بالکل مرہج ہے کہ کافر کے اعمال خواہ  
اچھے ہوں یا بُرے، وہ محض اپنے کفر کی بنا پر مذاتِ مہم کا مستحق ہے۔  
آپ نے سورہ نحل، سورہ طہ اور سورہ انبیاء کی جو آیات ان کو سنائی  
ہیں، وہ اگرچہ مطمئن نہیں ہوئے لیکن قرآن سے زیادہ مرہج اور مضطرب آیات  
قرآن میں موجود ہیں جو پوری وضاحت کے ساتھ یہ بتاتی ہیں کہ اللہ اور  
اس کے رسولوں اور اس کی آیات اور دوزخ آخرت پر ایمان میں سے کچھ

کچھ ایک ہو جائے گا اب صراطِ ولایت کی ایک سہولت بنا ہو جائے  
اور حقے ناشی ذرائع کی کٹنگ کے اندیشے سے آخری شکل مسلسل  
ہو کہ دنیا بھی اس آیت کی روش سے غلط ہے۔

۴۔ آپ کے عزیز نے معاف کریں اگر میں یہ کہوں کہ وہ قرآن سے  
زیادہ ڈارون کے معتقد ہیں۔ اسی وجہ سے انھوں نے یقین آدم کے  
متعلق قرآن کے تمام بیانات کو نظر انداز کر کے ڈارون کی رائے کے  
مطابق حضرت آدم کا واحد الخلیفہ، سائلِ امت

CELLULAR MOLECULE . (UN) ہونا اور او

مہربانی ہم قرار دینے سے احتراز کرتے ہوئے صرف ممکن ہے، ٹھہرا  
ہے، اور مجھے سوال کیا ہے کہ آخر تمہارے پاس یہ جانتے کا کونسا  
مستند ذریعہ ہے کہ حضرت آدم کے جسم کی ساخت ویسی ہی تھی، جیسی  
موجودہ انسان کی ہے؟ میرا جواب یہ ہے کہ اگر صاحبِ موصوف کے  
نزدیک قرآن مجید کا کوئی مستند ذریعہ نہیں ہے تو ان سے بحث لامتناہی  
ہے، کیونکہ محض نقلِ حقیقت سے آدم کے جسم کی ساخت کا موجودہ انسان  
کی ساخت جیسا ہونا بھی اسی طرح ممکن ہے جس طرح اس کا واحد  
الخلیفہ، سائلِ امت، ہونا ممکن ہے۔ اس میں جب دروں برابر ہیں  
ادکسی ایک دوسرے پر ترجیح دینے کے لیے کوئی مستند ذریعہ  
نہیں ہے تو خواہ مخواہ بحث میں دقت کیوں ضائع کیا جائے؟ لیکن اگر وہ  
قرآن کو علم کا مستند ذریعہ مانتے ہوں تو پھر ویسی سی زحمت اٹھا کر سورہ  
بقرہ، آیات ۳۰ تا ۳۹، سورہ اعراف، آیات ۱۱ تا ۲۵، سورہ  
حجرات، آیات ۲۶ تا ۴۴، سورہ نوح، آیات ۶۱ تا ۶۵، اور سورہ  
طہ، آیات ۱۱۵ تا ۱۲۳۔ بطورِ برہان اور ڈارون کے نظریے کو  
نگاہ میں رکھ کر پڑھیں، کیا ان کی عقل یہ تصور کر سکتی ہے کہ قرآن کی ان  
آیات میں جو کچھ حضرت آدم کے متعلق بیان کیا گیا ہے وہ ایک واحد  
الخلیفہ صالے پر راست آتا ہے؟

۱۔ اس کے ساتھ میں ایک بات اور بھی آپ کے عزیز سے  
کہنا ضروری سمجھتا ہوں۔ اگر وہ قرآن کو علم کا مستند ذریعہ نہ سمجھتے  
ہوں، تو ان کی اپنے ضمیر اور اپنے اخلاق اور اپنے معاشرے کے  
ساتھ اس سے بڑی کوئی بے انصافی نہیں ہو سکتی کہ وہ لوگوں کے  
سامنے اپنے آپ کو مسلمان کی حیثیت سے پیش کریں، ایک  
راست باز انسان کا یہ کام نہیں ہے کہ وہ سچے دل سے لے کر اسلام کا کاف









بے مضامین کا ہنگامے سے متعلق ہو کر اپنی شخصیت کو کھونا نہیں چاہتا انکار کر رہی، شمارہ دسمبر ۱۹۷۶ء ص ۲۲۰ پر شائع ہوا ہے۔ ایک ایسا شخص جو آپ کے فکر اسلامی اور تحریک اسلامی سے متاثر ہو کر آپ کی شخصیت سے دلی تعلق رکھتا ہے اور آپ کے انکار اور شخصیت پر اپنے طور پر قلمی کام بھی کر رہا ہے، استدعا کرتا ہے کہ ان امور کی وضاحت کر کے ممنون فرمائیں۔

- ۱۔ کیا واقعی ایسا دعوت نامہ طلب کیا گیا؟
- ۲۔ کیا مذکورہ دعوت نامہ مہیا کر دیا گیا؟
- ۳۔ دعوت نامہ مہیا ہونے کی صورت میں کیا واقعی قلمی کے ساتھ معذرت کا اظہار کیا گیا؟

جواب:۔ آپ کے مفصل سوال کا نہایت مختصر جواب یہ ہے کہ ماہنامہ انکار کراچی کی جو بات آپ نے نقل کی ہے اس کا ایک فقہی سچ نہیں ہے۔ سخت حیرت ہوتی ہے کہ لوگ کس جرات کے ساتھ جھوٹ لکھتے اور پھیلاتے ہیں اور اس بات کو بھول جاتے ہیں کہ کوئی آخرت بھی ہے، جہاں جا کر انھیں اپنی ان الزام پر وازیر کے جواب دی کرنی ہوں گی۔

### کیا خفیہ کے مقدرات کا کسی مذہبی فقیر فیصلہ کیا جاسکتا ہے؟

سوال:۔ اگر مفتی اور شافعی نقطہ نظر کے درمیان اختلاف ہو تو کیا فردی ہے کہ خفیہ کے معاملے میں صرف مفتی نقطہ نظر ہی قبول کیا جائے؟ اور خاص کر جہاں عدالت اس رائے پر پہنچے کہ شافعی نقطہ نظر زیادہ وزن دار ہے؟

جواب:۔ اس سوال کے دو پہلو ہیں، ایک اصولی و دوسرا عملی۔ اصولی حیثیت سے اگر قاضی کسی مسئلے کی تحقیق کرے کہ اس نتیجہ پر پہنچے کہ اس خاص مسئلے میں مفتی مذہب کی بہ نسبت شافعی یا مالکی یا حنبلی مذہب کے دلائل کتاب و سنت کی رو سے زیادہ مضبوط ہیں تو وہ صرف اس کے مطابق فیصلہ کرنے کا مجاز ہے بلکہ راجح مذہب کو ترجیح کر مروجہ مذہب پر فیصلہ کرنا جائز نہیں ہے لیکن عملی حیثیت سے اس میں چند و چند مشکلات ہیں۔

اولی تو ہمارے ملک میں دوسرے مذاہب کی مبسوط کتابیں

ماہنامہ ۱۵۰ صفحہ کی وضاحت کر دی تھی کہ اگر وہ زبان کی رعایت سے آیت ۶۱ کا ترجمہ پہلے کر دیا گیا ہے اور آیات ۵۷ تا ۶۰ کا ترجمہ بعد میں درج کیا گیا ہے۔

سورہ قیامت کے حاشیہ ۲۳ کو اگر آپ سورہ بقرہ کے حاشیہ ۱۵۵ اور سورہ آل عمران کی آیت ۱۵۸ کے ساتھ چھپیں تو یہ بات واضح ہو جائے گی کہ شہد کی حیات اصل میں برزخی حیات ہی ہے ورنہ جسم و روح کی متحدگی کے اعتبار سے جس طرح دوسرے لوگوں پر موت وارد ہوتی ہے اسی طرح شہدار پر بھی وارد ہوتی ہے اسی لئے ان کی میراث تقسیم ہوتی ہے اور ان کی بیوہ کا نکاح ثانی جائز ہے لیکن انکو مرہ کہنے سے جس بنا پر منع کیا گیا ہے وہ اوپر میں بیان کر چکا ہوں۔

## ایک مرتع جھوٹ

سوال:۔ کراچی سے شائع ہونے والے ایک ادبی ماہنامہ "انکار" دسمبر ۱۹۷۶ء کے شمارہ میں ریاضی حدیقی صاحب کا ایک مضمون بر عنوان "قائد اعظم" ایک عہد ساز شخصیت، شائع ہوا ہے اس مضمون کی آخری سطروں میں صاحب مضمون نے، جماعت اسلامی اور قائد اعظم کے ذیل عنوان سے لکھا ہے۔

قائد اعظم نے ۱۹۳۹ء میں راجہ صاحب محمود آباد اور قمر الدین کو اختیار دیا تھا کہ وہ مولانا مودودی اور علامہ عنایت اللہ مشرقی کو مسلم لیگ میں شمولیت کی دعوت دیں۔ مسلم لیگ کا جلسہ ہونے والا تھا، قمر الدین نے اس مسئلے پر مولانا مودودی سے رابطہ قائم کیا، مولانا مودودی نے مسلم لیگ کے جلسہ میں شرکت اس شرط پر منظور کر لی کہ قائد اعظم اپنے دستخطوں سے ان کے نا بدعوت نامہ جاری کریں، اس وقت تک مسلم لیگ میں رسمی دعوت ناموں کے اجراء کا طریقہ رائج نہیں تھا۔ تاہم قمر الدین خود آدھی گئے اور کسی رسمی طرح مطلوبہ دعوت نامہ حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے، مولانا مودودی و قمر الدین کے باوجود مسلم لیگ کے جلسہ میں شرکت نہیں ہوئے اور قمر الدین نے غلطی کے ساتھ معذرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ میں کسی نا اہل جماعت سے تعلق قائم کرنا پسند نہیں کرتا جو اسلام کی نمائندہ جماعت نہ ہو مسلم لیگ میں شرکت کرنے والے بعض نام کے مسلمان ہیں اور میں اس

نہیں تھیں، جس سے ان کے دلائل پوری طرح معلوم کیے جاسکیں اور ایک مسئلے سے تعلق رکھنے والے تمام وجوہات سامنے آجائیں، جنہیں کسی دوسرے مذہب کے مطابق فیصلہ کرتے ہوئے غلط دیکھنا چاہیے۔

دوسری شکل یہ ہے کہ احادیث اور ان کی شرحوں اور اسماء الرجال کا لہجہ ذخیرہ کسی عدالت کی لائبریری، یا کسی پبلک لائبریری یا کسی یونیورسٹی کی لائبریری میں موجود نہیں ہے۔ تاکہ ایک مذہب کی فقہی کتابیں جن روایات کے حوالے دیتی ہیں ان کے درست یا نادرست ہونے کا فیصلہ کرنے کے لیے اصل ماخذ سے رجوع کیا جاسکے۔

تیسری شکل یہ ہے کہ فقہ حدیث کی تمام کتابیں عربی زبان میں ہیں اور ہمارے ملک کے حکام عدالت اور وکلاء، خواہ وہ عربی زبان سے بحیثیت زبان بخوبی واقف ہوں، انہوں نے اس خاص زبان کی باقاعدہ تعلیم حاصل نہیں کی ہے۔ جو فقہ، اصول فقہ، حدیث اور اصول حدیث میں استعمال ہوتی ہے، ان مضامین کی باریکیوں کو سمجھنے کے لیے محض عربی زبان کا علم کافی نہیں ہے، بد قسمتی سے ہمارے ہاں کے لکچروں میں اسلامی قانون کی کا حقہ تعلیم کا اب تک کوئی انتظام نہیں کیا گیا ہے۔

چوتھی شکل یہ ہے کہ اگر کوئی عدالت عالیہ تحقیق کا حق ادا کر کے حنفی مذہب کے بجائے کسی دوسرے مذہب کے مطابق فیصلہ کر دے تو یہ ماتحت عدالتوں کے لیے ایک اصولی نظر بن جائے گی اور اجتہادی اہلیت کے بغیر دوسرے مذاہب فقہ کے مطابق فیصلے کرنے کا دروازہ کھل جائے گا۔ ہمارے ملک کی عام آبادی حنفی ہے اور یہاں کے علماء اسی مذہب سے واقف ہیں بلکہ اس مذہب کی پیروی کے سخت پابند ہیں، اس لیے یہ پوزیشن کم بنا پر جب جھوٹی حدیثوں سے حنفی فقہ کے خلاف فیصلے صادر ہونے لگیں گے تو اس پر ہنگامہ برپا ہو جائیگا۔

ان تمام باتوں کو نگاہ میں رکھتے ہوئے میں یہ مشورہ دینا مناسب سمجھتا ہوں کہ اس معاملے میں بڑی احتیاط کی ضرورت ہے،

## غرق ہونے والے فرعون کی لاش

سوال۔ اگر فرعون کی لاش کو تازہ کرنا ضروری ہو تو اس کا طریقہ کیا ہوگا؟

پبلک جلیک رفرنس، آیت ۱۳ کے مطابق فرعون کی لاش ایک دو ہفتے بعد لڑائی کے علاوہ پوری طاعون مری اس آیت کے تحت فرماتے ہیں کہ جوہرہ عمر میں دو ہفتے والے فرعون کی لاش تین ہفتے میں مل گئی تھی۔ اور مقتضی نے کئی شواہد کی بنا پر اعلان کیا تھا کہ لاش اسی فرعون کی ہے لیکن علامہ نے ان شواہد کا ذکر نہیں کیا۔ آپ نے صرف ایک شہادت یعنی سمندری نمک کا ذکر فرمایا ہے جو فرعون کے بدن پر پایا گیا تھا۔ اگر آپ کو باقی شہادتوں کا علم ہو یا کوئی ایسی کتاب معلوم ہو جس میں ان شواہد کا ذکر ہو تو ازراہ کرم مطلع فرمائیں۔

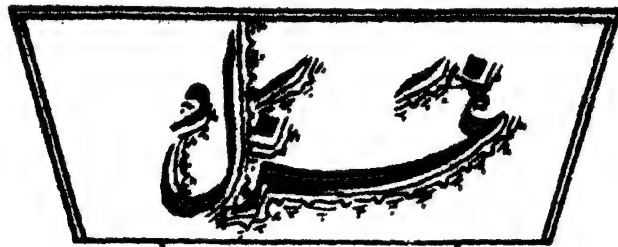
آپ نے فرعون کے جسم پر سمندری نمک کا ذکر فرمایا ہے کیا اس کی محمی موقوف شدہ نہیں تھی؟ اگر تھی تو سمندری نمک کیسے باقی رہ گیا تھا۔؟

کیا یہ نقش کسی ہر سے ملی تھی یا معمولی قبر سے؟ اور یہ مقام کہاں ہے؟ قاہرہ سے کس طرف ہے اور کتنا دور ہے؟

جواب:۔ فرق شدہ فرعون کے بارے میں زیادہ تر معلومات جے LOUIS. GOLPING کے سفرنامے IN THE STEPS OF MOSES. THE LAW GIVER سے حاصل ہوئی ہیں اس نے اپنے تحقیقاتی سفرنامے میں لکھا ہے کہ فرعون دسویں دور دراصل وہ فرعون تھا جس کے زمانے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تھے اور بنی اسرائیل پر جس کے مظالم مشہور و معروف ہیں اسی لیے اس کو PHARAOH. OF. PERSECUTION کہا جاتا ہے اور جس فرعون کے زمانے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام پیغمبر بنا کر بھیجے گئے تھے اور جو بحر اعراب میں غرق ہوا۔ وہ دسویں کا بیٹا MENEPTAH تھا۔

داسا نیکیو پید یا برٹانیا میں اس کا نام MERNEPTAH لکھا گیا ہے گوڈنگ کی کتاب اور برٹانیکا کے مضمون EGYPT دونوں میں لکھا ہے کہ تھیس THEBES میں اس کے MORTUARY. TEMPLE سے ایک ستون ۱۸۹۶ء میں FLINDERS. PETRIC کو ملا تھا جس پر اس نے اپنے عہد کے کارنامے گنائے تھے۔ اسی ستون میں پہلی مرتبہ مصر میں اسرائیل کے وجود کی تاریخی شہادت ملی برٹانیکا کے مضمون MUMMY میں ذکر ہے کہ ۱۹۰۶ء میں انگریز باہرہم مشنریج SIR. GRAFTON. ELLIOT. SMITH نے مہین کو کھول

کھول کر ان کے حتماً تحقیق شروع کی تھی۔ باقی جرم



مولانا عامر عثمانی ۴۷

اس درجہ پائمال نہ ہوتے جفا سے ہم      لوٹے گئے سیاست مہر و وفا سے ہم  
باقی ہی کیا رہا ہے تجھے مانگنے کے بعد      بساک دعا میں چھوٹ گئے ہم دعا سے ہم  
یہ کیا کہا جنوں ہے محبت کی انتہا      اے بے خبر چلے ہیں اسکا تہا سے ہم  
مانا کہ دل کو تیرے نہ ملنے کا غم رہا      صد شکر بچ گئے طلب ماسوا سے ہم  
کھیا ربط ہے کہ فرقی مراتب کے باوجود      بے آسرا سے آپ ہیں بے آسرا سے ہم  
جس آستان کو ہم سے ملیں لاکھ عظمتیں      واحسرتا اسی پہ کھڑے ہیں گدا سے ہم  
التونے رقیب کو رضوان بنا دیا      آغوش خلد میں بھی رہے بے عزت سے ہم  
ڈالی تھی اس نے ایک اچھتی ہوئی نگاہ      برسوں رہے خود اپنے لیے لاپتہ سے ہم  
رحمت کے لعل و لب پہ پسینہ سا آگیا      گرداب معصیت سے بٹے تھوڑے سے ہم

عامر و فا کے قفس رنگیں پہ خاک ڈال  
بے طہر و بد گمان ہیں نام و فنا سے ہم

## غزل

سورج کی طرح اپنے ہی محور میں قید ہوں  
 صد یوں ہے روشنی کے سمندر میں قید ہوں  
 سر سے گزرتی جاتی ہیں لمحوں کی آنکھیاں  
 میں ہوں کہ ماہ و سال کے پکر میں قید ہوں  
 کیا کیا نہ سوچتا ہوں فردا کے باب میں  
 ہلا نکہ جانتا ہوں مقدر میں قید ہوں  
 شاید مرا وجود تھا اک حصہ زمیں  
 میں خاک ہو کے بھی اسی پکر میں قید ہوں  
 چاہوں تو کائنات کے غم کو چھو نکروں  
 تم کیا سمجھ رہے ہو کہ تمہیں قید ہوں  
 کب تک نہ آؤں زیست کی یکسانیت تنگ  
 روز ازل سے ایک ہی پکر میں قید ہوں

طاہر میں اک جزیرے کی مانند آج بھی

## غزل

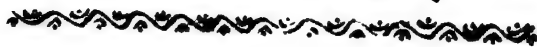
گو ہر شعر کوئی ڈھونڈ نکالا جائے  
 آج پھر فکر کے دریا کو لھنگا لا جائے  
 اس کڑی دھوپ کو مر سے مرٹا لا جائے  
 رات آئے کہ نہ آئے یہ اجالا جائے  
 دوستوں میں گل تحسین کے لائق نہ سہی  
 کم سے کم سنگِ ملامت ہی اچھلا جائے  
 مٹھیاں کھول کے چل بھاڑ کے دامن کو گزر  
 مجھ کو ڈر ہے تو کہیں مار نہ ڈالا جائے

مجھ کو آداز دو یا خود کو پکارو طاہر

اس کو پردے سے بہر طور نکالا جائے

میاں ملا ابن العربی مکی

## مسح سے میخانے تک



سانچے کے بزرگ ایک خبر کو اس طرح آباد کیے ہوئے ہیں کہ ہر صاحب عقل و نیچے اور دیکھتا ہی رہے۔ انکا قدرتی نام تو نور الہدیٰ ہے مگر عوام و خواص میں صوفی بددعا ہونے کے نام سے مشہور ہیں۔ قد کو تاہ، رنگ سیاہ برسیا، جسم فریبی اور گولائی لیے ہوئے اور پیٹ کی جگہ ایک قلمی نشان گنبد نما توند، پیشانی تنگ در تنگ، سر کے بال اتنے کثیر کہ اگر ٹولی گر جائے تو پیوں کے قبضہ و کعبہ محسوس ہوں۔ مونچھیں اتنی گھنی کہ پہلی نظر ڈالنے سے یہ گمان ہوتا ہے کہ جیسے کہ ہونٹوں کے دونوں سامنے پردہ اہا بیل بھیجے ہوں ڈاڑھی ہر گز کی چٹاؤں کی بنا پر، دھریں اور ہر قسم کی تراش و تراش سے بے نیاز اپنی مرضی کی آپ مالک۔ آزاد۔ چندوستان میں اپنی آزادی کا پورا پورا ناکندہ ملٹھائے ہوئے جدھر جی چاہتا ہے بڑھتی جلی جاو ہی ہے۔ مختصر یہ ہے کہ دارمی کے نام پر بھاڑنا بالوں کا ایک ایسا سلسلہ جیسے پر قائم ہے کہ جسے دیکھ کر حضرت آدم علیہ السلام کا یہ شعر یاد آتا ہے۔

ذرا دارمی بچا کر شیم جی بڑی کو سگ لگانا

کہیں ایسا نہ ہو چہرہ جبرائیل طوطا جی

بہر حال آپ بزرگ خود پہنچے ہوئے بزرگ، حب کرامت صوفی، اور بے شمار مریدوں کی قسمت کے

جس طرح برسات کے موسم میں مینڈک، سہراؤں میں ماشق اور الیکشن کے زمانے میں خیتاؤں کی بھرمار ہوتی ہے، اسی طرح آجکل پریٹ پرست، دسترخوان پسند خود ساختہ پیر، عورت اور جنس نواز مولوی اور قوالی و رقص پسند صوفی جو دراصل صوفی کم اور ٹولی زیادہ ہوتے ہیں قریب قریب گراؤں بگاڑوں کیڑے مکوڑوں کی طرح رہنیتے نظر آتے ہیں ان کے رہنے کا مقصد ہوائے اسی کے کہ نہیں ہوتا کہ کوئی قسمت کا سارا لک سے مرید ہو کر اچھا آخرت بھی واؤپر لگا دے اور دنیا بھی لپٹے اس دھندلا شہر یک مقصد کے لئے خدا کی یہ عجیب و غریب مخلوق جو غریب کم اور عجیب و غریب زیادہ ہوتی ہے، طرح طرح کے حربے استعمال کرتی ہے

کوئی حق بھوت اتارنے کا اسپشاسٹ بن بیٹھا تو کسی نے جگہ کش اور سنت پسندی کا ڈھونڈ رکھا یا کسی نے کوئی مزار اپنے نام الاٹھ گراڈ والا تو کسی نے لہجہ میں، جھانے اور حقے دے دیمبر اپنے احمق مریدوں کے دیلیے میں جلی کو متوں کا پردہ پگندہ مشرودع کر دیا کسی نے گمراہ لہجہ میں زب قن کر کے رنگ برنگے چھروں کی مارا سکے میں ڈالی اور پتیل کی بانسری بغل میں دبا کر کل کھڑے ہوئے کسی بڑے ہمارے کے لیے من العود الی الشہرہ، اور سے دور کچوں جانیے خود میرے پردس میں ایک ایسے ہی



یہ کہ جسے میں کہہ جاؤں کہ تم اس کے علم حاصل کر سکتے ہو  
پر اس کی کتب پر علم کا وجہ سے قادیان اور دہلی پر ہے  
گندے شہروں نے ہم لیا ہے۔

موتی پور میں سب سے بڑی خرابی اور بقرول بولی  
گندے کے سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ اختلاف ناک  
کوئی چیز برداشت نہیں کر سکتے۔ بس ان کی ہاں میں ہاں ملنے  
پر ایک دوسرے کی کہیں تو اس کی تائید میں سیاسی سرگرمی  
جیسے کو ہر طرح مانیت رہے گی، ورنہ فتنہ و فساد کا خطرہ  
یقینی۔

اگر میری سمجھ میں ان سے بحث ہو جاتی ہے تو بحث  
سے ٹرپ کا ایک نئی دنیا بیت کا فتویٰ کچھ مارتے ہیں۔ کبھی  
کبھی بات زیادہ بگڑ جاتی ہے اور وہ مجھے مشرک قرار  
دینے کے لیے اپنی ہر صلاحیت تباہ کر ڈالتے ہیں۔ کل  
ہی کی سنیوں وہ ترکے ہی غریب خانہ پر آسکتے اور  
اپنی نسوانی آوازیں انھوں نے ملک ملک کی، میں نے  
پوچھا حضرت مسیح ہی صبح کیوں زحمت گوارہ کی، کیا کسی نئی  
کی تعبیر معلوم کرتی ہے۔

تم کیا تعبیر بتاؤ گے۔ خاک۔

آپ کو معلوم ہونا چاہیے۔ بندہ کھٹے شاہ بھی  
کے طغیان میں اس دور کا سب سے بڑا معتبر ہے۔

بکو اس کرتے ہو، چھ ماہ قبل ایک خواب نہیں سنایا  
تھا کہ ایک ہمیں اس کی تعبیر نصیب نہ ہو سکی۔

خواب بھلا کیا تھا؟

ہم نے دیکھا تھا کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار اناہیا اور سوا ہزار  
فرشتوں کی موجودگی میں ہم تقریر کر رہے ہیں، حوریں  
ارد گرد کھڑی ہمارے تقریر کو ٹیپ کر رہی ہیں اور ایک  
چودہ سالہ لڑکا ان کے لیے ہوئے مستقل ہمارے سامنے  
ٹھہرا ہے اور ہمارے ادب و محبت وہ ادب اطاعت  
کو ملحوظ رکھے ہوئے تھے۔

یہ خواب تو حقیقت کے روپ کبھی کا دھل چکا میں  
نے ملا ملا قادیان نے لکھ لکھ کر دیا۔

بائیں کر کے ایک عید پر عورات کو گواہی کی محفل جتی  
ہے، مقبرہ مزار پر چادری سے لٹکائی جاتی ہیں۔ حاجت  
مندہ لا اور مریدوں کا جھگڑا گنتا ہے اور موتی پور  
کی سب کی آبادی میں اضافہ ہو رہا ہے۔ جب گھر میں  
کا دو ہار منہ چلتا ہے تو مولوی دروے کا پروردگار  
بنا جاتا ہے اور ہر مرید کے دولت کو بے پرہیز  
نہیں ہو کر اس کے ایمان پر بھی ہوئی گرد و غبار کو صاف  
کرتے ہیں جیسا دروان اگر چہ نئے مرید ہاتھ لگ  
جائیں اسے گھلیوں کے دام خیال کیا جاتا ہے۔

جہانگیر علم کی تحصیل کا سوال ہے تو موتی پور  
اسے راز کر رہی قرار دیتے ہیں۔ اس سلسلہ میں ان کے  
وفاقی خاصہ مضبوط ہیں۔ مثلاً وہ فرماتے ہیں، اسے میان  
شیطان طغیان کو دیکھو وہ کتنا بڑا عالم و فاضل اور عبادت  
گزار تھا اسے معلم الکفوت ہونے کا شرف حاصل تھا، اور  
ذہنی پاکوئی گوشہ ایسا نہیں تھا کہ جہاں اس کے علم  
اور اس کی عبادت کے جہے نہ ہوں، مگر اپنے علم کی وجہ  
سے ہر ایک اور بارگاہ خداوندی سے اس طرح مرود  
ہو کر نکال دیا گیا ہے جس طرح پارساں ہم نے جن کی کو  
اس کی سچی سمیت اپنی مجلس خاص سے گریٹر آؤٹ کر دیا  
تھا۔ جنت اس پر ہمیشہ کے لیے حرام کر دی گئی، تو اس کے  
دورانیہ اس کے لیے بند کر دیئے گئے، برباد ہو گیا  
اور یہ سب علم اور غرور علم کی وجہ سے ہوا۔ شیطان کی بات  
چھوڑیے انسانوں میں مولوی سلب الدین بہت بڑی  
مثال ہیں، اپنے وقت کے بہت بڑے عالم تھے، سنا  
ہے کہ صحیح مسٹر ایک ٹانگ پر کھڑے ہو کر حفظ پڑھ  
لیا کرتے تھے۔ فقہ کی تمام کتابیں اور ان میں درج شدہ  
مسائل کے حوالجات انھیں از بر یاد تھے۔ چڑیوں کی الفاظ  
میں عربی زبان میں سناتے تھے اور خوب سناتے تھے  
لیکن اس کا یہ ہوا کہ قادیانی ہر کو مرے اور ایک چادری  
نے ان کی شانہ جوازہ پڑھائی  
اس قسم کے دلائل پیش کر کے وہ اپنے مریدوں سے

ہیں، مجھے خصوصی مہمان کی حیثیت سے بلایا گیا ہے۔ دونوں  
مجرم کے ساتھ تشریف لے گئے تھے۔ خواب میں معاملے  
اور مسئلے صاف ان بھی اصرار کر گئے ہیں کہ شرکت فرد  
کردن۔ مگر اب لاغر ہو گیا چون، کہاں تک عرسوں میں  
شرکت کی جائے۔ مریدوں کی تعداد بھی اب بھی ہزار تک  
پہنچ چکی ہے۔ حاجت مندوں کا ایک میلہ ہر وقت گھر  
کے چار سائے ہوتا ہے۔ یہی آوازیں کالوں میں پڑتی رہتی ہیں  
میاں تو لیز دیکھتے ہیں، میان تو لیز دیکھتے مدت  
سے مقدمہ چل رہا ہے، میان تو لیز دیکھتے بیوی راضی ہو جائے  
غرض کہ خلعت ہے کہ ٹوٹی پڑتی ہے اور میان ملا صاحب  
اگر مخلوق کو فائدہ نہ ہوتا تو کیا میں میری چھ کھٹ پر اگر اپنی  
نائیں گھسا کر نہ کر دیتا تو یہ ہے کہ ان حاجت مندوں  
کی تو بے فیصد آبادی اور لاؤ کی خواہش مند ہوتے ہیں۔ جسے  
دیکھتے ہیں کہتا چلا آ رہا ہے کہ حضرت میرے اولاد نہیں ہوتے ہے  
کوئی تو لیز دیکھتے کہ اولاد کا سلسلہ بند جائے ورنہ ایک تو  
تک ہی پڑے۔ یہ نادان لوگ یہ بھی نہیں سوچتے کہ انجیل  
اولاد کے تو لیز دینا اور دماغ میں کرنا کس قدر خطرناک ہے  
اگر خدا انخواہ حکومت کے علم میں آگیا تو عیسائی بند کر دیں  
اور فرمائے گی اسے حکیم القرآن ہم تو آبادی پر کنٹرول  
کرنا چاہتے ہیں اور آپ ہیں کہ تو لیز دیکر ہمارے پروردگار کی  
کو چوٹ کئے دینے رہے ہیں۔

حضرت! میں نے چوچم کھولی۔ آپ کو تو رنک  
خبر نہیں کہ نس بندی کا کردہ اور مذموم پروردگار کو کا گھریس  
نے چلایا تھا، اسی نے ظلم و جبر کے نئے نئے طریقے ایجاد کئے  
تھے۔ اور اب ظلم و جبر کا وہ دور داستان پارینہ بن چکا  
ہے۔ عوام نے کانگریس کی میت کو اتنی گہری قبر میں اتار دیا  
ہے کہ اب آسمان سیاست پر اس کا بھڑنا حال تو حال ہے  
اب تو جنتا باجی کی حکومت ہے۔ اس حکومت میں بچوں کے  
موسلا دھار پر سننے پر بھی کوئی پابندی نہیں۔ لہذا آپ ایسے  
تولیز ایجاد کر دیکھتے کہ بچے عورتوں کے ساتھ ساتھ مردوں  
کے بھی ہونے لگیں اور مسلمانوں کی آبادی دن دن لوٹات چوکنی

کیا مطلب۔ وہ دھپے مسہرے پر گر  
جائے۔  
خواب کی تعبیر یہ تھی کہ آپ پر وہ مقدمہ دائر ہو گا  
جس کا تصفیہ کچھ ہی سال ہو اسے۔  
پاگل ہو گئے ہیں۔ اس مقدمہ کا اس خواب سے  
کیا تعلق۔  
یاد رکھئے، کسی مسئلہ معصوم سے اس انداز میں گفتگو  
کبھی مست کیجئے گا ورنہ حقیقت بگڑ جائے گی۔  
تم باتیں الٹی سیدھی کرتے ہو۔ بالکل مار دگھٹنا  
بھولے آنکھ والی۔

حضرت۔ جو تعبیر میں نے بیان کی ہے، خواب سے  
اس کا جوڑ لیں گے گا۔ کہ آپ نے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء  
دیکھے وہ اعتبار نہیں تھے تسبیح کے وہ ملنے تھے جو ایک  
لاکھ چوبیس ہزار تھے اور وہ ملنے پڑے گئے تاکہ آپ کو مقدمہ  
میں کامیابی نصیب ہو اور وہ سوا ہزار فرشتے نہیں، آپ کے  
وہ مرید تھے جو دوران مقدمہ آپ کے ارد گرد منڈلاتے  
رہے۔ جنت کی حوریں آپ کی اہلیہ امد و جوان  
سایاں تھیں جو ہر پیشی پر عدالت میں آپ کے دائیں بائیں  
رہیں۔ چودہ سالہ ظہان وہ مولدار تھا جس نے آپ کو  
چند گھنٹوں کے لیے بڑے گھر کی سیر کرائی تھی اور اس  
کے ہاتھ میں اکالان وہ چھوٹا بچہ تھا جو.....

زبان بند کر دو۔ دبا بڑھیں گے۔ تمہیں معلوم نہیں  
کہ اس جناح کی حشر ہوا۔ موردی ہو کر میرا پہلا اچھا خاصا  
ہندو تھا اور بخشش کے امکانات تھے۔ اب گیارہ بیسویں  
طبقہ میں۔

چھوٹے، یہ بتائیے کہ آپ اس وقت نازل کیوں  
ہوتے عرس کی اطلاع دینی ہے کیا۔  
انھوں نے اپنی آزاد دماغی پر دستِ شفقت  
پھیرتے چھائے کہا۔

جی ہاں۔ حضرت مصباح شاہ امدان کے محل میں  
بھائی میاں معانے شاہ کے در عظیم امتنان عرس ہوئی والے

چھوٹے، جتنا گروہ منصف بہر حال فراخ دہ ہے۔

ارے چھوٹا یا بڑا کیا بک بک کرتے ہو، جتنا سے تو  
ساگر میں لاکھ درجہ بہتر تھی۔

کمال کرتے ہیں آپ بھی صوفی صاحب! ایک ایسی ظالم  
جابر حکومت کی بنا کر رہے ہیں کہ جس نے اپنے تئیں سالہ در  
میں ہزاروں فسادات کرانے مسلمانوں کی املاک تباہ کیں  
مذہبی اداروں کو ڈھایا، عورتوں کی بے پردگی کی، لاکھوں  
سہاگرا جاڑے، بوڑھوں اور بیماروں کو زندہ درگد کیا  
ساگر میں کو بھی اپنے کسی نفع کا احساس نہیں ہوا اور ایمان  
میں تو اجماع کے دماغ کی رگیں بالکل ہی سکڑ کر رہ گئیں تھیں اس  
نے تعلیم اور دسپن کے نام پر ایسی ایسی حقائق کیں اور ایسے  
ایسے مظالم ڈھائے کہ ہر ایک نالی کو اپنی نالی یاد آگئی۔

غیر موافقیوں کو سب درست ہیں۔ صوفی ہڈ ہڈ نے  
اعتراف کیا کہ جتنا سے میری نہیں بن سکتی۔

آخر آپ کو جتنا سے خدا واسطہ سمجھیں کہ ہے ایسی  
مقدس جماعت تو کسی قبرستان تک میں موجود نہیں ہے۔

وہ خالص و اعطاف انداز میں بولے سب سے بڑی  
خرابی تو اس میں یہ ہے کہ اس نے تمام ممنوعہ جماعتوں سے  
پابندی اٹھالی ہے اور ان کے بدکردار رہنماؤں کو آزاد  
کندہ دیا ہے۔ آراء میں اور آند مارگ وغیرہ سے  
پابندی اٹھالینا فسوسناک نہیں ہے۔ فسوسناک بات  
یہ ہے کہ جماعت اسلامی جیسی غلط سلطہ جماعتوں کو بھی دبا کر دیا  
گیا ہے۔ جماعت اسلامی کے لڑکچہ سے جو نقصان امت  
مسلمہ کو پہنچ رہا ہے، اس سے ہر کسی پریشان ہے ایسا  
معلوم ہوتا ہے کہ جتنا حکومت کا مورد دلچسپی سے کوئی خاص  
بشتہ ہے۔ اور میں نے تو یہاں سننا ہے کہ جماعت اسلامی  
دلچسپی کے لیے ایسے سے تعلقات برپا رہے ہیں۔

تو اس میں کیا حرج ہے۔ تعلقات برپا ہیں گے، تو  
آپ ایسے ایسے مسلمانوں کے بارے میں سوچنے کا موقع  
میں ملتا ہے کہ مسلمانوں کے قریب اگر وہ اپنے نقطہ نظر  
میں تبدیلی کرنے پر مجبور ہو جائیں۔ میاں کی تو لوشناک بات

جس کا باعث اسلامی کے قریب ہوا اور ایسے والوں نے  
اپنے نقطہ نظر میں تبدیلی کر لی اور وہ بھی مودودی ہو گئے تو پھر اس  
میں کون سا عقیدہ رہے گا۔ تو کیا آپ کے نزدیک ایسے ایسے

کے لوگ جماعت اسلامی کے افراد سے بہتر ہیں  
یقیناً آری ایسے والوں نے صحابہ کرام کو بھی دیکھی نہیں  
اجمالی، انھوں نے بھی کوئی ایسی کتاب نہیں لکھی کہ جس کا نام خلافت و  
ملوکیت ہو۔

اس نوعیت و کیفیت کی چند باتیں کہہ کے وہ چلے گئے  
انکے جانیکے بعد اہلیہ نے انتہائی عالمانہ انداز میں پوچھا۔

کیوں جی آپ کے ہاتھ والوں میں کوئی مجدد ار بھی ہے یا بس  
سارے یونہی ہیں

بردار علی مجدد ار ہیں لیکن رات انھوں نے اپنے گھر کے  
کیوڑی تو ڈھالے۔

کیا مصیبت آئی تھی اہلیہ نے حیرت کا اظہار کیا۔  
رات دو در سے گھر پہنچے تھے اور ان کی خاتم اس

وقت خوابوں سے مغموم تھا ہو رہی تھیں۔ ظاہر ہے کہ دروازہ نہیں  
کھلا تو بردبار علی صاحب نے خوابوں میں بھی ہوئی باگنگ کا سہارا لیکر

مادی جہالات کو کھول کر ایسے شہید ہوتے ہوئے رہ گئے۔  
علی بردبار علی صاحب ہی کی ہے۔

وہ کیوں؟ میں نے داہمی لہجہ میں پوچھا۔  
میں ایک دن انکے یہاں گئی تھی تو شہناز مجھ سے بھی انکی

بے پردہ آئینوں کا دونا در دہا تھا، کہہ رہی تھیں۔  
بھائی! میں ثابت دن کو نہ ہوتے تھے گھڑے گزار دوں، اتنا

بڑا گھر کھانے کو دوڑے اور اچھین میری لہجہ میں نہیں کہ  
میں نے جانکا کوئی رقت ہی مقرر نہیں، جب دل چاہا آگے حب

دل چاہا چلے گئے۔  
تم نے وہ لہجہ؟ میں نے بیڑی جلاتے ہوئے کہا۔

مجھ ہی کیا! اگر مرد کو قتل نہ ہوئے چار کی کہہ رہی تھیں  
کہ انھیں تو میری کبھی ہوئی نہیں، ہمیشہ ہی کے ایسے ہیں۔

اب عورتوں کی زبان کا کیا بھروسہ ہے تو قوم ہی ایسی  
کہ جتنا کروا تھی ہی گالیاں سنو اب بھلا جس سے اچھا نہیں ہو سکتا

## چند مفید اور قابل مطالعہ کتابیں

۴۰/۰۰	دوق درق روشن	۱/۵۰	شیر شاہ سوری	۶/۰۰	اسلام اور کفر کی حقیقت
۲۵/۰۰	فیوض یزدانی	۱/۵۰	لیو سلطان	۶/۵۰	بلاغ المبین
۳/۰۰	تیسرا القرآن اڈل	۱/۵۰	محمد امین قاسم	۶/۰۰	فتوح النیب
۱/۰۰	مطہ تیسرا القرآن اڈل	۱/۵۰	طارق ابن زیاد	۳/۵۰	شرک و بدعت کے چور دروازے
۳/۰۰	سکھ اور جمہوریت اور اسلام	۱/۵۰	داتا گنج بخش	۵/۵۰	ردیح قصوف
۱/۲۰	خدا کا الکار کیوں	۱/۵۰	حضرت موسیٰ علیہ السلام	۰۰/۸۰	آداب زیارت نبور
۱/۲۰	خدا ہے	۱/۵۰	حضرت عیسیٰ علیہ السلام	۱/۲۰	اسلامی خطوط لائسنی
۱/۲۰	کیا خدا کی ضرورت نہیں	۱/۵۰	مہاشا بدھ	۰۰/۶۰	بیمہ زندگی
۱/۲۰	لمحدین کے شبہات	۱/۲۰	جہانگیر	۰۰/۶۰	اپنی اصلاح آپ
۱/۲۰	خدا پرستی لمحدین کی نظر میں	۱/۲۰	نور جہاں	۰۰/۸۰	تقلید کیسے
۱/۲۰	دعوت حق غیر مسلموں میں	۱/۲۰	زرشتشت	۰۰/۶۰	اسلامی نظام کی کیوں
۰۰/۶۰	بچوں کیلئے اقبال کی نظمیں	۲/۵۰	خالد ابن ولید	۳/۰۰	عورت کی کچھ کرسکتی ہے
۳۰/۰۰	سمیت رسالت مآب	۱/۵۰	توفیق الدیان	۳/۰۰	قرآن وحدیث
۲۰/۰۰	مخزن معلومات	۳/۰۰	سکھ اور جنگ آزادی	۲/۵۰	تلاش حراوتی
۱۱/۰۰	اصلاح انقلاب	۴/۰۰	مولانا عبد اللہ سندھی	۰۰/۶۵	کثرت آبادی کا علاج
۶/۵۰	دلی کامل	۰۰/۴۵	دوسری جہت	۸/۵۰	قافلہ محنت جاں
۱۰/۰۰	حیات امام اعظم	۲/۵۰	گلدرست حدیث	۰۰/۳۵	کیا پردہ ملک کی ترقی میں رکاوٹ
۹/۰۰	تذکرہ مولانا محمد یوسف	۲/۰۰	مختصر احکام حج	۱/۵۰	مولانا مودودی سے ملے
۳/۰۰	تفسیر رشیدی	۲/۰۰	راہ حق کے دو مسافر	۳/۰۰	مولانا مودودی اسی علم کی نظر میں
۳/۰۰	محمد و اہل بیت علیہم السلام	۵/۰۰	راہ حق اعظم	۱۲/۰۰	حدیث دناغ
۱۰/۰۰	اسلاف کے حیرت انگیز کارنامے	۰۰/۴۵	چنگیزی کنیاں	۱۰/۰۰	مکتوبات علی
۶/۰۰	قصص الانبیاء	۲/۰۰	سہ سوار	۶/۰۰	مراط مستقیم
۳/۰۰	حضرت حسن رض	۴/۰۰	اسلامی معاشرہ	۶/۰۰	تصوف کی حقیقت
۳/۰۰	حضرت حسین رض	۱۰/۵۰	خطبات حنفیہ	۳/۰۰	سیرت ختم الرسل
۶/۰۰	تعلیم ہدایت	۱۰/۵۰	خطبات غوث اعظم	۳/۵۰	عہد نبوی کے میدان جنگ
۳/۵۰	تیسرا کیا کہی ہے	۵/۰۰	حیات طیبہ	۲/۰۰	جنت اور دوزخ
۲۵/۰۰	ترجمہ کافی اور حدیث	۴/۵۰	کتاب القوم	۱/۵۰	مومن کی زندگی قرآن کی روشنی میں
۱۰/۰۰	فریبہ تمدن	۲۵/۰۰	اسلامی فقہ مکمل	۱/۵۰	مسئلہ جمہور

۱/۵۰	حضرت عمر فاروق رض	۳/۵۰	یادگار غالب	۲۵/۰۰	محض ابرار
۰۰/۱۵	حضرت عثمان رض	۴/۵۰	داستان زبان اردو	۳۶/۰۰	موجن اور مطالعہ کرم
۰۰/۱۵	حضرت علی رض	۳/۵۰	آپ تقریر کیسے کریں گی	۱۰/۰۰	تاریخ محمودی
۳/۵۰	مقدمہ شعرو شاعری	۱/۰۰	الکلیلیہ	۸/۵۰	صالحہ معرفت
۳/۵۰	رحمت عالم	۹/۵۰	دلیل کی حقیقت	۲/۵۰	رمضان کیسے ہے
۳/۰۰	کیا مقتدی پر فاتحہ واجب ہے	۵/۰۰	سیرت خلفائے راشدین	۱۰/۰۰	بدعت کی باتیں
۲/۰۰	دارہی اور انبیاء کی سفین	۱۳/۰۰	تجربہ بخاری شریف	۵/۰۰	طہرت روحانی
۱/۵۰	مبادیات فقہ	۲۵/۰۰	ترمذی شریف اردو	۸/۰۰	شریعت اور تصوف اول
۱۵/۰۰	الفوز الکبیر	۳۰/۰۰	مشکوٰۃ شریف اردو	۵/۰۰	شریعت اور تصوف دوم
۱/۵۰	حرمت مصاہرت	۱۶/۰۰	مسلم شریف	۲/۰۰	ذکر الہی
۲/۲۵	حیات امام ابو داؤد	۱۰/۰۰	موطار امام مالک اردو	۲/۰۰	ذکر النبی
۱/۵۰	میلاد اکبر	۸/۰۰	انتخاب صحیح ستر اردو	۱۰/۰۰	مراۃ مستقیم
۱۰/۰۰	نقش سلیمانی	۱۲/۵۰	شیطان کی سبب بخوبی	۱۰/۰۰	مقبول نماز، جلد و گزین
۳۲/۰۰	اکسیر ہدایت		حیات کے پراسرار حالات	۰۰/۸۰	قرآن عالم
۲۰/۰۰	نافع الخلائق		آسمانی سفر نامہ		کیا تکلیف تعلیم سے بھی زیادہ ضروری ہے
۲/۰۰	کنز الحسین	۳/۵۰	غیبی آواز	۱۵/۰۰	حیات جاوید
۱۳/۰۰	یزان الطب	۳/۵۰	خواجہ غریب نواز	۱۵/۹۵	توحید و معرفت
۳/۲۵	اعجاز رقم	۳/۰۰	ردح تصوف	۹/۰۰	ادرنگ زیب اور شیراجی
۱۱/۰۰	حرز سلیمانی	۱۰/۰۰	نقاد اللغات	۲۰/۰۰	دلیوان مائی مع شرح
۱۰/۰۰	بیاض یعقوبی	۹/۰۰	فتاویٰ آستانہ کامل	۶/۰۰	یاو اقبال
۳/۵۰	تعلیم الاسلام اردو	۳/۵۰	واقعات الصالحین	۴/۵۰	اقبال اور تصوف
۳/۵۰	" " ہندی	۵/۵۰	تاریخ اسلام	۱۰/۵۰	مقامات اقبال
۱۰/۰۰	شاہکار اسلام مکمل	۳/۰۰	بہادر شاہ کی کنیز	۱۰/۰۰	عرفان اقبال
۹۴/۲۵	مکتوبات امام ربانی	۳/۰۰	دارہ شکوہ کی رقاصہ	۱۲/۵۰	ذکر اقبال
۵/۴۵	شرعی لہجہ	۳/۰۰	فرعون کا معاشقہ	۹/۰۰	دلی سے اقبال تک
۳/۰۰	اجتہاد اور تقلید	۳/۰۰	اسپین کا مرد مجاہد	۱۰/۰۰	پیام اقبال
۳/۲۵	شان رسالت	۴/۵۰	معجزات باادلیا	۱۲/۵۰	کلمات اقبال
۲/۵۰	خاتم النبیین	۴/۰۰	مکتوبات خواجہ معصوم	۹/۰۰	توقی پسند ادب
۳/۰۰	نفسق نماز	۱/۵۰	طریق القلندر	۱۴/۰۰	میراجی سے عبدالحق تک
۴/۵۰	نظری حکومت کامل	۱/۲۵	طہارت	۱۲/۵۰	سیرت احمد خاں ابدل کے نامور و فقار
۳/۰۰	علم غیب	۰۰/۰۰	حضرت ابو بکر رض	۶/۰۰	اردو کی بھی مشنوں

جناب مولانا عتیق احمد بستوی فاضل دیوبند

## کھوٹ

تقدیر کے باوجود میں سر پر کر ادب میں اپنا مقام بنا لیا ہے۔ ان کی کوتاہی کی جائے۔ مگر زماں دار و زماں، شعور جن کے اعدا ہر ہی دور میں ملتے ہیں۔ ان کی پذیرائی کرنے کے پہلے ان کو دیکھ دیجئے۔ چنانچہ ایدہ طغیہ شعر ادب سے انھیں غارت کر سبھا جائے۔

کار کا کہ طرح ادبی دنیا میں ہے انسانی سے پاک نہیں ہے۔ ایسا بہت دیکھا گیا ہے کہ بعض اہم برے برے باملا حیت شعرا ہجے انھیں غالب و ناگب دانتاں بننے کی صلاحیت تھی، ناقدوں کا شمار ہجے کے طغیوں نے ان کی پذیرائی نہیں کی اور ان کی شاعرانہ صلاحیتیں دب دیکر رہ گئے۔ اس کے برعکس ادبی طغیوں نے بعض ادبی بھروسے شاعروں کو ان کی صلاحیتوں سے بلند تر مقام دیا اور انھیں انھیں انھیں ڈھونڈا پھیلایا۔ اس موقع پر ایدہ طغیہ مرحوم کے دو اشعار درج کرنا مناسب ہو گا۔

کتنے شامیں میرے کو ترسائے بدخوار چلنے کے خار غرض  
کتنے اہل دنیا پر چڑھ گئے کتنے اہل جہنم کے نور حق

حرف شہر سیاحت کا نام تھیں، ہر گھر ہر درگاہ ایک ساطع ہے  
کتنی قبروں پہ چڑھتا رہیں چادر ہی کتنے لٹری رہے گئے کئی  
اساتذہ ادب کے بے مزد دیکھے کہ کتنے بھرتے ہوئے۔  
شاعروں اور ادیبوں کی تنقیدات کا گریزاں گاہ ہے جو خود ایدہ جن  
زحماؤں کے اور ترقی کرنے کی صلاحیت دیکھیں ان کی طرح اس سے  
بہت اتر لیں گریں۔ ادبی طغیوں میں ان کی پذیرائی کر رہا کہ ادب

## نئے پھول

مؤلف: حبیبہ بستوی

کتابت و طباعت: متوسط

کاغذ: معمولی

صفحات: ۸۸

قیمت: دو روپے

ناشر: انجمن اشعار ادب، سمریادان، بمبئی، (دہلی)  
اس کتاب کے اندر حبیبہ صاحب نے چالیس جدید شعرا  
کا تعارف کیا ہے، ہر شعر کے اندر چند فارسی سطر بھی ہیں، اور بطور  
نمونہ کلام شاعر کے ایک مثال درج ہے۔ چنانچہ کہ چھوڑ کر بقیہ سب  
کے سب ادبی دنیا میں غیر متعارف ہیں۔ انھیں شعرا کر کے پھول کے  
جائے انھیں نمایاں کہنا اور یاد دہان کرنا چاہیے۔

تقدیر میرے پہلے یہاں بات کا حراف کہ فریاد کتنے ہی  
کہ چہ بہ صاحب نے کتاب میں کہ بہت دیکھے نام کا آغاز کیا  
ہے۔ انھوں نے ان کے اندر شعور شاعروں کے اور کہ کتابوں کا اشارہ ہے  
غالب، اقبال وغیرہ پر کہیں ہوئی کتابوں کی لمبی چوڑی فہرست ہے لیکن  
فہرستیں اس قدر شاعروں پر کتابوں کی فہرستیں ہیں۔ دیکھئے الفاظ  
ایک اور ادب کا سراغ ان کی کتاب ہے کہ یہ لوگوں نے فاضلوں، اور



کے جسم میں تازہ خون دوڑ جائے اور لوجہ الوں کی صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر اردو ادب کو تیز گامی کے ساتھ منزل مقصود کی طرف پہنچایا جاسکے، اس نقطہ نظر سے عجیب صاحب کی یہ پیشکش لائق مدح و تحسین ہے۔

صفحات کی کمی کی وجہ سے عجیب صاحب نے ہر شاعر کی صرف ایک غزل یا نظم درج کی ہے۔ حالانکہ محض ایک غزل دیکھ کر کسی شاعر کے بارے میں کوئی رائے قائم نہیں کی جاسکتی۔ اس سلسلہ میں بسا اوقات انتخاب کرنے والے کا ذہن ٹھوکر کھاتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ مرثیہ کسی اور نچے شاعر کی گھٹیا نظم درج کر دے یا کسی اور شاعر کی سب غیر معیاری غزلوں کو چھوڑ کر اس کے چند عمدہ اشعار درج کر دے۔ ایسی صورت میں تبصرہ نگار اگر خلاف واقعہ تبصرہ کر جائے تو اس کی ذمہ داری زیادہ تر انتخاب کرنے والے پر عائد ہوتی ہے اس کتاب کے اہل رد و اکڑ سلام سندھوی، اختر بستوی، جوبہر اعظمی، کمال جعفری، حریرت بستوی، فرید عباسی، لیاقت حسین، نثار ریاض غازی پوری، شاکر آفاتی، طاہر قادر آبادی کی غزلیں عجیب طور پر بہت پسند آئیں۔ چند پسندیدہ اشعار آپ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

ذہن میں شیخ و برہن کے بھر پیار کا رنگ

ماند پڑ جائے گا خود نقشہ بیار کا رنگ

خود بخود ہیچ دم راہ پہ چھا جاتا ہے

شوق منزل کو کبھی جذبہ بیدار کا رنگ

سحر اعظمی

دُش کے بے صدھ پرگشتیں دل کو ہوس کی ناگشتیں

زہر بے لطفی کا مانی رہ گیا جذبات میں

مجھ کو جس دشمن کی خفی باہر کی دنیا میں تلاش

پالیا میں نے اسے آخر خود اپنی ذات میں

اختر بستوی

ان سرخ آنکھوں کی سیہ رہ گزرتو۔ ہے

دیرو حسوم میں پھر بھی کوئی جاگتا نہیں

مجنوں کے جذبہ شوق نے چمکا دیا ہے

لیلا کو رن آج کوئی جا نہ سنا نہیں

جوہر اعظمی

وہ گھڑی ان کے پہلو میں جو کٹ گئی

دشکبہ صند ہستی جادو اں ہو گئی

تھی بہار جوان بڑے کام کی

آہ انہوں نے رائے گاہ ہو گئی

گر مری عشق سے کوئی جب تب گیا

آگ اس کے لیے گھستاں ہو گئی

خیرت بستوی

جوانی تھی کیا رت سہانی سہانی

تھیں میں رنگیں اشاروں سے کھیلے

شب بجمہ میں جب نہیں کوئی آیا

تو ہم شوق سے چاند تاندوں سے کھیلے

شیر

تقدیری نظر سے کتاب کا مطالعہ کرتے وقت جو باتیں ہمیں

کھلی ہیں ان کو مختصر بیان کرتے ہیں۔

عجیب صاحب کی تعارفی سطریں اگرچہ مختصر ہونے کے باوجود

عمدہ ہیں لیکن نغز ش سے پاک نہیں ہیں۔

نثار عباسی کا تعارف کرائے ہوئے کھتے ہیں۔ "سلام کا رنگ

نیا اور کیفیت کے اعتبار سے مؤثر ہے۔ میں نے نثار صاحب

کی غزل کا غور سے مطالعہ کیا، مگر اس میں کوئی نیا پن محسوس نہیں ہوا

غزل کا پہلا شعر آپ بھی ملاحظہ فرمائیے اور اس میں نیا پن تلاش کیجیے

دُشا و ناز کا اپنی شکار ہونے دو

یہ ابتدا ہے محبت کی پیار ہونے دو

اگر نثار صاحب کے کلام میں واقعہ نیا پن ہے تو عجیب

صاحب کو کوئی ایسی غزل درج کرنی چاہیے تھی، جس کے اندر نیا پن

نمایاں ہو۔

معصوم شہبازی کے تعارف میں ہے۔ وہ اردو کلام میں شگفتگی

اور دور درجہ کا ترنم بنگال کے جادو کی طرح سحر آفرین ہے وہ اس جادو

کا آسان ترجمہ یہ ہے، "جس طرح بنگال کا جادو سحر آفرین ہے۔ اسی طرح

معصوم صاحب کا کلام بھی اپنی شگفتگی اور ترنم کی وجہ سے سحر آفرین

ہے، اب عجیب صاحب ہی بتا سکتے ہیں کہ جادو کی جادو آفرینی کوئی

باصنی پزیر ہے، یا نہیں۔

دوسرے معروض میں کچھ تبدیلی کر لی جائے تو شعر خوب درصفت  
 ہوگا۔ ذکر ہمارا پاؤں کے نیکن دنیائے انسانوں میں  
 آخر بتوئی کہتے ہیں۔

نور کی موجیں میں یوں احساس کے ظلمات میں  
 جیسے جننا میں دیئے قریب اندھیری رات میں  
 اب تو اسے آخر یہی گفتار کی معراج ہے  
 سیکڑوں مانی پہچھے ہوں ایک مہل بات میں  
 پہلے شعر کے اندر احساس کے کلمات کے بجائے احساس  
 کلمات ہونا چاہیے، کیونکہ کلمات ٹوٹتے ہیں۔  
 آخر صاحب دور حاضر کے اچھے اور نچھے ہونے شاعر میں ان  
 سے ایسی مریم غفلت عبید معلوم ہوتی ہے۔ ممکن ہے یہ کاتب صاحب  
 کی کم فرمائی ہو۔

دوسرے شعر کے دوسرے معروض میں، معانی، مانگی کی صورت  
 استعمال کیا گیا ہے۔ معانی کو مانی پر حنا اور لکھنا شعری غریبیت کی  
 وجہ سے درست مان لیا جائے، تب بھی اس سے شاعر کی قدرت  
 کلام پر حرف غریب در آتا ہے۔  
 دل صحن کا ایک شعر ہے۔

یہ سوچتا ہوں تجھے نذر کیا کروں  
 رگ حیات میں باقی مرے ابو بھی نہیں  
 رگ ٹوٹ ہے اس کی مناسبت سے مرے کے بجائے  
 مری ہونا چاہیے۔

مولانا نذیر تاجی نے اپنی غزل کے ایک شعر میں فیض عشق  
 کا استعمال کیا ہے۔ اس دور میں عشق مزدک اور نامانوس ہے۔  
 اس قسم کے الفاظ کے استعمال سے شعر کی قدر و قیمت فنی اعتبار  
 سے بہت کم ہو جاتی ہے۔

مائد صاحب کے دو شعر ہیں۔  
 سونا سونا ہر ایک روپ کا گھاؤں  
 من کا جوگی بھلا رکے کس گھاؤں  
 روز دیتا ہے اک نیا چہرہ

روز میں بھولتا ہوں اپنا ناؤں  
 گھاؤں اور ناؤں وغیرہ مقامی الفاظ ہیں، اردو سے زبان  
 ادب میں ان کا استعمال نہیں ہے۔ میرا خیال یہ ہے کہ جو چہری اور

ہذا شعر ناٹھار کا تعارف کرتے ہوئے کہتے ہیں: انداز  
 نگارش میں جاکر سحر ہے۔ حالانکہ سحر مذکور ہے، مونث نہیں، مگر۔  
 بتوئی کے تعارف میں ہے۔ اگر بڑی الفاظ سے یا ہندوستانی۔  
 الفاظ عجیب۔ ص ۲ پر ہے۔ شریف صاحب اسم  
 باسما، یعنی پیکر شرافت میں۔ ہم لفظ اسم باسما سے، اسم باسما  
 نہیں۔ ص ۳۔ کی تعارفی سطروں میں ہے۔ غالب علی ہی کے زمانے سے  
 ہی شعروادوب کا ذوق رہا، اس جملہ کے اندر۔ ہی زائد ہے۔  
 تعارفی سطروں پر تنقیدی نگاہ ڈالنے کے بعد اب غزلوں کی  
 طرف آئے ان کے اندر انسانی کمزوریوں کے نمونے ملیں گے۔  
 نقار ہاشمی کا شعر ہے۔

کرد نہ رشک اسے زاپہ گنہ پر حم میری  
 خدا رحیم خطا بے شمار ہونے دو  
 پہلے معروض کے اندر میری کے بجائے میرے ہونا چاہیے کیونکہ  
 گناہ مذکور ہے۔ ممکن ہے کاتب نے غفلت سے میری لکھ دیا ہو۔  
 ڈاکٹر سلام سندیلوی کی غزل کا ایک شعر ہے۔  
 قبضے جا کی بنیاد پر جھگڑا اٹھا  
 شبنم و شمشاد کی عمرار نے سونے نہ دیا

پہلے معروض میں تینا بچھو کے رہ گیا ہے، اگر تینا کو ٹھک سے  
 بڑھا جائے تو معروض لمبا ہو جائے گا، تینا کی الف کو نہ بڑھنے کی صورت  
 میں وزن درست ہوتا ہے۔ اگر جویہ کوئی بڑی غامض نہیں ہے لیکن  
 سلام سندیلوی کی شان سے ضرور ضرور ہے۔

رشید قمر گھنوی کا شعر ہے۔  
 ناز نسیم ایسے بے گناہ تھا ہی یہ مگر  
 بات رہ جاتی ہے اور وقت گز جاتا ہے  
 فکر تکمیل تمنا تو کوئی بات نہیں  
 دل غلط کی دعاؤں کا اثر جاتا ہے

دو لڑی شعروں کے معروض کے درمیان کوئی ربط نہیں معلوم  
 ہوتا ہے۔ جو مسکتا ہے کوئی باریک ربط ہو، جو ہمارے۔ بردماغ  
 سے بلند ہو۔

سائل فقہوری کا شعر ہے۔  
 ہم کہ بہت بدناما ہوئے ہیں اپنوں میں بیکانوں میں  
 ذکر ہمارا پاؤں کے یا رواں دنیا کے انسانوں میں

اور دوسرے کوئی نہ پائے گی بہت سے لوگ اور قریب لفظ  
موجود ہیں۔ گندہ و میدا ایسا کرنا چاہیے۔ کیونکہ اردو کے اعداد ان کے  
میں سے مختلف ہیں۔ لیکن اس بارے میں بالکل آزادی ہے اور اس کے  
اگر کوئی پسند کرے اس کی شریفانہ لطافت کی غم نہ کر سکتی ہے۔ اس  
بات کا محنت ضرورت ہے کہ معتبر اردو شعروں کی کئی یہ کم  
انجام دے۔ برکس و ناس کی حدت بلندی کو تسلیم کرنا زبان کے لیے  
ضروری ہے۔

اسلام منظر نگری کا شعر ہے۔

ہو سے اپنے زمین میں جو کر سنیہا ہے  
راہی نظم محسوس ہے اختیار نہیں  
مگر پہلا معروض اس طرح ہوتا کہ اردو عمدہ ہوتا ہے  
ہو سے میں نے زمین میں جو کر سنیہا ہے  
کہو کہ دوسرے معروض کا سراپا اسی کا قضا کرتا ہے۔  
تارا شکر ناسد کہتے ہیں۔

تم نے جب کر لیا کنار  
اب دنیا میں کون ہمارا  
شعر کا پہلا معروض غزل کے بحر سے خارج ہے۔ اگر اس طرح ہوتا  
تو ذرا ٹھیک ہو جاتا ہے

تم نے ہم سے کیا کتنا  
مگر بقوی کا ایک معروض ہے۔  
طوا اٹھ کر چلے اب سیکڑے ملک کو کون غل  
سکون مذکور ہے۔ لہذا دل سے سکون ہونا چاہیے۔ دل  
کی سکون۔ کل ہوئی غلطی ہے۔

وہم را احی کا شعر ہے۔

ذہب قیمت تری چشم کو ہو ہے  
مافی اب تو اپنے دل کا تم ہے  
پہلے معروض کے اندر تری کے بجائے تری کہنا چاہیے  
تہی مذکور ہے۔

نثار گو کہ تری کا غزل کا شعر ہے۔

ہم بلا ترشوں پر اک نظر کریم ہر ساقیا  
درد یہ آباد ہو گا تو میخانہ نہیں

نثر نگار کے نام سے شائع ہوا ہے۔

یہ کتاب بھی اس کے ساتھ ہی شائع ہو چکی ہے۔ جسے کسی کو کس  
کے نام سے دیکھ کر دیکھنا چاہیے۔ اردو نثر نگار کے نام سے

محبت صاحب کہتے ہیں۔

ہاں میں نے محبت اپنا بکر غزل کیا ہے

جسے کہ کوئی میرا ہی خون میری غزل ہے

دوسرے معروض کے اندر نہ کرے۔ بہت طبع منفرد ہے۔ محبت  
صاحب ذرا محسوس تو معلوم ہو جائے۔ کہ میں معلوم کردہ اور کرنا چاہتے  
ہیں۔ اس سے غفلت معلوم ہو کر رہے۔

میں غزلوں کے پہلو پہلو کشیا اشعار بھی منظر آئے ہیں جو کہ  
صرف کھیل کر لکھا جاسکتا ہے۔

جو شعر چند اشعار در ہیں۔

آپ کے غم کی قسم آب کا غم ہے جھگو

پہلے کے تو مری شکل کو بھی آساں کیے

آپ کے من کی تعریف کے کیا اگر

اب مرا عشق کو آرام کا سالن کیے

اگر پر ہم بہا مل ہے ابھی رہنے دو

من پر شام شبستان ہے ابھی رہنے دو

دنگ پر بزم غزالاں ہے ابھی رہنے دو

بر طرف جن پر اناں ہے ابھی رہنے دو

تختِ عیدِ رمضان

الحمد للہ مولانا نسیم احمد قازمی، منظر نگری دیوبند

۲۵۲	صفحات
غیر مندرجہ	کتابت
قیمت	طباعت
کشیا	کاغذ
۲۵ روپے	قیمت

ناشر: مکتبہ نسیم، مرکز تبلیغ، سرائے کبوتر، مراد آباد (لوہا)

مولانا نسیم احمد قازمی، منظر نگری کے جہان پہلے عالم ہیں

اور ایک مشہور دینی منہ گاہ کے حریف و قہر کے استاذید  
مروا کہ زندگی اس لحاظ سے قابلِ رشک ہے کہ وہ بیچارہ  
خود ہی مصروفیات کے باوجود سال میں چھٹی بڑی دو چار اصلاحی  
کتابیں منظرِ عام پر لانے سے نہیں چمکتے۔ زہد و صفت کتاب "تہذیب  
عبد رمضان" اس سلسلہ کی ایک اہم کتاب ہے۔ اس کتاب میں مولانا  
نے عبد الغفر سے متعلق تمام مسائل و دفعات کی پر تفصیل سے روشنی ڈالی  
ہے۔ نیز مرتبہ قیصر علیہ السلام نے رسوم کی مدد سے اس کتاب و سنت  
کی روشنی میں تردید کی ہے۔

عبد الغفر کی عقلی و معنوی حقیقت "عبد اسلامی اور ذہنیت انسان"  
عبد بنی کا آغاز، قہر کی تاریخ اور اس کی اہمیت، قہر کی اندھی حساب  
کی نشہ کی حیثیت کے زیر عنوان مضامین بہر لحاظ قطعاً اور پرہیز  
ہیں، اور اپنے خالق کی مالی تحری و تبرہ کی آئینہ دار کرتے ہیں۔  
انہوں نے کتاب میں جگہ جگہ اپنے عزیز مختلف شعراء کے برصہ شعراء  
بھی دو جا سکے ہیں، جس سے ان کے غیر معمولی ذوق شعری کا پتہ  
چلتا ہے۔

مثلاً، ص ۶۸، پر حکیم مشرق، علامہ ڈاکٹر محمد اقبال مرحوم کے  
منہر و جزلی اشعار غنیمت و شوق! یا بلال عید کے عزان سے ذہنیت  
کتاب سہمی۔

غنتہ شوال! اسے نورنگا و روزہ دار

اکر تھے تیرے لیے مسلم سدا پا انتظار

تیری پیشانی پہ تحیر پر پیام عید ہے

شاہِ تیری کیا ہے ہم پیش کی تمہید ہے

مرکزِ شنتِ ملتِ بیضا کا قرآنیہ ہے

اے ہر نو! ہم کہ تم سے الفتِ دیر ہے

اور گروہوں سے ذہنیت کی تہذیب ہے

انجمنِ اذیت سے پھرے مگر کیا تھی کہلے

قلیظہ کی اور ان کی بہنِ ملت ہی بھی دیکھ

دہر و دوماہ کی منہ دل سے یزیدی محمد دیکھ

دیکھ کر کہ کو افق پر ہم لٹاتے تھے گہر

اے تہی ساغرا ہمارے آج نامازی بھی دیکھ

لہجہ کوئی کی فریادیں عید میں مسلم اسیر  
اپنی آزادی بھی دیکھ، ان کی گرناری بھی دیکھ  
دیکھ مسجد میں شکست و رشہ نسیم شبنم  
بت کوہ میں برہمن کی بخت زنا رسی بھی دیکھ  
کافر دین کی مسلم آئین کا بھی نگارہ کر  
اور اپنے مسلمانوں کی مسلم آزاری بھی دیکھ  
ہاں تعلق پیشی دیکھ آبر و دالوں کی تو  
اور جو بے آبر و تھے ان کی خود دلی بھی دیکھ  
جس کو ہم نے آشنا لطفِ تکلم سے گیا  
اس عرب بے زبان کا گم گشتی بھی دیکھ  
سایہ عشرت کی حد مغرب کے ایوان بھی سن  
اعدا ایران میں ذرا نام کی تیا بھی دیکھ  
چاک کر دی کرکب لہاں نے خلافت کی قبا  
سادگی مسلم کی دیکھ، اور دین کی بیماری بھی دیکھ  
صورتِ آئینہ سب کچھ دیکھ اور خاموش رہ  
خوش رہا اور زمین پر سرورِ جوش رہ  
مدھانہ پر بدھن عید کے عزان سے ملک کے نامور  
صاحب طرز شاعر علامہ شبہار صدیقی ہمارے بھی کی ایک نظم زیب  
قرطاس ہے۔ جس کے چند شعر یہ ہیں۔

چھائی ہے غنیمت کی پر سمت گشتِ عید کے بند

فرحت افزا ہے، زمی نے کاغذِ عید کے بند

فرخِ روزوں کا، ادا کر کے تیرے شاداں

سجدہ شکر کر رہی کچھ نوا عید کے روز

بارِ امت میں، موافقت و مسلمات کا کل

ہم پر بس پاتا ہے کیا نشوونما عید کے روز

عید کا ہولی میں ہے جو سہ گلوں کا ہجوم

عزات حق میں ہیں سبنا صیرِ ساجد کے بند

چو کو تیرہ نگار اور مولانا موصوف کے درمیان ایک تعلق

بھی ہے اور وقتاً فوقتاً موصوف اپنے کرم ہائے بیباکیاں سے

نوازتے بھی رہتے ہیں، بایں سبب مناسب چھ گاکہ "دوست

صداقِ آنست کہ دوست را بر صاحبِ ادب مطلع کرنا ضرور کے تحت

اس شعر کا دوسرا مصرعہ ناموزوں ہے۔ یہ مصرعہ یوں بھی ہو سکتا تھا۔

لرب کے نغمے سناؤ کہ عید آئی ہے

اے اہل نظر ذوقِ نغمہ خوب ہے لکیر۔

جوشی کی حقیقت کو نہ پہنچے وہ نظر کیا ہے ص ۷۳  
اس مشہور شعر کے دوسرے مصرعہ میں ”نظر کیا“ کے بعد  
”ہے“ کا اضافہ کر کے، کاتب صاحب نے مصرعہ ناموزوں کر دیا  
انھیں کاتب موصوف نے، ص ۱۸۸، پر شائع شدہ تبصرہ  
نگار کی ہی ایک مختصر سی نظم میں دو جگہ ”لفظ“ ”سب“ ”چھوڑ کر پوری  
نظم کی ریڑھ مار کر رکھ دی ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ ان مذکورہ معائب و نقائص سے کتاب کی  
افادیت اور قدر و قیمت میں کسی بھی قسم کا فرق نہیں واقع ہوتا  
تبصرہ نگار کی رائے میں اس موضوع پر اس سے بہتر کتاب  
اردو زبان میں آج تک نہیں شائع ہوئی۔

یقینی طور پر یہ کتاب اس قابل ہے کہ دوست و احباب  
کو عید کے ہر متر موقدہ پر تحفہ کے طور پر پیش کی جائے۔  
نوٹ۔ یہ کتاب مکتبہ تجلی دیوبند سے بھی حاصل کی جاسکتی ہے۔  
تائیں آمری

## رختِ سفر

مجموعہ کلام جناب ناقدِ نعلانی۔

صفحہ ۳۳

کتابت عمدہ

طباعت معیاری

کافہ گوارہ

قیمت ۲/۲۵

ناشر۔ اکیڈمی آف اسلامک سٹڈیز، پوسٹ محلہ، قلعہ پورہ، بہار

جناب ناقدِ نعلانی، صوبہ بہار کے ایک کہنہ مشوق و بزرگ،  
شاعر ہیں۔

زیر تبصرہ کتاب ”رختِ سفر“ ان کی غزلوں اور معیاری

کتاب کی بعض علمی، فنی اور تکنیکی خامیوں کی بھی نشاندہی کر دی جائے  
تا کہ اگلا ڈیشن مزید اصلاح و تنسیخ کے بعد منظر عام پر لایا جائے۔  
کتاب کے سرورق پر یہ شعر درج ہے جو کہ قطعی بے محل

ہے۔

پیش خدمت ہے کتاب لاجواب

آفتاب آمد دلیلِ آفتاب

اگر یہ شعر کسی مناظرانہ کتاب کے سرورق پر درج ہوتا  
کسی حد تک اس نغمین شعر کا برہنہ ہونا قرینِ جواب ہوتا۔ بہ صورت  
موجودہ اس شعر کو پہل ہی کہا جائے گا۔

پوری کتاب میں مولانا کی شعری تخلیقات میں جہاں بھی لفظ  
”اے“ ملا وہ جگہ کے لحاظ سے ”و ا“ ہے جب کہ یہ روا نہیں ہے  
میں، پر مولانا نے یوں تحریر فرمایا ہے کہ سترتوں کے نوارے  
اہل رہے ہیں، خوشیوں کے چشمے اچھل رہے ہیں، اے اس طرح لکھنا  
چاہیئے تھا۔

سترتوں کے نوارے اچھل رہے ہیں

خوشیوں کے چشمے اچھل رہے ہیں

سرورق کا سا مال کر دیکھ عید آئی ہے

دلوں کے درد کا درمان کر دیکھ عید آئی ہے ص ۸۰

وہوں ہی مصرعوں میں ”کہ“ کو ”کے“ پڑھنے سے وزن

درست ہوتا ہے۔ حالانکہ اس کی آواز ”کب“ کی ہونی چاہیئے

مجموعہ کو چل دیئے سب بارگاہِ ناز کی جانب ص ۹۰

لفظ ”مجموعہ“ نہیں ”مجموعہ“ ہے۔

تراویح اور روزوں کی مشق نگ لائی ہے

”تراویح“ کی ”ماہ“ گر گئی۔

ص ۳۱ پر درج شدہ نظم ”چاہتے“ جو مدنیہ ہو

دھبے پوری کی پوری نظم بحر سے خارج ہو گئی۔ یعنی ”چاہتے“ پڑھنے

سے وزن پورا ہوتا ہے، اور یہ سراسر غلط ہے۔ اگلے ڈیشن میں نظم

قطعی نہ شامل کی جائے۔

خوشی کے زمزمے گاؤ کہ عید آئی ہے

محبت کے نغمے سناؤ کہ عید آئی ہے ص ۷۳

نظروں کا شعر و زبان کا شعر ہے۔ رجب غراء کے مطالعہ سے ان کے شعر معمولی انداز رکھتے ہیں، مگر ان کے انداز کا اندازہ ہوتا ہے سرورق پر شعر درج ہے۔

چلا ہوں جانب منزل تھی دست

فقط نام خدا رخت سفر ہے

کتنا حسین ہے یہ شعور۔ پلو پچھے تو اسی ایک شعر ہے ہی شاعر کے ذہنی میلان و رجحان کا سراغ لگ جاتا ہے۔

اگرچہ میں ان سے ملاقات کا شرف نہیں حاصل رہا ہے، تاہم مطالعہ کے واسطے تجزیہ پر پہنچے ہیں کہ وہ ان شعرا میں سے نہیں ہیں جن کی شاعری کا انحصار مسخ و شمشاد کی داستان اور گل و بلبل کی انشا و طرز پر ہوئے۔ بلکہ ان کی شاعری میں مقصدیت، ملت کا درد اور انسان دوستی کا جذب پایا جاتا ہے۔ وہ ہم معنوں میں بادشاہ اقبال، انھوں نے حکیم شرق طائر اقبال کے انداز فکر کو اپنا زادینہ نگاہ قرار دیا ہے۔ ان کی پوری شاعری پر اقبال ہی رنگ سخن غالب ہے۔ تاجک صاحب آج نہیں توکل، اور ان نہیں تو پرسوں اس دنیا سے کوچ کر جائیں گے لیکن اسلامی اور تعمیری ادب میں ان کا نام یاد رہا رہے گا۔ ہیں اس بات کا اعتراف ہے کہ جو حاضر کے مرد پرست و نام نہاد ترقی پسندی کے دور میں انھیں وہ نظا نہیں حاصل ہو سکا۔ جس کے وہ یقینی طور پر متفق ہیں لیکن مستقبل کا انصاف پسند نقاد انھیں عجز و قنوط کی نظر سے دیکھے گا۔ اور ان کا باقی ماندہ اہل ذخیرہ اکی سلوں کی طرح مشعل راہ ثابت ہوگا۔

”رخت سفر میں نقش آفتاب اللہ یعنی حبیب اللہ بیلہ، معیار زندگی، حقائق زندگی، شعاع امید، جاندہ سے، وجود آدم اور قورایان کے زیر عنوان لکھیں، ان بلند فکری و فنی علمی کی آئینہ داری کرتی ہیں۔“

تفصیل کا موقع نہیں ہے نمونہ کے طور پر ہم چند شعر نقل کرنے پر اکتفا کریں گے۔ جس سے انشا اللہ ان کی شاعرانہ عظمت و متکرا عقائد کا اندازہ باذوق قارئین کو بہ سہولت ہو جائے گا۔

تری گردن زجلی حیف حضور حق میں

دو بال بل پر دگر تا ہے شب در در میں

اسے شک مندہ فقط تجھ کو ہے جو رخ لاؤنی

تھی شہنشاہ دو عالم کی غذائی جویں

جوانا لادے ہی چکے دلیر کیڑا کی ہے سادہ دنیا

خجندہ نپٹ گیا ہو تو اس کا مامی خدا نہیں ہے

تو لے میرا تاجا بارہ حقیقت پہ گامزن ہو

توئی خوشی میں بھی تو ہم کو مراغہ خزل و خیم ہے

.....

سجود حق میں گرے بت آواز کہہ کر

مستم کرے میں ازاں جب پکار کا ہونے

یہ شعرا ناص اسلامی اور فکر کے ہیں، اور ان میں اقبال کی روح انکار کا زہر پائی جاتی ہے۔

بچے سجود نے ایسی مٹھو کی گئی دی یارب

دراغیا پر بھٹکے کو پیشانی نہیں جاتی

تری صورت، تری میرت تاشاکہ عالم تھی

مگر اے خیرات آج پہچانی نہیں جاتی

.....

اگر دامن رحمت میں کوئی ان کو زخم لیتا

ٹپک کر ٹوک خرمانے سے پرہیز نہ کھاتے

ان اشعار پر تبصرہ نگار کو فخر شرق طائر شفیق جو خورجی یاد آئے۔

بچڑے ہر اک زمانے سے یار ان سیکوہ

بچہ ہر اہتمام بادہ و جام دسہو کریں

.....

زمانہ منتظر ہے دیر سے ایک فرد کامل کا

جو دریا حریت بیدار کر دے (نوجوانوں میں)

.....

تو خلیفہ زمیں ہے تجھے مردی ہے زیبا

تو ریش میں نہیں ہے وہ درسم کا خزانہ

اس حقیقہ اور ادبی تعریف و تحسین کے بعد ہم حق تبصرہ اور کرنے کی غرض سے کتاب کے بعض کتب، فنی نیز دیگر نواح کے نقائص کی طرف بھی

اشارہ کریں گے اور امید کریں گے کہ ”رخت سفر“ کا اگلا ایڈیشن ان

نقائص سے پاک و مزید کرنے کے بعد منظرِ عیاں آئے گا۔

میں ۳۱ ایک مفکر خیرات دیکھ میں آئی، وہ یہ کہ اس مفکر اور



صرف ۱۳ صفحہ پر مشتمل ہے۔ اس کتاب کی شاعت کے سلسلے میں مصنف نے ان سات افراد کی خدمت میں مدد و مشورہ طلب کیا ہے۔ جنہوں نے قریب مباحث اور اشاعت میں ان کی مدد کی ہے۔ وہ ہیں: پرنسپل اداوت، کے عزائم کے تحت جہاں افراد کے نام دیئے گئے ہیں۔ اب تک میں صرف اخبارات اور رسالوں میں مجلس اداوت، یا مجلس تحریر و تفسیر کا اتفاق ہوا تھا۔ مگر اس مختصر کتاب میں یہ چیز پہلی بار دیکھنے کو آئی۔ اگر مجلس اداوت کی جگہ مجلس ترقیب کہہ دیتے، تو بات کسی حد تک درست ہو سکتی تھی۔ مگر جیسا کہ اوپر عرض کیا جا چکا ہے کہ اس مختصر کتاب کے لئے یہ بات پھر بھی مشکوک تھی۔ م۔ ۱۳ پر یہ دباھی شائع ہوئی ہے کہ عزائم سے درج ہے۔

اے کہ در شاہی تو گفت از دہاک  
لوک لا خلقت الا فلک

پراہی شہنا چہ دم زمر ثاقب  
بے بال و پر است شعور اوراک  
م۔ لوک لا خلقت الا فلک، دلی روایت میں مکرر  
اور غیر مستند ہے۔ ادشادات خداوندی میں اس کا کسی بھی  
معدت میں موجود نہیں ہے۔ م۔ لوک لا خلقت صاحب یہ فقرہ  
اہل علم کو ایسی من مکرر روایات کو جائز نظم پہنانے سے  
اجتناب کرنا چاہیئے۔

ایک سے زیادہ مقام پر مولانا نے "یاں وہاں" اور  
"مگر" کا استعمال کیا ہے۔ یہ الفاظ غیر فہم میں اور متروک ہو چکے  
ہیں۔

بعد موت دہاں تک رقتہ العالین پہنچے

یہ پیر آج تک میں فکر انسانی نہیں جلتی  
میں نے یہ فکر کہ دوسرا معروضہ مست ہے۔ اس  
میں لفظ جاتی، معنی ردیف کی وجہ سے استعمال کیا گیا ہے۔ مگر  
یہاں جاتی کا نہیں بلکہ "گی" کا محض تھا۔

پندرہ کی حکومت تھی چند دن تو پر

مگر صحنی رولوں پر ہے کمرال ایک  
اس شعر سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا ثاقب نہایت جیسا  
پڑھا کا شاعر بھی "شیر" پر رہے۔ مگر وہ نہیں دیکھا گیا۔ صاحب

صرف اس سلسلے میں میں نے جہاں جہاں کی خدمت میں مدد

حضرت غم لپ کو رجو دوا رکھے ہیں  
تہہ دوڑا وہ بچے شوقیہ پیا کرتے ہیں  
اس شعر کو بچنے کی حد تک ہم اپنی بہالت و سخن چھی کا احاطہ  
کرتے ہیں۔ (دباھی)

نقش باطن کو زمانے سے شاکستہ ہے

رہبروں کو درازیندہ پہ بھکا سکتا ہے  
ترے بازو میں تو رہ اسداقی ہے  
ایک عالم کو انصاف پہ نچا سکتا ہے

ہمارا خیال ہے کہ ترقیب کے وقت اگر پردے مجبور کلام پر  
ناگہاں نظر ڈال لی گئی ہوتی تو یہ چار مصرعے ہرگز شامل نہ کیے جاتے۔ پہلا  
اور سب سے بڑا نقص اس میں یہ ہے کہ یہ اشعار دباھی کی بحر میں ہیں جن میں  
بہ صورت موجودہ اسے قطعہ کہا جا سکتا ہے اس کی بحر ناظران، فطانت  
فطانت، فطانت ہے۔ اور یہ بحر دباھی کا نہیں ہے۔ دوسرے میں لفظ "وہ"  
اور "وہ" سے ایک لفظ ناکد ہے۔ در نہ صرف خلیفہ از بحر ہو جائے گا  
چوتھے مصرعے میں "پہا سکتا ہے" کا محاورہ بھی لغز ہے۔

اگر اگلے پڑشی میں ثاقب صاحب کے تاویلات اب سے  
تفسیر پچھلیاں نکال گئیں تو یہ یہ مجبور کلام ایسی ادب کی دنیا میں ایک  
گراں قدر اضافہ ثابت ہوگا۔

حاصل تبصرہ یہ ہے کہ مولانا ثاقب نہایت کمال پر دست مجبور کلام  
م۔ رخت صفر، بہ حالت موجودہ مجھاس لگتی ہے کہ اسے شریک پر لکھ رہی  
ادب کتب خانہ گزینت بنا چکا ہے۔

بیم پوچھنے کو ثاقب صاحب نے "رخت صفر" شاعر کے  
اردو ادب کو کچھ دیا ہے۔ اداوت و ادب نے اس مجبور کلام "رخت  
صفر" سے کچھ حاصل کیا ہے۔ ہم اسی وقت کے منظر میں جب ثاقب  
صاحب کو وہ مقام حاصل ہوا ہے کہ میں کہہ پاؤں کہ اسے مستحق  
کہتے ہیں۔

تاجک ماری

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ



ایڈیٹر

حسن احمد صدیقی

فاضل دیوبند

سفر حق کی ۲۹ ویں منزل

اور

انتیسویں منزل کا چوتھا اقدام!  
فی شمارہ \_\_\_\_\_ ڈھائی روپے  
اس شمارہ کی قیمت \_\_\_\_\_ تین روپے

عمومی زرتعاون \_\_\_\_\_ تیرہ روپے  
ایک سال کے لئے \_\_\_\_\_ چوبیس روپے  
دو سال کے لئے \_\_\_\_\_ بیالیس روپے  
تین سال کے لئے \_\_\_\_\_ ساٹھ روپے  
چار سال کے لئے \_\_\_\_\_ پچتر روپے  
پانچ سال کے لئے \_\_\_\_\_ نو تیر روپے

خصوصی زرتعاون حسب ہمت اور حسب توفیق (یعنی کمی زیادتی دونوں گوارہ) غیر مالک سے ہذرہ بحر ی ڈاک دہلہ نڈ۔

○ اس دائرہ میں سرخ نشان کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے سال بھر کیلئے ازراہ تعاون جو رقم ارسال کی تھی اسکی مدت ختم ہو چکی ہے۔ تبھی کو اگر آپ اپنے اپنے اور اپنے اہل خانہ کیلئے بغیر محسوس کیا ہو تو جو میں روپے روانہ کر کے تعاون کی مدت میں توسیع کرنے کی اجازت دیں ورنہ ہذرہ بحر ی خط تکلی سے اپنا

مستحق کر کے اطلاع کریں اگر آپ نے کوئی جواب نہ دیا تو اگلا شمارہ وی پی کر دیتے ہمدی۔ پی وصول کرنا آپ کا اطلاق فرض ہے۔

(مجموعہ مجبور ہو کر دیوبند)

فردری . مارچ . پیریں شہر

# تجلیات

۵	مولانا عامر عثمانی	دستک
۶	ادارہ	احوال و افعی
۷	ادارہ	توجہ طلب
۹	حسن احمد صدیقی	آغاز سخن
۱۱	مولانا عامر عثمانی	حق پارے
۱۹	مولانا مودودی	آخرت پر ایمان لانے کی دعوت
۳۷	مولانا مودودی	درسِ شہر آن
۴۳	حسن احمد صدیقی	تجلی کی ڈاک
۶۷	عبدالحلیم فلاحی	اسلام کی راہ اعتدال
۷۱	منتجم و می اقبال	آدم، منو اور برہما
۷۵	چودھری رحمت الہی	جماعت اسلامی پاکستان کی روداد
۹۹	سرور سہارنپوری	امیر جماعت اسلامی ہند نام
۱۰۰	شکیل احمد عظیم بریلوی	غزل
۱۰۱	لما ابن العربی مکی	موسے میخانے تک
۱۱۲	حسن احمد صدیقی	کھڑے کھوٹے

طاوہ ازین الطاف حسین قریشی کا لکھا ہوا ایک خصوصی خط تجلیات کے مدیر  
نازک پٹیل اور مولانا یوسف امیر جماعت کا خطاب بھی اس شمارہ میں داخل ہے

# دستک

مستقل

نقاد اعظم

کرامتوں کا قصہ کہانی کے طور پر سننا ایسا ہی ہے جیسے آپ تسلیم ہو جس رُبا یا کسی تحفہ خیز نادل کا مطالعہ فرمانے لگیں۔

کرامتیں اللہ نے اولیاء کو صرف اس لئے دی ہیں کہ انھیں دیکھ کر لوگ نیک عمل پر مائل ہوں اور اپنا کردار سنواریں۔ لیکن جو لوگ ان کرامتوں سے نیک عمل کی تحریک اور عزم حاصل کرنے کے بجائے صرف لطف و لذت اور ایک مجہول قسم کا گداز حاصل کرتے ہیں ان کی مثال ان نشہ بازوں کی ہے جو فیم یا شراب کی چکیاں بکھر کر سر میں گم ہو جاتے ہیں۔ خدا بچائے یہ گیارہویں شریف اور میلاد ہوائیاں، یہ لایعنی کرامتوں کی داستان سراہیاں، یہ اولیاء اللہ کی شان میں زبانی جمع غرض کے انبار، یہ سہی قرآن خوانیاں اور اکل و شراب کے جشن، یہ سب دینِ قبوری کے اجزاء و عناصر ہیں اور دینِ قبوی کی حیثیت مارفیا کے انکشن کی سی ہے جس کے بعد آدمی حقیقی اسلام اور اس کے مقدم ترین تقاضوں سے غافل ہو جاتا ہے۔

مولانا

عالم

عثمانی

نور اللہ مرقا

(از تجلی نومبر و دسمبر ۱۹۶۳ء)



ادارہ

# سرسر احوالِ جمعی

آنے والے غلوں کی اکثریت نے یہ بات ثابت کر دی ہے کہ تجلی کے قارئین کو یہ بات گوارہ نہیں کہ رسالہ کے صفحات میں کمی کی جائے۔ لہذا ہم تجلی کے صفحات گننا کر اپنے قارئین کی دلچسپی نہیں کر سکتے اس مہینہ سے تجلی کے صفحات میں کمی نہ کر کے سالانہ چندہ میں زیادہ نہیں صرف دو روپے کا اضافہ کر دیا گیا ہے۔ ایک شمارہ کی قیمت فی الحال ڈھائی روپے ہی رہے گی۔ اس شمارہ کی قیمت صفحات زیادہ ہونے کی وجہ سے تین روپے کر دی گئی ہے۔ قارئین دیکھ رہے ہیں کہ یہ شمارہ تین مہینے کی اشاعتوں پر مشتمل ہے۔

دو مہینے کا مشترکہ شمارہ بھی جب قارئین کو گراں گزر رہا ہے تو تین مہینے کے شمارہ کو دیکھ کر جتنی بھی ناگواری اور شکایت ہو کم ہے۔ لیکن اظہارِ ناگواری سے پہلے یہ بات سن لیجئے کہ اب دو ماہی یا سہ ماہی رسالوں سے مستقل خریداروں کو کوئی نقصان پہنچنے کا اندیشہ نہیں ہے۔ اس لئے کہ جنوری شمارہ سے ہم نے یہ تمہید کر لیا ہے کہ ہم مستقل خریداروں کو ایک سال کے چندے میں بارہ شمارہ پیش کریں گے۔ مثلاً جن حضرات نے جنوری شمارہ میں سالانہ زر تعاون روانہ کیا ہے ان کی مدت خریداری دسمبر شمارہ میں ختم ہونے کی بجائے اس ماہ ختم ہوگی۔ ان کی خدمت میں بارہواں شمارہ پیش کر دیا جائے گا۔ اس طرح ظاہر ہے کہ ہمارے قارئین اس نقصان سے بچ جائیں گے جو دو ماہی شمارے شائع ہونے کی وجہ سے انھیں برسہا برس سے پہنچ رہے تھے۔ ماہنامہ تجلی کے مدیر حسن احمد صدیقی ہر اپریل شمارہ کو رسالہ کے سلسلہ میں ایک طویل دورے پر جا چکے ہیں۔ مندرجہ ذیل شہروں میں ان کا قیام متوقع ہے :-

سورت۔ احمد آباد۔ بمبئی۔ بیل گام۔ ہبلی۔ شیموگہ۔ مدراس۔ بنگلور۔ میسور۔ حیدر آباد۔ کلکتہ۔ لکھنؤ وغیرہ ان شہروں کے وہ باشندگان جو مدیر تجلی سے ملاقات کرنے کے خواہش مند ہوں ادارہ تجلی سے ملنا کریں اور اپنا مکمل پتہ تحریر کریں۔ ان شہروں کے درمیان جو شہر اور استیاں واقع ہیں اور انہیں بھی قیام کرنے اور تجلی کے سلسلہ میں جدوجہد کرنے کا ارادہ ہے۔ خلا سے دعا ہے کہ وہ مدیر تجلی کو اپنے ساتھ لائے گا۔

## توجہ طلب

اخبار الدعوة کے مقالہ نگار میاں سعدا بحرین نے حکومت سعودی عرب کو یہ تاہک اور جہل مشورہ دیا ہے کہ گنبد خضریٰ (روضہ اقدس) کو مسجد نبوی سے الگ کر دیا جائے۔

موصوف مقالہ نگار نے یہ احمقانہ دعویٰ کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر ایک فتنہ ہے جسے نیست و نابود کر دینا چاہئے۔

حیرت ناک بات یہ نہیں کہ سعدا بحرین نے یہ احمقانہ دعویٰ کر کے اپنے پاگل اور ایمان و اسلام سے محروم ہونے کا ثبوت دیا۔ اس لئے سعدا بحرین جیسے پاگلوں سے دنیا کبھی خالی نہیں رہی۔

اسلام اور اتباع اسلام کے بارے میں اس قسم کی ہفوات ذی ہر دور میں ہوتی رہی ہے، بلکہ قابل تا سفسف بات یہ ہے کہ حکومت عرب نے اس احمقانہ مشورہ کا کوئی اثر قبول نہیں کیا ہے جب کہ حکومت عرب کا یہ فرض تھا کہ وہ ایسی خطرناک سازش کرنے والے کو چور ہے پر سزا دے موت دیکر آئندہ کے لئے ایسے فتنے پھیلانے والوں کے لئے عبرت کا سامان مہیا کر دے۔

آہ! کیسا برا وقت آگیا ہے کہ خیر البشر رحمۃ اللعالمین کی قبر مبارک کو فتنہ کہنے والے دندنا رہے ہیں اور انھیں کوئی جہنم رسید کرنے والا نہیں وہ لوگ بھی خاموش ہیں جنھوں نے شاہ فیصل کے قاتل کو نقد منزلے موت دیکر یہ باور کر لیا کہ قتل کی سزا کے علاوہ اسلامی قانون کی لاج رکھ لی نہ۔

ہندوستان کے کئی شہروں میں مسلمانوں نے حکومت عرب سے احتجاج کرتے ہوئے کہا ہے کہ وہ سعدا بحرین کو عبرتناک سزا دیکر اسلام سے تعلق رکھنے کا ثبوت فراہم کرے۔ دیکھتے ہیں کہ ذوالفقار علی بھٹو جیسے سفاک مجرم اور ان گنت انسانوں کے قاتل کی حمایت کرنے والے لوگ اس سلسلہ میں کوئی اقدام کرتے ہیں یا نہیں۔

اگر اہل عرب نے سعدا بحرین کیلئے عبرت ناک سزا تجویز کر کے اس پر عمل نہ کیا اور اخبار الدعوة پر ایک گندے مضمون چھاپنے کی بارپرس نہیں کی تو یہ ثابت ہو جائے گا کہ اہل عرب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اتنا کبھی تعلق نہیں جتنا انھیں ذوالفقار علی بھٹو سے ہے۔ ذوالفقار علی بھٹو جس نے ان گنت انسانوں سے جینے کا حق محض اس لئے چھین لیا تھا کہ وہ اسکی دھاندلیوں اور مہیا اسلام کے خلاف اس کی سازشوں سے متعلق نہیں تھے۔



بقیہ افسانہ حسن از حسن

محول کو اپنی باہریوں میں جکڑ لیا تھا۔

کتنے بار دہندہ اثر تھا وہ منظر جب دس لاکھ سے زیادہ  
حکامات تشریف لائے وہ دہندہ منظر میں اپنی شہادتوں  
کا اظہار کرتے تھے اور دہندہ عالم سے اس کی رحمت و مغفرت  
کی بھیک مانگ رہے تھے۔ دس لاکھ انسانوں کے میں لاکھ  
لڑتے اور کاٹتے ہوئے ہاتھ اٹھتے ہوئے تھے۔ سبھی قلوب  
ایک خاص انداز میں دھڑک رہے تھے۔ سبھی روحیں ایک  
ہی انداز میں مضطرب رہے کل تھیں اور بیس لاکھ  
آکھوں سے وہ پانی جاری تھا جو نہایت  
اور شرمندگی کے سرخیوں سے پھوٹتا ہے۔

مولانا محمد عمر پانچ پوری کی زبان سے نکلے ہوئے یہ الفاظ  
آج بھی گودھرا کی سرزمین میں گونج رہے ہیں۔ انھوں نے  
انتہائی پریقین لہجہ میں فرمایا تھا:

”ملازم تیار کرتے ہیں اور ہمارا کام قرآن مجید  
کو پھینکنا ہے۔“

کتنی پریشان کن ترین حقیقت بات ہے اور کس درجہ  
سے تکلفی اور بے نیازی کے ساتھ مولانا محمد صاحب نے اس  
حقیقت کا اعتراف کر لیا ہے کہ ہتھیار ملنا ہی بناتے ہیں  
اور تمام حکام و انتظامیہ اداروں کا استعمال کر کے اسلام کی  
اشاعت کریں۔ بالفاظ دیگر یوں سمجھ لیجئے کہ کھانا تو ملنا  
حق ہی پکارتے ہیں۔ ہمارا کام تو یہ ہے کہ دسترخوان کھیا کر  
اس پر کھانا لگا دیں۔ افسوسناک بات تو یہ ہے کہ تبلیغی  
جماعت کے سچاس فیصد افراد اس حقیقت سے علمدارہ قرار  
اختیار کئے ہوئے ہیں جس حقیقت کا اعتراف ان کے ایک  
معتبر نے غیر مبہم الفاظ میں کر لیا ہے۔

تبلیغی جماعت کے سچاس فیصد نمبر ان کا عالم یہ ہے  
کہ وہ اپنے کام کے اسوائے کسی بھی کام کو کوئی اہمیت نہیں  
دیتے۔ ان کی نگاہوں میں ملاری کوئی وقعت نہیں۔  
مدارس کی کوئی حیثیت نہیں اور ان کتابوں کا کوئی مقام  
نہیں جن کے کھنے والے اندازہ خدمت اسلام ان سے کسی

بہارِ نبوی۔ ان باتوں کے اوراق میں چند اہل  
کے ہمیں وسیعہ مسلمانوں کو تبلیغی جماعت سے  
پریشان کر دیا ہے اور اس کے بارے میں غلط رویہ اختیار  
کرنے پر مجبور ہو گئے ہیں۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ تبلیغی جماعت میں ایسے  
انھیں بھی موجود ہیں جو دوسروں پر اپنا تسلط جانے کی فکر  
میں ہیں۔ مگر ہرگز تمام حوصلہ مندوں اور انسانی مزاج کی تمام  
نیکیوں کو سامنے رکھتے ہوئے اپنا کام کرتے ہیں۔ علماء کا  
احترام کرنے ہیں۔ مدارس و مکاتب کی قدر ان کے دل میں  
موجود ہے۔ ہر خادم دین سے انھیں عقیدت ہے اور ہر عباد  
گناہ مسلمان ان کی نظروں میں محبوب ہے۔ لیکن ایسے شخص  
کی تعداد سچاس فیصد سے زیادہ نہیں ہے۔ سچاس فیصد افراد  
غلط روش اختیار کیے ہوئے ہیں جو ہر اہل ایمان کے لئے اور  
ان کی جماعت کے لئے ضرر رساں ہے۔ ایسے افراد کے لئے  
ہمارا مشورہ یہ ہے کہ وہ اپنی خصلتوں کو بدلیں اور ہر خادم  
دین سے اس طرح محبت کریں جس طرح وہ ان حضرات سے کرتے ہیں  
جو ان کے شاہد بشارت تبلیغی جماعت میں کام کر رہے ہیں۔ تبلیغی  
جماعت میں چلے دینے والے حضرات سے محبت و عقیدت اور دوسرے  
طریقوں سے دین اسلام کی خدمت کرنا۔ ان حضرات کے اظہار  
بیزاری ذی ظلم اور ذی ظلم حضرات کے دل و دماغ میں یہ تاثر  
پیدا کرتا ہے کہ شاید اسلام اور تبلیغی جماعت دو الگ الگ  
مذہب ہیں۔ اگر یہ تاثر غلط ہے اور یقیناً غلط ہے تو پھر اسے تبلیغی  
جماعتی ان حضرات سے محبت و عقیدت کا اظہار کیوں نہیں کرتے

جو اپنے انداز میں اسی اسلام کی خدمت میں لگے ہوئے ہیں جس کی  
خدمت کے لئے تبلیغی جماعت کی داغ بیل ڈالی گئی ہے۔ ہمارے تبلیغی  
بھائی بات اپنے ذہن میں اتار لیں کہ تبلیغی جماعت اسلام کی  
خدمت کا ایک ذریعہ ہے جو فی نظام سام نہیں۔ اور اسلام کی خدمت  
کا کوئی ایک ذریعہ نہیں ہے بلکہ مختلف ذرائع ہیں جن سے اسلام  
کی خدمت کی جاتی رہی ہے اور کی جاتی رہے گی۔ کچھ ایک ہی ذریعہ  
معتبر و قبول سمجھ لینا اسلامی طریقہ فکر نہیں۔ غیر اسلامی ذرائع سے  
تنگی اور تنگ نظری برابھارتی ہے جبکہ ہمارا اسلام تنگ نظر اور

حسن احمد مدنی



# آغاز سخن

جہاں تک جزوی اختلاف کا مسئلہ ہے تو اس سے ہمیں انکار نہیں کہ ہم نے وقتاً فوقتاً تبلیغی جماعت کے بعض جزئیات کے خلاف قلم اٹھایا ہے۔ لیکن خدا گواہ ہے کہ اس موضوع پر ہم نے جب کبھی قلم اٹھایا ہے، یہ سوچ کر اٹھایا ہے کہ شاید تبلیغی جماعت کے افراد کو ہلکی آواز پر لبیک کہنے کی توفیق نصیب ہو جائے اور اس طرح تبلیغی جماعت کے چہرے پر ابھرے لائے وہ داغ کا عدم ہو جائیں جنہیں ارباب فہم ایک مدت سے محسوس کر رہے ہیں۔

ہم نے تبلیغی جماعت سے اختلاف کا اظہار کرنے اور اس کے بعض طور طریقوں پر مخلصانہ اعتراض کرتے وقت کھلے نقطوں میں ہمیشہ اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ تبلیغی جماعت دین اسلام کی جو خدمت انجام دے رہی ہے وہ کسی اور اسلامی جماعت کے بس کا کام نہیں۔ دیہاتوں، ریٹیلے ملازمتوں اور پھاڑوں کے رامنوں تک پہنچنے کی آواز پہنچا دینا آتنا سہل نہیں ہے کہ جسے ہر گروہ اور ہر جماعت سمجھ لے۔ قابل تعریف ہے تبلیغی جماعت کو اس نے سنگ لائحہ اور خزانہ دار اور یوں یہ کہہ سکتا ہے کہ اسلام کی روشنی کو مزید بکھلا اور اس طرح وہ ہم سر کر رہی ہے مگر پھر اہل کتاب میں سر انجام لایں دے سکتی ہیں۔

گودھڑے کے اجتماع کے بارے میں حقیقت یہ ہے

۱۲، ۱۳ مارچ کو گجرات کے شہر گودھڑا میں تبلیغی جماعت کا جو اجتماع ہوا ہے اس سے وہ لوگ بھی متاثر ہوئے جو تبلیغی جماعت سے برمنہ اور خوش قسم کی دشمنی رکھتے ہیں اور وہ لوگ بھی متاثر ہوئے جنہیں تبلیغی جماعت سے وہ اختلاف ہے جو صرف جائز ہے بلکہ جسے خیر البشر اور خیر کائنات نے اپنی امت کے حق میں رحمت قرار دیا ہے۔

تجلی کے قارئین اس بات سے بخوبی واقف ہیں کہ ہم نے تبلیغی جماعت کی مخالفت کو کسی دور میں کبھی نہیں کی۔ کسی دور میں کبھی ہم نے اس پر تنقید و تنقیص کے پتھر نہیں اچھالے۔ کسی دور میں کبھی ہم انہیں ایمان کا ڈاکو کہنے اور قیوری شریعت کے متوالوں کی طرح منہ پر سڑانے کے خطبہ میں مبتلا نہیں ہوئے۔ ہم ذلیل قسم کی مخالفت اور عریاں مہم کے مناقشوں کا مظاہرہ کرتے ہی کیوں جبکہ ہم اس بات سے ناواقف نہیں تھے کہ تبلیغی جماعت جس کام میں منہمک ہے وہ دین ہی کا کام ہے۔ وہ کبھی اسی اسلام کی بے لوث خدمت سے جس اسلام کی خاطر ہم جملہ سرمغارہ سہاہ کرتے رہے ہیں اور انہماک اور انداز اس وقت تک کہتے رہیں گے جب تک ہماری انگلیوں میں مسلم یگانہ کی صلاحیت باقی رہے گی۔

ہمدی نظر سے گندیں تو دل و دماغ متاثر و متحیر ہوئے  
 ہر طرف سے۔ اگرچہ بریلوی حضرات کا عالم تو آج بھی یہ  
 ہے کہ وہ تبلیغی جماعت کو گمراہ اور گمراہ کن سمجھنے کی  
 دیوانگی میں مبتلا ہیں۔ گو دھرم کے عظیم اور عالمی اجتماع  
 سے بھی انھوں نے کوئی تاثر نہیں لیا۔ یہ لوگ آج بھی  
 تبلیغی جماعت کے اتنے ہی مخالف ہیں جتنے کل تھے  
 انھیں آج بھی تبلیغی جماعت کے غیر خواہوں سے اتنا  
 ہی عناد ہے جتنا ماضی میں تھا۔ مداخل اس کی ایک وجہ  
 ہے۔ اور وجہ یہ ہے کہ ان لوگوں کی نظروں سے قرآن  
 کریم کا یہ آیت نہیں گزری تو انھوں نے اسے قابل انکساف  
 نہیں سمجھا۔

وَلَا يَخْرُجُ مِنْكُمْ شَيْءٌ  
 تَوْفِيقِي لَكُمْ لَوْلَا  
 اَعْدُوْكُمْ لَوْلَا  
 اَللّٰهُ تَعَالٰی

اور کسی قوم کی خصامت نہیں  
 اس بات پر مجبور نہ کر دے  
 کہ تم نا انصافی پر ترحم نہ کرو  
 (ہر حال میں) انصاف کرو

(مائدہ) یہاں بات قرین تقویٰ ہے۔  
 کتنے صریح اور کھلے انداز میں یہ فرمایا گیا ہے کہ کسی عجمی  
 اور کسی گروہ سے اختلاف اور اظہار اختلاف کہتے ہوئے  
 تم مداخل سے سچا و زممت کرو اور اگر تم ایسا کرو گے  
 تو یہ بات تقویٰ سے بعید تر ہوگی۔  
 ہر حال ہمیں تو یہی مسرت ہوئی جب سے گو دھرم کے ایقان  
 کی تفصیلات سننے کو ملیں۔

اس اجتماع میں دس لاکھ، ایک روایت کے مطابق  
 بارہ لاکھ اور بقول بی۔ بی۔ لندن کے پندرہ لاکھ مندوبین  
 نے شرکت کی۔

مندوبین کے قیام کے لئے بڑے بڑے صیغے لگائے  
 گئے تھے۔ ان میں کا سب سے بڑا عجیبہ پانچ سو سات میٹر کی  
 لمبائی پر چڑائی میں پھیلا ہوا تھا۔ یہ عجیبہ ایک اندازے کے  
 مطابق انھوں دن ہزار آٹھ سو میٹر کپڑے سے تیار ہوا تھا۔  
 اور اس میں کئی سو بلیاں کھپ گئی تھیں۔

اس عجیبہ میں ایک وقت ایک لاکھ چھیتر ہزار چار سو

ان لوگوں کا کر لیا کرتے تھے۔ باقی اور عجیبے بڑے صیغوں  
 کی تعداد بیس۔ سیکم نہیں تھی۔ اجتماع گاہ میں کھانے کے  
 جو پورے موجود تھے انھیں اپنے گاہکوں پر بھر پور عہدہ تھا  
 ہونٹوں میں کوئی ٹکڑاں مفت پر نہیں تھا۔ لوگ اپنی مرضی سے  
 کھانا کھا کر یا مناداری سے بل چکا رہے تھے اور سب کو  
 اس بات کا احساس تھا کہ خدا ماحضرونا نظر اور سمیع و بصیر ہے  
 پانچ سو شش حضرات ازراہ اخلاص پانچ سو پیسے کی پیمائش  
 صرف دس پیسے میں فروخت کر رہے تھے۔ اسی طرح  
 کھانے اور چائے وغیرہ کے ریٹ بھی کافی گھٹا دیے گئے تھے  
 اس کے باوجود کسی تاجر کو کوئی نقصان اٹھانا نہیں پڑا۔

یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ اجتماع گاہ میں جو ساڑھے  
 تین سو بیگہ زمین میں پھیلا ہوا تھا کوئی کتا دکھائی نہیں دیا  
 کوئی عورت بھی نظر نہیں پڑی اور کسی سیاہی کی زیارت بھی  
 نہیں ہوئی۔ پولیس کی دہاں ضرورت پڑتی بھی کیوں دہاں  
 تو جو حضرات آئے تھے انھیں دنیا کے قانون اور پولیس کی  
 لائحہ عمل سے زیادہ خدا کا خوف تھا اور اس خوف کی موجودگی  
 میں ان سے جرائم کی توقع کیسے کی جاسکتی تھی۔ اور جہاں  
 وقوع جرائم کا نا لیشہ نہ ہو دہاں پولیس جا کر کمری کیا؟  
 یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ جلسہ گاہ میں اس بات کی  
 سخت پابندی مانا کر دی گئی تھی کہ کوئی صاحب فولٹا مارنے  
 کی زحمت گوارہ نہ کریں۔ چنانچہ کسی اخباری نمائندے نے  
 فولٹا کھینچنے کی کوشش نہیں کی۔

ملازہ ازیں اور بھی بہت سی چیزیں ایسی ہیں کہ  
 جنہیں بطور خاص ذکر کیا جاسکتا ہے۔ ان میں اصل اور  
 اہم چیز ہمارے نزدیک یہ تھی کہ ذکر فاذا کار اور حفظہ تقریر  
 کے دوران مسلسل سکوت چھایا رہا۔ ایک عجیب طرح کی سکوت  
 تھی جس نے سارے ماحول کو نورانی بنا کر رکھ دیا تھا۔ ایک  
 عجیب قسم کا کیف تھا جو احساسات کی دنیا میں اپنا جادو  
 بکھیر رہا تھا۔ اور یہ سکینٹ و کیف اس بات کی علامت  
 تھی کہ فضل ایزدی اجتماع کے ارگرد موجود تھا۔ اور  
 اس کی رحمتوں نے سارے ہی (باقی برصغیر)

## مولانا عامر عثمانی

# حق یار

## وسیلہ کی باتیں

اسلامی تصورات و عقائد اور اصول و اقدار کی مراد سے جامع، اہم ترین اور بنیادی کتاب، کتاب اللہ پر جگہ جگہ ان لوگوں کو تلقین کی گئی ہے۔ اور تلقین کرنے والا، خود اللہ ہے کہ ہم سے مانگو، ہم سے مدد چاہو، ہمارے سامنے کوئی کڑاؤ، ہم تمہاری دعا سنیں گے، کسی غمی سے غمی نہ رہے، غم نے میں بغیر زبان بلائے مضطرب و ہلچل میں جو دعا مانگو گے وہ بھی ہم تک ہر ہر لمحہ پہنچے گا، خدا کی کف و کم کے ساتھ پہنچے گی اور ہم اسے لائق تو سمجھیں گے

شہور ترین آیت ہے۔

اِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي  
عَنِّي فَاِنِّي كَسْبُ يَدِي  
اُجِيبُ دَعْوَانِي  
اَلَا اِذَا دَعَا عِبَادِي  
اِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي  
عَنِّي فَاِنِّي كَسْبُ يَدِي  
اُجِيبُ دَعْوَانِي  
اَلَا اِذَا دَعَا عِبَادِي

ربیعہ، آیت ۱۸۶ مجھ سے دعا مانگتا ہے۔

کتنا دلچسپ موقع تھا کہ اگر کسی صالح اور بزرگ پرستی کے قوس سے دعا مانگنا، بلا قوسل دعا مانگنے کے مقابل

میں ذرا بھی انفع اور ادنیٰ جوتا تو اللہ تعالیٰ سے یہی ارشاد فرمادیتے، کہ اے غیبر بندوں سے کہہ دو کہ دعا تو میں دیتے ہی سب کی سنتا ہوں لیکن زیادہ سمجھ اور محبوبیت میں وہ چوں گے جن میں میرا ایک بندہ کسی اور بزرگ پرستی کے واسطے اور مدد سے کچھ مانگے لیکن اشارت و کنایت میں بھی ایسا کہا گیا۔ اور قرآن کے مددگار مقامات پر جہاں جہاں اس لوح کا صفحہ بیان ہوا ہے وہاں بھی کسی ایک جگہ بھی ایسی کوئی ترغیب و تلقین نہیں پائی جاتی۔

تو عقل حیران ہے کہ کوئی شخص ہے جس کی بنیاد پر یہ طے کر دیا گیا ہے کہ بزرگوں کے قوسل اور قوسط سے دعا کرنا زیادہ موجب خیر و برکت ہے۔ قرآن کے بعد حدیث رسول کو دیکھتے ہیں تو اس میں بھی کہیں یہ ہدایت نہیں ملتی۔ حالانکہ قرآن کے اجمال کی تفصیل و تبیین تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فریضہ رسالت تھا۔ ایک ایسے نفع بخش اور غور و محسن طریقہ کہ وہ فسر و بیان فرماتے، اگر واقعی وہ اسکی درجہ میں ہوتا جس درجہ میں ہمارے صوفیائے کرام، اور مشائخ عظام آباد کراتے ہیں۔

حدیث میں یوں تو بے شمار مقامات پر باری تعالیٰ سے دعا کرنے کی ترغیب و تاکید کی گئی ہے لیکن یہاں ہم

جو جاسے کرتا ہوں  
میرا کچھ دینا فقط میرا حکم کر دینا ہے  
جس بات کا بھی اور ادھ کر لیتا ہوں اس  
کے بارے میں کہتا ہوں چھ جادہ ہو جاتی

آپ دیکھ رہے ہیں کہ وسیلہ کی بھی تعلیم دی تو اپنی ہی  
قدرت کے وسیلہ کی دی۔ اگر کسی دلی، پیغمبر یا کسی اور عظم  
نحے کے وسیلہ سے کی ہوئی دعا اللہ کو پسند ہوئی تو کیا عقل  
اس کا مستحق تقاضہ نہ تھا کہ اس خاص محل میں تو اس کا  
ذکر آ ہی جاتا۔ یہ حدیث خاص دعا ہی سے متعلق ہے۔ اور  
تعلیم ہے۔ اس میں اگر وسیلے کے لیے اپنی قدرت کو  
مخصوص فرما دیا تو آخر ہمارے بہت سے بزرگوں نے  
کس دلیل کی بنا پر یہ رائے قائم کر لی کہ اللہ کے حضور  
کی گئی دعاؤں میں بحق فلاں اور بلفضل فلاں اور بوالاسطہ  
فلاں کا اضافہ مفید ثابت ہو گا۔

عقل ان لوگوں کے احوال پر قیاس کرتے ہوئے  
وسیلے اور سفارش کے جتنے امکانات تراشتی ہے۔ ان  
سب کا سہرہ باب قرآن نے اللہ تعالیٰ کی وہ صفات  
واضح کر کے فرما دیا ہے جن سے انسان خالی نہیں۔ اللہ دونوں  
کے احوال جاننے والا ہے۔ اس کے صواب میں یہ استعداد  
نہیں۔ اللہ تک اپنی آواز پہنچانے کے لیے کسی درمیانی  
وسیلہ کی احتیاج نہیں۔ جب کہ بہت سے انسان ایسے  
ہوتے ہیں جن تک سفارش اور وسیلے کے بغیر پہنچ نہیں  
ہوئی۔ نہ اپنی معرفت ان تک براہ راست پہنچانی  
جاسکتی ہیں۔ غرض قرآن و حدیث دونوں اس طریقہ و حکم  
سے خالی ہیں کہ کوئی بندہ اللہ کے آگے ہاتھ پھیلاتے ہوئے  
ملوہ سفارش کسی بزرگ کا نام لے۔

دوسری پریشانی یہ ہے کہ وفات پاک قبروں میں دفن  
ہو جانے والے اولیاء اللہ اور صالحین کے بارے میں  
مذہب عقیدہ آخر کس سرشت کے اور وہی علم و خبر سے کیا

کے ایک لمبیل حدیث قدسی کا بڑا حصہ نقل کرتے ہیں۔ جو  
مفسرین نے حیدر علیہ السلام نے مشہور زمانہ صحابی حضرت ابوہریرہ  
رضی اللہ عنہ سے روایت فرمائی تھی۔ اس میں  
وسیلہ کا ذکر ہے۔ اس میں خصوصیت سے ہم اسے لے  
رہے ہیں امام احمد ابن حنبل اسے اپنی مستند میں نقل کرتے  
ہیں اور وہ اختصار میں چھوڑ کر مفسر ترجمہ میں خدمت ہے

اللہ جل شانہ نے ارشاد کیا: اے  
میرے بندو! تم میں سے کون ہے۔ جو  
گناہ نہیں۔ آئیے کہ میں ہی جیسے محفوظ رکھوں  
لہذا تم میں سے ہر اک اپنے گناہوں کی  
معافی کا التماس برابر مجھ سے کرتا رہے میں  
تمہیں معافی دوں گا۔ تم میں سے جو بگھے  
صاحب قدرت جانتے ہیں اور اس نے  
میری قدرت کے وسیلے سے اپنی غلطیوں  
کی مغفرت طلب کی میں نے اس کی  
غلطی معاف فرمادیں

اے میرے بندو! مجھ کو کہ تم سب  
ماہ سے بھٹکے ہوئے ہو الا وہ جسے میں  
راستہ دکھاؤں۔ لہذا تم سب مجھ سے ہی  
ہدایت کی طلب اور گزارش کرو۔

تم سب فقیر و محتاج ہو الا وہ جسے میں  
خفی کر دوں۔ تمہیں چاہیے کہ مجھ سے ہی اپنی  
غذی مانگو اور خوب کچھ لو کہ اگر تمہارے  
سب اگلے پچھلے زندہ مردہ بھٹکے ہوئے  
جنگل میں گھوم رہے مانگ لیں اور میں انہیں پھل  
کر دوں تو اس سے میرے خزانے میں  
مطلق کمی نہیں ہوگی۔ یہ بس ایسا ہی ہو گا جیسے  
کوئی سمندر میں ایک سوئی ڈوبتا ہے۔ اور  
کمال لیتا ہے اور یہ اس لیے کہ بلاشبہ  
میں ہی مغفرت بخشنے والا صاحب  
ظلمتہ بالادست اور غالب ہوں



ہے کہ صاحب بھی زندہ ان لوگوں کی کوئی مدد کر سکتے ہیں اب بھی انھیں بعد دنیا میں کوئی دخل ہے۔ اب بھی ان سے ظاہر کیا جا سکتا ہے۔

اور خائب میں سے جتنے امور کا جاننا اللہ کے نزدیک بندوں کے لیے فردی تھا۔ انھیں اس نے یا تو بڑا دست قرآن میں بیان فرمادیا۔ یا پھر اپنے آخری پیغمبر کے کردار و گفتار سے اس کی نشان دہی کر دی۔ یہ بات کہ اصحاب قبور زندہ ہونے کے کام آسکتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ امور خائب ہی میں سے ہے جسے حواس غیب کے ذریعہ دیکھ کر ادراک میں نہیں لایا جاسکتا۔ پھر کیا وجہ ہے کہ کوئی حکم و سریم آیت یا کوئی واضح المراد صحیح و قوی اس امر غائب کی توضیح نہیں کرتی جن آیات و احادیث کو اس باب میں معتدل بنا یا جاتا ہے وہ عموماً مشابہات کے قبیل سے ہیں۔ لہذا ان سے اخذ کردہ مطالب و عقائد کو کسی طرح بھی قطعیت کا درجہ حاصل نہیں۔ پھر یہ اعتراض بھی اچھی جگہ جوں کا توں باقی رہتا ہے کہ ایسی کچھ گریہ و غنیمت اور حقیقی حقیقت کو آخر مرجع غفلتوں میں کچھوں نے بیان کیا گیا، جب کہ تمام ضروری اور اہم امور میں اللہ و رسول کا طرز عمل وضاحت و مراحت کا ہے۔ مرجع ازل و احوال سے کسی بھی نوع کی مدد ملنا اگر زندوں کے لیے ممکن تھا تو اس راز کو قرآن و حدیث میں خوب ہی کھول کر بیان کرنا چاہیے تھا۔ کیونکہ یہ تو ہر عہد اور ہر مقام میں ہر مسلمان کے فائدہ کی چیز تھی۔ مگر یہی ایسی کوئی چیز نہیں ملتی جس کچھ مشائخ و موفیاء کے ارشادات، بیحد یا پھر تفسیر و تفسیر کے ایسے زاویے ہیں جن کی تصدیق سے شریعت خاموش ہے اگر دلیل مرجع و توحید کے بغیر صرف ارباب طریقت کے حسن ظن پر مان لیا جائے کہ اصحاب قبور زندوں کو مدد دینے اور فیض پہنچانے کی صلاحیتیں رکھتے ہیں۔ تب بھی ذہنی اضطراب کی تشفی نہیں ہوتی۔ بلکہ متعدد سوالات سر اٹھاتے ہیں۔

مثلاً قبر حاضر ہے کہ باوجود بلند صاحب قبر سے عرض معروض کی جائے یا بغیر آواز کے دل ہی دل میں۔ اگر نہ ہی دل میں یا بالکل زیر لب بلا آواز عرض و معروض صاحب قبر

بزرگ کے علم میں آسکتی ہے تو پھر قرآن کی ان آیات اور حضور کے ان ارشادات کی کیا تامل ہوگی جن میں تاکید و تاکید کے ساتھ یہ یقین دلایا گیا ہے کہ اللہ عزوجل اللہ عزوجل اللہ ہی ہے۔ علماء اور فقہاء اس پر غور کریں کہ یہ وصف خاص اللہ کے سوا کسی میں نہیں۔ یہ ملک بات ہے، کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق مصلحتوں کے تحت بعض امور غیب اور اسرار باطن کا حضور اس علم و قیاس پر اپنے کسی بندے کو دیدے۔ مگر بنیادی عقیدہ اور اصول قطعی یہ ہے کہ اس طرح کی مستقل صلاحیت اور ایسا اختیار انبیاء علیہم السلام تک کو حاصل نہیں ہو جائے کہ غیر انبیاء کو۔ یہ عقیدہ رکھنا کہ اصحاب قبور خاموش فریادوں اور بے آواز گزارشوں کو سمجھ سکتے ہیں یہ معنی رکھتا ہے کہ ان کے لیے مستقل صلاحیت غیب ذاتی فرض کر لی گئی ہے۔ جب جس کا بھی چاہے قبر پر مراقب ہو اور صاحب قبر اس کی راہنمائی قلبی اور زبان بے زبانی پر مطلع ہو جائیں۔ اور اگر دعوتی یہ ہے کہ ان تک معروضات پہنچانے کے لیے آواز ضروری ہے تو پھر بھی قرآن کی آیت میں تو کہتی ہے کہ وہاں منتہی بسمع من فی القبور اسے پیغمبر نعم ان کو اپنی بات نہیں سنا سکتے تو تدبیر میں سو جائے، بیشک اس سے قبل اللہ تعالیٰ نے بھی فرمایا ہے کہ ان اللہ یسمع من یشاء واللہ تعالیٰ جہے چاہے سنا سکتا ہے، کو کس مومن کو اس میں کلام ہے کہ اللہ کی قدرت میں سب کچھ ہے۔ چنانچہ حضورؐ نے جب مقتولین بدر کو خطاب فرمایا تو اللہ تعالیٰ کی قدرت سے انھوں نے سنا، لیکن ظاہر ہے کہ امتثنائی صورت تھی

دریا بھٹ کر خشک راستہ بدلے یہ حضرت یحییٰ کے معاملہ میں ہو چکا ہے۔ لیکن کیا اس سے یہ اصول فقہ بدل گیا کہ بیدل چل کر دریا کو پار نہیں کیا جاسکتا اسی طرح بعض خاص مواقع پر کسی مردے کو اللہ کا کچھ سنا دینا اس اصول فطرت کو نہیں بدلتا جسے قرآن کی وہاں والی آیت واضح کر رہی ہے۔ لہذا کسی خاص واقعہ میں تو ثبوت قوی مل جانے



میں اس کی کھٹ کر رہ گیا چوتھا۔ تارک تو یہ بتاتی ہے کہ  
اس کے رسول نے پہلے اپنی بستی میں اسلام کا تحفہ اقبال  
بجایا پھر پورے حجاز پر اس کو بھیلایا، پھر پھر پھر  
عرب کو اپنے دائرے میں سمیٹا چلا گیا، پھر باقی تمام کو  
حکم لگا کر جاکر ایران و روم کے حاکموں سے کہو یا اسلام قبول کریں  
یا سب زہر دیں یا پھر تلوار نکال کر میدان میں کودیں۔  
اگر دین یہی تھا تو تصوف و طریقت کی آئینہ یا لومہ  
نے کیوں اسے اپنے اندر سے اس طرح نکال پھینکا جس طرح  
دودھ سے گھی نکال دی جاتی ہے کہ کوئی اللہ کا بندہ جو اس کا  
جو اسب دے

(از تہجلی جنسی، فردوسی مشعر)

### خدا کسی کا رشتہ دار نہیں ہے

ہم دیانت داری کے ساتھ یہ سمجھتے ہیں کہ اگر شاہ عبدالقادر  
اور فلاں فلاں مرحوم بزرگوں کو مدد کے لئے پکارنا اللہ کے  
نزدیک درصت ہو تو پھر بے شمار مت پر صحت بھی فرد  
بھٹے جائیں گے، کیونکہ وہ بعینہ اسی پھروں کو پر مانتا اور ایشور  
نہیں سمجھتے بلکہ انھیں بعض بزرگوں کی ایک تصوراتی شبیہ خیال  
کہتے ہیں اور ان کا شرک اس لئے مختلف نہیں ہے جس  
کی بحث چل رہی ہے، یاد رکھو کہ اگر رشتہ داری کسی سے  
نہیں، کا فرد مشرک بھی اسی طرح اللہ کے بندے ہیں جس  
طرح موسیٰ و سلم مسلمان اگر یہ حق ہو کہ تو حید کے دائرے  
سے خارج نہیں ہوتا کہ جو ان کے ساتھ ہیں پہلے مر چکے وہ  
در اصل زندہ ہیں اور زندہ ہی ہیں بلکہ صاحب قوت و قدرت  
بھی ہیں تو کوئی اللہ کا بندہ یہ عقیدہ رکھ کر دائرہ تو حید سے  
خارج کیسے ہو سکتا ہے کہ رام اور کرشن اور فلاں فلاں فلک  
ہماری پکار میں سنتے اور ہماری مدد کرتے ہیں۔ رام اور کرشن  
جیسی بستیوں کے سلسلے میں ایسی مضبوط تاریخی شہادتیں موجود  
نہیں ہیں جن کی بنا پر ہم یہ فیصلہ کر سکیں کہ کس دور میں اور کس  
نوعیت کے مفرات تھے۔ ان کی قطعاً باتیں ان کا  
پورا اسوہ کیا تھا کیا تعجب ہے کہ یہ مسالیں میں چھو رہی ہیں

میں اس کا سن لینا ہی نہیں ہو سکتا ہے۔ لیکن اس کے  
بلا سبب کھٹ کر رہ گیا چوتھا۔ تارک تو یہ بتاتی ہے کہ  
اس کے رسول نے پہلے اپنی بستی میں اسلام کا تحفہ اقبال  
بجایا پھر پورے حجاز پر اس کو بھیلایا، پھر پھر پھر  
عرب کو اپنے دائرے میں سمیٹا چلا گیا، پھر باقی تمام کو  
حکم لگا کر جاکر ایران و روم کے حاکموں سے کہو یا اسلام قبول کریں  
یا سب زہر دیں یا پھر تلوار نکال کر میدان میں کودیں۔  
اگر دین یہی تھا تو تصوف و طریقت کی آئینہ یا لومہ  
نے کیوں اسے اپنے اندر سے اس طرح نکال پھینکا جس طرح  
دودھ سے گھی نکال دی جاتی ہے کہ کوئی اللہ کا بندہ جو اس کا  
جو اسب دے

میں اس کے بعد یہ بحث پیدا ہوتی ہے کہ  
سہل کے علاوہ جو صلا حقیق ان میں مان لی گئی ہیں۔ مثلاً مدد کو  
پہنچنا، فیض بخشنا، خدا کی بارگاہ میں فردی طور پر سفارشی بننا  
ان کا ثبوت آخر کس کہاں سے ملے۔ یہ سارے اسرار نہایت آخر  
کس منبع علم و خبر سے حاصل کیے گئے ہیں، قرآن وحدیث  
قرآن کا مرستہ نہیں کرتے

(فردوسی، فردوسی مشعر)

### عامیانہ تصوف نے ہمیں کیا دیا

ہمارے قلب میں موصیاء و مشائخ کا بڑا احترام  
ہے اور ہم کشف و کرامات پر یقین رکھتے ہیں، لیکن جن لجن کا  
حل ہمارے نفس ہم میں آج تک نہیں آسکا ہے کہ اسلام کے  
نفسی و فطری اور شوکت و سلطنت کا جو پہلو نبی کریم صلی اللہ  
علیہ وسلم اور خلفائے راشدین اسوہ و کردار اور خیالات میں  
اچھا نما نظر آتا ہے، اس کا ناظر نشان تک تصوف علم و عمل  
میں نظر نہیں آتا۔ تصوف نے ایک ایسے خانقاہی نظام کی تشکیل  
کی ہے جو طبل جنگ کے شور اور بے نیا آملہ وں کی جھنکار  
اور حرب و حرب کی ہنگامہ آرائیوں سے یکسر نا آشنا ہے  
یہ تصوف ہمیں یہ سبق دیتا ہے کہ تم عبادات میں مستغرق  
و محو اداس کی پیراہ مت کرو کہ معاشرہ میں قانون کس کا  
ملکہ بنا ہے، بالا دست کون ہے کا وہ بار حیات کی دنیا  
کس کے ہاتھ میں ہے۔ حالانکہ یہ سبق اگر قصود اور ان کے  
معاہدہ کا ہوتا تو تاریک اور جوتی اندام اسلام سرزمین حجاز کی چہار

اور انھیں شیطان کی دراندازی سے محفوظ رکھنا مقصد بعثت کے لیے فردوسی تھا۔ اس لیے اللہ نے اپنی مخلوق کا طے سے شیطان کی آمیزش کو مٹا دیا اور وہی تعلیمات انھوں نے ان لوگوں کے سامنے پیش کیں، جو عین حق تھیں اور گمراہی کی آمیزش سے پاک تھیں۔ صاف ظاہر ہے کہ انبیاء و رسل کے علاوہ کسی انسان کو اللہ کی مدد حاصل نہیں۔

بڑے سے بڑا بزرگ بھی حضور کا امتی ہی ہے نہ کہ بجائے خود مغیب۔ ہرگز فردوسی نہیں کہ کسی بزرگ سستی کے فکیر خیال کی بعض غلطیاں اللہ تعالیٰ اس طرح منکے جس طبع غیبیوں کی مثال رہا ہے۔ اگر یہ بات ہوتی تو انبیاء میں اور بعد کے صلحاء و اتقیا میں سرق ہی کیا رہ جاتا۔ حامل سب وہ شخص جو یہ سمجھتا ہے کہ فلاں بزرگ کو تو کسی معاملہ میں بہکا ہی نہ سکتا تھا۔ ایسا غلط عقیدہ امت میں کسی مستند عالم کا نہیں رہا ہے۔ یہ فریب جہالت ہے اور بس۔

ایک نکتہ پر اور غور کریں، جس طرح ہمارے اور آپ کے کچھ بزرگ ہیں۔ اسی طرح ان دوسرے طبقوں کے بھی کچھ بزرگ ہیں، جن سے ہیں اور آپ کو اختلاف ہے۔ اگر ان دوسرے طبقہ والوں کا کوئی دعویٰ اس بنیاد پر قبول نہیں کیا جاسکتا کہ اس کی نسبت ان کے کسی بزرگ کی طرف سے ہے تو آخر ہمارے کچھ کسی بزرگ کا محبہ و قول دوسروں کے لیے واجب قبول سمجھ سکتا ہے۔

ٹھیک ہے آپ کو اگر قبوری رموز میں مضائقہ نظر نہیں آتا تو کون آپ کو رد کر سکتا ہے، جو لوگ قبروں پر چبکے تک گر گزرتے ہیں ان کے پاس بھی اپنے منہ سے نکالنے کے قوال نظر کر رہے ہیں لہذا قرآن و سنت کی بات تو بس بطور تکلف رہ گئی اصل مطالعہ اور مقتدی منہ سے نکالنے اور اقطاب ٹھہرے یہی اگر اسلام ہے یہ اسلام آپ کو مبارک، ہمہ اسلام صاف ہے جو اللہ اور رسول کی تعلیمات اور اجماع امت سے ثابت ہے

روزِ تجلی جولائی، اگست ۱۳۶۳ء

تھی کہ اللہ نے ان میں سے کسی کو نبوت سے سرفراز کیا جو اور بعد میں انھیں نے ان کی تعلیمات میں تحریف کر دی جو۔ بس جلال کی شیبہ بن کر جو لوگ ان سے دعا میں کرتے ہیں ان کی آخر کیا خطا ہے۔ اگر شاہ عبدالقادر وغیرہ سے غائبانہ دعا میں کرنا عین توحید ہے۔ یہ تو کوئی بات نہ ہوئی کہ وہ ہی کام ہم مسلمان کریں تو جنت میں جائیں اور دوسری قومیں کریں تو جہنم میں داخل ہوں اس خوش فہمی سے پہلی فرصت میں توبہ کر تی چلیے۔

روزِ تجلی جولائی، اگست ۱۳۶۳ء

## بزرگان دین معیار دین نہیں

تجلی میں پچاسوں بار بہ دلائل واضح کر دیا گیا ہے کہ معیار حجت اللہ اور رسول ہیں۔ دین قرآن و سنت کی تعلیمات میں منحصر ہے۔ شیوخ و اقطاب کی یہ حیثیت ہرگز نہیں کہ ان کی ہر بات لازم مان لی جائے۔ مرزا جان جان ہوں، مجدد العن ثانی ہوں، شاہ معلین الدین ہوں یا کسی بھی دور کے کوئی بزرگ ہوں، ان کی تعظیم و تکریم سرانگھوں پر مبنی یہ حکم اللہ اور رسول نے بھی نہیں دیا کہ بجائے قرآن و حدیث کے ان حضرات کی آراء کو عقائد کا مبنی اور مصدر بن کر۔ آپ اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ شاہ عبدالقادر جیلانی یا مجدد العن ثانی دیا مرزا جان جان وغیرہم کید شیطان کی دسترس سے بند ہیں۔ لیکن ہم نے تو قرآن میں پڑھا ہے

اور جو رسول بھیجا ہم نے تجھ سے پہلے یا نبی سو جب نگا خیال باندھنے تو شیطان نے ملا دیا اس کے خیال میں پھر اللہ مٹا دیتا ہے شیطان کا ملایا ہوا پھر کی کر دیتا ہے اپنی باتیں۔

کیا اس سے یہ معلوم نہیں ہوا کہ اولیاء اقطاب تو کیا انبیاء و رسل بھی شیطان کی دراندازی سے بالکل نہیں ہیں ان کے خیالات میں بھی شیطان نے اپنے دوسرے اور وہی خیالات ملائے ہیں لیکن وہ جو کہ منصب رسالت پر فائز تھے

## وظائف یا شیطان کرشمے

دعویٰ بنیاد اللہ اور رسول کے احشادات پر ہے اور ان احشادات کی دشمنی میں اونچے درجہ کے علماء و فقہاء جو بنیادی اصول و عقائد ملے کر گئے ہیں ان کے خلاف کسی کا بھی قول معبر نہیں ہے۔ اگر بعد کا کوئی عالم اور صوفی ایسا قول نقل کرتا ہے تو ممکن حد تک اس قول کی ایسی تاویل کی جائیگی جو بنیادی اصول و عقائد سے مطابقت رکھتی ہو اور اگر تاویل کی گنجائش نہ ہو تو اسے بھول اور غلطی پر محمول کیا جائے گا کیونکہ کسی ایک یا دو چار مثلاً کلم کی کسی رائے کو غلط قرار دینا اس سے نہیں بہتر ہے کہ اس رائے کو صحیح قرار دیا جائے، جسے سینکڑوں علماء و مشائخ نے قرآن و حدیث پر پورا غور کر کے اختیار فرمایا ہے۔

علامہ الذر شاہ کا حال زندگی میں یہ تھا کہ جب ان سے کوئی فتویٰ دریافت کرتا تو باوجود اپنی شان علمی کے صاف کہہ دیتے کہ یہائی فتویٰ دینا میرا منصب نہیں ہے فتویٰ جا کر مفتی صاحب سے پوچھو

یہاں رسول اللہ اور شیعہ اللہ کے بارے میں متعین کام کے صریح فتاویٰ موجود ہیں۔ یا رسول اللہ کے بارے میں یہ تو مع بھی ہے کہ اگر کوئی شخص محض شاعرانہ طور پر ایسا کہے تو مجرم نہیں سمجھا جائے گا، کیونکہ شاعری میں عجب محبوب کو حاضر تصور کر کے خطاب کا رواج عا ہے اور رواج کے چہچہے ذہنیت نہیں ہے کہ محبوب واقعی سامنے موجود سمجھا ہے لیکن یہاں عقائد و شیعہ اللہ - یا ای فلاں شیعہ اللہ میں تو کسی تاویل کی بھی گنجائش نہیں ہے۔ یہ الفاظ شاعرانہ خطاب نہیں ہو سکتے بلکہ مریدانہ ادائیگی کے الفاظ ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان الفاظ کو ادا کر نہ والا یہ سمجھ رہا ہے کہ اس کے الفاظ بعد ہا سال پہلے گزرے ہوئے شاہ عبدالقادر جیلانی سن بھی رہے ہیں اور مدد پر بھی پوری طرح قادر ہیں۔ یہ دونوں ہی عقیدے شرک کی آمیزش سے خالی نہیں ہیں جب تک شاہ جیلانی کے جسم کا تعلق ہے وہ

خود یاں گندیں زمین میں دفن ہو چکا، روح یقیناً وہاں جا چکی ہوگی، یہاں اللہ نے روح کے قیام کا انتظام فرمایا ہے، پھر کوئی ہے جو کشمیر یا حیدر آباد یا بریلی میں آپ کے من گھڑے، غریبے اور درخواست کو سن رہا ہے۔ اللہ کے آخری رسول تک کی پریشان نہیں ہے کہ تم جہاں سے چاہو نکلیں پکارو وہ فوراً سن لیں گے۔ پھر آخر ان سے بڑا اور صاحب کمال کون پیدا ہو گیا ہے جو زیر زمین دفن ہو جانے کے باوجود زندوں کی پکاریں سنتا اور بخشش و عطا کے دریا بہا رہا ہے۔

ایک دم لغو، نامعقول اور قرآن و حدیث سے ٹکرانے والا وہم جن لوگوں نے بھی یا شدیداً لٹھا جیسے وظائف، ایجاد کیے ہیں وہ علم و دہ کے اعتبار سے کتنے ہی مشہد ہوں مگر ان کی خطائے فکر کی قابل تقلید نہیں مانی جاسکتی۔ (از تجلی اہل بیت ص ۱۶)

## کرائے کا ایصالِ ثواب

جو معاوضہ لے کر قرآن پڑھتے ہیں انھیں ثواب ہی کہاں ملتا ہے جو وہ مرحوم کو بخش سکیں۔ تلاوت قرآن پر احبت جائز نہیں۔ دنیا و رنگ رنگی ہے، شیطان اس سے بھی زیادہ رنگ رنگیلا ہے۔ اس کا کام کیسے چلے۔ اگر دنیا میں محفل کی کثرت نہ ہو جو لوگ اپنی سادہ لوحی سے ایسے ایصالِ ثواب میں گرفتار ہیں ان سے کہہ دیجیے کہ اللہ کے بندو! جتنے پیسے تم حافظ صاحب کو دے رہے ہو اتنے ہی پیسے کسی مفلس، بے کس، محتاج مرد یا عورت کو صدقہ کر دو کہیں زیادہ ثواب مل جائے گا۔ پھر یہ ثواب مرحوم کو بخش دینا یہاں تو تم محض بے وقوف بن رہے ہو اور مرحوم تک کچھ نہیں پہنچ رہا ہے۔ (از تجلی مئی سنہ ۴۰)

## یہ بھی ضرور پڑھئے

آپ خوب جانتے ہیں کہ اسلام کے تہجدوں اور دیگر مذہب کے تہجدوں میں کتنا ظہم فرق ہے۔ دیگر مذہب کے تہجد یا التعم انسان کے خود ساختہ اور بہت سلی بنا

کی آسودگی کرنے والے ہیں۔ ان کو منانے میں ان شخص اپنے طرز فکر اپنے معصیات اور اپنے نفس سے کالیتا ہے اس کے برخلاف اسلام کے پیغمبر خدا نے جل شانہ کے عطا کردہ ہیں اس خدا کے جرات ان کی فطرت کا خالق اس کے ذاتِ صدر سے واقف اور ہر چہ بڑے بڑے عمل کے تمام اثرات و نتائج کا عالم ہے جس کا معیار تعلیم سطحیت سے بری واقفیت اور گہرائی کا حامل ہے۔

اب آپ محمد فرمائیں کہ "عید الاضحیٰ" منانے کا جو معیار اللہ جل شانہ کو مطلوب ہو سکتا ہے کیا اس پر آپ کسی وجہ میں پورے اترتے ہیں۔ یہ تو آپ نے قرآن کی زبان سے سن ہی لیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو قربانی کا گوشت اور کھال مطلوب نہیں، بلکہ وہ نیت وہ جذبہ وہ عقیدہ مطلوب ہے جو قربانی پر ابھارتا ہے یہ بھی آپ جانتے ہیں کہ جس عظیم قربانی کی یادگار میں یہ "تہوار" آپ کو دیا گیا وہ کسی جانور کی قربانی یا ذبحی ایک جلیل القدر انسان کے ہاتھوں سے ایک جلیل القدر انسان کی قربانی تھی۔ ایک باپ کے ہاتھوں سے ایک چہیتے بیٹے کی قربانی تھی۔ ایک ایسی آزمائشی قربانی تھی جس میں کامیابی کا تمام تر دار و مدار اس بات پر تھا کہ اللہ کا بندہ اللہ کی اطاعت کے بالمقابل اپنے جان و مال اپنی اولاد کو قطعاً پر راہ نہیں کرتا۔

ایسی دلوں انگریز تاج کی یادگار مناتے ہوئے اگر منانے والے معضیہ ظاہری رسوم کی پابندی کر لیں۔ صرف نماز عید اور گوشت خوردی کو کافی سمجھ لیں یا زیادہ سے زیادہ کچھ دیر غیر است کر دیں یا ڈبل جانور ذبح کر لیں اور ان کے دلوں میں قربانی کا اشارہ اطاعت، بندگی، جاں نثاری و جانی سپاہی کا کوئی جذبہ نہ ہو یا جو تو محدود، بے تہ، سہمہ، تو سیمانہ ازی سے فیصلہ کیجئے کہ کیا اللہ کا مطلوب پورا ہو گیا؟ کیا یادگار میں گئی؟ کیا بندہ اپنے فرض سے سبکدوش ہو گیا؟

خدا چاہے حال یہ رہے کہ جمعی و انفرادی زندگی میں ہمارا کچھ کر رہا ہے وہ عمومی طور پر ہمارے جذبات، واقعات کا کل آئینہ ہے ہم آپس میں تنگ دل، جنگ جو، قہار، خیریب

پسند اور ہرزہ کاری ہیں، حالانکہ اگر ہمارے اندر کسی بھی دور میں وہ جذبہ وہ عقیدہ، وہ شعور زندہ ہوتا جو اللہ کی راہ میں سب کچھ قربان کر دے۔ یہ پورا بھرتا ہے جو ایک باپ کے ہاتھ سے اپنے جگر گوشہ کے حلقوم پر چھری چبوا دینا ہے جو باپ کو بیٹے کو باپ کے بالمقابل تلوار سونپتے ہیں پر آمادہ کر دیتا ہے تو باطن میں اس کی پر بھاسیاں ہمارے علماء اعمال میں نظر آتیں، ہم ان بھانپوں کے ساتھ جنگو اللہ کے دین نے ہمارا بھائی بنایا ہے۔ تنگدلی اور بے ہیزی کا برتاؤ نہ کرتے، ہم ان ساتھیوں کے ساتھ جو اسلام کے مروجہ تنظیم پر ہمارے پہلو پہلو ایک ہی منزل کی طرف گامزن ہیں غرضی اور کج روی سے متشن نہ آتے، ہمارا کوئی بھی جذبہ، کوئی بھلائی یا مصلحت اعمال کے گوشت گوزن میں کاڑھا جوتلے ہے اسی طرح جذبہ لڑنا اور قربانی بھی تمام اعمال میں کارفرما نظر آتا۔

کوئی کہہ سکتا ہے کہ موجودہ ہندوستان میں مسلمان بڑی زبردست قربانی دے رہا ہے۔ فرقہ پرستی کے سلاب سے لڑ رہا ہے، دشمنان اسلام کے نرغ میں دامن مذمب تھا سے ہوئے ہے مظلومیت، بربادی اور مہر و لیم کی ایک مستقل تاریخ بند ہے اس کا جواب بہت سادہ اور مختصر فقروں میں یہ ہے کہ یہ محض فریب خیال ہے، تبلیغ ہے، تاویل ہے، بھارت کی فرقہ پرستی کے دیواستبداد پر ہزاروں جانیں، ہزاروں عصمتیں، بے لاکھ لاکھ اور امن و امانیت قربان کر دیے اور قربان کرنے سب سے بڑا جو اس قربانی کا قربانی مطلوب ہے کوئی تعلق نہیں۔ یہ افراط و تفریط ہے، وہ اختیار و اقتدار ہے، یہ مجبوری و بے بسی ہے، وہ سیرگی و شجاعت، یہ ذلت ہے، وہ عشتہ، یہ سستی ہے وہ عروج، یہ کمزوری ہے، وہ طاقت۔ یہ قہر و دلش بھان و دلش ہے وہ

دولت عشق کے عوض دولت و جہاں نہ لوں! یہ موت ہے وہ زندگی، یہ رماندگی ہے وہ آسودگی، یہ خدا ہے وہ آزمائش۔ یہ قربانی ہے وہ اگر کار و انعام۔

یہ نہیں کہہ سکتا کہ تمام ہی قربانی ہونے والوں کے لیے حقیقی قربانی کہنے سے بالکل خالی رہے۔ اللہ قلوب کا مال جاننے والا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ کچھ مظلوم حقیقتاً جذبہ اطاعت اور مرضی الہی کی تسلیم کے احساس سے بالامال رہے ہوں لیکن دیر میں تسلیم

جنت آفریں ہے۔ مسلمان کو خدا فراموشی کے ساتھ عیب  
بگ دنیا ملی ہے کچھ لوڑی ہلاکت، بڑا غمران، بڑی خسرو  
چوٹی ہے تم اگر دنیا ہی کو مقصد و منزلت بنا کر چلے رہے  
تو اس سے بہتر ہے کہ اللہ اور رسول سے کھلاکار کر دو  
کافر بن جاؤ۔ خدا کی عادت ہے کہ اہل کفر کو بالعموم عیش  
دنیاوی سے فراخ دلی کے ساتھ نوازتا ہے اور یہ عادت  
عقل و منطق کے اعتبار سے نہایت مضحکہ اور معتدل  
ہے کیونکہ کفر کے بعد جب آخرت میں کوئی حق و راحت نہیں  
رہا تو جہنم و زندگلی میں تھوڑے مزے مل جائیں۔

ہمارا دھڑ تہوارے لئے شاید بد مزگی کا باعث ہو گا تم  
کہو گے کہ یہ دنیا تو ہم سب کے لئے ہے یہیں فرسودہ باہر نہیں  
یاد رکھو دنیا۔ تہواری عقل و دانش کی دنیا، تہواری  
تہذیب و تمدن کی دنیا، تہواری نفس و شکم کی دنیا کتنی ہی محبت  
پرست بن جائے لیکن تہواری نجات و حیات کا واحد  
راستہ وہی پرانا اسلام، پرانا قرآن رہے گا، پرانا خدا جس  
سے تم خلافت و اختیار کئے ہو گے ہو۔ جسے تم فرسودہ بتاتے  
ہو گے تمہاری عزتوں، نئے نظریوں، نئے نظاموں کی جھلک  
پر اپنی بصیرت و بصارت قربان کر کے تم نارامی و دشمنان  
کے سوا کچھ نہ پاسکو گے تمہیں پرانے دھڑ، پرانی فریادیں،  
پرانے غمے ہی سننے ہوں گے اور وہ آدھا تیز، آدھا بڑبڑ  
کی زندگی بدلتی ہو گی۔ تمہیں اپنی غلی منافقت اور دور کی زندگی  
بدلتی ہو گی۔ تمہیں اپنا سر اپنا اندر اور باہر سے پوری  
طرح بدلنا ہو گا۔

کی پہاڑیں، درخت کی کیا منتی ہے غالب ترین اکثریت کا جو حال رہا ہے اور جو دن ہے وہ کسی تشریح کا محتاج نہیں۔ خدا کی راہ میں جان و آبرو اور اولاد کو گماجم اپنی مستعار زندگی کے کچھ اوقات ان بے کھفہ احکام کی تعمیل میں بھی مشغول نہیں کر سکتے جو مومن کامل کیلئے ایجوکادر ہو رہے تھے۔ ہم اپنے نفس کی خواہشات اور کام و دہن کے مشغولیت ان عبادات کیلئے بھی تہ نہیں، سکتے جو جذبہ پریش کی ابتدائی علامات کہی جا سکتی ہیں۔ ہمیں خدا کی کاوسازی اسلام کی برکت، قرآن کی لازوال صداقتوں پر محض دسمی، ایمانی سطح ایمان ہے، ہمارے شعور کی گہرائیاں، ہمارے احوال کی وسعتیں ہمارے جذبات کے خزانے، ہمارے فکرو عمل کے کارخانے اس محکم ایمان کو محکم یقین سے محروم ہیں، جو اہل حق پر جان و مال کی اختیاری، قربانی پر، طیب خاطر، خوشی، بر، رغبت و رضا آگے بڑھاتا ہے جو قربانی پیش کرتے ہوئے دل میں ذرا سی جھجک، ذرا سی گھٹن اور ذرا سا تامل اور مجاہد نہیں رہنے دیتا۔

فاجتر و اعتماد کرو، سوچی، شرماء احساسِ مذامت سے اپنی پائی  
 پہچان، اجمہ خوش نصیب شخص قرار آئے، یہی مقامِ شہادت کی گئی، تتران  
 کی ناقصی کی سزا میں گرفتار ہو گئے۔ تم وہ جن کے باب دادا میں  
 عثر جیسا مظل جل۔ صدیق جیسا انان عظیم اور عثمان مظل اور لہو و  
 خالہ کمرہ و باغ جیسے ایثار پشیر۔ خدا پرست ہو گئے۔ اچھا  
 دوشی سے ہٹ کر ہلاکت و فطاکت کا شکار ہو گئے۔ تم وہ جسے  
 خدا نے محمد جیسا پیغمبر دے کر اپنی خلقت کے کال پر آخری  
 مہر ثبت کر دی جسے "احسن تقویم" میں پیدا کیا گیا۔ جسے دین  
 قیوم دیا گیا جسے "امت وسطا" بنایا گیا۔ ہاں تم عطاؤ احسان  
 کی ناشکری میں، بے حسی میں، اندھے بن میں، ذلت دہی بادی  
 کی تجسیروں سے ماندہ دینے لگے ہو۔

تم! رسول آخر الزماں کے فلامو! قرآن کے  
حاملو! رسول ابد قرآن سے بنادت کہہ کے شاد کام نہیں  
رہ سکتے۔ تم اسباب و وسائل پر تکیہ کر کے خدا فراموشی سے  
دیو دنیا میں کچھ حاصل نہیں کر سکتے اور دنیا میں کچھ حاصل  
کر بھی لیا تو سمجھ لو دنیا کی بر نعمت آخرت کے ایک غلاب  
الہی کا پیش فیہ ہے۔ دنیا کا پریش نامو تم کی پیش و سوزش کا پریش!

نہد لوگ کو متبادلوں کے ایذا و زیارت فراموش  
تمہاری استانت کی پہنوں کی استانتوں میں



مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی

# آخرت پر ایمان لانے کی دعوت

دعوتِ اسلامی کا جو محتا نکتہ یہ تھا کہ لوگ آخرت پر ایمان لائیں، یہ ایک محض مختصر سا نکتہ نہ تھا بلکہ اس میں بہت سی اہم حقیقتیں شامل تھیں جنہیں تسلیم کرنے کا مجموعی نام ایمان بالآخرت تھا۔

اول یہ کہ دنیا میں انسان غیر ذمہ دار بنا کر نہیں چھوڑ دیا گیا ہے، کہ یہاں جو کچھ بھی چاہے کرتا رہے کوئی اس سے باز پرس کرنے والا نہ ہوگا۔ یہ دنیا دار الامتحان ہے جس میں انسان آزمائش کے لیے بھیجا گیا ہے اور جو کچھ بھی وہ یہاں کرتا ہے اس کی جواب دہی اسے اللہ تعالیٰ کے سامنے کرنی ہوگی۔

دوم یہ کہ اس جواب دہی کے لیے اللہ تعالیٰ نے ایک خاص وقت مقرر کر رکھا ہے، نزعِ انسانی کو دنیا میں کام کرنے کے لیے عینی مہلت دینے کا اللہ فیصلہ فرما چکا ہے۔ ۳۱ کے نعمت پر نہ پر قیامت پر پناہ ہوگی، جس میں یہ سارا نظامِ عالم درجہ بدرجہ ہو جائے گا۔ اس کے بعد ایک دوسرا نظامِ عالم قائم کیا جائے گا اور ابتدائے آفرینش سے قیامت تک یہ حقیر انسان گزر رہے پہلے ہونگے وہ صاحبِ بیکار، وقت زندہ کر کے از سر نو، عالم میں اٹھائے جائیں گے۔ یہ دوسری زندگی دنیا کی موجودہ زندگی کی طرح عارضی نہیں بلکہ ابدی ہوگی، موت اس میں کبھی نہ آئے گی۔

سوم یہ کہ اس وقت تمام اگلے پچھلے انسانوں کو جمع کر کے اللہ تعالیٰ کی عدالت میں پیش کیا جائے گا اور وہاں ہر شخص کو اپنی انفرادی حیثیت میں ان اعمال کی جواب دہی کرنی ہوگی جو اس نے خود اپنی ذمہ داری پر دنیا میں کیے ہوں گے۔

چہاں کہ یہ کہ دنیا میں انسان جو کچھ بھی کر رہا ہے اگر یہ اللہ تعالیٰ اس کو خود براہِ راست جانتا ہے مگر عدل کی تمام شرائط پوری کرنے کے لیے وہ اس کا مکمل اور باطل صحیح نادر اعمال تیار کر رہا ہے۔ بے شمار شہادتیں اس کے ایک ایک قول و فعل کے لیے فراہم کر رہا ہے، خواہ وہ اس نے علانیہ کیا ہو یا چھپ کر بلکہ میں نیت اور جس ادا سے اس نے کوئی بات کی یا کی ہے، اور جو جو خیالات اس نے، اپنے دل میں رکھے ہیں، ان سب کا ثبوت بھی وہ محفوظ کرتا جا رہا ہے، پھر اس بات کے گواہ اس نے تیار کر رکھے ہیں کہ انسان کو حق اور باطل کا فرق سمجھنے اور غلط راستوں کے درمیان سیدھا راستہ بتانے کے لیے اس کی طرف سے پورا امتحان کر دیا گیا تھا۔ یہ سب شہادتیں اللہ کی عدالت میں اس شان سے پیش ہوں گی کہ انسان ان کا انکار نہ کر سکے گا۔

چشمِ یہ کہ اللہ کی عدالت میں کوئی ثبوت، بے جا سفارش، احد خلاف حق و کالت نہ چل سکے گی کسی کا بوجھ نہ کسی دوسرے پر ڈالا جائیگا اور نہ کوئی عزیز سے عزیز اور قریب سے قریب شخص اپنے عزیز قریب کا بوجھ اپنے اوپر لے گا جن واقعی یا خیالی ہستیوں کو آدمی اپنا ولی و ناصر سمجھتا ہے، وہ اس کے کوئی کام نہیں آئیں گی۔ انسان وہاں تنہا لگا رہے گا اور وہاں وہاں اپنے کارنامہ حیات کا حساب آپ دے رہا ہوگا اور فیہنزل یا نزل اللہ سے سخت اختیار میں ہوگا۔

ششم یہ کہ فیصلے کا مدار کلیتہً اس بات پر ہوگا کہ انسان نے دنیا



میں انبیاء کے بتائے ہوئے حق کو مان کر اس کے مطابق اللہ کی ٹھیک ٹھیک بندگی کی جائے، اور آخرت میں اپنی جواب دہی کے احساس کو ملحوظ رکھتے ہوئے زندگی بسر کی جائے۔ ہول کر سب کچھ دنیا ہی کے لئے کرتا۔ پہلی صورت میں اس کے لئے جنت ہے اور دوسری صورت میں جہنم۔

یہ آخرت کا عقیدہ اسلامی دعوت کے لئے اتنا ہی اہم ہے جتنا توحید، رسالت اور قرآن کو سوا الہی ماننے کا عقیدہ ہے۔ کیونکہ اسلام جس طرز و فکر و عمل کی طرف بلاتا ہے اور جس راہ پر چلنے کی دعوت دیتا ہے، اس پر ایک قدم بھی انسان نہیں چل سکتا۔ جب تک دنیا کو امتحان گاہ اور اپنے آپ کو خدا کے سامنے جواب دہ نہ سمجھ لے۔ اور جب تک اس کے دماغ سے یہ خیال نکل جائے کہ زندگی بس یہ دنیا کی زندگی ہے، جس میں ظاہر ہونے والے نتائج ہی خیر و شر کا اصل معیار ہیں اور وہ سچے دل سے یہ بات نہ مان لے کہ اصلی اور ابدی زندگی وہ ہے جو موت کے بعد آنے والی ہے اور خیر و شر کا حقیقی معیار یہ ہے کہ اس راہ پر چل کر آدمی اس دوسری زندگی میں کامیاب ہوگا اور کس پر چل کر برا انجام دے گا، یہ عقیدہ نہ ہو تو آدمی سرے سے توحید و رسالت اور ایمان بالقرآن کی دعوت کو قابل اعتنا ہی نہ سمجھے گا، اور اگر کسی وجہ سے اس کو مان بھی لے تو کھانسی کی ہندگی، رسول کی اطاعت اور قرآن کی پیروی میں ہرگز سنجیدہ نہ ہوگا، اس لئے جب آدمی یہ سمجھتا ہو کہ آخر کار ہر کس میں مل جاتا ہے اور اس کے بعد کوئی دوسری زندگی نہیں ہے جس میں خدا اور اس کے رسول و اہل بیت کی کتاب کی پیروی کرنے کی جزا اور نہ کرنے کی سزا لازماً ملے والی ہو تو وہ کبھی ایسا نڈاری کے ساتھ اپنے آپ کو اس ضابطہ میں بند مواد بننے کے لئے تیار نہ ہوگا جس میں اسلام اس کو باندھنا چاہتا ہے، بلکہ زندگی کے ہر معاملہ میں وہ طریق اختیار کرے گا جس سے دنیا میں کچھ فائدہ، کچھ لطف، اور کچھ لذت حاصل ہو اور ہر اس طریقے سے اجتناب کرے گا جس کی بدولت وہ حیات دنیا کے فائدہ مند اور لذتوں سے محروم ہو جائے یا نقصانات، اور تکلیفوں سے دوچار ہوتا ہو۔

## قریش کا آخرت کو بعید از عقل درنا مکن سمجھنا

اس عقیدے کی سہا مہمیت تھی جس کی وجہ سے قریش اور

مشرکین عرب کے سامنے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے پیش کیا تو وہ سب سے زیادہ اسی پر جوتے ہوئے۔ انھوں نے حضور کیا کر اگر ہم اس کو مان لیں تو ہماری ساری آزادیاں ختم ہو جائیں گی۔ ہم تنہائی میں بھی جہاں ہمیں کوئی دیکھنے والا نہ ہو، کوئی ایسا فعل جسے خدا اور رسول اور قرآن نے حرام کیا ہے، نہ کر سکیں گے۔ ہم جہاں کوئی ناجائز فائدہ یا لطف یا لذت حاصل کرنے پر پوری طرح قادر ہوں گے وہاں بھی یہ عقیدہ ہمارے ہاتھ باندھ کر رکھ دے گا۔ یہ تو ایک غیر محسوس سیاہی ہم میں سے ہر ایک کے ساتھ گادے گا جو کسی حالت میں بھی ہم کو سن مانی نہ کرنے دے گا اسی بنا پر پردہ پردی قوت کے ساتھ اس پر حملہ آور ہو گئے اور انھوں نے بڑے زور و شور سے لوگوں میں یہ خیال پھیلانے کی کوشش کی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بات تو قطعی خلاف عقل ہے، بعید از امکان، سراسر دیوانگی بلکہ محض قابل مضحکہ ہے۔

قرآن مجید میں ان کے ان خیالات کو جگہ جگہ نقل کر کے بڑے مقبول دلائل کے ساتھ سب سے پہلے آخرت کا امکان ثابت کیا گیا کیونکہ بعد کی کوئی بات انسان کے ذہن میں اتار نہیں سکتی تھی، جب تک پہلے آخرت کو ممکن ثابت کر کے اس کے عدم امکان کے داہمہ کا قلع قمع نہ کر دیا جائے۔

**منکرین آخرت کے خیالات** کفار میں سے ایک قبیلہ گروہ ایسا بھی تھا جو کہتا تھا کہ ہم گمان کی حد تک تو سمجھتے ہیں کہ شاید آخرت ہو مگر میں اس کا یقین نہیں ہے۔ اس گروہ کا ذکر صرف ایک جگہ قرآن میں آیا ہے، ورنہ ہر جگہ قطعی انکار کرنے والوں ہی کا ذکر کیا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس خیال کے لوگ بہت کم پائے جاتے تھے۔ پہلے گروہ کا ذکر احوال آخرت کے بیان میں صرف اس جگہ آیا ہے۔

وَإِذَا قِيلَ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَالسَّاعَةُ لَا تُعَايَنُ  
نَبْهًا قُلْتُمْ مَتَى نَأْتِيهَا  
السَّاعَةُ أَنْ نَنْظُرَ إِلَّا نُفْأَتْ  
مَنْ ذُنُوبُهُمْ يَسْتَفْتِي قُلُوبُهُمْ  
اور جب کہا جاتا تھا کہ اللہ کا وعدہ  
حقیق ہے اور قیامت کے آنے میں  
کوئی شک نہیں تو تم کہتے تھے کہ ہم نہیں  
جانتے کہ قیامت کیا ہوتی ہے، ہم تو  
میں ایک گمان سارے رکھتے ہیں، یقیناً  
ہم کو نہیں ہے۔ (الباقیہ - ۳۲)

بقا ہر ان دونوں گروہوں میں اس لحاظ سے بڑا فرق ہے، کہ ایک آخرت کا بالکل منکر ہے اور دوسرا اس کے ممکن ہونے کا گمان رکھتا ہے لیکن نتیجہ اور انجام کے لحاظ سے ان دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے اس لیے کہ آخرت کے انکار اور اس پر یقین نہ ہونے کے اخلاقی نتائج بالکل ایک جیسے ہیں۔ کوئی شخص خواہ آخرت کو نہ مانتا ہو یا اس کا صرف گمان رکھتا ہو اور یقین نہ رکھتا ہو، دونوں صورتوں میں لازماً وہ خدا کے سامنے اپنی جواب دہی کے احساس سے خالی ہوگا اور یہ عدم احساس اس کو لازماً نیکو عمل کی گراہیوں میں مبتلا کر کے رہے گا۔ صرف آخرت کا یقین ہی دنیا میں آدمی کے دیتے کو درست رکھ سکتا ہے۔ یہ اگر نہ ہو تو شک اور انکار دونوں اسے ایک ہی طرح کی غیر ذمہ دارانہ روش پر ڈال دیتے ہیں اور جو کر بھی غیر ذمہ دارانہ روش آخرت کی بد انجامی کا اصل سبب ہے، اس لیے دوزخ میں جانے سے نہ انکار کرنے والا ہیج سکتا ہے، نہ یقین نہ رکھنے والا۔

اس ایک مقام کو چھوڑ کر باقی تمام مقامات پر قرآن میں آخرت کا کھلا کھلا انکار کرنے والوں کے اقوال نقل کیے گئے ہیں۔

وَقَالُوا مَا هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا  
الْمُتَّحِدَةُ وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوثِينَ  
وَمَا يَكُنْ لَّكَ إِلَّا الْدَّهْرُ  
وَمَا أَكُنْ بِمَبْعُوثٍ مِّنْهُ  
عَلَىٰ مِرٍ أَن هُمْ لَا يَفْقَهُونَ  
وَأَن تَأْتِيَهُمْ الْيَوْمَ الْمُنَادَةُ  
بَلَيَّتُمْ مَا كَانَ حَقًّا فَهُم  
إِن كُنْتُمْ صَادِقِينَ

(المجادلہ، ص ۲۵ تا ۲۶)

یعنی کوئی ذریعہ علم ایسا نہیں ہے جس سے ان کو تحقیق یہ معلوم ہو گیا ہو کہ اس زندگی کے بعد انسان کے لیے کوئی دوسری زندگی نہیں ہے اور یہ بات بھی انہیں معلوم ہو گئی ہو کہ انسان کی روح کسی خدا کے حکم سے قبض نہیں کی جاتی بلکہ آدمی محض گردش ایام سے مر کر فنا ہو جاتا ہے۔

مگر یہ آخرت یہ باتیں کسی علم کی بنا پر نہیں بلکہ محض گمان کی بنا پر کرتے ہیں علمی حیثیت سے اگر وہ بات کریں تو زیادہ سے زیادہ جو کچھ کہہ سکتے ہیں وہ بس یہ ہے کہ ہم نہیں جانتے کہ مرنے کے بعد کوئی زندگی ہے یا نہیں لیکن یہ ہرگز نہیں کہہ سکتے کہ ہم جانتے ہیں کہ اس زندگی کے بعد کوئی دوسری زندگی نہیں ہے، اسی طریقہ پر طوطی پرندہ یہ جانتے گا جو بھی نہیں کہہ سکتے کہ آدمی کی روح خدا کے حکم سے نکالی نہیں جاتی ہے بلکہ وہ محض اس طرح مرکب ہو جاتا ہے جسے ایک گھڑی چلتے چلتے رک جاتے زیادہ سے زیادہ جو کچھ وہ کہہ سکتے ہیں وہ صرف یہ ہے کہ یہاں دونوں میں سے کسی کے متعلق یہ نہیں جانتے کہ فی الواقع کیا صورت پیش آتی ہے اب سوال یہ ہے کہ جب انسانی ذکاوت علم کی حد تک زندگی بعد موت سے ہونے یا نہ ہونے اور فیصلہ روح واقع ہونے یا گردش ایام سے آپ ہی آپ مرجھانے کا یکساں احتمال ہے، تو آخر کیا وجہ ہے کہ لوگ امکان آخرت کے احتمال کو چھوڑ کر قطعی طور پر انکار آخرت کے حق میں فیصلہ کر دیتے ہیں؟ کیا اس کی وجہ اس کے سوا اور کچھ ہے، کہ دراصل سب سے سبب آخری فیصلہ وہ دلیل کی بنا پر ہے کہ اپنی خواہشات کی بنا پر کرتے ہیں، چونکہ ان کا دل یہ نہیں چاہتا کہ مرنے کے بعد کوئی زندگی ہو اور موت کی حقیقت یقینی اور عدم نہیں بلکہ خدا کی طرف سے فیصلہ روح ہو اس لیے وہ اپنے دل کی مانگ کو اپنا عقیدہ بنا لیتے ہیں اور دوسری

بات کا انکار کر دیتے ہیں۔  
وَقَالُوا إِذْ أَصْبَحْنَا وَكُنَّا  
نُورًا بِأَعْيُنِنَا  
لَمْ نُحِثْ لَهُمْ لَقَدْ وَعدْنَا  
لَكُنْ وَأَبْنَاؤُنَا هَذَا مِنْ  
قَبْلُ إِن هَذَا إِلَّا آسَاطِيرُ  
الْأَوَّلِينَ

یہ کہتے ہیں کہ کیا جب ہم مرکز  
مٹی ہو جائیں گے اور ہڈیوں کا پھریں  
کر رہ جائیں گے تو ہم کو پھر زندہ  
کر کے اٹھایا جائے گا؟ ہم نے بھی  
یہ دعویٰ بہت سنے ہیں اور ہم سے  
پہلے ہمارے باپ دادا بھی سنتے  
رہے ہیں، یہ محض افسانہ ہائے  
پارہیز ہیں۔

(المؤمنون ۸۲ تا ۸۳)  
وَأَن تَعْبُدُوا تَعْبُدُوا  
عَرَادًا لَّكُنَّا نُبَاءُ عَزَائِكُمْ  
خَلْقًا حَدِيدًا أَوْ لَدِيدًا  
الَّذِينَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ

اور اگر تمہیں تعجب کرنا ہے تو  
تعجب کے قابل لوگوں کا یہ قول ہے  
کہ جب ہم مرکز مٹی ہو جائیں گے تو کیا  
ہم نئے سرے سے پیدا کیے جائیں گے

(المطرد - ۱۵)

یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب سے کفر کیا ہے۔

یعنی ان کا آخرت سے انکار اور اسے بعد از اسکان سمجھنا دراصل غلط ہے اور اس کی قدرت اور حکمت سے انکار ہے، یہ صرف اتنا ہی نہیں کہتے کہ ہمارا مٹی میں مل جانے بعد کے بعد دوبارہ پیدا ہونا غیر ممکن ہے بلکہ ان کے اسی قول میں یہ خیال بھی پوشیدہ ہے کہ معاذ اللہ غلاما جزو مادہ اندہ اور مادان دے خرد ہے جس نے ان کو پیدا کیا ہے۔

وَقَالِ الَّذِينَ كَفَرُوا لَهْلِ سَكْرَيْنِ لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ أَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِي أَصْحَابِ النَّارِ إِذْ أُنْزِلَتْ عَلَيْكُمْ آيَاتُ اللَّهِ وَكُنْتُمْ فِي كُفْرٍ كَبِيرٍ

ہم بتائیں تمہیں ایسا شخص جو خبر دیتا ہے کہ تمہارے جسم کا ذرہ ذرہ منتشر ہو چکا ہوگا اس وقت تمہارے سر سے پیدا کر دیے جاؤ گے؟ مغلطی یہ شخص اللہ کے نام سے جھوٹ گھڑتا

(مسبعا ۸۲۷)

ہے یا اسے مجنون لاحق ہے۔

قریش کے سردار قطعی طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جھوٹا کہہ دینے کی ہمت نہ رکھتے تھے، کیونکہ پوری قوم آپ کو صادق القول جانتی تھی اور کبھی ساری عمر کسی نے آپ کی زبان سے کوئی جھوٹی بات نہ سنی تھی۔ اس لیے وہ لوگوں کے سامنے اپنا الزام اس شکل میں پیش کرتے تھے کہ یہ شخص جب زندگی کے بعد موت جیسی ان ہوتی بات زبان سے نکالتا ہے، تو لامحالہ اس کا معاملہ وصال سے خالی نہیں ہو سکتا یا تو معاذ اللہ یہ شخص جان بوجھ کر ایک جھوٹی بات کہہ رہا ہے، یا پھر یہ مجنون ہے۔ لیکن یہ مجنون والی بات بھی اتنی ہی بے مورد یا جتنی جھوٹ والی بات اس لیے کوئی عقل کا اندھا ایک کمال، درجہ کے عاقل و فہیم آدمی کو مجنون مان سکتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس بیسودہ بات کے جواب میں کسی استدلال کی ضرورت محسوس نہ فرمائی اور کلام صرف ان کے اس اچھے پر کیا جو زندگی بعد موت کے امکان پر ردہ ظاہر کرتے تھے۔

يَعْمَلُونَ لَكُمْ آيَاتٍ فَتَذَكَّرُونَ

یہ لوگ کہتے ہیں کہ کیا واقعی ہم نے تم کو آیتیں دکھائی ہیں؟

فِي الْحَافِرَاتِ ثِيَابٌ مَّرْمَرٌ ۖ وَإِذَا كُنَّا فِي الْغَارِ إِذْ فَتَنَّاكُم بِمَوَاطِنَ الْهُمَاقِ ۚ

ہم تم کو کھلی بوسیدہ ہڈیاں پیش کیے ہو گئے؟ کہنے لگے، "یہ دابھی تو پھر

(الترغیب، ۱۲ تا ۱۴)

جسے تمہارے لیے ہوگی۔

یعنی جب ان کو جواب دیا گیا کہ ہاں ایسا ہے، ہوگا تو وہ مذاق کے طور پر آپس میں ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ کیا رو اگر واقعی ہیں پلٹ کر دوبارہ زندگی کی حالت میں واپس آنا بلا تو ہم ماسے گئے، اس کے بعد تو پھر ہائی نہیں۔

وَمَا كُنَّا بِمَعْبُودِينَ ۚ إِنَّا كُنَّا نَسْتَعِذُّ بِاللَّهِ ۚ إِنَّا كُنَّا نَعْتَصِمُ بِهِ ۚ إِنَّا كُنَّا نَمُوتُ ۚ إِنَّا كُنَّا نَمُوتُ ۚ إِنَّا كُنَّا نَمُوتُ ۚ

اور وہ کہتے تھے کہ کیا جب ہم مرکز خاک ہو جائیں گے اور ہڈیوں کے پتھر بن کر رہ جائیں گے، تو پھر تمہارا کھڑے کیے جائیں گے؟ اور کیا ہمارے وہ باب داد ابھی اٹھنے کے جائیں گے جو پہلے ٹرے ہوئے ہیں؟ (اسے نبی) ان لوگوں سے کہو یقیناً لگے اور پچھلے سب ایک دن ضرور جمع کیے جائیں گے

(المعتز - ۱۴ تا ۱۵)

ہیں حکایت قدرت مقرر کیا جا چکا ہے۔

**امکان آخرت کے دلائل**

حق میں جو کہہ کہتے تھے اس کو نقل کر کے قرآن مجید میں جگہ جگہ دلائل دیئے گئے جن سے ثابت ہو سکتا ہے کہ آخرت کا ناقطعی طور پر ممکن ہے، اور اسے ممکن سمجھنا منہیں بلکہ غیر ممکن سمجھنا خلاف عقل ہے۔

أَوَلَمْ يَكُنْ لَكُمْ بَرَآءَةٌ أَنِ آدَمُ أَخْلَقَ مِنْ طِينٍ فَأَنزَلْنَاهُ طِينًا ۚ إِنَّا كُنَّا نَمُوتُ ۚ إِنَّا كُنَّا نَمُوتُ ۚ إِنَّا كُنَّا نَمُوتُ ۚ

کیا انسان دیکھتا نہیں ہے کہ ہم نے آدم کو لوند سے پیدا کیا ہے اور پھر اسے لوند میں گرا دیا؟ کیا اللہ تعالیٰ نے آدم کو لوند سے پیدا کیا ہے اور پھر اسے لوند میں گرا دیا؟ کیا اللہ تعالیٰ نے آدم کو لوند سے پیدا کیا ہے اور پھر اسے لوند میں گرا دیا؟

(ریش، ۷۷ تا ۷۹)

یعنی وہ یہ بات بھول جاتا ہے کہ ہم نے بے جان مادہ سے وہ ابتدائی جراثیم حیات پیدا کیا جو اس کا ذریعہ خلق بنا اور پھر اس جراثیم کو پرورش کر کے اسے یہاں تک بڑھالائے کہ آج وہ ہمارے سامنے

یعنی دنیا میں مرنے کے وقت سے لے کر قیامت میں اٹھنے کے وقت تک کی مدت تم کو چند گھنٹوں سے زیادہ محسوس نہ ہوگی تم اس وقت یہ سمجھو گے کہ تم ذرا دیر سوئے ہوئے تھے کہ کیا ایک اس شور مچانے میں جگہ اٹھایا۔

وَيَقُولُ الْإِنْسَانُ إِذَا  
مَاتَ لَسَوْدًا أَسْهَبًا  
هَئِذَا أَذْلَاكُ الْمَوْتِ  
أَنَا خَلَقْتُهُ مِنْ قَبْلُ  
وَلَمْ  
يَكُنْ شَيْئًا

(مریم۔ ۶۱ تا ۶۲)

یا ایہا الناس! ان کد تم فی  
کتاب من البعث کیا تا  
خلفکم من ثواب تم  
من دفتہ تم من علفہ  
تم من مضغہ مخلقتہ  
و غیر مخلقتہ لکن تم  
و لیس فی الارحام ما  
نشأوا لی اجل مسمی  
تم نعم حکم طفلا تم  
لیتبلغوا لشدکم و منکم  
من یتولی و منکم من یتد  
الی اسر ذل العمر و کسلا  
یعلم من بعد علم شیئا  
و تری الارض صا و صا  
فإذا أنزلنا علیہا  
الدمعہ اھلکنا و کما بت  
و انکبت من کل ساد ج  
بھجج

(الحج۔ ۵)

ہا میں چھلٹنے کے قابل ہوا ہے۔ وہ ہیں بھی عام مخلوقات کی طرح عاجز سمجھ دیا ہے۔ وہ اس خیال خام میں مبتلا ہے کہ جس طرح انسان مردے کو زندہ نہیں کر سکتا، اسی طرح ہم بھی نہیں کر سکتے۔ اسی لیے پوچھتا ہے کہ وہ ان بوسیدہ ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا؟ ابن عباسؓ، قتادہؓ اور سعید بن جبیرؓ کی روایت ہے کہ اس موقع پر کفار مکہ میں سے ایک شخص قبرستان سے کسی مردے کی ایک بوسیدہ ہڈی لے کر آیا اور اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اسے ڈر کر ادا کر کے منشر اتر کر اس میں اڑا کر آپ سے کہا۔ محسوس اللہ علیہ وسلم تم کہتے ہو کہ مردے زندہ کر کے پھر اٹھائے جائیں گے، اب آپ بتاؤ، ان بوسیدہ ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا؟ اس کا منظر امدیٰ بلقیٰ ترین جواب یہ دیا کہ وہی جس نے، اسے پہلے پیدا کیا تھا۔

وَقَالُوا آءِذَا الْآسَافُ انْشَارُوا  
وَمَا نَأْتِیَانَا لَمَبْعُوثُونَ  
خَلْقًا أَحَدٍ ۚ إِنَّهُمْ قُلُوبُ الْغَافِلِ  
فَجَاءَ سَمَاءُ آدَمَ بِنَدَا  
خَلْقًا مِمَّا يَكُونُ مِنْ دُونِ  
كُمۡ فَكَسِبُوا لَهُمْ مِنْ  
جُودِ سَمَاءَ قُلُوبُ الْغَافِلِ  
أَوَّلَ مَرَّةٍ فَسَيُنْغِضُونَ  
إِلَيْكَ أَسْمَاءَهُمْ وَ  
يَكُونُ مَتًى هَوًى قُلُوبِ  
عَسَى أَنْ يَكُونَ قَرِيبًا  
يَوْمَ يَرَىٰ عِبَادُهُ  
لَكُنْ حَاجِبُونَ ۚ وَ  
تَنْظُرُونَ ۚ إِنَّ لَكُنْ مِنْكُمْ  
قَلِيلًا

وہ کہتے ہیں کہ جب ہم مرنے  
ہڈیاں اور خاک ہو کر رہ جائیں گے  
تو کیا ہم نئے سرے سے پیدا کر کے  
اٹھائیں گے؟ ان سے کہو، تم پھر یا  
لو باہی ہو جاؤ یا اس سے بھی زیادہ  
سخت کوئی چیز جو تمہارے ذہن میں  
قبول حیات سے بعید تر ہو پھر بھی تم  
اٹھ کر دو گے۔ وہ ہر دلو پھیں گے۔  
کون ہے وہ جو میں پھر زندگی کیلین  
پیدا کر لائے گا؟ جواب میں کہو، وہی  
جس نے پہلے باد تم کو پیدا کیا، وہ  
مذاق اڑانے کے انداز میں، سر  
ہلا کر پوچھیں گے، اچھا، تو یہ تو  
کب؟ تم کہو، کیا عجب کہ وہ وقت  
قریب ہی آگاہ ہو جس روز وہ تمہیں  
پکارے گا تو تم اس کی حمد کرتے ہوئے  
اس کی پکار کے جواب میں نکل آؤ گے  
اور تمہارا گمان اس وقت یہ ہوگا کہ  
ہم بس تھوڑی ہی دیر اس حالت میں  
ہوئے رہے ہیں۔

(بنی اسرائیل ۴ تا ۵۲)

انسان کہتا ہے کہ واقعی  
جب میں مر جاؤں تو پھر زندہ  
کون کرے گا؟ کیا جانو گا؟ کیا  
انسان کو یاد نہیں رہا کہ ہم پہلے  
اس کو پیدا کیا ہے جس میں حب وہ کچھ  
بھی نہ تھا۔  
لوگو! اگر تمہیں زندگی بعد  
موت کے بارے میں کچھ شک ہے  
تو تمہیں معلوم ہو کر کہ تم نے جو کچھ  
پیدا کیا پھر مٹا ہے، جو جن کے  
تو مٹا ہے، پھر کوئی، کون  
سے، جو شکل دالی ہو ہے اور بے  
شکل بھی، یہ تم اس لیے بنا ہے  
تا کہ تم پر حقیقت واضح کریں، ہم  
طفہ کو جانتے ہیں ایک وقت خاص  
تک رحمت میں تمہارے کہتے ہیں  
پھر تم کو ایک بچہ کی صورت میں نکال  
لاتے ہیں، پھر تمہیں پرورش کرتے  
ہیں تا کہ تم اپنی پوری جوانی کو پہنچو  
اور تم میں کوئی پہلے ہی داپس ملا لیا  
جاتا ہے، اور کوئی بدترین عمر کی  
طرف پھیر دیا جاتا ہے تا کہ سب  
کچھ ملنے کے بعد پھر کچھ نہ ملنے  
اور تم دیکھتے ہو کہ زمین پر کونسی  
پھر جہاں ہم نے اس پر مینہ برسایا  
کیا کہ وہ ٹھیک اٹھا اور پھول گئی اور  
اس نے ہر قسم کی خوش منظر نباتات  
شروع کر دی

تَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَجَعَلْنَاهُ نَسْأَةً

(النسجہ - ۱۱۰)

کیا گیا ہے تم کو پورا کا پورا اپنے قبضہ میں لے لیا اور پھر تم اپنے رب کی طرف پٹلا لئے جاؤ گے۔

پہلے فقرے اور آخری فقرے کے درمیان پوری ایک داستان کی داستان ہے جسے سامع ذہن پر چھوڑ دیا گیا ہے۔ کفار کا جو اثر میں پہلے فقرے میں نقل کیا گیا ہے۔ وہ اتنا اہل تھا کہ اس کی تردید کی حاجت محسوس نہیں کی گئی۔ اس کا محض نقل کرنا ہی اس کی لغویت ظاہر کرنے کے لئے کافی سمجھا گیا، اس لئے ان کا اعتراض جن دو اجزاء پر مشتمل ہے۔ وہ دونوں ہی سراسر غیر معقول ہیں۔ ان کا یہ کہنا کہ ”ہم مٹی میں رل گئے ہوئے“ آخر کیا معنی رکھتا ہے ”ہم“ جس چیز کا نام ہے وہ کب مٹی میں رتی ملتی ہے؟ مٹی میں تو صرف وہ جسم ملتتا ہے جس سے ”ہم“ نکل چکا ہوتا ہے۔ اس جسم کا نام ”ہم“ نہیں ہے۔ زندگی کی حالت میں جب اس جسم کے اعضاء کاٹے جاتے ہیں تو عضو پر عضو کٹتا چلا جاتا ہے۔ مگر ”ہم“ پورا کا پورا اپنی جگہ موجود رہتا ہے۔ اس کا کوئی جز بھی کسی کٹے ہوئے عضو کے ساتھ نہیں جاتا، اور جب یہ ”ہم“ کسی جسم میں سے نکل جاتا ہے۔ تو پھر پورا جسم موجود ہوتے ہوئے بھی اس پر اس ”ہم“ کے کسی ادنیٰ شائبے تک کا اطلاق نہیں ہوتا۔ اسی لئے تو ایک عاشق جان نثار اپنے معشوق کے مردہ جسم کو لے جا کر دفن کر دیتا ہے کہ چونکہ معشوق اس جسم سے نکل چکا ہوتا ہے اور عاشق اپنے معشوق کو نہیں بلکہ اس خالی جسم کو دفن کرتا ہے جس میں بھی اس کا معشوق رہتا تھا۔ پس معترضین کے اعتراض کا پہلا مقدمہ ہی بے بنیاد ہے۔ رہا اس کا دوسرا جز کہ نہ کیا ہم پھرنے مرے سے پیدا کئے جائیں گے؟ تو یہ انکا وہ تعجب کے انداز کا سوال مرے سے پیدا ہی نہ ہوتا اگر معترضین نے بات کرنے سے پہلے اس ”ہم“ اور اس کے پیدا کیے جانے کے معنوں پر ایک لمحہ کے لئے بھی غور کر لیا ہوتا اس ”ہم“ کی موجودہ پیدائش اس کے سو کیا ہے کہ کہیں سے کو کد اور کہیں سے لوہا اور کہیں سے چونا اور اسی طرح کے دوسرے اجزاء جمع ہوئے اور اس کا لُبِ خاکی میں یہ ”ہم“ بر اجماع ہو گیا۔ پھر اس کی موت کے بعد کیا ہوتا ہے اس کا لُبِ خاکی میں سے جب ”ہم“ نکل جاتا ہے تو اس کا مکان تعمیر کرنے کے لئے جو اجزاء زمین کے مختلف حصوں سے فراہم کیے گئے تھے وہ سب اسی زمین میں واپس چلے جاتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ جس نے

مٹی سے پیدا کرنے کا مطلب یا تو یہ ہے کہ ہر انسان ان مادوں سے پیدا کیا جاتا ہے جو سب کے سب زمین سے حاصل ہوتے ہیں اور اس تخلیق کی ابتداء اللہ سے ہوتی ہے، یا کہ نوع انسانی کا آغاز آدم علیہ السلام سے کیا گیا جو براہ راست مٹی سے بنائے گئے تھے، اور پھر آگے نسل انسانی کا سلسلہ نطفے سے چلا، جیسا کہ سورہ صیغہ میں فرمایا گیا۔

وَبَدَأَ خَلْقَ الْإِنْسَانِ مِن طِينٍ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهُ مِن سُلَالَةٍ مِّن مَّاءٍ مَّهِينٍ (آیات ۷۸، ۷۹)

دونوں صورتوں میں یہ بہر حال ثابت ہے کہ زندہ اجزاء ان کی تخلیق بے جان مادوں کو جمع کر کے کی گئی ہے اس حقیقت کو بیان کرنے کے بعد ان مختلف اطوار کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جس سے استقرار محل کے بعد مچو ماں کے پٹے میں گزرتا ہے، ان کی وہ تفصیلات بیان نہیں کی گئیں جو آجکل صرف طاقت و دُخوردین ہی سے نظر آتی ہیں بلکہ ان بڑے بڑے نمایاں تفرقات کا ذکر کیا گیا ہے جن سے اس زمانہ کے عالم بدو بھی واقف تھے، یعنی نطفہ قرار پانے کے بعد ابتداً مچے ہوئے خون کا ایک ٹوٹھرا سا ہوتا ہے، پھر وہ گوشت کی ایک لوتی میں تبدیل ہوتا ہے جس میں پہلے شکل، صورت، کچھ نہیں ہوتی اور آگے چل کر انسانی شکل نمایاں ہوتی چلی جاتی ہے، اسقاط کی مختلف حالتوں میں چونکہ تخلیق انسانی کے یہ سب مراحل لوگوں کے مشاہدے میں آتے تھے اس لئے انہی طرف اشارہ کیا گیا ہے، اس کے بعد اس سوال کا جواب انسان کے اپنے فہم پر چھوڑ دیا گیا ہے کہ جو خدا انسان کو اس طرح پیدا کرتا ہے، اور پردان چڑھاتا ہے اس کے لئے آخر اسے دوبارہ پیدا کرنا کیوں نامکن ہو؟

وَكَا تَوَاسِعًا زُجْجَلَا حَلَلْنَا رِنِيَ الْأَرْضِ مِي عَارَاتَا لِحَيِّ خَلْقِي جَبَدِيدِي بَنِي هُم بِلِقَا عِي كَوْتِهِمْ كَيْفَ دُونَ قَسَلْ يَسْؤَلُكُمْ مِّنْكَ الْمُؤْمِنِينَ أَلِئِنَّكَ لَمِنَ الْكَافِرِينَ

اور یہ لوگ کہتے ہیں ”جب ہم مٹی میں رل چکے ہونگے، تو کیا ہم پھرنے مرے سے پیدا کیے جائیں گے؟ اصل بات یہ ہے کہ یہ اپنے رب کی ملاقات کے منکر ہیں، ان سے کہو، موت کا وہ فرشتہ جو تم پر مقرر



سے نکلنے اور اس کو قبضے میں لیے کجبت میں مختلف التوجہات انہماک دیتا ہے۔ نیز یہ کہ اس عمل کا برتاؤ مجرم روح کے ساتھ کچھ لوہڑا ہے اور مومن عالم روح کے ساتھ کچھ ادا۔ ان تفصیلات کے لیے ملاحظہ ہو سورہ نسا، آیت (۹۷) الانعام، (۹۳) النحل، (۲۸) الزمر، (۸۴ تا ۸۶)

۱۲۔ اس سے یہ بھی مدعا ہوتا ہے کہ موت سے انسان معدوم نہیں ہو جاتا بلکہ اس کی روح جسم سے نکل کر باقی رہتی ہے۔ قرآن کے الفاظ در موت کا فرشتہ تم کو پورا پورا اپنے قبضے میں لیے گا۔ اسی حقیقت پر دلالت کرتے ہیں کہ کوئی معدوم چیز قبضے میں نہیں لی جاتی قبہ میں لیے کا مطلب ہی یہ ہے کہ مقبورہ چیز قافلے کے پاس رہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ موت کے جو چیز قبضے میں لی جاتی ہے وہ آدمی کی حیوانی زندگی BIOLOGICAL LIFE نہیں بلکہ اس کی وہ خودی، اس کی وہ آکا EGO ہے جو ”میں“ میں ملو ”ہم“ اور ”تم“ کے الفاظ سے تعبیر کی جاتی ہے۔ یہ آکا دنیا میں کا کر کے جیسی کچھ شخصیت بھی بنتی ہے وہ پوری کی پوری، جوں کی توں، (INTACT) نکال لی جاتی ہے، بغیر اس کے کہ اس کے اوصاف میں کوئی کمی بیشی ہو اور یہی چیز موت کے بعد اپنے رب کی طرف پلائی جاتی ہے اس کو آخرت میں نیا جسم اور نیا جسم دیا جائے گا۔ اسی پر مقدمہ قائم کیا جائے گا، اسی سے حساب لیا جائے گا۔ اور اسی کو جو اوسزا دکھائی ہوگی

فَاَسْمِعْتَهُمْ اَهْلَهُمْ اَشَدُّ  
خَلْقًا اَمْ رَقْنٌ خَلَقْنَا طَائِفَاتًا  
حُكْمًا لَهُمْ مِنْ طَائِفٍ  
ان کو تو ہم نے لیس دار کا ہے

(الأنعام - ۱۱) سے پیدا کیلئے۔

یہ کفار کو کہے اس شبہ کا جواب ہے جو وہ آخرت کے بائیں جہنم کرتے تھے۔ ان خیال یہ تھا کہ آخرت ممکن نہیں ہے، کیونکہ مرے ہوئے انسانوں کا دوبارہ پیدا ہونا محال ہے۔ اس کے جواب میں امکان آخرت کے دلائل پیش کرتے ہوئے، اللہ تعالیٰ سب سے پہلے ان کے سامنے یہ سوال دیکھتا ہے کہ اگر تمہارے نزدیک مرے ہوئے انسانوں کو دوبارہ پیدا کرنا بڑا سخت کام ہے، جس کی

پہلے اس نہ ہم کہ یہ مکان بنا کر دیا تھا کیا وہ دوبارہ اسی مردمان سے وہی مکان بنا کر اسے از مر نو اس میں نہیں بسا سکتا؟ یہ چیز جب پہلے ممکن تھی اور ممکن کیا معنی، واقعہ کی صورت میں دہنما ہو بھی چکی ہے، تو دوبارہ اس کے ممکن ہونے اور واقعہ بننے میں آخر کیا ایریا ہے یہ باتیں ایسی ہیں جن میں ذرا سی عقل آدمی استعمال کرے تو خود ہی سمجھ سکتا ہے، لیکن وہ اپنی عقل کو اس رخ پر کیوں جانے نہیں دیتا؟ کیا وجہ ہے کہ وہ بے سوچے سمجھے حیات بعد الموت اور آخرت پر اس طرز کے لائینی اعتراضات جوڑتا ہے؟ پھر کی ساری بحث چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کے دوسرے فقرے میں اسی سوال کا جواب دیتا ہے کہ ”در اصل یہ اپنے رب کی ملاقات کے سکر ہیں“ یعنی اصل بات یہ نہیں ہے کہ دوبارہ پیدا کتنی ٹریسی ہی الوکھی اور بعد از امکان بات ہے جو ان کی سمجھ میں نہ آ سکتی ہو بلکہ دراصل جو چیز ان میں یہ بات سمجھنے سے روکتی ہے وہ ان کی یہ خواہش ہے کہ ہم زمین میں چھوٹے پھر اور دل کھول کر گناہ کریں اور پھر نیکو SCOT. FREE یہاں سے نکل جائیں، پھر ہم سے کوئی پوچھ گچھ نہ ہو، پھر اپنے کر تو توں کا کوئی حساب نہیں نہ دینا پڑے۔

اس کے بعد بتایا ہے کہ تمہارا ”ہم“ جس مکان میں رہتا ہے وہ تو فرد میں دل مل جائے گا، مگر خودی ”ہم“ میں نہ ملے گا بلکہ اس کی مہلت عمل ختم ہوتے ہی خدا کا فرشتہ موت آئے گا اور اسے جسم سے نکال کر سموا اپنے قبضے میں لے لے گا، اس کا کوئی ادنیٰ سا جز بھی جسم کے ساتھ مٹی میں نہ جاسکے گا۔ وہ پورا کا پورا احراست CUSTODY میں لے لیا۔ جائے گا اور اپنے رب سے حضور پیش کر دیا جائے گا۔

اس مختصر آیت میں بہت سے حقائق پر روشنی ڈالی گئی ہے جن پر سے سرسری طور پر نہ گزر جائے۔

۱۰۔ اس میں تقریب ہے کہ موت کچھ لوہی نہیں آجاتی کہ ایک گھڑی میں رہی تھی، لوک ختم ہوئی اور وہ جلتے جلتے یکایک بند ہو گئی، بلکہ دراصل اس کام کے لیے اللہ تعالیٰ ایک خاص فرشتہ مقرر کر رکھا ہے، جو اگر روح کو ٹھیک اسی طرح باقاعدہ وصول کرتا ہے جس طرح ایک ٹکڑی قرق الین (OFFICIAL. RECIEVER) کسی چیز کو اپنے قبضے میں لیتا ہے۔ قرآن کے دوسرے مقامات پر اس کی مزید تفصیلات جو بیان کی گئی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس انفرموت کے ماتحت فرشتوں کا ایک پورا عمل ہے جو موت دار د کرنے اور روح کو جسم





ہے محض یہ نفعیہ صادر کر دے کہ ان کا ہونا ممکن نہیں ہے۔ اس کے دماغ میں عقل ہے تو اسے سوچنا چاہیے کہ جو کچھ موجود ہے، یہ آخر کیسے، وجود میں آگیا؟ یہ ازل میں ٹھیک ان خصوصیات کے مطابق کیسے بن گئے جن خصوصیات کے جالوں کی عرب کے صحرا میں رہنے والے۔ انسانوں کو ضرورت تھی؟ یہ آسمان کیسے بن گیا جس کی نفاذ میں ماسنس لینے کے لیے ہوا بھی ہوئی ہے، جس کے بادل بارش لے کر آتے ہیں جس کا سورج دن کی روشنی اور گرمی فراہم کرتا ہے، جس کے چاند آمد تارے رات، کھٹکتے ہیں؟ یہ زمین کیسے بچ گئی، جس پر انسان رہتا ہے، جس کی پیداوار سے اس کی تمام ضروریات پوری ہوتی ہیں جس کے چشموں اور کنوئوں پر اس کی زندگی کا انحصار ہے؟ یہ پہاڑ زمین کی سطح پر کیسے ابھرائے جو رنگ کی مٹی اور پتھر اور معدنیات سے بنے ہوئے تھے کھڑے ہیں؟ کیا یہ سب کچھ کسی قادر مطلق صانع حکیم کی کارگرئی کے بغیر ہو گیا ہے؟ کوئی سرے اور کھنے والا دماغ اس سوال کا جواب نفی میں نہیں دے سکتا۔ وہ اگر فطری اور ہٹ دھرم نہیں ہے تو اسے ماننا، پڑے حکمران میں سے ہر چیز ناممکن تھی اگر کسی زبردست قدرت، اور حکمت دلانے کے ممکن نہ بنایا ہوتا، اور جب ایک قادر کی قدرت سے دنیا کی ان چیزوں کا بننا ممکن ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ جن چیزوں کا تصور وجود میں آنے کی تہری جاری ہے ان کو بعد از امکان کھجائے۔

اَلَمْ يَكُنْ مِنْ مَّخْلُوقَاتِهِ اَنْثَىٰ مُتَحَيِّتَةً لِّمَنْ يَخْتَارُ  
يَمْنَىٰ شَعًا كَانْ عَلَقَةً  
فَخَلَقَ نَسْوًى فَعَاصٍ وَنَهًى  
الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثَىٰ  
اَلَيْسَ ذَالِكُمْ بِعِندِ  
عَلِيِّ اَنْ يَّخْتَارَ الْمُؤَنَّىٰ  
اس پر قادر نہیں ہے کہ مرنے والوں کو

الاقبلیہ۔ ۳۰۔ پھر سے زندہ کرے؟

یہ حیات بعد موت کے امکان کی دلیل ہے جہاں تک ان لوگوں کا تعلق ہے جو یہ مانتے ہیں کہ ابتدائی نطفے سے مخلوق کا آغاز کر کے پورا انسان بنادینے تک کا سارا فعل اللہ تعالیٰ ہی کی قدرت اور حکمت کا کرشمہ ہے، ان کے لئے تو فی الحقیقت اس دلیل کا کوئی جواب ہے ہی نہیں، کیوں کہ وہ خواہ مخفی ہی دھمائی بریں ان کی عقل

قول کا مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ شخص دل چیلوں کی سی باتیں کر رہا ہے اس کی یہ باتیں ہی اس بار، کا سرچشمہ بنیں، میں کہ کسی نے اس پر عبادت کر دیا ہے جس کی وجہ سے بھلا چکا آدمی یہ باتیں کرنے لگا۔ اس کے جواب میں فرمایا کہ ہاں ایسا ہی ہو گا اور تم اپنے خدکے کا گے پس ہو، وہ جو کچھ بھی تمہیں بنا نا چاہے۔ بنا سکتا ہے۔ جب اس نے چاہا اس کا ایک اشارے پر تم وجود میں آ گئے، جب وہ چاہے گا اس کے ایک اشارے پر تم مر جاؤ گے اور پھر جس وقت بھی وہ چاہے گا اس کا ایک اشارہ تمہیں اٹھا کر رکھے گا اس کا قدرت جب آئے گا تو دوبارہ برپا کر دینا کوئی بڑا امر اور کارنامہ ہو گا اس ایک ہی جھڑکی سو تو ان کو جگانے کے لئے کافی ہوگی، جھڑکی کا لفظ یہاں بہت معنی خیز ہے۔ اس سے بعد ابدا الموت کا کچھ ایسا نقشہ لگا ہوں کہ سننے آتا ہے کہ اب تلے آفریش سے قیامت تک جو انسان مس فقہ وہ گویا سوئے پڑے تھے یکایک کوئی ڈانٹا کر رہتا ہے مد اٹھ جاوے اور بس ان کی آن میں سب اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔

اَفَلَا تَنْظُرُوْنَ اِلَى الْاَرْبَابِ  
كَيْفَ خَلَقَتْ هَ رَرَّائِیَ  
السَّمَاءِ كَيْفَ مَرَّجَعَتْ  
ذَرِّیَّ الْجِبَالِ كَيْفَ  
نُصِبَتْ هَ وَّالِی الْاَرْمَاضِ  
كَيْفَ مُسَوِّطَتْ هَ

(الغاشیہ، ۱۷ تا ۲۰)

یعنی اگر یہ لوگ آخر کی باتیں سن کر کہتے ہیں کہ آخر یہ سب کچھ، کیسے ہو سکتا ہے تو کیا خود اپنے گرد پیش کی دنیا پر نظر ڈال کر انھوں نے کبھی نہ سوچا کہ یہ اونٹ کیسے بن گئے؟ یہ آسمان کیسے بلند ہو گیا؟ یہ پہاڑ کیسے قائم ہو گئے؟ یہ زمین کیسے بچ گئی؟ یہ ساری چیزیں اگر بن سکتی تھیں اور بنی ہوئی ان کے سامنے موجود ہیں تو قیامت کیوں نہیں آسکتی؟ آخرت میں ایک دوسری دنیا کیوں نہیں بن سکتی؟ دوزخ اور جنت کیوں نہیں ہو سکتیں؟ یہ تو ایک بے عقل اور بے فکر آدمی کا کام ہے کہ دنیا میں آنکھیں کھولتے ہی جو چیزوں کو اس نے موجود پایا ہے ان کے متعلق تو وہ یہ سمجھ لے کہ ان کا وجود ہی آنا تو ممکن ہے، کیونکہ وہ وجود میں آئی ہوئی ہیں، مگر جو چیزیں اس کے مشاہدے اور تجربے میں ابھی نہیں آئی ہیں، ان کے بارے میں۔ وہ

یہ تسلیم کرنے سے انکس نہیں کر سکتا جو خدا اس طرح انسان کو دنیا میں پیدا کرنا ہے وہ دوبارہ بھی اسی انسان کو جو وہ میں لے آنے پر قادر ہے۔ یہ ہے وہ لوگ جو اس طرح پیکار، نعل کو محض اتفاقات کا نتیجہ قرار دیتے ہیں۔ وہ اگر ہٹ دھرمی پرستے ہوئے نہیں ہیں تو آخر ان کے پاس اس بات کی کیا توجیہ ہے کہ آغاز آفرینش سے آج تک دنیا کے ہر حصے اور ہر قوم میں کس طرح ایک ہی نوعیت کے تخلیقی فعل کے نتیجے میں لوگوں اور لوگوں کی پیدائش مسلسل اس تناسب سے ہوتی چلی جا رہی ہے۔ کہ کہیں کسی نسل نے بھی ایسا نہیں ہوا کہ کسی انسانی آبادی میں صرف، لڑکے یا صرف لڑکیاں ہی پیدا ہوتی چلی جائیں اور آئندہ اس کی نسل چلے گا کوئی امکان باقی نہ رہے؟ کیا یہ بھی اتفاق ہی ہوئے چلا جا رہا ہے اتنا بڑا دعویٰ کرنے کے لئے آدمی کو کم از کم اتنا بے شرم ہونا چاہیئے کہ وہ اٹھ کر بے لطف ایک روزیہ دعوئی کہہ دے کہ لندن اور نیویارک ماسکو اور پکنگ اتفاقات آپ سے آپ بن گئے ہیں

یہ تو وہی کے اتنے ذرا کے ہم پہنچا تا ہے جن کا شمار طبعی ہو سکتا اور اس کے لئے ہر قدم پر دنیا میں باقی رہنے کے وہ مواقع فراہم کرنا ہے جن میں سے اکثر کا اسے شعور تک نہیں ہوتا بلکہ کہ وہ انہیں خود فراہم کرنے پر قادر ہو گیا یہ سب کچھ ایک خدا کی تدبیر اور نگرانی کے بغیر ہو رہا ہے؟ اگر کوئی صاحب عقل آدمی کا سوال کا جواب نفی میں نہیں دے سکتا تو یہ سمجھنا کچھ مشکل نہیں ہے کہ جس طرح وہ انسان کو جو وہ میں لاتا ہے اور استقرار عمل کے وقت سے مرتے دم تک اس کی نگہبانی کرتا ہے۔ یہی اس بات کا کھلا ہوا ثبوت ہے کہ وہ اسے موت کے بعد پلٹا کر پھر وجود میں لا سکتا ہے۔ اگر وہ پہلی چیز پر قادر تھا اور اسی قدرت کی بدولت انسان اس وقت دنیا میں زندہ ہو رہا ہے تو آخر کیا معقول دلیل یہ گمان کرنے کے لئے پیش کی جا سکتی ہے کہ وہ مری چیز پر وہ قادر نہیں ہے۔ اس قدرت کا انکار کرنے کے لئے آدمی کو مرنے سے اس بات ہی کا انکار کرنا ہو گا کہ خدا اسے وجود

میں لایا ہے اور جو شخص اس کا انکار کر سکتا ہے اس سے کچھ بعید نہیں کہ ایک روز اس کے دماغ کی خرابی اس سے یہ دعویٰ بھی کر لے کہ دنیا کی تمام کائنات میں ایک حادثہ کے طور پر چھپ گئی ہیں دنیا کے تمام شہر ایک حادثہ کے طور پر بن گئے ہیں، اور زمین پر کوئی اتفاقی حادثہ ایسا ہو گیا تھا جس سے تمام کائنات بن کر خود بخود چلنے لگے حقیقت یہ ہے کہ انسان کی تخلیق اور اس کے جسم کی بناوٹ اور اس کے اندر کا کرنے والی قوتوں اور صلاحیتوں کا پیدا ہونا اور اس کا ایک زندہ ہستی کی حیثیت سے باقی رہنا ان تمام کاموں سے بدرجہا زیادہ پیچیدہ عمل ہے جو انسان کے ہاتھوں دنیا میں ہوئے۔ اور پورے ہی اتنا بڑا پیچیدہ عمل اس حکمت اور تناسب اور تنظیم کے ساتھ کہ اتفاقاً حادثہ کے طور پر ہر ہر آدمی، لاکھوں برس تک ایک تسلسل کے ساتھ ہو سکتا ہو، تو پھر کوئی چیز ہے جسے ایک دماغی مریض حادثہ نہ کہہ سکے؟

بَلْ عَجَبُوا أَنْ جَاءَهُمْ  
مَنْ مِّنْهُمْ نَقَالَ لَكُمُنَّ  
هَذَا شَيْءٌ عَجِيبٌ ۝ عَزَّادِمْشَا  
وَكُنَّا نَوْبَانَهُ لَوْلَاكَ سَمِعُكُمْ  
نَعْبُدُكَ ۝ قَدْ عَلِمْنَا

بلکہ ان لوگوں کو تعجب اس بات پر ہوا کہ ایک خبردار کرنے والا انہیں ان سے ان سے پاس آگیا۔ پھر حکمران کہنے لگے یہ تو عجیب بات ہے، کیا جب ہم نے سنا ہے، اور

فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ مِثْلَ خُلُقٍ ۚ خُلِقَ مِنْ مَّاءٍ دَافِقٍ يُفْجَرُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْنِ الْمَصْكَبِ ۚ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُونَ

پھر انسان خدا کی دیکھ لے کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے ایک اچھلنے والے پانی سے پیدا کیا گیا ہے جو پیچیدہ اور سینے کی دیوڑھی کے درمیان سے نکلتا ہے۔ یقیناً وہ خالق سے

یعنی انسان ذرا اپنی ہستی پر غور کرے کہ وہ کس طرح پیدا کیا گیا ہے کون ہے جواب کے جسم سے خارج ہونے والے اربوں جراثیموں میں سے کسی ایک جراثیم سے اور ماں کے اندر سے مہینوں اور برسوں تک نکلنے دینے والے میضوں میں سے کسی ایک بیجے کا انتخاب کر کے، ایک وقت دونوں کو جوڑ دیتا ہے اور اس سے ایک خاص انسان کا استقرار عمل واقع ہو جاتا ہے؟ پھر کون ہے جو استقرار عمل کے بعد سے ماں کے پیٹ میں دو دو بدتر نشو و نما دیکر اسے اس حد تک پہنچاتا ہے کہ وہ ایک نندہ بچے کی شکل میں پیدا ہو؟ پھر کون ہے جو دم مادر ہی میں اس کے جسم کی ساخت اور اس کی جسمانی و ذہنی صلاحیتوں کا تناسب قائم کرتا ہے؟ پھر کون ہے جو پیدائش سے لے کر موت کے وقت اس کی مسلسل نگہبانی کرتا رہتا ہے؟ اسے بیمار یوں سے بچاتا ہے، حادثات سے بچاتا ہے، طرح طرح کی آفات سے بچاتا ہے، اس کے

اَفَعَيَيْنَا بِالْخَلْقِ الْاَكْثَرِ لَوْ كُنَّا بِهٖ لَبِئْسَ مَا كُنَّا مِنْ سَمِ  
مَلِكٍ هُمْ فِي كِبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ مَّاجِرَةٍ مِّمَّا يَخْلُقُ الْغَلِيظُ الْكَرْبُ  
حَلَوْنِيْد۔  
ہوئے ہیں۔ (۱۵)

یہ آخرت کے حق میں عقل استدلال ہے۔ جو شخص خدا کا منکر  
نہ ہو اور حادث کی اس حد تک نہ پہنچ گیا ہو کہ اس منظم کائنات اور اس  
کے اندر انسان کی پیدائش کو بعض ایک اتفاقی حادثہ قرار دینے لگے  
اس کے لیے یہ مانے بغیر چاہے نہیں کہ خدا ہی نے ہمیں اور اس پوری  
کائنات کو بنایا ہے۔ اب یہ امر اتنا کہ ہم اس دنیا میں موجود ہیں،  
اور زمین و آسمان کا یہ سارا کارخانہ ہماری آنکھوں کے سامنے چل  
رہا ہے۔ آپ ان بات کا مزید شہرت ہے کہ خدا ہیں اور اس  
کائنات کو پیدا کرنے سے عاجز نہ تھا اس کے بعد اگر کوئی کہتا ہے  
کہ قیامت لڑنا کرنے کے بعد ہی خدا ایک دوسرا نظام عالم بنانا سکے  
گا۔ اور موت کے بعد وہ ہیں پھر پیدا کر سکے گا تو بعض وہ ایک غلط  
عقل بات کہتا ہے۔ خدا عاجز ہوتا تو پہلے ہی پیدا نہ کر سکتا۔ جب وہ  
پہلے پیدا کر چکا ہے اور اسی خلق کی مدد سے ہم خود وجود میں آئے ہیں  
تو یہ فرض کر لینے کے لیے آخر کیا معقول بنایا ہو سکتی ہے کہ اپنی ہی  
بنائی ہوئی چیز کو توڑ کر پھر بنادینے سے وہ عاجز ہو جائے گا۔

**آخرت کے وجود کے دلائل** قرآن صرف اس پر اکتفا نہیں  
کرتا کہ آخرت کو ممکن ثابت

کرے بلکہ اس سے بڑھ کر وہ یہ بھی ثابت کرتا ہے کہ آخرت کا برپا ہونا  
فردوسی ہے عقل چاہتی ہے، انصاف چاہتا ہے، اخلاق کے تقاضے  
چاہتے ہیں کہ آخرت ہو اور اس میں انسان کے تمام ان اعمال کا محاسبہ  
کیا جائے جو اس نے ہوش سنبھلے کے بعد سے مرتے دم تک کیے  
اور اپنے پیچھے اپنے ان اعمال کے ایسے اپنے یا برے ان بات چھوڑ  
گیا ہو جو بعد میں مدتہائے دراز تک آنے والی نسلوں کو متاثر کرتے  
رہے۔ یہ محاسبہ نہ ہو اور اچھے اعمال کی جزا اور برے اعمال کی سزا نہ  
ہو تو اس کے معنی یہ ہیں کہ خدا کی یہ دنیا انصاف سے خالی ہے۔ اور  
انسان کو مینا عقل و شعور دیکر اخلاق کے خیر و شر کی تمیز دے کر اور  
بے شمار اشیاء اور دوسرے انسانوں پر اختیارات دیکر فصول اللہ  
بے معنی ہی پیدا کر دیا گیا ہے، جہاں تک دنیا کی موجودہ زندگی کا تعلق

مَا تَقْضِیْ الْاٰمْرَیْنِ مِنْهُ وَذَکَکَ نَکِیْبٌ حَفِیْظٌ۔ خاک ہو جائیں گے، تو دوبارہ اٹھاؤ  
جائیں گے یہ واپسی تو عقل سے بعید  
ہے۔ حالانکہ زمین ان کے ہم سے  
جو کچھ کھاتی ہے وہ سب ہمارے علم  
میں ہے اور ہمارے پاس ایک کتاب  
ہے جس میں سب کچھ محفوظ ہے۔ (۱۳ تا ۲۲)

ان لوگوں کو پہلا تعجب تو اس بات تھا کہ انہی کی جس اور قوم کے  
ایک فرد نے اٹھ کر دعویٰ کیا تھا کہ میں خدا کی طرف سے تمہیں خبردار  
کرنے کے لیے آیا ہوں، اس سے بعد مزید تعجب انہیں اس پر ہوا کہ  
وہ شخص انہیں جس چیز سے خبردار کر رہا تھا۔ وہ یہ بھی کہ تمام انسان مرنے  
کے بعد از مرگ زندہ کیے جائیں گے اور ان سب کو اکٹھا کر کے، اللہ  
کی عدالت میں پیش کیا جائے گا، اور وہاں ان کے اعمال کا محاسبہ،  
کرنے کے بعد جزا اور سزا دی جائے گی۔ اس پر فرمایا گیا کہ یہ بات  
اگر ان لوگوں کی عقل میں نہیں سمائی تو یہ ان کی اپنی ہی عقل کی تنگی ہے  
اس سے یہ تو لازم نہیں آتا کہ اللہ کا علم اور اس کی قدرت بھی تنگ  
ہو جائے۔ یہ سمجھتے ہیں کہ ابتدائے آفرینش سے قیامت تک مرنے  
والے بیشمار انسانوں کے اجزائے جسم جو زمین میں بکھر چکے ہیں اور آئندہ  
بکھرتے چلے جائیں گے ان کو جمع کرنا کسی طرح ممکن نہیں ہے لیکن واقعہ یہ  
ہے کہ ان میں سے ہر ہر جز جس شکل میں جہاں بھی ہے اللہ تعالیٰ براہ  
راست اس کو جانتا ہے اور مزید برآں اس کا پورا ریکارڈ اللہ کے فز  
میں محفوظ کیا جا رہا ہے جس سے کوئی ایک ذرہ بھی چھوٹا ہوا نہیں ہے جس  
وقت اللہ کا حکم ہو گا، اسی وقت آنا نانا اس کے فرشتے اس ریکارڈ  
سے رجوع کر کے ایک ایک ذرہ کو نکال لائیں گے اور تمام انسانوں کے  
دھچک پھر بنا دیں گے جن میں وہ کراہوں نے دنیا کی زندگی میں کام  
کیا تھا۔

یہ آیت بھی من جملہ ان آیات میں سے ہے جن میں اس بات کی،  
مراعات کی گئی ہے کہ آخرت کی زندگی نہ صرف یہ کہ دینی ہی جہاں  
زندگی ہوگی جیسی اس دنیا میں ہے بلکہ جسم بھی ہر شخص کا وہی ہو گا جو اس  
دنیا میں تھا، اگر حقیقت یہ نہ ہوتی تو کفار کی بات کے جواب میں  
یہ کہنا بالکل بے معنی تھا کہ زمین تمہارا جسم میں سے جو کچھ کھاتی ہے  
وہ سب ہمارے علم میں ہے اور ذرہ ذرہ کا ریکارڈ محفوظ ہے۔

ہے سوال لازم پیدا ہوتا ہے پھر تم نے اپنے متعلق یہ کیسے سمجھ لیا کہ میں طرح بالترتیب ذمہ دار اور غیر جواب دہ ہیں اسی طرح تم بھی ہوا جاؤ کہ وہ دوبارہ زندہ کر کے نہ اٹھائے جانے کی وجہ تو مجھ میں آتی ہے کہ اس طرح اپنی جہت کے گئے بندے نقلے پورے کیے ہیں۔ اپنی عقل سے کاکے کر کوئی فلسفہ تصنیف نہیں کیا، کوئی مذہب ایجاد نہیں کیا کسی کو معبود نہیں بنایا نہ خود کسی کا معبود بنا، کوئی کمال ایسا نہیں کہ جسے نیک یا بد کہا جاسکے، کوئی اچھی یا بری سنت جاری نہیں کی جس کے اثرات نسل در نسل پھلتے رہیں اور وہ ان پر کسی اجریا سنا کا مستحق ہو۔ لہذا اگر مکرر فنا ہو جائے تو یہ کچھ میں آنے کے قابل بات ہے، کیونکہ اس پر اپنے کسی عمل کی ذمہ داری عائد ہی نہیں ہوتی، جس کی باز پرس کے لیے، اسے دوبارہ زندہ کر کے اٹھانے کی کوئی حاجت ہو لیکن تم حیات بعد موت سے کیسے معاف کیے جا سکتے ہو، جب کہ میں اپنی موت کے وقت تک تم ایسے اخلاقی افعال کرتے رہتے ہو جن کے نیک یا بد ہونے اور جزا و سزا کے مستوجب ہونے کا تمہاری عقل خود حکم دیتی ہے؟ جس آدمی نے کسی بے گناہ کو قتل کیا وہ فوراً ہی کسی حادثے کا شکار ہو گیا۔ کیا تمہارے نزدیک اس کو یو (SCOT. FREE) چھوٹ جانا چاہیے اور اس ظلم کا بدلہ اسے کبھی نہ ملنا چاہیے؟ جو آدمی دنیا میں کسی ایسے فساد کا نیم بڑا گیا جس کا خمیازہ اس کے بعد صدیوں تک انسانیت پر پڑتی رہی، کیا واقعی تمہاری عقل اس بات پر مطمئن ہے کہ اسے کبھی کسی بھگت یا ملے کی طرح مکرر فنا ہو جانا چاہیے اور کبھی اٹھ کر اپنے ان کر توؤں کی جواب دہی نہیں کرنی چاہیے جن کی بدولت ہزاروں لاکھوں انسانوں کی زندگیاں خراب ہوئیں؟ جس آدمی نے عمر بھر حق و انصاف اور غیر فلاح کے لیے اپنی جان لڑائی اور جیتے جی معیشتیں ہی بھگتادیا کیا تمہارے خیال میں وہ بھی حشرات الارض ہی کی قسم کی کوئی مخلوق ہے جسے اپنے اس عمل کی جزا پانے کا کوئی حق نہیں ہے۔؟

لَا تُقْسِمُ بِسُوءِ الْقَيْدِ سَتَرِ  
لَا تُقْسِمُ بِبِالنَّفْسِ الْكَوَاثِرِ  
(القلم - ۲۱ تا ۲۲)

یعنی تمہارا یہ خیال غلط ہے کہ قیامت نہیں آئے گی۔ میں قسم کھاتا ہوں قیامت اور ملامت کرنے والے نفس کی کہ وہ ضرور آئے گی۔

اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے، قیامت کے دن اور ملامت کھانے

ہے اس میں نہ پیدا اعمال بھیجے نہ پیدا انصاف اور نہ پوری جزا سزا۔ اس لیے لازم ایک دوسرا عالم برپا ہونا چاہیے جس میں جولوہ آفریش سے لے کر قیامت تک وجود میں آنے والے تمام انسانوں کو بہ یک وقت جمع کیا جائے، تمام کھلے اور چھپے اعمال کا اور ان سے پیدا ہونے والے نتائج کا محاسبہ کر کے ایک ایک شخص کی ذمہ داری متعین کی جائے اور اس میں زندگی محدود نہ ہو بلکہ ابدی ہو تاکہ جو شخص جتنی سزا مستحق ہے وہ پوری بھگت سکے اور جتنے انعام اکرام کا مستحق ہے وہ اسے پورا دیا جاسکے۔

اس مضمون کو قرآن میں بڑی تفصیل کے ساتھ مختلف طریقوں سے بیان کیا گیا، تاکہ کفار کے پاس انکار و انحراف کے لیے کوئی دلیل باقی نہ رہے۔

أَيَحْسَبُ الْإِنْسَانُ أَنْ  
يُتْرَكَ سُدًى  
ہے کہ وہ یونہی مہل چھوڑ دیا۔

(القلم - ۳۶) جلتے گا۔؟

عربی زبان میں ایلل سُدًى اس اونٹ کو کہتے ہیں جو یونہی چھوٹا چھوڑ دیا ہو۔ جدھر چاہے چرتا پھرے، کوئی اس کی نگرانی کرنے والا نہ ہو، اسی معنی میں ہم مترجم ہمارا کالفاظ لیتے ہیں۔ پس آیت کا مطلب یہ ہے کہ کیا انسان نے اپنے آپ کو مترجم ہمارا سمجھ رکھا ہے کہ اس کے خالق نے اسے زمین میں غیر ذمہ دار بنا کر چھوڑ دیا ہو؟ کوئی فرض اس پر عائد نہ ہو؟ کوئی چیز اس کے لیے ممنوع نہ ہو؟ اور کوئی ایسا وقت نہ ملے گا کہ وہ مجب اس سے اس کے اعمال کی باز پرس کی جائے؟ یہی بات، ایک دوسرے مقام پر قرآن مجید میں اس طرح بیان کی گئی ہے کہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کفار سے فرمائے گا اَحْبِبُّوا نَفْسَكُمْ خَلَقْنَكُمْ غَشًّا وَ اَنْتُمْ كَاٰفِرُونَ۔

”کیا تم نے یہ سمجھ رکھا تھا کہ ہم نے تمہیں فضول ہی پیدا کیا ہے اور تمہیں کچھ ہمارے طرف پلٹ کر آنا نہیں ہے؟“

ان دونوں مقامات پر زندگی بعد موت کے واجب ہونے کی دلیل سوال کی شکل میں پیش کی گئی ہے۔ سوال کا مطلب یہ ہے کہ کیا واقعی تمہارے اپنے آپ کو بادل سمجھ رکھا ہے؟ کیا تمہیں اپنے اور جالوز میں یہ کھلافق نظر نہیں آتا کہ وہ بے اختیار ہے اور تم با اختیار۔ اس کے افعال میں اخلاقی صحت و عدم کا سوال پیدا نہیں ہوتا اور تمہارے افعال میں



دلے نفس کی قسم جن بات پر کھائی ہے، اسے بیان نہیں کیا ہے۔ بعد کا فقرہ خود اس پر دلالت کر رہا ہے۔ قسم اس بات پر کھائی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ انسان مرنے کے بعد دوبارہ ضرور پیدا کرے گا اور وہ ایسا کرنے پر پوری طرح قادر ہے۔ اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس بات پر ان دو چیزوں کی قسم کس مناسبت سے کھائی گئی ہے؟

جہاں تک روز قیامت کا تعلق ہے، اس کی قسم کھانے کی وجہ یہ ہے کہ اس کا آنا یقینی ہے، پوری کائنات کا نظام اس بات پر گواہی دے رہا ہے کہ یہ نظام نہ ازل سے ہے۔ نہ ابدی اس کی نوعیت ہی خود یہ بتا رہی ہے کہ یہ نہ ہمیشہ سے تھا اور نہ ہمیشہ باقی رہ سکتا ہے۔ انسان کی عقل پہلے بھی اس گمان کے لئے کوئی مضبوط دلیل دیا کرتی تھی کہ یہ پرانے بدلنے والی دنیا کبھی قدیم اور غیر خالی بھی ہو سکتی ہے لیکن جتنا جتنا اس دنیا کے متعلق انسان کا علم بڑھتا جاتا ہے، اتنا ہی زیادہ یہ امر خود انسان کے نزدیک بھی یقینی ہوتا چلا تا ہے کہ اس ہنگامہ سہت و بلوہ کی ایک ابتدا ہے جس سے پہلے یہ تھا اور لازماً اس کی ایک انتہا بھی ہے جس کے بعد یہ نہ رہے گا اس بنا پر اللہ تعالیٰ نے قیامت کے وقوع پر خود قیامت ہی کی قسم کھائی ہے اور یہ ایسی قسم ہے جیسے ہم کسی شے کی انسان کو، جو اپنے موجود ہونے ہی میں شک کر رہا ہو، خطاب کر کے کہیں کہ تمہاری جان کی قسم تم موجود ہو۔ یعنی تمہارا وجود خود تمہارے موجود ہونے پر شاہد ہے۔

لیکن روز قیامت کی قسم صرف اس امر کی دلیل ہے کہ ایک دن یہ نظام کائنات درہم برہم ہو جائے گا۔ وہی یہ بات کہ اس کے بعد پھر انسان دوبارہ اٹھایا جائے گا اور اس کو اپنے اعمال کا حساب دینا پڑے گا اور وہ اپنے کئے کا اچھا یا برا نتیجہ دیکھے گا، تو اس سبب سے دوسری قسم نفس کو اٹھائی گئی ہے، کوئی انسان دنیا میں پیدا ہو کر نہیں رہتا ہے جو اپنے اندر ضمیر نام کی ایک چیز نہ رکھتا ہو۔ اس ضمیر میں لازماً بھلائی اور برائی کا ایک احساس پایا جاتا ہے اور چاہے انسان کتنا ہی بھلا ہو اس کا ضمیر اسے کوئی برائی کرنے اور کوئی بھلائی نہ کرنے پر ضرور لوکھتا ہے۔ قطع نظر اس سے کہ اس نے بھلائی اور برائی کا جو معیار بھی قرار دے رکھا ہو وہ سب کچھ خود صحیح ہو یا غلط۔ یہ اس بات

کی مرجم دین ہے کہ انسان نرا حیوان نہیں ہے بلکہ ایک اخلاقی وجود ہے، اس کے اندر فطری طور پر بھلائی اور برائی کی تمیز پائی جاتی ہے وہ خود اپنے آپ کو اپنے اندر بڑے افعال کا ذمہ دار سمجھتا ہے اور جس برائی اور شراب اس نے دوسرے کے ساتھ کیا ہو اس پر اگر وہ اپنے ضمیر کی ملاحتوں کو دبا کر خوش بھی ہوئے تو اس کے برعکس صورت میں جب کہ اس برائی کا ارتکاب کسی دوسرے نے اس کے ساتھ کیا ہو اس کا دل اندر سے یہ تقاضا کرتا ہے کہ اس زیادتی کا ٹھیک فرد دوسرے کا سخت ہونا چاہیے، اب اگر انسان کے وجود میں کیونکہ

فطرت کا یہ تقاضہ کہ اپنے جن اچھے اور برے اعمال کا انسان ذمہ دار ہے ان کی جزا یا سزا اس کو ضرور ملنی چاہیے۔ زندگی بعد موت کے سو کسی دوسری صورت میں پورا نہیں ہو سکتا، کوئی صاحب عقل آدمی اس سے انکار نہیں کر سکتا۔ مرنے کے بعد اگر آدمی دوزخ یا جہنم تو اس کی بہت سی بھلائیوں ایسی ہیں جن کے اجر سے وہ لازماً محروم ہو کر رہ جائے گا، اور اس کی بہت سی برائیاں ایسی ہیں جن کی منصفانہ سزا پانے سے وہ ضرور سزا کاٹ لے گا۔ اس لئے جب تک آدمی اس بیہودہ بات کا قائل نہ ہو کہ عقل رکھنے والا انسان ایک غیر معقول نظام کائنات میں پیدا ہو گیا ہے اور اخلاقی احساسات مسکنے والا

انسان ایک ایسی دنیا میں جنم لے بیٹھا ہے جو بنیادی طور پر اپنے پورے نظام میں اخلاقی کا کوئی وجود ہی نہیں رکھتی، اس وقت وہ حیات بعد موت کا انکار نہیں کر سکتا اسی طرح نتیم یا آواگون کا فلسفہ بھی فطرت کے اس کے مطالبے کا جواب نہیں ہے۔ کیونکہ اگر انسان اپنے اخلاقی اعمال کی سزا یا جزا پانے کے لئے پھر اسی دنیا میں جنم لیتا چلا جائے تو ہم میں وہ بھر کچھ مزید اخلاقی اعمال کرتا چلا جائے گا، جنہیں سرے سے جزا و سزا کے متقاضی ہونگے اور اس لا منتہی سلسلے میں بجائے اس کے کہ اس کا حساب کبھی چک سکے، اللہ اس کا حساب بڑھتا جائے گا اس لئے فطرت کا یہ تقاضا صرف اسی صورت میں پورا ہو سکتا ہے کہ اس دنیا میں انسان کی صرف ایک ہی زندگی ہو، اور پھر پوری نوع انسانی کا خاتمہ ہو جانے کے بعد ایک ہی زندگی ہو جس میں انسان کے اعمال کا ٹھیک ٹھیک حساب کر کے اسے پوری جزا و سزا دی جائے۔

وَمَا خَلَقْنَا سَمَاءً وَلَا اَرْضًا  
ہم نے اس آسمان اور زمین کو



اور اس کو جوان کے درمیان ہے  
فضول پیدا نہیں کر دیا ہے۔ یہ لوگ  
لوگوں کا گمان ہے جنہوں نے کفر  
کیسے ادا کیے کافروں کے لئے  
برباد کی ہے جنہم کی آگ سے کیا  
ہم ان لوگوں کو جو ایمان لاتے اور  
نیک عمل کرتے ہیں، اور ان کو جو  
ذہن فساد کر رہے ہیں کیساں  
کر دیں؟ کیا تھیوں کو ہم ناجروں  
جیسا کر دیں۔

(دعوت، ۲۷، ۲۸)

یعنی اس کائنات کو ہم نے محض تھیل کے طور پر پیدا نہیں کر دیا  
ہے کہ اس میں کوئی حکمت نہ ہو کوئی غرض اور مقصد نہ ہو، کوئی عدل اور  
انصاف نہ ہو اور کسی اچھے یا برے فعل کا کوئی نتیجہ برآمد نہ ہو، اس  
اور شاد سے مقصود یہ حقیقت سامعین کے ذہن نشین کرانا ہے  
کہ انسان یہاں شتر بے مہار کی طرح نہیں چھوڑ دیا گیا ہے۔ نہ یہ دنیا  
ادھر گر کر کہیں کہیں جا سکتی ہے اور اس سے کوئی  
باد پرس نہ ہو۔ جو شخص جزا و جزا کا قائل نہیں ہے اور ابی جگر یہ سمجھے بیٹھا  
ہے کہ نیک و بد سب آخر کار مر کر مٹی ہو جائیں گے، کسی سے کوئی محاسبہ  
نہ ہوگا، نہ کسی کو بھلائی یا برائی کا کوئی بدلہ ملے گا، وہ دراصل دنیا کو ایک  
کھانا اور اس کے بنانے والے کو کھلنڈا سمجھتا ہے اور اس کا خیال یہ  
ہے کہ خالی کائنات نے دنیا بنا کر اور اس میں انسان کو پیدا کر کے  
ایک فعل حبث کا ارتکاب کیا ہے، مگر کیا فی الحقیقت تمہارے نزدیک  
یہ بات معقول ہے کہ نیک اور بد دونوں کا آخر کار یکساں ہو جائیں؟  
کیا یہ تصور تمہارے لئے اطمینان بخش ہے کہ کسی نیک انسان کو اس  
کی نیکی کا کوئی صلہ اور کسی بد آدمی کو اس کی بدی کا کوئی بدلہ نہ ملے؟ ظاہر  
بات ہے کہ اگر آخرت نہ ہو اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے، کوئی  
محاسبہ نہ ہو اور انسانی افعال کی کوئی جزا و جزا نہ ہو تو اس سے اللہ  
کی حکمت اور اس کے دونوں کی نفی ہو جاتی ہے اور کائنات کا پیدا  
نظام ایک ابدی نظام بن کر رہ جاتا ہے، اس مفروضے پر تو دنیا میں  
بھلائی کے لئے کوئی محرک اور برائی کے لئے کوئی مانع  
سے باقی ہی نہیں رہ جاتا۔ خدا کی خدائی اگر معاذ اللہ ایسی ہی

خود عالم زندگی بسر کرتا ہے اور خلق خدا کا اصلاح کے لئے کا کرتا ہے  
اور وہ شخص عقل مند ہے جو سبازگار مواقع پا کر ہر طرح کی زیادتیوں سے  
فائدہ سمیٹتا اور ہر قسم کے فسق و فجور سے لطف اٹھاتا رہتا ہے۔  
مگر یہ نے بڑے دعوے سے  
کہا کہ وہ مرنے کے بعد ہرگز نہ باہر  
کسی کی کعبہ کی تہہ لکھنوی  
بہا علیہ السلام کو دلا  
علی اللہ کیسی

(التائب، ۷)

اگر جو کسی منکر آخرت کے پاس نہ پہلے یہ جاننے کا کوئی ذریعہ تھا  
آج ہے۔ نہ بھی ہو سکتا ہے کہ مرنے کے بعد کوئی دوسری زندگی  
نہیں ہے۔ لیکن ان نادالوں نے ہمیشہ بڑے زور کے ساتھ یہ دعویٰ  
کیا ہے، حالانکہ قطعیت کے ساتھ آخرت کا انکار کر دینے کے لئے  
ذکوئی عقلی بنیاد موجود ہے نہ علمی بنیاد۔  
ان کی اس بات کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی سے  
فرمایا کہ تم ہماری قسم کھا کر کہو کہ تم لوگ مزدور اٹھائے جاؤ گے اور مزدور  
تمہیں یہ بتایا جائے گا کہ تم دنیا میں کیا کر کے آئے ہو۔ یہ تیسرا مقام ہے  
جہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی سے فرمایا ہے کہ اپنے رب کی  
قسم کھا کر لوگوں سے کہو کہ مزدور ایسا ہو کر رہے گا۔ پہلے سورہ یونس  
میں فرمایا۔

”وہ پہنچتے ہیں کیا واقعی حق ہے؟ کہو، میرے رب کی قسم  
یہ یقیناً حق ہے۔ اور تم اتنا بل بوتہ نہیں رکھتے کہ اسے ظہور ملانے  
سے روک دو“ (آیت، ۵۳) پھر سورہ سبا میں فرمایا

”منکرین کہتے ہیں کہ کیا بات ہے کہ قیامت ہم پر نہیں آتی  
ہے! کہو، قسم ہے میرے رب کی وہ تم پر آکر رہے گا، (آیت ۳)  
یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایک منکر آخرت کے لئے آخر  
اس سے کیا فرق پڑتا ہے کہ آپ اسے آخرت کے آنے کی خبر قسم  
کھا کر دی یا بغیر قسم کھائے دی؟ وہ جب اس پر کو نہیں مانتا تو محض

اس بنا پر کہ جسے مان لے گا کہ آپ قسم کھا کر اس سے یہ بات کہہ رہے ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مخاطب وہ لوگ تھے جو اپنے ذاتی علم اور تجربے کی بنا پر یہ بات خوب جانتے تھے کہ آپ کی زبان سے عمر کبھی کوئی جھوٹی بات نہیں نکلی ہے، اس لیے چاہے زبان سے وہ آپ کے خلاف کسے بہتان مگھڑتے رہے ہوں اور اپنے دلوں میں وہ یہ تصور تک نہ کر سکتے تھے کہ ایسا سچا انسان کبھی خدا کی قسم کھا کر وہ بات کہہ سکتا ہے جس کے برحق ہونے کا اسے کامل یقین نہ ہو، دوسرے یہ کہ آپ محض آخرت کا عقیدہ ہی بیان نہیں کر رہے تھے بلکہ اس کے لیے نہایت معقول دلائل بھی پیش فرما رہے تھے۔ مگر جو چیز نبی اور غیر نبی کے درمیان فرق کرتی ہے وہ یہ ہے کہ ایک غیر نبی آخرت کے حق کے جو مضبوط سے مضبوط دلائل دے سکتا ہے ان کا زیادہ سے زیادہ نامورہ ہی ہو سکتا ہے کہ آخرت کے نہ ہونے کے نسبت اس کا ہونا معقول تر اور اعلیٰ تسلیم کر لیا جائے۔ اس کے برعکس نبی کا مقام ایک فلسفی کے مقابلے سے بالاتر ہے اس کی اصل حیثیت یہ نہیں ہے کہ عقل و استدلال سے وہ اس نتیجہ پر پہنچا ہو کہ آخرت ہونا یا نہ ہونا بلکہ اس کی حقیقت یہ ہے کہ وہ اس بات کا علم رکھتا ہے کہ آخرت ہوگی اور یقین سے کہتا ہے کہ وہ ضرور ہو کر رہے گی اس لیے ایک نبی ہی قسم کھا کر یہ بات کہہ سکتا ہے ایک فلسفی اپنے کسی قول پر بھی قسم نہیں کھا سکتا اور آخرت پر ایمان ایک نبی کے بیان ہی سے پیدا ہو سکتا ہے۔ فلسفی کا استدلال اپنے اندر یہ قوت نہیں رکھتا کہ دوسرا شخص تو درکنار، فلسفی خود بھی اپنی دلیل کی بنا پر اسے اپنا ایمانی عقیدہ بنا سکے فلسفی اگر واقعی صحیح فکر فلسفی ہو تو وہ "ہونا چاہیے" سے آگے نہیں بڑھ سکتا، ہے اور یقیناً ہے، کہنا صرف ایک جی کا کام ہے۔

اس بنا پر کہ جسے مان لے گا کہ آپ قسم کھا کر اس سے یہ بات کہہ رہے ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مخاطب وہ لوگ تھے جو اپنے ذاتی علم اور تجربے کی بنا پر یہ بات خوب جانتے تھے کہ آپ کی زبان سے عمر کبھی کوئی جھوٹی بات نہیں نکلی ہے، اس لیے چاہے زبان سے وہ آپ کے خلاف کسے بہتان مگھڑتے رہے ہوں اور اپنے دلوں میں وہ یہ تصور تک نہ کر سکتے تھے کہ ایسا سچا انسان کبھی خدا کی قسم کھا کر وہ بات کہہ سکتا ہے جس کے برحق ہونے کا اسے کامل یقین نہ ہو، دوسرے یہ کہ آپ محض آخرت کا عقیدہ ہی بیان نہیں کر رہے تھے بلکہ اس کے لیے نہایت معقول دلائل بھی پیش فرما رہے تھے۔ مگر جو چیز نبی اور غیر نبی کے درمیان فرق کرتی ہے وہ یہ ہے کہ ایک غیر نبی آخرت کے حق کے جو مضبوط سے مضبوط دلائل دے سکتا ہے ان کا زیادہ سے زیادہ نامورہ ہی ہو سکتا ہے کہ آخرت کے نہ ہونے کے نسبت اس کا ہونا معقول تر اور اعلیٰ تسلیم کر لیا جائے۔ اس کے برعکس نبی کا مقام ایک فلسفی کے مقابلے سے بالاتر ہے اس کی اصل حیثیت یہ نہیں ہے کہ عقل و استدلال سے وہ اس نتیجہ پر پہنچا ہو کہ آخرت ہونا یا نہ ہونا بلکہ اس کی حقیقت یہ ہے کہ وہ اس بات کا علم رکھتا ہے کہ آخرت ہوگی اور یقین سے کہتا ہے کہ وہ ضرور ہو کر رہے گی اس لیے ایک نبی ہی قسم کھا کر یہ بات کہہ سکتا ہے ایک فلسفی اپنے کسی قول پر بھی قسم نہیں کھا سکتا اور آخرت پر ایمان ایک نبی کے بیان ہی سے پیدا ہو سکتا ہے۔ فلسفی کا استدلال اپنے اندر یہ قوت نہیں رکھتا کہ دوسرا شخص تو درکنار، فلسفی خود بھی اپنی دلیل کی بنا پر اسے اپنا ایمانی عقیدہ بنا سکے فلسفی اگر واقعی صحیح فکر فلسفی ہو تو وہ "ہونا چاہیے" سے آگے نہیں بڑھ سکتا، ہے اور یقیناً ہے، کہنا صرف ایک جی کا کام ہے۔

پھر یہ فرمانا کہ ایسا کرنا اللہ کے لیے آسان ہے یہ آخرت کی دوسری دلیل ہے، پہلی دلیل آخرت کے فرد کی ہونے کی تھی، اندر یہ دلیل اس کے ممکن ہونے کی ہے۔ ظاہر ہے کہ جس خدا کے لیے کائنات کا اتنا بڑا نظام بنادینا دشوار نہ تھا اور جس کے لیے اس دنیا میں انسانوں کو پیدا کرنا دشوار نہیں ہے، اس کے لیے یہ بات آخر کیوں دشوار ہوگی کہ انسانوں کو دوبارہ پیدا کر کے اپنے سامنے حاضر کرے اور ان کا حساب لے؟

ان کا لہو لعل کفوف کوئی  
ان بھی الا موتی الا موتی  
یہ لوگ کہتے ہیں "ہماری پہلی موت کے سوا دیکھ نہیں سکتے"

کو زندہ کرنے دلتے ہیں؟

ان کے اعتراض کا پہلا جواب یہ دیا گیا ہے کہ یہ حق ادا کرے پہلے گورے ہوئے لوگوں سے کچھ بہتر تو نہیں ہیں ان کو ہم نے ان کے جرائم ہی کی وجہ سے تو ہلاک کیا تھا۔ اس جواب کا مطلب یہ ہے کہ اگر لاہوت وہ چیز ہے جو کسی شخص، گروہ یا قوم کو مجرم بنائے بغیر نہیں رہتی اخلاقی کی خرابی اس کا لازمی نتیجہ ہے اور تاریخی انسان شاہد ہے کہ زندگی کے اس نظریے کو جس قوم نے بھی اختیار کیا ہے وہ آخر کار تباہ ہو کر رہی ہے۔ رہا یہ سوال کہ یہ بہتر ہیں یا متبع کی قوم اور اس سے پہلے سب ادا قوم فرعون۔ اور دوسری قوموں کو حاصل رہی ہے۔ مگر یہ مادی خوشحالی اور دوسری شان و شوکت اخلاقی زوال کے نتائج سے ان کو کب بچا سکتی تھی کہ یہ اپنی ذرا سی لچھی اور اپنے ذرائع و وسائل کے بل بوتے پر ان سے بچ جائیں گے۔

ان کے اعتراض کا دوسرا جواب یہ دیا گیا ہے کہ جو شخص بھی حیات بعد الموت اور آخرت کی جزا و جزا کا منکر ہے وہ دراصل اس کا نفاذ عالم کو کھلونا اور اس کے خالق کو نادان بچھٹا ہے۔ اسی بنا پر اس نے یہ رائے قائم کی ہے کہ انسان دنیا میں ہر طرح کے ہنگامے برپا کر کے ایک دو دس یونٹ میٹری میں رل دل جائے گا اور اس کے کسی ایسے یا بے کام کو کوئی نتیجہ نہ ملے گا۔ لاکھ یہ سائنس کی کھنڈوں کے کی نہیں بلکہ ایک خالق سکیم کی بنائی ہوئی ہے، اور کسی قسم سے یہ توقع نہیں کی جاسکتی کہ وہ فعل و عمل کا ارتکاب کرے گا۔ انکار آخرت کے جواب میں یہ استدلال قرآن مجید میں متعدد مقامات پر کیا گیا ہے۔

ربان کا یہ مطالبہ کہ ”اٹھاؤ اور ہمارے باپ دلو اور اگر تم سچے ہو“ اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ زندگی بعد موت کوئی متنازعہ نہیں ہے کہ جہاں کوئی اس سے انکار کرے، فوراً ایک مردہ قبرستان سے اٹھا کر اس کے سامنے لا کھڑا کیا جائے۔ اس کے لئے تورب الہامی نے ایک وقت مقرر کر دیا ہے۔ جب تمام اولین و آخرین کو وہ دوبارہ زندہ کر کے اپنی عدالت میں جمع کرے گا اور ان کے مقدمات کا فیصلہ صادر فرمائے گا۔ تم بازو چاہے نہ مانو۔ یہ کام بہر حال اپنے وقت مقرر پر ہی ہوگا تم بازو گے تو اپنا ہی بھلا کر گے۔ کیونکہ اس طرح قبل از وقت خبردار ہو کر اس عدالت سے کامیاب نکلنے کی تیاری کر سکو گے۔ نہ مانو گے تو اپنا ہی نقصان کر دو گے۔ کیونکہ اپنی ساری عمر اس غلط فہمی میں کھپا دو گے کہ برائی اور بھلائی تو کچھ بھی ہے سب اس کی دنیا کی زندگی تک ہے۔ مرنے کے بعد

تم سچے ہو تو اٹھاؤ اور ہمارے باپ واداکر یہ بہتر ہیں یا متبع کی قوم اور اس سے پہلے کے لوگ؟ ہم نے ان کو اس بنا پر تباہ کیا کہ وہ مجرم ہو گئے تھے۔ یہ آسمان وزمین اودان کے درمیان کی چیزیں ہم نے کچھ کھیل کے طور پر نہیں بنادی ہیں ان کو ہم نے برحق پیدا کیا ہے۔ مگر اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں۔ اب سب کے اٹھائے جانے کے لئے طے شدہ وقت فیصلے کا دن ہے۔

(الذخاں ۴۴ تا ۴۸)

کفار کا کہنا یہ تھا کہ پہلی دفعہ جب ہم مرینگے تو بس فنا ہو جائیں گے اس کے بعد پھر کوئی زندگی نہیں ہے۔ پہلی موت کے الفاظ سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کے بعد کوئی دوسری موت بھی ہو۔ جب ہم یہ کہتے ہیں کہ نفل شخص کے ہاں پہلا بچہ پیدا ہوا تو اس قول کے حواشی ہونے کے لئے یہ فرد ہی نہیں ہوتا کہ اس کے بعد لازماً دوسرا بچہ ہو، بلکہ مرد یا عورت کی کافی ہوتا ہے کہ اس سے پہلے کوئی بچہ نہ ہوا ہو، اس لئے کفار ”پہلی موت“ کا لفظ اس معنی میں استعمال نہیں کرتے تھے کہ اس کے بعد دوسری کوئی زندگی اور پھر کوئی دوسری موت ہو، بلکہ وہ پہلی موت کو جو اس دنیا میں آتی ہے ایک ہی اور آخری موت سمجھتے تھے، ان کا استدلال یہ تھا کہ ہم نے کبھی مرنے کے بعد کسی کو دوبارہ جی اٹھتے نہیں دیکھا ہے، اس لئے ہم یقین رکھتے ہیں کہ مرنے کے بعد کوئی دوسری زندگی نہیں ہوگی۔ تم لوگو! اگر وہ جی کرتے ہو کہ دوسری زندگی ہوگی تو ہمارے اجداد کو قبروں سے اٹھاؤ تاکہ انہیں زندگی بعد موت کا یقین آجائے۔ یہ کام تم نے نہ کیا تو ہم بھی گئے تو تمہارا دعویٰ بے بنیاد ہے۔ یہ گویا ان کے نزدیک حیات بعد الموت کی تردید میں ہی پختہ دلیل تھی۔ حالانکہ مرزا صاحبی، آخروں سے یہ کہا جس نے تھا کہ مرنے والے دوبارہ زندہ ہو کر اس دنیا میں واپس آئیں گے؟ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم یا کسی مسلمان نے یہ دعویٰ کس نے کیا تھا کہ ہم مردوں

ملہ بیچ قبایع کے بادشاہوں کا لقب تھا۔ حالانکہ قبل مسیح میں ان کو کچھ پراقتدار عامل ہوا اور کھنڈہ ٹیک یہ وہاں مکران رہے۔

پھر کوئی عدالت نہیں ہوئی ہے جس میں ہمارے اچھے یا برے اعمال کا کوئی مستقل نتیجہ نکلا ہو۔

أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ اجْتَرُوا  
حُجُومَ السَّيِّئَاتِ أَنْ  
نَجْعَلَهُمْ كَالَّذِينَ آمَنُوا  
وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَوَاءً  
مَحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ  
سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ  
وَخَلَقَ اللَّهُ السَّمَوَاتِ  
وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ وَ  
لِتُخْشِيَ كُلُّ نَفْسٍ مِمَّا  
كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ  
(الحجرات - ۲۱، ۲۲)

کیا وہ لوگ جنہوں نے۔۔۔  
برائیوں کا ارتکاب کیا ہے۔ یہ  
مجھے بیٹھے ہیں کہ ہم انھیں اور ایمان  
لے والوں اور نیک عمل کرنے  
والوں کو ایک جیسا کر دیں گے  
کہ ان کا جینا اور مرنا یکساں ہو جائے  
بہت برے حکم ہیں جو یہ لوگ  
نجات دے میں۔ اللہ نے تو آسمان  
اور زمین کو برحق پیدا کیا ہے اور  
اس لیے کہ یہ کہ ہر شخص کو اس  
کی کمائی کا بدلہ دیا جائے۔ لوگوں پر  
ظلم کرنا نہ کیا جائے گا۔

یہ آخرت کے برحق ہونے پر اخلاقی استدلال ہے۔ اخلاق  
میں خیر و شر اور اعمال میں نیک و بد کے فرق لازمی تقاضا یہ ہے کہ اچھے  
اور برے لوگوں کا انجام یکساں نہ ہو بلکہ اچھوں کو ان کی اچھائی کا اچھا بدلہ  
ملے، اور برے اپنی برائی کا بدلہ پائیں۔ یہ بات اگر نہ ہو اور ہر نیک و  
بدی کا نتیجہ ایک ہی جیسا ہو، تو سرے سے اخلاق میں خوبی و برائی کی  
تمیزی بے معنی ہو جاتی ہے اور خدا پر بے انصافی کا الزام عائد ہوتا  
ہے۔ جو لوگ دنیا میں بدی کی راہ چلتے ہیں وہ تو فروریہ چاہتے ہیں کہ  
کوئی جزا و سزا ہو، مگر کہ یہ تصور ہی ان کے عیش کو منقطع کر دینے والا  
ہے۔ لیکن خداوند عالم کی حکمت اور اس کے عدل سے یہ بات بالکل  
بعید ہے کہ وہ ہر ایک و ہر شے سے ایک جیسا معاوضہ کرے اور کچھ نہ دیکھے  
کہ توں عالم نے دنیا میں کس طرح زندگی بسر کی۔ ہے اور کافر و نافرستہ  
ہو جان کیا گل کھلاتا رہا ہے۔ ایک شخص عمر بھر نیک اور پر اخلاق کی پابندی  
لگا کر رہا۔ حق ادا کی اور کثرت کار کیا، مگر نافرمانی اور نذر توں  
سے اپنے آپ کو محفوظ رکھنے۔ ہاں، حق و صداقت کی خاطر طرح طرح  
کے نقصانات برداشت کرتا رہا۔ دوسرے شخص نے۔۔۔ اپنا  
ظور ہر بات پر ممکن طریقے سے پوری کیا۔ نہ خدا کا حق پہنچایا، اور نہ  
بندوں کے حقوق پر دست دراز کی کرنے سے باز آیا۔ جس طرح

مجھے اپنے لیے فائدے اور لذتیں سمیٹ سکتا تھا، سمیٹا لیا گیا  
کیا خدا سے یہ امید کی۔ اسکتی ہے کہ ان دونوں قسم کے آدمیوں کی  
زندگی کے اس فرق کو وہ نظر انداز کر دے گا؟ مرنے و مہک جانے کا  
جینا یکساں نہیں رہا ہے، موت کے بعد اگر ان کا انجام یکساں ہو تو  
خدا کی خدائی میں اس سے بڑھ کر اور کیا بے انصافی ممکن ہے؟  
پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کی تخلیق کھیل کے  
طور پر نہیں کی ہے، بلکہ یہ ایک با مقصد حکیمانہ نظام ہے، اس نظام میں  
یہ بات بالکل ناقابل تصور ہے کہ اللہ کے دیئے ہوئے اختیارات  
اور ذرائع و وسائل کو ہم طریقے سے استعمال کر کے جن لوگوں نے  
اچھا کارنامہ انجام دیا ہو اور اچھے غلط طریقے سے استعمال کر کے  
جن و دوسرے لوگوں نے ظلم و فساد برپا کیا ہو یہ دونوں قسم کے انسان،  
آخر کار سر کر مٹی ہو جائیں اور اس موت کے بعد کوئی دوسری زندگی نہ ہو  
جس میں انصاف کے مطابق ان کے اچھے اور برے اعمال کا کوئی  
اچھا یا برا نتیجہ نکلے۔ اگر ایسا ہو تو یہ کائنات ایک کھلندے کھلونا  
ہو گی نہ کہ ایک حکیم کا بنایا ہوا با مقصد نظام۔

آخرت کا انکار و راصل وہی لوگ کرتے ہیں جو خواہشات  
نفس کی بندگی کرنا چاہتے ہیں اور عقیدہ آخرت کو اپنی اس آزادی میں  
باز نہ رکھتے ہیں، پھر جب وہ آخرت کا انکار کر دینے میں تو ان کی بندگی  
نفس اور زیادہ برصغیر چلی جاتی ہے اور وہ اپنی گمراہی میں روز بروز  
زیادہ ہی بھٹکتے چلے جاتے ہیں۔ کوئی برائی ایسی نہیں ہوئی جس کے  
ارتکاب سے وہ باز رہ جائیں، کسی ماحق مارنے میں انھیں تامل نہیں  
ہوتا کسی ظلم اور زیادتی کا موقع پانچا جانے کے بعد ان سے یہ توقع ہی  
نہیں کی جا سکتی کہ وہ اس سے نفرت اس لیے رکھ جائیں گے کہ  
حق و انصاف کا کوئی احترام ان کے دلوں میں ہے۔ جن ماحق و رستہ  
رہنے کو کوئی انسان حیرت حاصل کر سکتا ہے، وہی ان کی آنکھیں کھلے  
مجھے آتے ہیں، مگر وہ ان سے الٹا یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ ہر گز نہ۔۔۔  
میں ٹھیک کر رہے ہیں اور میں سب کچھ کرنا چاہیے کوئی شک نہیں۔ ان پر  
سارے گناہ نہیں ہوتا۔ جو دوسرا بھی ایسی انسان کو برائی سے روکے کہ اسے  
مغفیر ہو سکتی ہے وہ ان کے دل کو اپیل نہیں کر سکتی بلکہ وہ ٹھونڈے دھونڈے  
سارے دلیلیں اپنی اس بے وقوف آزادی کے حق میں نکالتے۔ یہ بے جذبات  
ہیں اور ان کے دلوں۔۔۔ ایک قسمتی اپنی فکر کے بجائے شہ۔۔۔ اور۔۔۔

اغراض و مقاصد پر بھی طریقے سے پوری کرنے کی ادھڑپیں یہاں مل گئے  
 رہتے ہیں۔ یہ اس بات کا ہمیشہ ثبوت ہے کہ عقیدہ آخرت کا انکار  
 انسانی اخلاق کے لیے تباہ کن ہے۔ آدمی کو آدمیت کے دائرے  
 میں اگر کوئی چیز رکھ سکتی ہے، تو وہ صرف یہ احساس ہے کہ ہم غیر  
 ذمہ دار نہیں ہیں، بلکہ ہمیں خدا کے حضور اپنے اعمال کی جواب دہی کرنی  
 ہوگی۔ اس احساس سے خالی ہو جانے کے بعد کوئی شخص بڑے سے  
 بڑا عالم بھی ہو تو وہ جانوروں سے بدتر ہو یہ اعتبار کیے بغیر نہیں رہتا۔  
 اَنْتُمْ الْمُسْلِمُونَ كَالْجِبْرِ  
 مَا لَكُمْ كَيْفَ تَعْبُدُونَ  
 اَمْ لَكُمْ كِتَابٌ فِيهِ تِلْكَ السُّورَةُ  
 اِنْ لَكُمْ نُبِيٌّ كَمَا تَقُولُونَ  
 اَمْ لَكُمْ اٰيَاتٌ عَلَيْنَا  
 مَا لَكُمْ اِلَّا قَوْلُ الْقَوْمِ  
 اِنْ لَكُمْ لِبَاطِلٌ تَعْمَلُونَ  
 سَلِّمُوْهُمْ اَيُّهُمْ بِذِلَّةٍ  
 تَخَافُوْنَ اَمْ لَكُمْ كِتَابٌ فِيهِ  
 تِلْكَ الْاٰيَاتُ اَمْ لَا يَأْتِيَكُمُ الْبَشٰرُ  
 اِنْ لَكُمْ اَوْ اَصْلٰحٌ فِيْهِ

(الہم۔ ۲۵ تا ۳۱)

یہ بات ہے تو لائیں اپنے شریک کو  
 اگر یہ سچے ہیں۔

لو کہ سردار مسلمانوں سے کہتے تھے کہ ہم کو جو نعمتیں دنیا  
 میں مل رہی ہیں یہ ہمارے مقبول خدا ہونے کی علامت ہیں اور ہمیں  
 بد حال میں مبتلا ہو، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ تم خدا کے مغضوب  
 ہو لہذا اگر کوئی آخرت بھی ہوگی تو ہمیں تم سے کہہ دو تو وہاں بھی ہم مزید  
 کریں گے اور عذاب تم پر ہوگا کہ ہم اپنا اس پر فرمایا گیا کہ یہ بات  
 عقل کے خلاف ہے کہ خدا فرماں بردار اور مجرم میں تمیز نہ کرے تمہارا  
 بگم میں آخر کیسے یہ بات آتی ہے کہ کائنات کا خالق کوئی اندھا مارا  
 ہے جو چیز دیکھے گا کہ لوگوں نے دنیا میں اس کے احکام کی

اطاعت کی اور بڑے کاموں سے پرہیز کیا، اور کون لوگ حیرت  
 اس سے بے خوف ہو کہ برطرح کے گناہ اور جرائم اندھم دھم کرتے  
 رہے؟ تم نے ایمان لانے والوں کی غصہ خالی اور اپنی خوشحالی کو  
 دیکھ لی مگر اپنے اور ان کے اخلاق و اعمال کا فرق نہیں دیکھا اور بے  
 فکر ہو گاد یا کہ خدا کے ہاں فرماں برداروں کے ساتھ تو مجرموں  
 کا سا معاملہ کر دیا جائے گا اور تم جیسے مجرموں کو جنت عطا کر دیا جائے  
 گی۔ یہ حکم آخرت میں کس بنا پر لگا یا ہے؟ کیا تمہارے پاس خدا کی  
 کوئی کتاب ہے جس میں یہ لکھا ہو؟ یا خدا سے تمہارا کوئی عہد و پیمان  
 ہو گیا ہے؟ اگر ایسا ہے تو تم میں سے کون لگے بڑھ کر یہ دعویٰ  
 کرتا ہے کہ اس نے اللہ سے تمہارے لیے ایسا کوئی عہد و پیمان  
 لے رکھا ہے؟ اور اگر تمہارے معبودوں میں سے کسی نے یہ کہا  
 ہے تو بلا لوان کو اور پوچھو کہ ان میں سے کس نے خدا سے یہ وعدہ  
 لے لیا ہے، غرض تم اپنے حق میں جو حکم لگا رہے ہو اس کے لیے  
 سے کوئی بنیاد ہی نہیں ہے۔ عقل کے بھی خلاف ہے۔ خدا کی کسی  
 کتاب میں بھی تم یہ لکھا ہوا نہیں دکھا سکتے، تم میں سے کوئی یہ دعویٰ  
 بھی نہیں کر سکتا کہ اس نے خدا سے ایسا کوئی عہد لے لیا ہے اور  
 جن کو تم نے معبود بنا رکھا ہے ان میں سے بھی کسی سے تم یہ شہادت  
 نہیں دلا سکتے کہ خدا کے ہاں ہمیں جنت دلوادینے کا وہ ذریعہ لیتا  
 ہے پھر یہ غلط فہمی آخر تمہیں کہاں سے لاحق ہو گئی؟

قُلْ اِنَّ الْمَوَدَّةَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ  
 جَآئَتْ ذَنْبِكُمْ فَمَا تَكْفُرُ

(الہم۔ ۸ تا ۹)

اس آیت کے انداز میں ایسی شدید غضبناکی پائی جاتی ہے  
 جس سے زیادہ سخت غضبناکی کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔ یہی کو ذرہ  
 سکاڑنے والے ماں باپ اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں ایسے قابل نفرت  
 ہوں گے کہ ان کو مخاطب کر کے یہ نہ پوچھا جائے گا کہ تم نے اس  
 معصوم کو کیوں قتل کیا؟ بلکہ ان سے نگاہ پھر کر معصوم بچی سے پوچھا  
 جائے گا کہ تو نے چارے کس قصود میں ماری تھی؟ اور وہ اپنی  
 داستان سنائے گی کہ ظالم ماں باپ نے اس کے ساتھ کیا  
 ظلم کیا اور کس طرح اسے دھن کر دیا۔ اس کے علاوہ اس مختصر  
 آیت میں دو بہت بڑے مضامین بھیٹ دیئے گئے ہیں ماقبلاً جو صرف







کا تصور کمال جنگ عظیم میں جو کرشمے دکھایا ہے انھیں نگاہ میں رکھا جائے تو آدمی بہ آسانی یہ اندازہ کر سکتا ہے کہ وہ کتنی عظیم اور تباہ کن گراہی ہے۔ جس کی اصلاح کے لیے قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی ہے۔

اس مختصر سی آیت میں اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کو مخاطب کر کے عین ہدایت والی حقیقتیں بیان فرمائی ہیں۔

”ایک یہ کہ تم سب کی اصل ایک ہے۔ ایک ہی مرد اور ایک ہی عورت سے تمہاری پوری نوع وجود میں آئی ہے اور تمہاری آج جتنی نسلیں بھی دنیا میں پائی جاتی ہیں وہ حقیقتاً ایک ابتدائی نسل کی شاخیں ہیں جو ایک ماں اور ایک باپ سے شروع ہوئی تھیں۔ اس سلسلہ تخلیق میں کسی جگہ بھی اس تفرقے اور ادخاخج کے لیے کوئی بنیاد موجود نہیں ہے جس کے زعم باطل میں تم مبتلا ہو۔ ایک ہی خدا تمہارا خالق ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ مختلف انسانوں کو مختلف خداؤں نے پیدا کیا ہو۔ ایک ہی مادہ تخلیق سے تم بنے ہو۔ ایسا بھی نہیں ہے کہ کچھ انسان پاک یا طہریا مادے سے بنے ہوں اور کچھ دوسرے انسان کسی ناپاک یا گھٹیا مادے سے بن گئے ہوں۔ ایک ہی طریق سے تم پیدا ہوئے ہو۔ یہ بھی نہیں ہے کہ مختلف انسانوں کے طریق پیدا کش الگ الگ ہوں اور ایک ہی ماں باپ کی تم اولاد ہو۔ یہ بھی نہیں ہوا ہے کہ ابتدائی انسانی جوڑے، بہرت سے رہے ہوں جن سے دنیا کے مختلف خطوں کی آبادیاں الگ الگ پیدا ہوئی ہوں

دوسرے یہ کہ اپنی نسل کے اعتبار سے ایک ہونے کے باوجود تمہارا قوموں اور قبیلوں میں تقسیم ہونا ایک فطری امر تھا۔ ظاہر ہے کہ پوری روئے زمین پر سارے انسانوں کا ایک ہی خدا خدائے تعالیٰ ہو سکتا تھا نسل بڑھنے کے ساتھ ناگزیر تھا کہ بے شمار خاندان بنیں اور پھر خاندانوں سے قبائل اور اقوام وجود میں آجائیں۔ اسی طرح زمین کے خطوں میں آباد ہونے کے بعد رنگ، خدوخال، زبانیں اور طرز زندگی میں لامحالہ مختلف ہو جائے تھے اور ایک خطے کے رہنے والوں کو باہم قریب تر اور دور دراز خطوں کے رہنے والوں کو بعید قریبی ہونا تھا۔ مگر

اس فطری فرق و اختلاف کا تقاضا ہرگز یہ نہ تھا کہ اس کی بنیاد پر لوگوں میں اندیشہ، شہ ریف اور کمین، برتر اور کمتر امتیازات قائم کئے جائیں، ایک نسل دوسری نسل پر اپنی فضیلت جتانے ایک رنگ کے لوگ دوسرے رنگ کے لوگوں کو ذلیل و حقیر جانیں ایک قوم دوسری قوم پر اپنا تفوق جتانے اور ان کے حقوق میں ایک گروہ کو دوسرے گروہ پر ترجیح حاصل ہو۔

خالق نے جس وجہ سے انسانی گروہوں کو اقوام اور قبائل کی شکل میں مرتب کیا تھا وہ مندرجہ ذیل تھی کہ ان کے درمیان باہمی عقائد اور تصورات کی فطری صورت پیدا تھی۔ اسی طریقے سے ایک خاندان، ایک برادری، ایک قبیلہ اور ایک قوم کے لوگ مل کر مشترکہ معاشی بن سکتے تھے اور زندگی کے معاملات میں ایک دوسرے کے مددگار بن سکتے تھے۔ مگر یہ بعض شیطانی جہالت تھی کہ جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے بنائی ہوئی فطرت نے تعارف کا ذریعہ بنا یا تھا اسے تقاضہ اور تنفر کا ذریعہ بنا لیا گیا اور پھر نوبت ظلم اور عدوان تک پہنچا دی گئی۔

تیسرے یہ کہ انسان اور انسان کے درمیان فضیلت اور برتری کی بنیاد اگر کوئی ہے اور ہو سکتی ہے تو وہ مندرجہ اخلاقی فضیلت ہے۔ پیدا کش کے اعتبار سے تمام انسان یکساں ہیں کیونکہ ان کا پیدا کرنے والا ایک ہے، اور ان سب کا نسب ایک ہی ماں، باپ تک پہنچتا ہے۔ ملاوہ بریں کسی شخص کا خاص ملک یا برادری و قوم میں پیدا ہونا ایک اتفاقی امر ہے جس میں اس کے اپنے ارادہ انتخاب اور اس کی اپنی سعی و کوشش کا کوئی دخل نہیں ہے، کوئی معقول وجہ نہیں کہ اس لحاظ سے کسی کو کسی پر فضیلت حاصل ہو۔ اصل چیز جس کی بنا پر ایک شخص کو دوسروں پر فضیلت حاصل ہوتی ہے، وہ یہ ہے کہ وہ دوسروں سے بڑھ کر خدا سے ڈرنے والا، برائیوں سے بچنے والا اور نیکی و پاکیزگی کی راہ پہنچنے والا ہو۔ ایسا آدمی خواہ کسی نسل، کسی قوم اور کسی ملک سے تعلق رکھتا ہو اپنی ذاتی خوبی کی بناء پر قابل قدر ہے۔ اور جس کا حال اس کے برعکس ہو وہ بہر حال ایک کمزور ہے۔ انسان ہے۔ چاہے وہ کالا ہو یا گدا، مشرق میں پیدا ہو یا مغرب میں۔ (تفہیم القرآن)

## چند مفید اور قابل مطالعہ کتابیں

۷/۵۰	کتاب التوبہ	۱/۵۰	مسدائے مجبور	۶/۰۰	اسلام اور کفر کی حقیقت
۲۵/۰۰	اسلامی فقہ مکمل	۱/۵۰	نصیر شاہ سوری	۶/۵۰	بلاغ المبین
۳۰/۰۰	درق درق روشنی	۱/۵۰	پیشو سلطان	۶/۰۰	فتوح الغیب
۲۵/۰۰	فیوض یزدانی	۱/۵۰	محمد ابن قاسم	۴/۵۰	شترک و بدعت کے مجدد دروازے
۳/۰۰	تیسرے فقرہ آن اول	۱/۵۰	طارق ابن زیاد	۵/۵۰	روح قصوف
۱/۰۰	کلمۃ نصیر القرآن اول	۱/۵۰	داتا گنج بخش	۰۰/۸۰	آداب زیارت قبور
۳/۰۰	سکولر جمہوریت اور اسلام	۱/۵۰	حضرت موسیٰ علیہ السلام	۱/۲۰	اسلامی خطوط نویسی
۱/۲۰	خدا کا انکار کیوں	۱/۵۰	حضرت عیسیٰ علیہ السلام	۰۰/۶۰	بیمہ زندگی
۱/۲۰	خدا ہے	۱/۵۰	مہاتما بدھ	۰۰/۶۰	اپنی اصلاح آپ
۱/۲۰	کیا خدا کی عزت و رتبہ	۱/۲۰	جہاں گیر	۰۰/۸۰	تقلید کیا ہے
۱/۲۰	محمدؐ کے شبہات	۱/۲۰	نور جہاں	۰۰/۶۰	اسلامی نظام ہی کیوں
۱/۲۰	خدا پرستی محمدؐ کی نظر میں	۱/۲۰	زرتشت	۳/۰۰	عورت کیا کچھ کر سکتی ہے
۱/۲۰	دعوت حق غیر مسلموں میں	۲/۵۰	خالد ابن ولید	۴/۰۰	قصر آن وحد مرث
۰۰/۴۰	بچوں کے لیے اقبال کی نظیر	۱/۵۰	توضیح البیان	۴/۵۰	تلاش راہ حق
۳۰/۰۰	نصیر رسالت نامہ	۴/۰۰	سکھ اور جنگ آنادی	۰۰/۶۵	کثرت آبادی کا علاج
۲۰/۰۰	محزون معلومات	۷/۰۰	مولانا عبید اللہ سندھی	۸/۵۰	خانہ مسخت جاں
۱۶/۰۰	اصلاح انقلاب	۰۰/۷۵	درس عربیہ	۰۰/۳۵	کیا لڑہ ملک کی ترقی میں رکاوٹ ہے؟
۶/۵۰	دلی کمال	۲/۵۰	گلدریز و درویش	۱۰/۵۰	مولانا مودودی سے ملے
۱۰/۰۰	حیات امام اعظمؒ	۲/۰۰	مختصر احکام حج	۳/۰۰	مولانا مودودی اسی علم کی نظر میں
۹/۰۰	تذکرہ مولانا یوسف	۲/۰۰	راہ حق کے دو مسافر	۱۲/۰۰	حدیث و فلاح
۳/۰۰	تفسیر رشیدی	۵/۰۰	دامی اعظم	۱۰/۰۰	مکتوبات حضرت علیؓ
۳/۰۰	مخدوم صاحب کلبی	۰۰/۷۵	چنگیزی ملکیاں	۶/۰۰	مسراطہ مستقیم
۱۰/۰۰	اسلاف کے حیات انگیز کارنامے	۲/۰۰	رستم سوار	۶/۰۰	نہدوت کی حقیقت
۶/۰۰	قصص الانبیاء	۷/۰۰	اسلامی معاشرہ	۳/۰۰	سیرت ختم الرسل
۳/۰۰	حفتہ حسنہ	۱۰/۵۰	خطبات حنفیہ	۳/۵۰	عہد نبویؐ کے میدان جنگ
۳/۰۰	حفتہ حسینؑ	۱۰/۵۰	خطبات غوث اعظم	۲/۰۰	جنت اور دوزخ
۶/۰۰	تعلیم ہدایت	۵/۰۰	حیات طیبہ	۱/۷۵	مومن کی زندگی قرآن کی روشنی میں

۶ / ۰۰	حضرت الزکریا	۲۵ / ۰۰	ترجمہ کائن اور روایت
۱ / ۵۰	حضرت عمر فاروقؓ	۱۰ / ۰۰	فریب تمدن
۰۰ / ۴۵	حضرت عثمانؓ	۲۵ / ۰۰	صحیفہ البرار
۰۰ / ۴۵	حضرت علیؓ	۳۶ / ۰۰	مومن اور مطالعہ مومن
۳ / ۵۰	مقدّمہ شعر و شاعری	۱۰ / ۰۰	تاریخ محمدی
۳ / ۵۰	رحمت عالم	۸ / ۵۰	صحابہ معرفت
۳ / ۰۰	کیا مقتدی پر ناتخہ واجب ہے؟	۳ / ۵۰	وہضات کیا ہے؟
۲ / ۰۰	ڈاکٹر اویسی اور اندیاز کی سنتیں	۱۰ / ۰۰	بدعت کی باتیں
۱ / ۵۰	مبادیات فقہ	۵ / ۰۰	طب و دعائی
۱۵ / ۰۰	العون الکبیر	۸ / ۰۰	شریعت اور تقویٰ اول
۲ / ۲۵	حیات امام ابو داؤد	۵ / ۰۰	دوم
۲ / ۵۰	میلاد اکبر	۲ / ۰۰	ذکر الہی
۱۰ / ۰۰	نقش سلیمانی	۲ / ۰۰	ذکر النبی
۳۲ / ۰۰	اکبر بدایت	۱۰ / ۰۰	مراہ مستقیم
۲۰ / ۰۰	نافع الخلالی	۱۰ / ۰۰	مقبول نماز مزمع - مجلہ ریگزین
۱۰ / ۰۰	کنز الحسین	۰۰ / ۸۰	قبر کا عالم
۱۲ / ۰۰	میزان الطب	۱ / ۰۰	کیا تبلیغ تعلیم سے بھی زیادہ ضروری ہے؟
۳ / ۲۵	احجاز قسم	۱۵ / ۰۰	حیات جادید
۱۱ / ۰۰	حسد و سلیمانی	۱۵ / ۹۵	توحید و معرفت
۱۰ / ۰۰	بیاض لیقوی	۹ / ۰۰	اورنگ زیب اور شیکری
۳ / ۵۰	تعلیم الاسلام اردو	۲۰ / ۰۰	دیوان عالی معشرہ
۳ / ۵۰	بہندی	۶ / ۰۰	یاد اقبال
۱۰ / ۰۰	شامہائے اسلام مکمل	۲ / ۵۰	اقبال اور تقویٰ
۹۴ / ۲۵	مکتوبات امام ربانی	۱۰ / ۵۰	مقامات اقبال
۳ / ۰۰	شعری پردہ	۱۰ / ۰۰	عرفان اقبال
۵ / ۴۵	اسلام کا اخلاقی نظام	۱۲ / ۵۰	ذکر اقبال
۱۰ / ۰۰	التشریح فی الاسلام	۹ / ۰۰	ولی سے اقبال تک
۳ / ۰۰	اجتہاد اور تقلید	۱۰ / ۰۰	پیام اقبال
۳ / ۲۵	شائے رسالت	۱۲ / ۵۰	کلیات اقبال
۲ / ۵۰	خاتم النبیین	۶ / ۰۰	ترقی پسند ادب
۱ / ۲۵	مکتبہ تجلی دیوبند (پوٹی)	۱۲ / ۵۰	مرسد احمد خاں اولیٰ کے نامور رفقاء
۶ / ۰۰	اردو کی تین مثنویاں	۱۰ / ۰۰	یادگار غالب
۳ / ۵۰	داستان زمان اردو	۲۵ / ۰۰	آپ تقریر کیسے کریں؟ مکمل
۲ / ۰۰	التوحید	۱۰ / ۰۰	وسیلہ کی حقیقت
۹ / ۵۰	شیر غلغار راشدین	۳ / ۵۰	تجربہ بدیجاری شریف
۵ / ۰۰	تذی شریف اردو	۵ / ۰۰	مشکوٰۃ شریف اردو
۱۳ / ۰۰	سلم شریف	۵ / ۰۰	مولانا مالک اردو
۲۵ / ۰۰	مبادیات فقہ	۲ / ۰۰	انتخاب صحاح سترہ اردو
۳۳ / ۰۰	حیات امام ابو داؤد	۱۰ / ۰۰	شیطان کی سوانح حمیدی
۱۸ / ۰۰	میلاد اکبر	۱۰ / ۰۰	جنات کے پراسرار حالات
۱۰ / ۰۰	نقش سلیمانی	۰۰ / ۸۰	آسمانی سفرنامہ
۲ / ۵۰	اکبر بدایت	۱ / ۰۰	غیبی آواز
۲۰ / ۰۰	نافع الخلالی	۱۵ / ۰۰	خواجہ غریب نواز
۱۰ / ۰۰	کنز الحسین	۱۵ / ۹۵	روح تقویٰ
۱۲ / ۰۰	میزان الطب	۹ / ۰۰	نقل اللغات
۳ / ۲۵	احجاز قسم	۲۰ / ۰۰	فتاویٰ آستانہ مکمل
۱۱ / ۰۰	حسد و سلیمانی	۶ / ۰۰	واقعات العالمین
۱۰ / ۰۰	بیاض لیقوی	۲ / ۵۰	تاریخ اسلام
۳ / ۵۰	تعلیم الاسلام اردو	۱۰ / ۵۰	بہادر شاہ کی کنیز
۳ / ۵۰	بہندی	۱۰ / ۰۰	دارہ شکوہ کی رقاصہ
۱۰ / ۰۰	شامہائے اسلام مکمل	۱۲ / ۵۰	فرعون کا مہاشقہ
۹۴ / ۲۵	مکتوبات امام ربانی	۹ / ۰۰	اسپین کا مرد مجاہد
۳ / ۰۰	شعری پردہ	۱۰ / ۰۰	محبت با اولیاء
۵ / ۴۵	اسلام کا اخلاقی نظام	۱۲ / ۵۰	مکتوبات خواجہ معصوم
۱۰ / ۰۰	التشریح فی الاسلام	۶ / ۰۰	طریق القندر
۳ / ۰۰	اجتہاد اور تقلید	۱۲ / ۵۰	طہارت
۳ / ۲۵	شائے رسالت		
۲ / ۵۰	خاتم النبیین		
۱ / ۲۵	مکتبہ تجلی دیوبند (پوٹی)		

# جہترین تحفہ

## عالم عثمانی نمبر

### مکمل تین حصوں میں

آج بھی دستیاب ہے ۶ لیکن ضروری نہیں کہ کل بھی مہیا ہو سکے

لہذا

بلا تاخیر اپنا آرڈر بٹ کرالیں، تاکہ بعد میں ہاتھ ملنے کی نوبت نہ آئے

وقتی طور پر خصوصی رعایت یہ ہے کہ

۱۶ روپے کو یہ نمبر صرف بارہ روپے میں دیئے جائینگے، لیکن ڈاک خرچ،

منگانے والے کے ذمہ رہیگا۔

منیجر مکتبہ تجلی دیوبند، یوپی

فوری و مارچ اور ستمبر و اکتوبر شمارے کے شمارے

درکار ہیں، پانچ گنی قیمت پر ادارہ خریدنے کیلئے تیار ہے جن صاحب

کے پاس ہوں مطلع فرمائیں۔ منیجر تجلی دیوبند، یوپی

ڈیلر

ضروری اعلان

# ماہنامہ تجلی کے خاص نمبروں میں سے

مندرجہ ذیل نمبر ختم

ڈاک نمبر ۶۰۶۳ — خاص نمبر ۶۰۶۵

خلافت و ملوکیت نمبر — حاصل مطالعہ نمبر

ڈاک نمبر ۶۰۶۳ — تنقید نمبر ۶۰۶۵

لہذا ان نمبروں کیلئے ادارہ معذرت کا طلب گار ہے۔ اب مندرجہ ذیل ادارہ سے مل سکتے ہیں۔ لیکن ان پر رعایت ختم کر دی گئی ہے۔

طلاق نمبر — ۵ / ..	نظریہ ارتقاء نمبر — ۵ / ۲
ایمان نمبر — ۳ / ..	سالنامہ ۶۰۶۱ — ۶ / ..
تنقید نمبر — ۲ / ۵۰	خاص نمبر ۶۰۶۳ — ۱ / ۵۰
مسلم پرسنل لار نمبر — ۲ / ..	ڈاک نمبر ۶۰۶۳ — ۲ / ..

نوٹ

ڈاک خرچ نصف ادارہ برداشت کرے گا اور نصف منگانہ و ایسکے ذمہ رہے گا۔

منیجر مکتبہ تجلی دیوبند، دیوبند

حسن احمد صدیقی

## تجلی کی ڈاک

### کم علمی کے نتائج

**سوال**۔ ازہ اسمعیل بی اے، بی ایڈ، جگناؤں بہار،  
ایک بار حبیبرہ نجی کے چند عالم بہار۔ بے ادارہ  
آنے ہوئے تھے۔ بڑی اچھی اردو بول رہے تھے، ہمارے  
پل صاحب سے وہ بحث میں الجھے ہوئے تھے کہ میں وہاں  
پابجوش کا موضوع دین اور دنیا کا تعلق تھا۔ ہمارے پرنسپل  
حب کہہ رہے تھے کہ دین کے ساتھ ساتھ دنیوی علم بھی  
دری ہے۔ لیکن نجی کے عالم صاحب ملنے کو تیار نہیں تھے  
ان گنت احادیث نقل کرتے جا رہے تھے۔  
میں نے دلوں ڈرار کئے کے لیے کہا وہ رک گئے تو  
نے نجی کے عالم صاحب سے پوچھا۔ ”دین کے معنی کیا  
تے ہیں؟“

وہ جواب نہ دے سکے  
ان کے ساتھ مقامی مذہبی لوگ آئے ہوئے۔ تھے صوب  
رہنے لگے۔

”اس طرح پیچ میں بولنا نہیں چاہیئے یہ اس لیے کہ میرے  
لکا جواب ان کے پاس نہیں تھا  
اس واقعہ کو نقل کرنے کی وجہ سے اتنی کہ دھڑا دھڑا  
دینے والا۔ پوری طرح مذہبی عالم نظر آنے والا اک ادنیٰ سے  
ال کا جواب نہ دے سکا۔

لوگ پھلے کر دیکھتے ہیں، منہ تک پہنچنے کی کوشش  
نہیں کرتے۔

ایسے درجنوں واقعات سے واسطہ پڑتا ہے  
نمازوں سے متعلق بھی یہی حال ہے جس پر استفسار کا  
طالب ہوں۔

حضرت محمد کو معراج میں نمازوں کا حکم ہوا یا تحفہ ملا کیئے  
اور یہ تحفہ پانچ وقت کی نماز کا ہے۔ کیا خدا تعالیٰ نے  
ہر وقت کی نماز کا وقت، تعیین کر دیا تھا؟ یا یہ حضور کی  
تشریح ہے کہ فلاں فلاں وقت اور اتنی رکعت نماز پڑھی جائے  
اور یقیناً اللہ تعالیٰ نے اس نماز کا نام ”فرض نماز“ نہیں  
رکھا ہوگا۔ وہ منہ نماز ہے، اس کی عبادت ہے۔ یہ  
اس لیے لکھ رہا ہوں کہ نماز میں فرض بھی ہیں، سنت بھی ہیں  
نوافل و تردید بھی ہیں۔ جب کہ ہر نماز کا طریقہ فقہیہ یا گیسال  
ہے خدا نے جتنی رکعت نماز کا حکم دیا وہ ہم پر فرض ہے  
نماز کی قسم کا نام نہیں۔ اور ہم لوگوں کو تو نماز کی نیتوں میں  
فرض، سنت، نفل۔ ان الفاظ کی ادائے گی کی تعلیم دی جاتی  
ہے۔

میری ذاتی رائے تو یہ ہے کہ جب نماز کے لئے ہم  
کھڑے ہو گئے تو سمجھو ہم نے نیت کر لی۔ نیت کو الفاظ میں  
ادا کرنے کی کیا ضرورت؟ اگر نیت الفاظ میں کرنا ضروری  
ہی ہو تا ہو تو ہمیں یہ معلوم کرنا چاہیئے کہ حضرت محمد نماز کی نیت



ہے الفاظ غلط استعمال ہوئے ہوں، اس حدیث میں  
انرا وہ مہربانی درود نماز میں پڑھنا اور نماز کے علاوہ  
پڑھنے سے تعلق رکھنے والی مدال باتیں کہیں۔

## جواب

یہ سن کر حیرت ہوئی کہ فحی کے عالم صاحب دین کے  
معنی نہ بتا سکے۔ حالانکہ یہ لفظ ایسا مشکل نہیں کہ جس کے معنی و  
مطلب بتانے میں ایک عالم و فاضل آدمی کو کسی دشواری کا سامنا  
کرنا پڑے، تاہم یہ بات نوٹ کر لیجئے کہ اگر کوئی عالم لفظ دین  
یا اس جیسے کسی آسان لفظ کا مطلب نہ بتا سکے تو اس سے یہ نتیجہ  
اخذ نہیں کیا جاسکتا کہ وہ شخص عالم ہے ہی نہیں۔

عالم اسے نہیں کہتے کہ جو تمام مسائل اور تمام لغات سے  
واقف ہو، بلکہ عالم کا اطلاق اس شخص پر ہوتا ہے جو ضروریات  
دین اور ضروریات دنیا سے عوام کے مقابلے میں زیادہ  
واقفیت رکھتا ہو اور اسے مسائل و احکام کے ماخذ کا پتہ ہو۔  
پھر یہ بات بھی ذہن نشین رکھئے کہ عالم کے لیے  
یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ احکام و مسائل کے تمام کلیات و جزئیات  
ہر وقت اپنے دماغ میں مستحضر رکھے اور جیسے ہی اس سے  
کسی گل اور حجب کے بارے میں کوئی بات دریافت کی جائے  
پھٹ سے وہ جواب دینے پر مجبور ہو۔ تمام کلیات و جزئیات  
ہر وقت نہ کسی عالم کے ذہن میں مستحضر ہوتے ہیں، اور نہ ہی کسی  
عالم کو اس بات کا پابند کیا جاسکتا ہے کہ جب کبھی اس سے  
کوئی بات معلوم کی جائے وہ فوراً جواب دے۔

آپ اگر کسی بڑے عالم سے دھوکے و نواقض اور نماز  
کے واجبات دریافت کرنے لگیں اور یہ چیزیں بالاتفاق اس  
کے حافظہ سے موجود ہوں وہ جواب نہ دے سکے یا سوچ سوچ کر  
جواب دے رہا ہو تو آپ کا یہ شور مچانا غلط ہوگا کہ وہ سب سے  
سے عالم ہی نہیں، عالم ہوتا تو آپ کے ہر سوال کا جواب  
دیتا اور ہر جہت دیتا۔

ہیں اس بات کا اعتراف ہے کہ آج کل بعض غیر مولوی  
لوگ مولویوں کا نہیں بدل کر عوام کا بے وقوف بنارہے ہیں

کن الفاظ میں ادا کرتے تھے۔ ہمارے پیغمبر کے قول و فعل  
کا مجموعہ ہمارے پاس ہے اس میں ان کے مناسو کی نیت  
کے الفاظ میں محفوظ ہوں گے، کیا آپ اس پر تبصرہ فرمائیں گے؟  
نمازوں کی قسمیں نہیں ہو سکتیں۔ نماز مضطر نماز ہے  
خدا کی عبادت ہے۔ درودہ تو یوں ہوا کہ پہلے نئے سید یہ  
دہر سادہ چڑھایا۔ پھر اکشتاد چاول، چڑھائے۔ پھر دکشا  
دی۔

ہمارے پیغمبر کے اعمال کے مطابق ہم اعمال  
کریں تو وہ سنت کی پیروی ہوئی۔ اگر یہ تعریف غلط ہے، تو  
آپ درست فرما دیجئے۔ البتہ میرا مقصود صحیح ہوگا۔ اب اسلام  
کی وحدت پرستی کے مطابق پہلے خدا کا حکم بعد میں پیغمبر کا حکم  
ہونا چاہیے۔ اور جب ہمارے علاقہ کے رواج کے مطابق  
میں نے فحیہ کی سنت نماز کو اولیت نہ دی تو مجھے بگڑا ہوا بیسکا ہوا  
سمجھا جانے لگا۔ اس لیے میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ مفسر خدا کی حکم  
دی ہوئی نماز ہی پڑھا کر دوں۔ اگر محمد کی سنت بھی پڑھتا ہوں  
تو ایک بندے کی بھی اطاعت ہو جانے کا ڈر ہے مفسر فرم  
پڑھتے رہنے سے سنت کے آگے پیچھے ہونے کا خطرہ بھی مل  
جانے لگا۔

اب نماز میں ہم پہلے سورہ فاتحہ پڑھتے ہیں، پھر کوئی  
اد آیتیں کیا یہ خدا کا حکم ہے؟ یا ہمارے پیغمبر کا اپنا بتایا ہوا  
طریقہ ہے؟ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ پڑھنی چاہیے؟ اس سے  
تعلق رکھنے والی مقرر احادیث نقل کریں۔

پھر تفسیر میں درود شریف پڑھنے کی بات، درود  
شریف کا مطلب و ترجمہ دیکھا تو یہ خیال ستانے لگا کہ خدا  
کا برگزیدہ بندہ، پیارا بندہ، مغفورد و مرحوم اعلیٰ مرتبت کے لیے  
مزید دعاؤں کی کیا ضرورت، کیا وہ ہماری دعاؤں کی محتاج ہیں؟  
اس لیے یہ خیال آیا کہ شاید کسی عالم کا دھوکہ سلہ ہوگا۔ ہمارے  
پیغمبر کا حکم نہیں ہوگا کیونکہ ہمارے پیغمبر کو خود ستائش کی عادت  
تو نہیں تھی۔ ان کا ہر خدا کی منشاء و مرضی کے مطابق ہوتا تھا  
اور وہ اپنی ذات کی فکر نہیں کرتے تھے۔ پھر وہ کیوں کر کہہ سکتے  
ہیں کہ جو مجھ پر درود بھیجے گا، اس کی میں سفارش کروں گا کہ تم

اگر کسی اعلیٰ درج کے پروفیسر کی قابلیت کا اندازہ لگانے کے لئے اس سے یہ سوال کر لیا جائے کہ بتاؤ درود اور دو کتے ہوتے ہیں۔ تو پروفیسر صاحب کو لا جواب ہی ہو جانا چاہیے۔ اگر وہ فی الواقعہ پروفیسر ہیں۔

پرنسپل اور موصوف عالم صاحب کے درمیان جو بحث چل رہی تھی، اس میں کسی کی بات صحیح تھی اور کس کی غلط اس بارے میں اس وقت تک کہ نہیں کہا جاسکتا، جب تک تمام بحث کی تفصیل صرف یہ حرف ہمارے سامنے نہ ہو۔ فحی کے عالم صاحب کا منشور بحث اگر یہ تھا کہ دنیا ہی علوم کی تحصیل کسی بھی حد تک جا کر نہیں، تو بلاشبہ وہ غلطی پر تھے۔ لیکن اگر ان کا مقصد یہ رہا ہو کہ دنیا ہی تعلیم صرف مردی حد تک حاصل کرنی چاہیے، اور ان اسکولوں اور کالجوں سے امتراز کرنا چاہیے جہاں خرافیت اور سٹاکھڈا قلم عام ہو رہا ہے اور جہاں تعلیم کے نام پر جہالت اور تہذیب کے نام پر بد تہذیبی کا درس عام دیا جا رہا ہے تو ان کی بات کو غلط قرار دینا کیسے درست ہو سکتا ہے۔ بہر حال اس سلسلے میں ہم کیا عرض کریں۔ جب میں بحث کے کل اور جز کا صحیح معنوں میں علم ہی نہیں۔

آئیے اب ان مشکوک کو حل کرنے کی کوشش کریں جن کا آپ نے اظہار کیا ہے اور جو آپ کے لئے وجہ پریشانی بنی ہوئی ہیں اور آگے چل کر وجہ مگرابی بھی بن سکتی ہیں۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا ذہن رسول کی حیثیت کا اندازہ نہیں لگا سکا اس لیے بعض الجھنی آپ کے دل و دماغ میں پیدا ہو گئی ہیں۔ اگر رسول کی صحیح پوزیشن کا آپ کو علم ہوتا تو اس قسم کی باتیں آپ کے فہم سے نہیں اُگل سکتیں تھیں کہ اللہ تعالیٰ نے نماز کی رکعتوں کا تعین خود کیا ہے یا یہ حضور کی حرکت ہے اسی طرح آگے چل کر آپ نے یہ لکھا ہے کہ نماز میں سورہ فاتحہ کے بعد قدر ان کی جو دوسری آیات پڑھی جاتی ہیں ان کے پڑھنے کا حکم منجانب اللہ ہوا ہے، یا یہ بھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا بنایا ہوا طریقہ ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسی باتیں اور ایسے اعتراضات اسی شخص کے قلم سے خارج ہو سکتے ہیں جو رسول کو شارع کا مقام دینے کے لئے تیار نہ ہو۔ آپ کے بارے میں ہم یہ تصور تو

ایسے لوگ نہ بنے جا چکے ہوتے ہیں۔ لیکن وہ اپنی عبادی و عبادی سے عوام کو چھوڑ دے کر خود کو عالم باور کر دیتے ہیں اور ان کی دکان چل پڑتی ہے۔ لیکن ہمیں یہ بتایا جائے کہ ایسے فریب کار اور قاباز لوگ کس شعبہ حیات میں موجود نہیں ہیں، کیا ڈاکٹر وڈ میں دھاندلی باز نہیں ہوتے ہکی وکیلوں میں متکار و عیار لوگ موجود نہیں ہیں ہکی یا مسٹروں میں اسے لوگ نہیں پائے جاتے کہ جن کی قابلیت، استعداد اور اُعلیٰ نام اور براے اسکول ہی ہوتی ہے لیکن وہ خود کو سیاست اور چالاک کی عقل عمل ثابت کر دیتی ہیں۔ نفی اور انکار کا کوئی سوال ہی نہیں، اس لئے کہ اس کائنات کا کوئی کون ایسا نہیں ہے کہ جہاں خیر ہی، دھوکے باز اور چلتے پڑے قسم کے لوگ موجود نہ ہوں۔ ہر جگہ ہر شعبہ میں ایسے افراد موجود ہیں کہ جو کچھ بھی نہیں ہوتے لیکن اپنے آپ کو بہت کچھ باور کر دیتے ہیں اور عوام کا دل کھول کر اُلو بناتے ہیں۔ مگر کوئی ان کا امتحان لینے والا نہیں۔ کوئی ان پر انگلی اٹھانے والا نہیں۔ کیا آپ نے کبھی کسی ڈاکٹر کا امتحان لینے کی سعی کی ہے۔ یا آپ نے کبھی کسی وکیل کو مختلف باتوں میں الجھا کر یہ اندازہ لگانے کی کوشش کی ہے کہ عدالتی وکیل ہے یا نہیں۔ یا محضر علمائے دین ہی آپ کے نزدیک ایسے ہیں کہ جن کا امتحان لیا جائے اور امتحان کے بغیر کسی عالم کو عالم نہ سمجھا جائے۔

یہ بھی بے چارے مولویوں کی بد فہمی ہے کہ ایک آدھ بات نہ بتانے پر ان کی علمیت و قابلیت عام حالارت میں مشکوک ہوا کرتی ہے اور خاص حالات میں ناقابل اعتبار جب کہ غیر مولوی لوگ ہزار ٹھوکریں کھانے کے بعد بھی دندناتے ہی رہتے ہیں اور قدم قدم پر اندھے منہ گرنے کے بعد بھی عوام کی نظروں میں ان کی قابلیت ناقابل اعتبار نہیں ہوتی۔ فحی کے عالم صاحب نے اپنے موقف کو صحیح ثابت کرنے کے لئے ان گزشت احادیث نقل کیں تو آپ ان کی علمیت و قابلیت سے متاثر نہ ہوئے اور وہ حق ایک لفظ کا ترجمہ نہ بنا سکے تو آپ کے دل میں غلطی پڑ گئی اور محض اتنی سی بات سے آپ نے ایک مفکر کو جھلکا تصور کر لیا۔

کیا یہ بات ممکن نہیں ہے کہ فحی کے عالم صاحب محض اس لئے خاموش ہو گئے ہوں کہ آپ کا سوال انتہائی ناقص اور بھل تھا

نہیں کر سکتے کہ آپ کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حقیقت سکے سے ہے ہی نہیں۔ اس لیے کہ زیر نظر کتاب میں آپ نے نیت کا ذکر کرتے ہوئے یہ فرمایا ہے کہ میں تو یہ دریافت کرنا چاہتی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کی نیت کس طرح باندھتے تھے۔ گویا کہ آپ کو یہ بات تسلیم ہے کہ نماز کی نیت جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے باندھی ہے وہی طریقہ درست اور قابل اختیار ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ رسول کو اتنی حیثیت تو آپ دیتے ہی ہیں کہ مختلف فیہ مسائل میں رسول اللہ کا جو بھی طریقہ ہو بس اسے اپنایا جائے باقی تمام طریقوں کو نظر انداز کر دیا جائے۔ لیکن اس کے باوجود جو کچھ ناقص اور بھل باتیں آپ کے قلم سے نکل گئی ہیں اس کی بسند وہیں ہو سکتی ہیں ایک تو یہ کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتبہ و مقام سے پوری طرح واقف نہیں۔ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ دین کے بارے میں جو کچھ تھوڑی بہت اور کچھ بچی معلومات آپ نے حاصل کی ہیں وہ ایسے اسکولوں اور یونیورسٹیوں سے حاصل کی ہیں جہاں دینی تعلیم کے نام پر غیر محنت باتیں آدمی کے ذہن کی گہرائی میں اتار دی جاتی ہیں جو عقیدہ کے حق میں یقیناً دہر ہلال ثابت ہوتی ہیں۔

اگر دین کے بارے میں آپ کی معلومات ٹھوس اور مکمل ہوتیں یا اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں آپ کو آنسو بہی وجہ کی واقفیت حاصل ہوتی تو آپ یہ فرمانے کی جسارت بالکل بالکل نہیں کر سکتے تھے کہ میں اب مضطر خدا ہی کی حکم کردہ نماز ادا کیا کروں گا۔ محمد کی سنت ادا نہیں کروں گا، ورنہ ایک بندے کی اطاعت کرنے کا احتمال پیدا ہو جائے گا۔ ایسی ناقص بات آپ کے قلم سے اس لیے بھی سرزد ہو گئی ہے کہ آپ بہ وجہ قلت علم اتباع اور بندگی میں فرق محسوس نہیں کرتے۔ حالانکہ اتباع اور بندگی کے مابین زمین و آسمان کا فرق پایا جاتا ہے۔ مقصد زندگی یہ ہے کہ اللہ کی عبادت کی جائے۔ اور عبادت جس طریقہ اور جس ڈھنگ سے کی جاتی ہے وہ اتباع کہلاتا ہے۔ مثال کے طور پر کسی شخص کو جامع مسجد جا کر نماز ادا کرنے کا حکم دیا جائے اور وہ حکم کی تعمیل میں جامع مسجد کی طرف چل پڑے تو جامع مسجد پہنچ کر

نماز کی ادا کرنے کی تو اس کا اصل مقصد ٹھہرے گا لیکن اگر وہ بغیر مجھے مسجد تک پہنچنے کے لیے کسی ایسے شخص کے پیچھے چلے گئے جو اسی منزل تک جانے والا ہو تو یہ پیچھے چلنا اتباع کہلائے گا۔ ہم سب کا مقصد حیات تو یہ ہے کہ ہم خالق اکبر کی عبادت کریں۔ لیکن چونکہ ہم از خود خالق اکبر کی سمجھ محض میں پرستش نہیں کر سکتے۔ اس لیے ہمیں خالق اکبر ہی کی طرف سے کئے ہوئے رسول کی اتباع کرنی ہی پڑے گی۔ رسول کی اتباع کے بغیر ہم صراطِ ہدایت پر قدم بھی نہیں چل سکتے اور نہ ہی رسول کا تتبع کیے بغیر ہم یہ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ کونسی راہ راہی ہے اور کونسی راہ راہ ضلالت۔

آپ کو شاید اس بات کا علم نہیں کہ قرآن حکیم میں جہاں جہاں اللہ کی واحدانیت پر ایمان لانے کی تاکید کی گئی وہاں وہاں انبیاء و رسول کی نبوت و رسالت پر ایمان لانے کو بھی فردی قرار دیا گیا ہے۔ گویا کہ ایمان کی تکمیل اس وقت تک ممکن نہیں ہے جب تک اللہ کی ربوبیت کا اقرار و اعتراف کرنے والا شخص رسول کی بعثت و رسالت پر ایمان نہ لائے، رسالت نبوت کا منکر انسان مومن نہیں ہو سکتا، خواہ وہ اللہ کی وحدانیت یکتائی اور اس کی الوہیت و ربوبیت کا شدت سے قائل ہو۔ بطور ثبوت دسیوں ایسی آیات نقل کی جاسکتی ہیں جن میں اللہ پر ایمان لانے کے ساتھ ہی اور رسول پر ایمان لانے کی تاکید کی گئی ہے، لیکن فی الوقت ہم چند مثالیں پیش کر دینے پر اکتفا کریں گے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا آمِنُوا  
بِالنَّبِيِّ إِذَا تَوَلَّى سَوَاحِلَ الْأَنْفُسِ  
الَّذِي عَلَى سَوَاحِلِ الْأَنْفُسِ  
الَّذِي عَلَى سَوَاحِلِ الْأَنْفُسِ  
الَّذِي عَلَى سَوَاحِلِ الْأَنْفُسِ  
الَّذِي عَلَى سَوَاحِلِ الْأَنْفُسِ  
الَّذِي عَلَى سَوَاحِلِ الْأَنْفُسِ  
الَّذِي عَلَى سَوَاحِلِ الْأَنْفُسِ  
الَّذِي عَلَى سَوَاحِلِ الْأَنْفُسِ  
الَّذِي عَلَى سَوَاحِلِ الْأَنْفُسِ  
الَّذِي عَلَى سَوَاحِلِ الْأَنْفُسِ

۱۔ ایمان والو ایمان لاؤ اللہ پر اس کے رسول پر اس کی کتاب پر جو اس کے رسول پر نازل ہوئی اور ان کتابوں پر جو اس سے پہلے نازل ہو چکیں اور جس شخص نے نافرمانی کی اللہ کی اللہ کے رسول کی اور جس نے انکار کیا اس کے فرشتوں کا یوم آخرت کا تودہ مگر اسی میں جا پڑا۔

اور قرآن حکیم صبیحہ کتا میں لوگوں نے خود ہی لکھ لی ہیں، یہ کتابیں  
برادر است اللہ کی جانب سے نازل نہیں ہوئی ہیں تو اس شخص  
مسلمان کہلانے کا حق نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح وہ شخص بھی مسلمان  
کہلانے کا حقدار نہیں ہو سکتا جو حجاب چیزوں پر تو دل لگ کر رکائی  
سے ایمان لے آئے لیکن کسی رسول کی رسالت پہلے سے شک

یا اعتراض ہو۔ اللہ پر ایمان لانے کے ساتھ قطعی طور پر یہ  
فردی ہے کہ آدمی کے دل و دماغ میں یہ وثوق جاگزین ہو کر  
تمام انبیاء مخلوقات کو سیدھا راستہ دھانے کے لئے  
مخائب اللہ آتے رہتے ہیں اور یہ سب اس لائق ہیں کہ ان  
کی توثیق کی جائے اور انھیں مذہب و انسانیت کا پیشوا مانا  
جائے۔ حکمہ طہی کے وہ چند الفاظ کہ جنھیں تہہ دل سے پڑھتے ہی  
آدمی کفر کی دنیا سے اسلام کی دنیا میں داخل ہو جاتا ہے ان  
میں بھی اس بات کی مراحت موجود ہے کہ اللہ پر ایمان لانے  
کے ساتھ ساتھ اس کے رسول کی رسالت پر ایمان لانا بھی فردی  
ہے اگر امت مسلمہ کے لئے رسول کی رسالت پر ایمان لانا  
مجبور لازم نہ ہوتا تو لا الہ الا اللہ کیا ساتھ محمد رسول اللہ کا اقرار کرانے  
کی ضرورت ہی کیا تھی؟ اس تفصیل سے اتنی بات توثیق ہو گئی  
کہ ایک مسلمان کے لئے جس طرح اللہ پر، اس کی نازل کردہ کتابوں  
پر ایمان لانا فردی ہے، اسی طرح اس کے فرستادہ نبیوں اور  
رسولوں پر ایمان لانا بھی فردی ہے۔ لیکن منقول آیات سے  
یہ واضح نہیں ہوتا کہ آیا رسول اور نبی کی حیثیت ہوئی کیا ہے، کیا نبی  
اور رسول پر فخر ایمان ہی لانا کافی ہے یا ایمان لانے  
کے بعد کوئی اور چیز بھی فردی ہے۔ قرآن حکیم کے احکامات  
کا سرسری سامنا کرنے کے بعد یہ بات متیقن ہو جاتی ہے  
کہ رسول پر فخر ایمان ہی لے آنا کافی نہیں ہے، بلکہ ایمان  
لانے کے بعد اس کی اطاعت، فرمانبرداری کرنا اسی طرح لازم  
ہے جس طرح خداوند قدس کی اطاعت و فرمانبرداری واجب و  
فردی ہے۔ رسول کا حکم خدا کے حکم کے برابر ہے۔ رسول کے  
حکم سے سرتابی کا کھلا مطلب یہ ہے کہ آدمی اللہ کے حکم سے  
سرتابی کر رہا ہے۔ قرآن حکیم میں ایسی آیات بھی کافی تعداد  
میں موجود ہیں کہ جن سے اطاعت رسول کی اہمیت واضح ہو جاتی ہے

وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ  
وَرَسُولِهِمْ دَكَمُ يُغْفِرُ قُتُ  
بَيْنَ أَحَدٍ مِنْهُمْ أَوْ لَعَلَّ  
سَوْفَ يُؤْتِيهِمْ أَجُورَهُمْ۔

تعالے عنقریب اجر دے گا۔  
لوازے گا۔

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ  
آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ۔

مومن تو ہیں وہی ہیں کہ جو ایمان  
لائے ہیں اللہ پر اور اس کے  
رسول پر۔

وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذَلِكَ  
دَكَمُ سُولِهِمْ نَبَاتًا اَعْتَدْنَا  
لِالْكٰفِرِيْنَ سَعِيْرًا۔

اور جو شخص اللہ پر اور اس کے  
رسول پر ایمان نہ لائے تو ایسے  
لوگوں کے لئے ہم نے دہکتی  
ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے۔

ان چند آیات سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی

ہے کہ ایک مسلمان کے لئے جس طرح اللہ پر ایمان لانا فردی ہے

اسی طرح اس کے رسولوں پر اور اس کی نازل کردہ کتابوں پر بھی

ایمان لانا فردی ہے، اور علاوہ ان میں تمام چیزوں پر ایمان لانا

فردی ہے۔ جن پر ایمان لانے کی تاکید کی گئی ہے۔ مثلاً، ملائکہ

حیات بعد المات، یوم حساب، وغیرہ وغیرہ؛ ان میں سے اگر

کسی ایک چیز سے بھی انکار کر دیا جائے اور انکار تو درکنار اگر ان

میں سے کسی ایک چیز کے بارے میں تردد و اعتراض کی پرچھائیاں

سطح ذہن پر ابھر آئیں تو آدمی کا ایمان حبط ہو کر رہ جاتا ہے

مثال کے طور پر ایک شخص اللہ کی الوہیت، پر ایمان کامل رکھتا

ہو، اسے یقین ہو کہ اللہ ایک ہے اور وہ ہی معبود برحق ہے اس

کے سوا کوئی اس بات کا متفق نہیں کہ اس کی پرستش کی جائے اسے

اس بات کا یقین بھی ہو کہ جتنے انبیاء و رسل اس دنیا میں مبعوث

ہوتے رہے ہیں وہ سب ہی برحق اور اللہ کے برگزیدہ بندے

تھے۔ نیز اسے اس بات کا یقین بھی میسر ہو کہ مرنے کے بعد

ان کو پھر زندہ ہونا ہے اور اللہ کے دوبردار اپنی ناکانگہی

کے افعال و اعمال کا حساب دینا ہے، لیکن اسے اللہ کی نازل

کردہ کتابوں پر ایمان نہ ہو، اس کا تصور یہ ہو کہ انجیل، زبور، تورات

ہوئی گراہی کا مرتکب ہو گا۔  
 قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ ۖ اے محمد! کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ  
 خَائِفُوْنَ فَيُحْبِبْكُمُ اللَّهُ۔ سے محبت رکھنا چاہتے ہو تو میری  
 اطاعت کرو، اللہ تم سے محبت  
 کرنے لگے گا۔

ان آیات کو پڑھنے کے بعد کسی مسلمان کے لئے یہ  
 بات قسری ایمان نہیں ہو سکتی کہ وہ اطاعت رسول کی اہمیت و  
 ضرورت کا انکار کر بیٹھے۔ یہ آیات آخری حد تک یہ بات،  
 ثابت کر دیتی ہیں کہ رسول کی اطاعت دین کا نصف حصہ ہے  
 قرآن حکیم میں درج شدہ احکامات کو ماننے والے کے لئے یہ  
 فردوسی ہے کہ وہ رسول کے احکام و ادا کر کے صلہ بھی تسلیم  
 ٹھم کر دے اور رسول اللہ کی تمام سنتوں کو اس طرح قابل التزام  
 سمجھیں جس طرح وہ قرآن حکیم کی آیتوں کو قابل احترام سمجھتا ہے  
 رسول کی اطاعت سے منہ موڑنے کا صاف مطلب یہ ہوتا ہے  
 کہ آدمی اللہ کی اطاعت سے روگردانی کر رہا ہے۔ اس لئے کہ  
 قرآن حکیم میں اس بات کی مراعت کر دی گئی ہے کہ جس شخص نے  
 رسول کی اطاعت کی اس نے درحقیقت اللہ کی اطاعت کی،  
 آیت کریمہ انفاذ یہ ہیں مَنِ اطَاعَ الرَّسُولَ فَقَدْ اطَاعَ اللَّهَ  
 اس آیت میں یہ بات قابل غور ہے کہ اطاعت رسول کو احکامات  
 خداوندی پر محمول کیا گیا ہے۔ یعنی اطاعت خداوندی کو اطاعت  
 رسول قرار نہیں دیا گیا، یہ نہیں فرمایا گیا ہے کہ جو شخص اللہ کی  
 اطاعت کرے گا اسے رسول کا مطیع بھی سمجھا جائے گا۔ بلکہ فرمایا  
 کہ جو رسول کا مطیع ہو گا وہ اللہ کا اطاعت گزار تصور کیا جائے گا۔ اتنی  
 بڑی بات بلاوجہ نہیں کہہ دی گئی، بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ  
 نے قرآن حکیم کے ذریعہ جو جو احکامات اپنے بندوں کے لئے  
 نازل کیے ہیں انھیں صحیح معنوں میں رسول خدا کے صوا کوئی دوسرا  
 کچھ ہی نہیں سکتا ان احکامات پر عمل کرنا بھی اسی وقت ممکن تھا  
 جب کوئی ان احکام کی گرائی تک پہنچے، اور احکام نازل کرنے  
 والے کی منشا کو سمجھنے کی اہلیت اس میں موجود ہو اور یہ اہلیت  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صوا کس میں ہو سکتی تھی۔ رسول  
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی دی ہوئی خاص روشنی سے ہر حکم

اور ان کے مطالعہ سے یہ بات پائے ثبوت تک پہنچ جاتی ہے  
 کہ اکمال ایمان اس وقت تک ممکن نہیں ہے جب رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت نہ کی جائے بطور نمونہ ہم چند آیات  
 پیش کرنے پر اکتفا کر رہے ہیں۔

قُلْ اَطِيعُوا اللَّهَ وَاطِيعُوا الرَّسُولَ ۚ  
 قَا نَ تَوَكَّلُوْا فَاِنَّ اللَّهَ  
 لَا يُحِبُّ الْاَكْفَارِيْنَ  
 (آل عمران - ۳۲)

اور اللہ کی اور اس کے رسول  
 کی اطاعت کرو اگر تم واقعی  
 مومن ہو۔

اے ایمان والو! اللہ کے حکم کی  
 فرمانبرداری اور اس کے رسول  
 کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال  
 کو ضائع نہ کرو۔

اے ایمان والو! اللہ اور اس کے  
 رسول کی اطاعت کرو اور ان  
 دونوں کے احکام سے منہ نہ  
 موڑو حالانکہ تم سنتے رہتے ہو۔

اے ایمان والو! اللہ اور رسول  
 کا کہنا مانو اور ان حضرات کا بھی  
 کہنا مانو جو صاحب امر ہوں اور  
 اگر تمہارا کوئی جھگڑا ہو جائے  
 تو اللہ اور اس کے رسول کی  
 طرف رجوع کرو۔

کس مومن مرد اور عورت کو اس  
 بات کا حق نہیں کہ جب اللہ اور  
 رسول اسے کسی معاملے میں کوئی  
 کام دے دیں تو وہ اپنا کوئی  
 اختیار باقی رکھیں، اور جو اللہ اور  
 رسول کی نافرمانی کرے گا وہ کھلی

وَمَا كَانَ يَكُوْنُ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ  
 اِذَا قُلِيَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ  
 اَمْرًا اَنْ يَكُوْنُ كَهُمْ  
 الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهُمْ  
 وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ  
 فَقَدْ فَخَّرَ مَلَا مَلِيْنًا

کے خلاف ہے۔ صحیح بات تو یہ ہے کہ حق تعالیٰ اقامتِ صلوة کا طریقہ تجویز کرتے تو یہی طریقہ تجویز کرتے جو ہیں رسول اللہ نے بتایا ہے۔ اس لیے کہ حق تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسی روشنی عطا کی تھی جس کے ذریعہ آپ اللہ کے مقصد و منشاء کو سمجھ لیا کرتے تھے۔ آنحضرت پر منہ قرآن ہی نازل نہیں ہوا بلکہ آپ کو بطور خاص وہ حکمت اور سوجھ بوجھ بھی عطا ہوئی جو نبی اور رسول کے سوا کسی کو عطا نہیں کی جاتی۔ قرآن حکیم میں ایک جگہ ارشاد فرمایا گیا ہے کہ:-

اِنَّا اَنْزَلْنَا الْكِتَابَ الْكَتٰبَ الْعَرَبِيَّ لَعَلَّكُمْ تَعْلَمُوْنَ  
یٰۤاٰیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِذْ قُرْءَانَ  
تِلْکَ الذِّکْرِ فَاِذْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ یَقُوْلُ  
لَیْسَ بِکُمْ اَلْحِلَّیْلُ اَلْیَوْمَ الَّذِیْ فُتِنَ  
اَلْاَشْکٰثُ فَاِذْ تَضَحٰکُوْا وَتَسْتَعْجِلُوْنَ  
لَقَدْ اٰتٰی کُمْ فَاِیْضًا مِّنْ رَّبِّکُمْ  
لَعَلَّکُمْ تَعْلَمُوْنَ

اس آیت میں خود کر لے کی چیز نہ دیا اے اللہ ہے جس کا نطقی ترجمہ تو یہ ہوا کہ وہ چیز جو اللہ نے تمہیں دکھائی۔ لیکن اس کا محاوراتی ترجمہ یہ ہوتا ہے کہ وہ خاص روشنی اور وہ مخصوص تدبیر جو اللہ نے تمہیں عطا کیا۔ یعنی تم پر قرآن اس غرض سے نازل کیا گیا کہ تم اللہ کی بخشی ہوئی خاص صلاحیتوں سے کام لیتے ہوئے لوگوں کے مابین فیصلہ کرو اور اس کتاب کے مطابق فیصلہ کرو اس آیت سے یہ حقیقت بالکل برہنہ ہو جاتی ہے کہ اللہ کی کتاب کو ہر شخص نہیں سمجھ سکتا، بلکہ اس کتاب کو پہلے رسول سمجھ کر اللہ نے اسے خاص قسم کی سوجھ بوجھ اور خاص نوع کا عقل عطا کیا ہے پھر وہ لوگوں کے مابین فیصلہ کرے گا اور انھیں اللہ کے احکامات و رضیات سے روشناس کرائے گا۔ اس سے یہ بات سمجھ میں آئی کہ حق اور ہدایت دو چیزوں میں مضمر ہے۔ قرآن اور تدبیر رسول۔ قرآن ہو لیکن تدبیر رسول نہ ہو تو بات سمجھ میں نہیں آئے گی۔ تدبیر رسول تو ہو لیکن قرآن نہ ہو تو بھی بات نہیں بن سکے گی۔ انسان فلاح و کامرانی سے اسی وقت بہکنار ہو سکتا ہے جب اس کے پاس قرآن کی روشنی بھی ہو اور تدبیر رسول کا سرمایہ بھی ہو۔ تدبیر رسول اور سنت رسول سمجھیں بند کر لینے والے لوگ قرآن کو نہیں سمجھ سکتے اور اگر انھوں نے کسی طرح قرآن کو سمجھ لیا تو یہ بات مسلم ہے کہ روح قرآن تک ان کی رسائی نہیں

کی علت بھی سمجھ لی اور پھر آپ نے اللہ ہی کی دی ہوئی سوجھ بوجھ سے عمل کی ایسی صورت گری کی کہ احکام بجالانے والے، باسانی ان پر عمل پیرا ہو سکیں گے۔ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمل کرنے کا طریقہ نہ بتاتے تو دنیا کے سارے مسلمانوں کے لیے ایک الجھن پیدا ہو جاتی اور قرآنی احکامات یا تو مفہوم نہ رہ جاتے یا کھلونا۔ یعنی یا تو لوگ احکام کا مذاق اڑاتے یا انکا بجالانے کے لیے من مانی کرنے پر مجبور ہوتے۔ مثلاً قرآن حکیم میں اقامتِ صلوة کا حکم دیا گیا ہے لیکن نماز قائم کرنے کا طریقہ نہیں بتایا گیا، نماز کس طرح پڑھی جاتی ہے۔ رکوع اور سجدوں میں کیا پڑھنا چاہیے، کس نماز میں کتنی رکعتیں پڑھنی چاہیے، وغیرہ جیسی تفصیلات ہیں احادیث ہی میں مل سکتی ہیں۔ اگر ہم رسول اللہ کی بتائی ہوئی نماز کو درست خیال نہ کریں تو پھر سوجھ بوجھ کے نماز کس طرح قائم کی جائے گی اور نماز پڑھنے کا کون سا طریقہ ایسا نکالاجایگا جسے صوبہ ہی باسانی اپنا سکیں۔ پھر اگر شخص کو نماز کا طریقہ تجویز کرنے کی اجازت دے دی جائے تو پھر اقامتِ صلوة کے ساتھ جو کھلو اڑ ہوگا، اس کا اندازہ ہر شخص کر سکتا ہے۔ نہ بدعت، نہ لیسٹ کہ اللہ کا ذکر کرنے کو اقامتِ صلوة سے تعبیر کرے گا۔ نہ کہ کھڑے ہو کر تسبیحات پڑھنے کو اقامتِ صلوة کا نام دے گا۔ خود کی رائے یہ ہوگی کہ سجدہ کی صورت اختیار کر کے اس میں قرآن کی تلاوت کرنا اقامتِ صلوة ہے۔ خالص یہ دعویٰ کرے گا کہ تنہائی میں بیٹھ کر قبلہ رو ہو جانے کا نام اقامتِ صلوة ہے۔ غرض کہ جتنے اذیان ہوں گے، اتنے ہی نماز کے طریقے گھڑے جائیں گے اور نماز ایک ابھی خاصی گیند بن کر رہ جائے گی جسے جس طرف چاہا کر کا دیا۔ لہذا عقل عامہ بھی یہ کہنے پر مجبور ہے کہ جن احکامات کی تفصیل قرآن حکیم میں بیان نہیں کی گئی ہے ان کی تفصیل اور ان کے معنی خود اختراع کرنے کی بجائے، ہیں رسول خدا کی سنت کو دیکھنا چاہیے کہ انھوں نے اللہ کے احکام کی تعمیل کس طرح کی اور مبہم الفاظ کا کیا مطلب بیان کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ تصور کون گستاخ سلمان کر سکتا ہے کہ انھوں نے اللہ کے نازل کردہ احکام کی صورت گری بس مشکل پوچھ ہی سے کر ڈالی۔ ہے جو اللہ کی منشاء



ہو سکتی، درحقیقت قرآن تک تو منہ مکر رسول کی پروا ہی پہنچ سکتی ہے۔ اور پھر مکر رسول کی بدولت ہی ساری دنیا کو ہل قرآن سے روشناس ہونے کا موقع ملتا ہے۔

قرآن میں ایک جگہ یوں فرمایا گیا۔

وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْحِكْمَةَ وَفَعَلْنَا مَا لَمْ يَكُنْ فَعَلَهُم۔  
اور اللہ نے تم پر کتاب اور حکمت نازل فرمائی، اور وہ تم کو نہ تھا۔

(النساء)

اس آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر منہ قرآن ہی نازل نہیں کیا بلکہ بہت سی اشیاء کا علم بھی بخشا، اور حکمت و فراست بھی عطا کی۔ یہ وہی حکمت و فراست ہے جسے بعیرت اور روشنی کے نام سے بعیر کیا جاتا ہے اس روشنی اور بعیرت کی وجہ سے رسول میل ایک خاص صلاحیت پیدا ہو گئی تھی جس کی وجہ سے وہ ان باتوں کی گہرائی تک آن واحد میں پہنچ جاتے تھے کہ جن کی گہرائی تک دوسرے لوگ غور و غوض اور فکر و تدبیر کے باوجود بھی نہیں پہنچ پاتے۔

یہ بعیرت دراصل لازم نبوت تھی اور اس لازم نبوت کا یہ فیض تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی راقی و گہرا مزن رہے اور دوسروں کے لیے ایسے خطوط و افح کھینچتے رہے کہ جن کے خلاف حق ہونے کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ ہر رسول کو بعیرت اس لیے عطا کی جاتی ہے کہ وہ کتاب اللہ کا اصل منشا سمجھ کر لوگوں کو سمجھائے اور حقوق بندگی اور معاملات زندگی میں لوگوں کی صحیح طور پر رہنمائی کر سکے۔

اگر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو منہ قرآن دیکر دنیا میں مبعوث کر دیا جاتا، انھیں نہ بعیرت دی جاتی، نہ بعض اشیاء کا علم عیب، تو پھر آنحضور کے دنیا میں آنے کا منشا ہی فوت ہو جاتا۔ رسول کو دنیا میں اس لیے نہیں بھیجا جاتا کہ وہ اللہ کی کتاب لوگوں کے حوالے کر کے چلتا ہے بلکہ اسے دنیا میں اس لیے بھیجا جاتا ہے کہ وہ اللہ کی عطا کردہ بعیرت و حکمت کا سہارا لے کر اس کتاب میں درج شدہ احکام پر عمل کرنے کے طریقے بتاؤ اور نردل کتاب کا مفہود افح کرے۔

اگر کتاب اللہ کو ارباب دنیا خود ہی سمجھ لیا کرتے، تو پھر اللہ تعالیٰ کو رسول بھیجے کی ضرورت محسوس نہ ہوتی۔ ہوا یہ کہ تاکہ کتاب مکمل کسی پہاڑ پر اتار دی جائے، جسے لوگ اٹھا لیا کرتے اور آپس میں تقسیم کر لیا کرتے، لیکن ایسا نہیں ہوا بلکہ آسمان سے جب بھی کوئی کتاب نازل کی گئی اس کیساتھ کوئی پیغمبر بھی بھیجا گیا تاکہ وہ کتاب میں لکھی ہوئی باتوں کو دلوں کی گہرائی میں اتار سکے اور ان الفاظ کا صحیح مفہوم متعین کر سکے، بتا سکے جنہیں عام لوگ سمجھ کر نظر انداز کر دیتے کرتے یا سمجھ تان کر اگر معنی پہناتے تو غلط معنی پہناتے جس کی وجہ سے احکامات کا چہرہ سم ہو کر رہ جاتا۔

احادیث کی معتبر کتابوں میں یہ واقعہ بڑھنے کو ملتا ہے، کہ جب روزے کے بارے میں یہ آیت اتری ”وَعَلَىٰ يَتَّبِعُونَ كَلِمَةَ الْحَيْطِ الْأَبْيَضِ مِنَ الْحَيْطِ الْأَسْوَدِ“ (کھاتے پیٹے رو) یہاں تک سفید دھاگا تمہیں کالے دھاگے میں صاف الگ دکھائی دینے لگے۔ تو عدی ابن حاتم نے دو دھاگے ایک کالا اور ایک سفید اپنے نکیہ کے نیچے رکھ لیے اور جب تک اتنی روشنی نہ ہو جاتی کہ یہ ایک دوسرے سے ممتاز نظر آنے لگیں اس وقت تک وہ سحر ہی کھاتے رہتے تھے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس بات کا علم ہوا تو آپ مکرانے اور آپ نے عدی ابن حاتم سے مخاطب ہو کر نہ بایا کہ تمہارا نکیہ بڑا لمبا چوڑا ہے جس میں دھات اور دن دونوں سما جاتے ہیں اس کے بعد آپ نے وضاحت کی کہ کالے اور سفید دھاگے سے رات کی سیاہی اور دن کی سفیدی مراد ہے۔

اب ذرا سوچئے کہ قرآن حکیم کے الفاظ کی تشریح اگر آنحضور نہ فرماتے تو پھر کتنی الجھنیں پیدا ہو جاتیں ہر شخص اپنے علم و فہم کے اعتبار سے قرآنی الفاظ کو من بھاتے مفہوم کا لباس پہنا لیا کرتا۔ اور اکثر لوگ قرآن کے الفاظ کے اسی طرح غلط معنی متعین کیا کرتے جس طرح عدی ابن حاتم نے مذکورہ آیت کا غلط مطلب نکالا تھا۔

بہر حال یہ بات ذہن نشین کر لیجئے کہ قرآن کو براہ راست نہیں سمجھا جاسکتا بلکہ قرآن حکیم کو سمجھنے کے لیے ہم صفت



میں سے دونوں کی پیروی لازم ہے ان میں سے اگر کسی ایک کو بھی ترک کر دیا جائے گا تو پھر مصلحت و گمراہی سے دامن بچنا ناگھنی نہیں ہوگا۔ کفر و شرک اور مصلحت و گمراہی سے بچنے کے لیے فردی کی پیروی لازم ہے قرآن کو تھا لیا جائے، اور دوسرا تھا سے سنت رسول کو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کا اندیشہ تھا کہ آگے چل کر کچھ لوگ ایسا بھروسہ بن کا دعویٰ ہوگا کہ ہم قرآن کے متوالے ہیں اور قرآن کے ہوتے ہوئے رسول کی کسی سنت سے ہمیں کوئی سروکار نہیں ایسے لوگوں کی گندی ذہنیت کا قلع قمع کر لے کے لیے آنحضرت نے پہلے ہی یہ فرمایا تھا۔

الا انی اذقیت القرآن جان دکھو کہ قرآن دیا گیا و مثله معہ الا یوشک اور اس کے ساتھ دوسری ہی ایک ساجل شعبان علی اس کی کتاب اور چیز بھی خبردار ایسا نہ ہو یتول علیکم دھنڈا کوئی پیٹ بھرا ہوا شخص اپنی القبا آن نما وجد تم سند پر بیٹھا کہنے لگے کہ تم پر فیہ من حلال فاحلوا بس قرآن کی ہی پیروی لازم و ما وجدتم فیہا ہے جو کچھ اس میں حلال پاؤ اس من حرام عرفتمو؟ کو حلال سمجھو اور جو کچھ اس میں حرام پاؤ، اس کو حرام سمجھو۔ حالانکہ اللہ کا حکم اللہ ہے جو کچھ خدا کا رسول حرام قرار دے وہ دوسرا ہی حرام ہے جیسے اللہ کا حرام کیا ہوا۔

قرآن اور ان میں سے بعض حضرات قرآن کے مقابلے میں حدیث کو کمتر تصور کرتے تھے اور باب نکر اس تصور کے پرچے نہ اڑاتے تو دین پلا کو رہ دست نقصان پہنچ جاتا۔ امام بیہقی رحمہ اللہ نے اپنی سند سے شیبہ بن فضالہ الکی سے یہ روایت بیان کی ہے کہ ایک مرتبہ عمر بن الخطاب نے چند لوگوں کی سامنے شفاعت بیان کیا ایک شخص بولا، اے ابوالجہد تم ہمارے سامنے وہ حدیثیں بیان کرتے ہو جن کی اصل ہم کو قرآن میں نہیں ملتی۔ عمر بن الخطاب نے فرمایا کہ جو کچھ قرآن میں ہے اس شخص سے فرمایا اتم نے قرآن پڑھا ہے؟ اس نے کہا ہاں!

میں دیکھ گیا ہے۔ فرمایا گیا۔ وَمَا لَكُمْ اَلْتُمُوسُوا جو کچھ رسول تمہیں دے لے لے لیلو فَخُذُوا وَمَا نَزَّلَكُمْ عَنْهَا فَاسْتَقُوا۔ اور میں سے وہ جنہیں دو سکے میں سے چوک جاؤ۔

اللہ کا فرمان سمجھتے ہوئے اس آیت کو پڑھنے کے بعد کون ناگھو یہ کہنے کی جرات کرے گا کہ ہم تو مشرک نہیں ہیں تو کون حرام کہیں گے، جنہیں اللہ نے حرام قرار دیا ہے۔ رسول کی حرام کردہ چیزوں کو حرام اور اس کی جائز کردہ چیزوں کو جائز سمجھنا دمانے کے لیے ہم تیار نہیں۔

ان تفصیلات کا مقصد ماحصل یہ ہے کہ آپ اپنی اس ذہنیت کو بدلیے کہ قرآن میں اللہ نے حکم دیا ہے اسے تو مان لیا جائے اور احادیث میں رسول نے جو فرمایا ہے، اسے نظر انداز کر دیا جائے۔ یہ ذہنیت بڑی خطرناک اور بڑی مہلک ہے ایسی ذہنیت ایمان و عقیدہ کو نیست و نابود کر سکتی ہے ایمان و اسلام خدا اور رسول کی مشترک اطاعت کو کہا جاتا ہے خدا کی اطاعت کرنے والے اگر رسول کی اطاعت کو کوئی اہمیت نہ دے گا تو وہ مومن نہیں کہلا سکتے اور ان کی اطاعت اطاعت نہیں نفس پرستی ٹھہری سنت رسول، ایمان و اسلام کا نصف حصہ ہے۔ سنت رسول کو نظر انداز کرنے کا مطلب بجز اس کے کچھ نہیں کہ ایمان ابھی ناقص اور ناچختہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی عمر کے آخری حصہ میں فرمایا تھا کہ:-

توکت فیکم امرین میں تمہارے دو میان دو چیزیں لن تفضلوا ما تمسکم چھوڑ کر جا رہا ہوں، اگر تم ان بھاگتا کتاب اللہ و سنتہ دونوں کو مضبوطی سے پکڑے گا رسول اللہ۔ دیکھو گے تو کبھی گمراہ دھول گے ان میں سے ایک کتاب اللہ ہے اور دوسری سنت رسول اللہ ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے بھی یہی بات ثابت ہوتی ہے کہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ

کرام پر کہ انھوں نے اس خراب ذہنیت کا ستو بار کیا اور دلائل و براہین سے یہ واضح کر دیا کہ صفت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسا درجہ رکھتی ہے۔ بلکہ کتاب اللہ سے کہ زیادہ اس لئے کہ کتاب اللہ کو یہ براہ راست رسول کے ماسوا کوئی دوسرا نہیں کھ سکتا۔ اس لئے امت کے لئے صفت رسول پر نظر رکھنا زیادہ فردوسی ہے بہ نسبت کتاب اللہ پر نظر رکھنے کے آپ حکماء میں یہ اشکال بھی پیدا ہو سکتا ہے کہ لسان کی آیات اور رسول اللہ کی احادیث کو ایک درجہ دینا کیسے درست ہوگا۔ جب کہ قرآن اللہ کی کتاب ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کے بقول ایک بشر ہی تھے۔ تو محرم اس بات کا سیدھا سادا جواب یہ ہے کہ حضور کی بشریت میں تو کوئی کلام نہیں، لیکن جس وقت آنحضرت ایک پیغمبر کی حیثیت سے بات کرتے تھے اور دین کے سلسلہ میں اپنی رائے دیا کرتے تھے، تو ان کی ہر بات اور ان کی ہر رائے صوفیدی اس لائق ہوتی تھی کہ اسے قبول کر لیا جائے۔ احادیث رسول، درحقیقت قرآن ہی کا ایک حصہ ہیں۔ اس لئے کہ آنحضرت نے اللہ کی مرضی و منشا کے بغیر کبھی دین کے بارے میں اپنی زبان نہیں کھولی۔ قرآن خود اس بات پر شاہ ہے۔ وہ کہتا ہے۔

وَمَا يَنْطِقُ مِنَ الْهَوَىٰ  
إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ  
وَحْيٌ بَاقٍ۔

(الہم)

اور یہی وجہ ہے کہ علماء امت نے وحی کی دو قسمیں بیان کی ہیں۔ وحی متلو، اور وحی غیر متلو۔ قرآن حکیم کو وحی متلو سے تعبیر کیا جاتا ہے اور ارشاد اب رسول کو غیر متلو سے۔ اگر وحی غیر متلو کا انکار کر دیا جائے، تو قرآن حکیم کی بعض آیات مفسرین نہیں تو جو ہر فرد بن کر رہ جائیں گی۔ مثلاً قرآن حکیم کی ایک آیت ہے

”فرمایا تم نے قرآن میں کہیں یہ لڑھا ہے کہ خدا کی قسم کہ تم نے چار بار، غصہ کی من، فہر کی دو، طہر اور عہر کی چار بار ہیں بولائیں۔ حضرت عمران بن حصین نے فرمایا یہ کیا ان سب رکعتوں کا حکم تم نے ہم سے حاصل نہیں کیا اور کیا ہم نے ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں سیکھا ہے۔ پھر عمران بن حصین نے سوال کیا۔ کیا تم قرآن میں کوئی ایسی آیت ملی ہے جس میں بتایا گیا ہو کہ چالیس بکریوں میں ایک بکری زکوٰۃ کا اور اتنے اونٹوں میں ایک اونٹ، اور اتنے دراہم میں ایک درہم زکوٰۃ کا اور اگر ناچوگا۔ اس شخص نے کہا کہ نہیں۔ آپ بولے کہ کیا زکوٰۃ کی ان تمام مقدار پر اند نصاب کا حکم تم نے ہم سے اور ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں سیکھا اس کے بعد عمران نے فرمایا۔ ”قرآن مجید میں ہے کہ۔ “وَلَا يَكُونُ فُتُوًّا يُبَيِّنُ الْاَعْيُنُ” تو کیا قرآن نے تم کو یہ بھی بتایا ہے کہ سات طواف کیا کرو اور اس سے نارغ ہو کر مقام البراہیم کی چھ دو رکعت ادا کیا کرو۔“ پھر فرمایا کہ کیا تم نے قرآن میں یہ بھی دیکھا ہے۔

لا حبل ولا جنب اسلام میں نہ حبل ہے، نہ لا شفا سانی الاسلام جب ہے اور نہ ہی شفا ہے پھر فرمایا کہ کیا تم نے نہیں سنا کہ قرآن خود ہی کہتا ہے کہ: وَمَا اَنسَلَكُمْ التَّوَسُّوْلُ فُتُوًّا وَمَا نَفَكُمُ عَنْهَا فَاَنْتُمْ مَوَآءِ اس فقریر کے بعد عمران بولے یہ یہی احکام جو عبادات و معاملات سے متعلق ہیں، سب کے سب ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے لئے ہیں، اور یہ وہ چیزیں ہیں جن کا ہمیں علم نہیں، حالانکہ تم قرآن مجید کی تلاوت برابر کرتے ہو۔

اس واقعہ سے اعجاز ہوتا ہے کہ قرون اولیٰ میں بھی بعض لوگ قرآن کے بمطالعہ حدیث اور سند رسول کو اہمیت نہ دینے کی غلطی میں مبتلا تھے، لیکن خدا و تعالیٰ نازل کرے صحابہ

۱۔ زکوٰۃ کی اصلاح میں حبل اور جنب یہ ہے کہ زکوٰۃ کو زکوٰۃ کے طور پر اور زکوٰۃ کی رقم سیکھ کر دے، اور خدا کے معنی یہ ہیں کہ اپنی غنی کا دیکھ کر غریب سے اس شرط پر نکاح کرے کہ وہ اپنی غنی کا بچے سے بیاہ دے۔ یہ دونوں ہی باتیں منوع ہیں۔ (فہم قرآن، ص ۸۳)

گو اس بات کی اطلاع کب دی گئی تھی کہ ان کی فلاں بیوی نے ان کا فلاں راز افشا کر دیا ہے۔ غور و فکر کے بعد مجھ سے کہہ دیجئے کہ بھی برا آدمی نہیں ہو سکتا کہ آنحضرت پر ایسی وحی بھی برا کرنا ڈال ہوئی رہتی تھی جس کا ذکر قرآن میں موجود نہیں ہے اور اسی کو وحی غیر متلو سے موسوم کیا جاتا ہے۔ حافظ ابن کثیر ۶ نے فرمایا ہے کہ:-

السنتہ ایضاً تنزل علیہ بالوحی کما ینزل بالیقین ان ہوا بس فرق اتنا ہے کہ قرآن الا انما لایسلی کما یتلی القرآن۔ وحی متلو سے اور سنت و حدیث غیر متلو۔

(کلام نبوت)

امام حازمی ناسخ و منسوخ میں فرماتے ہیں۔

السنتہ کات ینزل بہا حضرت جبریل حدیث لے کر جبریل ولیعلمہا اترتے تھے اور آنحضرت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معنی کا ہر وہ فرمان یا ہر وہ حدیث جو با سند معتبرہ بھی تمزیل میں داخل ہے۔

(ایضاً)

اس طرح یہ بات بالکل واضح ہو گئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جملہ ارشادات جو صحیح اور قابل اعتماد سندوں سے ہم تک پہنچے ہیں، وہ سب وحی کا درجہ رکھتے ہیں اور ان کا احترام ہمیں اس طرح کرنا چاہیئے، جس طرح ہم قرآن کے مستحق کا احترام کرتے ہیں، نیز آنحضرت کی حلال کردہ چیزوں کو جائز اور آپ کی حرام کردہ چیزوں کو اسی طرح ممنوع تصور کرنا چاہیئے کہ جس طرح اللہ کی حرام کردہ چیزوں کو ہم حرام اور اس کی حلال کردہ چیزوں کو حلال سمجھتے ہیں۔ یہ بھی ایک مسلم اور یقینی بات ہے کہ دین و مذہب

وَمَا جَعَلْنَا الْقُرْآنَ الَّذِي كُنْتَ عَلَيْهِمْ بِالْآيَاتِ كَذِبًا مِّنْ بَيْنِ يَدَيْكَ مِنَ الْكِتَابِ وَلَا تَجِدُ فِيهِ مَثَلًا مِّنْ شَيْءٍ مَّا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ۔ اس آیت سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ قبل از اول بیت المقدس کو اللہ ہی نے قبل بنانے کا حکم دیا تھا اور حکم محض اس لیے دیا تھا کہ وہ اس بات کا امتحان لے سکے کہ کون اس سے رسول کا فرمانبردار ہے، اور کون نافرمان۔ سارا قرآن ٹھول ڈالے کہیں سے کوئی ایسی آیت ہاتھ نہیں لگے گی جس سے یہ ثابت ہو سکے کہ بیت المقدس کو قبل بنانے کی تاکید منجانب اللہ ہوئی تھی۔ اگر کوئی ایسی آیت قرآن میں موجود نہیں ہے، اور فی الواقعہ موجود نہیں ہے، تو پھر حاصل اس کے سوا اور کیا نکلے گا۔

کبھی ہم اس میں وحی متلو کے ذریعہ سے نہیں، وحی غیر متلو کے توسط نازل کی گئی تھی۔

یامثلہ سورہ تحریم کی یہ آیت ملاحظہ کیجئے۔

وَإِذْ آمَرْنَا النَّبِيَّ إِلَىٰ بَعْضِ أَمْثَلِ وَأَحْسَنِ مِثْلًا فَلَمَّا نَبَأَتْ بِهَا نَبِيًّا وَآطَمَمَهَا اللَّهُ عَلَىٰ عَشْرَتِ بَعْضِهِ وَأَعْمَمَهَا عَنْ بَعْضِهِ فَلَمَّا نَبَأَهَا بِهَا قَاتَلَتْ مَنَ أَشْبَاهَ هَذَا قَالَتْ نَبَأْتُكَ الْغُلَامُ الْخَبِيرُ۔ حبیبی نے اپنی بیویوں میں سے کسی سے راز میں ایک بات کہی پھر حبیب اس بیوی نے اس کی خبر دوسروں کو دی تو اللہ نے نبی پر اس کو ظاہر کر دیا نبی نے اس کا کچھ حصہ بتادیا اور کچھ حصہ سے درگزر کیا پس حبیب نبی نے اس بیوی کو اس کی خبر کی تو بیوی نے حیرت زدہ ہو کر کہا: آپ کو کس نے مطلع کیا۔ نبی نے جواب دیا مجھے مطلع کیا ہے خدا۔ اے علیم و خبیر نے۔

قرآن کا ایک ایک صفحہ اور ایک ایک سطر دیکھ جائیے کہیں بھی اس بات کا سراغ نہیں لگ سکتا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

کے معاملہ میں آنحضرتؐ نے کبھی اپنی مرضی سے زبان نہیں کھولی بلکہ حبیب اور جو کچھ نہ فرمایا، اللہ کی نازل کردہ ہدایت و وحی کے بعد فرمایا۔ لہذا ایک صحیح العقیدہ شخص یہ دعویٰ کرنے میں حق بجانب ہو گا کہ آنحضرتؐ نے اپنے ارشادات کے ذریعہ جو رہنمائی کی ہے، اس میں غلطی اور تشویش کا کوئی امکان موجود نہیں ہے۔ امام بخاریؒ نے تو اس موضوع پر باقاعدہ ایک باب قائم کیا ہے اور اس میں فرمایا ہے کہ جب آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی ایسی بات دریافت کی جاتی جس کے بارے میں آپ کو کچھ واقفیت نہ ہو تو آپ صاف صاف فرماتے کہ مجھے معلوم نہیں، یا آپ خاموش رہتے یہاں تک وحی نازل ہو جاتی۔

حضرت ابن مسعودؓ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم سے روح کے متعلق پوچھا گیا تو آپ خاموش رہے یہاں تک کہ آیت نازل ہوئی۔ اور آپ نے بتایا کہ صحیح میرے رب کا ایک حکم ہے۔

یہ روایت امام بخاریؒ نے نقل کی ہے اس سلسلہ کی ایک اور روایت بخاری میں موجود ہے جس کے راوی جابر بن عبد اللہ ہیں۔ انھوں نے بیان کیا ہے کہ میں بیمار ہوا تو میرے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکرؓ میری عیادت کیلئے تشریف لائے، دونوں پیدل ہی تشریف لائے تھے جس وقت وہ پہنچے مجھ پر بے ہوشی طاری تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا پھر اپنے وضو کا پانی مجھ پر چھڑکا پانی چھڑکنے سے میں ہوش میں آیا تو میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں کس طرح اپنے مال کے بارے میں کیا فیصلہ کروں، تو آپ نے کوئی جواب نہیں دیا، آپ خاموش ہی رہے یہاں تک کہ میراث کی آیت نازل ہو گئی۔

ان روایات مجموعہ سے یہ بات اظہر من الشمس معلوم ہے کہ آنحضرتؐ نے احکام و مسائل کے سلسلے میں جو کچھ فرمایا ہے وہ دو حقیقت اللہ ہی کا فرمودہ ہے اور اس پر ”وحی الہی“ کا اطلاق ہوتا ہے۔ لیکن یہ کیا فردوسی ہے کہ امت مسلمہ کے اربوں، کھربوں انسانوں نے جن روایات کو صحیح اور قابل اعتماد

جانا ہے۔ انھیں آپ بھی درست اور معتمد مان لیں۔ جو کہتا ہے کہ آپ ان روایات پر ایمان لانے کے لیے تیار نہ ہوں، اور آپ کا دعویٰ اب بھی یہی ہو کہ قرآن و حدیث میں فرق ہے۔ قرآن، حدیث کے مقابلے میں قابل اعتماد اور قابل محبت ہے۔ چلیے آپ کے دعویٰ کو درست ہی سمجھ لیا جائے۔ تو بھی آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کو ناقابل اتباع قرار نہیں دیا جاسکتا۔ آپ کا دعویٰ صحیح مان لینے کے بعد بھی، یعنی ارشادات رسول کو ”وحی“ نہ ماننے کے باوجود بھی بات جوں کی توں رہے گی، اور اس طرح بھی ثابت یہی ہو گا کہ نماز، روزے، حج، زکوٰۃ کی ادائیگی کے سلسلے میں جو طریقے آنحضرتؐ نے تجویز کئے ہیں وہ سب کے سب صحیح ہیں ان میں خطا غلطی کا سہرا نہیں ہے۔ اگر خدا عز و جل کا قسم کرنے، زکوٰۃ ادا کرنے اور اسی طرح جملہ فرائض و احکام کی ادائیگی کا طریقہ بتاتا تو بجز اس کے کچھ نہ ہوتا کہ وہ آنحضرتؐ کی ثابت شدہ سنتوں کو اپنے انفا میں نقل کر دے۔ آپ نظر کی گہرائی کے ساتھ قرآن کا مطالعہ کر کے دیکھیں تو آپ کو اندازہ ہو گا کہ اگر محمد مصطفیٰؐ سے زندگی میں کبھی کوئی معمولی اور ادنیٰ درجہ کی چوک بھی ہوئی ہے تو باری تعالیٰ نے فوراً ہی انھیں متنبہ کر دیا ہے۔

ایک مرتبہ بعض ازواج مطہرات کو خوش کرنے کے لئے آپ نے شہدہ کھانے کا عہد کر لیا تھا۔ لیکن باری تعالیٰ کو آپ کی یہ ادا آپ نے نہیں کی اور یہ آیت نازل ہوئی۔  
يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكَ لَمَّا جَاءَكَ رَسُولُ اللَّهِ  
تَبَتَّخِي مَعْصَاتِ الْكَافِرِينَ  
اُنْمَادِ اجْلَسْ۔  
یہ کیوں حرام کرتے ہو؟

اسی طرح کی ایک مثال اور پیش کی جاسکتی ہے۔ وہ یہ کہ جب آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے مزبولے بیٹے حضرت زیدؓ نے اپنی اہلیہ حضرت زینبؓ کو طلاق دیے کا ارادہ کیا تو آپ نے حضرت زید کو طلاق سے روکنے کی کوشش کی باوجود اس بارت کے کہ حق تعالیٰ انھیں اس بات کا اشارہ





ہے۔ حاجیت اللہ پلاف کی تاکید کی گئی۔ لیکن یہ وضاحت، پورے قرآن میں کہیں نہیں کی گئی۔ کہ طواف میں کسے چکر کاٹے جائیں اور اجنبی کہاں سے ہو۔

قرآن حکیم ہی میں یہ حکم بھی دیا گیا کہ چوری کرنے والے کا ہاتھ کاٹ دیا جائے۔ چور خواہ عورت ہو یا مرد، لیکن کسی پادہ اور کسی سورت میں یہ تصریح نہیں کی گئی کہ ہاتھ کو نسا کاٹا جائے کتنی مقدار میں کاٹا جائے اور کتنا مال سپرانے لڑکاٹا جائے مطلقہ عورتوں کے بارے میں یہ ہدایت کی گئی کہ وہ جن قودم سے ایک انتظار کریں اور اس کے بعد وہ دوسرا نکاح کر سکتی ہیں۔ لیکن اس کی مراحت، پورے قرآن میں کہیں نظر نہیں آتی کہ قودم سے مراد کیا چیز ہے۔ طہر یا حیض؟ مہا بلواہ کو حرام کر دیا گیا، لیکن یہ تصریح نہیں کی کہ بلواہ سے کیا چیز مراد کی گئی ہے۔ وغیرہ۔

ان ادھوری اور وضاحت طلب باتوں کی موجودگی میں یہ دعویٰ کیسے کیا جاسکتا ہے کہ ہم نے تم پر تہرہ ارادین مکمل کر دیا ہے۔ آخر یہ کیسی تکمیل اور کبسا اکمال ہے کہ ہر مسئلہ ادھورا اور تشریح درجہ جاتی کا محتاج ہے

مفسر اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ ہم دین منہ قرآن کو نہ سمجھیں بلکہ قرآن و حدیث کے مشترک مجموعہ کو دین تصور کر لیں اس کے بعد کوئی اشکال اور تردد باقی نہیں رہتا۔ احادیث اور سنت رسول کو دین ہی کا ایک حصہ تصور کر لینے کے بعد حق تعالیٰ کا یہ دعویٰ برحق اور معنی صداقت گئے لگتا ہے۔ اس لیے کہ حق تعالیٰ نے نماز قائم کرنے کا حکم دیا، اور سنت رسول نے نماز قائم کرنے کا طریقہ بتا دیا۔ اس طرح بات مکمل ہو گئی حق تعالیٰ نے فرمایا کہ طلاق شدہ عورتیں ہمیں خود و حکم انتظار کریں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قودم کی وضاحت کر دی کہ قودم سے مراد حیض ہے اور اس طرح ایک تشریح طلب بات رنگب وضاحت سے ملون ہو گئی۔

قرآن حکیم میں ایک جگہ فرمایا گیا ہے۔ کہ  
کَلَامَ تَجِدُ ذَاكَمَّ اِذَا كُنَّا

فَقِيْمُوا صَعِيْدَ الْعَقِيْبَا سے ہم کر دو۔

قرآن میں کہیں اس بات کی وضاحت موجود نہیں ہے کہ نیم سے منہ وضو ہی کی ضرورت پوری ہو سکتی ہے یا غسل کی بھی ضرورت پوری ہو جاتی ہے، لیکن حدیث رسول م نے اس بات کی وضاحت کر دی ہے کہ نیم منہ وضو ہی کا نہیں بلکہ غسل کا قائم مقام بھی ہو سکتا ہے۔ پانی مہینا نہ ہو یا پانی تو موجود ہو لیکن آدمی بیمار ہو یا آدمی بیمار نہ ہو لیکن نہانے سے بیمار ہو جائے یا قوی اندیشہ ہو، تو ایسی صورتوں میں، غسل کے بجائے نیم پر اکتفا کیا جاسکتا ہے۔ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وضاحت نہ کرتے تو یہ کیسے معلوم ہوتا کہ نیم وضو ہی کی نہیں غسل کی نیابت بھی کر سکتا ہے۔

قرآن میں اس بات کی وضاحت بھی نظر نہیں آتی کہ وضو اور غسل کے نیم میں کوئی ذرہ کیا جائے گا یا نہیں قرآن میں تو بس یہ فرمایا گیا ہے فَا مَسْمُوعًا وَاَوْ جَعَلَكُمْ فَا يَكْمُ مَحْ كَرُو اَيْسَ جَعْلُ اور اپنے ہاتھوں کا۔ چونکہ اس میں کسی قسم کی وضاحت، موجود نہیں ہے۔ لہذا بعض صحابہ کرام ا غلط فہمی میں مبتلا ہونے پر مجبور ہوئے اور وہ انھوں نے یہ تصور کیا کہ غسل کا نیم وضو کے نیم کے مقابلہ میں تصور تفصیل ہونا چاہیے۔ چنانچہ ایک صحابی کو دوران سفر میں غسل کی حاجت، درپیش ہوئی، اور پانی نذر دھتھا۔ آپ نے کپڑے اتار کر مٹی میں لوٹا شستر دے کر دیا۔ یہ اطلاع جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ملی تو پھر اس وقت آپ نے اس بات کی وضاحت کی کہ وضو اور غسل کا نیم ایک ہی طرح ہوتا ہے دونوں کے مابین اجمال و تفصیل کا کوئی ذرہ ق باقی نہیں رکھا گیا ہے۔ سوچنے کی بات ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنن اور ان کی احادیث .....

کو ناقابل اعتماد قرار دے دیا جائے تو پھر نیم جیسے اٹھنت مبہم مسائل پر عمل کرنا کیسے ممکن ہو سکتا ہے۔ یہاں اگر عقل عامہ یہ کہنے پر مجبور ہو جاتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال کو دین کا نصف حصہ سمجھنا ناگزیر ہے کہ چونکہ اس کے بغیر دین اسلام کے بارے میں کل ہونے کا دعویٰ غلط

مشاورت مانا گیا۔

سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ رَبِّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ  
رَبِّ الْعَرْشِ الْمَجِيدِ  
رَبِّ الْمَلِکِ الْمَخْمُومِ  
رَبِّ الْمَلِکِ الْمَخْمُومِ  
رَبِّ الْمَلِکِ الْمَخْمُومِ  
رَبِّ الْمَلِکِ الْمَخْمُومِ

(سورہ روم)

جس کو تم پر دوپہر کا وقت آتا ہے۔  
اس آیت میں نماز کے چار اوقات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ فجر، مغرب، عصر اور ظہر۔

پہلی آیت میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو صلیبیات سمجھانے پر اکتفا کیا گیا تھا کہ ایک نماز تو صبح کو ادا کی جائے اور بقیہ چار نمازیں زوال کے بعد سے رات کے تاریک ہو جانے تک ادا کر لی جائیں۔ لیکن اس آیت میں بائیں طرف اشارہ کر دیا گیا ہے کہ زوال کے بعد وہ کولسے اوقات ہیں جن میں نماز ادا کی جانی چاہئے۔ اس آیت میں عشاء کے وقت کا ذکر نہیں ہے۔ عشاء کی نماز کا ذکر دوسری آیت میں اس طرح آیا ہے۔

وَاقِمِ الصَّلَاةَ  
طَمَاحًا فِي السَّهَائِ  
مِنَ الْكِبَلِ

(سورہ ہود)

دن کی دو حدیں ہوتی ہیں۔ ایک حد تو وہ ہے جب سورج طلوع ہوتا ہے، یعنی صبح کا وقت۔ اور ایک حد وہ ہے جب سورج ڈھلنا شروع ہوتا ہے، یعنی زوال کا وقت۔ اس آیت میں دن کے دو لول کناروں سے اس بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ اولاً تو نماز صبح کو پڑھی جائے۔ اور چھپ رہا ہوں کہ زوال کے بعد۔ اور پھر رات کا کچھ حصہ گزر جانے پر یعنی عشاء کے وقت۔ اس آیت میں عصر اور مغرب کی نمازوں کا ذکر نہیں ہے۔ لیکن اس سے پہلے جو آیتیں ہم نے نقل کی ہیں ان میں عصر اور مغرب کا ذکر قدرے ملاحظہ کیا تھا موجود تھا۔ ایسے بعض حضرات کا کہنا یہ بھی ہے کہ شروع میں صرف تین ہی نمازیں

ہیں جو مکمل دین کا دعویٰ تو اس وقت درج نہ ہو سکتا ہے جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سن اودان کے اقوال طے کر کے قائم مقام سمجھا جائے۔

یہ مندرجہ ذیل ہے اس لیے کہ اگر ہم آپ کے کسی سوال کا جواب دیتے وقت بطور تشہاد حدیث رسول پیش کریں تو آپ کے لیے یہ کہہ کر منحرف ہونے کا موقع نہ رہے کہ میں تو دین و مشربیت کے معاملہ میں قرآن کو معتبر سمجھتا ہوں۔ حدیث و حدیث کو نہیں۔

آئیے اب آپ کے سوالوں پر بھی ایک نظر ڈال لیں آپ نے اوقات نماز کے بارے میں یہ معلوم کیا ہے کہ یہ اللہ کے مقرر کردہ ہیں یا آنحضور نے از خود کا تقرر فرمایا ہے۔ اس کی انہی سیدھی جھنڈی آپ کے دل و دماغ میں اس لیے بھی پیدا ہوتی ہیں کہ قرآن حکیم کے ترجمہ و تفسیر دیکھنے کی آپ نے کبھی زمت گوارہ نہیں کی۔ اگر آپ نے قرآن کو سمجھ کر پڑھنے کی کوشش کی ہوتی تو پھر اس امتفسار کی ثوبت نہیں آسکتی تھی کہ نماز کے اوقات آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعین کردہ ہیں یا خود اللہ تعالیٰ نے ان کا تعین کیا ہے

ذرا قرآن اٹھا کر پندرہواں پارہ کھولیں وہاں لکھا ہے کہ یہ آیت نظر آئے گی۔

اقِمِ الصَّلَاةَ لِمَذَهِبِ الشَّمْسِ إِلَى مَغْرَبِهَا وَقَرِّءِ الْقُرْآنَ  
وَقَرِّءِ الْقُرْآنَ لِمَذَهِبِ الشَّمْسِ إِلَى مَغْرَبِهَا وَقَرِّءِ الْقُرْآنَ

اس آیت سے اتنی بات مترشح ہو جاتی ہے کہ ایک نماز تو علی الصبح پڑھنی چاہیے اور باقی نمازیں زوال کے بعد سے رات کے تاریک ہو جانے تک ادا کر لینی چاہیے جس میں ظہر، عصر، اور مغرب و عشاء سب نمازیں آجاتی ہیں۔

قرآن العجیب کا مطلب یہ ہے کہ نمازیں قرآن پڑھا جائے۔ گویا اس سے مراد یہ ہے کہ صبح کو نماز پڑھی جائے اور انہیں بالخصوص قرأت لمبی کی جائے۔

اس آیت کے علاوہ قرآن میں اور دوسری آیات بھی موجود ہیں جن میں نمازوں کے اوقات کی نشاندہی کی گئی ہے

ذکرِ حق میں غمیرہ، ظہیر اور عشار۔ اور یہ آیت اس وقت نازل ہوئی تھی

یہی ہے! اب آپ ایک سی آیت ملاحظہ کیجئے جس میں  
نہاد کے پانچوں وقت کا اشارہ موجود ہے۔

رَسْمٌ بِحَمْدٍ سَابِقٍ  
 قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ  
 غُرُوبِهَا دَمِنَ اَنَا  
 اِلَيْكَ نَسْتَعِيْذُ وَاَطْمَ اِنَ  
 اَلْمَا سَا لَعَلَّكَ تَرْضٰى  
 سورۃ طہ

اللہ کی تسبیح کرو سورج نکلنے اور  
 اس کے غروب ہونے سے  
 پہلے اور رات کے کچھ حصوں  
 میں اور ان کے کناروں پر

صورج نکلنے سے پہلے فجر کی نماز کا وقت ہو تا ہے  
 سورج ڈوبنے سے پہلے عصر کی نماز ادا کی جاتی ہے۔ دن  
 کے کناروں پر فجر اور ظہر کی نمازیں پڑھی جاتی ہیں، وقت  
 فجر کو اس آیت میں بالکل اربیان کیا گیا ہے۔ رات کے  
 حصوں میں دو نمازیں پڑھی جاتی ہیں ایک مغرب اور دوسری  
 عشاء۔

مقرر یہ ہیں وہ آیات جن کے چوتھے ہوئے یہ کہنا مشکل ہے کہ نماز کے اوقات منجانب اللہ متعین نہیں ہوئے، بلکہ آنحضور نے خود ہی ان کا اختراع کر لیا ہے۔ اگر ان اوقات کی نشاندہی قرآن میں موجود نہ ہوتی تب بھی ہمارے لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا کہ ہم ان اوقات میں نماز پڑھنے کو فوری سمجھیں، جن اوقات میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نمازیں ادا کی ہیں۔ آخر یہ کیسے مان لیا جاتا کہ پیغمبر خدا اپنی نبوت کے ۲۳ سالوں میں غلط اوقات میں نمازیں ادا کرتا رہا۔ اور خدا نے کوئی تنبیہ نہیں کی بحقیقت تو یہ ہے کہ آنحضور نے شریعت کے سلسلہ میں جب کوئی راہ متعین کی ہے وہ خدا داد تدبیر و فراست اور پیغمبرانہ بعیرت کی وجہ سے درست ہی ثابت ہوئی ہے۔ اور کہتے ہی معاملات میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال کی توثیق خدا کرتا رہا ہے، اور جہاں اللہ تعالیٰ خاموش ہو گئے ہیں، یعنی حضور کے کسی فعل کی بذریعہ وحی نہ توثیق ہو گئی اور نہ ہی انھیں متنبہ کیا گیا، تو وہاں اللہ تعالیٰ کی خاموشی

بجائے خود اس بات کی علامت ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ لیا ہے، وہ درست اور ان کی امت کے لئے قابل تقلید ہے بہر حال اوقات نماز کے سلسل میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مختلف انداز میں حکم دیا گیا تھا کہ لیل و نهار کی فلاں فلاں ساعتوں میں نماز قائم کی جائے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پیغمبرانہ صلاحیتوں سے کام لیتے ہوئے ان اوقات میں نمازیں ادا کرنا شروع کر دیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روش پر ہر تصدیق ثابت کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے جبریل علیہ السلام کو بھیجا انھوں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان ہی اوقات میں نماز پڑھ کر یہ بتا دیا کہ اقامت نماز کے سلسل میں آپ کا طے لقا بالکل درست اور منشاء الہی کے مطابق ہے چنانچہ کرندی میں عبد اللہ ابن عباسؓ سے یہ روایت نقل کی گئی ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

جبریلؑ نے دو مرتبہ مجھ کو..... بیت اللہ

کے قریب نماز پڑھائی، پہلے دن ٹھہرے کی نماز

ایسے وقت پڑھائی جب کہ سورج ابھی دھلا

میں تھا اور ساری ایک حوتی کے قسم سے

زیادہ دراز نہ تھا، مگر عصر کی نماز اگلے

وقت اڑھائی جب کہ برعز کا سارہ اس کے

مشرق کرالہما یہ منوب کنہا ملک

اپنے قدمے برابر رکھا۔ چپہر حضرت علیؓ کی طرف سے

اصل وقت پڑھائی جب کہ روزدار ادا کرنا

ہے۔ پھر عتادری ہمارے عائب، جو کہ

پرساڑی اور عسبہ کی نذر اس وقت پر موالی جب

روزہ دار پر کھانا پینا حرام ہو جاتا ہے، دوسرے

دن اکھوں نے مجھے طلبہ کی نماز اس وقت

پڑھائی جب کہ ہر چیز کا سایہ اس کے قد کے

برابر وقت، اور عصر کی نماز اس وقت پڑھائی

جب کہ ہر چیز کا سایہ اس کے قد سے دوگنا ہو گیا

اور مغرب کی نماز اس وقت جب کہ روزہ

و اگر روزہ افطار کرتا ہے اور عشاء بار کی نماز

موکدہ اور غیر موکدہ۔ موکدہ سنتیں وہ کہلاتی ہیں جنہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ پڑھا ہو اور دوسروں کو پڑھنے کی تاکید کی ہو ان سنتوں کو غیر موکدہ کہا جاتا ہے کہ جنہیں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کبھی پڑھا ہے۔

غیر کی نماز سے پہلے، غلبہ کی نماز سے پہلے، غلبہ کی نماز کے بعد، مغرب کی نماز کے بعد، عشاء کی نماز کے بعد جو سنتیں پڑھی جاتی ہیں، یہ سب موکدہ ہیں ان میں کسی ایک وقت کی سنت بغیر کسی عذر کے چھوڑ دینا، گناہ ہے۔ بعض سنتیں وہ ہیں جنہیں پڑھنے پر ثواب ملتا ہے، نہ پڑھنے پر کوئی گناہ لازم نہیں آتا۔ یہ وہی سنتیں ہیں جنہیں غیر موکدہ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے اور عشاء کے فرضوں سے پہلے جو چار رکعت پڑھی جاتی ہیں، یہ غیر موکدہ ہیں۔ ان کا تعلق پڑھنا ضروری نہیں تاہم سنت رسول کمالی کا کرتے ہوئے کبھی کبھی ضرور پڑھ لینی چاہیں رہا نفلوں کا معاملہ تو نفلوں کے لئے کوئی حد مقرر نہیں۔ غلبہ آپ پر نماز کے بعد یا سوا عہد اور غیر کے، جتنی ہمت اور توفیق ہو پڑھیے۔ ہزار ہی پڑھ لیجیے تو کوئی پابندی نہیں نماز کے بعد کی بھی کوئی قید نہیں۔ اوقات کو دھکے دے کر کسی بھی وقت نفلیں پڑھی جاسکتی ہیں۔ جتنی پڑھی جائیں گی اتنا ثواب مل جائے گا لیکن مستحب یہ ہے کہ غلبہ کے فرض اور سنتوں سے فراغت کے بعد دو مغرب کے بعد دو عشاء کی نماز کے بعد چار دو وتروں سے قبل اور دو و قروں کے بعد پڑھی جائیں۔ انکے علاوہ کچھ اور نفلیں اور سنتیں ہیں جن کا پڑھنا ثواب اور خدا کے فضل و کرم کی خوشنودی حاصل کرتا ہے، اور نہ پڑھنے پر کوئی گناہ نہیں ہوتا ہیں حیرت ہے کہ یہ بات آپ نے کیا سمجھ کر کہہ دی کہ نماز کو بس نماز ہی ہے۔ اس میں فرض و سنت اور نفل وغیرہ نفل کی تفریق کیوں؟ آپ کے اس جملے سے ایک ہی نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ آپ فرض و سنت اور نفل کے مابین سے مبالغہ کرتے ہیں۔ آپ کو یہ پتہ ہی نہیں کہ فرض کسے کہتے ہیں، سنت کسے کہتے ہیں اور نفل کا اطلاق کس چیز پر ہوتا ہے۔ فرض و سنت کے سلسلے میں نادانیت کی وجہ یہ ہے کہ یہ بات بھی آپ کے ذہن میں ابھری ہے کہ نماز تو حضور اللہ کے لئے پڑھی جائیے نہ کہ

ابھی طرح روٹھی پھیل جانے پر۔ پھر جبرئیل نے پڑھ کر چھوڑ دیا کہ اسے غلو بھی ادا تھا انبیاء کے نماز پڑھنے کے ہیں۔

ابھی طرح روٹھی پھیل جانے پر۔ پھر جبرئیل نے پڑھ کر چھوڑ دیا کہ اسے غلو بھی ادا تھا انبیاء کے نماز پڑھنے کے ہیں۔ اس کی وجہ سے اعراس و اکار کرنے کی گنجائش نہیں قرآن حکیم کی منقول آیات پر مسکری نظر ڈالنے کے بعد کوئی حلال یہ کہنے کی جسارت کیے کر سکتا ہے کہ نماز کے اوقات آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مرضی سے متعین کر لیے ہیں اور ان کا ثبوت قرآن میں موجود نہیں ہے۔ اوقات نماز کے سلسلے میں قرآن سے دلائل پیش کرنے کے بعد ادھر پہلی گفتگو میں یہ ثابت کر دینے کے بعد کہ از دو کے شرع حدیث رسول اور سنت رسول کی حیثیت فرماؤ خداوندی سے کسی وجہ کم نہیں ہے۔ اس بات کی قطعاً کوئی ضرورت محسوس نہیں ہوتی کہ آپ کے بانی سوالوں کے سلسلے میں قرآن حکیم ہی سے دلائل پیش کیے جائیں۔ اگر آپ اب بھی یہی چاہیں گے کہ مسائل شرعیہ کی حقانیت ثابت کرنے کے لئے صرف قرآن ہی کا متن پیش کیا جائے تو پھر آپ کو بھانا ہمارے اختیار سے بالاتر ہو گا۔ ویسے ہیں خاص بات کا یقین ہے کہ آپ آپ بالکل مطمئن ہو چکے ہوں گے اور آپ کے ذہن کی گہرائی میں یہ بات اتر چکی ہوگی کہ امور شرعیہ میں حدیث و رسول بھی بالکل اسی طرح محبت ہے جس طرح قرآن کریم کی آیات محبت کہلاتی ہیں۔ فلذا تعداد رکعات کہنا دے میں ہمارا بس یہی کہہ دینا کافی ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح نماز میں ادا کی ہیں جس طرح ہم نے اپنے بزرگوں اور دہنیاؤں کو پڑھتے دیکھا ہے۔ غلبہ میں دو رکعت نماز کا پڑھنا فرض ہے۔ غلبہ میں چار رکعت، عصر میں چار رکعت، مغرب میں تین اور عشاء میں چار رکعات کا پڑھنا مجملہ فرائض ہے۔ عشاء میں تین رکعات کا پڑھنا واجب فرض اور واجب میں بہت معمولی فرق ہوتا ہے۔ علاوہ دونوں ایک ہی حیثیت کے حامل ہوتے ہیں، دونوں کے ترک سے فسق اور انکار کر لے سے کفر لازم آجاتا ہے۔

باقی نماز دو فرائض کے آگے پیچھے پڑھی جاتی ہیں، وہ سنتیں اور نفلیں کہلاتی ہیں۔ سنتیں بھی پھر وہ طرح کی ہوتی ہیں،

رسولہ وغیرہ کے لیے۔

میرے قابل احترام بھائی نماز تو مضامین اللہ ہی کے لیے پڑھی جاتی ہے۔ اللہ کے سوا کسی اور کی بندگی کا کوئی صاحب ایمان تصور بھی نہیں کر سکتا۔ تمام عبادتیں اللہ ہی کے لیے کی جاتی ہیں حاکمنازوں کی نیت۔ بایں الفاظ باندھی جاتی ہے کہ یہ نماز اللہ کے لیے پڑھ رہے ہیں۔ فرض و سنت میں فرق بس یہ ہے کہ نماز اللہ تعالیٰ کے حکم کی وجہ سے نفل وغیرہ سنت رسول ہونے کی بنا پر اور اللہ کی مزید خوشنودی حاصل کرنے کے لیے پڑھی جاتی ہیں۔ اس بات کو ایک سیدھی سادہ مثال کے ذریعہ یوں سمجھئے کہ ایک شخص نے اپنی بیٹی کو اس بات کا حکم دیا کہ وہ روزانہ اس کے کمرے میں بھاڑو لگا پا کر لڑکی فرمایاں بردار تھی اس نے تعیلاً اپنے باپ کے کمرے میں صفائی کرنی شروع کر دی اور اسے روزمرہ کا معمول بنالیا، پھر اسے خیال ہوا کہ کمرے میں صفائی کرنے کے ساتھ ساتھ برآمدے میں بھی بھاڑو دیدینی چاہیے اس لیے کہ اس کی والدہ کا یہ معمول تھا کہ جب کمرے میں صفائی کرتی تھیں تو معاً برآمدے میں بھی بھاڑو لگایا کرتی تھیں لڑکی کو اس بات کا احساس بھی تھا کہ اس کے والد اس کی والدہ کو بہت چاہتے تھے اور اپنے ہر اس بچہ کو محبت کی نظروں سے دیکھتے ہیں، جو ان کی بیوی کی خصوصیات اپنانے کی کوشش کرے۔ گویا کہ لڑکی کو برآمدے میں صفائی کر دینے کے تین فائدے محسوس ہوتے اور اگر آمدہ صاف ہو گیا، ثانیاً والدہ کی تقلید ہو گئی، ثالثاً والدہ کی تقلید کی وجہ سے والد کی مزید خوشنودی اور محبت حاصل ہوئی۔ پھر لڑکی اس بات کا خیال ہوا کہ چونکہ صفائی میرے والد کو انتہائی مرغوب و محبوب ہے لہذا اگرے اور برآمدے کے ساتھ ساتھ صحن بھی صاف کر دینا چاہیے۔ چنانچہ اس نے کبھی کبھی صحن میں بھاڑو لگا دینے کو اپنا معمول بنالیا۔ اب زید نام کے کسی شخص نے اس لڑکی پر اعتراض کرتے ہوئے فرمایا کہ تمہارے باپ نے تو صحن کو صاف کر کے لے کا حکم دیا تھا اگر برآمدہ وغیرہ کی صفائی کر کے تم کیوں اپنا وقت ضائع کر رہی ہو تو اب آپ ہی بتائیے کہ کیا زید کا یہ اعتراض کرنا درست

ہے کہ حکم حکم سے زائد پڑھ کر کے ایک طرح کی نافرمانی میں مبتلا ہو کر اپنے وقت کا ایضاً کر رہی ہو؟ ظاہر ہے کہ درست نہیں ہے تو پھر آپ کا یہ اعتراض کیسے درست تسلیم کر لیا جائے گا کہ نماز تو بس نماز ہے۔ اسے مختلف قسموں میں کیوں تقسیم کر دیا گیا ہے۔

فرض نماز اس لیے پڑھی جاتی ہے کہ اللہ کا حکم ہے چنانچہ اس لیے پڑھی جاتی ہیں کہ آنکھوں سے اللہ علیہ السلام ان کو پڑھنے کے عادی تھے، نظریں بڑھنے کا اہتمام اس لیے کیا جاتا ہے کہ جب پردہ و گار کو نماز کا محل انتہائی پسند ہے تو پھر کیوں یہ عمل زندگی میں زیادہ سے زیادہ کیا جائے، اور کیوں زیادہ سے زیادہ اپنے پردہ و گار کی رضا حاصل کرنے کی کوشش کی جائے۔

اقبال نماز پر جس قسم کا اعتراض آپ نے بھاڑو دیا ہے۔ اس قسم کے اعتراضات تو عبادات کی جملہ قسموں پر عائد کیے جاسکتے ہیں۔ مثلاً، اتفاق فی سبیل اللہ ہی کو کیجیے اس کی بھی متعدد قسمیں ہیں۔ فرض تو یہ ہے کہ اگر صاحب استطاعت ہو تو، سال میں ایک بار اپنے سرمائے کا جالیسواں حصہ اللہ کی راہ میں خرچ کر دے۔ لیکن اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لیے فی سبیل اللہ مختلف انداز میں اپنا پیسہ خرچ کیا جاسکتا ہے اور اس کی طرحیہ و تقنین، قرآن و احادیث میں موجود ہے گویا کہ اگر کوئی صاحب نصاب شخص اپنے کل سرمائے کا جالیسواں حصہ بطور زکوٰۃ نکال دے اور پھر سال بھر تک کوئی پیسہ اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرے تو وہ گناہگار کہلانے کا مستحق نہیں۔ فرض کی اولیٰ گئی کہ وہ کر ہی چکا ہے، لیکن اگر کوئی مزید خوشنودی رب حاصل کرنے کی غرض سے صدقہ و خیرات، بیواؤں اور یتیموں کی مدد، اسلامی اداروں کی معاونت، اور مس پڑوس پر اپنا دو پیسہ صفر کرنے کو اپنا معمول بنالے تو اسے یقیناً ثواب ملے گا، اور پردہ و گار کی مزید خوشنودی حاصل ہوگی۔ تو آپ یہاں یہ اعتراض کیوں نہیں کرتے کہ زکوٰۃ تو بس زکوٰۃ ہی ہے۔ اس کی قسمیں کیوں کہ یہ زکوٰۃ ہے، یہ نطرہ ہے، یہ صدقہ ہے اور یہ خیرات ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ آپ نے اس



خدا کے بعد سب سے زیادہ عظیم ہیں۔ لیکن آپ نے اپنی زبان سے کبھی اپنی تسبیح نہیں کی، اپنی عظمت و رفعت کو کبھی اپنے الفاظ میں بیان نہیں کیا۔ درود تو ایک قسم کی دعا ہے اور دعا کی ضرورت ہی اور غیرتی بھی محسوس کرتے ہیں۔ اس لیے حضور نے درود کی تاکید کی ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ جو درود نماز میں پڑھا جاتا ہے اس کا نائدہ درود بھیجنے والے کو بھی ہوتا ہے۔ درود کے الفاظ یہی تو ہیں۔ اے اللہ محمد پر رحمت نازل فرما اور محمد کی اولاد پر رحمت فرما جس طرح تو نے ابراہیم علیہ السلام اور ان کی اولاد پر اپنا کرم فرمایا تھا۔ اولاد سے مراد حضور کے اہل خانہ نہیں بلکہ پوری امت مسلمہ ہے۔ تمام مسلمان حضور کی معنوی اولاد ہیں۔ لہذا یہ کیسے ثابت ہوا کہ حضور نے جس دعا کی تلقین و تاکید کی ہے اس کا نائدہ منفر حضور ہی کو پہنچتا ہے۔

بس جواب کافی طویل ہو گیا اس شعر پر ہسم قلم کو روک لیتے ہیں۔

اندازِ بیاں گرچہ بہت خوب نہیں ہے  
شاید کہ اتر جائے ترے دلیں مری بات

جاہلانہ باتیں۔

سوال ۱۷ از عبد السلام۔ مغل پورہ۔

یہاں پیری مریدی کے سلسلے میں یہ بات بہت زور شور سے پھیلائی جا رہی ہے کہ بلا کسی پیر سے بیعت کرائے اگر کوئی شخص مرجائے تو اس کی مغفرت نہیں ہو سکتی اور وہ جنت میں داخل نہیں ہو سکتا۔ اس حلقہ کا یہ بھی کہنا ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ، امام غزالی، اور مولانا دکنی صاحب نے اپنی کتابوں میں ایسی باتیں لکھی ہیں۔ جب ان لوگوں سے مطالبہ کیا گیا کہ کس کتاب میں ان بلاگوں نے یہ باتیں لکھی ہیں آپ لوگ ثبوت پیش کیجئے تو وہ صرف

سلسلے میں غور و فکر کرنے کی زحمت ہی گوارہ نہیں کی۔ ہے دورہ اس قسم کا پروج اعزازی کہ جس کے لفظ لفظ سے ناواقفیت و نادانی کی لو آ رہی ہو، آپ کے قلم سے خارج نہیں ہو سکتا تھا۔ خبر کی سنتوں کے سلسلہ میں جو روئے اپنے اختیار کیا ہے، وہ بھی غلط اور غیر محمود ہے۔ اگر آپ کو خبر کی سنتوں کے مقام اور ان کی اہمیت کا اندازہ ہوتا تو آپ وہ حرکت نہیں کر سکتے تھے جس حرکت کا مظاہرہ آپ کر چکے ہیں۔ خبر کی سنتیں کس قدر اہم ہیں اس کا اندازہ منفر ایک روایت ہی سے ہو جاتا ہے جسے امام مسلم نے حضرت عائشہ سے نقل کیا ہے۔

قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان حضور صلی اللہ علیہ وسلم سارکت الفجر خیر من نے ارشاد فرمایا ہے کہ فجر البینا دما فیہا۔ کی دو سنتیں دنیا اور دنیا کی تمام چیزوں سے بہتر ہے۔

ایک روایت میں ان کی اہمیت کو دلوں میں اتارنے کے لیے یہ فرمایا ہے کہ فجر کی سنتیں تم پر زور پڑھو چاہے تمہیں اس بات کا اندیشہ ہو کہ دشمن کے گمہ ڈے تمہیں زندہ ایسے کے ایسی اہم سنتوں کو آپ نے محض غدبازی کی وجہ سے ترک کر دیا ہے جو یقیناً گناہ اور خسارہ کی بات ہے۔

خبر کی سنتوں کا فرض سے پہلے ہی پڑھنا مسنون ہے اسی لیے آپ کے علاقہ کے لوگ مراطہ مستقیم پر کا مزن ہوا البتہ آپ نے نہت و درم کا مظاہرہ کر کے اپنی نادانی کا ثبوت پیش کیا ہے۔ خدا آپ کی اصلاح فرمائے

درود کے بارے میں آپ نے جو کچھ اظہار خیال فرمایا ہے اسے پڑھ کر حیرت ہوئی۔ خدا ہی جانے آپ کیسے پر دیمیر ہیں آپ کو یہ تک معلوم نہیں کہ دعا اور اپنے منہ میاں مٹھو بننے میں فرق ہے۔ درود شریف کو خود ستائش پر محمول کرنا فقدان علم کی علامت ہے اپنی تعریف اس وقت ہوتی جب حضورؐ یہ فرماتے کہ میں ایسا ہوں اور میں نے فلاں فلاں کا اندیشہ انجام دیتے ہیں۔ میرا یہ مقام ہے اور میرا یہ مرتبہ ہے۔ اگر آپ ایسا فرماتے تو بھی غلط اور خلاف حقیقت نہ ہوتا آپ

زنا کے دہلیز ہم سمجھ سکتا ہے۔ اگر نہیں تو اس کو اس گناہ کا کفارہ کس طرح ادا کرنا چاہیے۔ قرآن اور حدیث کی رو سے جواب مرحمت فرمائیں۔

### جواب ۳۔

مرد اور عورت دونوں اپنے پروردگار سے اپنے گناہوں کی معافی مانگتے رہیں اور آئندہ زنا جیسے بھیاں کتبہ کے قریب نہ جانے کا پختہ عہد کریں۔ اس سے بڑا کفارہ اور کیا ہو سکتا ہے کہ آدمی اپنی کھلی خطاؤں کو ترک کر کے ہمیشہ کے لیے ان کے قریب نہ جانیکا عہد کر لے۔

اسلامی قانون کا نفاذ ہو تو ایسے لوگوں کو اسلامی عدالتوں سے رابطہ قائم کرنا چاہیے جس طرح صحابہ کرام کے زمانہ میں ہوتا تھا کہ بھول ہو جائے نہ پردہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا خلیفہ وقت سے رجوع کرتے تھے اور دنیا کی سزا کو آخرت کی سزا پر ترجیح دیا کرتے تھے۔

زنا یقیناً ایک بھیاں ک اور مہلک گناہ ہے خواہ زندگی میں ایک ہی مرتبہ سرزد ہوا ہو۔ ایسے گناہ کا ارتکاب بار بار اور پے درپے کرنا تو اور بھی تباہ کن ہے۔ اللہ ایسی غلطی کرنے والوں کو معاف فرمائے اور آئندہ کے لیے اس سے احتراز کرنے کی توفیق بخشے۔

### نماز کے ساتھ کھلاواڑ

#### سوال ۱۴۰: ایضاً

یہاں پر لوگ اکثر مساجد میں جب نماز کیلئے جاتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ بغیر ہاتھ باندھے ہوئے نماز پڑھتے ہیں اور سر بھی کھلے ہوئے ہوتے ہیں اور نماز اتنی جلدی پڑھتے ہیں کہ میں سمجھتا ہوں سورہ فاتحہ بھی شاید پوری طرح ہم نہیں پڑھ پاتے وہ لوگ رکوع اور سجود سے فارغ ہو جاتے ہیں۔ کیا اس طرح نماز صحیح ادا ہوتی ہے۔

زہابی بیان دے کر کنارے ہوجاتے ہیں۔ اب لہذا کرم آپ بتائیں کہ پیری مریدی کے سلسلے میں اصولی طور پر بشرعیت کا کیا حکم ہے اور مذکورہ بالا بزرگوں کا کوئی قول اگر اس کی تائید میں ہے تو اسکی کیا حقیقت ہے۔

### جواب ۲۔

نفس کی اصلاح اور ایمان میں جگلی پیدا کرنے کے لیے پیری، مریدی کا سلسلہ یقیناً مفید ثابت ہوتا ہے بشرطیکہ شریعی حدودوں سے متجاہز نہ ہو۔

لیکن کسی بھی شخص کا یہ فرمانا کہ پیری مریدی منجور فی النقص ہے اور جو شخص کسی پیر سے بیعت ہوئے بغیر مر جائے وہ جنت میں داخل نہیں ہو سکتا، جہالت کے سوا کچھ بھی نہیں مولانا ذکر کیا اور امام غزالی جیسے حضرات ایسی غلط بات زبانی سے نہیں نکال سکتے کہ بیعت کے بغیر مسلمان کو نئی مغفرت ہو ہی نہیں سکتی۔

اور اگر فی الواقعہ مذکورہ بزرگوں نے ایسا فرمایا تو اسے قابل التفات تصور نہیں کیا جاسکتا۔ ادا اگر ایسی باتوں کے قابل التفات تصور کر لیا جائے تو پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ، امام اشاعریؒ جیسے لوگوں کا حشر کیا ہوگا جو یقیناً کسی بزرگ سے بیعت نہیں تھے اور اسی طرح وہ دنیا سے رخصت ہو گئے۔ کیا ایسے لوگ بیعت نہ ہونے کی پاداش میں جہنمی قرار پائیں گے۔ لا حول ولا قوۃ۔ پیری مریدی کے اندھے عاشقوں کو زبان کھولتے وقت یہ سوچ لینا چاہیے کہ ان کی بکواس کی زد میں کیسے کیسے حبیل القدر لوگ آجائے ہیں۔

### زنا کا کفارہ

سوال ۱۴۱: از محمد رشیدی، دہلی۔  
کوئی شخص کسی عورت کے ساتھ ایک عرصہ تک نہا کرتا رہے۔ پھر اس عورت سے نکاح کر لے تو کیا وہ

## جواب :-

ادب کا تقاضہ تو یہ ہے کہ نماز ٹوپی اور دھ کر پڑھی جائے۔ لیکن اگر کچھ لوگوں کے نزدیک ادب فردوسی نہ ہو تو غیر نماز تو بغیر ٹوپی کے بھی ہو ہی جاتی ہے۔ لیکن ہاتھ باندھے بغیر نماز پڑھنا کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتا جو لوگ ایسا کرتے ہیں ان ہی سے معلوم کرنا چاہیے کہ انھوں نے کن لوگوں کا مسلک اپنا رکھا ہے۔

محدثی جلد ہی نماز پڑھنا نماز کے ساتھ مذاق اور کھلاڑ کرنے کے مترادف ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک صاحب نے اس طرح نماز ادا کی تو آپ نے فرمایا: کہ تم نماز پھر پڑھو ابھی تمہاری نماز نہیں ہوئی اور اس کے بعد آپ نے یہ بھی فرمایا کہ نماز اس طرح پڑھو جس طرح میں پڑھتا ہوں۔ پھر مراحت کرتے ہوئے فرمایا کہ ایک ایک رکن کو اچھی طرح اور اطمینان کے ساتھ ادا کرنا چاہیئے

جو لوگ انسٹ نماز پڑھتے یعنی کسی بھی رکن کو کاحق ادا نہیں کرتے۔ ان کی نماز خدا قبول کر لے تو اس کا فضل ہو گا ورنہ ازراہ قانون ایسے لوگوں کی نمازیں کھوٹی اور بے قیمت ہی ہوتی ہیں۔

## ایک عظیم فتنہ

سوال :- از حافظ محمد علاؤ الدین، غازی پور

میں آپ کی توجہ اس فتنہ انگیز خبر کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں جو اردو بلیٹن، سہ ماہی شمع کی اشاعت میں میری نظر سے گزری بلیٹن نے یہ خبر روزنامہ ”جنگ“ لندن مورخہ ۱۸ فردوسی کے حوالے سے دی ہے کہ سعودی اخبار ”الدعوۃ“ کے مقالہ نگار سعدی الحمدین نے اپنی مخصوص ذہنیت کے پیش نظر یہ تجویز پیش کی ہے کہ گنبد خضرا کو مسجد نبوی سے الگ کر کے ڈھک دیا جائے

یا سجادہ کردیا جائے اور قبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو طہر کر دیا جائے۔ کیونکہ مقالہ نگار کے زعم باطل میں رد فتنہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی کے پہلو میں فتنہ ہے۔

مقالہ نگار اس تجویز پر حکومت سعودی عرب سے کیا رد حاصل ہوا، یہ معلوم نہ ہو سکا لہذا آپ سے گزارش ہے کہ آپ اپنی رائے صائب سے مطلع کریں کہ آیا یہ تجویز سنت و شریعت کی روشنی میں غلط یا فتنہ انگیز ہے یا نہیں؟ اور اگر یہ تجویز غلط یا فتنہ انگیز ہے تو آپ اپنے تازہ حسیدہ تجلی کے توسط سے مسلمانان عالم اور خصوصاً مسلمانان ہند کو بھوار کریں کہ وہ حکومت ہند کے ذریعہ سعودی عرب پر زور ڈالیں کہ الدعوۃ کے مقالہ نگار سعدی الحمدین کو ایسی سزا دے کہ آئندہ کوئی شخص ایسی مذموم حرکت کا مرتکب نہ ہو سکے امید ہے کہ آپ اپنے تجلی کے ڈاک سے مسلمانان ہند کو آگاہ کریں گے۔

## جواب

یہ اندوہناک خبر تو ہم بھی پڑھ چکے ہیں اور ہمیں بھی یہ خبر پڑھ کر اتنی ہی اذیت پہنچی ہے جتنی آپ کو یا اور درستی مسلمانوں کو پہنچی ہوگی۔ یہ بات تو سب ہی افسوسناک کہ مسلمانوں میں اب ایسے لوگ بھی پیدا ہوئے گئے ہیں کہ جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کو فتنہ تصور کرتے ہیں۔ العیاذ باللہ

لیکن اس سے زیادہ افسوسناک بات یہ ہے کہ عربوں میں سے کسی نے بھی شہری سعدی الحمدین کو ناپاک مقالہ پر کوئی احتجاج نہیں کیا اور نہ ہی ابھی تک مقالہ نگار سے کوئی باز پرس کی گئی۔

اگر سعدی الحمدین جیسے لوگوں کو مرتد اور قاتل اسلام سمجھ کر سزائے موت کا حق نہیں سمجھا گیا تو پھر آئندہ کیلئے اس سے زیادہ خراب گندی باتیں سننے کے لیے تیار رہنا چاہیئے۔

کافر اگر اسے کہتے ہیں کہ جس کے سر پر سنگ ہوں تو ابھی دنیا میں کوئی کافر پیدا نہیں ہوا۔ لیکن اگر وہ ہر شخص کو لایکا مسحق ہے جو خدا اور اس کے رسول کی توہین کا مرتکب ہو تو پھر سعد الحارثی جیسے لوگوں کو مسلمان کس خوش فہمی کی بنیاد پر سمجھ لیا جائے۔

کفار و شرکین اسلام کے حق میں خط ناک نہیں ہیں لیکن ایسے لوگ یقیناً اسلام کے حق میں خط ناک ثابت ہوں گے جو مسلمان ناموں کی وجہ سے مسلمان سمجھے جاتے ہیں حالانکہ وہ اسلام کے جانی دشمن ہیں۔

آج تک کوئی مسلمان یہ گستاخی نہ کر سکا کہ وہ رسول کو فتنہ قرار دے اور ڈنکے کی چوٹ قرار دے۔ یہ شرف سعد الحارثی کے ہی حصہ میں آیا ہے اور اس طرح انھوں نے رسول اقدس کے خلاف زہر مچھل کے اپنی بد بختی پر خود ہی مہر ثبت کر دی ہے۔ ایسے شخص کو اگر حبرم کے مطابق کوئی ہیبت ناک سزا نہ دی گئی تو ہمیں آئندہ اس طرح کی اور بھی باتیں سننے کے لیے خود کو تیار رکھنا چاہیئے۔

## دعوتِ ولیمہ

سوال نمبر ۱: سید شوکت جعفری، کانپور

یہاں ایک صاحبِ جماعت اسلامی کے رکن ہیں انھوں نے ۹ ربیعہ جمعہ نکاح کیا اور فوراً ہی ولیمہ کھلا دیا۔ پہن کی رخصتی رات میں ہوئی۔ اس پر بڑی چہ میگوئیاں ہو رہی ہیں مسئلہ بحث کا موضوع بنا ہوا ہے۔ دعویٰ کا رد جن لوگوں نے پڑھا سب اس سے اختلاف رکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ ناممکن ہے اگر ایسا حدیث سے ثابت ہے تو لوگ دو چار دن پہلے بھی دعوتِ ولیمہ کر سکتے ہیں کیا فردی ہے کہ شبِ عروسی کے بعد دعوتِ ولیمہ کیا جائے۔ مہربانی فرما کر جلد مفصل جواب دہم

جواب:

مسنون اور مشہور و معروف طریقہ یہی ہے کہ شبِ زفاف گزر جانے کے بعد ولیمہ کی دعوت کی جائے خدا جانے کہ کس دلیل کی بنیاد پر شبِ زفاف سے پہلے ہی ولیمہ رچا لیا گیا ہے۔ یہ بات تو جماعتِ اسلامی کے رکن ہی سے معلوم کرنی تھی اور ان ہی سے اس کی دلیل طلب کرنی چاہیئے تھی۔

جماعتِ اسلامی کے لوگ اس سلسلے میں تھوڑے سے آزاد خیال ہیں۔ وہ روایات و اقوال کی یا جزی قبول کرنے سے گریز کرتے ہیں اور ان کا یہ طرزِ عمل جماعتِ اسلامی کو بدنام کر رہا ہے۔

یہ بھی ممکن ہے کہ شبِ عروسی سے پہلے انھوں نے جو دعوت کی تھی وہ ولیمہ کی نیت سے نہ کی ہو، بلکہ یونہی کر دی ہو اور ولیمہ اگلے ہی دن ہوا ہو۔ یا یہ بھی ممکن ہے کہ ولیمہ کسی بھاری مجبوری کی وجہ سے پہلے ہی کر دیا گیا ہو، مجبوری میں تو بہر حال بہت سے ناجائز افعال بھی جائز ہو جاتے ہیں، مسنون اور غیر مسنون کی تو بات ہی کیا یہ تحقیق کرنا تو آپ ہی کا کام ہے کہ شبِ عروسی سے پہلے ہی ولیمہ کی دعوت کسی مجبوری اور مصلحت کے پیش نظر کی گئی ہے۔ اگر کوئی خاص وجہ نہیں تھی تو پھر ان کا یہ عمل خلافِ سنت ہے جس پر انھیں متنبہ کرنا ہی چاہیئے تاکہ دوسروں کو عبرت حاصل ہو۔

## وہی پرانی رٹ

سوال نمبر ۲: سید مصطفیٰ حسن، کانپور

۱۔ لڑکیوں کو کتنی تعلیم فردی ہے شرعی حیثیت سے ڈاکٹر، انجینئر یا نایا اس کی پڑھائی پڑھوانا کیسا ہے؟

ب۔ عورتوں، لڑکیوں سے آفس، دفتر میں کام کروانا کیسا ہے؟

ج۔ سیس گرل، کوک، ہارڈ ویئر شاپ پر عورتوں کا فائزر

ہونا کیسا ہے؟

یہ بھی موضوع بحث ہے کہ اسلام نے عورتوں، مردوں کو برابر بری کے حقوق دیے ہیں۔ لہذا تعلیم اور نوکری کے معاملہ میں بھی درجہ برابر ہے۔ کٹھن ملازم کے مسلمان اسکو نہیں مانتے ہیں وہ مذہب اسلام کو دنیاؤں بنانے پر تلے ہیں آج کا زمانہ قدم سے قدم ملا کے چلے گا نام ہے۔ اسلام کہیں سے بھی مانع نہیں ہے کہ عورتوں کو صرف جہاد دیواری کے اندر رہنا چاہیے۔ مثال کے طور پر مسلم ممالک جیسے پاکستان مصر وغیرہ۔

## جواب

ہمارے نزدیک تو لڑکیوں کیلئے بس اتنی تعلیم کافی ہے کہ وہ دین کے مسائل سے واقف ہو جائیں اور خط و کتابت یا سائیکر سکیں نیز اگر کہیں تکلیف کرنی پڑ جائے تو انھیں تنہا علم اور اتنی معلومات حاصل ہو کہ وہ دوسری سمات کے اذمان و قلوب میں اسلام کی حقانیت اور اسکے احکام و اوامر کی اہمیت اتار سکیں۔ لڑکیوں کو لکھریزی تعلیم دلانہ انھیں ڈاکٹر بنانا، انجینئر بنانا غلط ہے اور اس نیرت و امانہ کیساتھ پڑھانا بھی غلط ہے کہ وہ فاضلہ ہو کر سرکاری اونیورسٹی میں دفتروں میں ملازمت کرتی پھریں۔۔۔ موجودہ زمانہ میں جو مخلوط تعلیم رائج ہے اس سے شریعت ایک فیصلہ بھی اتفاق نہیں کر سکتی۔ اگرچہ امن اتفاق کسی ملک یا کسی شخص میں ایسے اسکول موجود ہوں جہاں لڑکیوں کو درس دینے کیلئے عورتوں کا انتظام ہو یا اگر مرد ہی درس دیں دیتے ہوں اور پردہ کا سخت اہتمام ہو تو کوئی مضائقہ نہیں۔ اگر لڑکیاں ایسے اسکولوں میں تعلیم حاصل کر کے ڈاکٹر اور انجینئر بن جائیں اور ایسے دفاتر میں ملازمت کر لینا بھی قیاحت نہیں دیکھا جہاں مردوں کے شانہ بشانہ اور مردوں کے برابر کام کرنیکی نوبت نہ آتی ہو۔۔۔ اگر اسی قسم کے اسکول اور یونیورسٹیاں موجود نہیں ہیں جہاں لڑکیوں کا معقول مزدور دست ہو اور ایسے دفاتر موجود نہیں ہیں جہاں عورتیں ہی کام کرتی ہوں اور مردوں کا دخول وہاں ممنوع ہو تو پھر لکھریزی تعلیم اور تعلیم کے بعد ملازمت و محنت کے حق میں مغل اور ذہن ہلاں ہی ثابت ہوگی۔۔۔ آپ کٹھن ملازمی کو لڑکیوں کے لئے جو قرآن و حدیث اور اسلامی شریعت میں تحریف و تبیس کر کے لکھ کر نہیں اور وہ مولوی آپ کے نزدیک معاملہ فہم اور محسن تہذیب

ہونگے جیسا کہ غرضی تمدن کے آگے بھٹ سے رکوع کر لیتا ہے اور وہ فوراً تہذیبی لٹھ کو مذہبی حدود میں کاٹ چھٹا کر شریعت کو دیتے ہیں جہاں تک لڑکیوں اور عورتوں کا معاملہ ہے تو خیرم یہ بات اپنے پلہ باندھ لیجئے کہ مرد اور عورتیں سو وقت تک مساوات نہیں ہو سکتی جتنک مرد و عورتوں کے مابین کے فرق سے نہ گزرنالڑے اور جیتنے والے سینوں پرستان رنگ آئیں۔ کیا مساوات پسند مرد اس بات کیلئے تیار ہیں لڑکیاں جہاں صاغت میں بھی نمایاں تبدیلی ہو جائے۔ اور وہ ہمیں اعتبار بخور تھیں ہم پر عیسویوں کیسے یہ بات انتہائی مضحکہ خیز ہے کہ اسلام نے مرد اور عورت کو برابر کے حقوق دیے ہیں۔ لہذا مرد اور عورت زندگی کے ہر کچھ پر ایک دوسرے سے پیوست نظر آئیں ایسی حقانہ بات اپنی زبان سے وہی خارج کر لیتا ہے کہ جو اسلام کی الف بے سے نا بلند ہو کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ قرآن اور حدیث کا وہ کون سا صفحہ ہے جہاں مرد اور عورت ہر اعتبار سے مساوی قرار دیکر یہ اعلان کر دیا ہو کہ جاداب تم زندگی کے ہر شعبہ میں ایک دوسرے سے ہم آہنگ نظر آنا اور ایک دوسرے کے شانہ بشانہ کام کرنا۔ اسلام نے بلا عورت محمد کو نکو گھر سے باہر نکلنے پر پابندی عائد کی ہے اور فرمایا ہے کہ اپنے گھر میں ہی رہو اور ایام جاہلیت کی طرح من صندوق کے گھروں سے نہ نکلو مرد و عورت کا اختلاف کا اسلام سخت مخالف ہے اور آپ فرمادے ہیں کہ موجودہ زمانہ میں عورت کو قدم سے قدم ملا کر چلنا چاہیے۔ ایسا جاہلیت کے مرد و عورت کو ذلیل خیال کرتے تھے اسے مولوی غلطیوں پر نذر آتش کر دیا کرتے تھے اسکے ساتھ وہ سلوک کیا کرتے تھے جہاں عورتوں کے ساتھ بھی نہیں کیا جاتا اسے زندہ دگوں کر دیا کرتے تھے اسلام نے ان ظالمانہ محرکات کی مخالفت کی اور یہ فرمایا کہ بحیثیت انسان عورت مرد سے کسی وجہ سے کم نہیں وہ کی حیوان نہیں لڑکے کے ساتھ حیوانوں کا سا سلوک کیا جائے کہ انسان ہے اور انسان کی طرح محاسن ہے۔ اس بات کو درجہ کیلئے کچھ کر یہ ثابت کرنا کہ اسلام نے مرد و عورت دونوں کو زندگی کے ہر میدان میں ساتھ ساتھ چلنے کی اجازت دی رکھی ہے ایسی جاہلیت ہے کہ جس پر جتنا بھی المسوس کیا جائے کم ہے۔ مرد اور عورت کے اختلاف نے جو تھنے پھیلانے کے طریقہ ہیں حیاتی اور بدنی جو ناک گھر گھر ہوتی ہے اسکو کھلی ہوئی آنکھوں سے دیکھنے کے باوجود قدم سے متکا ملا کر چلنے کی خواہش کرنا اور مولویوں پر یہ زور ڈالنا کہ وہ اس سلسلے میں جواز کی راہیں پیدا کریں۔ اگر ایسا لیا نہیں تو پھر اور کیا ہے؟ اسلام کہتا ہے کہ عورتیں ایک سولہ سو دو بار نہیں ڈسا جائیں اور ہمارا عالم یہ ہے کہ ہم جن سورتوں پر ہر مذہب سے جا رہے ہیں ان سورتوں میں انگلیاں دینا چاہا فرض نہیں بنا ہوا ہے۔ جو علماء محاسن اور عورت پسند ہیں وہ کسی کی ہوشی کو شوشوں کا کھلنا نہ بننے کی اجازت کیسے دے سکتے ہیں۔

مترجم عبدالحکیم فلاحی

# اسلام کی راہ اعتدال

اور اللہ کا رزق تلاش کرنے کا حکم، یا گلیا ہے۔  
اس نئے ہیم بلا خوف تردید یہ کہہ سکتے ہیں کہ اسلام نہ  
تو روحانیت اور مادیت کے درمیان فرق کر رہا ہے۔ اور  
نہ عبادت کے ساتھ حصول رزق کا جدید ہی کو غیر روحانی  
فعل قرار دیتا ہے، بلکہ دنیا اور دین کے درمیان اعتدال و  
توازن کی راہ دکھا رہا ہے۔ اس کی بہت سی عبادات ایسی ہیں  
جو سنسان، جنگوں، اور بیابانوں میں رہ کر ادا ہی نہیں کی جاسکتی ہیں  
اسلام دنیا کے ہنگاموں سے دور خانقاہوں اور غاروں میں  
گوشہ نشینی کی اجازت نہیں دیتا ہے، بلکہ وہ ایسے نئے دلوں کو  
دنیا کے ہنگاموں کے بیچ لاکھڑا کر رہا ہے، اور اسی میں حصول  
فلاح کی تلقین کرتا ہے۔ اسلام عبادت کے ان تصورات  
کی نفی کرتا ہے، جو توراۃ و انجیل میں بیان کیے گئے ہیں۔ یا  
دوسرے مذاہب میں پائے جاتے ہیں۔ انھیں غلط تصورات  
کو ختم کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو  
اسلام کی متوازن تعلیمات کے ساتھ مبعوث فرمایا۔

قرآن، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی غرض و

غایت ان الفاظ میں بیان کرتا ہے۔

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَبِالْغَايَةِ الْمَقْصُودَةِ ۚ

سورہ جمعہ کے آخری رکوع میں انتہائی جامع اور بلیغ  
انداز میں اسلام کی حقیقت واضح کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ  
مومنوں سے فرماتا ہے کہ اے ایمان والو جب جمعہ  
کی اذان ہو جائے تو غصہ و حسد و خست اور زندگی کی ساری  
سرگرمیوں کو چھوڑ کر مسجد کی طرف لپکو، یہ تمہارا حق ہے۔ اگر تم  
سہمے۔ اگر تم جانتے ہو، اور جب نماز ادا نہ ہو جائے۔ تو  
زمین میں پھیل جاؤ، اور اللہ کا رزق تلاش کرو اور اللہ کی یاد کرو  
تو قے ہے تم کامیاب رہو گے۔

جب ہم ان آیات کا گہری نظر سے مطالعہ کرتے ہیں تو  
معلوم ہوتا ہے کہ ان کے اندر اسلام کا ایک اہم اصول  
بیان کیا گیا ہے۔ اور اس کی بلند خصوصیت کو نمایاں کیا گیا  
ہے، جو اسلام کو دوسرے مذاہب سے ممتاز کرتی ہے اور  
وہ یہ ہے کہ اسلام نے حقیقی اہمیت عبادت کو دی ہے، اتنی  
مادی امور کو بھی دی ہے۔ اس نے مادیت کو نظر انداز نہیں کیا ہے  
بلکہ ان آیات سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ نماز سے پہلے خرید و  
فروخت کا ذکر ہے، یا بالکل یہ دنیا و مادی اور مادیت سے متعلق  
ہے، پھر نماز اور توجہ الی اللہ کا ذکر کیا گیا ہے۔ اور نماز  
ختم ہونے کے بعد مسجد میں بیٹھے رہنے کا حکم ہے، بلکہ زمین میں پھیل جانے



بِالْهُدَىٰ وَدِينٍ مُّسْتَقِيمٍ رسول کو ہدایت اور دین حق  
عَلَىٰ الدِّينِ مُكْتَمَلًا کے ساتھ بھیجا تاکہ رسول اسے  
تمام ادیان پر غالب کر دے۔

اسلام سے پہلے دنیا میں مختلف قسم کے رسم و رواج اور  
عبادات کے طریقے رائج تھے۔ ان میں کچھ تو قدیم آسمانی کتابوں  
کی محض تعلیمات تھیں، اور بعض بدعات اور خرافات تھیں  
جو عبادت کے نام پر گھڑی گئی تھیں۔ بعض مذاہب نے رسم و  
رواج اور مظاہر میں مبالغہ پسند کیا کہ روح و اخلاص کا جنازہ  
نکال دیا اور ان کے محض ظاہر داری اصل دین بن گئی اور بعض دوسرے  
مذاہب نے انتہا پسندی اور تشدد کی راہ اختیار کی۔ حتیٰ کہ وہ  
تشدد پسندی، خود انھیں کے لیے اصرار اور اغلال بن گئی، اور بعض  
نے رخصتوں میں اس قدر غلو سے کام لیا کہ عبادت کو کھیل تماشا  
بنا کر رکھ دیا۔ ان تمام مذاہب میں دنیا کے سلسلے میں عجیب  
طرح کی تعلیمات ہم کو ملتی ہیں۔ کوئی دنیا میں انسان کو تعلیم  
دیتا ہے، تو کوئی ترک دنیا اور رہبانیت کی تعلیم دیتا ہے۔ یہ  
دونوں تعلیمات تورات اور انجیل کا حصہ ہیں اس لیے مناسب  
معلوم ہوتا ہے کہ ”مشتے نمونہ از خرد دارے“ کے طور پر ذرا ان  
کی تعلیمات کے کچھ اقتباسات دیکھتے چلیں۔

توراة کے مطالعہ سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ اس  
میں روحانیت کا کہیں نام و نشان تک نہیں ملتا۔ ہے، اور آخرت  
کے تصور سے بالکل خالی نظر آتی ہے۔ مشر و وعدہ و عہہ کا ذکر  
ملتا ہے۔ لیکن ان کا تعلق بھی مشر اسی دنیا کی حد تک ہے،  
اس کے برعکس مادی رجحان پروری توراة میں غالب نظر آتا ہے  
اور اسی کی ترغیب اور ذکر سے پروری توراة بھری پڑی ہے  
زرخیزی، صحت، دولت و ثروت، درازی عمر اور ان  
کے علاوہ دوسری دنیوی نعمتوں کو انسان خداوندی قرار دیا  
گیا ہے۔ اور قحط، موت، مرض، وبا اور فقر و فاقہ کو سزا  
اور عذاب سے تعبیر کیا گیا ہے۔ درج ذیل ائمہ اسات  
سے یہ حقیقت پروری طرح آشکارا ہو جاتی ہے۔

”اے اپنے آباء و اجداد کا احترام کرو، لمبی عمر پاؤ گے“  
جب تم میری اطاعت کر گے، اور میری وصیت کا لحاظ

کرو گے۔ تو میں دقت سے پائی برساؤں گا، اور زمین اپنے  
پھلوں کو نکالے گی۔

دوسری طرف انجیل کی تمام تعلیمات کا زور اس بات  
پر ہے کہ کثافتوں سے بھری دنیا، روح کے لیے سراسر  
عذاب ہے۔ اور اس کو ہر لذت ذات و حقارت کا مسکن  
قرار دیا گیا ہے۔ دنیا سے کنارہ کشی اور رہبانیت کی  
بڑی حوصلہ افزائی کی گئی ہے، بلکہ اسی کو دین و تقویٰ کی۔  
مروج بتایا گیا ہے۔ اور اس کا ان تمام آسمانی بادشاہت  
قرار دیا گیا ہے۔ مثال کے طور پر چند اقتباسات  
ملاحظہ فرمائیے۔

”و آسمان کی بادشاہی (جنت) میں کوئی مالدار نہیں نکل  
ہوگا، یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے نوک میں داخل ہو جائے“  
ایک مرتبہ عیسیٰ نے ایک نوجوان سے فرمایا۔ ”اگر تم کامل  
نومن بننا چاہتے ہو تو جو داؤ اپنی جائیداد بیچ ڈالو اور اپنی دولت  
فقراء میں تقسیم کر دو۔ پھر آؤ میری پیروی کرو۔“ ایک  
مرتبہ انھوں نے اپنے نوکریوں سے فرمایا۔ ”تم کھلنے  
پھلنے کی چیزیں نہ تلاش کرو۔ اس لیے کہ یہ غریب نومن لوگوں  
کا کام ہے۔“

انجیل کی ان تعلیمات سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس دنیا  
میں انسان کے لیے کوئی حصہ نہیں ہے۔ بلکہ یہ دنیا انسان کے  
لیے قید خانہ ہے۔ اور جسم و روح کے لیے قفس ہے۔ اور  
دینداری۔ اور دنیا داری ایک دوسرے کی ضد ہیں اور اس  
کے ماننے والے دنیا کی ذمہ داریوں اور اس کے تعلقات سے  
باہر نجات کی کوئی راہ ڈھونڈتے ہیں۔ ان لوگوں کے نزدیک  
مادیت، روحانیت کے منافی سم ہے۔ بلکہ روحانی ارتقاء کے لیے  
مادی اخطا یا مادیات سے بے تعلقی ناگزیر ہے۔

ان تفصیلات سے واضح ہو گیا کہ توراة و انجیل، انفرادی  
تفسیر پر ہی راہ دکھاتی ہیں۔ توراة مفسر دنیا اور اس کے زخارف  
کے جمع کرنے پر زور دیتی ہے اور آخرت کا کوئی نام و نشان اس  
میں نہیں ملتا۔ اور انجیل نے دنیا اور اس کی نعمتوں کی اس قدر  
تحقیر و تذلیل کی ہے کہ اپنے پیروں کو اس کی آلودگیوں سے دور

جنگلوں میں جا بٹھاتی ہے۔

لیکن اس کے برعکس قرآنی تعلیمات اور شرائط میں ہیں انتہائی اعتدال و توازن نظر آتا ہے۔ اور یہی اس کی تعلیمات، اور دوسری کتب سماوی کی تعلیمات کے درمیان جو ہمہ گیر امتیازی فرق ہے اس نے انسان زندگی کے جس شعبہ سے متعلق جو ہدایت دی ہے، اس میں روح اعتدال کو پوری طرح باقی رکھا گیا ہے، اور حقیقت یہ ہے کہ یہی اعتدال اور توازن ایک ایسی اور ابدی حقیقت کے نشان یا نشان بھی ہے جو ہر خطے اور طبقے کے لیے آئی ہو، اور جس کو ہر دور میں انسان کی رہنمائی کرنی ہو۔ قرآن میں روحانیت اور مادیت کا پورا الحاق رکھا گیا ہے۔ وہ دنیا اور آخرت دونوں کو اہمیت دیتا ہے۔ بلکہ دنیا کو آخرت کی کامیابی کا زمیہ قرار دیتا ہے۔ قرآن اپنے ماننے والوں سے ترک دنیا اور رہبانیت کا مطالبہ نہیں کرتا ہے، بلکہ اسے عیسائی مروجہ قرار دیتا ہے۔ اس کی نظر میں ایسی عبادت کوئی وزن۔ اور اہمیت نہیں رکھتی ہے جو جنگلوں اور بیابانوں میں ادا کی جاتی ہے۔ اس نے کبھی اپنے پیروؤں سے یہ نہیں کہا کہ تمہارا دنیا میں کوئی حصہ نہیں ہے۔ بلکہ وہ کہتا ہے کہ اس دنیا میں ہر شخص کے لیے، ایک متعین حصہ ہے۔ چاہے کوئی مومن ہو یا کافر۔

قرآن مسلمانوں سے کہتا ہے، کہ اس دنیا کو کام میں لاؤ اور اسے آباد کرو، اور اس کے اندر جدوجہد کر کے حلال اور پاکیزہ رزق حاصل کرو۔ جیسا کہ ”سودہ ملک میں ہے“

فَاْمْسُوْا اِیَّیْ مَنَاکِبِہَا وَکُلُوْ مِنْ ثَمَرِہَا

زمین سے شاؤ پھل چھو بھرو اور اس کے رزق کو کھاؤ۔

اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ انسان اس دنیا سے ناکہ اٹھا کر دنیا کی نعمتیں اسے خدا کی یاد سے غافل نہ کر دیں۔ وہ مادیت کے جال میں پھنس کر روح کی اصلاح سے بے فکر نہ ہو جائے۔ اس دنیا کی لچسبیاں اسے آخرت کے حقائق سے غافل نہ کر دیں اس لیے کہ اگر وہ خدا اور آخرت کو بھول گیا تو بہت ممکن ہے کہ وہ خود اپنے مقصد و جو کو بھی فراموش کر دے۔ جیسا کہ

وَاللّٰہُ تَعَالٰی فرماتا ہے: ”اے ایمان لانے والو اللہ سے ڈرو۔ اور ہر نفس کو دکھانا چاہیے کہ اس نے آنے والی زندگی کے

لئے کیا بھیجا ہے۔ بلاشبہ اللہ تمہارے اعمال سے باخبر ہے اور تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنہوں نے اللہ کو بھلا دیا۔ پس وہ خود اپنے آپ کو بھول گئے۔ یہی لوگ دراصل مدکر دار ہیں سورہ حشر۔ یہ آیت بتاتی ہے کہ خدا فراموشی کا نتیجہ، خود فراموشی ہے۔ جب انسان خدا کو بھول جاتا ہے تو وہ یقیناً اپنی حیثیت اور مقام و مرتبہ سے غافل ہو جاتا ہے۔ اور پھر اس کے سامنے زندگی کا کوئی مقصد نہیں رہ جاتا۔ اور دنیا کی ظلمتوں میں اُدھر اُدھر بھٹکتا پھرتا ہے۔ جیسا کہ سیود و نصاریٰ کا حال ہوا

اسلام کے نزدیک صاب سے بڑی عبادت، بلکہ اصل عبادت یہ ہے کہ آدمی زندگی کے سارے معاملات میں خدائی ضابطوں اور اصولوں کی پابندی کرے، اور ہر وقت خدا اور آخرت کے تصور کو ذہن و دماغ کا نگہبان بنائے رکھے۔ اس کو ہر لمحہ تازہ رکھے ایک سیکند کے لیے بھی اس تصور کو فراموش نہ ہونے دے اس کے بعد وہ انسان کو دنیا کے اندر ہر طرح کی سعی و جدوجہد کی پوری آزادی دیتا ہے۔ اور اس کی حوصلہ افزائی کرتا ہے۔

جو مسلمان مسجدوں میں اذان سن کر فوراً حاضر ہوتے ہیں وہ درویش اور گوشت خور مشرک راہب نہیں ہوتے ہیں بلکہ قرآن کے الفاظ میں ”وہ ایسے لوگ ہیں جنہیں تجارت اور خرید و فروخت اللہ کی یاد کرنے، نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے سے غافل نہیں کرتی ہیں۔ وہ دنیا میں رہ کر بھی اس دن کی ہولناکیوں سے ڈرتے رہتے ہیں۔ جس دن آنکھیں اور دل بدل جائیں گے۔ یہ لوگ ایسے ہیں جو دنیا کی کاروبار میں لگے رہنے کے باوجود حقوق اللہ کی ادائیگی سے غافل نہیں رہتے۔ اور یہی طرز عمل مطلوب اور اللہ و رسول کے نزدیک پسندیدہ ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دین میں غلو کو سختی سے ناپسند فرمایا ہے۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ کچھ لوگ ازدواج مطہرات کے یہاں آپ کی عبادت کے متعلق دریافت کرنے آئے۔ اور انہوں نے یہاں تک کہ انہوں نے انہیں دیکھا کہ انہوں نے ہمیشہ رکوع و سجود میں رہتے ہوئے راتیں قیام اور

دوسرے کلاس میں آخری کے ضروری ہونے کی ایک سرکاری پیش کی گئی ہے۔ جس لڑکی زندہ دفن کر دیا گیا ہے۔ آخر اس کی کہیں تو دوسری جونی چاہیے اور جن ظالموں نے یہ ظلم کیا آخر کبھی تو وہ وقت آنا چاہیے، جب ان سے اس بے دردانہ ظلم کی باز پرس کی جائے۔ دفن ہونے والی لڑکی کی فریاد دنیا میں تو کوئی سننے والا نہ تھا۔ جاہلیت کے معاشرے میں اس نعل کو بالکل جائز کر رکھا گیا تھا۔ نہ ماں باپ کو اس پر شرم آتی تھی، نہ خاندان میں کوئی ان کو ملامت کرنے والا تھا، نہ معاشرے میں کوئی اس پر گرفت کرنے والا تھا۔ پھر کیا خدا کی خدائی میں یہ ظلم عظیم بالکل ہی بے دادرہ جانا چاہیے؟

### بقیہ:۔ تجلی کی ڈاکٹر۔

وہ جلتے ہیں کہ عورت بس اس وقت تک محفوظ ہے جب تک وہ اپنے گھر کی چار دیواری میں مقید ہے اور جب ۔۔۔ وہ اپنے گھر سے نکل کر ادھر ادھر ہو جاتی ہے تو وہ خطرات میں گھر جاتی ہے شیا میں اس کا تعاقب کرتے ہیں، اس کو گرا کر لٹا جاتے ہیں، اس کو غلطہ اپوں پر ڈال کر اسے معاشرہ کا نامور بنا جاتے ہیں۔

بجائے اس کے کہ ایسے علماء کی قدر کر جائے جو ہماری بیٹیوں کی عزت و ناموس کا احساس رکھتے ہوں۔ ہمارا عالم یہ ہے کہ ہم انھیں دنیاؤں سے کہتے ہیں، کھٹ ملا کہتے ہیں اور پتہ نہیں کہ کیا کیا ان پر الزامات لگاتے ہیں۔

مولویوں کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ کسی شخص کو زبردستی اس بات پر مجبور کر لیں کہ وہ اپنے گھر کی عورتوں کو گھر سے باہر نہ نکلنے دیں وہ عشرت بے پردگی اور آزادی کی تباہیوں میں ان کے اسلامی شریعت کا مزاج عوام کے سامنے رکھ سکتے ہیں۔ کیا ضروری ہے کہ عوام مولویوں کی نصیحتوں پر کان دھریں۔ عوام اگر اپنی ماں بہنوں اور بیٹیوں کو ملازمت کی کرسیوں پر بٹھا کر یا انھیں غیر مردوں کے روپر و کھڑا کر کے مطمئن ہوں تو کسی مولوی کی مجال جو دم مار سکے۔

لیکن یہ بات تو قرین شرافت نہیں کہ آدمی عورتوں کو میدان مساوات میں دھکیلے ہوئے اس بات پر زور دے۔ باقی برصغیر ۱۹۷۷

دن صیام میں گزارتے ہوں گے، نہ سوتے اور نہ آرام کرتے ہوں گے، اور نہ بیویوں سے تعلق رکھتے ہوئے گے۔ لیکن جب انھیں آپ کی عبادت کا حال بتایا گیا تو ان لوگوں نے اسے کم سمجھا، اور کہنے لگے۔ ہمارا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا مقابلہ ہے۔ آپ کے گوشام اگلے پچھا گئے۔ بخش دیئے گئے ہیں۔ چنانچہ ان میں ایک نے کہا کہ میں ہمیشہ رات بھر نمازیں پڑھوں گا۔ دوسرے نے کہا کہ میں ہمیشہ روزہ رکھوں گا۔ اور تیسرے نے کہا میں عورتوں سے دور رہوں گا۔ اتنے حضور باہر تشریف لائے۔ اور انتہائی سخت لہجے میں فرمایا کہ تم ہی لوگ اس طرح کی باتیں کر رہے تھے۔ یاد رکھو! میں تم میں صدمہ سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں اور تم لوگوں سے زیادہ متقی ہوں لیکن میں نماز پڑھتا ہوں اور راتوں کو سوتا بھی ہوں، روزے رکھتا ہوں اور نہیں بھی رکھتا ہوں، اور عورتوں سے تعلقات بھی رکھتا ہوں۔ یاد رکھو! جس شخص نے میری سنت سے انحراف کیا، اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ العیاذ باللہ اس طرح اپنے انھیں اسلامی زندگی کا صحیح تصور دیا، اور اسلام کی حقیقت انھیں سمجھائی، اور واضح کیا کہ اسلام میں انحراف اور افسردہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ بلکہ یہ معتدل اور متوازن طریقہ زندگی ہے۔ اور یہی دین فطرت انسانی کے عین مطابق ہے۔

### بقیہ:۔ آخرت پر ایمان لائی دعوت

جو انفاذ میں بیان کیے بغیر خود بخود اس کے ٹھوٹی۔ سے ظاہر ہوتے ہیں۔ ایک یہ کہ اس میں اہل عرب کو یہ احساس دلایا گیا ہے کہ جاہلیت نے ان کو اخلاقی پستی کی کس انتہا پر پہنچا دیا ہے کہ وہ اپنی ہی اولاد کو اپنے ہی ہاتھوں زندہ درگور کرتے ہیں۔ پھر بھی انھیں امراد ہے کہ اپنی جاہلیت پر قائم رہیں۔ اور اس اصلاح کو قبول نہ کریں گے، جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر سے ہوئے معاشرے میں کرنا چاہتے ہیں

## نوٹ

محترم شہر، نوید صاحب عثمان علی دہلوی دنیا کی معروف شخصیت میں آپ تقریباً چار  
ہجری سال سے ایک مہارت اہم اور اخلاقی موضوع پر ہندی میں کام کر رہے ہیں اور یہ اہم  
اور اخلاقی موضوع ہے ہندو مت اور اسلام کی مشترکہ بنیادیں تلاش کرنا اب چونکہ ہمارا دینی اور  
اخلاقی لحاظ زیادہ تر اردو زبان ہی ہے اس لیے میں نے محترم عثمان صاحب کے ہندی زبان میں  
میں پورے کام کو اردو میں پیش کرنے کی ہر بات کی ہے تاکہ محترم شخص نوید صاحب کی اس عظیم  
خدمات سے نہ منکر ہمارے اردو زبان حضرات واقف ہو سکیں تاکہ اگر ممکن ہو اختلاف کی گنجائش  
ہے تو اس پر بھی کھل کر اظہار خیال کیا جاسکے اس لئے کہ انسان غلطی سے پاک نہیں ہے غرض  
عثمان صاحب سے بھی غلطیاں ہو سکتی ہیں اور اگر کوئی ایسی بات ہے تو آگے بڑھنے سے پہلے  
اس کی اصلاح ضروری ہے۔

محترم شخص نوید صاحب نے اپنے اس مضمون میں وحدت مذہب کی جو بنیاد تلاش کی  
ہے اس کی کیا اہمیت اور حیثیت ہے تاہم یہی سچائی کی راہ ہے اس ذیل میں یقیناً کافی اہمیت  
کی حامل ہوگی۔ دینی اقبال اور امتداد و محاورہ و مہیور دہلوی

## آدم، منو اور برہما

## سناتن عالمی مذہب کی سہ انسانی بنیاد؟

جسم کی قوت و توانائی نہاد و بر باد ہوتی چلی جائے گی۔ جہاں  
انسانیت منظم طور پر دیگر لوگوں میں تقسیم ہوتی ہمارے ہر وہاں  
اس کا نتیجہ موت کی شکل میں ہی برآمد ہوگا۔ اس لیے اچھے مقام  
کی ضرورت میں نہیں۔ سارک باد کی سختی ہے وہ زمین جو علم  
سائنس کی ترقی کے باعث ایک ہو رہی ہے۔ لیکن بڑی  
باعث مشہور ہے۔ ہر بات انسان کے لئے کہ وہ بتدریج  
دھتوں میں تقسیم ہو جائے گا۔ ہمارے اس دنیا کا خوش  
کن من، اور اس میں اور اتحاد کے وقت انسانیت کی  
تقسیم کارل خراس دھماکا ہے۔ یہ دھماکا کتنا تکلیف دہ اور

ایک طرح ہمارے دنیا علم و سائنس کی ترقی کے باعث  
بڑی تیزی کے ساتھ سمٹ کر ایک گھبر کی شکل اختیار کرتی  
ہو رہی ہے۔ تو دوسری جانب اس سے بھی زیادہ تیز رفتاری  
کے ساتھ اس دنیا کے انسان مسلم اور کافر، مذہب اور  
لا مذہب، دو گروہ ہیں۔ اس دنیا کی تقسیم اور بٹاؤ بھی کرتے  
جا رہے ہیں۔ دوسرے الفاظ میں دنیا ایک ہو رہی ہے  
اور انسانیت، لوگوں میں تقسیم ہو رہی ہے۔ اور انسان  
کے جسم کے دو گروہ ہونے کا مطلب ہے۔ ..... دونوں کی  
یعنی موت، جسم کا جو حصہ کاٹا جائے گا، ختم ہو جائے گا۔ اور باقی

باب کہے۔ اور بے دینی کے طوفان میں دین کی درجہ نشینی کو اصل اور سناق دھرم کے ساحل پر لگائے۔

اسلام کا بنیادی دعویٰ ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبی آخر الزماں، آخری زمانہ، کل نیک میں وہ آخری اوتار ہیں جو انسان ہیں۔ اور قیامت تک کے لئے جن کا لایا ہوا مذہب اسلام تھا انسانوں کی نفع یا الی کا ماضی ہے۔

اگر یہ دونوں مذہب اپنے ان اہم دعویٰ میں جیتے ہیں تو آفاقی مذہب یعنی طور پر سناق آفاقی مذہب کا سلسلہ منقطع نہیں بلکہ جڑا ہوا ہے۔ اس لئے کہ ان دونوں مذہب کو کسی نہ کسی طرح اپنی اصل بنیاد پر ایک ہونا چاہیے اور بے لاگ سچائی کے ذریعہ اس اصل دین کی تحقیق کرنا بھی لازمی ہے۔ چاہے اصل بنیاد کی حقیقت کو زمانہ کے الٹ پھیر میں شیطانی طاقت نے کتنا ہی بے حقیقت اور بے وزن کیوں نہ بنادیا ہو اور چاہے یہ حقیقت آج کے انسان کی تیز نگاہی سے کتنی ہی اوجھل کیوں نہ ہو گئی ہو۔ لیکن جیسے ہی وہ اصل اور خالص وحدت سامنے آئے گی۔ یہ دونوں عظیم مذہب نوراً ایک دوسرے کو پہچان لیں گے۔ کہ یہ دونوں اپنی اصل اور بنیاد کے اعتبار سے ایک ہی ہیں۔ اس دن ہندو اور مسلمان یکساں ٹھہریں گے کہ اصل سناق ہندو دھرم قدیم اسلام ہی تھا۔ اور اسلام ہندو مت کا ہی جدید اور آخری ایڈیشن ہے۔ جس کو مذہب میں پھیلی ہوئی برائیوں سے پاک کر کے اس دنیا کے مالک، برہم (خلا) لاشریک نے ہندو مت کے ہی آخری اوتار، مکمل اوتار، اور پاک زبان میں آخری رشی "نراشن" کے ذریعہ سادے عالم کی بھلائی کے لئے بھیجا ہے۔ جیسے ڈاکٹر وید پرکاش آپادھیائے جی نے اپنی دو تحقیقی کتابوں "مکمل اوتار" اور "محمد صاحب" اور "نراشن" اور آخری رشی، میں ثابت کیا ہے۔ کہ سنسکرت میں "نراشن" محمد کا ہی معنی لفظ ہے۔ یہ دونوں مذہبوں کا عظیم مہلاب جس کی سنہری کریم زمانہ کے انقلابی افق پر چمکنا شروع ہو گئی ہیں۔ اسی کا کچھ انقلابی خواص ہمارے ایک نہایت معروف دینی بزرگ جناب دوپکاوند نے آج سے بیسی سال قبل اس طرح دیکھا تھا۔

ادیت ناک، حادثہ ہے۔ جیسے خاص شادی کے پرسترت لوگوں میں دلہا کو موت آجائے۔ جوہری بم کا دھماکا تو صرف ہیرہ رشیما، اور ناگاس کی دو جزیروں تک ہی محدود تھا۔ لیکن اس دھماکے نے ساری دنیا کو ہلا مارا ہے۔

ہے کوئی جو اس خاموش طوفان کے تباہ کن سیلاب کا رخ موڑ سکے۔ شائع عبادت ہی رفتہ رفتہ اس عظیم کاک کی تکمیل کی اہلیت خدا کے فضل و کرم سے اپنے اندر پیدا کرنا چاہیے۔ عبادت جو جانتا ہے کہ ایک ملک کے دو حصے ہو جائے ہیں کسی قدر درد ہے۔ وہی اس درد کا احساس کرے تو ایک دیس نہیں، ساری دنیا کا آسٹک (مذہبی) اور ناسٹک (لامذہب)، دونوں میں بٹوارہ کیسا تکلیف دہ اور کیسا افسوسناک ہے؟

اور اس دھماکے کی خاص فشر بھی عبادت پر پڑتی ہے، یا عرب پر۔ سناق ہندو مت پر پڑتی ہے۔ یا اسلام پر۔ اس لئے کہ اگر عبادت نے تاریخ میں یہ ثابت کر دکھایا کہ ساری دنیا کے تمام مذاہب ایک خطہ زمین پر مبدیوں تک زندہ رہ سکتے ہیں۔ تو عرب نے اسی تاریخ میں یہ حقیقت عیاں کر دکھائی ہے کہ ایک خدا کی عبادت کا احساس بیدار ہو جائے۔ تو اسی خدا کے گھر "برہم تیرتھ" خانہ کعبہ میں سارے مذہب سمٹ کر ایک مذہب بن سکتے ہیں۔ اور ایک برہم تیرتھ میں ساری اقوام عالم اپنا گھر اپنا وطن چھوڑ کر خدا کی عبادت کے لئے ہر سال حج کے موقع پر جمع ہو سکتی ہیں اور ہر روز پانچ بار خدا کی عبادت کے وقت اپنے اپنے وطن میں اسی "برہم تیرتھ" کی جانب اپنا منہ کر سکتی ہیں اور عالمی دھماکے کی خاص فشر ہندو مت اور اسلام پر اس لئے پڑ سکتی ہے کہ دونوں کا ہی یہ بڑا دینی دعویٰ ہے کہ یہ دونوں تمام سلسلہ مذہب کی ابتداء اور انتہا ہیں اور اس وجہ سے تمام دنیا میں سارے مذہبی جذبات و احساسات کا بنیادی تعلق ان دونوں سے ہی ہے۔

ہندو مت کا بہت قدیم اور بنیادی دعویٰ یہ ہے کہ انسانی ارتقاء اور علم الہی کی ابتداء ہمارے یہاں سے ہو چکی ہے اور اسی باعث ہندو مت کا فرض ہے کہ ساری دنیا کو نفع

ہماری مادر ارض کی بھلائی اس میں ہے کہ اس کے دولوں  
مذہب (ہندو اور اسلام) مل کر ایک ہو جائیں۔ دیکھ ذہن  
اور اسلامی جسم کے امتزاج سے جو مذہب قائم ہوگا۔ وہی  
بھارت درش کی امید ہے۔

یہی وہ تاریخی الفاظ جو جناب دوکینندی جی سے  
پرطال، دوراندیش اور مجسم ایثار ہندو نے اپنے ایک خط میں  
تحریر کیے تھے۔ جیسا کہ گیارہ پندرہ تیرہ یکا، مارچ ۱۹۶۳ء  
کے شمارہ میں ان کے مدرسہ الیوم پیدائش کے موقع پر شائع  
ہونے والے ایک بہت ہی اہم مضمون میں مشہور و معروف  
محقق اور مذہبی مفکر جناب رام دھاری سنگھ دکر جی نے  
لکھا ہے۔ اور دکر جی نے یہ بھی لکھا ہے کہ پیش گوئی کی خصوصی  
قوت دوکینندی جی میں اس لیے تھی کہ وہ دنیا سے اچھی طرح  
واقف تھے۔

آہ! کیسا مخلص تھا وہ دوکینندی جس کی مذہبی فکر کا یہ  
انداز تھا۔

نرمیزد ناتھ (مواہی دوکینندی) کو ایک طرف بلا کر شری  
رام کرشن پریم ہنس نے کہا "میں تمہیں مطلوبہ کمال (کرامات) دینا  
چاہتا ہوں۔ تمہیں بہت سے بڑے بڑے مذہبی کام انجام  
دینا ہیں۔ تمہیں اس کی ضرورت ہوگی! بولو لو گے؟ ایک  
عجیب انداز سے نرمیزد ناتھ نے پوچھا "کیا اس سے مجھے دینی  
مفاد حاصل ہوگا؟۔ پریم ہنس نے کہا "نہیں۔ دینی مفاد تو اس  
سے حاصل نہیں ہوگا۔ نرمیزد ناتھ نے غریب جذباتی انداز میں کہا  
جن طاقتوں سے مجھے دینی مفاد حاصل نہ ہو کر صرف شہرت ہی  
حاصل ہو، ان کی مجھے ضرورت نہیں ہے۔"

(نرمیزد ناتھ - اکتوبر ۱۹۵۶ء مضمون نمبر ۱)

اخلاص اور لورائیت نے اس چہرہ کو کیسا منور کر دیا  
ہوگا، جس کے منہ سے ایسے بے غرضانہ الفاظ نکلے ہوں گے  
جن طاقتوں سے مجھے دینی مفاد حاصل نہ ہو کر صرف شہرت ہی  
حاصل ہو ان کی مجھے ضرورت نہیں ہے۔ میں اگر اس وقت  
موجود ہوتا تو شدت جذبات میں اسلام کی جانب سے اس  
ویدانتی چہرہ کو بچھو لیتا اپنا مذہبی فریضہ تصور کرتا۔

اگرچہ اصل اور خالص اسلام کو وہ ایک پرہیزگار  
نما ہے۔ ایک خداداد سہ اولی نہیں، وحدانیت کو پورے  
طور پر قبول ہے۔ لیکن وہ انت اور مسلمان ہونیوں کی طرح  
اس کے کوئی ایسے معیار قبول نہیں ہیں کہ کائنات خود خدا بن  
جائے، پجاری نہ رہے منتر پوجا بنے والا بن جائے۔ بشری  
دوکینندی اس فرق سے فرد و واقف ہوں گے۔ لیکن وہ  
اسی طرح اس سہائی۔ اس حیرت انگیز سہائی سے بھی نادانف  
نہیں ہوں گے۔ کہ مذہب ہی سہی محبت کی ایک ایسی عجیب و  
غریب دنیا ہے جس کی حقیقی کوششوں کا نشاد سچی محبت ہے اور  
اعتیاد کا احوال بھی دل میں فرق لانے والا نہیں۔ اسی باعث  
انھوں نے یہ امید سارے بھارت درش کی جانب سے  
کی اور ان جیسے انسان کو اس کا حق بھی تھا کہ

"ہماری مادر ارض کی بھلائی اس میں ہے کہ اس کے دولوں  
مذہب (ہندو اور اسلام) مل کر ایک ہو جائیں۔ ویدانتی  
ذہن اور اسلامی جسم کے امتزاج سے جو مذہب وجود میں آئیگا  
وہی بھارت درش کا مستقبل ہے۔"

کیسا تھا وہ حال جہاں سے انھوں نے مستقبل کی  
آرزو کی اور یہ آرزو اگر وجود میں آجائے تو ساری دنیا اور  
اس کے سارے مذاہب ایک ہو جائیں، اس لیے۔ کہ  
ہندو مت اور اسلام (اگر یہ دولوں اپنے بنیاد کا دعویٰ  
میں سچے ہیں) اس دنیا میں مذہبی سلسلہ کی ابتداء اور انتہا ہیں  
مذہب کے دولوں سے ایک ہوتے ہی تمام مذاہب،  
ایک ہو جائیں گے۔ کیونکہ ہندو مت تمام مذاہب کی ابتداء ہے  
اور اسلام ان کا آخر ہے۔ اور باقی تمام مذاہب ان دولوں  
کے درمیان ہیں۔

شری دوکینندی کے ان الفاظ سے نیا دور وجود  
میں آجاتا اگر وہ ہیں یہ بھی بتا سکتے کہ ہندو مت کی درج اسلام  
کے جسم میں کون اور کیسے اس طرح داخل کرے کہ اس امتزاج سے  
نئے ان دولوں مذاہب کے اپنے اپنے جسم اور درج کا جدا  
ہونا ضروری نہ ہو اور جسم و درج کے آپس میں جدا ہونے کا  
نام موت ہے۔ تو کیا ہندو اور مسلمان نئے مذہب کی تعمیر



بہیمانے والا ہے۔ تب وہ سری طریقت ان تینوں خاص طوے پر حضرت ابراہیمؑ کے ذریعہ ایک ہی اصل علم الہی کو اور ایک ہی خدا کو حاصل کر دینے والا ہے۔

### بقیہ ماہ: تجلی کی ڈاکٹ

کہ دنیا کے سارے مرد اپنی عورتوں سے پابندیاں مٹائیں اور انھیں دفن تو کے سپرد کریں تاکہ معاشرہ کے گوشت گوشت میں مساوات کی بات سہی بچنے لگے۔ ہر شخص کو اپنی عورتوں کے سلسلہ میں اختیار ہے کہ وہ انھیں بے غیرت بنائے یا بغیرت کسی کو انگشت نہائی کر نیکا کوئی حق نہیں اور کسی کو یہ بھی حق نہیں کہ وہ اپنے خاص طرہ عمل کے لیے کھونا بنائے۔ اور پھر جی بھیر کے اس کیساتھ کھونا کر کے، مسلم ممالک کے طرہ عمل کو بطور ثبوت پیش کرنا بالکل ایسا ہے جیسے کوئی علاج کا مخالف طبیب کے گھر میں پھیلی ہوئی بیماری کو دیکھ کر چیخ اٹھے کہ جب معالجین کے گھر میں بھی بیماریاں موجود ہیں، تو علاج کی کوئی حیثیت نہیں اور بیماریاں اس قابل ہیں کہ انھیں گلے کا ہار بنایا جائے۔

مسلم ممالک کی بدبختی ہے کہ وہ اسلامی قدروں سے راہ انحراف اختیار کیے ہوئے ہیں۔ کوئی شخص اگر اس بدبختی کا حقہ دار بننا چاہتا ہے تو فرد ان کی تقلید کرے۔ لیکن ہم ایسا نہیں کر سکتے کہ مسلم ممالک کی بے راہ روی کو دلیل بنا کر اپنے گھر کی عورتوں کو تہذیب کے دوزخ میں جھونک دیں کہ جاؤ تم بھی بازاروں اور محلوں کی زمینت بنو اور غیر مردوں کے پہلو پر پہلو زندگی بسر کر کے مساوات اور برابری کا درس عام دیتی پھر۔ در نہ تم اند تہوار اند مہب دقیا نوس کہلائے گا۔

اکبر الابدی

قطرہ

بے پردہ کل جو آئی نظر چند میسیاں  
اکبر زمیں میں غیرت قومی سے گر گیا  
پوچھا جوان سے آپکا پردہ وہ کیا ہوا  
کہنے لگیں کہ عقل پہ مردوں کی پڑ گیا

کے لیے کسی بھی طرح اس کے لیے تیار ہو جائیں گے۔ کہ ہندو مت اور اسلام کے جسم اور جان کے نقل کو ختم کر کے ایک کے جسم میں دوسرے کی روح کو داخل کر دیا جائے۔ لیکن اب کون یہ بتائے؟ وہ تاریخی الفاظ بولنے والا تو خاموش ہو چکا ہے۔

کیا رنگی اس موڈ پر میرے دل کو کسی کی آواز سنائی دی۔ کیا یہ اسی برہم (خدا) کی آواز تھی جو نہ جانے کتنے درد کا مند پیدا کرتا اور مارتا ہے۔

وحدت کی ایک صورت یہ ہو سکتی ہے کہ وہ لوں کو ملا کر ایک بنایا جائے۔ تو اس ملاپ کی راہ میں دشواریوں کا سوچ رہا ہے۔ لیکن ایک وحدت اس سے بھی خوبصورت یہ ہو سکتی ہے کہ ان دو لوں مذہبوں کی اصل بنیاد ایک ہی رہی ہو اور یہ دوئی والی صورت حال اصل نہ ہو۔ خدا بے نیاز ہے۔ ہندو مت اور اسلام کی وحدت ہی میں بھارت کی بھلائی ہے۔ تب یہ ایک نہایت اہم ضرورت ہوئی اور۔ البتہ ایسا کبھی نہیں کر سکتا کہ ضرورت تو پیدا کر دے، لیکن اس کی تکمیل کا سامان پیدا نہ کرے۔ نہیں! وہ تو زائدہ بچہ کو بچہ میں پیدا کر رہا ہے، اس کی غذا اور لباس پہلے پیدا کر دیتا ہے۔

پھر ایک روز ایسا حیرت انگیز خیال آیا۔ جس نے ان دو لوں ہی کو نہیں۔ سارے عالم کے مذاہب کی وحدت کا فردوسی دروازہ میری جھناڈوں پر دیا کر دیا اور یہ تھا خیالات کی جگہ ان مفکرین ہاشمی ص کی تلاش جو ان دو لوں ہی کو نہیں سادی دنیا کے بڑے مذاہب میں یکساں طور سے تمام انسانوں کو ایک خون اور ایک خدا کی دوہری بنیاد پر عالمی وحدت کے لیے آدم (پہلا مرد) (لوح و آدم ثانی) اور حضرت ابراہیمؑ نام کے تین انسانوں کو پیش کرتے ہیں۔ اگر ہندو مت میں آدم، منو، اور برہما۔ مذہب بالاتینوں ناموں کے بھارتی نام ہیں تو ہندو دھرم کو عالمی مذہب کے قیام کی سانسانی بنیاد مل گئی جو ایک طرف خون کی وحدت کی بنیاد پر ابتدائی مرد پہلے اور دوسرے تک ساری انسانیت کو

عمر زبرد پورٹ کا میٹر جمع حسب سابق مجموعہ ہائی دود کی بکریوں اور مرد و استبداد کے تحت گناہ ہے اس میں سے سال ۱۹۷۶ء کو سابقہ سالوں سے اس کے موافق نہیں تھا۔ کہ اعتدالی حربے اور ان کے خلاف بے زاری دو لڑنے کے عروج پر تھیں۔ البتہ ۱۹۷۷ء فیصلہ کن معرکے اور بکریوں کے خاتمے کا سال ثابت ہوا۔ ان دو لڑنے سالوں میں جماعت اسلامی نے بھرپور جدوجہد کی ہے۔

رابطہ عوام کا جو کام معمول کے مطابق چل رہا تھا ۱۹۷۶ء کے آغاز سے اس میں غیر معمولی اضافہ کر دیا گیا۔ چونکہ امریت کے خلاف فیصلہ کن جنگ صوبہ پنجاب میں لڑی جاتی تھی اس لیے پنجاب میں رابطہ عوام کی وسیع پیمائش شروع کی گئی۔ مولانا جان محمد عباسی نائب امیر جماعت اسلامی پاکستان، جماعت کے پارلیمانی قائد پر فیصلہ غفور احمد اہم جماعت، چودھری رحمت الہی صاحب نے ۷۲ جنوری کے دورہ پنجاب شروع کیا جو اب فردی تک جاری رہا۔ دورہ حسب ذیل مقامات کا ہوا۔

راولپنڈی، گوجرانوالہ، سرگودھا، جھنگ، لالہ، کوٹ مونس بھولالہ، آدمی کوٹ، تامل آباد، جوہر آباد، دھرم پور، سلا لالہ، چنٹو فیض آباد، ٹھٹھیاں، جڑا لالہ، سمندر سی، ماموں کا بن، چیمپ، ملنی، ساہیوال، قبولہ، پاکپتن، عارف والا، مکران، دیپالپور، اوکاڑہ، زینال خور، چک ۱۳۵، چک ۱۳۶، منڈی صادق گم، منج آباد، بہاول نگر، چشتیان۔ دھرم لالہ، مارون آباد، اور نور ٹ عباس۔

دفعہ ۳۳ کی پابندیوں کی بنا پر تقریباً پندرہ گرام چار دیواری، یا مساجد کے اندر رکھے گئے تھے، لیکن ”عوامی حکومت“ کے لیے یہ مسجد پر گرام بھی ناقابل برداشت تھے، اس لیے جگہ جگہ اسٹیج سے لائڈ سپیکر اٹھائے، مساجد کو تالا لگنے یا اس کا محاصرہ کر کے لوگوں کو شرکت سے روکنے اور منتظمین کو مسئلے سے ان کی گرفتاری اور ان پر مقدمہ مانگنے تک کی کاروائیاں ہوتی ہیں، ان تمام پابندیوں اور رکاوٹوں کے باوجود عوام اور خاص نے بڑی تعداد میں ان پر گراموں میں شرکت کی ان مقامات میں سے جس جگہ بار دوم تھے وہاں بارامپوسٹی انشیں سے بھی خطاب کیا گیا اس دورے میں بڑے شہر کم لاء تقیسات، دیہات کی تعداد زیادہ تھیں۔ یہ سب کچھ میں صلیب کی دیہاتی آبادی سے براہ راست رابطہ ہوا

از: چودھری رحمت الہی  
قیمہ جماعت اسلامی پاکستان

جماعت اسلامی  
کی  
سراورداد جہاد

یعنی

۶-۱۹۷۷ء میں

جماعت اسلامی  
کی  
کارکردگی کا پیملاؤ



۲۱۲۳۳	۱۴۰۰	۱۵۰۰۰	۲۵۰۳۳	سکر
۲۰	۰	۰	۲۰	پورڈ
۱۴۹۰۰	۰	۹۰۰۰۰	۳۹۰۰	خفزانہ
۱-۲۹۰۰	۰	۰	۱۳۳۸۹۳	دستخط
۶۵۹۳	۱۳۰۱	۱۳۳۵	۳۱۵۸	قمر اور دای
۱۵۵۵۳	۰	۰	۱۵۵۵۳	فہرست
۲۳۶۳۶	۱۳۵۵	۳۰	۲۳۶۵۱	پیشکش
۱۰۹۸	۱۲۹	۰	۹۳۹	غمبری
۷	۰	۵	۲	شہید کا فخر
۱۳۶۹۶	۵۲۳۳	۱۵۷۰	۷۹۸۳	احادیث مظہرین
۷۰۱۲	۱۹۵۵	۰	۵۰۵۷	کار و زرینک
۵۳۱	۰	۵۳۱	۰	جے
۲۲	۳	۱۷	۱۲	جوز خاویز و منظر
۳۱۷۳	۲۱۶۰	۰	۲۰۱۲	مساجد و خطبات
۱۳۰۷	۷۳	۲۳۳	۱۳۰۱	بڑے اجتماعات
۲۶۵	۰	۱۲۵	۱۳۰	تشریف لائے کے اجتماعات
۳۶۰	۰	۰	۳۶۰	ذراکات
۱۱۳۸	۰	۰	۱۱۳۸	دعوتی خطوط
۱۸۲	۲۵	۰	۱۵۷	مراسلات
۱۲۸۰۰	۰	۱۲۸۰۰	۰	چارٹ
۳۷۵۰۰	۰	۳۷۵۰۰	۰	خزینہ کے خطوط
۱۲۶۳۳	۹۵۲۲	۲۱۲۰	۰	انگریزوں کے نام
۵۰۰۰	۰	۵۰۰۰	۰	انگریزوں کے نام

پورٹ کار ڈنایپ شدہ

۲۰۰۰	.	۲۰۰۰	.	مقامه در اسلام
۱۰۰۰	.	۱۰۰۰	.	اندر ایام سبزه
۴۰۰	.	۴۰۰	.	اندر ایام سبزه
۱۰۰	.	۱۰۰	.	قریه و اقصای
۳۵۰	.	۳۵۰	.	کوچه و محله

اس کام کے لیے بڑے وسیع اور خوش آئند اخراجات کی ضرورت ہے

انتظامیہ کے بعد ان اس شعبہ کو ملک کے کونے کونے میں پہنچانے اور مقبول بنانے کے لیے سرگرمیوں اور وسیع سرچشموں کی ترقی پزیر کی گئی۔ انگریزوں، مسیحیوں، اور دیگر مذہبوں کے لوگوں نے اس شعبہ کی ترقی میں بڑا ہاتھ بٹھایا۔ انگریزوں کی طرف سے اس شعبہ کی ترقی کے لیے ایک خاص ادارہ "STICKERS" کا رکن بنایا گیا۔ انگریزوں کی طرف سے اس شعبہ کی ترقی کے لیے ایک خاص ادارہ "STICKERS" کا رکن بنایا گیا۔ انگریزوں کی طرف سے اس شعبہ کی ترقی کے لیے ایک خاص ادارہ "STICKERS" کا رکن بنایا گیا۔

## رپورٹ عشرہ نفاذ شریعت

۱۹، تا ۲۸ مارچ — ادارہ، ۵، تا ۱۳، نومبر ۱۹۷۹ء

کلی تعداد	سرد	سوز	جواب	تلفی کیمپ
۳۳	.	.	۳۳	تلفی کیمپ
۳۳۳۰	۶۳۶	.	۳۴۹۳	تلفی کیمپ
۳۰۵۵	۱۶۲۵	.	۱۳۲۰	تلفی کیمپ
۲۲۰۳	.	.	۲۲۰۳	تلفی کیمپ
۳۲۶۱۰۶	۱۳۱۳۵	۴۸۳۷۷	۳۳۳۵۸۳	تلفی کیمپ
۷۳۵۳۹	۱۰۷۰۰	۵۰۰۰	۵۷۵۳۹	تلفی کیمپ
۵۳۳۸۶۶	۲۰۰۰۰	۴۹۲۰۰	۲۹۳۲۶۶	تلفی کیمپ
۱۸۶۶۳۰	۱۳۵۵۰	۹۳۹۰۰	۸۱۱۹۰	تلفی کیمپ
۸۸۱۹۱۸	۶۶۱۵۰	۲۰۰۰	۸۱۳۷۱۸	تلفی کیمپ
۷۹۰۷۳۵	۲۰۰۰۰	۳۳۵۹۰۰	۱۰۳۸۳۵	تلفی کیمپ
۶۶۳	.	۵۷۷	۸۷	تلفی کیمپ

اس وقت کہ پاکستان اور مختلف قسم کے اجتماعات میں آج کل ہوتا ہے  
کے لیے جو لوگ ہمارے کوٹھڑی کے قائل ہیں ان میں سے  
جو شخص ہمارے پورے نامزدہ اٹھارہ سال ۱۹۷۶ء کے آغاز میں  
مسلوم ہوا تھا کہ سعودی عرب سے طلبہ کے ایک دو تودہ پاکستان  
کی سیاست کے لیے آئے ہیں۔ اس اطلاع کے بعد مرکز جماعت  
انھیں دعوت دی کہ وہ لاہور میں منصورہ میں قیام کریں۔ جہاں پہلا وفد  
کلکتہ الشریعہ، جامعہ اسلامیہ الامام محمد بن سعود ریاض کے ۲۱ طلبہ اور  
دو اساتذہ تشریف لائے۔ ۷ فروری ۱۹۷۶ء کو لاہور پہنچا جو ان کے پہلے پناہ  
قیم، انسپریٹور پنجاب اور امیر شہر لاہور نے دیکر دیکھ کر فرما دیا کہ ان کا  
استقبال کیا اور انھیں منصورہ لاکر ٹھہرایا۔ اس وفد کے ۱۳ افراد میں ایک  
منصورہ میں قیام کیا۔ اس دوران میں انھوں نے باقی جماعت کو لاہور  
الاولیٰ میں موجودی صاحب سے اجلاس میں ملاقات کی۔ لاہور شہر کی جماعت  
نے ان کے اعزاز میں عصراں دیا اور مرکز جماعت میں انھیں ایک حنائیہ  
دی گئی جس میں ایک سو کے قریب علماء اور دانشمندان نے شرکت فرمائی ان  
پہلے ان میں ان طلبہ اور ان کے اساتذہ نے مولانا مودودی اور  
جماعت اسلامی پاکستان کی کھل کر تعریف کی اور کہا کہ ہم سعودی عرب  
میں مولانا مودودی کی فکر سے چھائی حاصل کر رہے ہیں۔

دوسرے روز جس میں ریاض یونیورسٹی کے ۱۴ طالب علم اور ۱ اساتذہ  
شامل تھے۔ ۲۷ فروری ۱۹۷۶ء کو لاہور پہنچا جو حکومت پاکستان نے  
سعودی عرب کے کلچر انشٹیٹیٹ پر باڈی لاکر اس وفد کو منصورہ میں ٹھہرانے  
دیا جائے۔ لیکن وفد کے اساتذہ اور طلبہ نے اس کے باوجود منصورہ  
میں قیام کا فیصلہ کیا۔ یہ وفد یکم مارچ ۱۹۷۶ء تک جماعت کا سہارا رہا اس  
دوران میں اس نے شہر کے تاریخی مقامات کی سرگرداز دوری مصروفیات  
کے علاوہ ان کے اعزاز میں جماعت نے عشاء دیے اور انھوں نے  
بھی جماعت کے مرکزی عمل اور جماعت لاہور کے جدیدہ جدیدہ کو  
بڑی فلیٹ میں عشاء دیا۔ ان کا ایک قریب پنجاب یونیورسٹی میں ہوئی  
اور انھوں نے مولانا مودودی سے بھی ملاقات کی۔ اس وفد نے بھی  
مختلف تقریبات میں اسی طرح کے خیالات و جذبات کا اظہار کیا۔  
جیسا کہ پہلے وفد نے کیا تھا۔

ان دونوں کی آمد اور منصورہ میں قیام سے جماعت کا سعودی عرب  
کے مختلف طبقوں میں اچھا اثر ہوا جس سے انتشار الشریعہ

اور ۱۹۷۶ء کی خواہش کے بعد دوران نظام مصطفیٰ کے مطابق جو  
جو ہمہ گیر مقبول امام ہوا اور سب کے لیے پوری قوم ایک زبان ہو گئی۔  
دینی محکمات و اباب کے علاوہ تحریک اسلامی کی ۳۵ سالہ  
اگر ماحول و جدوجہد جماعت کی اس ہم کو بڑا دخل ہے۔

## مراکش کے مسلمان نوجوانوں کی حمایت

۱۹۷۶ء کی پہلے نصف میں جمعیت اصلاح اجتماعی  
کویت نے یہ اطلاع دی کہ مراکش میں عیسائی تنظیموں کا کوشش اور  
الکرسے وہاں کی ایک مسلمان نوجوانوں کی تعلیم پر زیادتی کی جا رہی ہے اور  
ان کی مدد میں جانے پر گرفتاریاں کی گئیں۔ ان کارروائی کے خلاف جماعت  
کی طرف سے سخت احتجاج کیا گیا۔ امیر جماعت نے شاہ حسین ثانی  
بادشاہ مراکش کے نام پر تقریر ارسال کیا جس میں اس کارروائی پر احتجاج کیا  
اور نوجوانوں کی رہائی کی اپیل کی۔ اسی طرح ملک کے متعدد بڑے شہروں  
سے اسی قسم کے تاریخیں گئے۔ اس کے علاوہ پاکستان کے نامور قانون  
داں جناب خالد اسحاق کی سربراہی میں دس لاکھ کی ایک ٹیم تیار کی گئی جس  
نے گرفتار شدہ نوجوانوں کے قانونی دفاع کے لیے ایجنڈا خدمات پیش  
کیں۔ دس لاکھ نے مراکش جا کر مقدمات کی پیردی کرنے کی اجازت مانگی گئی  
نیز انٹرنیشنل کونسل ان امیران کے لئے کی طرف توجہ دلائی گئی۔

## مراکش میں تیار ہونے والی فلم کی خلاف احتجاج

یہ اطلاع ملنے پر کہ مراکش میں ایک فلم محمد رسول اللہ بنائی جا رہی  
ہے۔ امیر جماعت نے ایک اخباری بیان کے ذریعے اس پر احتجاج  
کیا اور اپیل کی کہ پورے ملک میں اس پر احتجاج کیا جائے۔ چنانچہ جنوری  
۱۹۷۶ء بروز جمعہ پورے ملک میں اجتماعات جمعہ میں اس فلم کے خلاف  
قراردادیں پاس کی گئیں۔ نیز متعدد مقامات سے اس بارے میں احتجاجی  
برقیے صغیر مراکش کے نام ارسال کیے گئے۔ امیر جماعت نے حکومت  
پاکستان سے بھی مطالبہ کیا کہ وہ اس مسئلے میں مداخلت کرے کہ اس فلم کو  
دکوانے کی کوشش کرے۔ اور جمعہ تیار ہو کر اسے تلف کر دیا جائے۔

## سعودی طلبہ و فدر مرکز جماعت میں

منصورہ میں جماعت کا نیا مرکز بننے کے بعد نہ مصطفیٰ مرکزی دفاتر

پروفیسر ابو بکر القادری۔ صدر النہضۃ الاسلامیہ۔ ایڈیٹر  
مجلۃ الاسمان۔ وائس۔

جناب عبدالہادی المنون۔ رباط۔

جناب ابراہیم العریسی۔ اسلامک مشن، خانی خیزہ

ڈاکٹر محمد ناصر۔ سابق وزیر اعظم اندونیشیا۔

مفت عبداللہ ابراہیم، المفرج۔ وزیر قانون کویت۔

جناب محمد نبیل۔ ڈاکٹر کمرہ جی امرو، کویت۔

شیخ عبدالغفور عطار۔ سعودی عرب میں دوزخ عالم اسلامی

ڈاکٹر عبدالرؤف۔ ڈاکٹر اسلامک سنٹر واشنگٹن۔

جناب عبدالرحمن دلائمی۔ مدیر البلاغ، کویت۔

ڈاکٹر ابراہیم الفیث۔ ڈاکٹر کمرہ جی امرو، الزلیبیہ

جناب کمال القادری۔ سربراہ محکمہ اوقاف، تیونس۔

پروفیسر محمد امین نقوی۔ پروفیسر قردان یونیورسٹی، تیونس۔

جناب محمد حسین دحل۔ سربراہ اسلامک مشن، مارشیل۔

جناب عبدالرزاق الہاشم۔ کویت۔

جناب حسن التل۔ ایڈیٹر اللوار، اردن۔

محترم امیر جماعت کا ایک ہفتہ پہلے آگے کا آرٹیکل پڑھا

اس کے باوجود امیر جماعت نے بعض مندوبین کے اعزاز میں حفراد

دیاجس میں متعدد حضرات شریک ہوئے۔ جناب محمد صہبہ دحل نے

منصورہ میں ایک اجتماع سے خطاب بھی کیا جس میں مارشیل میں اسلام

اور مسلمانوں کے حالات بیان فرمائے۔

## بین الاقوامی اسلامی کانفرنس لندن میں امتیازی شرکت

برطانیہ اور مغربی یورپ کے مختلف مقامات میں مسلمانوں

کی قابل لحاظ تعداد جمع ہو چکی ہے، اور ہر ملک میں ان کی تنظیم قائم ہیں

۱۹۷۵ء میں ان تنظیموں نے مل کر اسلامک کونسل آف یورپ

قائم کی تھی۔ اس کونسل نے یورپ میں اسلام عقائد کو تسلیم

کے لیے لندن میں ایک بین الاقوامی اسلامی کانفرنس کا انتظام کیا۔ جو

۳ تا ۱۲ اپریل کو لندن میں منعقد ہوئی اس کانفرنس میں تھامس دنیاس سے

نامور مسلمان علماء اور مکرین کو دعوت دی گئی تھی جنہوں نے مغربی

عالم کے اسلام سے دلچسپی کا اظہار کرنے کے لیے اسلام مختلف

## حکومت پاکستان کی طلب کردہ سیر کانفرنس

مسٹر محمد علی حکومت اسلام کی نمائندگی کے لیے جو اقامات

کرتی اور گوانائی دی ہے، ان میں ایک سیر کانفرنس ہے۔ سیر پر یہ

کانفرنس ۶ تا ۸ مارچ ۱۹۷۶ء کو لاہور میں بلائی گئی۔ دیگر مسلمان علماء

اور مکرین کو بلائے کے علاوہ رابطہ عالم اسلامی کو بھی اپنا وفد بھیجنے کی

دعوت دی گئی۔ رابطہ کے امام حرم کی قیادت میں اپنا وفد بھیجا، اور

اس میں مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کو بھی شامل کیا۔ مولانا حرم

انہی غرضات کی بنا پر کانفرنس میں باقاعدہ شرکت سے معذور

تھے تاہم انہوں نے امام حرم کی آمد کی اطلاع پر انہیں تار دیا۔ اور

گزارش کی کہ وہ اور وفد کے تیسرے رکن شیخ عبدالغفور عطار ان کے

ہاں تشریف لائیں۔ تاکہ رابطہ عالم اسلامی کی کانفرنس کی نمائندگی کے

باب سے میں مشورہ کر لیا جائے۔ امام حرم نے ایک صاحب کے ذریعہ

پہنچا کہ سیر کر رات دس بجے آنے کا وقت طے کیا، لیکن حکومت نے

انہیں مولانا مودودی کے پاس آنے سے روک دیا۔ مولانا جان بوجھ کر

قائم مقام امیر جماعت نے حکومت پاکستان کی اس ناروا کارروائی کی

ذمہ داری کی۔ اس پر حکومت کے قوم کو مخاطبہ کرنے کے لیے مختلف

حسبے استعمال کیے، لیکن وہ اس حقیقت کو چھپانے میں ناکام رہی کہ

حکومت نے امام حرم کو مولانا محترم سے نہیں ملنے دیا، اس سے

اندرون ملک بدنامی کے علاوہ کانفرنس کے شرکاء میں بھی حکومت کی اس

حسرت کو سخت ناپسند کیا گیا۔

کانفرنس کے دیگر مندوبین کو بھی مولانا مودودی کے پاس اجلاس

اور مرکز جماعت میں منصورہ آنے سے روک دیا۔ لیکن اس کے باوجود خاص

بڑی تعداد میں یہ حضرات دوڑوں مگر تشریف لائے۔ منصورہ تشریف

لانے والوں میں عرب ذیل حضرات شامل ہیں۔

شیخ خالد مفتی اعظم لبنان

جناب حسن اقصائی۔ وزیر مملکت برلن کے مذہبی امور، ترکی و

نائب صدر ملی سلامت پارٹی۔

جناب محمد الوصلی۔ وزیر اوقاف شمالی یمن۔

یوسف ہاشمی المرزائی۔ سابق وزیر کویت۔



پہلوں پر مبنی تھی جسے ہم امیر جماعت کا مقصد سمجھتے ہیں۔  
عالمی مادی اور جرمی نظام جیلاں کے ذریعہ اپنی سیاست اس کانفرنس  
میں شرکت کی۔

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب بھی کانفرنس میں مدعو  
تھے لیکن وہ اپنی خرابی صحت کی بنا پر شرکت نہ کر سکے۔ البتہ انھوں  
نے اپنا مقالہ اسلام کس پر کافر ہے؟ اور دیا تھا جسے بزبان  
انگریزی پروفیسر نظام اعظم صاحب نے پڑھ کر سنایا۔

کانفرنس نس کا اقتصادی اجلاس لندن کے صوبے کے رٹائرڈ  
ڈکٹر ہال میں ہوا۔ ہال جو کبھی شازادہ بی بی جسر تیس ہے۔ نہ منیر کھانم  
جسر گیارہ سالوں شاہنشاہین کو داخلہ نہ دے کی وجہ سے مایوس لوٹا پڑا  
اقتصادی خطاب شہزادہ محمد فیصل فرزند ارجمند شاہ فیصل مرحوم و منظور  
نے فرمایا۔ اقتصادی اجلاس میں مسلم امیر جماعت نے بھی تقریر فرمائی  
امیر جماعت اگرچہ ایک تقریر تیار کر کے لے گئے تھے، لیکن وہاں  
کے ماحول اور موقع کے لحاظ سے اسے چھوڑ کر استیصال کر لے اور خوب  
بولے۔ امیر جماعت کی تقریر سب سے زیادہ پسند کی گئی اور حاضرین  
نے خوب داد دی۔

کانفرنس کے باقی تمام اجلاس کا سن و لیجا انٹی ٹیوٹ ہال میں  
منعقد ہوئے۔ اور وہاں بھی جگہ کی قلت کی شکایت رہی۔ آخری اجلاس  
جس کا موضوع انسانیت کا مستقبل اور اسلام تھا۔ اس کی صدارت محرم  
امیر جماعت نے فرمائی۔ اس کانفرنس نے یورپ بالخصوص برطانیہ  
کے مسلمانوں کو ایک نیا شعور اور دلدادہ تازہ بخشا۔ اور یورپ میں اسلام  
کو صحیح انداز میں متعارف کرانے کا راہ ہوا۔ اس کانفرنس میں  
جماعت کے اعلیٰ لیڈر ایک پلیٹیو بھی تھے کہ اس میں جہاد سے محرم  
دفعی پروفیسر نور شید احمد صواب نے ہر مرحلے پر نمایاں کردار ادا کیا۔  
امیر جماعت نے کانفرنس میں شرکت کے علاوہ، لیون  
لیم، اور نیولو میں مسلمانوں کے اجتماعات سے خطاب فرمایا۔

### امیر جماعت کی علی اسلامی کونسل برائے مساجد کے اجلاس میں شرکت

مسلم برطانوی فیملی محمد صاحب امیر جماعت اسلامی پاکستان،  
ستمبر ۱۹۶۹ء میں مساجد کانفرنس میں شرکت فرمائی تھی۔ اس

کانفرنس میں دنیا بھر میں مساجد کے پرستاروں کو اکٹھا کیا گیا  
جس کا مقصد لائے کی خاطر ایک اسلامی کونسل کے قیام کے لیے  
تیار کیا گیا۔ اس کانفرنس میں اس کونسل کے چاروں اراکین نے  
۱۹۶۹ء میں اس کونسل کا اجلاس کرکمرہ میں بلا گیا تھا  
جہاں امیر جماعت اور خلیل مادی صاحب اسلامی کانفرنس لندن  
سے فارغ ہوئے ہی کرکمرہ و راند ہو گئے۔ اور وہاں پہلی کونسل کے  
اجلاس میں شرکت فرمائی۔ اجلاس کا افتتاح گوڈرک نے کیا۔ اور  
شاہ خاندان کے کونسل کے نام اپنے پیغام میں کونسل کے فیصلوں پر مطلع کیا  
کے لیے مکمل تعاون کا وعدہ فرمایا۔ ۱۹ اراکین کو کونسل کے اراکین  
شاہ خاندان کی دعوت پر ریاض گئے۔ اور شاہ سے ملاقات کی لیکن  
میاں صاحب نے کونسل کی مالیاتی کمیٹی کے اجلاسوں کی صدارت کی  
کونسل نے یہ بھی طے کیا کہ اسلامی دستور کا ایک مستودہ تیار کر کے تمام  
مسلمان حکومتوں کو بھیجا جائے۔

کونسل کے اجلاس میں شرکت کے علاوہ امیر جماعت نے  
کرآمد قائف میں پاکستانیوں کے اجتماعات سے خطاب فرمایا۔ نیز  
شاہ خالد، ولی عہد شہزادہ فیہ اور امیر عبداللہ سے ملاقاتیں کیں۔

### قیم جماعت کا دورہ یورپ

بین الاقوامی اسلامی کانفرنس سے فارغ ہو کر قیم جماعت  
اور جرمی نظام جیلاں صاحب نے برطانیہ کے بعض شہروں اور مغربی  
یورپ کے متعدد ممالک کا دورہ کیا۔ قیم جماعت نے مشرقی مغربی  
اور لندن میں مختلف تحریکیں اور اے دیکھے، اور بعض اجتماعات سے  
خطاب کیا۔ نیز لندن میں یو کے اسلامک مشن کے سالانہ اجتماع میں  
تقریر کی اور شرکاء کے سوالوں کے جوابات دیے اور کئی مجلس  
شورخ کے اجلاس میں شرکت کی۔

برطانیہ کے بعد قیم جماعت اور جرمی نظام جیلاں صاحب  
کوئی بیگن ڈنمارک، اوسلواڈا روس، لٹوی، جیبرا، اسلام آباد، قاہرہ  
اور مدینہ منورہ کو پاکستان واپس آئے۔ ان میں سے کوئی بیگن، اوسلواڈا  
اور مدینہ میں جماعت کے طلبہ کا گروہ تھا۔ قیم جماعت نے ان کے  
اجلاسوں میں شرکت کے علاوہ عام اجتماعات سے بھی خطاب کیا۔ اسلام  
اور قاہرہ میں بعض احباب سے نیز شیخ الاسلام سے ملاقات کی اور تمام

جنس بی زبانیہ کیس، جسٹس بشیر الدین، جناب اس کے پوری،  
جناب خالد اسحاق، جناب ایم الودود، سید ایس ایم ظہیر، جناب  
عمر رضا خان، جناب کھنڈی، جناب سردار بہادر خان، شیخ حفصہ  
حیات، رانا عبدالرحیم، جناب ریاض الحسن گیلانی، نزد چودھری محمد  
اسامی کے نام تالی ذکر ہیں۔

کنونشن سے مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی، میاں فضل محمد،  
پرنسپل عبدالغفور احمد صاحب زادہ، صفی اللہ اور چودھری محمود احمد  
کنونر وکلا کنونشن نے بھی خطاب فرمایا۔ کنونشن نے عدلیہ کو آزاد  
کرنے، دستور کی چوتھی ترمیم واپس لینے، قرآن و سنت کے منافی  
قوانین منسوخ کرنے اور اسلامی قوانین نافذ کرنے، اسلام کے نظام  
محبت کو جاری کرنے اور امتناعی نظربندی کو ختم کرنے کی  
قراردادیں منظور کیں۔

کنونشن میں دیکار کی ان کمیٹیوں کا مسئلہ بھی رکھا گیا جو جناب  
خالد اسحاق کی نگرانی میں قانون کے مختلف شعبوں میں کام کرنے کے  
لیے کچھ حصہ پہلے بنائی گئی تھیں اور کنونشن کے مشورے سے ان میں  
مزید قانون دان شامل کیے گئے۔ نیز ان کی تعداد میں بھی اضافہ کیا گیا  
ان کمیٹیوں کے نام یہ ہیں۔

- ۱۔ دستور کمیٹی۔
- ۲۔ کمیٹی برائے قوانین جبرائیم۔
- ۳۔ کمیٹی برائے قوانین اراضی۔
- ۴۔ کمیٹی برائے قوانین احبیت۔
- ۵۔ کمیٹی برائے قوانین تجارت۔
- ۶۔ مصولات کمیٹی۔

اسی کنونشن کے ذریعہ ایک طرف نفاذ شریعت جم کو  
خارج خواہ تعویث حاصل ہوئی۔ اور دوسری طرف دیکار اور قانون دان  
حقہ میں جماعت کے اثرات میں اضافہ ہوا۔

## فرخا بصران کیخلاف احتجاج

۱۲ مئی ۱۹۷۶ء سے استنبول ترکی میں منعقد ہونے والی، ۱۴  
مسلمان ممالک کے وزراء خارجہ کی کانفرنس کے نا ایک تاریخی  
پالی جماعت اسلامی مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کا اور امیر جماعت

میں عرب (دوران کے ایک طرف میں ان کے حوالات کے  
جواب دیے

## دی جماعتی رہنماؤں کے بیرون ملک دورے

۱۹۷۶ء کے اوائل میں امیر جماعت اور قیام جماعت کے  
بیرون ملک سفر کے علاوہ سید منور حسین صاحب، جناب نعیم مدنی  
صاحب اور مولانا گلزار احمد مظاہری صاحب نے بھی بعض ممالک کا  
دورہ کیا۔ سید منور حسین صاحب نے ستمبر اور اکتوبر ۱۹۷۶ء میں امریکہ  
کینیڈا، برطانیہ اور سعودی عرب کا نقشہ یاد ڈیڑھ ماہ تک دورہ کیا  
انھوں نے مسلم اسٹوڈنٹس ایسوسی ایشن کی دعوت پر امریکہ اور کینیڈا میں مختلف  
مقامات پر مسلمانوں کے اجتماعات سے خطاب کیا۔ امریکہ سے وہ  
برطانیہ گئے۔ اور وہاں بعض شہروں میں تقریریں کیں جس کے بعد  
انھوں نے ریاض ہونے والی مسلم یوتھ کانفرنس میں پاکستان  
میں نمائندگی کی۔

جناب نعیم صاحب نے ستمبر اکتوبر ۱۹۷۶ء میں برطانیہ کے  
متعدد شہروں میں مسلمانوں کے اجتماعات سے خطاب کیا۔ اور  
مختلف تقریریں ان میں شرکت فرمائی۔ مولانا گلزار احمد مظاہری  
صاحب نے اواخر اکتوبر ۱۹۷۶ء میں ریاض میں فقہ اسلامی کانفرنس  
میں شرکت کی۔ نیز کویت اور سعودی عرب کے بعض شہروں میں  
پاکستانیوں کے اجتماعات سے خطاب کیا۔

## دیکار کنونشن

پاکستان میں آمریت کے خلاف جدوجہد میں دیکار کا کردار  
نمایاں رہا ہے۔ اس کے پیش نظر جماعت نے دیکار کا ایک کنونشن  
ہلنے کا فیصلہ کیا تھا تاکہ قانون دان طبقہ کی آواز کو بنیادی حقوق کی  
بجائے قانون کی بنیاد پر اور اسلامی قانون کے نفاذ کے حق میں جہت  
کے کے کوئی نہ ہو۔ کام میں لایا جائے۔ یہ کنونشن یکم اور ۲ مئی ۱۹۷۶ء کو  
مرکز جماعت اسلامی لندن میں منعقد ہوا۔ اس کنونشن میں ملک کے ہر حصہ  
سے دیکار نے اپنی تھلا بیان شرکت کی۔ مختلف اجلاسوں کی مافری  
چار اور پانچ سو کے حد میں رہی۔ ماہ دیکار کے علاوہ ملک کے  
مختلف شہروں کی نشر کے دیکار کنونشن میں بھاری تھیں۔ ان میں

میاں فضل محمد نے کانفرنس کو بھارت کے بنگلہ دیش کے خلاف جاریہ مذمتی خطبہ میں متوجہ کیا۔ اور فریقہ سیراج کے مسئلہ اور بھارت کے مسیحی حملوں کے سلسلہ میں بنگلہ دیش کی مدد کرنے کی اپیل کی۔ امیر جماعت نے ایک مطلق انہادی بیان میں اس مسئلہ کا جائزہ لیا اور بھارتی ظلم کی مذمت کی۔ نیز قوم سے اپیل کی کہ اس مسئلہ کو اس مسئلہ پر احتجاج کریں۔ چنانچہ ۱۹۷۶ء کو راولپنڈی لاہور، پشاور، بلتان، کراچی اور دیگر بڑے بڑے شہروں میں اس مسئلہ پر اجتماعات ہوئے جن میں تقریریں کی گئیں اور قراردادیں پاس کی گئیں۔ احتجاج کا یہ سلسلہ اب بھی جاری رہا۔

## رپورٹ حقوق نسواں کمیٹی

بھٹو حکومت ایک طرف قوم کے اسلامی جذبہ کا استعمال کے لیے اپنی اسلامی خدمات گنوا تی تھیں تو دوسری طرف ایک منصوبے کے تحت ایسے اقدامات کرتی تھی جس سے اسلام کی صورت ختم اور اس کا طبعی مرکز کو روک دیتے۔ ان کارناموں میں سے ایک کام وہی حقوق نسواں کے نام پر بھارتی جنرل کی سربراہی میں ایک کمیٹی کا قیام تھا جس کا کوئی ممبر شاذ بھی اسلامی تعلیمات کا علم رکھنے والا تھا اس کے برعکس یہ اکثر بیشتر مغرب زدہ خواتین اور مردوں پر مشتمل تھی اس کمیٹی کی پہلی رپورٹ جولائی ۱۹۷۶ء میں منظر عام پر آئی اس رپورٹ میں جو سفارشات کی گئی تھیں وہ اسلامی احکام سے کھلا انحراف تھا۔

محترم ملک غلام علی صاحب نے رسالہ ترجمان القرآن کے اشارات میں اس رپورٹ کا مفصل تجزیہ کیا۔ اور اس پر گہرے انداز میں تنقید کی۔ دوسری طرف اس رپورٹ کے خلاف جماعت نے لپٹے اور حقہ مجاہدہ کے پلیٹ فارم سے آواز اٹھائی۔ ملک بھر میں اس پر احتجاج کیا گیا۔ اجتماعات اور مساجد میں تسار دادی پاس کی گئیں اور رپورٹ کو واپس لینے کا مطالبہ کیا گیا جس کے نتیجے میں حکومت نے رپورٹ کو سر دخل نے ہی مٹا دیا۔

## مرکزی تربیت گاہ

ایک دوسرے دوسرے دست مسموم کی جاری تھی کہ مرکز میں

تربیت کا کوئی انتظام نہ ہو۔ اس سلسلہ میں جو کچھ بیان کی گئی اس نے اس قسم کی تربیت کا انتظام کرنے کی سفارش کی تھی۔ ایک جماعت کے عہدیداروں کے لیے۔ دوسرے عام مکتبوں کے لیے اور تیسرے مستقل تربیتی نظام۔

ان میں سے پہلی تربیت گاہ یکم تا ۱۱ جولائی ۱۹۷۶ء مرکز جماعت عہدیداروں کی تھی جس میں امرائے اصلاح کو شریک کیا گیا تھا۔ بھٹو نے اس سے امیر ضلع کے علاوہ بھی ایک آدھ عہدیدار ضلعی اجازت سے شریک ہوئے۔ شریکار کی کل حاضری ۵۳ تھی۔ اگرچہ لاہور میں یہ موسم اتنا بڑے پروگرام کے لیے موزوں نہیں تھا تاہم یہ تربیت گاہ ہر لحاظ سے کامیاب رہی۔ اس میں جماعت کے حلقے سے باہر کے بعض اہل علم کو بھی نیکچرز کے لیے دعوت دی گئی تھی۔

## بیرون ملک کام کی تنظیم

پاکستان سے باہر دوسرے ممالک میں بہت عرصہ سے تحریک سے وابستہ حضرات دعوتی کام کر رہے ہیں۔ اندر ملک میں وہاں کے حالات کے مطابق کوئی نہ کوئی ادارہ تنظیم یا حلقہ قائم ہے۔ لیکن ان حلقوں کی رہنمائی اور نگرانی کا کوئی انتظام اس کے سوا نہیں تھا کہ جب کبھی مرکز سے کوئی ذمہ دار باہر دورے پر جاتا تو وہ ان مقامات پر موجود حلقوں کا بھی جائزہ لے لیتا۔ باہر کے کام کو بہتر طور پر تنظیم دینا بڑا مسئلہ کے لیے ۲۲ تا ۲۴ جولائی ۱۹۷۶ء مرکز جماعت میں ایک مجلس مشاورت بلائی گئی جس میں بیرون ملک سے پروفیسر خورشید احمد صاحب (انگلستان) راولپنڈی صاحب (سعودی عرب) اور اسماعیل احمد صاحب (امریکہ) نے شرکت کی۔ کچھ وقت کے بعد امریکہ کے عقیق الرحمن صاحب اور ڈاکٹر ماسم حسین صاحب بھی ملحق ہوئے۔ پاکستان سے محترم امیر جماعت اور قسیم جماعت کے علاوہ مولانا عباسی محمد عباسی صاحب، پروفیسر خورشید احمد صاحب، چودہوی محمد اسلم صاحب، صاحب، عبد المجید خان صاحب، تاج محمد حسین احمد صاحب، نقیہ حسین صاحب، ملک غلام علی صاحب اور محمد عسکری صاحب نے شرکت کی۔

پایا اس کے اعداد و شمار در ذیل ہیں

## رپورٹ سیلاب زدگان ۱۹۷۶ء

سندھ	پنجاب	نقد و قسم
۲۳۱۵۲۳	۲۱۲۵۲۲	گندم
۱۲۸	۱۲۸	۱۲
۶۳۸	۴۸	چاول
۲۶۲	۲۵	بجھنے والے
۱۶	۱۶	دال
۱۸	۲۰-۱۵	چائے
۱۴	۱۴	گڑ
۲۳-۲۰	۳-۲۰	بناسپتی گھی
۳۵	۱۵	گودشت
۳۰	۳۰	نمک
۴	۲	پیاز
۲	۲	اچار
۳	۳	کئی
۲۰-۱	۲۰-۱	چائے پکے شامل
۱۲	۱۲	ماچس
۱۳-۸	۲۳-۲۰	صابن
۱۹-۱۴	۱۵-۲۴	نیا کپڑا
۱۰۰-۸۰	۲۴-۲۰	پرائے کپڑے
۳۶۸۸	۳۶۸۸	کوٹ
۵۰	۵۰	کھیس چادری
۲۱	۲۱	لحاف
۱	۱	تلم شخانہ
۳۰	۳۰	عارضی شخانہ
۶۲	۵۹	نداد مرصیان
۲۱۵۶۲	۲۸۳۸۷	خٹک لادہ
۳۰	۳۰	

اس معیت میں نگران جماعت نے ناشکی طور پر کچھ کیمنپ

میر ونگ ملک ۱۹۷۶ء کا جائزہ لینے کے بعد اسے میں منظر میں  
نقص کے ہر ایک کے لیے ایک دن (ملاقات) مقرر کیا گیا اس  
در امریکہ لود گنڈا کے لیے امین احمد صاحب، برطانیہ، یورپ اور  
غیر ملکی سفارتوں کے لیے، پرنسپل خورشید احمد صاحب، اور مشرق  
اور وسط اور مشرق وسطیٰ کے لیے راکو محمد اختر صاحب کو ذمہ دار  
بنایا گیا تاکہ اپنے اپنے منطقہ کے کام کی رہنمائی اور نگرانی کریں  
اور مرکز کو اس سے باخبر رکھیں۔ غیر ملکی سمجھنے پایا کہ ہر سال اس  
قسم کے مشاورت کا اہتمام کیا جائے۔ تاکہ اس کام میں پیدا ہونے  
والے مسائل کا جائزہ لیا جاسکے اور نگرانی رہنمائی حاصل کی جاسکے۔

## سیلاب اور جماعت کی امدادی ہم

۱۹۷۶ء میں مسلسل اور شدید بارشوں کی وجہ سے پاکستان  
کے چاروں صوبے ماہ اگست ۱۹۷۶ء میں سیلاب سے متاثر ہوئے  
ہزاروں مہجرات گرجے جسے ہنگاموں دیہات زیر آب آگئے۔ یا پانی میں  
گھر گھر گئی جگہ جگہ لے لائیں بہہ گئی۔ اور ہزاروں ایکڑ کھیتی باڑی  
برباد ہو گئیں۔ غرض یہ کہ غائب ہوئے پیانے پر مالی نقصان ہوا۔ اند  
بہت سارے اضلاع میں قیمتی جائیں بھی ضائع ہوئیں۔ جماعت اسلامی  
نے اپنی روایات کے مطابق فردی طور پر امدادی ہم شروع کر دی  
۳۱ اگست کو محترم امیر جماعت نے قوم سے معیت زدہ بھائیوں  
کی مدد کے لیے اپنی کی اور جماعت کے کارکنوں کو ہدایت فرمائی کہ  
وہ اپنے امدادی کام کو باقی کاموں پر اولیت دیں۔ چنانچہ پورے  
ملک میں جماعت کی امدادی سرگرمیاں شروع ہو گئیں۔ متاثر  
اضلاع میں امدادی کمیٹی قائم کی گئیں اور غیر متاثرہ اضلاع میں  
امدادی سامان لود نقد و قسم جمع کرنے کی ہم چلی گئی۔

امیر جماعت نے خود بھی خدام جیلانی صاحب کو امدادی  
کام کا نگران مقرر فرمایا۔ امیر جماعت، تقسیم جماعت،  
غائب امیر اور چاروں صوبوں کے امراء نے جماعت نے متاثرہ  
ملاقوں اور جماعت کے امدادی کمیٹیوں کا دورہ کیا اور متاثرہ  
لوگوں سے مل کر ہر فرد کی کیا اور جماعت کے امدادی کاموں کا  
جائزہ لیا۔ چاروں صوبوں میں جماعت کے ساتھ سے زائد  
امدادی مراکز قائم ہوئے اور نہایت کام کرتے رہے اس ہم میں محکمہ انجمن

لگائے گئے۔ اگر خالی رہتے تھے جہت سے کہ گروہوں میں  
 نفاذ کرنے کے لئے مگر اس میں وہ بے اثر نہ گئے، یہاں  
 والی میلے کی ہے، ان کو جہت سے اسلامی کو سمجھنے نہ دینے  
 کی تاکید کی گئی، پھر ان کی بات کے سارے لوگوں نے لوگوں کو دھمکیاں  
 دی کہ وہ جہت سے اسلامی کا امداد قبول نہ کریں ورنہ ایسے لوگوں کو  
 حکومت کی طرف سے حد نہیں دی جائے گی۔ ساتھ ہی میں پہلے  
 پہلی نے زبردستی جہت کے ایک امدادی کیس پر قبضہ کر کے  
 اپنا جہت لگا دیا اور ساتھ ساتھ کے لئے آنے ایک مرکزی  
 وزیر کو اس کے ساتھ لے کر آیا۔ لاہور میں پاکستانی کالونی کی کچھ سیٹی میں  
 جہت کے امدادی کیس پر قبضہ کر لیا۔ لاہور کے وزیر نے گرا دیا گیا۔ کیونکہ  
 وہاں مذہب کا نام کی آواز تھی۔

## تحریک عصمت پتال

انگریزوں کے زمانہ سے ہر سال اگست میں چترال میں جشن منایا جاتا ہے جس میں کھیل تماشہ کے دیگر پیکر اموں کے علاوہ کانفرنس سے موجود افسروں کو زبردستی لاکر کھڑا کر دیا جاتا ہے اور ہر سال کے رخصت کر دیا جاتا ہے اور اسلامی تعلیمات کی مہرہ یکم خلاف ورزی کے علاوہ فنی و فوجی کا دورہ بھی جاتا ہے۔ سال گزشتہ بھی جماعت نے اوروں کو دینی حقوقوں نے اس پر احتجاج کیا تھا لیکن اس کے علی الرغم حکومت نے اس پر دگر ام پر عمل جاری رکھا۔ چنانچہ جماعت اسلامی چترال نے یہ طے کیا کہ ۱۷۷۷ء میں اس مناسبات کو ہرگز نہیں ہونے دیا جائے گا۔ چنانچہ جشن کے لیے مسجد چترال کے دوسرے دینی خاصہ کے مشہور کر کے اس کے خلاف مہم چلائی گئی۔ چترال کے تمام مسودوں دینی رہنماؤں کے دستخطوں سے ایک پوسٹ کارڈ کیا گیا اور ۱۷ اگست کو جامع مسجد چترال میں حکومت کی دھمکیوں اور دھمکوں کے باوجود عظیم اشران اجتماع میں جلسہ کیا گیا۔ جو تاریخ چترال میں اپنے نظیر آپ کا۔ اس جلسہ میں اعلان کیا گیا کہ مسلمان چترال اس قسم و فوجی کو اپنی جان پر کھیل کر دیکھیں گے۔ حکومت نے احتجاج کارروائی کے لیے پورے علاقہ اعلیٰ الرہیم صاحب کو چترال جہاں ایک اندنگ نہایت صاحب دکن جماعت کو ایک ماہ کے لیے نظر بند کر دیا۔ لیکن اجتماعی تحریک پورے چترال میں

جنرل سے باہر صوبہ سرحد کی جماعت نے بھی اس  
تحریر کی حمایت میں آواز اٹھائی۔ اخبارات میں اس کا خوب پھیلاؤ  
ہوا اور کرائے گئے۔ قیوم جماعت نے بھی اس مسئلہ پر کچھ بیان کیا  
حکومت نے تحریر کو دبانے کے لیے ہر حربہ استعمال  
کیا لیکن جنرل کے خیر و سلطان اپنے موقع نہ مل پڑا کیلئے جس کے  
میں بالآخر حکومت کو جکنا پڑا اور ۱۹۰۶ء کے مہینہ میں جس  
کا یہ پروگرام حذف ہو گیا۔

یوم محمد بن قاسم اور یوم دفاع۔

سندھی قومیت کا پرچار کرنے والوں نے راجہ بن محمد کو اپنا قومی ہیرو بنایا جو اسے کئی سال پہلے انھوں نے اس مقصد کے لیے ایک جلس نکالا اور اسے اس جگہ لے گئے جہاں راجہ دہرے محمد بن قاسم کے ہاتھوں شکست کھائی تھی اس کے جواب میں تحریک اسلامی کے کارکن۔ اور رمضان المبارک کو ایک ہیجٹ پڑا جلسہ لے کر اس مقام پر گئے اور وہاں محمد بن قاسم کی نعش کا۔ جشن منایا۔ محمد بن قاسم سندھی ادبی سوسائٹی قائم کر۔ تاکہ سندھی قومیت کی تحریک کا ثقافتی اور ادبی محاذ پر مقابلہ کیا جائے اس کے بعد سے جماعت اسلامی سندھ ہر سال مار رمضان المبارک کو یوم محمد بن قاسم مناتی ہے۔ اس سال امیر جماعت نے اپیل کی کہ باب الاسلام سندھ کی نعش کا دن پورے پاکستان میں منایا جائے۔

میں اتفاق سے اس سال ۱۲۸۷ھ میں ۱۶ ستمبر کو آیا تھا  
 ۱۹۱۵ء کے جذبہ جہاد اور عزم و ہمت کے نشان کے طور پر منایا  
 جانا دلچسپہ اور مجھے بھٹو نے بھارت کو خوش کرنے کے لئے  
 ختم کر دیا اس لئے۔ اردو مہمان البارک کا رہن ان دو تولد تارک  
 ساز و اقیات کی یاد کے طور پر منایا گیا۔ جماعت کے لئے ایسا  
 ایسے لڑکے شہر میں اجناسات منقولہ ہوتے جن میں ان عہد  
 جہاد کو تازہ کرنے کا عہد کیا گیا جس نے محمد بن قاسم کے قتل  
 سندھ کو راجہ امیر کے قتل سے نکال کر ناب الاسلام بنایا اللہ  
 ملت پاکستان کو پیچ گنا ایسی قوت کے سامنے سب سے بڑی قوت



فقہ اسلامی کا نفس۔

امام محمد بن سعود بن پورسری ریاض کے زیر اہتمام اکتوبر ۱۹۲۶ء میں فقہ اسلامی کا نفر نس بلائی گئی تھی جس میں عالم اسلام کے علماء متکلمین اور قانون دانوں کو دعوت دی گئی تھی تاکہ اسلامی قانون کے مختلف پہلوؤں پر مقالات لکھیں اور ان کے بارے میں بات کی جائے۔  
والی یا پھیلائی جانے والی غلط فہمیوں کا ازالہ کیا جائے اس کا نفر نس میں محترم امیر جماعت اور ملک نظام علی صاحب کو بھی مدعو کیا گیا تھا۔ لیکن حکومت نے تاکر کششوں کے باوجود لدیت و ملت سے کام لے کر یہ کشش کی۔ امیر جماعت اور ان کے رفقاء کا نفر نس میں نہ جاسکیں گرنہ سال بھی حکومت نے امیر جماعت کو جیلر جانے سے روک دیا تھا۔ اس کے خلاف متعدد اسلامی محلوں کے زعمائے اعتبار کیا تھا۔ لیکن اس کے علی الرغم اس سال پھر وہی روش اختیار کی گئی۔ جب اس غیر معقول رویہ پر شور مچا اور براہِ راحت وزیر اعظم سے یہ دریافت کیا گیا کہ وہ اس طرز عمل کی نتائج کی ذمہ داری قبول کرتے ہیں یا نہیں تو بالکل آخر تک وقت میں امیر جماعت کو جانے کی اجازت دے گئی۔ چنانچہ امیر جماعت اور ملک صاحب جب ریاض پہنچے تو کا نفر نس ختم ہو چکی تھی اس لیے وہ اس میں توشر کرتے نہ کر سکے البتہ کا نفر نس کے اکثر شرکار چونکہ ابھی وہاں نہیں گئے تھے اس لیے ان سے ملاقاتیں ہو گئیں۔

امیر جماعت نے تقریباً دو ہفتے ریاض میں قیام فرمایا اور اس دوران سعودی عرب کے دینی اور حکومت کے معلقوں میں متعلقہ ملاقاتیں کی۔ نیز شاہ خالد سے بھی دو مرتبہ ملاقات کی اس کے بعد حج کی سعادت حاصل کی۔ حج کے لیے آنے والے مختلف وفدوں کی اہم شخصیتوں سے ملاقاتیں ہوئیں۔ امیر عبداللہ بن کلاسی سلطان میں انتقال ہو گیا تھا ان کے صاحبزادے سے ان کی تعزیت کی اور دسمبر ۱۹۷۶ء کے آخر میں پاکستان تشریف لائے۔

اس سال مولانا جان محمد عباسی صاحب تمام مقاماتِ اعلیٰ حضرت  
نظمی کی سعادت حاصل کی اور وہاں امیرِ جماعت کے ساتھ  
مختلف ملاقاتوں میں شرکت رہے۔

دیوار بنگلہ کو گرنے کا حکم دیا تھا۔ ان اجتماعات میں حکومت سے مطالبہ کیا گیا کہ وہ یوم محوین کا رسم اور یوم دفاع کو سرکاری رسم پر منانے کا اعلان و انتظام کرے۔

دیر میں فوجی کارروائی۔

اول ستمبر ۱۹۶۷ء ویرسے قبائل نے جنگات کے گزارہ کے مسلہ پر ایک احتجاجی اجتماع کیا، جس پر محو حکومت نے ملیشیا کے ذریعہ ناکرنگ کرائی اس سے قبائل میں اشتعال پیدا ہوا اور وہ در درن علاقے میں لڑنے لگے جس کی وجہ سے کشیدگی کی فضا پیدا ہو گئی۔ ویرسے جماعت اسلامی کے قومی اسمبلی کے رکن صاحبزادہ صفی اللہ صاحب موبائی اسمبلی کے رکنی ڈاکٹر یعقوب خاں صاحب اور جماعت کے دیگر بھائیوں نے پیچھے ہٹاؤ اور معاملات کو سلجھانے کی جگہ دے دی۔ قریب تھا کہ معاملہ سلجھ جاتا اور اس کے پُر امن حل کی صورت پیدا ہو جاتی لیکن انتہا پسند موبائی حکومت کی کم تر مسلکی اور محو صاحب کے جذبہ انتقام نے معاملہ بگاڑ دیا۔ ڈاکٹر یعقوب صاحب کو گرفتار کر لیا گیا اور ۱۱ ستمبر سے وہاں باقاعدہ فوجی آپریشن شروع کر دیا گیا فوج کی بہت بھاری جمیعت اور ٹینک اور توپیں اس طرح استعمال کی گئیں جیسے دشمن افواج کے خلاف استعمال کی جا رہی ہوں، اس آپریشن کے نتیجے میں تقریباً ۱۱۰۰۰ عدا ہلاک ہوئے اور بے شمار مکانات کو نقصان پہنچا۔ بالآخر صاحبزادہ صفی اللہ صاحب کی کوششوں سے جن کے اچھے محاذوں پر گولہ باری کی گئی تھی مقامی فوجی کمانڈروں کو مہم متوال سے آگے بڑھنے سے روکا گیا۔ تاحی عین احمد صاحب امیر صوبہ سرحد نے لاہور میں تمام جماعت کے ساتھ اور درواہ لہندہ می اندیشہ اور می تنہا آپریشن منعقد کیا۔ خطاب کر کے مہم حالات ملک و قوم کے صلہ پیش کیے اور فوج کو اپنی فوج کے خلاف استعمال کرنے کی مذمت کی۔

محاولت کے ذمہ داران نے متاثرہ خاندانوں سے اظہار  
ہمدردی کے ساتھ ساتھ ممکن حد تک ان کی مالی معاونت کی۔ اور  
حالات کے مدھامکے لیے انتظامیہ سے گفت و شنید سلسلہ  
جاری رکھی۔ آخر کار نومبر ۱۹۷۱ء میں ایک جرگہ میں جس میں  
میر علی و ایڈمنسٹریٹوزوں میں سے بھی شرکت کی۔ مقامی قبائل اور  
نواح کے رہائشیوں پر مبنی۔



## متحدہ جمہوری محاز

سال ۱۹۶۷ء کے دور ان میں متحدہ جمہوری محاذ چھ جماعتوں پر مشتمل رہا تھا۔ حکومت کی طرف سے سختی اور بکڑ بند یوں کا یہ عالم تھا کہ ملتان میں مسجد کے اندر کارکنوں کا کنوینشن بھی نہ ہونے دیا گیا اور مسجد کا محاصرہ کر کے شدہ کار کو دباں پیچنے سے روک دیا گیا۔ اس تنازعہ جبر و استبداد کے باوجود محاذ نے اپنی سرگرمیاں ممکنہ حد تک جاری رکھیں اور اسمبلی کے اندر اور باہر استبداد کا مقابلہ اور حکومت کے آمرانہ رویہ کو کھلے نقاب کرتا رہا جماعت اسلامی مملکت کی ایک شرعی جماعت کے طور پر ان سرگرمیوں میں پوری طرح شریک رہی۔

اس حوصہ میں جماعت نے اپنے پلیٹ فارم سے۔ یا متحدہ محاذ کے ساتھ جو جدوجہد کی اس کی راہ میں جبر و استبداد نے بے شمار رکاوٹیں کھڑی کیں۔ امیر جنسی کے نام پر بنیادی حقوق کا خاتمہ، پورے ملک میں دفعہ ۳۴۴ کا داغی نفاذ اور پریس پر پابندیوں کے علاوہ خوف دہرا اس، دھمکیاں، غنڈہ گردی، گرفتاری اور جھوٹے مقدمات کی بھر مار یہ تمام حربے وسیع پیمانے پر استعمال کیے جاتے رہے۔ جماعت کے اکثر مجاہد مارے۔ اور سینکڑوں کارکن ڈی پی آر اور مستبدانہ قوانین کے تحت اس حد تک گرفتار ہوئے، یا مقدمے چلنے رہے، لیکن خدا کے فضل سے کسی ایک کے پاسے استبداد میں فتنہ ش نہیں آئی۔

## منصور میں غیر ملکی اہم شخصیات کی آمد

جو غیر ملکی شخصیات ۱۹۶۷ء کے دوران وقتاً فوقتاً سرگز جماعت میں آتی رہیں ان کے اسما گرامی یہ ہیں۔

جناب عبدالغفار دادار العالی۔ عراق، پروفیسر کا بن۔  
میرزا بدر شفیق۔ امریکی قونصل برائے امور سیاسی اسلام آباد۔  
سٹر جان گینی۔ امریکی قونصل جنرل لاہور۔  
شہنشاہ محمود۔ ایلوینی۔  
جناب عبدالرحمن۔ نائب مذاکرہ اوقاف، حکومت۔

جناب یوسف محمد۔ صدر جمعیت اسلامیہ پاکستان، لاہور۔  
وزیر اوقاف، حکومت۔

جناب عاشق نادی۔ مذاکرہ امپیکٹ، لندن۔  
پروفیسر مولانا محمد البرکات، امیر جماعت اسلامی سیلو۔  
مجمع دور و نقار جماعت۔

ایم کے ایم مصدوم ایڈووکیٹ، رفیق جماعت اسلامی سیلو۔  
مولوی یوسف۔ رکن جماعت اسلامی سیلو۔  
جناب محمد البرکات السلیطہ، وزارت تعلیم سوڈان۔  
جناب محمد فاروق حاضی، وکیل ریاض، مصر۔  
شیخ اسماعیل بن یحییٰ۔ انصار، شعبہ تبلیغ دارالافتاء مصر۔

عرب۔  
جناب تاج محمد۔ جامعہ ڈی انٹرنیٹ، اردن۔

## ملک نصر اللہ خاں مجاہد کا انتقال پر ملال

مطراؤں کے جبر و استبداد کے علاوہ اس سال میں ۳۳ شدید مصدمات پہنچے۔

۲۲ جولائی ۱۹۶۷ء کے مابین نازم صافی اور جماعت اسلامی۔  
پروگ رہنما ملک نصر اللہ خاں مجاہد نے مختصر ملاقات کے بعد داعی اجل کو لبیک کہا۔ ملک صاحب تشکیل جماعت سے تھوڑا سا عرصہ بعد جماعت میں شامل ہوئے تھے اور اس کے بعد سے آدھ تک پورے افلاس کے ساتھ جماعت کی خدمت کرتے رہے۔ ملک صاحب کے قلم نے جماعت اسلامی اور اس کے نمائندوں کی جو حمایت کی ہے الفاظ اسے بیان کرنے سے قاصر ہیں۔

## پروفیسر نذیر احمد صاحب کی ولادت

اس کے دو ماہ بعد ۱۹ ستمبر ۱۹۶۷ء کو پروفیسر نذیر احمد صاحب (ملتان) انتقال فرما گئے۔ پروفیسر صاحب بھی اجداد ہی سے جماعت سے وابستہ تھے۔ یوں تو انھوں نے متعدد ذرا جینٹوں سے جماعت کے لیے کام کیا ہے۔ لیکن اسلامی نقطہ نظر سے سب سے زیادہ ان کی خدمات خاص طور پر قابل قدر ہیں۔

اگلی آٹھ ستر ارب پارٹی کا مقابلہ کرنا بالکل محال تھا۔ لیکن ہمسے ملا سے باہر کی مختلف جماعتوں کے طرز عمل سے اتحاد کے امکانات، کچھ زیادہ روشن معلوم نہیں ہوتے تھے۔

مشرقیہ اور ریشیہ کی اس کیفیت سے لہدی طرح نکلا۔ نئے وہ بظاہر یہ اعلان کرتے رہے کہ انتخابات اپنے وقت پر ہوں گے لیکن خود انتخابات کی پوری تیاری کرتے رہے۔ تیاری مکمل ہونے کے بعد انھوں نے اچانک وقت سے ایک دو تین سال پہلے کے اجلاس کو منسوخ کر دیا اور انتخابات کرانے کا اعلان کر دیا۔ وہ الیزبیت پر مشتمل مائیکل ہاٹسے تھے۔ لیکن یہ جنوری ۱۹۷۷ء کو یہ اعلان کیا اور، امر جنوری کو الیزبیت کی شاہ جماعتوں نے پاکستان قومی اتحاد کے قیام کا اعلان کر دیا۔

قومی اتحاد کی تشکیل نے عوام میں جوش و خروش دیکھنے کی ایک زبردست لہر دوڑادی۔ اور قوم انتخابات کو آسیریت سے نہایت پائے کا ایک نادر موقع سمجھ کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ قومی اتحاد نے بھی انتہائی مستعدی کا مظاہرہ کیا اور ہفت مشرہ کے اندر جدید ایلوں کے چاروں نشستوں کی تقسیم اور منشور کی تیاری کے سخت شکل مراحل کو کامیابی کے ساتھ طے کر لیا اور انتخابات کا مرکز گرم ہوا۔

نشستوں کی تقسیم کا کام بالخصوص بہت صبر آزما اور دشمن تھا وقت کی کمی اور زباجاتوں کے باہم مضامین و دعاوی امر کی اور موبائی پارلیمانی بورڈ کمی راہیں جاگ کر کام کرتے رہے۔ پارلیمانی بورڈوں میں جماعت کے نمائندوں نے بہت محنت اور ملاحظیت کے ساتھ اپنے اپنے جماعتی مفادات کی نگہداشت کی۔ جماعت نے پہلے سے تمام ملحقہ ہائے انتخاب کا جو جائزہ تیار کر رکھا تھا۔ وہ بہت کام آیا۔ جماعت کو اگرچہ اچھی نشستیں اتحاد پر نظر باں کھلی تھیں لیکن اتحاد نے رائے عامر کو ہموار کرنے کا جو کام کیا اور وہ لوگوں کی تقسیم سے بچا لیا۔ اس نے اس کی تلافی کی وہ اصلاحات غلط نشستوں میں کامیابی کے امکانات پہلے کے مقابلہ میں کافی بڑھ گئے۔

منشور کی تیاری میں جماعت کے نقطہ نظر کی بڑھتی ہوئی اہمیت ایک اور اختلافی نکتے کے سوا پورے کا بڑا دستور جماعت کے مقررات کے مطابق تیار ہوا۔ اس منشور کا مرکز و محور اسلامی نظام یا نظام اسلامی تھا۔ پوری امتحانی ہم میں اس مقصد پر زور دیا گیا

## ۱۹۷۷ء کے انتخابات میں جماعت کی شہادت

۲۷ نومبر کو طویل حالات کے بعد مصباح الاسلام نامہ آئی جی میں داغ مفارقت دے گئے۔

## ڈاکٹر سلیم باجوہ کی دردناک شہادت

۲۷ نومبر ۱۹۷۷ء کو ڈاکٹر سلیم باجوہ صاحب کی ریل میں سفر کرتے ہوئے شہادت سے سیاسی قتل کی نہرست میں ایک اور اضافہ ہو گیا۔

اس سے پہلے ایک سال کی مدت میں جماعت کو کھیلتے تھے قیسی بیدار تاروں سے محروم نہیں ہونا پڑا۔ دھبے کہ ان چاروں کی لہر دور سے جو رفتار اس دوران میں اپنے رب کے پاس جا چکے ہیں ان سب کی مغفرت فرمائے۔ ان کے سامعی جملہ کو قبول فرمائے اور انھیں اعلیٰ ملیں میں مگر دے۔ اور جماعت کی ایسے مزید چیلنجوں سے مدد فرمائے۔

## ۱۹۷۷ء کے سال

۱۹۷۷ء کا سال مسرے کے سال تھا۔ اس کا نصف اول انتخابات اور مسرے کی گولہ اور نصف ثانی مارشل لار کے تحت اس کی پورٹ انھیں دو اجزاء پر تقسیم ہے۔

## پاکستان قومی اتحاد کا قیام

۱۹۷۷ء سے پاکستان کی الیزبیت جماعتیں متحدہ جمہوری محاذ میں اکٹھی کا کر رہی تھیں۔ لیکن نیشنل حوامی پارٹی پر پابندی لگنے کے بعد جب اس کے حامیوں نے اپنی ڈی پی کی تشکیل کی تو وہ اس محاذ میں شامل نہیں ہوئی۔ نیزہ جمیعت علمائے پاکستان بھی ۲۵ م میں حیدر آباد کے ملحقہ میں ضمنی انتخاب کے مسئلہ پر مذاہب سے الگ ہو گئی تھی۔ اور مسرے کے استقلال پہلے ہی اتحاد سے گولہ لہاں اور انجی الفہر اوجیت کا مظاہرہ کر رہی تھی۔ جوشو شاہی میں الیزبیت کے ساتھ جو سلوک روا رکھا گیا تھا اس کے پیش نظر سیاسی ملحق اتحاد کی ضرورت کو شدت سے محسوس کرنے لگے تھے۔ بالخصوص انتخابات کی صورت میں الیزبیت جماعتوں کے لیے

قصر قسطنطنیہ اس وقت تک کہ اس نے اسے قبول نہ کیا۔

پنجاب میں قومی اتحاد کی مجلس نے قومی اتحاد نے اس صورت میں انتخابات کا بائیکاٹ کیا۔ باقی صوبوں میں مجموعی طور پر جماعت اسلامی کو ۲۴ قومی، ۲۰ صوبائی نشستیں ملاں ہوئیں۔ یہ نشستیں جس میں جماعت سنیہ گیسے انتخابات لڑنا چاہتی تھی اس کے علاوہ ایسی نشستیں بھی جماعت کے حصہ میں آئیں جن پر کسی دوسری جماعت کا کوئی امیدوار نہیں تھا۔ نیز صوبہ سندھ میں متعدد نشستوں پر اس کے امیدوار کھڑے کیے گئے تاکہ ان جماعت کے مقابلہ کا سامنا نہ ہو جائے۔

### نشستیں برائے انتخاب مارچ ۱۹۴۷ء

صوبہ سندھ	قومی	صوبائی
۷	۱۵	
صوبہ پنجاب	۲۰	۵۰
صوبہ سرحد	۵	۱۳

۳۲ ۷۸

انکے انتخابات میں صوبہ پنجاب میں جماعت کو دھوبائی نشستیں ملی تھیں۔

جماعت کے ان انتخابات کا جس طرح آغاز ہوا مندرجہ ذیل کے اعداد اور مضامین سے دعوے کی قلعی کھولنے کے لیے کافی ہے۔ کاغذات نامزدگی کے داخلہ اور ان کی پڑتال کے بعد میں پورے ملک میں بہت بڑے پیمانے پر دھاندلی اور ظلم و زیادتی کا رعب کھینچا گیا۔ ذیل میں ان کی ایک جگہ دکھانے کے لیے مختصر مباحث بیان کیے جا رہے ہیں جو جماعت اسلامی کے امیدواران کر چکے۔

### ۱۔ حلقہ انتخاب قومی اسمبلی این اے ۱۶۲

محمد جان محمد صاحب نائب جماعت اسلامی برائے قسطنطنیہ اسلام آباد سندھ نے اس حلقہ میں وزیر اعظم

جماعت کاغذات نامزدگی اٹھانے کی کوشش کی تھی۔ ان کے لیے جماعت اسلامی نے ایک وفد بھیجا۔ ان کے علاوہ جماعت کے دیگر کارکنوں کو بھی اس میں حصہ لینا چاہا گیا۔ ان تمام حضرات کو اس وقت تک روک دیا گیا کہ جب جماعت کے باقاعدہ کامیاب امیدوار اعلان کیا گیا۔ اس وقت صوبائی کے خلاف جماعت انکسٹنشن کے پاس اپیل کی گئی جو انھوں نے مرسرہ کی سماعت کے بعد مسترد کر دی۔

اس طرح جماعت نے اس وقت تک روک دیا کہ اس کی بطور ملکی کانفرنس سے اعلان فرماتے رہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جماعت اس وقت اس لیے روک دیا گیا کہ ان تمام انتخابات کا پول کھول دیا اور انتخابات کے بعد بننے والی حکومت کے قانونی جواز کو ختم کر دیا۔ اس دھاندلی سے نشست پر قبضہ کرنے کے بعد جماعت کے صاحب ملک کے فاضل وزیر اعظم تھے ایک منتخب وزیر اعظم پر گرجائیں رہے تھے۔

### ۲۔ حلقہ نمبر ۱۵۵۔ این اے حلیہ آباد

عبدالرزاق کو صوبہ صاحب کو چیلنجر پارٹی کے غنڈوں نے ریٹائرنگ آفیسر کے دفتر میں داخل ہونے میں نہ دیا۔ اور گھرانہ جماعت کے نمائندے ہر ان خاں بھارانی کو بلا حلفا جکلیا گیا۔ قسار دے دیا گیا۔

### ۳۔ این اے۔ نواب شاہ

جماعت اسلامی کے نمائندے سردار اکبر احمد صاحب تھے۔ چیلنجر پارٹی کے غنڈوں نے ریٹائرنگ آفیسر کے دفتر تک گھسے اور ان کے رشتہ دار ان کی کاغذات داخل نہیں کرنے دیے گئے۔

### ۴۔ این اے۔ نواب شاہ

مولانا جان محمد صاحب کے کاغذات مسترد کر دیے گئے۔ جو اپیل کرنے پر جیل ہوئے۔

مولانا عبد اللہ کھوسہ کو کاغذات داخل ذکر نے مسخ

۱۱۔ پی ایس ۱۳۔ جیکب آباد شہر۔

سردار خان لاشاری کے محو زکوٰۃ اور کریم آبادی کا ماحول  
مسترد کرادیجئے۔ اہل کی گئی وہ بھی مسترد کر دی گئی۔

۱۳۔ پی ایس اے۔ بدین۔

خداوند بخش کھوسو ما دب کو کا فزات داخلہ  
نہیں کرنے دے۔

۱۳۔ بی ایس ۶۹۔ ٹنڈو آدم۔

امیدوار عبد العزیز خوری صاحب کو اخلاص کر لیا گیا  
اور کاغذات داخل ہنپ کر دیئے۔

۱۳۔ پی پی چونسیاں۔

ڈاکٹر عبد الحنان صاحب کو اغوا کر لیا گیا بلکہ شہرہوں کے شدید احتجاج اور مظاہرے کے بعد انہیں چھڑا دیا گیا۔

۱۵۔ این اے۔ ساہیوال۔

۸، فردوسی کو بہر عباس شاہ ماہ ب پر قاعدہ طو کیا گیا۔

محمد اشرف پر قاتلانہ حملہ۔

۱۶-۲۶، فردوسی کو محمد اشرف حلقہ لاسور کے صدر کو

پہلے یاروں کے کارکنوں نے شہید کر دیا۔

دفتر جماعت اسلامی سکھ پر حملہ۔

۱۶۔ سر مارچ کو جماعت اسلامی کمر کے دفتر پر حلو کر سنبھنے

توڑ دیئے گئے۔ دیکھا رڈ بھاڑ دیا، اور کوئی چلائی گئی۔

عَدِيمُ الْفَيْزِ دَعَا نَدَى۔

انتخابی مہم کے دوران بھی جگہ جگہ غنڈہ گردی۔ اور

۱۵۔ ۱۳۔ ۱۱۔ ۱۰۔ ۹۔ ۸۔ ۷۔ ۶۔ ۵۔ ۴۔ ۳۔ ۲۔ ۱۔

نکمران پارٹی کے ممتاز مجسٹو اور چارٹرڈ لیا میسیدوار تھے  
ان دو لائق شوقی پر حاجت کے نمائندوں کو اغوا کر لیا گیا۔ اور  
کافذ است و اصل نہیں کرنے دیجے گئے۔ ان دونوں نے اہل کی سنگین  
وہ بھی مسترد کر دی گئیں۔

۱۶-۱۷۲-۱۸۱ این اے۔ بدین۔

سید علی ہوشاہ صاحب، جماعت کے خاندان سے تھے  
ان کے کافذات داخل ہونے کے بعد انھیں اخوا کے ساری  
رات سوئے نہیں دیا گیا اور دست برداری لکھنے کے لئے دباؤ  
ڈالا گیا، اس میں ناکام ہونے کے بعد ان کے کافذات مسرور  
کردیئے گئے۔ جو اپنی کمر لے کر بحال ہوئے۔

۱۵۰۱۔ این اے۔ تقریر پارکر۔

یوسف آفندہ کا صاحب کے عوہد کو انوار کر کے اس سے زبردستی دست برداری کھیرالی اود کا خذات مسترد کر دیے اس فیصلے کے خلاف اپیل کی گئی لیکن وہ بھی مسترد ہو گئی۔

۸-۸: این اسے دادو۔

عظیم دین محمد صاحب مجوز کو انوا کر کے ان کے کاغذات مسترد کرادیئے گئے۔

۹-۱۸۱-۱۸۱-۱۸۱

جماعت کے مشائخ محمد اسحاق علی گندمرد صاحب  
کو اغوا کر کے، ان سے زبردستی وصت برداری کھوائی گئی اور  
بہت مارے پیٹے کے بعد جب انھیں چھوڑا گیا تو انھوں نے  
فدی طور پر دیر ننگ افسر کے نام تاریم کر اس وصت برداری  
کو روک دیا۔

۱۰۔ صوبائی حلقہ۔ پی ایس۔ ۱۱۔ کشمور۔

تشریف کے واقعات جیسے کہ اسکا میرا لودہ سہاوی  
 گاؤں اور دیگر وسائل کو بیچنے والے کے لیے دینا مستحق  
 کیا گیا۔ ریڈیو، ٹیلی ویژن اور ٹرکس کے اخبارات کے  
 ذریعے مکران پورٹی کے حق میں ایک طرف پرکٹھا لودہ دور  
 سے کیا جاتا رہا۔ لیکن اس کے باوجود جب کامیابی منظر پر آئی  
 تو الیکشن جیتنے کے کامیاب، ڈیپٹی کمشنروں اور کٹنگز کے سپرد  
 کر دیا گیا۔ چنانچہ پولنگ پر خود معاند کی گئی اس نے معاندی  
 کے چھوٹے کارنامے کر دیے۔ معاندی کی کوئی قسم ایسی نہیں  
 جو آزادی کی وجہ بہت وسیع پیمانے پر جلد ونگ کی گئی،  
 دو ٹوروں میں دو حصے کیا گیا، پھر پورٹل کے پولنگ ایجنٹ اور  
 بے شمار مقامات پر خود پولنگ کا حقدور ٹروں سے پریشان  
 نے کر خود مہر کی لگاتا رہا۔ بلیٹ جس قبیلے کے گئے کو ٹرکس  
 پر تنگ پرس سے انھیں نمبروں کے بلیٹ بھیجنا یا جائزہ  
 پر پھر اگر کسیوں میں مجھ سے گئے مگر پولنگ اسٹیشنوں پر ناؤنگ  
 کی گئی۔ متعدد حلقہ ہائے انتخاب میں مکران پورٹی کے امیدواروں  
 نے اسٹیج گنوں سے مسلح ہو کر زبردستی بلیٹس اٹھوائے غرض  
 کہ ہر بے ایمانی آزادی گئی لہذا ان سب کے باوجود جو کچھ وہ گئی  
 اسے ریڈیو اور ٹیلی ویژن سے اپنی مرضی کے نتائج کا اعلان کر کے  
 پورا کر دیا گیا۔

قوم اپنے حقوق پر یہ کھلا ہوا ڈاکو بڑے دیکھ کر سر اٹھا  
 احتجاج میں لگی۔ اور وہ قہر یک جہی، جس کی مثال ہمدادی  
 تاریخ میں نہیں ملتی۔

### انتخابی مہم۔

جماعت نے نصف اسے اپنے انتخابی حلقوں میں زور دار  
 انتخابی مہم چلائی۔ بلکہ ملک بھر میں تمام انتخابی حلقوں میں  
 جماعت کے کارکنوں نے انتہائی محنت اور افلاص سے کام کیا  
 اور اگر حلقوں میں دوسری جماعتوں کے امیدواروں کی انتخابی  
 مہم کو بھی آگے بڑھ کر منظم کیا۔ جماعت کی اس کارکردگی کا نتیجہ  
 دوسری جماعتوں نے بھی کیا، اپنے انتخابی حلقوں کے معارف  
 جماعت کے لیے ایک بہت بڑا مسئلہ تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے

اپنے لیے اس کو دیا، ملک کے اندر بھی کامیاب رہے  
 کھل کر کھڑے ہوئے، اور ہر سیر مل ملک شرفاء کے مقابلے میں  
 اپنا کامیاب کیا۔

پھر ملک میں پاکستان اتحاد کی انتخابی مہم بڑی  
 موثر اور پُر زور تھی۔ قومی اتحاد کے رہنما جس شہر میں گئے وہاں  
 یہ معلوم ہوا کہ پورا شہر اور اس پاس کی آبادی ان کے خیر مقدم  
 کے لیے آمد پوری ہے ہر جگہ فقیر المصالح جیسے ہوئے اور تاریخی  
 محلوں میں گئے۔ اگر معاندی بہت بڑے پیمانے پر زندگی جاتی، تو  
 اتحاد کی فتح یقینی تھی۔ جس کا واضح ثبوت، ارمادہ کو صوبائی انتخابات  
 کے پولنگ کے موقع پر اتحاد کی اپیل پر قوم کا باجماعت اتحاد غیر  
 ملکی صحافیوں نے اس دن مختلف شہروں میں خود سنسائی پولنگ  
 اسٹیشنوں کا مشاہدہ کرنے کے بعد اس بات کی شہادت دی کہ  
 قوم نے واقعی ان انتخابات کا باجماعت کیا ہے اور پولنگ کے  
 جو اعداد و شمار سرکاری طور پر نشر کیے گئے ہیں وہ سراسر غلط ہیں۔  
 اس تمام معاندی کے باوجود جماعت نے قومی اسمبلی کی  
 نشستیں جیت کر اتحاد کی تمام جماعتیں سرفہرست پوزیشن  
 حاصل کی ان نشستوں کی صوبائی تقسیم حسب ذیل تھی۔

- ۴ صوبہ سندھ
- ۲ صوبہ پنجاب
- ۳ صوبہ سرحد

### فقیر المصالح احتجاجی تحریک۔

ان نام نہاد انتخابات میں قوم نے جو کچھ خود دیکھا تھا  
 اس کی تصدیق چیف الیکشن کمشنر جس سجاد احمد خان نے بھی  
 کر دی مگر خرابی سجاد کے بعد چیف الیکشن کمشنر کے بیان  
 کے مطابق نصف سے زائد حلقوں میں جیتے ہوئے پیمانے پر  
 بد عنوانیاں ہوئی تھیں کہ ان کا انکار کرنا، انتخابات کے بغیر  
 ممکن نہ تھا۔ خود مجھ کو صاحب نے یہ کہہ کر اس کا اعتراف کیا کہ اگر  
 معاندی ہوئی ہے تو یہ میرے دزیروں نے کی ہے میں نے  
 نہیں کی۔ لیکن اس کے باوجود وہ اس کے منطقی نتائج کا سامنا  
 کرنے اور نئے سرے سے انتخابات کرنے کے لیے تیار

نہ ہوئے۔ اور بالآخر قوم کو اپنے حقوق کو بازیافت کے لیے  
سڑکوں پر نکلتا ہوا۔

۳۱ مارچ ۱۹۷۷ء سے قومی اتحاد کی اپیل پر برائے امتیاز  
مقامی شہر شروع ہوئے اور دیکھتے دیکھتے پوری قوم اس میں شامل  
ہو گئی۔ ملک کا کوئی قابل ذکر شہر اور قصبہ نہ تھا جس میں احتجاجی  
طلوس نہ ملے ہوں، بلکہ دیہات نے بھی تحریک میں حصہ لیا  
سیاسی کارکنوں، علماء، دسلاہ، طلبہ، دوکاندار، مزدوروں، غریبوں  
اور امیروں، بڑھوں، اور جوانوں سب نے بڑھ چڑھ کر  
حصہ لیا۔ اور قوم کی ماؤں، بہنوں، اور بیٹیوں نے جس شجاعت اور  
عزم و ہمت کا مظاہرہ کیا، اسی کی مثال تو شاید تاریخ عالم  
میں مشکل سے ملے گی۔

جیلیں بھرنے لگیں، لاکھیاں برسیں، گیس کے گولوں کی بارش  
ہوئی۔ گولیاں پلٹیں، گرفتار اور بالآخر مارشل لا لگ گئی لیکن کوئی چیز  
قوم کے بڑھتے ہوئے قدم نہ روک سکی۔

جماعت اسلامی اس تحریک کی دیرھ کی بڑی تھی اکثر پیش  
اضلاع میں تحریک میں جماعت کا دول نمایاں بلکہ موثر ترین رہا  
اور اس بات کا اظہار غیر دور نے بھی کیا ہے کہ جماعت کی تنظیم  
اور قوت کے بغیر اتنی بڑی تحریک اس شان کے ساتھ نہ چل  
سکتی تھی۔ مہربان سندھ میں جماعت نے لگے بڑھ کر اسے سندھی  
مہاجر جنگ کا رنگ دینے کی سرکاری کوشش کو ناکام بنایا، اور  
پرانے سندھی کارکنوں نے گرفتار یا اپشہ کر کے یہ ثابت کر دیا کہ  
سندھی غیر سندھی کی نہیں بلکہ حق و باطل کی جنگ ہے۔

## تحریک پر ظلم و تشدد

تحریک کے شہید، زخمی اور گرفتار ہونے والوں کے معجز  
اور مستند اعداد و شمار دستیاب نہیں ہیں۔ بہر حال یہ اعداد و شمار آمیزہ  
کا مورخ ہی سراہم کر سکے گا۔ ان کی تعداد جو بھی ہو جماعت اسلامی  
کے کارکنوں کا اس میں نمایاں حصہ ہے۔ جماعت سے وابستہ  
اسیران تحریک کی تعداد ہزاروں میں ہے، اور زخمیوں، شہیدوں  
میں بھی ان کی خاصی تعداد ہے۔ جماعت کے مرکزی، مہربانی اور ضلع  
کی سطح کے عہدیداروں میں سے شاید ہی کوئی سنیت پوشی ادا کرنے

سے محروم رہا ہو۔ جماعت سے وابستہ نوجوانوں اور طالب علموں  
کی بڑی تعداد جس طرح شاہی قلعہ میں قذیب و تشدد کا نشانہ بنایا  
گیا۔ اور انہوں نے میں پامردی کا مظاہرہ کیا وہ ہمیشہ یاد رہے گا  
انہیں اٹا لٹا گیا، مار مار کر بے ہوش کر دیا گیا، انہیں بجلی کے جھکے  
لگائے گئے، ان کے ناخن اکھاڑے گئے۔ لیکن ان کے پائے ثبات  
میں نرسش نہ آئی۔ جماعت کی خواتین رہنماؤں اور کارکنوں کو بھی صاف  
نہیں کیا گیا۔ متعدد خواتین کے لیے نگر بندی کے احکام جاری کیے گئے  
اور کئی خواتین زخمی ہوئی ہیں۔

بانی جماعت مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کی قیام  
گاہ پر اپنے آسمانوں کے ذریعہ اسلحہ اور بم رکھ کر لڑا کرنے کی مسلسل  
کوششیں کی گئیں۔ لیکن اللہ کے فضل سے وہ کامیاب نہ ہو سکے۔ اسی  
طرح مفسورہ میں جماعت کے مرکز کو بم سے اڑانے اور پھر جماعت  
پر نامہ اسلحہ کا ذخیرہ کرنے الزام لگا کر اسے خلاف قانون قرار  
دینے کا منصوبہ بنا کر اس پر عمل درآمد کے لیے ایف ایس ایف کے  
آدی مامور کیے گئے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے جماعت کو محفوظ رکھا۔

## اسیروں، زخمیوں اور پسماندگان شہداء کی خدمت

جماعت کے کارکنوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کی پروردی  
کرتے ہوئے جیلوں میں تبلیغ و تلقین اور تربیت کے لیے دگرگام چلائے  
نیز دعوت دین کا لشکر کچھ ساتھیوں میں پھیلانے اور لڑھکنے کا  
کام کیا۔ جیل سے باہر رہنے والوں نے جیل جانے والوں اور ان کے  
خاندانوں کی کچھ بھال کی خدمات انجام دیں۔ اگرچہ صحیح اعداد و شمار  
دستیاب نہیں، لیکن جماعت نے اس کام پر بلا مخالف لاکھوں روپے  
خرچہ کیے ہیں۔ سندھ مہربان سندھ میں جو معلومات جمع ہو چکی ہیں ان کی  
در سے تقریباً ساڑھے آٹھ لاکھ روپے کی تعداد اور بہت بڑی  
مقدار میں خورد و نوش کا سامان اور دوسری اشیاء اسیران، زخمیوں  
اور شہداء کے پسماندگان میں تقسیم کی گئیں۔ جماعت اسلامی کراچی نے  
شہداء کے پسماندگان اور مستقل معذور ہو جانے والوں کے لیے ماہانہ  
وظائف مقرر کیے ہیں جن کی مجموعی رقم تقریباً ماہانہ ہزار روپے  
ماہوار ہے۔

جس وقت پاکستان قومی اتحاد قائم ہوا ہے اس وقت،



و کئی کی حیثیت سے شریک تھے۔ پریس کو تمام بریلنگ پرنٹرز صاحب ہی کرتے تھے، اس طرح پوری دنیا میں شریک کے مرکزی کردار کی حیثیت سے ابھرے۔ ان اتحاد کے مختلف مراحل میں، مختلف جماعت کا کردار و موثر ادائیگیاں رہی ہیں۔ بلکہ جماعت کا ادارہ اس کے لیڈروں کا بھی تعارف ہو گیا۔

اس تحریک کا سب سے اہم پہلو یہ ہے کہ یہ نظام مصطفیٰ کے نام اور نعرے پر چلی، اور اس نام پر قوم نے شجاعت بہادری اور ایثار و قربانی کی وہ تائید کا مثالی قائم کیا جس نے قرون اولیٰ کی یاد تازہ کر دی اور جو اسلامی تاریخ میں سب سے حروف سے لکھی جائیں گی۔ نوجوانوں نے نظام مصطفیٰ کے لیے اپنے سلسلے اپنے سینے کھول دیئے۔ اور کہا کہ مار دگوئی یہاں سے نہیں حاضر ہیں۔ متعدد مثالیں ایسی ہیں کہ مسلمان مجاہدوں نے پورے شعور و احساس کے ساتھ اسلام کی راہ میں جان کا فدا کرنا پیش کیا اس تحریک اور اس میں دی گئی قربانیوں نے اسلامی دنیا کے نعرے کو ایک ایسا عوامی مطالبہ بنا دیا ہے جس کے سلسلے بند باندھنا بہت دشوار ہے۔

۱۹۷۷ء انتخابات میں اور تحریک کے نتیجے میں نہ صرف جماعت کے اثرات وسیع ہوئے ہیں، بلکہ خاصی بڑی تعداد میں نئے کارکن بھی ملے ہیں۔ اگر جماعت ان نئے کارکنوں کی تربیت کوئی خاطر خواہ انتظام کر لے یہ جماعت کا مستقل سرمایہ بن سکتے ہیں۔ اکتوبر ۱۹۷۷ء کی انتخابی مہم میں بھی جماعت نے حصہ لیا۔ لیکن یکم اکتوبر ۱۹۷۷ء کو وہ انتخابات ملتوی کر کے سرگرمیوں پر پابندی عائد کر دی گئی۔ اکتوبر کی مہم میں مرکز سے چند میں چاروں صوبوں کو دے دیئے گئے۔ ان انتخابات میں صوبائی اندازوں کے مطابق ۲۲ قومی اور ۳۷ صوبائی نشستوں پر جماعت کی کامیابی کے روشن امکانات تھے۔ اور باقی نشستوں پر لڑا جاتا تھا۔ جن نشستوں پر کامیابی کے واضح امکانات تھے ان کی یہ ہے۔

قومی	صوبائی
۳	۱۲
۱۳	۱۶
پنجاب	سرحد

جماعت نے کوئی جدہ نہیں بنایا۔ اس کے ساتھ بھرپور اور پر خلوص تعاون کیا۔ اور جلد ہی دوسرے قومی کی انتخابی مہم کے دوران میں بھی صورت رہی، لیکن قومی اتحاد کے سابق سیکرٹری جنرل کی معزولی کے بعد پرنسپل عبدالغفور احمد صاحب کو پاکستان قومی اتحاد کا سیکرٹری جنرل منتخب کیا گیا۔ اور اس کے بعد سے اب تک وہ عہدہ پر فائز ہیں۔ تحریک کے دوران میں جب اتحاد کے مستقل عہدہ دار چلے گئے۔ تو مولانا جان محمد عباسی صاحب نے قمر بیک ایک ماہ تک اتحاد کے نائب صدر رہے۔ آپ کی لڑائی زادہ نعرہ اللہ خان صاحب اور ملک رزوی صاحب کی گرفتاری کے بعد پرنسپل صاحب کا قیام مقام صدر اور قیام جماعت (جو دھری رحمت الہی) اتحاد کے قائم مقام سیکرٹری جنرل منتخب ہوئے۔ اس کے علاوہ اکثر دیگر مولوں اور املاک میں جماعت کے پاس اتحاد کی صدارت، جنرل سیکرٹری شپ یا نائب صدر کے عہدے ہیں۔ اس طرح اتحاد کی تنظیم اور اس کی کارکردگی میں جماعت کا بڑا اہم اور نمایاں حصہ رہا ہے۔

## بھٹو کی بانی جماعت سے ملاقات۔

تحریک جب تقریباً ایک ماہ تک پورے زور سے چلی رہی اور حکومت اسے دہلے میں ناکام ہو گئی تو بھٹو صاحب نے حضرت مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب سے ان کے دولت کہہ لے کر ملاقات کی اور کوشش کی کہ قومی اسمبلی کے انتخابات سے کم لڑ اتحاد کے ساتھ کوئی معاملہ ہو جائے۔ لیکن مولانا محترم نے انھیں صاف بتایا کہ اب ان کے استغفیٰ سے کم لڑ کوئی سمجھوتہ نہیں ہو سکے گا اس لیے ان کو استغفیٰ ہو جانا چاہیے۔

## مذاکرات۔

اس کے بعد جب قومی اتحاد کے تمام مرکزی رہنماؤں کو سہارا میں جمع کیا گیا۔ تو سہارا مذاکرات میں محترم امیر جماعت، پرنسپل غفور احمد صاحب اور مولانا جان محمد عباسی صاحب شرکت رہے آخر میں ۲۷ جون ۱۹۷۷ء سے شروع ہونے والے مذاکرات میں پرنسپل غفور احمد صاحب اتحاد کی مذاکراتی ٹیم میں ایک اہم

سنہ ۵  
بلوچستان

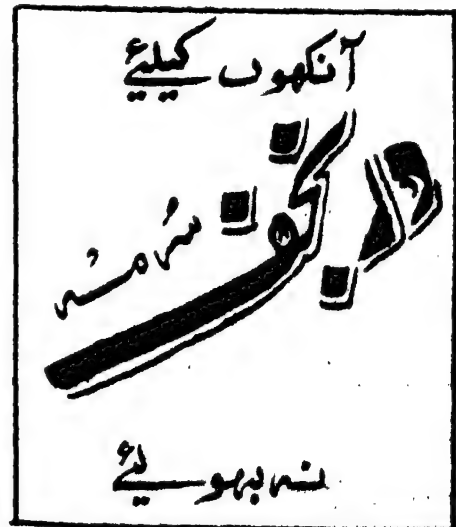
۸  
۱  
۳۷

۵  
۲۲

سیاسی سرگرمیوں پر پابندی لگنے کے بعد سے حرکت بہت محدود ہو گئی ہے۔ جوہر سرحد میں تمام اضلاع کے سر دروزہ تربیتی اجتماعات ہوئے ہیں، جن میں امیر جماعت، نائب امیر، قسیم جماعت، پروفیسر غفور احمد صاحب یا نائب قسیم نے شرکت کی قسیم جماعت نے جوہر سرحد کے اکثر اضلاع کا تنظیمی دورہ کر کے وہاں کے حالات کا جائزہ لیا اور موجودہ حالات میں کام کے بارے میں ہدایات دیں۔ جوہر پنجاب میں بھی تربیتی پروگرام ہو رہے ہیں۔

## حلقہ خواتین

اس عرصہ میں خواتین کے کام میں بھی غیر معمولی اضافہ ہوا ہے۔ متفرقات حلقہ ہائے خواتین، مقرر خواتین، پریلو سے کام آگے بڑھا ہے۔ جماعت کی کارکن خواتین میں حرکت کی بڑی زبردست لہر اٹھی ہے۔ ادا انتخابات و تحریک میں انھوں نے بہت محنت اور جہت سے کام کیا ہے۔ متاثرین تحریک کی امداد و اعانت میں بھی خواتین نے نمایاں حصہ لیا ہے اور خدمت خلق کے معمول کے کام بھی ہوتے رہے ہیں۔



## تین محسب تنویزات

مخصوص مساحت میں کندہ کیے جانے والے حروف مقطعات خاتم مقطعات کی جانچ کی راہنمائی فرما کر، رد و تحریر کی وجوہات، ترقی کا دربار، ترقی کا حصول، دور کا، قوت قلب، استغناء، دشمنوں سے حفاظت، ملل و مشکلات اور دیگر ضرورتوں کے لیے بہت مفید ثابت ہوتی ہے۔ ۲۱/-

ہر طرح کے مہوشی کے دوروں کے لیے حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کی لوج عزیزی سے منقول یہ دعا جو تلنے کی لوج پر کندہ کی جاتی ہے بہت فائدہ مند ہے۔ ۱۱/-

بچہ کی ہر طرح کی حفاظت کیلئے جانچ کی گئی پر کندہ کی ہوئی دھڑلے مدنی منجی استغناء مدت دراز سے بزرگوں کے معمول میں ہے اور بچہ مفید ہے۔ ۲۱/-

بچہ کی ہر طرح کی حفاظت کیلئے جانچ کی گئی پر کندہ کی ہوئی دھڑلے مدنی منجی استغناء مدت دراز سے بزرگوں کے معمول میں ہے اور بچہ مفید ہے۔ ۲۱/-

بچہ کی ہر طرح کی حفاظت کیلئے جانچ کی گئی پر کندہ کی ہوئی دھڑلے مدنی منجی استغناء مدت دراز سے بزرگوں کے معمول میں ہے اور بچہ مفید ہے۔ ۲۱/-

## کاشانہ رحمت، لال مسجد، دیوبند، دیوبند

## مارک دیپ (ہندی)

غیر انسانی برادری تک خدا کا آخری پیغام پہنچانے والا خالص تحریکی و تبلیغی پروگرام جوہر خصوص تحقیقات اور ایسی جہ کی بنیاد و ترقی اپنے انکشافات سے مسلم اور غیر مسلم دونوں حلقوں کو چوکا رہا ہے کہ سائنس اصل بندہ مت کی تعلیمات سے ہی نہیں جس کی آخری شکل "اسلام" ہے۔ جو تحقیقاتی مواد زبان و استعداد لال میں مخاطب کا پورا نفسیاتی لحاظ، مباحثہ و مناظرے کے خلاف، دعوت "درد دل"۔

پانچ سو روپے سالانہ سے پچاس اور سو روپے۔ یا حسب آئینی، سالانہ تعاون کر سکتے ہیں۔

ہندی ماہنامہ، ماہگ دیپ

روشنی بشتنگ باؤس، کے بی روڈ، رامپور، اتر پردیش



## الطاف حسن قریشی

## خیر سگالی کا ناز و نیاز

ہمیں کی جاسکتی

مختلف شواہد سے اندازہ ہوتا ہے کہ پاکستان کے ارباب سیاست و کشادہ نے مضبوط رویہ اختیار کیا ہے پاکستانی جرنیلوں نے کسی نوع کی کمزوری دکھانے کے بجائے قومی عظمت اور قومی مصیبت کا اظہار کیا ہے۔ اسلام آباد میں ایک با اثر جرنیل نے کہا تھا کہ ہم ماضی کی سر فراموش نہیں کر سکتے۔ بھارت اور پاکستان کے مابین مفاہمت کی فضا صرف اس قدر پیدا ہوئی ہے کہ پہلے یہ دونوں قومیں ایک دوسرے سے پٹھ موڑے کھڑی تھیں اور اب ان کے چہرے ایک دوسرے کے سامنے ہیں۔

مسٹر یاجپائی بھارت اور پاکستان کے درمیان خیر سگالی کا پہل تعمیر کرنے آئے ہیں۔ اعتماد اور اعتدال کے ستونوں کے بغیر سرور خاندان نے اعتماد اور اعتبار کے سارے نعوش مٹا ڈالے ہیں۔ ایک پاکستانی کو بھارت کے چہرے میں دہشت اور محبت کے آثار نظر ہی نہیں آتے۔ تیس سال کی تاریخ بد عہدوں اور بے وفائیوں اور دھمکیوں سے معمور ہے بھارت نے ہر موقع پر پاکستان کو زک پہنچانے کی کوشش کی۔ آخر ایسے ملک سے بھل کر کیسے ہوا جاسکتا ہے؟

بھارت کے وزیر خارجہ مسٹر اٹل بھاری باجپئی پاکستان کی دعوت پر ۶ فروری کو اسلام آباد آئے اور شیر امور خارجہ جناب آغا شاہی کے علاوہ پاکستان کے چیف مارشل لار ایڈ مسٹر مٹرا، جناب نزل ضیاء الحق سے ملے اور استقبالیوں اور عشائیوں میں اپنا نقطہ نظر بیان کیا۔ راولپنڈی میں ایک بے چوم پریس کانفرنس سے خطاب کیا اور کئی بار ان کے دل کی بات زبان پر آتے آتے رہ گئی۔

پاکستانی عوام کھلا دل رکھتے ہیں۔ انھوں نے اپنے یہاں کا خوش دلی سے خیر مقدم کیا۔ اور یہ ظاہر نہ ہونے دیا کہ ان کا یہاں جس ملک سے تعلق رکھتا ہے اس نے گہرے زخم کھائے ہیں۔ خود مسٹر یاجپائی جس سیاسی جماعت سے تعلق رکھتے ہیں اس نے بھی میں پاکستان اور بھارت کے مسلمانوں کی سخت مخالفت کی تھی اور معاہدہ شمل کے خلاف مظاہروں میں حصہ لیا تھا۔ وہ کہتے ہیں کہ میں اپنا ماضی بھول جانا چاہتا ہوں اور اہل پاکستان بھی اپنا خوں شدہ ماضی بھول جائیں۔ اس اعتبار سے مسٹر یاجپائی کی باتوں اور تادیبوں میں حقیقت پسندی اور اعتدال پسندی پائی جاتی ہے وہ مجھے مجھے سیاست دان ہیں اور اس حقیقت سے ابھی لڑنے باخبر ہیں کہ بے اعتمادی کی فضا چند محنتوں یا مہینوں میں ختم

مسٹر باجپانی اس تلخ ماضی کا شعور و ادراک رکھتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ اپنے ایک نئے جہد کی ابتدا کر کے ہم اپنے پڑوسی ملکوں سے دوستانہ روابط قائم کرنا چاہتے ہیں بڑے بڑے مسائل حل بھی کر دیے ہیں کشمیر کا مسئلہ بھی حل ہو سکتا ہے پہلے مسٹر باجپانی نے مسئلہ کشمیر کے ذکر سے گریز کیا مگر سوچے پہلے آل انڈیا ریڈیو نے یہ خبر نشر کی کہ مسئلہ کشمیر بھی زیر بحث آیا ہے اس خبر کے بعد مسٹر باجپانی نے بھی کھل کر اعتراف کیا کہ مسائل کا حل یکے بغیر چارہ نہیں کشمیر کا مسئلہ ہمارے مابین موجود ہے اور ہم اسے معاہدہ شملہ کے تحت حل کرنے کی کوشش کریں گے

معاہدہ شملہ پر دونوں حکومتوں نے زور دیا ہے۔ بھارت کے وزیر اعظم کو معاہدہ شملہ سے بھی آگے جانا چاہیے ہے، انھوں نے ایک بار کہا تھا کہ معاہدہ شملہ میں تو مندرجہ پائیدار امن کے الفاظ تحریر ہیں ہم تو برصغیر میں مستقل امن کے خواہاں ہیں۔ معاہدہ شملہ کی روح یہ ہے کہ پہلے تمام متنازعہ فیہ مسائل حل کر لیے جائیں۔ اس کے بعد تفریق کشمیر پر بات چیت ہونی چاہیے۔ معاہدہ کی ترتیب ہی پاکستانی ذہنوں میں ان گنت سوالات اٹھاتی رہتی ہے۔ سیدھی سی بات یہ ہے کہ جب تک مسئلہ کشمیر حل نہیں ہوگا، باقی تمام طے شدہ معاملات بھی شک و شبہ سے دیکھے جاتے رہیں گے۔ معاہدہ شملہ کے بعد سب سے لڑا قدم دونوں ملکوں کے مابین ایک تجارتی معاہدہ تھا بھارت نے اس معاہدہ کو سبب انداز میں اپنے حق میں استعمال کیا اس کے خلاف پاکستان میں شدید رد و عمل پیدا ہوتا رہا اور آج یہ نوبت آچھی ہے کہ بعض سیاسی حلقے اس تجارتی معاہدہ کو ختم کر دینے مطالبہ کر رہے ہیں۔ کتب اور جرائد و رسائل کا تبادلاً بھی لا محدود شکوک و شبہات پیدا کرتا ہے اور سبب وجہ ہے کہ اس میں بہت زیادہ کامیابی نہیں ہوئی۔ یہی عالم ثقافتی تبادلوں کا ہے، بھارت جس قدر زور دیتا ہے پاکستانوں کے اندر اسی قدر نفرت مزاحمت ابھرتی ہے ان حقائق سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ وہ معاہدہ ظہرت اور دہری کے بیچ رہا ہے۔

اس معاہدہ میں اور بھی کئی خامیاں ہیں، مثال کے طور پر اس میں اقوام متحدہ کی ان قراردادوں کا کوئی ذکر نہیں جو مسئلہ کشمیر کے سلسلہ میں منظور ہوئی ہیں۔ یہی مثال اعتبار سے پاکستان حقیقی جھجکا سے محروم ہو گیا ہے۔ پاکستان کی تعمیر کے مطابق پاکستان کسی بھی وقت مسئلہ کشمیر کو اقوام متحدہ میں لے جاسکتا ہے مگر معاہدہ شملہ کے بعد اس راستہ میں کئی نفسیاتی رکاوٹیں

پیدا ہو گئی ہیں اقوام متحدہ میں جب بھی مسئلہ اٹھا لگا تو یہی کہہ جاتا ہے کہ پہلے دونوں ملک پس میں سے طے کر لیں کوشش کریں۔ گویا ٹکڑوں کے ایسا کرنا عہد کر رکھا ہے۔ اس صورت حال یہ ہے کہ معاہدہ شملہ میں مندرجہ بحث و جمیع کی گنجائش ہے اور اسکے آخری فیصلے تک پہنچنے کیلئے کسی مدت کا تعین نہیں گویا بھارت ایک غیر محدود عرصہ کیلئے گفت و شنید کا سلسلہ جاری رکھ سکتا ہے۔ بھارت کیلئے تو معاہدہ شملہ بہت اچھا اور محفوظ ہتھیار ہے مگر پاکستان تو بے دست و پا نظر آتا ہے۔ اور باجپانی صاحب نے کہہ دیا ہے کہ مسئلہ کشمیر تک پہنچنے کیلئے ابھی تو کئی مرحلے اور طے کرنے ہوں گے۔ صاف نظر آتا ہے کہ معاہدہ شملہ کشمیر کے تنازعہ کو حل کرنے میں کچھ بھی مدد نہیں کر سکتا یہ تو سہولتی پس دیوار کی ایک جیتا جاگتا نمونہ ہے جسے مڑ بھٹونے تو ہر مسئلہ کر دیتا تھا۔ مسٹر باجپانی نے یہ بھی اعلان کر دیا ہے کہ اقوام متحدہ کی قراردادیں اب فقہ پاریز ہیں۔ ہمیں نئے سفر سے آغاز کرنا ہوگا۔ اس طرہ عمل سے مزاحمت ہوتا ہے کہ بھارت اپنے موقف کو اور زیادہ گہرا کر دینے کی فکر میں ہے۔

گفت و شنید کے اتار چڑھاؤ سے یہ بات ترشح ہوتی ہے کہ بھارت لبرل پچھلانے کی کوشش کرے گا۔ اس کا خیال ہے کہ ویزہ کی سہولتوں اور صحافیوں کے تبادلوں اور کتب و رسائل کی ریل پیل سے ایک در سے کو کھینچے میں مدد ملے گی اور اس کا آغاز بھارتی سفارت خانے نے نئے کباب کی دریافت سے کر دیا ہے۔

بھارت کے وزیر خارجہ نے قومی لباس کا حذر دیا۔ التزام کیا اس بات کا بھی خیال رکھو کہ اس بار ان صحافیوں کو ساتھ نہ لایا جائے جو مسٹر جٹ کے جوش اکثر پاکستانیوں کو آکارتے تھے انھوں نے اپنے رسم و رواج کی پوری پابندی کی اور پاکستانی قوم کو سچے کام کو قہر اہم کیا۔ مسٹر باجپانی جس خیرگمانی کی تلاش میں نکلے ہیں وہ بہت قریب بھی ہے اور بہت دور بھی۔ اہل پاکستان کھلا سیر نہ کھتے ہیں، مگر احتیاط سے آگے بڑھتے ہیں اس احتیاط اور تدبیر کا سبب اچھا ثبوت جناب جنرل محمد فیاض الرحمن نے دیا ان کا اعلان میں بڑی معنویت ہے کہ وہ جٹ کا دورہ تعلقات کی پیش قدمی کی سے طے کرینگے اب بھارت کا امتحان ہے کہ وہ پاکستان کے خطوط کی کتنی قدر کریں گے۔ مسٹر باجپانی نے ایک صحت میں قدر پیش قدمی کی ہے کہ وہ سہ سال بند گرفت و شنیدہ معاملہ پاکستان کے نظریے غیر معمولی اہمیت کا حامل ہے۔ دیسی حکومت نے فرما کر اچھا بھلا بنگلہ دیش سے کر لیا ہے اگر سہ سال بند گرفت کا سبب اس کی حکومت نے تو بھارت اور پاکستان کے مابین مخالفت کی فضا پہلے سے خاصی بہتر ہو جائے گی۔

# مولانا یوسف صاحب امیرِ حجت اسلامی ہند نے

## پاکستانی طلباء سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا

سنہ ۱۹۷۱ء کا؟

مجھے تعلیمی انصاف کی بھاری بھر کم ہونے کا شدید احساس ہے مگر میں چاہتا ہوں کہ ہمارے تحریکی نوجوان جہاں تفریحی کتب کے مطالعے میں وقت ضائع کرتے ہیں وہاں تعلیمی اسلامی لٹریچر کے مطالعے کیلئے وقت ضرور نکالنا چاہیئے! مطالعہ کے بغیر انسانی زندگی کے مسائل سے آگاہی ہو سکتی ہے نہ اصلاح کا عمل تیز ہو سکتا ہے۔ اسلام کی تفسیر کو صرف اپنے تنک نہ رکھا جائے بلکہ دوسرے مسلمان طلبہ کو بھی اس طرف دعوت دی جائے ہم سے آخرت میں ضرور باز پرس ہوگی، کہ زندگی کے قیمتی لمحات اور خدا کی عطا کردہ صلاحیتیں ہم نے کہاں کہاں ضائع کیں؟ بہت عقل مند ہیں وہ لوگ جو اس فکر کے ساتھ زندگی بسر کرتے ہیں۔

ہمارے نوجوانوں کو نہ صرف اپنا کھار سفوار نام ہے بلکہ صالح معاشرے اور صالح و یا صحت کی تعمیر و تشکیل میں بھی اہم کردار ادا کرنا ہے۔ تاریخ اسلام میں اصحابِ مُتَّقِہ کے تذکرے اس بات پر شاہد ہیں کہ طالب علم طبقہ ہی معاشرے میں علم و فکر کے سپر ایج روٹن رکھتا ہے مسلمان طلبہ کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ تقیہ پر اور تحریک پر بلکہ اس سے بڑھ کر اپنے کردار کے ذریعے حق کی روشنی کو پھیلانے، نہ صرف اپنے ملک میں بلکہ سیردن ملک کے طلبہ پر بھی اثر انداز ہوں۔ میری تمام تر دعاؤں کا مرکز یہی نوجوان نسل ہے۔ آپ، نوجوانوں کی جدوجہد کے ساتھ ساتھ انسانی معاشرے میں امن و سکون کی فضا بنی چلی جائے گی۔ اور ایک ایسی منزل انشاء اللہ مسرور آئے گی جب عالمِ انسانیت کی قیادت صالح عناصر کے ہاتھ میں ہوگی۔

اللہ تعالیٰ کا یہ سرا امر احسان ہے کہ اس نے مجھے آپ نوجوانوں سے ملنے کا موقع عطا کیا۔ درحقیقت آپ لوگ ہی قوم اور ملک کا اصل سرمایہ ہیں اور آپ سے تحریکِ اسلامی کی بہت ساری امیدیں وابستہ ہیں۔ معاشرتی زندگی اختیار کرنا انسانی فطرت ہے زندگی کا حقیقی تصور صرف اسلام نے دیا ہے مغربی فلسفہ زندگی میں انوث، مساوات، حریت، فکر و عمل اور عدل و احسان کی اصطلاحیں فرو مٹی ہیں مگر ان باتوں کے پیمانے وہاں نہ صرف مختلف ہیں بلکہ لیل و نہار کی گردشوں کے ساتھ بدلتے بھی رہتے ہیں مغربی اقوام نے اپنے اور دوسروں کے لیے لنگ الگ معیار مقرر کر رکھے ہیں۔ اسلام واحد نظریہ حیات ہے تو اپنے اور بے گلنے، سرخ اور سفید، عربی و عجمی، کا لحاظ کیے بغیر تمام انسانیت کو ہم گیر اور ابدی اصول و قوانین دیتا ہے۔

مسلمان طلبہ کو چاہیئے کہ وہ اس تعلیم سے لبراً و راحت استفادہ کریں جو قرآن و حدیث کی شکل میں مدد و نفع ہے۔ ہمارے لیے بہترین مرجعہ ہدایت یہی دو چیزیں ہیں۔ دوسرے تعلیمی، معاشی، سماجی اور قانونی نظریات کو اسی کسوٹی پر پرکھنا چاہیئے، اس کے بعد ہمارے طالب علم مغربی افکار سے مرعوب و متاثر نہ ہوں گے اس تہذیب کی بنیاد برائے مادہ پرستی پر ہے۔ وہ الوہی ہدایت سے بے نیاز اور انسانی خواہشات کے تابع ہے۔

بدستی سے آج مسلم ممالک میں مغربی تہذیب کو سراہا جاتا ہے مادی نظریات کو شعوری اور شعوری طور پر اپنا کر فرحوس کیا جاتا ہے ہمارے طلباء کو چاہیئے کہ وہ اس روش سے بچنے کی کوشش کریں مطالعہ اور تحقیق کے ذریعہ اس سرکھ کو توڑیں، سائنس اور ٹیکنالوجی کے معاملے میں یورپی اقوام سے استفادہ کرنے سے اسلام پر گریز نہیں رکھنا بلکہ ان کی اخلاقی زندگی مد نظر رکھنے پر زور دیتا ہے۔ اگر ہماری نوجوان نسل اس ذریعہ سے عہدہ برآ نہ ہوئی تو پھر اور کون اس ذمہ داری کو



## اسلامی دستور کے بنیادی اور رہنما اصول

انہ قلند مفتی عنایز الرحمن صاحب بیچنویہی  
یہ کتاب آزاد ہندوستان میں اپنے موضوع اور طرز تحریر کے  
 لحاظ سے ایک نئی اور بعیرت افروز تالیف ہے جس میں اسلام کے  
 بنیادی اور رہنما اصول، فقہ کے قواعد فقیر، نیز مسائل جدیدہ اور تمام پیچیدہ  
 مسائل کو حل کر کے عقائد و طریقہ، نیز اسلامی مسائل کے امتیازات اور  
 ابواب فقہ میں اختلافات کو نہایت تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔  
 اس کتاب کو پڑھنے سے علماء اور طلباء میں قوت اجتہاد پیدا ہوگی  
 اور عاقل سے کلمہ اردو وال حضرات میں ملی بعیرت پیدا ہوگی۔

قیمت جلد خوشنما صدف ۱۳/۰۰

مکتبہ تجلی دیوبند

## تاریخ محمد بن عبد الرحمن

تاریخ محمد بن عبد الرحمن  
مکتبہ اشاعت  
اشاعت کی نوعیت  
پرنٹر پبلشر  
دھنیت  
ہندوستان  
مکتبہ ابوالمعالی دیوبند  
موجودہ ایڈیٹر صاحب حسن احمد صدیقی ہے۔  
ملکیت  
ہم دونوں حسن احمد صدیقی، نسیم فاطمہ  
ہیں کہ مذکورہ بالا تفصیلات ہمارے بہترین علم و اعتقاد کی رو سے  
صحیح ہیں۔

حسن احمد صدیقی، نسیم فاطمہ

## تاریخ محمودی

یہ کتاب شمالی ہند کی تاریخ کے ایک گم شدہ  
 باب کی بازیافت کی حیثیت رکھتی ہے جس کا زمانہ وقوع  
 سلطان محمد غوری کی قزاقوں کے میدان میں عہد آفریں فتح  
 سے بھی کچھ پہلے کا ہے۔ اٹھارویں صدی عیسوی کے درمیان  
 اس سے متعلق مقامی معلومات حاصل ہوئیں جس سے زیر نظر کتاب  
 میں تاریخی وقعات کے بارے میں مزید تحقیق و جستجو کو مدد ملی اور  
 مغربی یورپی کی تاریخ میں ایک نئے باب کا اضافہ ہوا

صاحب

شاہ غلام علی شرف علی، متوجہ ڈاکٹر تنویر احمد علی

قیمت جلد مع ڈسٹ کوبرا ۱۰/۰۰

## صحیفہ البرار

سلسلہ قادریہ کے نامور بزرگ حضرت شاہ  
 عبدالرزاق صاحب جنجھالوی کے ملفوظات و تقریرات کا پیش  
 رہا مجموعہ جس میں اس عہد کی تہذیب و تاریخ اور خانقاہی نظام کے  
 سلسلہ میں پیش رہا معلومات درج ہیں۔  
 علمی ڈاکٹر تنویر احمد علی نے اس کتاب کے ترجمہ کو انتہائی  
 کاوش اور محنت سے انجام دیا ہے اور ساتھ ہی تصوف اور اسکی  
 تاہم دور فائیت پر ایک محققانہ مقالہ سیر و قلم کر کے اس میں شامل فرمایا  
 ہے۔ اب یہ کتاب کئی اعتبار سے قابل مطالعہ اور لائق فکر ہو گئی  
 ہے

قیمت جلد مع ڈسٹ کوبرا ۲۵/۰۰

مکتبہ تجلی دیوبند

حکیم سید سید محمد ہاشمی

## آئینہ جماعت اسلامی ہند کے نام

ہند میں عشق کے قافلہ سالار سلام  
 رنگِ اخلاص و وفا کہیں طیار سلام  
 سر نہ چشمِ بھیرت ہے تری خاکِ قدم  
 جن کا مقصود فقط دین کی کائنات ٹھہرا  
 کل ترے شہر میں اک سیدِ مودودی تھا  
 آج ہر شہر میں، ہر ملک میں مودودی ہیں  
 اب تمہیں گرمی باز کا شکوہ نہ رہے  
 درجہ اجنس گراں پایہ لٹانے والو  
 چار سو گونج رہا نغمہ ہو ہے گویا  
 ہند سے لے کے مراکش کے بیابانوں تک  
 گوشہ ہدایت گرفتار ملت میں قدم رکھتے ہی  
 راہِ رو کے ہوئے طاغوت کھڑا قتل لیکن  
 دل جلائے ہیں بتاریکی نے رستہ رو کا  
 کھل گئے سینہ طاغوت پہ ناکلی کے زخم  
 کیسے دیول نے قہر، آرام و سکون کو چھوڑا  
 تختِ نمود کو کھرا کے چلے آئے ہیں  
 راستہ روکنے کو آندھیاں اٹھتی ہی رہیں  
 اہل حق بڑھتے رہے منزل مقصود کی سمت

ظلمتِ کفر میں انوار کے آثار سلام  
 باغِ اسلام کی اسے شاخِ شہوار سلام  
 تیرے ہاتھوں میں ہے بابِ غیبت کا علم  
 ہر قدم پر ترے ہمراہ ہیں وہ الٰہی، ہم  
 اپنی ہی آگ میں جلتا رہا برسوں تنہا  
 اور اس ملک سے روشن ہے زمانہ سارا  
 وقت نے بیڑ لگا دی ہے خریداروں کی  
 فوجِ طہستی ملی آتی ہے طلبگاروں کی  
 آج رگ رگ میں انوۃ کا ہو ہے گویا  
 شعلہ عشقِ محمد کی نمو ہے گویا  
 درِ زنداں بھی کھلے، طوق بنے دل پہ  
 چلنے والوں کو تو چلنا تھا بہر حال چلے  
 سکر لے ہیں خطاب بن کے کئی داروں پر  
 سر جھکنے لگے زندانوں کی دیواروں پر  
 کچھ راحت سے چلے راہِ ہدایت کی طرف  
 آگ میں ایمنی براہِ ایمان کی طرف  
 آزمائش کے یہ پاول بھی بستے ہی رہے  
 ناگِ مایوسی کے ابلیس کو ڈتے ہی رہے

مبارک ترے بہاؤ عزیز  
فرشتوں کی طرح نہ کر لیل جنوں  
اپنا محبوب بھی دیر ہے ترا محبوب بھی دیر  
پیارا کیا کہی جانتے ہے ہمارے ماہرین  
ایک انداز ہے ارباب وفا کا گویا  
سے میرے جیسے پیرے قریب ایسا کرنا  
ہاتھ گھٹا اسلہ گھڑا ہی ہے تو  
سہارا دینا تو سہا سہا ہی ہے تو  
کس کے اور کس کے ہاں ہیں دیش  
سنتا ہے دل دعوت قرآن میں  
ہر آنکھ دل کوئی فسانہ تو نہیں  
آج تیرے کے بازار میں تنہا تو نہیں

خدا پر عشق ابھی سینوں میں زندہ ہے  
لکشاں شیر و کردار کی تابندہ ہے  
قافلہ منزل مقصود پہنچے گا ضرور  
دین موجود ہے توہر آن ابھی زندہ ہے

مولانا یوسف امجدی صاحب دہلی ہند کی پاکستان میں آمد پر کلمہ حق

## غزل

عاصمہ بدایونی

قلب دیریں میں غم دہر ہسا کر میں نے  
نچ میں ہیں کرب کے شعلے میں سہا پالم ہوں  
جب دکھاں مرے ساتی نے مجھ تنگدلی  
اب پیسہ نہ کئے گئے دنیا مجھ کو ا  
مجھ سے ہر وقت زنجیر کرنا ہے سوال  
صاحبہ چو شش تو خاموش رہے مطلقاً  
میں نے آخر مرا غلام چور اسے پر  
کون اب حق کا گھبراہٹ کئے گا مجھ کو

ایک قطرہ میں سمیٹا ہے سمندر میں نے  
خوب دیکھے ہیں اربے وقت کے تیر میں نے  
برص کے خود مجھ میں لیا ہاتھ سے ساغر میں نے  
کہا ہے میں شیش مفت جسم پر تجھ میں نے  
کیوں کہا ایک سنگ کو سنگ میں نے  
نغمہ وقت کہا ساؤ غزل پر میں نے  
کہا کیا سچ کے کردار کا زور میں نے  
کر لیا تھوڑے کوچ جان کے باور میں نے

یا دِ ماضی نے مرا ساتھ نہ چھوڑا غم  
ہر طرح دیکھ لیا اس کو بھلا کر میں نے

مَلَا نَبْتَ الْعَرَبِ

# مسبے میخانے تک

جمال کو نہیں پہنچتی ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ خواتین جس خوبی سے دماغ  
نسبیں جذب کرتی ہیں میاں کی بلبلیں اس سے بھی زیادہ  
قوت جاذبہ اپنے اندر رکھتی ہیں۔ مجھے کیا وجہ ہے کہ انہیں جس  
لطیف سے خارج کیا جائے۔

مونٹ کرون تو خواجہ صاحب مرنے مارنے کو تیار تھے  
انہیں بہ سبب اہل دل ہونے کے اس جس سے دلہن کو ضرور  
تھی اور جو تندرست کر کے اس سے خوب رونق نصیب ہوئی تھی  
اس لیے اس کی اجمیت کے بھی معترف تھے۔ مگر فراموشی  
ہمیشہ زنانہ عاشقان ادلیار ہی کی جھولہ لہو میں جلتے تھے  
لہذا اگر کوئی ساتھی میاں کی میل دلے نیچے میں چٹکی فرمائش  
کر تا تو منہ بنا کر کہا کرتے تھے۔

مراغاں، ہٹاؤ شمشاد لے فرمایا ہے

زمین شور سنبل بر مباد

درد ختم مل منا کا گرداں

بہت غور کیا مگر کچھ سمجھ میں نہ آیا کہ کیسے جان چھڑاؤں باز

اگر ٹھنڈی آہ بھری اور درخت سے چمکے گلے کہا۔

دھماش کوئی ایسا طعناش کیا ماسکے جو کہ کاہ اور

کہا کہ "دھیان ہو"

دو توں کی آنکھوں میں پہلے چھوڑ دی ہوئی ہر طرف۔

مولائے ان بد مذاق ناظرین کے جنہیں وہاں بریت ،  
کے مالک نے قہوری شہر لہیت کی نعتوں سے بہرہ اندوز  
ہونے کے قابل نہیں چھوڑا ہے۔ باقی جلال دل یہ سن کر خوش  
ہوں گے کہ ناہیز کو اس سال بھی کیر شہر لہیت کا حج نصیب ہوا  
اور جس اس کی ہمیشہ سے زیادہ کامیاب رہا۔ کامیابی  
کی اصلی وجہ تو قاصر ہے۔ صوفیائے کرام کے روحانی تہنیت  
کے سوا کیا ہو سکتی ہے۔ لیکن ظاہر میں یہ وجہ ہوئی کہ ایک طرف  
تو زنانہ عاشقان ادلیار بہت آئیں۔ دوسری طرف میاں  
کی بلبلوں کا جھمکا ناخوب رہا۔

اہل طریقت کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ میاں کی  
بلبلوں کے بارے میں صوفی حیدر اور خواجہ اللہ رانی میں بھی  
کچھ تکنیکل اختلاف چل رہا ہے۔ صوفی صاحب کا دعویٰ ہے  
کہ تائیت ٹھیک ہے یعنی "میاں کی بلبل"

خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ فصاحت تذکیر میں ہے  
یعنی "میاں کا بلبل"

مجھے اسے مستحباب کیا گیا، تو میں بھی چکا گیا۔ بکرانے  
کی بات ہی تھی۔ جس سے بڑا تجوی اس نازک سوال سے  
کل کاٹ گیا ہے کہ میاں کی بلبلوں کو کس جنس میں مشلا دیا گیا  
ہوگا۔ اب یہ مسئلہ کے مذکر کوں تو مولیٰ صاحب کے ذوق

میں کا جسے جو لوگوں کی سچ پر کھانا ہے۔ کروڑوں کی سچ پر کھانا ہے۔  
آؤ اور لکھا نہیں۔

ناشر سے دوران کئی بار خیال آیا کہ عرض مدعا کروں، مگر  
انڈے منہ دو تھے، چائے بھی ایک ہی چائے والی تھی۔ عرض  
مدعا کے کچھ میں پختہ تا تو تقسیم منصفانہ نہیں ہو سکتی تھی۔  
میں ابھی دوسری پہلی غم نہیں کر پایا تھا کہ انھوں نے اپنی  
پہلی خالی کرتے ہوئے فرمایا۔

مدعا اب تم جاؤ، یہ میرے کھنے کا وقت ہے؛  
مکہاں جاؤں، باہر تو موٹی اور موٹی خوں پیئے کو کھڑے ہیں،  
ان کی بھونٹیں نکلتی ہیں، یہ تانا بڑا خطرناک ہوتا ہے۔ اس کا  
مطلب یہ کہ اب وہ دھنگ سے بات نہیں کریں گے۔  
اب تو پتہ چل گیا ہے کہ "میں ٹھکانا" میں ایک فرد کی بات  
لو چھنے آیا تھا۔

"تمہاری فردی باتیں میں جانتا ہوں، گدھے  
"گدھا تو آپ جو دفعہ کہیں گے کہ ایک فرد کی بات...  
"یہ تو پتہ چل گیا ہے، ان کا کچھ نہیں اور انداز تو اور تھا، میرے  
رو کھٹے کھٹے ہونے لگے، کسے پوچھوں کہ ان کا انداز آئے۔ وہ تو  
کہیں گے کہ تو ان کا سوال میں نے دل سے گھڑ لیا ہے، چلا کہ آپ  
جانتے ہیں کہ سوال کس قدر حقیقی اور اہم تھا، اس دنیا کے عالم  
میں میرے منہ سے نکلا۔  
"میاں کا بیل...."

انھوں نے کہا چلنے والی نظروں سے گھوڑا۔ میں آدمی  
سنا گیا۔

"جی رہہ نقد دراصل یہ تھا کہ میاں کی بیل....  
"کیا کہتے ہو؟ وہ کہے۔  
"م... میاں کا بیل...."

واقعہ میرے ہوش اڑنے لگے۔ زبان نہ نکلی۔ آپ کہیں  
میں عجیب ہے بلا لڑے تو ستم و ستم و ستم ہے لا ملنے،  
ڈنڈے تو مشہور خاک سے توڑ جائے۔ بات یہ ہے اس کے  
اسی دور نامہ و ستم و ستم و ستم کی کوئی اہمیت نہیں۔ یہ ستم  
نکلی میں کا دھونا یا پتہ چل گیا ہے کہ کیا ستم ہے اس کے

سے کہے ہو سکتا ہے۔ وہ کہہ رہے۔

مزدور ہو سکتا ہے، آخر وہ ملحق ہی ایسی سافر مائی  
گئی کہ مزدور ہے نہ عورت، آخر وہ انڈے مل شائے خفاں کے  
مناسبت، انفا بھی چھوڑا کر کے چلے گئے۔  
دونوں کے چہرے کھل گئے۔ ایک دوسرے کو اس طرح  
دیکھا جسے کہہ رہے ہوں۔  
"بات تو پتہ کی ہے"

پھر دونوں ہی بولے  
"مگر کوئی نفات کی کتاب جو تو اس میں دیکھو،  
مگر دیکھ رہے ہیں، میں نے کراہ کے عرض کیا، یہ سب ہی اہل نفات  
دہائی تھے اس لئے سے کراہ کے کھل گئے۔  
"تو اپنے ایڈیٹر کی سے پوچھو، وہ پتہ چل جائے گا۔  
"میتا ہے۔"

"یہاں والے آئیں گے، یہ سب کی۔  
"یاں ہاں، ذرا دیکھیں وہ کیا کہتا ہے۔  
"نرا کس حصول تھی سنا، زخمیر کے متعلق بددی ایڈیٹر صاحب  
کے دو دولت پر پہنچا کہ ایک ہفتہ دو ساچ ہو جائیں۔ حسب توقع، وہ  
ناقتہ کے لیے پر تول رہے تھے، دیکھتے ہی ایسے شراب  
زادے سے سکرانے کے کچھ جلدی سے کہنا پڑا۔  
"میں نے کچھ میں ناشتہ کئے ہیں آیا ہوں۔  
"میں جب کہنا تھا تو ناشر نے کروڑ انھوں نے صاف کہا۔  
"سنا ہے وہ کچھ میں مبتلا ہو۔"

میں ہاں۔ کل حکیم شفا میں کو دیکھا تھا، انھوں نے بتایا  
ہے کہ نہاد چاہے کچھ پیئے آتوں میں شکی آگئی ہے، مشورہ دیا، کہ  
چائے سے قبل کھیں اور پڑانے لے لیا کرو۔  
"مگر میں تو آٹھل چلنے کے ساتھ صرف انڈا کھاتا ہوں۔  
"انڈا بھی چلے گا، مطلب یہ ہے کہ خالی چائے نقصان  
دیتی ہے۔"

وہ پورے ملنے میں مجھے کم ہی لوگ جیتے ہیں۔  
قصہ دیکھئے کہ ایڈیٹر صاحب نے جو چارسی گفتگو سنی تو  
چاہے کہ ہر ایک پر اپنا بھی آگیا۔ اپنے تو زیادہ بڑا کہہ دیا

لوں کی لاس سے جا بھری۔ وہ اپنے ایدیشہ بھائی پر اتنا اکرلی ہیا کر  
کیا کوئی دارودہ کی بہن اکرے گی۔ اگر شادی سے قبل صاحبہ کو پتہ  
چلے جاتا کہ آسنے والی ہوگی اسنے بھائی کی ایدیشہ کی کا ایسا ناجاکر  
خاندان اٹھائے گی، تو یقین کیجئے کہ یہ عداوت سے پہلے ترقیم نظر  
آئے جن کی وجہ سے ہم میاں بیوی دونوں کی عمریں شکوک ہو گئی  
ہے، کیا قہقہہ کاغذی سعادت مندوں کے طفیل خاندانی مصوبہ  
بندی کے خدادندان نعمت ایک نہ ایک دن فدوی کو بھائی  
میرے حائیں۔

میرا حال اڑتے ہوئے ہوش کو بہ مشکل تمام کر میں نے  
خوشک دنگلا اور لجا جت سے کہا۔  
دیکھئے میری تو خطا نہیں۔ مرنی عبدال اور خواجہ اللہ  
راضی نے میاں کا بیل پر چاٹھا۔  
"استغفر اللہ" وہ جھلائے "کیا کہے جاتے ہو میاں کا  
بیل، میاں کی بیل۔"  
"جی ہاں یہی تو ہے نہیں ہو رہا ہے۔" "کا" کی "دونوں  
غلط ہیں۔"

"بدیشہ" وہ دباڑے "تمہاری خیاقتیں کم نہیں ہوتیں  
مولانا بدالہ علی کہہ رہے تھے کہ تم نے ان کے لڑکے کو پٹا کھلیتا  
سکھایا ہے، اس نے اپنی نانی کا سر پھوڑ دیا۔  
"قسم خدا کی بالکل غلط ہے۔ میں نے اس سے ہرگز نہیں  
کہا کہ نانی کا سر پھوڑنا۔  
"مردود اپنا تو تم نے ہی سکھایا۔  
مہ کیا کرتا میں تو بھٹک میں اکیلے مشق کرتا تھا۔ وہ خود ہی  
کہنے لگا کچا جان میں ہی سکھا دو۔ میں نے سکھا دیا۔  
لعد یہ بھی کہہ دیا کہ کسی کسی کا سر پھوڑنا۔  
"یہ بھی نہیں کہا تھا۔ پس یہ سمجھا یا تھا کہ جب تک علی تجھ پر  
نہیں کر دے گا، تجھے جیسا نہیں۔"  
ان کی مونچوں کی آٹ سے ہلکا سا تسم جھلکا، اسے چھپانے  
کے لیے ہاتھ دھو کر رکھا۔ پھر قدرے نرمی سے میں فرمایا۔  
"وہ کتنی بھاری گتے ہیں کی ایک حد جوتی ہے وہ ہے

لوں کی لاس سے جا بھری۔ وہ اپنے ایدیشہ بھائی پر اتنا اکرلی ہیا کر  
کیا کوئی دارودہ کی بہن اکرے گی۔ اگر شادی سے قبل صاحبہ کو پتہ  
چلے جاتا کہ آسنے والی ہوگی اسنے بھائی کی ایدیشہ کی کا ایسا ناجاکر  
خاندان اٹھائے گی، تو یقین کیجئے کہ یہ عداوت سے پہلے ترقیم نظر  
آئے جن کی وجہ سے ہم میاں بیوی دونوں کی عمریں شکوک ہو گئی  
ہے، کیا قہقہہ کاغذی سعادت مندوں کے طفیل خاندانی مصوبہ  
بندی کے خدادندان نعمت ایک نہ ایک دن فدوی کو بھائی  
میرے حائیں۔

میرا حال اڑتے ہوئے ہوش کو بہ مشکل تمام کر میں نے  
خوشک دنگلا اور لجا جت سے کہا۔  
دیکھئے میری تو خطا نہیں۔ مرنی عبدال اور خواجہ اللہ  
راضی نے میاں کا بیل پر چاٹھا۔  
"استغفر اللہ" وہ جھلائے "کیا کہے جاتے ہو میاں کا  
بیل، میاں کی بیل۔"  
"جی ہاں یہی تو ہے نہیں ہو رہا ہے۔" "کا" کی "دونوں  
غلط ہیں۔"

"بدیشہ" وہ دباڑے "تمہاری خیاقتیں کم نہیں ہوتیں  
مولانا بدالہ علی کہہ رہے تھے کہ تم نے ان کے لڑکے کو پٹا کھلیتا  
سکھایا ہے، اس نے اپنی نانی کا سر پھوڑ دیا۔  
"قسم خدا کی بالکل غلط ہے۔ میں نے اس سے ہرگز نہیں  
کہا کہ نانی کا سر پھوڑنا۔  
"مردود اپنا تو تم نے ہی سکھایا۔  
مہ کیا کرتا میں تو بھٹک میں اکیلے مشق کرتا تھا۔ وہ خود ہی  
کہنے لگا کچا جان میں ہی سکھا دو۔ میں نے سکھا دیا۔  
لعد یہ بھی کہہ دیا کہ کسی کسی کا سر پھوڑنا۔  
"یہ بھی نہیں کہا تھا۔ پس یہ سمجھا یا تھا کہ جب تک علی تجھ پر  
نہیں کر دے گا، تجھے جیسا نہیں۔"  
ان کی مونچوں کی آٹ سے ہلکا سا تسم جھلکا، اسے چھپانے  
کے لیے ہاتھ دھو کر رکھا۔ پھر قدرے نرمی سے میں فرمایا۔  
"وہ کتنی بھاری گتے ہیں کی ایک حد جوتی ہے وہ ہے



تھیں ہی کے پاس پہنچا۔ یہ مادہ زلاصوفی ہیں۔ ہلکے پھلکے دھبہ دار اور میں ہے۔ ان کا بڑا اثر کامان کے ہیٹ سے وکالت کی منہ کر نکھٹا۔

”صفت حیران ہوں، صوفی صاحب“ میں نے جھوٹے ہی کہا۔ ”یہ میاں کی بلیں آخر کس کام آتی ہیں؟“

”کیوں آپ کو کیا نگر ہوئی؟“

”مگر بلیوں ہوئی کہ میاں شرف کے فطے معلوم ہوا ہے کہ انکی پارساں سے کئی گنی زیادہ آتی ہیں۔“

”آنسو پیچھے! آپ کا کیا ہو گیا؟“

”مگر جانے گا خود میں بھی کل صبح جا رہا ہوں؟“

”مبادک ہو پھر تو معرفت دینی جا کر معلوم کر لیجئے گا؟“

”آپ نہیں بتائیں گے۔ ہاں آپ شرف نہیں

لے گئے۔“

”کیا تھا۔ ایک مقدمہ کی تادیب تھی، اس لیے کل لوٹ

آیا۔ اب پرسوں پھر جاؤں گا۔“

”تو عرصہ کیسا جا رہا ہے۔“

”بہت عرصہ۔ جا ہی جو رہے ہو دیکھ لینا۔“

”معتذر کا سوال جون کا توں رہا۔“

اگلے صبح میں اور حاجی دلال حرس کے لیے سوار ہو گئے کہنے

کو یہ بات آسان ہے مگر اس کے لیے کئی نشیب و فراز سے گزرنا

پڑا تھا۔ میرا ارادہ اس سال کیریلے کا نہیں تھا۔ ہوتا کیسے یاد پڑا

حق نے دہینے پہلے ہی سے خواہ میرے ہاتھ میں دینی نہ لگتا

تھی، براہ راست اپنی بہن یعنی فدوی کی زعبہ کو دیتے۔ ایک دن

اس سے یہ بھی کہہ سہجے۔

”دیکھو زوہ! اگر بار سال کی طرح اب کی بھی وہ گھر

کیر گیا۔ تو جواب وہ تم ہوگی؟“

”میں کیا کر سکتی ہوں بھیا! وہ تو تالا کھول کے ہے

تالا لیتے ہیں۔“

”تم منع نہیں کرتیں؟“

”میرے سامنے شوری نہ کھٹے ہیں۔ پھر لے جاتی ہوں

گوجا لے لیں۔“

”یہ مطلب کہ جو کہ انھوں نے فرمایا ہے کہ اگر میں بھی

وہی فرمائے گا، تو آپ لوگ کن کئے کہہ سکتے ہیں؟“

”ارے وہ اس کا کیا مطلب ہوا؟“

”مطلب یہ خاک ڈالنے، ذرا یہ تو بتا دیجئے کہ آخر عرس

شریف میں میاں کی بلیوں کا معشرہ کیا ہے؟“

”معشرہ! اماں وہ تو شاہی دربار ہے جو جا ہے آئے

جھولی بھر بھر لے جائے۔“

”تھیک ہے مگر مجھ پر معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ ایک

سے ایک زنانہ ماشقان اور لہار کی موجودگی میں میاں کی بلیوں،

”پھر وہی“ خواجہ صاحب قزاقی نے ”اماں میاں کی بلی

کہنا۔“

”یہ آپ کی زیادتی ہے۔ صوفی صاحب نے خواجہ

کو لٹکا کر گراہ ازاد دستاد تھا۔“ ”معاذ صاحب جو بولتے ہیں بولتے

دیکھئے۔“

”کیوں بولتے ہیں کوئی یہ سن رہی ہے خواجہ صاحب تھکے۔“

”عزاد اللہ۔ یہ مگر اتر رہے ہیں گئی۔ مارے جھلاہٹ

کے ہیں نے خجل دیا۔“

”پھر ڈیجئے ادا کہہ کر، اب میں میاں کا کتا کہوں گا۔“

”کوتا..... لاؤل ولاؤتہ.....“

”تو ادر کیسے کتے کی جن میں کوئی اختلاف نہیں ہے؟“

”عاقبت کے وہاں بیت پر۔“ صوفی صاحب ابلے۔ ”پلٹے

نوجوا صاحب سے گفتگو فطرت ہے۔“

اس کے بعد وہ اس طرح چلے گئے۔ جیسے جڑواں بچے۔

موتھوں میں موتھوں میں پیٹے چلے جا رہے تھے۔ لے لڑا رنگ آیا

کہ دیکھئے ایک یہ اہل طریقت ہیں کہ اتنا زبردست جھنجھکیاں اختلاف

موجود اور پھر بھی پار پار۔ اسی کا نام ہے شہ فی اللہ اور ایک مولانا

صاحبان ہیں، کہ ذرا سا علمی اختلاف ہو جائے۔ بس شرع ہو گیا

فدوس ستادوں۔ وہ اس کی گڑھی کہنے لگا۔ وہ اس کی

دراویس تو ہے گا۔“

فران رنگ باز رہے کہیں دلی گریں کھلتی ہیں صفت

جوان تھا، کہ میاں کی بلیوں کا معشرہ کیا ہے۔ جوان دیرینہ صفت

ابھی تک دروازہ میں کھڑے تھے، دریافت کر سکی  
تھر میں تھے کہ ابامیاں لوٹا لے کے کبوں بھاگے تھے پھر  
انہیں باہر کال کر بیگم سے کہا۔

”دیکھو بھئی، غلام نے کی بات نہیں ہے پرسوں تو  
در اصل یار دوست سر ہو گئے تھے کہ مٹھائی کھلاؤ، اب  
حاجی دُلّال برابر تھیں۔ کہ پیران کیر مانا ہو گا۔“

”وہ تو میں جانتی ہوں، برسوں کوئی نہ کوئی آپ کے  
سر ہو جاتا ہے، انہی سے کہتے سرزد دہ۔  
”وہ تو دیکھ گئے مگر اپنی جیب میں بھی تو کچھ پونا چاہیے  
زیادہ نہیں بچا کافی رہی گے۔“

”سو کیجیے، بچا تو تھوڑے ہوتے ہیں۔“

”میں کفایت کی عادت ڈال دیا ہوں۔“

اس طرح الٹ پلٹ کر کے بیگم سے تیس دسول ہوئے نہ  
بھی ہوئے تو کوئی فکر نہ تھا، حاجی دُلّال دل کھول کے آخر  
دے چکے تھے۔ وہ برصیت پر لے لیا جانا چاہتے تھے۔

عشاء کے وقت مجدد احمد کے لیے تشریف لائے۔

”تو تیار ہونا ملا ۹ اٹھوں نے پرشوی حاجت سے لیا۔  
”کہاں تیار ہیں۔ دہا بنے تو ایک دھلی نہیں دیا۔“

”ارے بھوڑو بھگ، کہ تو دیا کر چاٹ پانی ہمارے نئے۔  
”یہ کہتے ہوئے اٹھوں نے جیب سے توڑوں کی گڑھی

لکائی۔ زیادہ دس دس کے تھے، سو کے بھی عین چار رہے جو گئے  
”خیر چا کے علاوہ بھی ایک مجبوری ہے۔“ میں نے کہا۔

پرسوں ہمارے بھانجہ داماد کے دادے کا بیگم ہے۔ رشہ خوان کا  
پروگرام ہیں ہی ترتیب دینا ہے۔“

ظاہر ہے یہ میں نے اپنی پوزیشن مضبوط کرنے کے لیے  
کہا تھا۔ در نہ بھانجہ داماد کے تو پردا سے تک اچھی بات تھی۔

”بات کرتے ہو۔ خدا کی قسم لڑائی ہو جائے گی، تمہاری  
دوبنے تو عین رنگ کا ناشتہ تیار کر رہے ہیں۔“

لیکن یہ آپس نے کیسے یقین کر لیا کہ ہمیں لے جانے سے  
نہا بن جائیگا۔ خیر میں کیجیو کہ میں نہ ہوا بھڑ۔“

”اسی جیسی کبوں منہ سے نکالے ہو، نہیں خدا کی قسم

”اب تم جس میں رکھی نہ کرو۔ باور دی خانہ میں۔ جو  
کڑوں کے لیے کافی ہے۔ وہاں کی منہ دی میں کہ کہ رکھا کر دے۔“

”یہ کہا کر دے۔“ میں بہت غلام سے سب کہ  
سن رہا تھا۔ بیوی کو دھیمان ہی نہیں رہا تھا کہ دلوارم گوش

دارد۔ جب قدموں کی آہٹ سے اندازہ ہوا کہ وہ اہر کے  
میں تشریف لے گئی ہیں، تو طہری سے لکل کر لڑے سمیت

باہر بھاگا۔ منشاء یہ تھا کہ وہ دیکھ دیا نہیں۔ مگر شامت اعمال  
سے دسلی عاجز اسے نے دیکھ لیا۔ دیکھتے ہی دروازہ میں سے

نرکی طہری گھر میں گئے  
”ای، ای۔ ابامیاں لوٹا لیکے بھاگ رہے ہیں۔“

”بہ بھانگ جو کم لے اس لیے سن لیا کہ انہیں گھر میں  
جاتا دیکھ کر دکنے کی فرض سے ہم بھی پلٹ پڑے تھے۔“

”کیا کہا لوٹا۔“ بیگم نے ارے ابامیاں نہیں، کوئی اٹھل  
گیا بھگا۔ جا طہری سے شیم چا کو بلا لے۔“

”نہیں ای۔ اللہ کی قسم ابامیاں تھے، وہی تو پاخانہ  
گئے تھے۔“

کوڑھی دروازے سے ہم نے دیکھا، کہ ہلی بھر کو تو بیگم کے  
بہرے پر حیرت کھلی، پھر قسم آیا، پھر اٹھنا ان سے بولیں۔

”خیر چوگا کوئی تو جا کے کھلی۔“  
”صبر جمیل کی یہ شان دیکھ کر ہمارے لیے سولے لوٹا

لٹا کے اندر آ جانے کے اور کیا چارہ تھا۔ بیگم نہیں پھر شفقت  
سے کہنے لگیں۔“

”آپ بھی حد کرتے ہیں۔ کیا میں جیتا سا کہنا مان لیتی۔“  
”کبوں نہ مانیں۔ تم ان سے کم دہائی تھوڑی ہو۔“

”اچھا یہ بدل ہے، بیکل۔“ پرسوں جبرانی کے دس  
روپے کس نے دیئے تھے۔“

”کیا ہر تلبے دس روپوں سے۔ آٹھ تو مزار ہی میں  
چلے گئے تھے۔“

”یادہ متاثر میں تھے جو گئے۔ آپ بے باگ  
کہتے ہیں۔“

”دہرمان گئی۔“ میں نے پھر داس کے سامان کہنے جو



”مخلوط نہ مار بیٹے حاجی صاحب! میں دوپٹے تختہ پہنے  
پاس موجود ہوں۔“

”اس سے کیا ہوتا ہے، ہم لبر باد بھگتے؟  
لبر باد ہوں آپ کے دشمن، شہناز پر دروغی کا مرشد  
چاوری میں تے گا۔“

پیشکش تھا ان کی دہری کمر کو سپہا راد بیٹے ہم زائد نزار  
کمر بیٹے بے حد مجبور تھی، کھوسے سے خواہل رہا تھا، فیا  
ایک بڑے سے ٹینٹ میں ہوا، جہاں حاجی صاحب اور چھ  
آدمی پہلے سے ٹھہرے ہوئے تھے، بتیاں پل جانے پر ہم  
دو لون نسیم اللہ کے نکلے۔ پروگرام یہ تھا کہ وہ ہیں سب کے  
پہلے شہناز پر دروغی کا ٹھکانہ دکھائیں گے پھر پنجابی کی دوکان کا  
حلوہ پرامٹا کھایا جائے گا۔ پھر پانگ شو کی گریٹ پی جائیگی۔

یہ وقت غیرہ و خراہ کی ایک جھوٹی سی دنیا کے مٹھوان  
شباب تھا جشن شینہ کی تیاریاں زوروں سے چاوری تھیں  
بلے، گھونگر آئنے جا رہے تھے۔ زنانہ عاشقان اولیاء کا لڑ  
کہنا ہی کیا میاں کے بلبل بھی سولہ لنگھا میں مدد دے تھے۔

دفترا حاجی صاحب ٹھٹک گئے۔ ان کی نظر پھر میں  
ایک شخص پر پڑی۔ مجھ سے کچھ کہے بغیر ہی وہ آگے بڑھ گئے، اور  
دھکا پیل کرتے اسے جالیا۔ پھر نہ جانیں کیا باتیں ہوئیں ہم تو  
ان بزرگ کو دیکھنے میں پیچھے رہ گئے۔ جن کی داڑھی ناف تک  
تھی گرا برد فائٹ تھی۔ گرو اتھینڈ اور کرتہ معدوم، گلے میں ایک  
زئار ایک نسیم، ایک صلیب نا تو نید۔ ہاتھ میں چٹا، عصا اور  
کنکول، ایک پتھر بے ڈبلاہ ٹانگ سے کھڑے تھے۔ اور گرد  
مور میں۔ مرد، بچے گھبراڈ لے کھڑے تھے۔ دریافت کرنے  
پر معلوم ہوا کہ یہ تاشی مست قلند رہیں۔ آٹھ سالہ پیران پر  
سنگری کے مزار پر ملے کچھ کو آئے ہیں اور اسے ہی دونوں ابھی۔  
جسالیہ کی گھساؤں میں عبادت کریں گے۔ خدمت خلق کی خاطر  
حال میں ایک مہینہ چھٹی کرتے ہیں۔ ساڑھے پانچ بجے ہیں  
ایک اور سواد میں روپے میں لڑکا دیتے ہیں۔ لاچار مرنوں کا  
تھوڑا کچھ ملے سما سناست روپے میں دے رہے ہیں۔ آج  
کسٹین کر کے ڈھائی آنے میں کھو رہا ہے۔ آؤ چھوٹے

جسالیہ میں کچھ کھانا ہوں جس سے کسی عیب میں نہ پاد نہیں  
ہاں اس قدر عیب کا تھوڑا سا ہے، مگر اس میں عیب آسان سے  
میں ل رہی تھی۔ ایک عیب سے خیمہ نکلی تو میں سے اٹھ کر  
کھڑکی دیکھنے بیٹھا تھے کے لیے بے اختیار حاجی صاحب کا  
ہاتھ چلا۔ لبر لبر دانتے کھٹک لبر لڑا، اس نے قلاب کے  
جواب عرض کرنا کہا ہاں تو گیسٹ کمر کی کیش لیٹ میں آگئی گیسٹ  
کمر نے اگر بڑی گاڑی دیکر جو کہیں چلائی، تو ایک بچہ کی چیم نکلی گئی  
جیسے اس کی ماں گود میں لے آئے بڑھنے کی کوشش کر رہی تھی  
اسی طرح جبہ اغ سے حیران چلا اور خاصی فوجداری کے بعد  
باہر نکلنا نصیب ہوا۔ چور ہمارا اعتقاد کہاں تک کر تا۔ اغ  
دسان کی تمام اصلاحیں حشر کرنے کے بعد پھیل سی میں بہری نظر  
آئی کہ پاس کی مسجد میں جل کر اپنی عاقبت پر غور کریں۔

ہزار کی قسم کی بہت ہوتی ہے، ویسے شہناز لبر لبر حاجی  
صاحب کے گل سے دیکھنے میں آ رہے تھے ان کی روشنی میں یہ  
گمان نہیں تھا کہ وہ اس درجہ متاثر ہو گئے ان کا چہرہ دو  
بجرا رہا تھا اور مونچھوں کے نیچے نیچے بال کھڑے دکھائی  
دیتے تھے۔

”لبر لبر دو حاجی صاحب۔ مگر محنت برداں مدد خدا“  
”اماں کیا مدد خدا۔ قسم قرآن کی حد سے بے حد لبر لبر ہوا۔“  
انکی آواز کانپ رہی تھی۔ ”اب کیا رہٹ لکھوائیں؟“  
”لاچار میں ہے۔ وہٹ کا نتیجہ لکھنے تک شہناز پر دروغی  
بورسی ہو جائے گی۔“

”ہاں یار۔ اسی نے تو اب اسکاں ہم سے کوا یا تھا۔“  
”ارے... تو اسی میں سے آپ نے پانچو مجھ سے  
میں بھلا دیئے۔“

”میں سب سے پہلے دیکھے۔ وائی سے بیٹھ چھپانے کا تو کہیں  
دیکھی حراز ہو سکتا ہے، مگر حواں دیکھ کر تو ہی دے دے کیسے۔  
تھوڑی آنکھ کا خدا  
”اور خدا نے ہمارے گھر میں چھوڑنے والا نہیں تھا۔“





آج کو لیا جا رہا تھا صاحب نے

جواب میں صاحب صاحب نے

مہاجر کی جو کھٹ چوم کے آیا ہوں پیارے

ساتھ ہی انھوں نے پیچ میں پڑے ہوئے ٹوٹن اور

دیواری کو اپنے سارے کھینچا اور تھوڑے ہی لمحے میں

اب میں کسک اپنی آنکھیں سمیڑا۔ ہٹ کے آیا لپکا کٹی

صاحب نے موجود تھے۔

مہاجر پر خود اور مزے کر رہا تھا کہ کس کا نالہ نہ دے

کب گپ

وہ کہہ نہیں سکے، آنکھیں تھار کے دیکھنے لگے۔

مہاجر... بس یہ ابھی ہنر میں چھینک رہا تھا دلہل

نے دیکھ لیا تو اڑی کا بندہ جاگے گا

انھوں نے نہ حاجی دلدل کے معنی پر چھڑاؤ گئے

مطلب وہ یافت کیا۔ سید سے ہنر کی طرف چھپے

حالت اس وقت اس ٹھکانے میں کی سی تھی جسے کسی بدخود

کچھ دیکھ رہا تھا کہ یہ نہیں تھا کہ حاجی دلدل جیسا کہ

آدمی جو ان کی کھیلنا۔ قہوری دائرے کے دیگر حوض کی طرح

بھی تھیں رکھتا ہے کہ زمانہ عرص میں میں ہی تک جو کچھ

وہ حق ہی تھا ہے۔ اور اسے شریعت کا منہ لگا رہا تھا

وہ بھیت کے سوا کچھ نہیں دیکھ رہا تھا کہ حاجی دلدل

نے پہلے تو باجم سورہے کے معاملے میں قریبی

لیکھ کر اوپر لگائے اور اکیلے اکیلے رات جگا سناٹے کا

چکر لگایا

خیر ہم نے طے کر لیا کہ جب ابھی سے

تو صاف کہہ دیں گے کہ جاؤ ہم تم سے نہیں لیتے، اس کے

جواب میں یقیناً وہ ہمارے خوشامد کہہ دیں گے کیونکہ

بچت لینا بہ حال ابھی باقی ہے۔

شہناز کا خیال آئے ہی ہم نے خیر تہہ کر کے

شہناز کی مدد مانگی اس نے ہمیں بخیر جواب دیا

لہذا وہ کہہ دیا کہ ہمارے آوازوں سے کہہ دیا کہ

میں نے اس کے لئے سب کچھ کر دیا ہے

میں نے اس کے لئے سب کچھ کر دیا ہے

میں نے اس کے لئے سب کچھ کر دیا ہے

میں نے اس کے لئے سب کچھ کر دیا ہے

میں نے اس کے لئے سب کچھ کر دیا ہے

میں نے اس کے لئے سب کچھ کر دیا ہے

میں نے اس کے لئے سب کچھ کر دیا ہے

میں نے اس کے لئے سب کچھ کر دیا ہے

میں نے اس کے لئے سب کچھ کر دیا ہے

میں نے اس کے لئے سب کچھ کر دیا ہے

میں نے اس کے لئے سب کچھ کر دیا ہے

میں نے اس کے لئے سب کچھ کر دیا ہے

میں نے اس کے لئے سب کچھ کر دیا ہے

میں نے اس کے لئے سب کچھ کر دیا ہے

میں نے اس کے لئے سب کچھ کر دیا ہے

میں نے اس کے لئے سب کچھ کر دیا ہے

میں نے اس کے لئے سب کچھ کر دیا ہے

میں نے اس کے لئے سب کچھ کر دیا ہے

میں نے اس کے لئے سب کچھ کر دیا ہے

میں نے اس کے لئے سب کچھ کر دیا ہے

میں نے اس کے لئے سب کچھ کر دیا ہے

میں نے اس کے لئے سب کچھ کر دیا ہے

میں نے اس کے لئے سب کچھ کر دیا ہے

میں نے اس کے لئے سب کچھ کر دیا ہے

میں نے اس کے لئے سب کچھ کر دیا ہے

میں نے اس کے لئے سب کچھ کر دیا ہے

میں نے اس کے لئے سب کچھ کر دیا ہے

میں نے اس کے لئے سب کچھ کر دیا ہے

میں نے اس کے لئے سب کچھ کر دیا ہے

میں نے اس کے لئے سب کچھ کر دیا ہے

میں نے اس کے لئے سب کچھ کر دیا ہے

میں نے اس کے لئے سب کچھ کر دیا ہے



کے بل پرک رہے تھے۔  
دو ڈیرہ راجی اپنے لڑکوں کے ساتھ گھر سے نکلے۔  
پھر اس نے ایک دروازے پر پہنچے جو کہ دو سو گز کے لڑکے تھے  
پکے لڑکے ایک زبردست قیامت کے اندر وہ بھی لڑ  
پکے لڑکے، جڑے ہی لڑے۔

اب تارکوسم نے یہی کچھ کہ پاس پاس دو تیرے لڑے  
ہیں مگر خیرگی نہ آگے ہوئی تو پتہ چلا کہ دوسرا ترشہ لڑا مغزیہ  
کار بیچ رہا ہے

دل کا سرود اس لیے کہ لڑے لڑے ابلہ دل پہاں  
دو لڑکے تھے۔ اور مولوی شریف اللہ نے بھی تشریف  
فرمایا کرتے، جنہوں نے کچھ سال حیدرآباد کے جلسے  
میں شہر و مول اس شان سے بیای کی تھی کہ کچھ کی نہیں نکل گئی  
تھی۔ وہ مولیٰ تنہم بھی موجود تھے جن کے ہارے میں مشہور  
تھا کہ میں نے انھیں دیکھا، خدا کو دیکھا۔ حد یہ ہے کہ وہ حاجی  
یہ باور میں بھی وہ بالشت میں سفید اور صحت جیوہ لہرا  
تھے جی کے تھنکے یا خوب طقوں کا کہنا ہے کہ حکومت انھیں  
لہلہ کر کے حالی مقام میں بھیجے والی ہے۔

یہ سب کچھ ملے ڈیرے کے اندر پہنچ کر نہیں دیکھا  
تو یہ کچھ ڈیرہ کو کچھ کچھ ہوا تھا، کہ نام لڑا کہ تھوڑے  
ناتے پر ایک ٹوٹے والا اسٹول پر بیٹھا سودا بیچ رہا تھا  
ہم نے اس سے کہا۔

کہ وہ صحت کیا رنگ ڈھنگ ہے؟  
اس نے آنکھیں پھیرا نہیں پھر دانت نکالے بہم  
لے اچھڑا۔

”ارے یاد ہے یا نہیں۔ سو ستادوں والا اخیر کا عرس  
میں تھے جی بھوڑے قلعہ گرجوں؟  
راہا اچھا، نہ سے لڑے لڑے مال صاحب۔  
مخوب نہ میں کو جو برے میں نہیں گئے؟  
ابن دینا اس سودا بانٹ ہے میری سگ  
میں نے دیکھا تھا، پھر وہ دیکھا تھا کہ وہ  
کے اسٹول پر بیٹھا تھا اور ڈیرے کے پاس آگے

کے بل پرک رہے تھے۔  
دو ڈیرہ راجی اپنے لڑکوں کے ساتھ گھر سے نکلے۔  
پھر اس نے ایک دروازے پر پہنچے جو کہ دو سو گز کے لڑکے تھے  
پکے لڑکے ایک زبردست قیامت کے اندر وہ بھی لڑ  
پکے لڑکے، جڑے ہی لڑے۔

اب تارکوسم نے یہی کچھ کہ پاس پاس دو تیرے لڑے  
ہیں مگر خیرگی نہ آگے ہوئی تو پتہ چلا کہ دوسرا ترشہ لڑا مغزیہ  
کار بیچ رہا ہے

دل کا سرود اس لیے کہ لڑے لڑے ابلہ دل پہاں  
دو لڑکے تھے۔ اور مولوی شریف اللہ نے بھی تشریف  
فرمایا کرتے، جنہوں نے کچھ سال حیدرآباد کے جلسے  
میں شہر و مول اس شان سے بیای کی تھی کہ کچھ کی نہیں نکل گئی  
تھی۔ وہ مولیٰ تنہم بھی موجود تھے جن کے ہارے میں مشہور  
تھا کہ میں نے انھیں دیکھا، خدا کو دیکھا۔ حد یہ ہے کہ وہ حاجی  
یہ باور میں بھی وہ بالشت میں سفید اور صحت جیوہ لہرا  
تھے جی کے تھنکے یا خوب طقوں کا کہنا ہے کہ حکومت انھیں  
لہلہ کر کے حالی مقام میں بھیجے والی ہے۔

یہ سب کچھ ملے ڈیرے کے اندر پہنچ کر نہیں دیکھا  
تو یہ کچھ ڈیرہ کو کچھ کچھ ہوا تھا، کہ نام لڑا کہ تھوڑے  
ناتے پر ایک ٹوٹے والا اسٹول پر بیٹھا سودا بیچ رہا تھا  
ہم نے اس سے کہا۔

کہ وہ صحت کیا رنگ ڈھنگ ہے؟  
اس نے آنکھیں پھیرا نہیں پھر دانت نکالے بہم  
لے اچھڑا۔

”ارے یاد ہے یا نہیں۔ سو ستادوں والا اخیر کا عرس  
میں تھے جی بھوڑے قلعہ گرجوں؟  
راہا اچھا، نہ سے لڑے لڑے مال صاحب۔  
مخوب نہ میں کو جو برے میں نہیں گئے؟  
ابن دینا اس سودا بانٹ ہے میری سگ  
میں نے دیکھا تھا، پھر وہ دیکھا تھا کہ وہ  
کے اسٹول پر بیٹھا تھا اور ڈیرے کے پاس آگے



کے بلبل چمک رہے تھے۔

وہ ڈیرہ واقعی بھڑے نور اور دل کا سرد و ثابت ہوا۔ بقدر نور اس بھڑے کہ وسط میں جلتے ہوئے دو سو والٹ کے لپٹے تھے۔ بیکے نزدیک ایک زندہ قیامت جلوہ افروز تھی نور ہی نور، جلوہ ہی جلوہ۔

ابتداءً تو ہم نے یہی سمجھا کہ پاس پاس دو قعر مل رہے ہیں مگر غصہ کی ذرا کم ہوئی تو پتہ چلا کہ دوسرا تو شعلہ طراز مغنیہ کا ریخ زمینا ہے

دل کا سرد در اس لیے کہ بڑے بڑے اہل دل پہاں رونق افروز تھے۔ اور مولوی شریف الدین بھی تشریف فرما نظر آئے، جنہوں نے پچھلے سال عید میلاد النبی کے جلسے میں شیر رسول اس شان سے بیان کی تھی کہ جمیع کی چینی نکل گئی تھیں۔ وہ صوفی تنہم بھی موجود تھے جن کے بارے میں مشہور تھا کہ جس نے انہیں دیکھا، خدا کو دیکھا۔ حد یہ ہے کہ وہ حاجی بردبار علی بھی دو بالشت لمبی سفید اڑھی سمیت جلوہ طراز تھے جن کے متعلق باخبر مقلوں کا کہنا ہے کہ حکومت انہیں طول عمر سی کے عالمی مقابل میں بھیجے والی ہے۔

یہ سب کچھ ہم نے ڈیرے کے اندر پہنچ کر نہیں دیکھا تو بے کیجے ڈیرہ تو کچھ کچھ بھڑا ہوا تھا، کرنا یہ پڑا کہ تھوڑے فاصلے پر ایک خوب نچے والا اسٹول پر بیٹھا سودا بیچ رہا تھا ہم نے اس سے کہا۔

”کہو دوست کیا رنگ ڈھنگ ہے؟“

اس نے آنکھیں پھڑپھڑائیں پھر دانت نکالے ہم

نے اڑ گئی۔

”اوسے یاد سپانا نہیں۔ سن ستاون والا امیر کا عرس بھول گئے میں بھوند قلعی گرہوں؟“

”اچھا اچھا، مزے سے نور ہے میاں صاحب؟“

”مخوب مزے ہیں، کہو مجھے میں نہیں گئے؟“

”بس یہ تھوڑا سا سودا باقی ہے پھر چلیں گے؟“

اس طرح دوستی ہوئی، پھر دو چار منٹ میں ہم نے ان سے اسٹول عاریتہ مانگ لیا اور ڈیرے کے پاس آئے یہیں

میں پڑوسی ہوئی سائنس نے آج بڑا کام دیا، ماسٹر صاحب نے بتایا تھا کہ میں کیلوریٹر اونچی دیوار پر تو چار میٹرک گندوں کے غلط سے تھوڑے ڈگری کا زاویہ قائم بنانا چاہیے فوراً سے پیشتر اند کا حال جانا جا سکتا ہے۔ یہی ہم نے کیا۔ جاپانی انداز کی عود کی چھت اور تناہت کے درمیان خاصا غلط تھا اسی میں سے وہ منظر ہم نے دیکھا۔ جس کا دل انسر دز میان، از بسکا بھی پوچھ لے۔

لیکن نقطہ دیکھنے سے کیا ہوتا ہے عاقبت تو اند پہنچے سے دشمن ہو سکتی تھی، پھر کیا کیا جائے۔؟

۱۸۔ اس سوال پر دس منٹ غور کرنے کے بعد مل سمجھ میں آئی گئی۔ اسٹول دلے دو صحت کو جس کا شہر نام فقیر تھا زیادہ گہرا یا رہنا کے ہم نے ایک اسکیم پیش کی، پہلے تو وہ ڈرا کر جب ہم نے ڈیرے والی کے من بے مثال کے بیان میں غنوی زہر شوق پڑا دالی اور یقین دلایا کہ یہی وہ واحد ترکیب ہے جس کے ذریعہ ہم دونوں اندر پہنچ سکتے ہیں، تو اس کی ادگہ ٹوٹی اور وہ مردہ امنگ جاگی جسے چھ بچوں اور چار بہنوں کے ٹکڑے وقت سے پہلے دن کی غیند۔

سلاد یا تھا۔

”یار مارے نہ جا نہیں۔“ اس نے آمادگی کے بعد بھی خوف ظاہر کیا۔

”اماں بات کہتے ہوہ ہم تو غمہ جب تکو یاد

زندہ ہے۔ محال ہے کوئی تمہاری طرف آنکھ

بھی اٹھالے؟“

اڑوڑو دم.....

جانتے ہیں آپ یہ کیا گرا؟۔ جاری انگول کا محل کہاں گرا؟۔ عرس میں نہیں خاص ہمارے گھر میں! کس نے گرا لیا؟ ایڈیٹر تختی نے!

ہو یہ رہا تھا کہ مضمون لکھ لکھ کے ہم کتاب کو دیتے جا رہے تھے۔ ایڈیٹر صاحب نے کتاب سے کچھ کے لیے کاپیاں منگوالیں کہ وقت بہت ہو چکا ہے پھر کچھ

نہیں ہے؟

”اچھا اچھا میں نہ انفس کا سبق پڑھانے نہیں آیا اس کے کہنا آگے ایک لفظ نہ لکھے“

یہ کہہ کر وہ دھڑا دھڑا اٹھتے رخصت ہو گئے۔

اب بتاؤ اسے ناظرین تھی! مسیری قوی اسگوں کا

کیا بنے گا۔ جس پر بند باندھے گئے ہیں اور خود تمہارے باغیے پر کس گز رہے گی۔ تمہیں تو ابھی یہ بھی نہیں معلوم کہ صوٹ کیس کا اصلی چور کون تھا۔ حاجی دلدل نے رات رات میں کتنی کھائی کی۔ میں اور فقیر اڈیرے کے اندر کیسے پہنچے اور پھر دیگر امور متعلقہ میں کس حد تک پیش رفت ہوئی۔

معلوم کرنا چاہتے ہو تو ایڈیٹر تھی کو لکھو کہ ملاکے چھوڑی حقوق بحال کر دیں۔ ادا اگلی اشاعت میں نساء، حجاب کو بلدا ہو لینے دیں نہیں لکھتے تو اسلام طلسم و جنت اللہ دلوں کا تڑپا۔ تم دھڑکے ہو چھوڑے۔ مارشل لا کا مارا ملا کی۔

## تین مجرب تعویذات

**خانم مقلعات** | مخصوص مساحت میں کندہ کیے ہوئے حروف متعلقات کی چاندی کی یہ انگوٹھی، خیر و برکت، و برکت، ترقی و درجہ، ترقی کا دربار، ترقی کا حصول، دولت، قوت، طلب، استغناء، دشمنوں سے حفاظت، ملی مشکلات اور دیگر فرد توں کیلئے بہت مفید ثابت ہوتی ہے۔ ہر ۲۱/-  
**روح عزیزی** | ہر طرح کی موشی و دروں کیلئے حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ منقول یہ دعا بتانے کا درمیان میں بہت فائدہ مند ہے۔ ہر ۱۱/-  
**مٹی تھی** | بچوں کی ہر طرح کی حفاظت کیلئے چاندی کی تھی پر کندہ کی ہوئی دعائے مستانہ مدت و زمانہ سے بزرگوں کے معمول میں ہے اور بید مفید ہے۔

ہر ۲۱/-  
محصول بذمہ طلبکار۔ محصول رجسٹری۔ ۲۱/- محصول سی پی ۶/- رجسٹری کے ذریعہ منگوانے کیلئے ہر ۱۱/- محصول ڈاک پیشگی آتا فردی ہے۔

کاشانہ رحمت، لال مسجد، دیوبند، یو پی

ہو جائے مجھ سارے مضمون کی تصحیح جو صاحب کرتے ہیں، ان پر آفت یہ آئی کہ تصحیح کرتے کرتے ہنس پڑے۔ برابر دوسرے کاتب صاحب بیٹھے ہوئے تھے۔ انھوں نے چپکے سے پوچھ لیا کیوں ہنسے؟ یہ گھسے بے نابو ہو کر بول پڑے۔

”میاں کا بیل“

گفتگو پر چند چپکے ہی چپکے ہو رہی تھی۔ مگر یہ الفاظ تھے ہی ایسے کہ ایڈیٹر صاحب کی مسامتہ نے ڈانسیر کی طرح انھیں ایک لہجہ فوراً بولے۔

”لانا کا پی ادھر دینا“

پھر جو کاپی پڑھ کے تاؤ آیا ہے تو سید سے غریب خانہ پر آسکے۔ میں چو بارے کی سہ دہی میں بقیہ مضمون کی تکمیل کر رہا تھا۔ انھوں نے پہلے تو ادھر ادھر دیکھا۔ جب میں نظر نہ آیا تو کاپی اپنی بہن کے مرہ ماری اور شہرہ ہو گئے، ”نالک میں دم کر دیا۔ ہے، بدماش نے، لول سے پڑھ کے دیکھو کیا خرافات بچلائی ہے؟“

”بیٹھے بھتیجا۔ یہ تو کوئی نئی بات نہیں ہے“

”کیا نہیں ہے۔ پڑھ کے تو دیکھو اب کی ناولیں کھڑا ہے۔ تم سے کہا تھا۔ پیسے مت دیا کہ تم نے پھر دیدیجئے“  
”میں مجبور ہوں بھتیجا۔ تم انھیں تو کرسی سے الگ کر دو“  
”بیگم کی آواز میں اچانک آنسوؤں کی چھنا چھن سناں ہو گئی تھی۔ الفاظ انھوں نے رو ہاںسو ہو۔ کے کہے تھے میرا دل بے اختیار پکارا شاہاں!“

”لا حول و لا قوۃ“ ان کے بھتیجا بھلائے۔ ”اب تم دونوں شہرہ کر دو گی۔ خدا کے لئے دیکھو تو اس نے عرس کی کیا کیا داستانیں کہنی شہرہ کی ہیں، دنیا کیسے کہی گی“

”مجھوٹ خود ہی کہنی شہرہ کی ہیں، بھتیجا کی بہن نے لڑکی بہ لڑکی جواب دیا۔ ”حاجی صوفی سب ان کے پیچھے پڑ گئے ہیں آدمی آدمی رات کو کڈیاں بجاتے ہیں“

”کیا فضول بلا۔ کرتی ہو“ وہ نالائق خود انہی انھوں میں سے وہ نہ کون کسی پر زبردستی کر سکتا ہے“

”وہ تو میں جانتی ہوں، مگر تمہیں بتاؤ بھتیجا مسیحا کیا

## حسن احمد مدنی

## کھوٹے کھوٹے

بعض اوقات یہ بات بھی سامنے آتی ہے کہ اسلام تو بڑا بڑا ہے۔

سے بالکل ہے۔

یہ بات ہر کھرا آدمی کو تسلیم کرنی ہی چاہیے کہ اسلام دنیا کی مذہب نہیں بلکہ وہ ایسا مذہب ہے جسے اپنانے والے پروردگار ہر ملک میں ملنے کی زندگی گزار سکتے ہیں۔ بشرطیکہ انہوں نے اسلامی اصول پر کاربند رہنے کا تہیہ کر لیا ہو۔

ان مقالوں میں اسلام کی اخلاقیات و ہمہ گیریت ثابت کرنے کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی ختم کی گئی ہے کہ عامتر المسلمین مشکلات زمانہ کے شاکہ دو وجہ سے ہوتے ہیں۔ ایک وجہ تو یہ ہے کہ انہیں ہم جنہوں میں اسلامی اصول و کلیات سے واقفیت نہیں ہوتی، دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ عوام میں علماء کے ذہنی طور پر مفہم ہوتے ہیں۔ ان علماء کو معاشرے میں بکھرے ہوئے مسائل کا لہری طہ پر اور آگ نہیں چھتا، نہ ہی وہ تمام مسائل کا اور آگ کرنا چاہتے ہیں وہ مسائل کے کلیات و جزئیات سے ناواقف ہونے کی بنا پر ان مسائل کے بارے میں کوئی ایسا طریقہ تو نہیں ہو سکتا جس سے سب کے سامنے بھی مسائل اور فاضلی کے استعمال کرنے کی ضرورت نہ پڑے۔

مقالہ نگار نے ص ۲۶ پر مندرجہ ذیل عبارت قلم و کاغذ کے حوالے کی ہے کہ اخلاقیات میں کوئی کام نہیں۔

حکمت کے رہنماؤں کا یہ فرض ہے کہ وہ نئی زندگی کے مسائل و خیالات کو سمجھیں اور زمانہ کے تقاضوں کے مطابق انہیں گہرائی سے سمجھیں۔

## اسلام تو نیکو دنیا میں

صفحات ۵۵

قیمت دو روپے پچاس پیسے  
ناشر: مکتبہ وحیدریہ، دیوبند۔

یہ کتابچہ درحقیقت تین مقالوں کا مجموعہ ہے، ان میں سے دو مقالے جامعہ ملت کے سیمینار میں اور ایک مقالہ مسلم یونیورسٹی کے سیمینار میں پڑھا گیا تھا۔ پہلے دو مقالے مولانا سعید احمد پانی پوری کے نثر و نظم کا نتیجہ ہیں اور تیسرا مقالہ مولانا دیامت علی کے قلم کا پیش ہے۔

ان تینوں مقالوں میں چند شوش مثالی دے کر ملی، عقل اور استدلالی اعجاز میں یہ بات ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ اسلام کسی دور، کسی تہذیب، کسی قوم اور کسی ملک کے لیے نہیں بلکہ اسلام ایک آفاقی مذہب اور ایک ہر گیر نظام حیات ہے جو ساری دنیا کے لیے ابد قیامت تک کے لیے مہجور نکاح کیا گیا ہے۔

اسلام ہرگز زندگی اور ہر روش، ہر کی فکر و فکر در سرت کرنے اور ہر تمدن کی بوسیدہ اور پوری پوری دیواروں کو منہدم کرنے اور ایک نیا اور قابل قبول رنگ ڈھنگ دینے کی سلسلہ میں



درد و درد ہو اور وہی خود حالات کو موافق بنانے کی جدوجہد کرتا ہے۔ اس کے لئے کہ حالات خود موافق کبھی نہیں جوتے حالات کو موافق بنانے کے لئے مشکل جدوجہد کی جاتی ہے۔ زندگیوں قربان کی جاتی ہیں، آسائش و راحت کا گھٹنا ٹوٹتا ہے تب جا کر حالات میں موافق پیدا ہو جاتا ہے۔ خود بخود حالات موافق نہ کبھی ہوتے ہیں۔ بلکہ اگر عقل و تدبیر فرمادیتے تو بہتر ہو تا کہ حالات کو موافق بنانے کی کوشش کر دے اس لئے کہ حالات بڑے کوشش کے موافق نہیں ہو سکتے اور بغیر حالات کے موافق ہونے کے حدود و قصاص کا قیام ممکن نہیں۔

ص ۲۵ میں پڑھا آگے بڑھ کر مولانا سعید صاحب نے یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ "جن معاملات میں ہم اسلامی اصول کی مطابق عمل پر انہیں ہو سکتے ان میں بس ایمان کافی ہو گا۔"

تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ موجودہ زمانہ میں چونکہ عام حالات میں ٹھوس، فریب، رشوت، غیبت سے اور انتہا یہ ہے کہ شراب نوشی، زنا کاری جیسے بڑے جرائم بھی نہیں رہا سکتا لہذا ان خاص حالات میں طوط ہو کر بھی اگر ہم یہ ایمان رکھیں کہ میں یہ چیزیں غلط تو ہمارے لئے بس یہ کافی ہے؟

مرواری و فائز میں کا کرنے والے مسلمانوں کے لئے قبلہ وقت نماز پر حسنی بھی دشوار ہو گئی ہے جو اسلام کا ایک اہم ترین دکن ہے۔ گو کیا مرواری ملازمین کا نمازوں کو ترک کر دینا گناہ قرار نہیں پائے گا جبکہ وہ نماز پڑھیں یا نہ پڑھیں، لیکن نماز کو فراموش کئے ہوں لہذا ان کا یہ ایمان ہو کہ نماز کے بغیر دین مکمل نہیں ہو سکتا۔

حقیقت یہ ہے کہ اگر مغفول مالہ جلد برداشت کی قلعی پر عادی جاتی تو ہم جیسے کو تاہ فہم لوگ کسی تردد اور کا شکار نہیں ہو سکتے تھے بصورت موجودہ مذکورہ جملہ باعث اشکال جن کے یہ گیا ہے ص ۲۴ پر چند جہ ذیل عبارت پڑھنے کو ملی۔

مسائل کے حل کرنے کی دوسری راہ وہ ہے جو اکثر عرب ملک نے اختیار کر رکھی ہے ای کی نظر میں ہمیشہ یورپ کی طرف اٹھتی رہتی ہے جب یورپ و امریکہ میں کوئی قانون وضع ہو جاتا یا کسی نئی چیز کو دہاں قبول عام ہو جاتا ہے تو اس کو بعینہ اپنا لیا جاتا ہے یا اس کی کچھ شکل بگاڑ کر اسلامی قانونی کا نام دے دیا جاتا ہے

قبول کر لیا۔ نماز کی یا ایسا مذکی یہ ذکر داری نہیں ہے کہ وہ اپنے عقول سے اور اپنے عقیدات سے طہار کو روکنا سکتا ہے بلکہ یہ ہمارے ہی مذہب و دین کے لئے کہ وہ زمانہ کے تغیرات سے واقف ہوں۔ امام غزالی کہ جب بازاروں اور پیشہ دروں کے سلسلہ میں کوئی مسئلہ مستند کرنا ہو تا تھا تو وہ پہلے بازار جاتے اور اس پیشہ اور خطہ افراد سے مل کر اس کے طبع و طریقہ و ذہن و دل اور عرف و ادب کو مطالعہ کرتے پھر اس سلسلہ میں اپنا رائے دیتے۔ پس آج بھی طہار کی با محرم لہذا اسباب افتاد کی بالخصوص یہ ذمہ داری ہے کہ وہ نو ایجادات اور تغیرات کے بارے میں کافی معلومات حاصل کریں اور متعلقہ مشاہیر و علماء کو مل کر کے احکام بیان فرمائیں۔

ص ۲۵ پر مولانا سعید پانی پوری نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے تب جو نگار کو اس سے اتفاق نہیں ہے۔ وہ فرماتے ہیں

موجودہ صورت حال میں ہمارے لئے یہ اہم نہیں ہے کہ ہندوستان میں حدود و قصاص ہونے چاہئیں یا نہیں؟ ہمارے نجات کے لئے بس یہ حقیقہ کافی ہو گا کہ حدود و قصاص اسلامی تعلیمات کی رو سے معاشرہ کی اصلاح کے لئے ضروری ہیں۔

یہ عبارت بطور سے کم نہیں ہے یہ تو بالکل ایسا ہی ہے۔ جیسے کوئی شخص یہ کہنے لگے کہ دوا کے سلسلہ میں کسی مرلین کا یہ سوچنا غلط ہے کہ وہ اکھاٹی چاہیے کہ نہیں۔ البتہ ہر مرلین کو یہ یقین رکھنا چاہیے کہ دوا مرض کو روکنے کے لئے ضروری ہے۔ دوا اگر مرض کو روکنے کے لئے ناکارہ قرار پاتی ہے تو پھر دوا کا حصول مرض کے لئے کیسے ضروری قرار پائے گا۔

جب یہ بات تسلیم کر لی گئی ہے کہ حدود و قصاص معاشرہ کی اصلاح کے لئے ضروری ہیں تو پھر یہ کہہ دینا کیسے صحیح ہو گا کہ اس بحث میں مت چڑھو کہ حدود و قصاص ہونے چاہئیں یا نہیں بلکہ یہ بحث حالات کے موافق ہونے تک چھوڑ دو۔ اگر کوئی جھگڑے والی کرے کہ ہندوستان میں حدود و قصاص کا نفاذ نہیں ہو سکتا تو ایک اعتبار سے یہ دعویٰ غلط قرار نہیں پائے گا۔ لیکن اگر کوئی یہ دعویٰ کرے کہ ہندوستان میں حدود و قصاص نافذ نہیں ہونے چاہئیں تو اس دعویٰ کو صحت مند کس حد سے قطع کر دیا جائے، جبکہ قصاص کا نفاذ ممکن ہو یا نہیں لیکن ہر مسلمان کو اندہ حوصلہ چاہیے کہ ہماری دنیا میں حدود و قصاص لہذا اسلامی قانون کا



اگر یہ کتاب حوام کے ہاتھ میں نہ جاتی تو یہ عبادت قابل تنقید قرار دے پاتی لیکن چونکہ اس کتاب کو حوام کی اکثریت بھی خریدی گئی لہذا یہ عبادت تنقید سے بالاتر نہیں رہی، ایسی باتیں سن کر حوام کا ذہن مختلف قسم کی الجھنوں اور بد اعتقادوں کے دلدل میں پھنس کر رہ جاتا ہے۔ بہتر ہوتا اگر یہاں چند یا ایک دو مثالیں دے کر یہ ثابت کر دیا جاتا کہ عرب میں فلاں فلاں مغربی نسل و نسل پر اسلامی قانون کا لیل چسپاں کر دیا گیا ہے۔ اب یہ بات ہم اور تحقیق طلب ہے جو قارئین کے لیے یقیناً باعث تردد ہے گی۔

ص ۵۷ پر یہ عبارت نظر آئی۔  
عہد حاضر میں مسائل جدیدہ کے لیے جتنی مساعی کی جا رہی ہیں ان حسب کو اخذ و استنباط کا ناگزیر زیادہ موزوں ہے۔ یہ دانش مندی کے خلاف ہے کہ ہم اس کے ذیل میں اجتہاد کی بحث چھیڑ کر خواجہ ان قدیم طرز کے قابل قدر علماء کو حسب راغ پاکردیں جو تحسیر کی روشنی میں یہ باور کر چکے ہیں کہ چوتھی صدی ہجری کے بعد کوئی شخصیت ایسی نظر نہیں آئی جس کو مجتہد مطلق تسلیم کر لے نے پر پوری امت مسلمہ نے اتفاق کیا ہو پھر یہ کہ اگر ہماری ضرورتیں اخذ و استنباط کی کوششوں سے پوری ہو جاتی ہوں تو ہمیں کیا ضرورت ہے کہ ہم اختلافی بحث کا دروازہ کھولیں اور قابل اعتماد علماء کی نظر میں اپنے مساعی کو مشکوک بنانا فروری گھٹیں۔

اس عبارت میں جو اہتمام اور الجھان موجود ہے اس سے محتوم مقصد نگاہ بھی اتفاق کریں گے جب بھی زندگی میں انھیں اپنے مقالہ پر نظر ثانی کر لے کی فرصت ملے گی۔

ص ۷۸، ۷۹، ۸۰ اور ص ۸۱ پر دلائل النص اور اشارہ النص وغیرہ کے ضمن میں جو مثالیں دی گئی ہیں وہ پر لطف بھی ہیں اور ملیت سے مالا مال بھی۔  
تقریر کا حاصل یہ ہے کہ یہ کتابچہ چند خامیوں کے باوجود

اس قابل ہے کہ عمومی طور پر تمام مسلمان اور خصوصی طور پر طلبہ علم اس سے فائدہ اٹھائیں۔ اور اس میں دیئے ہوئے اشارات کو سمجھنے والے احکام و فرائض میں عملی مدد ملے گی اور قابل کریں جو شرعاً درست اور جائز بھی ہوں اور عملاً سہل اور قابل اختیار بھی۔  
(حسن احمد صدیقی)

## آسمان صحافت کا تیرتا ہاں

### ماہنامہ البدن کا کوری

اسلامی قدروں کا علم بردار مذہب الہی صحت و الجماعت کا بیابان نقیب۔ اسلام کے دفاعی مورچہ کا ٹڈی پائی، علم و ادب کا بہترین سنگم، سنجیدہ انداز بیان، بلند پایہ مضامین، طنز و خفا کوں اور پاکیزہ طعوظات سے آراستہ۔

جو کہ شتر دس سال سے پابندی وقت کے ساتھ شائع ہو رہا ہے البدن کے اعلیٰ مضامین اور شتر انداز بیان کی ہر طرفہ صوم بھی ہے البدن اہل علم سے لیکر حوام تک ہر طبقہ میں کیساں مقبول ہے۔ البدن ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں پہنچتا اور انتہائی ذوق و شوق کے ساتھ پڑھا جا رہا ہے۔

البدن کا مستقل طنزیہ عنوان، اکتیت البدن کا امتیاز شمار کیا جاتا ہے اخیر کو دیکھ کر لوگوں نے بساختہ کہا ہے کہ ظاہری مبالغہ و جوں کے اعتبار سے لا جواب ہے

البدن کا بار ہواں شمار سالنامہ ہوگا، جو مئی ۱۹۷۷ء کے پہلے نمبر میں شائع ہوگا۔

سالانہ ۲۰ صفحات سو سے زائد قیمت چار روپے یا دو روپے البدن کا خصوصی نمبر ایک ماہی جوں کیسا تھا ظاہری صوم و جمال کیلئے بھی امتیازی نمبر ہوگا، آج ہی باوجود بے دلائل کہ سالانہ نمبر کی قبول کریں، اور سالانہ مفت حاصل کریں، جو لوگ سالانہ نمبر کی سے شگاہنا چاہیں وہ مبلغ ۵۰-۲۰ روپے مزید فریڈ جیٹری کیسٹا دیں۔  
خدا کتابت کا پتہ

ماہنامہ البدن، دارالعلوم فاروقیہ، کوری، کشمیر

سیرۃ النبیؐ فیما لیس فیہ



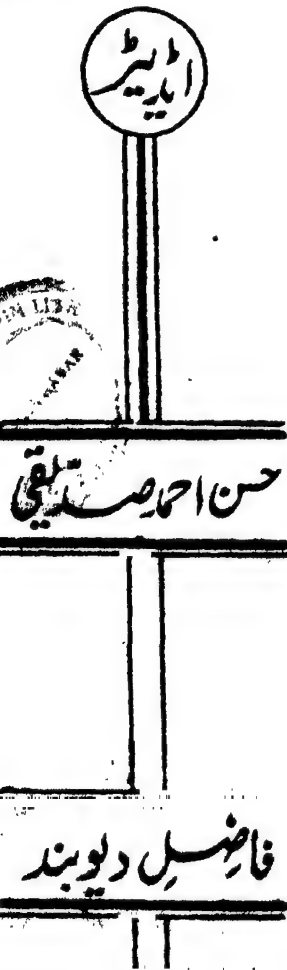
سفرِ حق کی ۲۹ دین منزل  
۱۹

انتیسویں منزل کا پانچواں اقسام  
فی شمارہ ————— ڈھائی روپے  
س شمارہ کی قیمت ————— تین روپے

عمومی زرتعاون چھ ماہ کے لئے	تیرہ روپے
ایک سال کے لئے	چوبیس روپے
دو سال کے لئے	بیالیس روپے
تین سال کے لئے	ساتھ روپے
چار سال کے لئے	پچھتر روپے
پانچ سال کے لئے	توڑے روپے

خصوصی تعاون حسب ہمت اور حسب توفیق (یعنی کمی زیادتی  
دونوں گوارہ) غیر مالک سے تیار ہو سکتی ڈاک دوہونڈ۔

اس دائرہ میں سرخ نشان کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے سال بھر کے  
ازراہ تعاون جو رقم ارسال کی تھی اسکی مدت ختم ہو چکی ہے۔ مثال کو  
اگر آپ اپنے اور اپنے اہل خانہ کیلئے مفید محسوس کیا ہو تو جو پیش پے ردائے کر کے  
تعاون کی مدت میں تو سب کچھ کیلئے اہازت دیں ورنہ بذریعہ خط بھجلی سے اپنا  
رشتہ منقطع کر کے کی اطلاع کر دیں۔ اگر آپ کوئی جواب نہ دیا تو افکار  
ہم دہی پنا کر دیں گے اور دی۔ پی وصول کرنا آپ کا اخلاقی فرض



# تجلیات

جون ۱۹۸۸ء

مئی ۱۹۸۸ء

- |    |                             |                                   |
|----|-----------------------------|-----------------------------------|
| ۵  | مولانا عامر عثمانی          | دستک                              |
| ۶  | ادارہ                       | احوال و احوال                     |
| ۷  | حسن احمد صدیقی              | آغاز سخن                          |
| ۱۱ | سید ابوالاعلیٰ مودودی       | آخرت پر ایمان لائیکسی دعوت        |
| ۲۱ |                             | درس قرآن                          |
| ۲۳ | مولانا امر عثمانی           | ہمیسے کے حقوق                     |
| ۲۷ | حسن احمد صدیقی              | تجلی کی ڈاک                       |
| ۳۵ | اشفاق حسین                  | ارشاد القادری کی شریعت کا جائزہ   |
| ۵۹ | مولانا مودودی کی مجلس       | صحبتے با داعی حق                  |
| ۶۷ | عارف سہیل                   | لفظیہ ارتقاء کا مقام              |
| ۷۳ | غلام جمالیوں                | امیر وہ ہے جس کا دل امیر ہو       |
| ۷۵ | سید قطب شہید                | بیشمال قدر آئی امت                |
| ۸۱ | ادارہ                       | آسمان تیری لمحہ پہ بنم افشانی کرے |
| ۸۲ | ماہر القادری                | قرآن کی فریاد                     |
| ۸۳ | منا ابن العربی              | محب سے میخانے تک                  |
| ۸۸ | حسن احمد صدیقی و مہم بریلوی | کھٹکے کھوٹے                       |
| ۹۵ | ام عصمت ریاض                | خواتین کے لئے                     |

# دُستک

نقادِ اعظم

مولانا

عامر

عثمانی

نور اللہ مرقدہ

مشقل

ایک دوست دوسرے دوست کی موت پر اور ایک عزیز دوسرے عزیز کی جانگی پر آنسو بہائے بغیر نہیں رہ سکتا لیکن ہم دن رات یہ خبریں سنتے رہتے ہیں کہ فلاں مسلمان کیونٹھٹ ہو کر دینی موت مر گیا اور فلاں مقام پر کفر و شرک کی دبانے پڑا اور مسلمانوں کے ایمان و یقین کی جان نکال کر رکھ دی مگر یہ خبریں اور یہ مشاہدے ہماری غیرت ملی اور ایمانی جذبات میں کوئی سنسنی کوئی کھچپی پیدا نہیں کرتے! کیسے کیسے فتنے ہیں جو اسلام کا چراغ گل کرنے کے لئے ظلمتوں کی آندھیاں اٹھا رہے ہیں۔ کیسے کیسے خطرات ہیں جو حق کو تباہ کرنے کے لئے ہرافق سے نمودار ہو رہے ہیں کہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے بغاوت ہو رہی ہے، کہیں خدا کی کتاب کے معنی و مفہوم میں مسخ و تحریف کی مہم چلائی جا رہی ہے، کہیں توحید کو فنا کرنے کے لئے قبوری شریعت کے احرام تعمیر ہو رہے ہیں کہیں معصوم بچوں کی نسل کو کفر و شرک کا لذیذ زہر پلایا جا رہا ہے، کہیں مذہب کا قلع قمع کرنے کے لئے لادھبیت اور دہریت کا سرخ عفریت اپنے خون آشام چہرے تیز کر رہا ہے۔ لیکن اتنی پر خطر دنیا میں ہم رات بھر پاؤں پٹھے میٹھی نیند سوتے ہیں، وہی انسان جو دنیا کے نام پر محبت و نفرت کے ساتھ جیتا جاگتا، بھاگتا دوڑتا اور ہنستا اور روتا ہوا نظر آتا ہے دین کا نام سنتے ہی اس طرح ہاتھ پاؤں چور کر آ نکھیں بند کر لیتا ہے اور سانس روک لیتا ہے جیسے اس کی رگوں زندگی کا دوڑنا ہوا خون اچانک رک گیا ہے اور جیسے وہ ایک ٹھنڈی بھینس جامد لاش کے سوا کچھ بھی نہیں!!

• • •

(از تجلی مارش سنہ ۱۳۲۵ھ)

# احوالِ اعلیٰ

اعلان کے مطابق مدیرِ تعلیمی ہر پندرہ سالہ کو طویل سفر پر چلے گئے تھے اور دو ماہ تک سفر پر ہی رہے۔ اس موسم میں انھوں نے جو دستوِ امداد اور بیسی اور اس کے گرد نواح کا حصہ کیا۔ ارادہ تو یہ تھا کہ اعلان اور پروگرام کے مطابق باقی شہروں کا بھی دیدہ کیا جائے لیکن بعض ضروری کاموں میں اختلاف پیدا ہو جانے کی وجہ سے ادارہ بجلی نے انھیں واپس بلا لیا ہے۔

سفر کی دوجہ تھیں۔ ایک تو یہ کہ بجلی کا حلقہ 'قارئین وسیع ہو جائے اور محاپ غیر حضرات سے کچھ تعاون مل جائے، دوسرے بالمشافہ جلی کے لئے مشورے کئے جائیں کہ آیا بجلی کو کس فوج پر چلایا جائے اور کس قسم کے مضامین اس میں شامل کئے جائیں افسوس کی بات ہے کہ سفر نامہ مکمل رہا۔ انشاء اللہ رمضان المبارک کے بعد ادارہ انھیں پھر سفر پر روانہ کرے گا۔ اکثر قارئین تو یہ سمجھ رہے ہیں کہ مدیرِ تعلیمی سفر پر ہی ہوں گے۔ مختلف حضرات کی طرف سے انھیں مدعو کرنے کے خطوط موصول ہو رہے ہیں۔ ایسے تمام حضرات سے ادارہ معذرت کرتا ہے۔ اور انھیں یقین دلاتا ہے کہ آئندہ سفر کے دوران کی فراہمیں پوری کر دی جائیں گی۔

(۲) جنوری کے شمارہ میں آرا میں اس اور جماعت اسلامی سے متعلق جو خیالات پیش کئے گئے تھے، اس سلسلہ میں کئی خط ہمیں ملے ہیں۔ ایک خط احسن مستقیمی صاحب کا ہے۔ آئندہ شمارہ میں یہ خط بمع جواب شائع ہو رہا ہے۔ جن حضرات نے جنوری کا آفاقی سخن پڑھا تھا ان سے گزارش ہے کہ وہ احسن مستقیمی صاحب کا خط اور مدیرِ تعلیمی کا جواب بھی ضرور ملاحظہ کر لیں۔

(۳) بہارِ شریعت پر تنقید شروع کر دی گئی ہے ممکن ہے کہ اس کی پہلی قسط اگلے شمارہ میں جلوہ ہو جائے۔ اس ماہ ارشاد اللہ کا خط صاحب کی فتنہ انگیز تعینات "شریعت" کا آپریشن کیا گیا ہے۔ ارشاد اللہ دہری اگر معقول انداز میں کچھ فرمایا تو ہم اسے بجلی میں چھاپیں گے۔ ارشاد اللہ دہری کے علاوہ کوئی بھی بریلوی عالم ظلم و عقل کی روشنی میں "شریعت" پر کئی تنقید کا ناقب کر سکتا ہے۔ ہم اسے بجلی میں جگہ دیں گے اور اگر ضروری سمجھا تو اس پر حاشیہ بھی چڑھا دیں گے۔

(۴) حیدرآباد سے ایک ماہنامہ نکلتا ہے، اس میں تعویذ گنتوں کے خلاف بڑا دھڑلا مضمون شائع ہوا ہے۔ انشاء اللہ اگلے شمارہ میں اس کا ناقب کیا جائے گا۔

(۵) مولانا زکریا کی تالیف "فتنہ امود و دیت" کا پورٹ مارٹم کیا جا رہا ہے۔ منظرِ ہر ہی اسے بجلی میں ایک نظر پر تفصیل سے شائع کیا جائے گا۔ اس کا مشاہدہ کرنے کے بعد قارئین کو اندازہ ہو گا کہ شیخ صاحب کے علم و ہنر نے کتنی جگہ غلطیاں کھائی ہیں، اور انھوں نے ہلنے بوجھنے کتنی بار تا انصافی کا مظاہرہ کیا ہے۔ فتنہ امود و دیت کا جائزہ جس شمارہ میں جلوہ گر ہو گا۔ اسے خاص نمبر ہی حیثیت دی جائے گی۔

# توجہ طلب

روزنامہ ”عرب ٹائمز“ کویت کے واقع نگار نے ”اخبار جہاں بکر اچپ کے نمائندے سے  
بات چیت کرتے ہوئے کہا:

میں دہلی میں جن اخبار نویسوں سے ملا ان میں ایک کثیر الاشاعت اردو ہفت روزہ کے مدیر  
سلامت علی مہدی بھی شامل تھے مجھے بات چیت بھارت کے دوران عجیب سی معلوم ہوئی  
کہ بھارت کا انگریزی اور ہندی پریس پائمنڈ اور ریشپ میں کا کرنے والا اردو پریس پاکستان  
کے داخلی معاملات میں بالعموم نہایت محتاط رویہ رکھتا ہے اور پاکستان میں ایک اعلیٰ عدالت کی جانب  
سے باقاعدہ سماعت کے پورے وقت دینے کے باوجود اگر مسٹر جیو کو قتل کے حرم میں سزا موت  
سنائی گئی ہے تو اس پر پاکستان عدلیہ کی آزادوی اوتھان کی بالادستی کو سزا دینا ہے لیکن اس کے برعکس جو  
اخبارات مسلمانوں کی نگاہ میں شامل ہوتے ہیں ان میں سے کئی اخبار بھٹو کی شان میں قصیدہ گوئی کر کے انہی  
تارخین کو گمراہ کرتے رہتے ہیں۔

حسب نام کے واقع نگار کو یہ بات خدایا جانے لیں عجیب اور حیرت انگیز محسوس ہوئی ہے جس میں مسلمان اخباروں کے اس رویہ پر کوئی حیرت  
نہیں کوئی استغاب نہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ ہندو سیاست کے بہت قریب ہے اور مسلمان سیاست سے بہت دور ہے ہندو کی کامیابی یہ ہے کہ اپنے  
کو مسلمانوں کے ذہن میں اتار چکے ہیں اب اسے کچھ کرنے کی ضرورت نہیں اب تو اسلام کے خلاف سازا جہاد مسلمان ہی کر رہے ہیں۔ ہندو لیڈروں  
کے مقابلہ میں مسلمانوں کی سوجھ بوجھ کوئی حیثیت نہیں رکھتی پھر مسلم رہنماؤں کو جو کچھ سوجھ بوجھ حاصل ہے اس کا سودا وہ  
خداوندان روس سے کر چکے ہیں، ان حقائق کے باوجود مسلمانوں کے موجودہ رویہ پر حیرت کیوں اور اچھبہ کیسا؟  
ہندوستانی مسلمانوں کی بد بھی ہی سمجھتے کہ ان میں جتنے معتد جھگڑے تھے وہ سب صحابی بن گئے ہیں، اور اپنی کج فکری اور  
بے شعوری سے ملت اسلامیہ کا بیزاغونی کرنے کی خدمت میں لگے ہوئے ہیں۔

عالمی عرب ٹائمز کے واقع نگار شاہد صدیقی سے نہیں ہے وہ ہندوستان کے اس عجوبہ سے بھی مل لیتے تو بہتر تھا۔  
شاہد صدیقی صاحب کا عالم یہ ہے کہ انھیں اب بھٹو کی راہوں میں جھڑو دینے اور خداوندان روس کے آگے سیاہی کو  
کرنے کے سوا کوئی اور کام ہی نہیں رہ گیا ہے۔

بعض اوقات بھٹو کی طرف نگاہیں بھی اٹھلتے کودتے ہوتے وہ ایسے مقام پر پہنچ جاتے ہیں جہاں پہنچ کر آدمی کا تونہ  
اور کتے کی بھون بھون میں کوئی فرق نہیں رہتا، اس کے باوجود شاہد صاحب اپنے بارے میں یہ بیان رکھتے  
ہیں کہ میں ہی دنیا سب سے بڑا متبر اور میں ہی دنیا کا سب سے بہتر حیدر ان ناطق ہوں!



حسن احمد صالحی

ذوالفقار علی بھٹو پاکستان کو  
الطی بھارت بنانا چاہتے تھے؟

## آغازِ سخن

افسوس کہ جس کے زہریلے اور خوشخوار اقدامات نے ماضی قریب و بعید میں عفریت کے فلک بوس درخت اگائے اسلام کو ہولناکیاں کیا۔ اس کے تقدس کو تو جاکھسوٹا۔ اس کے ماننے والوں کی پاہوں میں خلافتیں بچھائیں۔ دوستی کے پردے میں دشمنی کی مسلمانوں کو ذلیل کر کے اپنی بھڑاس نکالی اور اسلام کے مقدس دامن پر تنقید کی کچپڑا چھال کر اپنے تعصبات کے چھالوں کو تسکین دی ہم کہتے ہیں کہ اگر مسلمان ہونے کے لئے مرفب اتنا ہی کافی ہے کہ نام ذوالفقار علی بھٹو ہو تو پھر میاں بھٹو کے مسلمان ہونے میں کوئی شبہ ہی نہیں۔ لیکن اگر مسلمان اسے کہتے ہیں جو اللہ کی الوہیت اور اس کی رسالت پر ایمان لائے۔ ان کے احکامات و فرامین کو برحق جانے، ان کی ایک بات کو محترم اور قرین فہم تصور کرے اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کوئی لفظ زبان سے نہ نکالے تو یہ کہے بغیر چارہ نہیں کہ بھٹو جیسے حضرات کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ وہ اسلام سے دور ہیں اور اسلام ان سے دور ہے۔

اگر بھٹو جیسے لوگ (اپنے تمام کړتوت اور اسلام دشمنی کے باوصف) مسلمان کہلائے جائے گے مستحق ہیں تو پھر ان کو ڈروں اور اربوں انسانوں کو کافر سمجھنے کی کوئی وجہ ہماری سمجھ میں نہیں آتی، جن کا قصور بس یہ ہے کہ وہ مسلم

ذوالفقار علی بھٹو کے بارے میں عامۃ المسلمین نے جو ردیہ اختیار کر رکھا ہے وہ افسوسناک ہی نہیں باعث تشویش بھی ہے۔ افسوسناک تو اس لئے کہ جس شخص نے ابھی ماضی قریب میں اپنے اقتدار اور کرسی کو باقی رکھنے کے لئے جبر و استبداد اور وحشت و بربریت کی ہوسناک اور انسانیت سوز آندھ میاں چلا رکھی تھیں آج اسی شخص کی حمایت و طرفداری میں ہندوستان کے مسلمانوں کی اکثریت اپنی قوت اور اندر جی برباد کرنے پر تلی ہوئی ہے۔

اور تشویشناک اس لئے کہ بھٹو کی حمایت کرنے اور اس کے ہاتھ مضبوط کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ہم ”اسلام کش“ دہشت گردی کو ممکن فرام کر رہے ہیں، ان کی کھر تھپک رہے ہیں۔ ان کے اس مشن کو تقویت دے رہے ہیں جو انھوں نے اسلام کو جو پٹ کرنے کے لئے جاری کر رکھا ہے اور جن کے مذہب و اثرات بعض چور دروازوں سے مسلم قوم کے دلوں میں داخل ہو چکے ہیں۔

ہمہ مسلمانوں کی نادانی۔ وہ پھر اسی گتیری مناخات اور گنڈا دنی سازش کا شکار ہو گئے کہ جس ناقت و سازش کی لپیٹ میں آکر انھیں ہمیشہ ذلت و شکست سے دوچار ہونا پڑا ہے۔

مسلمان پھر اس گروہ کی مکاریوں سے فائدہ نہیں

قرآن میں پیدا نہیں ہو سکے۔

بہنگمہ دشمن بننے سے پہلے اور بہنگمہ دلش بننے کے بعد کے بے شمار واقعات بھی پیش کر رہے ہیں کہ بھٹو کو مسلمانوں سے کتنی ہی ہم بر دی کیوں نہیں لیکن اسے اسلام سے کوئی لگاؤ نہیں اس نے ازراہ سیاست چننے والے ایسے کارنامے ضرور انجام دیئے ہیں کہ جو یقیناً قابلِ داد ہیں لیکن محض ان کارناموں کی وجہ سے اس کے کالے کرتوت اور شرمناک منہ عالم کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا حجاج بن یوسف نے قرآن حکیم میں اعزاب لگا کر دنیا کے سارے مسلمانوں پر عظیم احسان کیا تھا لیکن اس کے اس کارنامے کی وجہ سے اس کی زیادتیوں اور حوں آشامیوں کو منہ تاریخ نے نظر انداز کیا ہے نہ خدا نے ذوالجلال نظر انداز کرے گا۔ برور حساب آخر ان لوگوں کی فـ یادوں سے آنکھیں کس طرح پھیر دی جاسکتی ہیں جو جرم ضعیفی کی پاداش میں مار ڈالے گئے تھے۔

ہاں! حجاج بن یوسف کتنا ہی ظالم اور سفاک سپہی۔ لیکن ایسی کوئی روایت اس کے بارے میں ہاتھ نہیں ملتی جس کو سہارا بنا کر یہ باور کرایا جاسکے کہ اس نے اسلام کو مٹانے اور اس کے اثرات کو بے روح کرنے کے لئے اسلام کے دشمنوں سے ساز باز کر رکھی تھی۔ اور وہ ظالم تھا اور وہ یقیناً ظالم تھا۔ وہ قاتل تھا یقیناً قاتل تھا۔ وہ بے رحم تھا اور یقیناً بے رحم تھا لیکن اس نے خدا کے اور اس کے رسول کے پھیلانے ہوئے نازیب کو قاتل کرنے کے منصوبے بھی نہیں بنائے تھے۔ اس نے دلوں کی دنیا میں کفر و الحاد کی تاریکیاں اتارنے کی کوشش بھی نہیں کی تھی۔ اور یہاں بھٹو کو اقتدار ہی اس وقت نصیب ہوا تھا جب ابھی ناموسیں اسلام کو نیلام کرنے کا عہد کر چکے تھے۔ اور اسلام کے ملاحوں کو ذلیل و خوار کرنے کا بلان بنا چکے تھے، اور یہ فیصلہ کر چکے تھے کہ پاکستان میں کمیونزم، سوشلزم اور تمام

اسلامی ازموں کو پھٹنے پھولنے کا نہ صرف موقع دینے بلکہ خود بھی داسے درنے قدے سینے ان کی مدد کریں گے اور ان کے اس عہد و پیمان اور اس منصوبے و پلان ہی کی بنا پر اندرا گاندھی نے ان کی بھرپور مدد کی تھی اور اپنی چال بازیوں سے پاکستان کو اتنا کمزور اور دہال کے عوام کو اتنا بدحواس کر دیا تھا کہ بھٹو جیبت عزت کی اپنی پہنت کا اقتدار کی کر سی پر جلوہ گر ہوئے تو انھیں سب جوں و چرا گوارہ کر لیا گیا۔ اس لئے کہ قوم میں اتنی سکت ہی نہیں تھی کہ وہ بھٹو کے خلاف کوئی لفظ زبان سے نکالے۔

عجیب بات یہ ہے کہ ہندوستان کے غیر مسلم حضرات پاکستان کے ہر مدبرِ مملکت کے مخالف رہے اور وقتاً فوقتاً انھیں گالیوں اور گتے تیغیوں سے نوازتے رہے یہاں تک کہ علی سے لیکر یحییٰ خاں تک ایک ہی معاملہ رہا۔ لیکن ذوالفقار علی بھٹو نے معلوم نہیں انھیں کیا گولی کر لیا ہے کہ اس کے گن گاتے ہیں۔ جیکہ یہ بات اپنی جگہ مسلم ہے کہ غیر مسلم قوم میں کسی اسلام پرست آدمی کے تنقید کے اپنے کا گناہ نہیں کر سکتیں۔

پر لطف بات یہ ہے کہ جو اسلامی قانون کی مخالفت میں جتنا شدید ہے وہ بھٹو کی حمایت میں اتنا ہی پیش پیش نظر آ رہا ہے۔

تکلیف دہ بات یہ ہے کہ بھٹو کو فطری سزا دی ہے بچانے کے لئے جو جہاد ہندوستان کے ہندو کرنا چاہتے تھے۔ وہ جہاد ہندوستان کے مسلمانوں نے اپنے پیٹھ پر لیا ہے وہ بھٹو کی موافقت میں مرے جا رہے ہیں انھیں اب کوئی کام ہی نہیں رہ گیا ہے۔ ماسوا بھٹو کی طرف داری اور حمایت کے۔ یہی حال مسلم اخباروں کا ہے کہ ان کے پاس لکھنے کے لئے کوئی موضوع ہی باقی نہیں رہا۔ ملا وہ بھٹو اور بے نظیر بھٹو کے۔

اور قابلِ مگریاں بات یہ ہے کہ غیر مسلم قوموں کی ٹیم اسلامی قانون کا جس انداز میں مذاق اڑا رہی ہے ہندوستان کے مسلمان بھی (بھٹو اور بعض فیاض والحق کے پردہ میں)

قوم ہمیشہ تذبذب ہی میں رہی کیا ہونے والا ہے اکبر اور کس طرح ہونے والا ہے؟ وہ کیا کرے اور ملک کو تباہ ہونے سے کیسے بچائے؟ بدقسمتی سے جنگ کے متعلق کچھ غاں اور بھٹو کے متضاد بیان آتے رہے۔ یہی غاں کہتے تھے جنگ کے خطرات مندرجہ بالا ہیں اور بھٹو یقین دلاتے رہے کہ جنگ نہیں ہوگی اس تضاد کی بدولت عام ذہنوں میں سخت انتشار پیدا ہوا۔ کچھ غاں کے اعلانات کا اثر اس لئے بھی جلد اُٹل ہو گیا کہ انھوں نے انتقالِ اقتدار کا عمل روکنے کے لئے جنگ کا ہوا کھڑا کیا ہے۔ اس خیال کو جناب بھٹو کی پمپنیا رانی اور اس کے ترجمان اخبار نے تقویت پہنچائی۔ چنانچہ قوم ذہنی طور پر جنگ کے لئے تیار نہ ہوئی، المیہ یہ یقینی تھا شکار ہونے کی وجہ سے مغلوب اور بے عمل ہو گئی۔

ہماری فوجیں مارش کے ہیمنے سے سرحدوں پر پڑی تھیں۔ بھارت جنگ کی دھمکیاں دے رہا تھا۔ مگر ہماری طرف سے کوئی ایسا اقدام نہیں ہوا جس سے صورتِ حال کی سنگینی کا احساس ہو۔ یہ سب کو معلوم تھا کہ اس بار جنگ بہت ہولناک اور تباہ کن ہوگی اور شہری زندگی پر خاص طور سے بہت اثر پڑے گا۔ مگر سول ڈیفنس کے انتظامات بہت دیر سے شروع کئے گئے اور جو شروع کئے گئے وہ اس قدر ناقص اور خراب تھے کہ قوم سے مذاق کرنے کا گمان ہوتا تھا۔ سائرن کا انتظام لاہور جیسے شہر میں خرمناک حادثہ عراب تھا۔ ہمارے مغربی پاکستان کے تقریباً سبھی امیروں کا

اسی طرح اسلامی قانون کو منہ چلانے کی خدمت انجام دے رہے ہیں۔ پاکستان کے جرانی و شرابی اور عیار و خطا کار مسلمان اگر اسلامی قانون کے درپے ہوں تو کوئی حیرت انگیز بات نہیں اس لئے کہ نظام مصطفیٰ کی ایجاد ہی نے ان کی عیاشی اور عیاری کی بنیادیں ہا کر رکھ دیں لیکن ہندوستان کے مسلمان بھی جب اسلامی قانون کو بلاوجہ ترجیحی نظروں سے دیکھیں، اس کے خلاف اول قول یحییٰ تو حیرت کبھی ہوتی ہے اور افسوس بھی قصہ بھی سنا ہے اور دنا بھی۔

ہندوستان کے تمام نابالغ مسلمان یہ سمجھتے تھے کہ ہمارا بھٹو ازراہ کذب و افترا بہت بڑا دبر ہے، اس نے پاکستان کے ستارے بلند کر دیے ہیں۔ ان نادانوں کو یہ بات کون سمجھائے کہ پاکستان میں بھٹو کی نہیں اندرا جی کی حکومت تھی جس کا انداز گاندھی سیاست کے اکھاڑے میں چوت ہو گئیں، اس دن مشر بھٹو بھی اپنی تمام تر چالاکیاں اور مکاریوں کے باوجود میدانِ سیاست میں بیدم پڑے نظر آئے۔

اب ذرا الطاف حسین قریشی کے قلم سے نکلی ہوئی ان چند سطروں پر نظر ڈالئے :-

”ملک کے حالات اور بیرونی معاملات سے دو شخصیتیں سب سے زیادہ متاثر تھیں۔ صدر مملکت کی حیثیت سے کچھ غاں اور سابق وزیر خارجہ کی حیثیت سے جناب بھٹو۔ جہاں تک ہمیں معلوم ہے کچھ غاں نے سیاسی قائدین پر جنگ کے بارے میں کبھی اعتماد نہیں کیا۔ جناب بھٹو کے ان کے دھوکے کے مطابق فوجی جرنیلوں سے براہ راست تعلقات تھے اس لئے وہ اپنے طور پر معلومات کرتے رہے ہوں گے

# آخرت پر ایمان لانیکی دعوت

ہمارے اخلاقی نتائج || قرآن کریم میں آخرت کے امکان اور اس کے

ب پر اتنے مضبوط دلائل قائم کرنے کے ساتھ یہ بھی بتا گیا، کہ آخرت کا عقیدہ ہی وہ چیز ہے جو انسان کی سیرت و کردار پر محکم اخلاقی بنیاد دلا کر قائم رکھتا ہے، یہ نہ ہو تو اس کو رستم، فسق و فجور، بد عہدی و خیانت اور بدکاری و بد اطواری، دزدکی والی کوئی چیز نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آخرت کا انکار کرنے والے زبان سے خواہ کتنی ہی جھٹکیں بگھارتے ہیں، ان کے عمل سے دم ہوجاتا ہے کہ وہ دراصل اخلاقی بے قدیوں کی آزادی کا ہے، اور اسی کو برقرار رکھنے کے لئے آخرت کو مٹانے سے انکار کرتے ہیں۔ اس کے ساتھ قرآن مجید میں خود عرب کے معاشرے کا طرز پر پھیل چوٹی اخلاقی خرابیوں کی نشاندہی کی گئی۔ اور ان کے سامنے یہ سوال رکھ دیا گیا کہ کیا یہ خرابیاں اس صورت میں پیدا ہو سکتی تھیں۔ جب لوگوں کو یہ احساس ہوتا کہ ہمیں دن اپنے خدا کے سامنے اپنے ایک ایک فعل کی جوابدہی کرنا ہوگی؟

فَسَبِّ الْاِنْسَانَ اَنْ  
يَمُوتَ مَآءً يَوْمَئِذٍ

کیا انسان یہ سمجھ رہا ہے کہ اس کی ہڈیوں کو بھیڑا کر دینگے

قُلْ اَنْ تَسْبِيْحُ بِنَانِكَ بَلْ  
يُرِيكَ الْاِنْسَانُ رُبَّمَا  
اَمَامَهُ

(القصصہ، ۵۲۳) کہ آگے بھی بے اعمالیاں کرتا رہے پہلی دہائیوں میں ان لوگوں کو جواب دیا گیا ہے جو کہتے تھے کہ آخرت کیسے ہو سکتا ہے کہ جی لوگوں کو مرے ہوئے سیکڑوں اور ہزاروں برس گزر چکے ہوں جن کے جسم کا ذرہ ذرہ خاک میں مل کر۔ پر اگندہ ہو چکا ہو جن کی ہڈیاں تک بوسیدہ ہو کر مظلوم زمین میں کہیں کہاں منتشر ہو چکی ہوں۔ جن میں سے کوئی عمل مبرا ہو، کوئی درندہاں کے پیٹ میں جا چکا ہو، کوئی سمندر میں غرق ہو کر چلیوں کی غذا بن چکا ہو۔ ان سب کے اجڑنے جسم پھر سے جمع ہو جائیں۔ اور ہر انسان پھر وہی شخص بن کر اٹھ کھڑا ہو، جو دس بیس ہزار سال پہلے کبھی وہ تھا، اس کا نہایت معقول اور انتہائی پر زور جواب اللہ تعالیٰ نے اس مختصر سے سوال کی شکل میں دے دیا ہے کہ کیا انسان یہ سمجھ رہا ہے کہ ہم اس کی ہڈیوں کو کبھی جمع نہ کر سکیں گے؟ یعنی اگر تم سے یہ کہا گیا ہو بلکہ تمہارے یہ منتشر اجڑے جسم کسی وقت آپ سے آپ جمع ہو جائیں گے اور تم آپ سے آپ اسی جسم کے ساتھ ہی اٹھو گے تو بلاشبہ تمہارا اس کو ناممکن سمجھنا بجا

ہوتا۔ مگر تم سے کو کیا یہ کہ یہ کمال اللہ تعالیٰ ایسا کرے گا۔ اب کیا دانتی تم یہ سمجھ رہے ہو کہ کائنات کا خالق جسے تم خود بھی خالق مانتے ہو اس کا کہ سے عاجز ہے؟ یہ ایسا سائل تھا جس کے جواب میں کوئی شخص جو خدا کو خالق کائنات مانتا ہو اس وقت یہ کہہ سکتا تھا اور نہ آج یہ کہہ سکتا ہے کہ خدا بھی یہ کام کرنا چاہے تو نہیں کر سکتا۔ اور اگر کوئی بے وقوف ایسی بات کہے تو اس سے پوچھا جاسکتا ہے کہ تم آج جس جسم میں اس وقت موجود ہو اس کے بے شمار اجزاء کو پیدا اور پانی اور مٹی اور نہ معلوم کہاں کہاں سے جمع کر کے اسی خدا نے کیسے جسم بنا دیا جس کے متعلق تم یہ کہہ رہے ہو کہ وہ پھر ان اجزاء کو جمع نہیں کر سکتا؟

پھر فرمایا کہ بڑی بڑی ہڈیوں جمع کر کے تمہارا ڈھانچہ پھر سے کھڑا کر دینا تو درکنار تم کو اس بات پر قادر ہیں کہ تمہارے نازک ترین اجزاء جسے جسم یعنی تمہاری انگلیوں کی پور و تنک کو پھر ویسا ہی بنا دیں جیسی وہ بنے تھیں۔

آخری فقرہ ہے میں مگر میں آخرت کے اصل مرض کی صاف صاف تشخیص کر دی گئی کہ ان لوگوں کو جو جزائے آخرت کے انکار پر آمادہ کر رہے ہیں وہ دراصل یہ نہیں ہے کہ انکی توقع یہ قیامت اور آخرت کو ناممکن سمجھتے ہیں بلکہ ان کے اس انکار کی اصل وجہ یہ ہے کہ آخرت کو ملنے سے لازماً ان پر کچھ اخلاقی پابندیاں عائد ہوتی ہیں اور انہیں یہ پابندیاں ناگوار ہیں۔ یہ چاہتے ہیں کہ جس طرح اب تک زمین میں رہتے ہیں کی طرح پھرتے رہیں۔ اسی طرح آئندہ بھی پھرتے رہیں۔ جو ظلم، جو بے ایمانیاں، جو فسق و فجور، جو بد کرداریاں یہ اب تک کرتے رہے ہیں۔ آئندہ بھی ان کو اس کی کھلی چھوٹ ملی رہے۔ اور یہ خیال بھی ان کو یہ نافذ آزادیاں بہت سے نہ دے سکتے پائے کہ اس دن انہیں اپنے خدا کے سامنے حاضر ہو کر اپنے ان اعمال کی جوابدہی کرنے پڑے گی اس لئے دراصل ان کی عقل انہیں آخرت پر ایمان لانے سے نہیں روک رہی ہے بلکہ ان کی خواہشات نفس اس میں مانع ہیں اور یہ بات ان آیات پر فرمائی گئی ہے۔

وَمَا يَكِلُ الْبَرِّ وَالْأَعْمَلِ اور اسے نہیں بھلا تا مگر ہر

مستد انیم

(المطففين - ۱۲)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا يُخَوِّتُونَ عَنْ مَسْجِدِكُمْ أَنْ تُخَلِّفُوا عَنْهُ خِصْلَةً أَوْ ثِيَابًا أَوْ مَتَاعًا يُخَفِّفُونَ عَنْهَا رُءُوسَهُمْ وَأَنْ يَسْأَلُوا أَلْهَمُوا الْخَبْرَ لَمْ يَسْأَلُوا عَنْهَا لَمْ يَتَضَعُوا يَدَهُمْ أُولَٰئِكَ يَفْعَلُونَ

(ص - ۲۶)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا يُخَوِّتُونَ عَنْ مَسْجِدِكُمْ أَنْ تُخَلِّفُوا عَنْهُ خِصْلَةً أَوْ ثِيَابًا أَوْ مَتَاعًا يُخَفِّفُونَ عَنْهَا رُءُوسَهُمْ وَأَنْ يَسْأَلُوا أَلْهَمُوا الْخَبْرَ لَمْ يَسْأَلُوا عَنْهَا لَمْ يَتَضَعُوا يَدَهُمْ أُولَٰئِكَ يَفْعَلُونَ

(القصص - ۲۰، ۲۱)

وہ جس جو مد سے گزر جائے والا بدل ہے جو لوگ اللہ کی راہ سے بھٹکتے ہیں ان کے لئے سخت عذاب ہے۔ اس لئے وہ روز حساب کو بھول گئے ہیں۔ ہرگز نہیں، اصل بات یہ ہے کہ تم لوگ جلدی حاصل ہونے والی چیز یعنی دنیا سے محبت رکھتے ہو اور آخرت کو چھوڑ دیتے ہو۔

یہ مکر میں کے انکار آخرت کی دوسری وجہ ہے۔ پہلی وجہ تو اہل بیان کر دی گئی کہ وہ فوج کی قتل چھوٹ چاہتے ہیں اور ان اخلاقی پابندیوں سے بچنا چاہتے ہیں جو آخرت کو ملنے سے لازماً ان پر عائد ہوتی ہیں۔ اس لئے دراصل خواہشات نفس انہیں انکار آخرت پر ابھارتی ہیں، اور پھر وہ عقل و دلیل بگاڑتے ہیں تاکہ اپنے اس انکار کو معقول ثابت کر سکیں۔ اب دوسری وجہ یہ بیان کی جا رہی ہے کہ مکر میں آخرت چونکہ تنگ نظر اور کوتاہ بین ہے اس لئے ان کی نگاہ میں ساری اہمیت انہی نتائج کی ہے، جو اسی دنیا میں ظاہر ہوتے ہیں اور ان نتائج کو وہ کوئی اہمیت نہیں دیتے جو آخرت میں ظاہر ہونے والے ہیں۔ سمجھتے ہیں کہ جو ناکامی یا لذت یا خوشی یہاں حاصل ہو جائے اسی کی طلب میں ساری محنتیں اور کوششیں کھیا دینی چاہیں، کیونکہ اسے بالیا تو سب کچھ بالیا۔ خواہ آخرت میں اس کا انجام کتنا ہی برا ہو۔ اسی طرح ان کا خیال یہ ہے کہ جو نقصان یا تکلیف یا رنج و غم یہاں پہنچ جائے، وہی دراصل بچنے کی قابل چیز ہے۔ قطع نظر اس سے کہ اس کو برداشت کر لے نہ سکتا ہی ہو اگر آخرت میں مل سکتا ہو۔ نہ نقد سودا چاہتے ہیں، آخرت جیسی دور کی چیز کے لئے وہ نہ آج کے کسی نفع کو چھوڑ سکتے ہیں، نہ کسی نقصان کو گوارہ کر سکتے ہیں اس امداد فکر کے ساتھ جب وہ آخرت کے مسئلہ پر عقلی کشش کرتے ہیں تو دراصل وہ خالص محبت نہیں ہوتی



بلکہ اس کے بجائے یہ انداز فکر کا اگر رہا ہوتا ہے جس کی وجہ سے  
ان کا فیصلہ سب پر حال ہی ہوتا ہے کہ آخرت کو نہیں ماننا ہے خواہ  
انہوں سے ان کا ضمیر بکا رہا کر کہ رہا ہو کہ آخرت کے امکان  
دفعہ اور وجہ کی ہدایتیں قرآن میں دی گئی ہیں وہ نہایت  
معقول ہیں اور اس کے خلاف جو استدلال وہ کر رہے ہیں

وہ نہایت بول رہے

انہوں نے کہا کہ جو لوگ دنیا سے بے رغبتی رکھتے ہیں اور آخرت سے رغبت رکھتے ہیں ان کو اللہ تعالیٰ جزا دے گا۔  
انہوں نے کہا کہ جو لوگ دنیا سے رغبت رکھتے ہیں اور آخرت سے بے رغبتی رکھتے ہیں ان کو اللہ تعالیٰ سزا دے گا۔  
(الدھر ۲۷)

یعنی یہ کفار قریش جس وجہ سے اخلاق اور عقائد کی  
مگر اہمیت پر مصر ہیں اور جس بنا پر اللہ کے رسول کی دعوت  
حق کے لئے ان کے کان بہرے ہو گئے ہیں، وہ دراصل ان  
کی دنیا پرستی اور آخرت سے بے گری دہے کی نازی ہے اس  
لئے ایک ایسے خدا پرست انسان کا راستہ ان کے راستے سے  
اتنا الگ ہے کہ دونوں کے درمیان کسی مصالحت کا سرے

کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔  
اللہم انکسنا کما نکتہ حقاً  
المقابرہ کلا سونہ  
تعدک مؤن شہ کا سونہ  
تعدک مؤن کلا کونفونہ  
علم البقارہ کتودن  
الحجۃ ثم اتروکھا  
عین البقارہ ثم کتولن  
کونفونہ من التوبہ

تم لوگوں کو زیادہ سے  
زیادہ اور ایک دوسرے  
سے بڑھ کر دنیا سے رغبت کرنے  
کا دھڑنے غفلت میں ڈالنا  
رکھا ہے یہاں تک کہ انہیں  
فکر میں آئے کہ اگر وہ دنیا سے  
بے رغبتی رکھیں تو انہیں جہنم  
میں لے جایا جائے گا۔  
انہوں نے کہا کہ جو لوگ دنیا سے  
بے رغبتی رکھتے ہیں اور آخرت سے  
رغبت رکھتے ہیں ان کو اللہ تعالیٰ  
جزا دے گا۔

اس سے دیکھیں کہ جو لوگ دنیا سے  
(الدھر ۲۷) روز تم سے انہیں  
جو اس کا جواب دیا جائے گا

غفاً لکم۔ لہو سے ہے جس کے اصل معنی غفلت  
کے ہیں لیکن عربی زبان میں یہ لفظ اس شغل کے لئے بولا جاتا ہے  
جس سے آدمی کی دلچسپی اتنی بڑھ جائے کہ وہ اس میں منہمک  
ہو کر دوسری اہم چیزوں سے غافل ہو جائے۔ اس کا مادہ  
جس سے جب کہ لفظ غفلت بولا جائے گا تو اس کا معنی بیہوشی  
تو کسی ہونے کو کہنے اور ایسا نہ ہونا کر لیا ہے کہ نہیں  
کسی اور چیز کا جو اس سے اہم تر ہے، ہوش۔ اتنی ہی رہا ہے  
اسی کو جن تم پر سوا ہے۔ اسی کی فکر میں نہ ہوئے ہو اور اس  
اتنا الگ نے تم کو بالکل غافل کر دیا ہے۔

تکافؤ کثرت سے۔ ہے اور اس کے تین معنی ہیں ایک  
یہ کہ آدمی زیادہ سے زیادہ کثرت حاصل کرنے کی کوشش کرے  
دوسری یہ کہ لوگ کثرت کے حصول میں ایک دوسرے سے بڑھ  
جانے کی کوشش کریں۔ تیسری یہ کہ لوگ ایک دوسرے  
کے مقابلے میں اس بارے پر فخر جتائیں کہ انہیں دوسروں سے زیادہ  
کثرت حاصل ہے۔

اللہم انکسنا کما نکتہ حقاً  
اپنے اندر ایسا مشغول کر لیا ہے کہ اس کی دھن نے تمہیں اس  
سے اہم چیزوں سے غافل کر دیا ہے۔ اس فقرے میں یہ  
تقریب نہیں کی گئی ہے کہ کثرت میں کس چیز کی کثرت۔ اور اللہم  
میں کس چیز سے غافل ہو جانا مراد ہے۔ اور اللہم تم کو غافل  
کر دیا ہے کہ مخاطب کون لوگ ہیں اس عدم تصریح کی وجہ  
سے ان الفاظ کا اطلاق اپنے وسیع تر مفہوم پر ہو جاتا ہے  
جس کے معنی محدود نہیں رہتے بلکہ وسیع کے نام فوائد مند  
سامان عیش اسباب لذت اور وسائل قوربت و اقترار کو  
زیادہ سے زیادہ حاصل کرنے کی سعی و جدہ کرنا۔ اس صواب  
ایک دوسرے سے بڑھ جانے کی کوشش کرنا اور ایک دوسرے  
کے مقابلے میں انہیں کثرت پر فخری نا اس کے مفہوم میں شامل  
ہو جاتا ہے اسی طرح ان الفاظ کے مخاطب بھی وہ ہیں جو







اَمَّا شَاكِرًا وَاَمَّا كَفُورًا  
خو اہل شکر کرنے والا ہے یا  
کفر کرنے والا۔ (الزمر: ۳۰، ۳۱)

یہ ہے دنیا میں انسان اور انسان کے لیے دنیا کی اصل حیثیت، وہ درختوں اور جانوروں کی طرح نہیں ہے کہ اس کا مقصد تخلیق یہیں پورا ہو جائے۔ اور قانونِ نطرت کے مطابق ایک مدت تک اپنے عقہہ کا کام کر کے وہ یہیں ہرگز فنا ہو جائے۔ نیز یہ دنیا اس کے لیے نہ دارالغذا ہے نہ جیسا کہ راسخ سمجھتے ہیں، نہ دارالحجاز ہے، جیسا کہ تناسخ کے قائلین سمجھتے ہیں۔ نہ چار گاہ ہے نہ تفریح گاہ جیسا کہ مادہ پرست سمجھتے ہیں، اور نہ رزم گاہ، جیسا کہ گداروں اور مارکس کے پیروں سمجھتے ہیں بلکہ یہ دراصل اس کے لیے ایک امتحان گاہ ہے۔ وہ جس چیز کو عمر بھر سمجھتا ہے۔ حقیقت میں وہ امتحان کا وقت ہے جو اسے یہاں دیا گیا ہے دنیا میں جو قوتیں اور صلاحیتیں بھی اس کو دی گئی ہیں جن چیزوں پر بھی اس کو تصرف کے مواقع دیئے گئے ہیں وہ سب اصل میں امتحان کے لیے شمار رہے ہیں اور زندگی کے آخری سہ ماہی تک اس امتحان کا سلسلہ جاری ہے۔ نتیجہ اس کا وہ نہیں نہیں نکلتا ہے بلکہ آخرت میں اس کے شمار پرچوں کو جانچ کر یہ فیصلہ ہونا ہے کہ وہ کامیاب ہوا ہے یا ناکام اور اس کی کامیابی دنیا کی کامیابی کا انحصار اس پر ہے کہ اس نے اپنے آپ کو کیسا سمجھتے ہوئے یہاں کام کیا اور کس طرح امتحان کے وہ پرچے کئے جو اسے یہاں دیئے گئے تھے اگر اس نے اپنے آپ کو بے خدا یا بہت سے خداؤں کا بندہ سمجھا اور سارے پرچے یہ سمجھتے ہوئے کئے اور آخرت میں اسے اپنے خالق کے سامنے کوئی جواب دی نہیں کرتی ہے، تو اس کا ہارا کا نام نہ زندگی غلط ہو گیا اور اگر اس نے اپنے آپ کو خدائے واحد کا بندہ سمجھ کر اس طریقے پر کام کیا جو خدا کی مرضی کے مطابق ہوا اور آخرت کی جوابدہی کو پیش نظر رکھا تو وہ امتحان میں کامیاب ہو گیا۔ یہ مضمون قرآن میں اس کثرت کے ساتھ اور اتنی تفصیلات کے ساتھ بیان کیا گیا

الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ  
وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ  
اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا  
جس نے موت اور زندگی  
کو ایجاد کیا تاکہ تم لوگوں کو آزما کر  
دیکھ سکے کہ تم میں سے کون بہتر عمل  
کرنے والا ہے۔ (الملك: ۲۰)

یعنی دنیا میں انسان کو زندگی کے مرنے اور جینے کا سلسلہ اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے شروع کیا ہے کہ ان کا امتحان لے اور یہ دیکھے کہ کس انسان کا عمل زیادہ بہتر ہے اس مختصر سے فقرے میں بہت سی حقیقتوں کی طرف اشارہ کر دیا گیا ہے۔ اول یہ کہ موت اور حیات اسی طرف سے ہے۔ کوئی دوسرا نہ زندگی بخشے والا ہے، نہ موت دینے والا، دوسرے یہ کہ انسان میں مخلوق جسے بھی اور بدی کرنے کی قدرت عطا کی گئی ہے، اس کی زندگی بے مقصد ہے، نہ موت خالق نے اسے یہاں امتحان کے لیے پیدا کیا ہے۔ زندگی اس کے لیے امتحان کی مہلت ہے۔ اور موت کے یہ معنی ہیں کہ اس کے امتحان کا وقت ختم ہو گیا، عیسے یہ کہ اسی امتحان کی غرض سے خالق نے ہر ایک کو عمل کا موقع دیا ہے تاکہ وہ دنیا میں کام کر کے اپنی اچھائی یا بُرائی کا اظہار کر سکے اور عطا دیے دکھا دے کہ وہ کسسا انسان ہے۔ چوتھے یہ کہ خالق ہی دراصل اس بات کا فیصلہ کرنے والا ہے کہ کس کا عمل اچھا ہے اور کس کا بُرا، اعمال کی اچھائی، یا بُرائی کا معیار جو کرنا امتحان دینے والے کا کام نہیں ہے بلکہ امتحان لینے والے کا ہے۔ لہذا جو بھی امتحان میں کامیاب ہونا چاہے اسے یہ معلوم کرنا ہو گا کہ امتحان کے نزدیک کس عمل کیلئے ہے۔ یا جو ان نکتہ خود امتحان کے مفہوم میں پوشیدہ ہے اور وہ یہ کہ جیسا عمل ہو گا اس کے مطابق اس کو جزا دی جائے گی کیونکہ اگر جزا نہ ہو تو سارے سے امتحان لے لے کے کوئی معنی ہی نہیں رہتا۔

اِنَّ خَلْقَنَا الْاِنْسَانَ  
وَبِنَاطِنَا اُمُشًا  
فَبَلِّغْهُمْ فَاِجْعَلْهُمْ  
سَمْعًا اَبْصَارًا  
اِنَّكَ هَدَيْتَهُمُ السَّبِيلَ  
ہم نے انسان کو ایک  
مخلوط نطفے سے پیدا کیا تاکہ  
اسے امتحان لیں اور اسی  
غرض کے لیے ہم نے اسے  
سننے اور دیکھنے والا بنایا

کہ اللہ تعالیٰ نے اسے علم اور عقل کی طاقتیں دیں تاکہ وہ امتحان دینے کے قابل ہو سکے۔ ظاہر ہے کہ مقصود سلاسیہ زہود و سمیع و بصیر بنانے کا مطلب محض سماعت و بینائی کی قوتیں رکھنے والا بنانا ہی ہو تو ایک اندھا اور سہرا آدی کو پھر امتحان سے مستثنیٰ ہو جاتا ہے۔ حالانکہ جب تک کوئی علم و عقل سے بالکل محروم نہ ہو۔ امتحان سے اس کے مستثنیٰ ہونے کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا۔

اس کے بعد فرمایا گیا، ہم نے اسے محض علم و عقل کی قوتیں دے کر ہی نہیں تجوڑ دیا بلکہ ساتھ ساتھ اس کی نہایت بھی کی تاکہ اسے معلوم ہو جائے کہ شکر کا راستہ کون سا ہے اور کفر کا راستہ کون سا اور اس کے بعد جو راستہ بھی وہ اختیار کرے اس کا ذمہ دار وہ خود ہے۔ سورہ بقرہ میں یہی مضمون ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔ وَ هَدَيْنَاهُ الْجَدَيْنِ ۖ اَوْدَحَسْنَاهُ اَسْمَاءَ دُولَاۤءٍ رَا سْتَهٗ ۚ یعنی خیر و شر کے راستے نمایاں کر کے بتا دیئے ۖ اور سورہ شمس میں یہی بات اس طرح بیان کی گئی ہے۔ وَ كَفَّيْۤنَا سُلُوٰدَهَا نَا كُفَّهٖمَا فُجُوٰرَهَا وَ تَقْوَاهَا ۚ اَوْدَحَسْنَاهُ اَسْمَاءَ دُولَاۤءٍ ۚ ان الفاظ کی اس ذات کی جس نے اسے (تھا) ظاہر و باطنی قوتوں کے ساتھ استوار کیا پھر اس کا جو رادراں تقویٰ و دوزل اس پر الہام کر دیئے ۖ ان تمام تفصیلات کو سمجھنے میں کھ کر دکھا جائے اور ساتھ ساتھ قرآن مجید کے ان تفصیل بیانات کو بھی نگاہ میں رکھا جائے جن میں بتایا گیا ہے کہ اللہ نے انسان کی ہدایت کے لئے دنیا میں کیا کیا انکشافات کیے ہیں تو معلوم ہو جاتا ہے کہ اس آیت میں ”راستہ دکھانے“ سے مراد رہنمائی کی کوئی ایک ہی صورت نہیں ہے بلکہ بہت سی صورتیں ہیں جن کی کوئی حد و نہایت نہیں ہے۔ مثال کے طور پر:-

۱۔ ہر انسان کو علم و عقل کی صلاحیتیں دینے کے ساتھ ایک اخلاقی حس بھی دی گئی ہے جس کی بدولت وہ فطری طور پر بھلائی اور برائی میں امتیاز کر سکتا ہے۔ بعض افعال اور اوصاف کو برا جانتا ہے اگرچہ وہ خود ان میں مبتلا ہوا

ہے کہ ان سب مقامات کا حوالہ دینا یہاں مشکل ہے جو حضرات اسے پوری طرح سمجھنا چاہتے ہوں وہ تصدیق القرآن کی ہر جگہ کے آخر میں فہرست مضموعات کے اندر لفظ ”آزمائش“ نکال کر وہ تمام مقامات دیکھ لیں جہاں قرآن مجید میں مختلف پہلوؤں سے اس کی وضاحت کی گئی ہے۔ قرآن کے سوا دنیا کی کوئی کتاب ایسی نہیں ہے جس میں یہ حقیقت اتنی وضاحت کے ساتھ بیان کی گئی ہو۔

پھر فرمایا گیا، ہم نے اسے سمیع و بصیر بنایا ۖ اس کا مفہوم صحیح طور پر ”ہوش گوش رکھنے والا بنایا“ سے ادا ہوتا ہے، لیکن ہم نے ترجمہ کی رعایت سے ”سمیع“ کے معنی ”دیکھنے والا“ کیے ہیں۔ اگرچہ عربی زبان کے ان الفاظ کا ترجمہ یہی ہے۔ مگر عربی دان جانتا ہے کہ حیوان کے لیے سمیع اور بصیر کے الفاظ بھی استعمال نہیں ہوتے حالانکہ وہ بھی سننے اور دیکھنے والا ہوتا ہے۔ پس سننے اور دیکھنے سے مراد یہاں سماعت اور بینائی کی وہ قوتیں نہیں ہیں جو حیوانات کو بھی دی گئی ہیں بلکہ اس سے مراد وہ ذرا کم ہیں جن سے انسان علم حاصل کرتا اور پھر اس سے نتائج اخذ کرتا ہے علاوہ بریں سماعت اور بصارت انسان کے ذرائع علم میں چونکہ سب سے زیادہ اہم ہیں اس لیے اختصار کے طور پر صرف انہیں کا ذکر کیا گیا ہے، ورنہ اصل مراد انسان کو وہ تمام خواص عطا کرنا ہے جن کے ذریعہ سے وہ معلومات حاصل کرتا ہے پھر انسان کو جو خواص دیئے گئے ہیں وہ اپنی نوعیت میں ان خواص سے بالکل مختلف ہیں جو حیوانات کو دیئے گئے ہیں کیونکہ اس کے ہر حصے کے پیچھے ایک سوچنے والا مدخل موجود ہوتا ہے جو خواص کے ذریعہ سے آنے والی معلومات کو جمع کر کے اور ان کو ترتیب دے کر ان سے نتائج نکالتا ہے، رائے قائم کرتا ہے۔ اور پھر کچھ فیصلوں پر پہنچتا ہے جن پر اس کا رویہ زندگی مبنی ہوتا ہے لہذا یہ کہنے کے بعد کہ انسان کو پیدا کر کے ہم اس کا امتحان لینا چاہتے تھے۔ یہ ارشاد فرمایا تاکہ اسی غرض کے لیے ہم نے اسے سمیع و بصیر بنایا، دراصل یہ معنی رکھتا ہے

بعض افعال و اوصاف کو اچھا جانتا ہے، اگرچہ وہ خود ان سے اجتناب کر رہا ہو۔ حتیٰ کہ جن لوگوں نے اپنی اغراض و خواہشات کی خاطر ایسے فلسفے گھڑائے ہیں، جن کی بناء پر بہت سی برائیوں کو انھوں نے اپنے لیے حلال کر لیا ہے، ان کے اعمال بھی یہ سمجھ کر وہی برائیاں اگر کوئی دوسرا ان کے ساتھ کرے تو وہ اس پر فخر اٹھتے ہیں اور اس وقت معلوم ہو جاتا ہے کہ اپنے جھوٹے فلسفوں کے بادل جو حقیقت میں وہ ان کو لپیٹے ہوئے ہیں۔ اسی طرح نیک اعمال و اوصاف کو خواہ کسی نے جہالت اور حماقت اور وقفا و وسعت ہی قرار دے رکھا ہو لیکن جب کسی انسان سے خود اس کی ذات کو کسی نیک ملک کا نام نہ پہچانتا ہے، تو اس کی فطرت اسے قابل قدر سمجھنے پر مجبور ہو جاتی ہے۔

۲۔ ہر انسان کے اندر اللہ تعالیٰ نے ضمیر نفسی (وامر) کی ایک چیز رکھ دی ہے جو اسے ہر اس موقع پر فکری ہے جب وہ کوئی برائی کرنے والا ہو یا کر رہا ہو یا کر چکا ہو۔ اس ضمیر کو انسان خواہ کتنی ہی ٹھیکہ میں دے کر سلائے اور اس کو کب جس بنانے کی کوشش ہی کرکٹ کر لے، لیکن وہ اسے بالکل فنا کر دینے پر قادر نہیں ہے۔ دنیا میں ڈھیٹ بن کر رہا ہے یا کو قلعے میں محصور ثابت کر سکتا ہے، وہ جتنی گھبرا کر دنیا کو دھوکہ دینے کی بھی ہر کوشش کر سکتا ہے۔ وہ اپنے نفس کو بھی فریب دینے کے لیے اپنے اعمال کے بے شمار عذرات تراش سکتا ہے۔ مگر اس کے باوجود اللہ نے اس کی فطرت میں جو محاسب بٹھا رکھا ہے وہ اتنا جاندار ہے کہ کسی برے انسان سے بھی بات چھی نہیں دیتی کہ وہ حقیقت میں کیا ہے۔ یہ بات سورہ قیامہ میں لکھی گئی ہے کہ "انسان خود اپنے آپ کو خوب جانتا ہے" خواہ وہ کتنی ہی معذرتیں پیش کرے یہ بات ۵۔

۳۔ انسان کے اپنے دل میں اور اس کے گرد پیش زمین سے لے کر آسمان تک ساری کائنات میں ہر طرف ایسی شمار نشانیوں کی جڑی ہے۔ جو خبر دے رہی ہیں کہ یہ سب کچھ کسی خدا کے فیض میں ہو سکتا۔ نہ بہت سے خدا اس کا خالق ہستی کے بنانے اور چلانے والے ہو سکتے ہیں۔ اسی طرح آفاق و انفس

کی ہر نشانیوں قیامت اور آخرت پر بھی صریح دلائل کی رہی ہیں۔ انسان اگر ان سے انھیں بند کر لے یا اپنی عقل سے کام لے کر ان پر خود نہ کرے، یا جن حقائق کی نشاندہی یہ کر رہی ہیں ان کو تسلیم کرنے سے جی چرائے تو یہ اس کا اپنا قصور ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے تو حقیقت کی خبر دینے والے۔ نشانات اس کے سامنے رکھ دیے ہیں کوئی کسر نہیں مل سکتی ہے۔

۴۔ انسان کی اپنی زندگی میں اس کی ہم عصر دنیا میں، اور اس سے پہلے گزری ہوئی تاریخ کے تجربات میں بے شمار واقعات ایسے پیش آتے ہیں، اور آتے رہے ہیں، جو یہ ثابت کرتے ہیں کہ ایک بالآخر کو امت اس پر اور ساری کائنات پر فرمانروائی کر چکا ہے جس کے آگے وہ بالکل بے بس ہے جس کی مشیت پر چر پر غالب ہے۔ اور جس کی مدد کا چھٹا ہے۔ یہ تجربات و مشاہدات منظر خارج ہی میں اس حقیقت کی خبر دینے والے نہیں ہیں، بلکہ انسان کی اپنی فطرت میں بھی اس بالآخر کو امت کے وجود کی شہادت موجود ہے، جس کی بناء پر بڑے سے بڑا دہریہ بھی برا وقت آنے پر خدا کے آگے دعا کے لیے ہاتھ پھیلا دیتا ہے اور سخت سے سخت منکر بھی سارے جھوٹے خداؤں کو چھوڑ کر ایک خدا کو پکارنے لگتا ہے۔

۵۔ انسان کی عقل اور اس کی فطرت عقلی طور پر حکم لگاتی ہے کہ حسبِ کم سنہ اور عمدہ خدمات کا صلہ ملنا ضروری ہے، اسی بناء پر تو دنیا کے ہر معاشرے میں ہدایت کا نظام کسی نہ کسی صورت میں قائم کیا جاتا ہے اور جن خدمات کو قابلِ تحسین سمجھا جاتا ہے ان کا صلہ دینے کی بھی کوئی نہ کوئی شکل اختیار کی جاتی ہے۔ یہ اس بات کا صریح ثبوت ہے کہ اخلاق اور قانون سکافات کے درمیان ایک ایسا لازمی تعلق ہے، جس سے انکار کرنا انسان کے لیے ممکن نہیں ہے۔ اب اگر یہ تسلیم ہے کہ اس دنیا میں بے شمار عبرتیں ایسی ہیں، جن کی پوری سزا تو ملکوتی ہے کوئی سزا ہی نہیں دی جاسکتی، اور بے شمار خدمات بھی ایسی ہیں جن کا پورا صلہ تو کیا، کوئی مل بھی خدمت کر پوئے کو نہیں مل سکتا، تو آخرت کو ماننے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے



يَجْمَعُونَ إِلَىٰ مِيقَاتِ  
يَوْمٍ مَّعْلُومٍ

(الواقہ - ۵۰-۴۹)

وَنُفِخَ فِي الصُّورِ نَفْثًا  
مِّنْ فِي السَّمُوتِ  
وَمِنَ الْأَرْضِ  
وَمِنَ الْأَنْشَاءِ  
ثُمَّ نُفِخَ فِيهَا أُخْرًا  
فَبَازَاَهُمْ قِيَامٌ  
يَنْظُرُونَ

(الزمر - ۶۸)

وَقِيلَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ ذُوقُوا  
مَا كُنْتُمْ تُكْسِبُونَ  
(الزمر - ۲۳)

اس میں لفظ "کسب" استعمال ہوا ہے، جس سے مراد  
قرآن مجید کی اصطلاح میں جزا و سزا کا وہ استحقاق ہے  
جو آدمی اپنے عمل کے نتیجے میں کماتا ہے۔ نیک عمل کو نوا  
کی اصل کمائی یہ ہے کہ وہ اللہ کے اجر کا مستحق بنتا ہے، اور  
مگر اسی بددراہی اختیار کرنے والے کی کمائی وہ سزا ہے جو  
اسے آخرت میں ملنے والی ہے۔

اَلْاَنۡفُسُ تَجۡزٰی كُلۡ نَفۡسٍ  
بِمَا كَسَبَتْ لَا ظُلۡمَ  
اَلۡیَومَ

(المومن - ۱۷)

یعنی کسی نوعیت کا ظلم بھی نہ ہوگا۔ واضح رہے کہ جزا کے  
معاملے میں کئی صورتیں ہو سکتی ہیں ایک یہ کہ آدمی کسی اجر کا مستحق  
ہو اور وہ اس کو نہ دیا جائے۔ دوسرے یہ کہ وہ جتنے اجر کا مستحق ہو  
اس سے کم دیا جائے۔ تیسرے یہ کہ وہ سزا کا مستحق نہ ہو مگر اسے  
سزا دے دی جائے۔ چوتھے یہ کہ جو سزا کا مستحق ہو اسے سزا  
نہ دی جائے۔ پانچویں یہ کہ جو کم سزا کا مستحق ہو اسے زیادہ سزا

دلائیے کہ کوئی بے قوت یہ فرض کر لے، یا کوئی ہرٹ دھرم یہ  
دائے قائم کرنے پر اصرار کرے کہ انصاف کا تصور رکھنے والا  
اسان ایک ایسی دنیا میں پیدا ہو گیا ہے، خوب جائزے خود انصاف  
کے تصور سے خالی ہے اور پھر اس سوال کا جواب اس کے  
ذمہ جاتا ہے کہ ایسی دنیا میں پیدا ہونے والے انسان  
کے اندر یہ انصاف کا تصور آخر کہاں سے گیا؟

۱۔ ان تمام ذرائع رہنمائی کی مدد کے بغیر اللہ تعالیٰ نے  
انسان کی حسی اور دماغی رہنمائی کے بغیر دنیا میں انبیاء  
بھیجے اور کتابیں نازل کیں۔ جن میں صاف وراثت بتایا گیا کہ اگر  
کی راہ کو نہی ہے، اور کفر کی راہ کو نہی اور ان دونوں راہوں  
پر چلنے کے نتائج کیا ہیں۔ انبیاء اور کتابوں کی لائی ہوئی تعلیمات  
بے شمار محسوس اور غیر محسوس طریقوں سے استغریز پیمانے  
پر ساری دنیا میں پھیلی ہیں کہ کوئی انسانی آبادی بھی خدا کے تصور  
آخرت کے تصور، نیکی اور بدی کے فرق، اور ان کے پیش کردہ  
اخلاقی اصولوں اور قانونی احکام سے ناواقف نہیں رہ سکتی ہے  
خواہ اسے یہ معلوم ہو یا نہ ہو کہ یہ علم اسے انبیاء اور کتابوں کی لائی  
ہوئی تعلیمات ہی سے حاصل ہوا ہے۔ آج جو لوگ انبیاء اور  
کتابوں کے منکر ہیں، یا ان سے بالکل بے خبر ہیں وہ بھی ان بہت  
سی چیزوں کی پیروی کر رہے ہیں جو دراصل انھیں پیغمبروں اور  
کتابوں کی تعلیمات سے جھین گھن کر ان تکسیر پہنچی ہیں، اور وہ نہیں  
جانتے کہ ان چیزوں کا اصل ماخذ کونسا ہے۔

**فصل کا ایک دن مقرر ہے** اس کے بعد قرآن میں جگہ

کا نتیجہ اسی دنیا میں ظاہر نہ ہوگا۔ بلکہ ایک وقت اس کے لئے  
مقرر ہے۔ جب دنیا کی تمام انگی پھلی نسلوں کو دوبارہ زندہ  
کر کے اکٹھا کیا جائے گا، اور ان سب کا حساب لیا جائے گا اور  
ہر ایک کو اس کے عمل کے مطابق جزا یا سزا دی جائے گی۔

وَاِنَّ يَۤومَ الْفَصۡلِ كَانَ  
مِيقَاتُہُمۡ اَجۡمَعِیۡنَ

(الطہ - ۴۰)

اِنَّ اَیَّامَ الْاَعۡمَارِ اِنۡ تِلۡکَ اِلَّا فِیۡٓ اَیَّامٍ مَّعۡدُۃٍ



كُنْتُمْ وَ اَللّٰهُ يَمَّا تَعْمَلُوْنَ  
بِصِيْرَةٍ۔  
بھی تم جو اور کچھ تم کرتے ہو  
اللہ اسے دیکھ رہا ہے۔

(الحمدید۔ ۱۳)

يَحْلُمُ مَا يُرْتَمَى الْاٰمِيْنَ  
وَمَا تَكْفِي الْقُدُوْرُهُ  
وَاللّٰهُ يَغْفِيْ بِاَلْحَقِّ  
(المومن۔ ۲۰، ۱۹)  
اللہ نگاہوں کی چوری کرے  
واقف ہے، اندوہ وازنک  
جانتا ہے جو سینوں نے چھپا  
رکھے ہیں، اور اللہ ٹھیک  
ٹھیک بے لاگ نصیب کرے گا

دے دی جائے۔ پچھتے یہ کہ مظلوم منہ دیکھتا رہ جائے اور ظالم  
اس کی آنکھوں کے سامنے صاف برسی ہو کر کھل جائے۔ ساتویں  
یہ کہ ایک کے گناہ میں دوسرا کپڑا لیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کا  
منشا یہ ہے کہ ظلم کی تمام نوعیتوں میں سے کسی نوعیت کا ظلم  
بھی اس کی عدالت میں نہ سمجھنے پائے گا۔

انسان جو کچھ دنیا میں کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس

سے بد اعمالی است و اقف

پھر قرآن میں یہ بھی بتا دیا گیا کہ اس دار الامتحان میں  
ان جو کچھ بھی کر رہا ہے، اللہ تعالیٰ اس سے براہ راست  
واقف ہے۔ اس کا کوئی فعل بلکہ اس کے دل کوئی خیال تک  
اس سے چھپا ہوا نہیں ہے۔ اس نے یوم الحساب میں انسان  
کو اس خدا سے سابقہ پیش آئے گا جو اس کے پورے کارنامہ  
حیات سے پوری طرح باخبر ہے۔

وَاَسْمَاءُ ذَا قَوْلِكُمْ اَوَا  
بِحَقِّ ذَا اِيْمَانِكُمْ  
عَلَيْكُمْ بِذَاتِ الصُّلٰوٰتِ  
لا اهلك۔ (۱۳)

اَمْ يَحْسِبُوْنَ اَنْ اَلَا نَعْلَمُ  
سِيْرَهُمْ وَ نَجُوْهُمْ  
بَلٰى، وَ سُبْحٰنَ كَلِمٰتِهِمْ  
يَكْتُمُوْنَ۔  
کیا وہ یہ سمجھ رہے ہیں کہ ہم ان  
کی راز کی باتیں اور ان کی سرگوشیاں  
نہیں سن رہے ہیں؟ ہم سب  
کچھ سن رہے ہیں، اور ہمارے  
فرشتے ان کے پاس ہی کھم

(الزخرف۔ ۸۰)

وَنَعْلَمُ مَا قُوْسُوْا  
بِمَنْفُسِنَا وَ رَعٰنُ  
اَفْءَابِ الْيَوْمِ حَبِيْ  
اَلْوَسَائِدِ  
اس کے دل میں ابھرنے والے  
دوسروں تک کو ہم جانتے ہیں  
اور ہم اس کی رگ گردن سے  
بھی زیادہ اس سے قریب ہیں۔

(ق۔ ۱۶)

وَهُوَ يَكْتُمُ اٰيٰتِنَا  
وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں

## اسلامی دستور کے

## بنیادی اور ماہنامہ اصول

از قلم مفتی عزیز الرحمن صاحب مجنوری

یہ کتاب ازاد ہندوستان میں اپنے موضوع اور طرز  
تحریر کے لحاظ سے ایک نئی اور بصیرت افروز تالیف جس میں اسلام  
کے بنیادی اور رہنما اصول، فقہ کے قواعد کی نیز مسائل جدیدہ  
اور تمام پیچیدہ مسائل کو حل کرنے کا محققانہ طریقہ، نیز  
اسلامی مسائل کے اعتبارات اور البواب فقہ میں تفرقات  
کو نہایت تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔

اس کتاب کو پڑھنے سے علماء اور طلباء میں قوت  
اجتہاد پیدا ہوگی، اور عام پڑھے لکھے اردو دان حضرات میں  
عملی بصیرت پیدا ہوگی۔

قیمت مجلد خوشفا ص ۱۲/۰۰

مکتبہ تجلی دیوبند

سید ابوالحسن علی Nadwi

درس قرآن

# شراب کی بندش بزور قوت

## اسلامی حکومت کے فرائض میں ہے

شراب کے متعلق احکام کی تفصیل حسب ذیل ہے۔  
شراب کی حرمت کے سلسلے میں اس سے پہلے دو حکم آپ کے  
تھے، جو سورہ بقرہ آیت ۲۱۹ اور سورہ نسا آیت ۴۳ میں گزر چکے  
ہیں اب اس آخری حکم آنے سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک  
خطبہ میں متذکرہ فرمادیا کہ اللہ تعالیٰ کو شراب سخت ناپسند ہے۔ بعید  
نہیں کہ اسکی قطعی حرمت کا حکم آجائے۔ لہذا جن جن لوگوں کے پاس شراب  
موجود ہو وہ اسے فروخت کر دیں اسکی قیمت بدیہ آیت نازل  
ہوئی اور آپ نے اعلان کر دیا کہ اب جن کے پاس شراب ہے وہ نہ  
اسے پی سکتے ہیں، نہ بیچ سکتے ہیں، بلکہ وہ اسے ضائع کر دیں۔ چنانچہ اسی  
وقت مدینہ کی گلیوں میں شراب بہا دی گئی۔ بعض لوگوں نے پوچھا۔ ہم  
یہودیوں کو تحفہ کیوں نہ دیدیں؟ آپ نے فرمایا، بلکہ یہ چیز حرام  
کی ہے اس نے اسے تحفہ دینے سے بھی منع کر دیا ہے۔ بعض لوگوں  
نے پوچھا ہم شراب کو سرکہ میں کیوں نہ تبدیل کر دیں؟ آپ نے اس سے  
بھی منع فرمایا اور حکم دیا کہ نہیں، اسے بہا دو۔ ایک صاحب نے باہر مار  
دریا نہ کیا کہ وہ اسے طور پر استعمال کی تو اجازت ہے؟ فرمایا نہیں، وہ  
دوا نہیں ہے بلکہ بہا دی ہے؟ ایک اور صاحب نے عرض کیا یا رسول  
اللہ! ہم ایک ایسے علاقہ کے رہنے والے ہیں جو نہایت مرد ہے اور میں

اے لوگو جو ایمان لائے  
ہو۔ یہ شراب اور جو ادویہ  
استانے اور پائے یہ سب  
گندے شیطانی کام ہیں، ان  
سے پرہیز کرو امید ہے کہ  
تمہیں فلاح نصیب ہوگی

(سورۃ المائدہ۔ ۹۰)

اس آیت میں چار چیزیں قطعی طور پر حرام کی گئی ہیں ایک  
شراب، دوسری قمار بازی، تیسری میرے وہ مقامات جو خدا کے  
صدا کسی دوسرے کی عبادت کرنے یا خدا کے سوا کسی اور کے نام  
پر قربانی اور نذرانہ پیش کرنے کیلئے مخصوص کیے گئے ہوں۔  
چوتھے پائے منقرضہ کردہ چیزیں جسکی تشریح پہلے کی جا چکی ہے

نیز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اصول بھی بیان فرمایا کہ جس چیز کی کثیر مقدار نشہ پیدا کرے اس کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی حرام ہے اور .... ترجمہ ... جس چیز ایک پودا قرا بہ نشہ پیدا کرتا ہو اس کا ایک پلو پینا بھی حرام ہے

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں شراب پینے والے کی کوئی خاص سزا مقرر نہ تھی جو شخص اس جرم میں گرفتار ہو کر آتا تھا، اسے جلتے، لات، کٹے، بل دی جوتی چادروں کے سونے اور کھجور کے سٹے مارے جاتے تھے۔ زیادہ سے زیادہ چالیس ضربیں آپ کے زمانہ میں اس جرم پر لگائی گئی ہیں۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں چالیس کوڑے مارے جاتے تھے

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں بھی ابتداً چالیس کوڑوں کی ہی سزا رہی۔ پھر جب انھوں نے دیکھا کہ لوگ اس جرم سے باز نہیں آتے تو انھوں نے صحابہ کرام کے مشورے سے اسی کوڑے سزا مقرر کی اس سزا کو امام مالک رحمۃ اللہ اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ اور ایک روایت کے یہ موجب امام شافعی رحمۃ اللہ بھی شراب کی قرار دیتے ہیں۔ مگر امام ابن احمد حنبل رحمۃ اللہ اور ایک دوسری روایت کے مطابق امام شافعی چالیس کوڑوں کے قائل ہیں۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی اس کو پسند فرمایا ہے۔ شریعت کی رو سے یہ بات حکومت اسلامی کے فرائض میں داخل ہے کہ وہ شراب کی بندش کے اس حکم کو بزدور قوت نافذ کرے۔ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں بنی ثقیف کے ایک شخص دو شیدائی کی درکان اس بنا پر چھوڑ دی تھی کہ خفیہ طور پر شراب بیچتا تھا۔ ایک دوسرے موقع پر ایک پورا گاؤں حضرت عمرؓ کے اس قصد پر جلاؤ لگا گیا کہ وہاں خفیہ طور پر شراب سے شراب کی کشیدہ .... اور فروخت کا کاروبار ہو رہا تھا۔

(تفہیم القرآن، جلد اول)

محنت بھی بہت کرنی پڑتی ہے ہم لوگ شراب سے بچان، اور سہری کا مقابلہ کرتے ہیں۔ آپ نے پوچھا جو چیز تم پیتے ہو وہ نشہ کرتی ہے انھوں نے عرض کیا، ہاں لے رہا ہے! تو اس سے پرہیز کرو۔ انھوں نے عرض کیا مگر ہمارے علاقے کے لوگ تو نہیں مانیں گے۔ فرمایا مگر وہ نہ مانیں تو ان سے جنگ کرو۔

ابن عمرؓ کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا.....

ترجمہ .... اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی ہے شراب پر اور اس کے پینے والے پر اور پلانے والے پر، اور بیچنے والے پر، اور خریدنے والے پر، اور کشید کرنے والے پر، اور دھوکہ لے جانے والے پر، اور اس شخص پر جس کے لیے وہ دھوکہ کر رہا ہو۔

ایک اور حدیث ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دستہ خوان پر کھانا کھانے سے منع فرمایا جس پر شراب پی جا رہی ہو ابتداً آپ نے ان برتنوں تک کے استعمال کو منع فرما دیا تھا جن میں شراب بنائی اور پی جاتی تھی۔ بعد میں جب شراب کی حرمت کا حکم پوری طرح نافذ ہو گیا تب آپ نے برتنوں پر سے یہ قید اٹھا دی۔

غیر کا لفظ عرب میں انگوری شراب کے لیے استعمال ہوتا تھا۔ اور عبا ز اگیہوں، جو کشمش، کھجور، اور شہد کی شرابوں کے لیے بھی یہ لفظ بولتے تھے۔ مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حرمت کے اس حکم کو تمام ان چیزوں پر عام قرار دیا جو نشہ پیدا کرنے والی ہیں، چنانچہ حدیث میں حضورؐ کے یہ واضح اشارات ہیں ملتے ہیں کہ.....

ترجمہ .... ہر نشہ آور چیز غم ہے اور ہر نشہ آور چیز حرام ہے: ہر وہ مشروب جو نشہ پیدا کرے، حرام ہے اور میں ہر نشہ آور چیز سے منع کرتا ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تعالیٰ عنہ نے جمعہ کے خطبہ میں شراب کی یہ تصریف بیان فرمائی تھی کہ.....

ترجمہ .... غم سے مراد ہر وہ چیز ہے جو عقل کوڑا لٹک لے

مولانا عامر عثمانی

## ہمسائے کے حقوق

عن عائشة رضي الله عنها عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: ما زال جبريل يوصيني بالجار حتى ظننت انه سيورثه (بخاری و مسلم)  
ترجمہ:۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل مجھے ہمیشہ اس انداز میں پڑوسی کے بارے میں وصیت کرتے رہتے ہیں کہ جیسے اب اسے شریکِ درایت ہی تعبیر دیں گے۔

بیدلوگی اور کدورت و نفرت کی روش اختیار کرتے ہیں تو لازمی بات ہے کہ ان بدگوہر اور بد اطوار افراد کے مجموعہ سے جو معاشرہ بنے گا وہ بھی فاسد و کاسد ہوگا لیکن یہی افراد اگر باہم دگر بھردی و غمخساری کے تعلقات رکھتے ہیں تو ان کے مجموعے سے ظہور پانے والے خاندان اور کنبے ایسا ہی معاشرہ تخلیق کریں گے جس میں امن و محبت اور اخوت و دوستداری کے اثرات غالب ہوں۔

یہی دھبہ ہے کہ اسلام اصلاح معاشرہ کے بلند مانگ و عہدوں اور نعروں کی بجائے انتہائی مناسبت اور اصرار و تاکید کے ساتھ ان بنیادی مؤثرات اور ان اساسی اقتدار و اصول کی طرف رہنمائی کرتا ہے جنہیں اپنا لینے کے بعد خود بخود ایک صالح اور بلند معاشرہ کا وجود میں آنا لازم ہے۔ آپ نے دیکھا اس لئے صدیوں پر کتنا زور دیا۔ ہم نے اگرچہ بخوف طوالت صدر جمی کی تائید و تحسین کی تمام روایات بیان نہیں کی ہیں لیکن بتانی بھی کی ہیں وہ یہ واضح کرنے کے لئے بالکل کافی ہیں کہ ضرورت مند عزیز و اقربا کی حتی الوسع مدد

تعمیم:

ایک پائدار سرنگ اور عالی شان عمارت اسی وقت بن سکتی ہے جب مہر مند کاریگروں نے اس میں استعمال کئے جانے والے تمام ساز و سامان پر پوری توجہ دی ہو، اینٹیں عمدہ بنی ہوئی ہوں، پتھر اچھی قسم کے ہوں، لوہا پختہ ہو، مسالے مہر بندی سے بنائے گئے ہوں۔

اسی طرح معاشرے کو بھی ایک عمارت سمجھئے۔ چند افراد مل کر ایک گھرانہ بناتے ہیں اور چند گھرانوں کے مجموعے سے خاندان بنتا ہے۔ پھر متعدد خاندانوں کا مجموعہ ایک گاؤں، ایک قصبہ شہر کی شکل اختیار کر لیتا ہے اور بہت سے شہر مل کر ملک کا نام پاتے ہیں۔ پورے معاشرے کے سدھار یا بگاڑ کا دار و ان اکائیوں اور فیوض کے اوصاف احوال پر ہے جن کے مجموعے سے یہ معاشرہ بنا ہے۔ اگر ایک ہی خاندان کے افراد باہم دگر اخوت و محبت کے تعلقات نہیں رکھ سکتے اگر ایک ہی گھرانے کے افراد بجائے حسن سلوک کے آپس میں

بہارِ نبوی اس کے پڑوسیوں کے لئے خطرہ اور جھل بنی ہوئی ہو  
اور اس شخص کو جانور، شعی اور بد نصیب قرار دیا گیا جو خود تو  
پیٹ بھر کر مرغن مال اڑا جائے مگر اس کا مہسا یہ بھوکا  
سویا ہو۔

ہر خاندان پورے معاشرے کی ترکیب و تعمیر میں  
ایک پنٹ کی حیثیت رکھتا ہے ہر ملہ پورے شہر کی عمارت  
کا ایک ستون ہے۔ ظاہر ہے کہ ستون اگر مضبوط ہوں  
تو ان پر بچھائی جانے والی چھت بھی دیر پا ہو سکے گی۔ جن  
لوگوں کے کردار میں اسلام کی مطلوبہ یہ نجلی پیدا ہو جائے  
کہ وہ پڑوسیوں کے لئے سرمایہ رحمت و راحت بن جائیں  
ان سے یہ توقع کرنی یقیناً درست ہوگی کہ اپنے محلے سے باہر  
بھی وہ خوش کرداری ہی کا ثبوت پیش کریں گے۔

پڑوسی سے حسن سلوک کی تاکید میں جو بہت سی  
روایتیں عمدہ سندوں کے ساتھ مروی ہیں ان میں سے بعض  
کا بیان ہم آگے کریں گے۔ ان سے ظاہر ہے کہ ایہام معلوم  
ہوتا ہے کہ پڑوسی کا حق کوئی معمولی چیز نہیں بلکہ وہ امت  
مسلک اور قطعی ہے کہ قانوناً نہ ہی لیکن معنوی حیثیت سے  
اس کا لحاظ اتنا ضروری ہے جتنا ورثہ کی تقسیم میں ہر کے  
کے صحیح مستحقین کا لحاظ۔ یہی وجہ ہے کہ حضور صلی اللہ  
علیہ وسلم نے مذکورۃ الصدور ارشاد صادر فرمایا

آپ کو معلوم ہے کہ جن رشتہ داروں کو اللہ تعالیٰ نے  
مرنے والے کے مال و جائداد کا ورثہ عین فرمایا ہے ان میں  
اور تعداد کے کوئی چیز محروم الارث نہیں کر سکتی۔ حتیٰ کہ ایک  
بدکار گناہگار بیٹے کو لازماً اتنا ہی حصہ ملے گا جتنا دوسرے  
مخوکار و متقی بیٹے کو اسی پر مہسائے کو قیاس کیجئے۔ مہسائے  
بدکار ہو یا مخوکار بشریہ ہو یا صلیح پسند۔ جو حقوق مہسائیگی  
اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے معین فرمادیئے انہیں ساقط  
نہیں کیا جاسکتا۔ یہاں تک کہ اگر وہ کافر بھی ہے تو  
اس کا حق مہسائیگی ختم نہیں ہوتا۔ آپ جانتے ہیں ارشاد  
کی سزا قتل ہے، لیکن کافر قتل کا ناحق قتل جائز نہیں

کرنا ہر شخص کی ایسی ذمہ داری ہے جسے اللہ نے  
اس پر عائد کیا ہے اور جس طرح ایک صاحب نصاب  
زکوٰۃ ادا کرنے کی معصیت میں اللہ کے پیساں بچھا  
جائے گا اسی طرح وہ شخص بھی ضرور پکڑا جائے گا جس کا  
کوئی عزیز و قریب محتاج ہو اور وہ باوجود قدرت و استطاعت  
رکھنے کے اس کی احتیاج پوری نہ کرے۔ بس فرق و نوعیت  
اور درجات کا ہے۔ مجرم یقیناً دونوں ہی ہیں۔

یہ گویا خاندانوں کے نظم و ضبط کو حسن سلوک اور نفقہ و  
موانست میں ریختے کی ایک پاکیزہ تعلیم تھی۔ اب اسی نفقہ و  
موانست کو نسل و نسب کے دائرے سے آگے بڑھا کر  
پورے عالم انسانی میں عام کرنے کی خاطر اسلام نے پڑوسی  
سے حسن سلوک کا وہ معیار اعلیٰ پیش کیا ہے جس سے بڑھ کر  
بہر گیر اور موثر معیار پیش کرنا ممکن ہی نہیں ہے۔ ذرا سوچئے  
بظاہر ایک پڑوسی کا معاملہ ہے لیکن فی الحقیقت یہی چھوٹا سا معاملہ  
بہت بڑا دائرہ بن کر پورے معاشرے کو گھیر لیتا ہے۔ ہر شخص  
کسی نہ کسی کا پڑوسی ضرور ہے۔ آپ کا محلہ سو آدمیوں پر مشتمل  
ہے تو ان میں سے ہر فرد باقی تناوے افراد کا پڑوسی ہوگا۔ یہ  
توفیق کیا جاسکتا ہے کہ چند افراد بالکل متصل رہتے ہوں اور دوسرے  
افراد تھوڑے تھوڑے فاصلوں پر، لیکن فاصلوں کا یہ  
معمولی سا اختلاف حق مہسائیگی کو ساقط نہیں کرتا۔ اسلام  
نے صرف اسی کو پڑوسی نہیں مانا ہے جس کا گھر آپ کے  
گھر سے بالکل ملا ہوا ہو، بلکہ اُس نے بہت سے معاملات  
کی طرح اس معاملہ میں بھی عرف عام کا لحاظ کیا ہے اور  
عرف عام میں پڑوسی کا اطلاق پورے محلے پر ہوتا ہے اس  
طرح اس کی وہ ہدایت جو پڑوسی کے سلسلے میں دی گئی ہیں  
محلے کے تمام افراد کو حاوی ہیں۔ گویا جن متعدد محلوں کے  
مجموعے سے ایک آبادی، ایک شہر بنتا ہے ان میں سے ہر ایک  
کے باشندوں پر اس نے ایک دوسرے کی غلکاری، مدد  
مہر دی، ہوسات اور دوستداری لازم کر دی۔ صاف  
کہیاد کہ وہ شخص فی الحقیقت مومن ہی نہیں ہے جس کے شر  
سے اس کے مہسائے رنج و مصیبت کا ہدف ہوں۔ جس کی

مرتد چونکہ قبول اسلام کے بعد داخل کفر ہوا ہے اس لئے  
مردم الامت ہو ہی جانا چاہیے لیکن مہایہ اگر کافر ہے  
تو یہ کفر اس کے حق مہایہ کی کا قاطع نہیں

امام الامہ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ واقعہ کس نے نہیں سنا آپ اُس یہودی مہمان کو قید و بند سے چھڑا کر لائے تھے جس کا ذرا ہی معمول یہ تھا کہ رات کو سٹور و سٹور مچا کر آپ کی عبادت میں خلل ڈالے اور ہر ممکن ایذا پہنچائے۔ امام اعظم نے محسوس کیا کہ اس کی سزورہ پستی اپنی جگہ بجا، لیکن مہمان یہ تو وہ پیر حال ہے اور مہمانے کے حقوق اللہ اور اس کے رسول نے استثناء کے بغیر دافع فرما ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ مہمانے کی کوئی بُری عادت و حصلت انھیں ساقط کر دے۔

ہم کہتے ہیں کہ مہربان کتنا ہی بد نہاد اور ناشکر اہلکین  
آپ اُس سے مستفادِ حسن سلوک سے پیش آئیں گے تو  
ایک دن ضرور وہ اس کو محسوس کرے گا اور اس کی کمی نہ  
طبیعت کچھ نہ کچھ اصلاح پذیر ہوگی۔ خدا خواستہ اگر کوئی  
مہربان ایسا ہی متحمل جائے کہ آپ کے حسن سلوک پیہم  
نظر انداز کرنا جائے تب بھی اس میں ذرہ برابر شک نہیں  
کہ اس کا حق مہربانگی لو اُکرنے میں آپ کو اور زیادہ  
ثواب ملے گا بشرطیکہ یہ کھن مرحلہ آپ اللہ کی خوشنودی  
کے لئے طے کر رہے ہوں۔ کوئی غصہ اٹھنے بے مصلحت  
پیدا نہیں کی۔ کہنے۔ دنی اور پرلے سرے کے ناشکرے  
لوگ بھی اللہ نے ہماری آزمائش ہی کے لئے پیدا فرمائے  
ہیں گروہ کے بے گروہ دینا مشکل نہیں ہے، لیکن ایلوے  
کے بدلے مشک پریش کرنا یقیناً اربابِ عزم کا کام ہے۔  
عزیمیت اگر اللہ کے راستے میں ہو تو کوئی اذیت بلا اجر  
نہیں رہتی۔

پہلے ہے۔ جب اپنا ہی مفاد و خود غرض سب کچھ  
ہو تو حسبہ نظر کسی پر مال اور وقت صرف کرنا کوئی  
کیوں گوارا کرے گا۔ ہم نے یہی جیسی جگہوں میں خود ایسے  
لوگ دیکھے ہیں کہ وہ ایک ہی ٹیلیٹ کے دو متصل کمروں  
رہتے ہیں لیکن ایک دوسرے سے آشنا تک نہیں  
ہیں اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ ایک ہی کمرے میں رہتے  
والے دو مختلف کرایہ دار ذہنی طور پر ایک دوسرے  
سے اتنی دور ہیں کہ شاید درجاء نور بھی ایک کھونٹے  
سے بندھ کر باہم دگر آتے در نہ ہوتے ہوں۔ کیسا  
پڑوسی اور کس کے حقوق۔ ہر شخص غرض کا بندہ اور مفاد  
کا شیدائی ہے۔

خلاصہ یہ کہ اسلام کو جو معاشرہ مطلوب ہے اس میں  
 ”حق مہاشیگی“ ایک عظیم حق ہے اور جو مومن اس حق کو  
 ادا کرے گا اُس کے لئے آخرت میں بڑا اجر ہے۔  
 ذرا دیکھئے اللہ کے سچے رسول صلی اللہ علیہ وسلم  
 کس کس انداز میں حق مہاشیگی کی اہمیت ظاہر فرماتے ہیں۔  
 بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور  
 صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

واللہ لا یومن بالله لا  
یومن بالله لا یومن  
اللہ اکبر کیسی تاکید و توثیق۔ ایک طرف ہم۔ وہ مجھ کس  
کی اللہ کے سچے رسول مکی۔ دوسری طرف تین بار  
دہرانا اس سے بڑھ کر تنبیہ و تاکید کیا ہوگی۔  
اصحاب نے پوچھا :-

اے اللہ کے رسول! یہ آپ کس کے بارے میں فرما رہے ہیں؟ ارشاد ہوا:-  
 الذی لایؤمن جارا اس شخص کے بارے میں جس کا پٹوسی  
 یوثقه اس کے شرے محفوظ نہ ہو۔

امید خلد الجنة من لا يامن  
وہم جنّت میں داخل ہیں ہوگا جس کا

افسوس موجودہ تہذیب و تمدن اس سے بالکل مستفاد درس دیتے ہیں۔ ان کی بنیاد سفاد پرستی اور خود غرضی





مستقل عنوان

# تجلی کی ڈاک

## تبلیغی جماعت والوں کی جہالت

### سوال :-

از سید آصف علی قریشی، مہاراشٹر  
(جی تور) جنتور کے ایک صاحب کو دھرا  
کے تبلیغی جماعت کے اجتماع سے واپس لوٹے تو انھوں  
نے اپنے دوست سے پوچھا کہ تم اس عظیم اور بابرکت  
اجتماع میں کیوں نہیں آئے ان کے دوست نے کہا  
کہ میری والدہ بیمار تھیں، ان صاحب نے کہا کہ تو  
کیا جو اتم نے پھر بھی آنا تھا، اس پر دوست نے بڑی  
عاجزی سے کہا کہ تمہیں نہیں معلوم میری والدہ کی  
طبیعت زیادہ حسد اب تھی، اس پر ان صاحب  
نے بڑے ہی سخت لہجے میں کہا کہ کچھ بھی ہو تم نے اجتماع  
میں آنا تھا اگر تمہاری والدہ مر بھی جاتی تو کوئی بات  
رہتی، اور بس اجتماع کی بڑی اہمیت اور فضیلت  
بتاتے رہے، یہ صاحب شاید جماعت کے رکن تھے  
تو کیا گورنر صاحب کا اجتماع اور اسی طرح کے اور  
تبلیغی جماعت کے اجتماعات اتنی اہمیت کے حامل  
ہیں کہ ایک بیمار ماں کی عبادت اور خدمت چھوڑ کر  
جائزہ دے، اسادیش سے تشریف لے جاتے ہیں کہ والدین

کی خدمت کرتا ہے کہ وہ بیمار ہوں عبادت بھی کا  
مذہب رکھتا ہے۔

اس کے علاوہ ایسے چھوٹے بڑے اجتماع میں  
اسی طرح کا جبر کیا جاتا ہے، کھلے طور پر زبردستی کی  
جاتی ہے جلوس میں لے جانے کیلئے اور کہا یہ جاتا ہے کہ  
بھائی یہ تو دین کا کام ہے کسی پر کوئی جبر نہیں حد  
ہمیکہ بھولے بھالے انگھڑ دیا بیتوں کو اور شہروں میں  
محمولی روزی کمانے والوں کو جبراً چلوں میں نکالا  
جاتا ہے، ان کے پاس روپیہ نہ ہو تو گھر میں ضروری  
اشیاء فروخت کر دانی جاتی ہے، اور کہا جاتا ہے  
کہ صحابہ نے بھی اسی طرح اپنے گھروں کو اٹھا ڈالا، پوی  
کو بیوہ کیا بچوں کو یتیم کیا اور اسی کام کو کھل پھل  
مثلاً اگر ایک غریب درزی کا کام کرتا ہے تو چلے  
میں نکلنے کے لئے اس سے یہ مطالبہ کیا جاتا ہے کہ وہ  
اپنی بسا فی مشین بیچ ڈالے،

بہر حال تفصیلی جواب دہ لکھیں گے کہ آیا  
چلوں میں جانا فرض ہے واجب ہے یا سنت ہے،

تبلیغی جماعت والوں نے عوام کی  
الجواب :- اصلاح کے لئے جہ کافی کام کرنا

یہ وہ نہ جس سے واجب اور سنت  
مندی بھی نہیں کیا جاسکتا اس لئے کہ  
مختار صلی اللہ علیہ وسلم کے دور مبارک میں نہ چلے  
کشی کا طریقہ رائج تھا اور نہ ہی ایسے گشت ہوئے  
تھے جیسے اب ہوا کرتے ہیں،

جہاں تک چلہ کشی کے مفید ہونے کا معاملہ ہے  
تو اس سے ہمیں انکار نہیں کہ چلہ کشی یقیناً فائدہ مند  
چیز ہے، اس سے آدمی کا ماحول بدلتا ہے اور  
اس کو وجہ کے ساتھ اپنی عاقبت کے بارے میں غور  
و فکر کرنے پر کامل یکسوئی کے ساتھ اپنے گناہوں کی  
معافی مانگنے کی مہلت مل جاتی ہے، لیکن دنیا بھر کے  
دانشوروں نے ایسا کوئی آلہ ایجاد نہیں کیا ہے کہ سب  
کے ذریعہ ہر مفید طریقہ کو سونپا دیا جائے،  
کوئی شخص اگر علاج و صحت کے سلسلہ میں کوئی  
نیا طریقہ ایجاد کرے، اور یہ طریقہ سونی صد مفید  
قرار پائے، تو کیا شخص اس کی افادیت کی وجہ سے  
اسے حکیم بوعلی سینا کا طریقہ قرار دیا جاسکتا ہے؟  
اگر نہیں تو پھر نہ ہی معاملات میں ایجاد کردہ طریقوں  
کو محض ان کی سود مند ہی کی وجہ سے سنت رسول  
سترار دینا اور اس کی نسبت رسول خدا کی طرف،  
کہنا کیسے درست ہوگا۔

ہم چلہ کے مخالفانہ نکتے آج ہیں، لیکن یہ  
بات ہمیں ان کی گوارہ بھی نہ آج گوارہ ہے کہ غیب  
سنت کو سنت اور غیر ضروری کو ضروری کر کے  
کے لئے ایٹمی بیرونی کا زور لگایا جائے، غیر اسلامی  
باتیں کی جائیں اناب شاپ دلائل دیئے جائیں اور  
اپنی بات میں وزن اور مضبوطی پیدا کرنے کے لئے  
بطور تشریح کی افادیت کا ہونا دیا جائے، محض فادیت  
میں کسی کو مسنون نہ ماننے کے لئے کسی دوسرے  
جائی میں بھی گناہ گار نہیں ہے بلکہ یہی جماعہ شیعہ  
میں ہے جو اس کے خلاف ہے۔

میں وہ ضروری خیال کر لے لے ہیں اور وہ  
میں کو اس کے بغیر ممکن ہی نہیں سمجھتا اور وہ  
میں ان کی اصل دلیل یہ ہے کہ چلہ کشی کا فائدہ سچائی ہے،  
ماں کا مقام تو بہت بڑا ہے، ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ  
اگر بیوی بھی کسی بڑے مرض میں مبتلا ہو تو چلہ کشی کو اتوار  
میں والا جاسکتا ہے، اس لئے کہ چلہ سے کہیں زیادہ  
ضروری ہے کہ آدمی اپنی بیوی کی خدمت کرے  
اس کی ضروریات کا خیال کرے اور بیماری میں اس  
کی طبیعت کی خاطر اس کے پاس رہے چلہ جہاد کے  
بلکہ یہ کوئی حیثیت نہیں رکھتا، جہاد تو جہاد ہی  
ہے، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے توحفرت  
عثمان کو جہاد پر جانے کی بھی اجازت محض اس لئے نہیں  
دی تھی کہ ان کی زوجہ علیل تھیں، حضور نے فرمایا کہ تم  
رقیہ کی خدمت کرو، یہی تمہارا جہاد ہے اور تمہیں  
جہاد میں شرکت ثواب ملے گا،

کسی شخص کا یہ کہنا کہ تم اجتماع میں ضرور آئے  
جہاد ناں مرجی جاتی اس کو پامال بھول اور بدوین  
تاریخ کیلئے تو بہت کافی ہے بدوین ان ہی لوگوں کو کہیں  
کہیں کہ جن کی زبان پر دین کا لفظ بھی نہیں آتا، بلکہ وہ  
لوگ بھی بدوین اور گمراہ کہلانے کے مستحق ہیں کہ  
جو اپنی انسانی خواہشوں کو پورا کرنے اور اپنی گمراہی  
بھصیت کو تسکین دینے کے لئے دین کی روشنی  
نکالتے ہیں، اور ہر اس سنت، اور حکم خدائی کی  
کی مخالفت کرتے ہیں، جو ان کے نظریات سے متصادم  
ہو، اور جو ان کی بے راہ روی میں رکاوٹ ڈالے  
چلہ کشی کے بارے میں مختصر یہ نوٹ کر لیجئے کہ مفید ہے  
اور اگر زندگی میں فرصت اور فراخی نہیں ہو تو ان کی  
آویز چلہ دینے میں کوئی مضائقہ نہیں، لیکن اس کو  
”میں حیات“ میں لیتا اور ہر حال میں ایسے ہر وقت  
کھنا جہاد حبیب میں ایسے ہر وقت ہر حال میں  
میں ہر وقت ہر وقت ہر وقت ہر وقت ہر وقت ہر وقت

دواؤ وغیرہ کا حشر اور

## ایک عام مسئلہ

سوال :- ملک غلام حسنین (منسل گیا رہا)  
 مولانا شوکت علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے  
 بہشتی زیور پہلا حصہ مسئلہ ۹ صفحہ ۴۰۰ دوسرا  
 مسئلہ ۱۸ صفحہ ۱۸۰ میں طوطا کو حلال لکھا ہے جبکہ  
 عام طور پر طوطا حرام کہا جاتا ہے،  
 الجواب :- طوطے کو کس دنیا میں عام طور پر حرام  
 سمجھا جاتا ہے طوطا کو حلال ہے اور حلال  
 ہی سمجھا جاتا ہے مولانا اشرف علی تھانوی نے جو کچھ فرمایا ہے  
 وہ ٹھیک ہی ہے آپ اپنی غلط فہمی دور کیجئے اور اوج  
 کے بعد طوطے کو حلال سمجھیے،

## ہماری بھول

### سوال :-

سوال :- تجلی کا اپریل دمارچ سے ۷ کے شمارہ میں  
 تجلی کی ڈاک کے تحت آپ نے "نکارح ضلالت" کے  
 سلسلے میں یہ تحریر فرمایا کہ قاضی اگر مہر کا تعین کرنا  
 بھول جاتے تو پھر مشورہ پر مہر خالی کے برابر مہر  
 ادا کرنا ضروری ہے۔

اسی سلسلے میں عرض یہ ہے کہ میں نہ تو عالم ہوں  
 اور نہ ہی دینی مسائل میں کوئی خاص ورک رکھتا  
 ہوں، یہاں کے ندوی اور دیوبندی علماء میں سے کچھ  
 کرنے پر انہوں نے فرمایا کہ ہر قاضی نہیں بلکہ ہر  
 مقل کی ادائیگی ضروری ہوگی، اور مجھے یہ خیال نہ  
 ہے کہ میں نے اپنے مطالعہ کے دوران بھی نہیں مہر مثل  
 ہی پڑھا تھا،

آپ سے اس سلسلے میں ہر وقت ہے کہ اپنی قریبی  
 اشاعت میں شرح و بسط سے اس مسئلہ کی وضاحت

مستخرجہ نہیں مذہب اسلام کے ساتھ ایک مذاق

ہمیں ایسا لگتا ہے کہ تبلیغی جماعت میں کچھ ایسے  
 لوگ محسوس کئے ہیں کہ جن کا مقصد ہی اپنی جہالت اور  
 فہمی آدھ لگنے سے تبلیغی جماعت کو بدنام کرنا ہے آخر  
 محکمہ آسانی سے یہ کیسے یقین کر لے کہ جو لوگ فی الواقعہ  
 انکیاں نکال رہے ہیں وہ اپنی حماقتوں کی وجہ سے اپنی  
 عقیدوں کو منکس کرنے میں بھی برابر لگے ہوں، دنیا میں  
 ایسی حالت سراٹھاتے ہیں جب ایسے بکاؤ کردہ طریقہ  
 کو بدعت اور بدعت کو فتنہ مقلیٰ سمجھا جاتا ہے اور  
 خدا کی مخلوق کو اس بات پر مجبور کیا جاتا ہے کہ جس  
 انداز میں ہم سوچ رہے ہیں اس انداز میں تم بھی سوچو  
 اور جس چیز کو ہم مسندی خیال کرتے ہیں ایسے تم  
 بھی مسندی ہی خیال کرو، اس سے قطع نظر کہ وہ  
 مسنون ہے بھی یا نہیں،

مسئلہ کسی غریب آدمی سے یہ اصرار کرنا کہ وہ اپنی  
 ضرورت کی چیز کو فروخت کر کے پلہ دے فقہی  
 نقطہ نظر سے حلال نہیں ہے اور اگر وہ ان کی باتوں  
 میں آکر اپنی ضرورت کی چیز کو بیچ کر گھر سے نکل نظر  
 ہو تو وہ بھی ایک جائز کام کا اور تکاب کرے گا، اڈ  
 مذہب کے نام پر کئے گئے اس گناہ کی اس سے  
 باز پرس ہوگی،

جیسا بھری ہو، بیوی بچوں کے لئے گھر میں غلہ  
 بھی موجود ہو، فست بھی ہو، تو چل جائز و نہ جائز  
 نہیں ہے، اور جو لوگ عربوں کو یا ان لوگوں کو  
 جن کے گھر میں کوئی محافظ اور نگراں نہ ہو چلے کیلئے  
 مجبور کرتے ہیں وہ یقیناً گناہ با بھر کرتے ہیں، جس  
 کی سزا دوزخوں کو بھیجتی پڑے گی، جو اپنے حالات  
 کی پرعا نہ کرتے ہوئے کسی کے گھر سے نکل کر اہل اودہ  
 بھی مٹا دینا اور اس کا مسکن ہے اور جس نے ناروا حالت  
 میں کسی کو مجبور کیا وہ تو ہے ہی عقوبت و



ابھی تک کہ بہت درستی ہے کہ مگر قاضی سہروردی کے بقول یہ سہولت جائے تو مہر بھل واجب ہوتا ہے۔ مہر بھل نہیں، ہم سے پہلی ہو گئی تھی جس کے لئے ہم تمام قارئین سے معافی کے طلب گار ہیں

**غیسلموں میں تبلیغ کا طریقہ**

**سوال :-** رحمت اللہ علیہم صدیق طہیدی کالی کٹ رحمت اللہ علیہ۔

غیسلم دوستوں کو راہ راست پر لانے یا دین کی طرف رغبت دلانے کے لئے جو فنی تدبیر اچھی ہے اور کتابیں یا اسلامک لٹریچر دینا چاہیں تو نام کتب کی تفصیل لکھیں جو کہ سلسلہ وار دی جاسکتی ہو، الجواب :- مذکورہ پہلے آپ انھیں اپنے اخلاق سے متاثر کریں، ان پر یہ واضح کر دیں کہ آپ سچو سچ کیرکٹر کے مالک ہیں، اور لوگوں کے لئے دہندہ و مسلم کا فرق کئے بغیر، انتہائی ہمدرد ہیں، جب آپ ان کے دل و دماغ پر اپنے اخلاق و کردار کی چھاپ ڈال چیں تو پھر انھیں اپنے مذہب سے روشناس کرائیے، اور انھیں ہندی کی اسلامی کتابیں مطالعہ کے لئے دیجئے، مولانا مودودی کی دینیات ان کے خطبات، مولانا مظہر نعمانی کی اسلام کیا ہے جیسے کتابیں انشاء اللہ مفید ثابت ہوں گی۔

**سوال :-** ایسا کہ تیری کاموں میں استعمال ہونا نہیں چاہتا۔

**جواب :-** ظلم کو تعمیری کام میں استعمال تو کیا جاسکتا ہے لیکن فی زمانہ یہ ممکن نہیں ہے۔ گندمی اور محرابہ اخلاق نہیں دیکھ دیجئے کہ عوام کی ذہنی سطح تکسٹ کی ہے لب تعمیری نہیں دیکھے گا کہ اگر کوئی بنیادی ڈالے؟ فہم جب تعمیری اور آفاقی ہو جائے تو پھر وہ تعمیری اور پاکیزہ چیزوں کی طرف

نہی تو ارہ نہیں کرتا،

لئے، یہاں پہلوں کو (دوست یا استاد و شاگرد) کو کہنا یا وہ جب کہتے ہیں تو ہمارا جواب دینا اسے یا نہیں، یا تو ہمارا جواب کیا ہونا چاہیے۔

**الجواب :-** غیسلموں سے ملاقات ہو تو "ادب عرض" کیا کیجئے، السلام علیکم تو ایک دھم جو ہر مسلمانوں کی ہا سکتی ہے غیسلمین کہنے کی اخلاق کیوں نہ ہوں، اس دعا کے مستحق نہیں ہو سکتے اگر وہ خود السلام علیکم کہیں تو آپ "وعلمک" کہتے ہو کہتے کیجئے، وعلیک السلام مت کہتے، اگر وہ کہتے یا اسی طرح کے دوسرے الفاظ استعمال کریں تو آپ کوں یا بات کو اشارہ کرنا دیکھتے ہیں جیسے ان کے غیوریت نہیں۔

**صحابی کو برا کہنا**

**سوال :-** عبدالرؤف، بڑا محلہ غورمانہ کلاں قصبہ جالس شعلہ بریلی،

حضرت امیر ماورہ صحابی ہیں، ان کو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہنا چاہئے یا نہیں جو شخص نہ کہے وہ کیا ہے ایسے شخص کو بچھے نماز ہوگی یا نہیں،

**الجواب :-** اگر کوئی شخص امیر ماورہ کو صحابی نہ سمجھے یا اچھا برا بھلا کہے یا کسی اور صحابی کو برا کہے، تو ایسا شخص یقیناً فاسق ہے، اور فاسق کے بچھے نماز پڑھنا درست نہیں۔

ابتداء یہ ضروری نہیں کہ صحابی کا نام آنے پر رضی اللہ عنہ بنا جائے اگر کوئی شخص رضی اللہ عنہ نہیں کہتا تو اس کا مطلب یہ نہیں نکالا جاسکتا کہ وہ شخص صحابی کو صحابی نہیں سمجھتا، صحابی کا نام آنے پر رضی اللہ عنہ کا خلافت کا الزام نہ جہالت سمجھی ہو سکتا ہے، لیکن اگر یہ یقیناً ہو کہ وہ جان بوجھ کر کسی صحابی کا نام آنے پر رضی اللہ عنہ نہیں کہتا تو پھر اس کے گستاخ ہونے

میں کیا ملک ہے اور اگر وہ کسی سماجی کی مصابیت بہا  
سکے سے انکار ہی کرتا ہے تو پھر اس کے فاسق  
ہونے میں بھی کوئی کلام نہیں ہوگا اور فاسق کے  
بچے ہلاکت میں سے اسی طرح ہی کیا جائے تو بہتر ہوگا۔

## زکوٰۃ کا ایک مسئلہ

سوال :- (ایضاً)

زید سرکاری ملازم تھا کسی وجہ سے معطل  
کر دیا گیا ۴ سال تک معطل رہا اس کے بعد موہ  
تخواہ کے بحال ہوا۔ اب اس کی بقایا تخواہ کا  
حصہ ملا ہے اس رقم پر ابھی زکوٰۃ دی جائے گی  
یا ایک سال پورا ہونے کے بعد۔

الجواب :- جو تخواہ ملی ہے اگر یہ ایک سال تک جمع  
رہے تو پھر سال گزر جانے پر زکوٰۃ واجب ہوگی،  
بدیہ وغیرہ قبضہ میں آنے کے بعد سال کا گزرتا  
شرط ہے اس سے پہلے زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی۔ او  
جب تک کوئی چیز اپنے قبضہ میں نہیں آجاتی وہ اپنی  
ملکیت قرار نہیں دی جاسکتی۔

زید اپنی تخواہ کا مالک اس دن ہوا جس دن  
اس کے ہاتھ میں تخواہ آئی، اگر یہ رقم خرچ نہ ہوئی  
تو سال بھر کے بعد زید زکوٰۃ ادا کرے گا، بشرطیکہ  
زید صاحب نصاب ہو،

## تقدیر کا مطلب

سوال :- محمد الیوب لون جس میدان داری کشمیر  
محترم جلیل احمد صاحب ندوی کی کتاب  
راہ عمل کا صفحہ ۲۷ کا عنوان "تقدیر پر ایمان  
لانے کا مطلب" زیر نظر ہے، اس کو پڑھ کر چند  
آزمیوں کا خیال یہ ہے کہ انسان کو اس دنیا میں  
مجبور پیدا کیا گیا ہے یعنی انسان دنیا میں سبب کام  
نیک و بد اظہر قائل کی مرضی سے کرتا ہے، ابھی

آدمی اس کتاب کے معنوں سے اتفاق کرتے ہیں  
چند اس کی مخالفت کر رہے ہیں، اب آپ بتائیں کہ  
توینا فریق صحیح راستہ بر ہے،

الجواب :- تقدیر کا مطلب یہ بالکل نہیں ہے،  
کہ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو مجبور محض بنا کر دنیا  
میں بھیجا ہے اگر ایسا ہی ہوتا کہ انسان کو مجبور محض  
بنا کر بھیجا جاتا تو پھر اعمال حسنہ اور اعمال سلیبہ  
کی اور جزا و سزا کی کوئی وقعت ہی نہ ہوتی،  
جب آدمی گناہ پر مجبور ہے تو پھر وہ گنہگار کیوں  
سجھا جائے اور اسے دوزخ میں کیوں ڈالا جائے۔

صحیح بات یہ ہے کہ کسی انسان کو مجبور محض بنا کر  
نہیں بھیجا گیا بلکہ اسے گمراہی اور ہدایت کے مابین  
فترق کرنے کی تمیز دی گئی۔ یہ تمیز ہی انصاف  
جزا و سزا کا مستحق بناتی ہے

اب رہا کتاب تقدیر کا پیشتر ہی کچھ لکھنا  
تو وہ ایک سیدھی سادی سی بات ہے جسے معمولی  
سے غور و فکر سے سمجھا جاسکتا ہے،

آپ بات کو اس طرح سمجھتے کہ ایک شخص کوئی  
ظلم دیکھے اور اس کے ایک ایک منظر کو اپنے حافظہ  
کی ڈبیا میں محفوظ کر لے، پھر اس ظلم کو دوبارہ  
دیکھنے کا اتفاق ہو تو وہ اپنے دوستوں کو بتانے  
لگے کہ دیکھو فلاں سین کے بعد فلاں سین آئے  
گے۔ اور فلاں منظر کے بعد فلاں منظر نمودار ہوگا  
اور فلاں موقع پر اس ظلم کا ہیرو قتل کر دیا جائے  
گا۔ اور ایسا ہی ہو جائے، تو پھر کیا کسی شخص کا یہ  
کبتا فہم ہوگا کہ ہیرو کا قتل اس لئے ہوا  
کہ فلاں شخص نے پہلے ہی بتا دیا تھا کہ وہ قتل ہو  
جائے گا۔ لہذا وہ قتل ہو گیا، گویا کہ مجرم قتل کی  
اطلاع دینے والا ہے نہ کہ قاتل کا ثبات میں جو کچھ  
ہونے والا ہے اور جو کچھ ہو رہا ہے اس سبب کے  
بارے میں حق تعالیٰ پہلے ہی جانتے تھے کہ فلاں



حق کا مقام پر کیا ہو گا اور اسے یہ بتانا اور اس کا  
 کمال آدمی کیا کاغذات کا کام دے گا، انھیں معلوم  
 تھا کہ زید سے کس کس کتاب میں کیا کیا غلطیاں  
 سرزد ہوئی ہیں اور غالباً کس کس تاریخ میں کون  
 کون سے ایک کام انجام دے گا اللہ تعالیٰ عالم الغیب  
 ہے اسے معلوم تھا کہ کب کیا ہو گا، اپنے غیبی مدد  
 علم کی وجہ سے اگر انھیں زید کے بارے میں سب کچھ  
 واقفیت ہو گئی تو قابل حیرت یہ بات نہیں اور اپنی  
 مستقل واقفیت کی وجہ سے اگر انھوں نے  
 تقدیر کی کتاب میں جو یہ بات لکھوا دی کہ زید فلاں  
 نون فلاں حرکت کا مظاہرہ کرے گا تو اس سے  
 یہ کہاں ثابت ہو گا کہ زید اس حرکت پر مجبور کر دیا  
 کوئی کیا اگر کتاب تقدیر کا وجود نہ ہوتا تو بھی  
 لوگ وہی کرتے جو کہ ہے ہیں دنیا میں جو کچھ ہو رہا  
 ہے وہی نہیں کہہ دیا گیا تھا بلکہ صحیح بات یہ ہے کہ جو کچھ  
 ہونے والا تھا اس کو پہلے مرتب کر دیا گیا۔

### کیا مولانا ابوالکلام شرابی تھے،

حسین احمد موضع سدگاپور

ضروری اور باعث تحریر ہے کہ ابھی کل ایک  
 انگریزی واپس ساتھی سے ملاقات ہوئے یہ بات معلوم  
 ہوئی کہ جلیلہ العلماء کے گھر ناوہرنا مولانا ابوالکلام  
 آزاد صاحب مرحوم شراب کے بھی شوقین تھے۔  
 چلنے کا چاہنے اور اپنی کی سگریٹ ان کی بہت مشہور  
 چیز تھیں، لیکن بقول قائد قی اور ڈاکٹر رام  
 منوہر لہریا وہ شراب کے حد درجہ شہیدانی  
 تھے، بلاوی نے فرمایا اس کتاب کا نام لکھ کر دیا ہے  
 جس میں بڑی تفصیل سے مصنف ایم اے مسوقانی نے  
 درج کیا ہے، میں ذیل اس کتاب کا نام لکھ رہا ہوں  
 آپ برائے کرم تحقیق کر کے خط کے ذریعہ اپنی

لے شمارے ہیں جو اب سے نواز میں انھوں نے  
 کرم بچشیں ہو رہی ہیں، مجھ پر کمال سے تو کہنے  
 والوں پر کفر کے فتوے بھی نافذ کرنا شروع کر دیے  
 ہیں، ایسی صورت میں آپ سے گزارش ہے کہ اس  
 کی تحقیق کر کے اس غلط فہمی کا ازالہ فرما لیں  
 الجواب:۔ یہ طریقہ غلط ہے کہ کسی کے مرتبے کے  
 لئے اس کے عیوب طشت از با م کئے جائیں، مسوقانی  
 صاحب کی یہ کتاب تو ہماری نظروں سے نہیں گذری  
 اس کے کچھ اقتباسات دیکھنے کا موقع ضرور  
 ملا ہے۔ مولانا ابوالکلام شراب کے شوقین  
 یا نہیں، اس بحث میں پڑنے سے آپ کیا حاصل  
 دنیا سے رخصت ہو گئے اور دنیا سے کئے ہوئے  
 مدت گذر گئی۔ سوال تو یہ ہے کہ مسوقانی صاحب  
 کس چیز کے شوقین ہیں، کیا مسوقانی صاحب  
 فرشتے ہیں؟ مگر انسان ہیں تو کچھ خرابیاں انہیں  
 بھی ہوں گی، اگر وہ کسی کے عیب کھولیں گے، تو  
 آنے والا مورخ ان کے عیوب سے پردہ ہٹائے  
 بغیر نہیں رہ سکے گا۔

ہمارا گمان یہ ہے کہ مولانا ابوالکلام شراب کے  
 شوقین نہیں ہوں گے، مان پر الزام لگا گیا ہے لیکن  
 اگر کوئی انھیں شراب کا شوقین کہے یا سچے تو اس  
 پر کفر کے فتویٰ لگانا بے وقوفی اور جہالت کی بات  
 ہے، ہماری رائے یہ ہے کہ اس مسئلہ کی کوئی بحث  
 نہ کی جائے۔ اور مسوقانی کے دعوے کو بے بنیاد سمجھا  
 جائے۔ مسوقانی صاحب کا سرمدودہ وحی تو یہیں  
 ہے کہ قوم کیلئے اس پر ایمان رکھنا ضروری ہو۔

### گودھرا کے اجتماع کا دوسرا رخ

حسین امیر الحسنی بمقام انجمن  
 جناب نے تبلیغی جماعت کی مدد سے زیادہ  
 کر ڈالی گودھرا کے اجتماع کی قدر اور

یہ سب باتیں سوائے کے ساتھ پیش کیا اگر نفاذ اعظم حضرت  
علامہ علی نقی رحمہ اللہ کی اس کتاب میں بیان کیا گیا ہے، جماعت  
کے اس زمانہ پر روشنی ڈالتے تو ایک مشترکہ فیصلہ  
کے تحت یہ کہہ سکتے ہوتے اس کے مثبت نتائج و فائدوں  
پر روشنی ڈال کر کھل کر بحث کرتے آپ نے جو دعوہ  
کے اجتماع کے بارے میں شاید لوگ مبلغین کے  
پروردگار سے منشاء نہ ہو کر دس ہزار لاکھ کی  
تعداد کو دے دی ہے یہ ناچیز اس اجتماع میں از  
اولیتا آخرت اپنے رفقاء کے ہمراہ شریک رہا، اور  
صفوں کی تعداد گن کر جب اس کا تخمینہ لگایا تو  
دو اور ڈھائی کے درمیان ہوتی تھی، یہ اندازہ دیکر  
بہت سے اہل فکر حضرات کا بھی ہے، اجتماع کے دن  
اس ناچیز نے بعض انتہا پسند مبلغین کو پیاس لاکھ  
کی تعداد بتاتے ہوئے بھی سنا ہے یہ بھی غیبت ہے  
کہ آپ نے دس ہزار لاکھ پر ہی اکتفا کیا اجتماع  
منفی پہلوؤں کو اپنے بیکسر نظر انداز کر دیا اس ناچیز  
نے اس پر فاضل احمد آباد اور دیگر کئی ارکان جماعت  
کے ہمراہ گودھڑا چاکر جماعت اسلامی کا مکتبہ  
لگاتے ہوئے اجتماع کے زمینداروں سے  
ملاقات کی پہلے تو ۹ عدد کیا اور جب اسٹال لگاتے  
ہوئے ہم وہاں پہنچے تو صاف انکار کر دیا ہجرات  
کے ایک بہت بڑے بڑے مخیر محترم سید ندیم حسین صاحب  
نے جماعت تقریباً سات سو ہزار لاکھ پر معاش تقسیم  
کر دی تھی اس اجتماع میں لے گئے اور وہ سب ضبط کر  
لئے جن کی مجموعی قیمت تقریباً دس ہزار روپے تھی  
جماعت تبلیغی کے بعض اکابر اب بھی جھوڑ بول بول  
کر ہمیں تسلی دیتے ہیں کہ ہمیں اس سلسلے میں کچھ مسئلہ  
نہیں ہے لہذا آپ کی کتابیں ہم نہیں دکھلا سکتے  
ہیں اب ہمیں معتبر ذرائع سے معلوم ہوا کہ وہ تاج  
ترجیح و مزین کر دیا گیا ہے آپ کی کتابیں شمار  
ہیں اس پر روشنی ڈال کر

الجواب :۔ نو دھڑا کے اجتماع کے بارے میں ہم  
نے جو کچھ لکھا تھا وہ ہندوستان کے قابل اعتماد اخبارات  
کو پیش نظر رکھتے ہوئے لکھا تھا، اب ہمیں کیا معلوم  
تھا کہ ہندوستان کے قابل اعتماد اخبارات بھی بالکل  
آویزی کرنے میں ناقابل اعتماد اخباروں سے کسی درجہ  
کم نہیں۔  
یہ سن کر افسوس ہوا کہ تباہی جماعت کے بعض نو  
نہالوں نے جماعت اسلامی کی کتابیں غصب کر لیں۔  
اور پھر انہیں ناول اور کوک شاستر سمجھ کر زمین  
میں دفن کر دیا۔ حالانکہ وہ کتابیں مذہبی تھیں اور ان  
میں کاکر فی صنفی ایسا نہیں ہو گا کہ جس میں اللہ اور  
رسول کا ذکر خیر موجود نہ ہو۔  
غور و فکر سے کام لیا جائے تو ان نو نہالوں کا  
کوئی تصور نہیں، انہیں ان کے بڑے ہی یہ تعلیم دیتے  
ہیں کہ اپنے سوا کسی کو خدا قرار نہ دینا چاہیے  
شعور، یہ سمجھ کر دنیا میں تم ہی حق پرست ہو، تم ہی  
دانش مند ہو اور تم ہی جدت کے واحد مستحق ہو، یہ  
تعلیم و ہدایت جب خون بن کر ان کے رگ و پے میں  
رواں دواں ہو جاتی ہے تو پھر وہ بھی سب کچھ کرنے  
پر مجبور ہو جاتے ہیں جس کا آپ نے ذکر کیا ہے آپ  
نظام الدین اولیاء سے رابطہ قائم کریں۔ اور بعض حضرات  
جیوں کی توجہ اس طفرہ مندوں کو آئیں، امید ہے کہ  
خیر خواہ نتیجہ برآمد ہو گا۔ اور دفن شدہ کتابوں کا کچھ حرجاً  
تبلیغی جماعت کے مرکز سے مل جائے گا۔ لیکن اگر  
حضرت جیوں نے بھی اس غصب اور لوٹ مار کا  
کوئی نوٹس نہیں لیا تو پھر یقین کر لیجئے کہ  
نظام الدین اولیاء کے ارد گرد جو بزدلی بکھری ہوئی نظر  
آتی ہے وہ سیاست ہے فریب ہے ڈھونڈ ہے  
حق اور حقیقت سے اس کا کوئی تعلق نہیں کوئی واسطہ  
نہیں۔

## بند و ق کا شکار

مسئلہ ۱۰ :- اقبال احمد خاں کلونا ڈاک خانہ حیرک  
 قلع گیا (بہار)  
 بند و ق کی گولی کا شکار جو کہ بسم اللہ کے  
 چھوڑی گئی ہو، اور شکار مر گیا ہو۔ ایسا شکار حلال  
 ہے یا حرام قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب  
 دیں۔  
 الجواب ۱۱ :- اگر بند و ق کی گولی سے کمیل ہوا شکار۔  
 مرجائے تو وہ حلال تصور نہیں کیا جاسکتا  
 خواہ گولی بسم اللہ کے چھوڑی گئی ہو۔

لکھنؤ (ایضاً)

فتوہ آن شریف اگر ہاتھ سے چھوٹ کر گر گیا  
 ہو یا گر جائے تو کیا کرنا چاہیے؟ کیا قرآن  
 شریف اٹھانے کے بعد اسی وزن کے مطابق غلہ  
 وغیرہ خیرات کرنا چاہیے، لوگوں میں ایسا  
 مشہور ہے، حقیقت کیا ہے؟  
 الجواب ۱۲ :- احتیاطاً کا تقاضہ ہے کہ اگر قرآن  
 کی بے ادبی ہو جائے، تو اس کے بقدر غلہ غریب  
 لوگوں میں تقسیم کر دیا جائے، ویسے یہ منقولہ لازم  
 نہیں۔

مسئلہ ۱۳ :- (ایضاً)

مسلم اور غریب مسلمان کی یہاں کی نیاز جو سنا  
 رکھ کر دیتے ہیں۔ اسے مسلمان کو کھانا چاہیے یا  
 نہیں؟

الجواب ۱۴ :- نیا و فائز خوانی وغیرہ سب  
 بدعتیں ہیں۔ جن سے احتراز ضروری ہے اور  
 اور اس کھانے سے احتراز کرنا بھی تشریع میں  
 تقویٰ ہے جو نیا و فائز وغیرہ کے نام پر  
 سامنے آتے،

لکھنؤ (ایضاً)

۱۵ :- اقبال احمد خاں کلونا ڈاک خانہ حیرک  
 قلع گیا (بہار)  
 بند و ق کی گولی کا شکار جو کہ بسم اللہ کے  
 چھوڑی گئی ہو، اور شکار مر گیا ہو۔ ایسا شکار حلال  
 ہے یا حرام قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب  
 دیں۔  
 الجواب ۱۶ :- اگر بند و ق کی گولی سے کمیل ہوا شکار۔  
 مرجائے تو وہ حلال تصور نہیں کیا جاسکتا  
 خواہ گولی بسم اللہ کے چھوڑی گئی ہو۔

## صلاح الدین ایوبی

لے قداد چھری سے بدن کا زہان جوان، سنا کہیں  
 میں غضب کی چمک زندگی کا اندازہ عالمانہ اور لہانہ  
 نہایت پرہیزگار اور انتہائی صلح جو، جسے یوں  
 کے بڑے بڑے بادشاہوں کے بڑی دل لشکر  
 کو ذلت آمیز شکستیں دیں اور ان کی متحدہ  
 طاقت کو پاش کر کے بیت المقدس ان سے لے  
 لیا۔ یہ کتاب اس عظیم انسان کی زندگی کا  
 ایک سوانحی خاکہ ہے صفات عظمیٰ قیمت صرف  
 ایک روپیہ پچتر پیسے۔

ملنے کا پتہ

مکتب تجلی بوہڑ

اشفاق حسین

(حیدر آبادی)

پہلی قسط

## ارشاد القادری کی فتنہ انگیز

”شکریعت“

کا علمی اور تحقیقی جائزہ

جنابے پالن حقانی سے ہمارا کوئی ربط مضبوط نہیں، لیکن ہمیں ان سے دلچسپی ہے اور وہ محض اس وجہ سے کہ وہ حق کی خاطر مستقل ایک جہاد میں لگے ہوئے ہیں، جب تک وہ اس جہاد میں لگے رہیں گے، ہم ان کا دفاع کرتے رہیں گے اور اگر وہ خدا نخواستہ حق کے راستے کو چھوڑ بیٹھے تو جنگی سب سے پہلا پرچہ ہو گا جو ان کے خلاف آواز بلند کرے گا۔

اس سے پہلے بھی جنگی نے ان کے دشمنوں کے دانت کٹے کٹے تھے، اور آج پھر ہم ان کے دشمنوں سے دو دو ہاتھ ہونے کے لئے تیار ہیں،

اشفاق حسین صاحب جنگی کے حلقہ میں متعارف ہیں ہذا تعارف کی ضرورت نہیں، مضمون کے بارے میں قارئین خود ہی فیصلہ کر لیں گے، ویسے ہمارا خیال یہ ہے کہ مضمون اپنی جگہ ٹھوس اور مکمل ہے کہیں کہیں تشدد کی آمیزش ضرور ہے لیکن وہ فتنہ پختانی کی بکواس اور لاف و گزاف کے مقابلہ میں کوئی حیثیت نہیں رکھتی،

اشفاق صاحب نے پالن حقانی صاحب کو جگہ جگہ ”مولانا“ لکھا ہے اس سے ہمیں اتفاق نہیں، پالن حقانی کی حق پرستی اور حق پسندی مسلم لیکن حق پسندی اور حق پرستی کسی کو مولانا بنانے کیلئے کافی نہیں ہے،

ہمیں امید ہے کہ بریلوی حضرات اس جائزہ کا بنور مطالعہ کریں گے، اگر وہ کچھ کہنا چاہیں تو جنگی کے صفات ان کے لئے بجا حاضر ہیں، لیکن جو بات لکھی جائے دلائل کے ساتھ لکھی جائے محض چیخ و پکار مقصد نہ ہو۔

(ایڈیٹر)

## اس صدی کی ایک عظیم ہستی

تا دیکھ اس بات پر

شہادہ سے کامل

حق اور خصوصیت سے انبیاء و رسل کی جاہل افسردہ اور گمراہ  
اقدام کی طرف سے شدید مخالفت کی گئی۔ انھیں برا بھلا کہا گیا  
انھیں قلبی، دماغی، جسمانی اور معاشی مصیبتیں اور اذیتیں پہنچائی  
گئیں، انھیں ملک بدر اور محبت پر مجبور کیا گیا اور یہاں تک انھیں  
پڑی بے دردی سے قتل کیا گیا۔ اور اس پر مفسد یہ کہ ان کے  
گمراہ ترین مخالفین، خود کو خدا کے سچے پرستار اور بزرگوں  
کے حقیقی اطاعت گزار کہتے رہے!

خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ  
سب سے زیادہ مبتلائے مصائب انبیاء و رسل ہیں۔ اور  
ہیں اور ان کے بعد درجہ بدرجہ، اہل فضل و کمال، ایک اور  
حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں!  
"اللہ کے راستے میں مجھے اتنا ڈرایا و دھمکا یا گیا، کہ  
کسی آدمی کو اتنا نہیں ڈرایا گیا اور اللہ کے راستے میں مجھے اتنا  
بے یار کیا کہ کسی اور کو اتنا نہیں ستایا گیا۔ اور ایک دفعہ تیس  
دن و رات مجھ پر اس حال میں گزرے کہ میرے اور ملائک کے  
پے کھانے کی کوئی ایسی چیز نہ تھی جس کو کوئی جاندار کھا سکے  
بجز اس کے جو ملائک نے اپنی بغل میں دبا رکھا تھا،"

(راجع ترمذی)

سوائے ان نام دہنا و صوفیاء و مشائخ کو چھوڑ کر، جو  
خافقاہوں، مزاروں، عرصوں، قوالیوں اور مراقبوں میں ہمیشہ  
غسوق اور صہنگ رہتے ہیں۔ ادرت کے ان تمام جلیل القدر  
علمائے حق پر، جنھوں نے باطل کے خلاف علم جہاد بلند کیا اور  
جنھوں نے تجدد و احیائے دین کا عظیم باثبات کام انجام دیا  
باطل کی ستم ظریفیوں اور طاغوتی چیرہ دستیوں کی یلغار نہ ہوئی  
ہو!

یہ بات محتاج وضاحت نہیں کہ جب رسول اللہ صلی  
اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نے توحید خالص کا اثبات اور  
اطلاق فرمایا، اور مشرک و بت پرستی کی تردید اور مخالفت  
کی تو انبیاء اور بزرگوں کے جاہل غالی اور گمراہ معتقدین، یعنی

مشرکین کہ اور یہود و نصاریٰ نے ان کی کس قدر شدید مخالفت  
کی۔ انھیں مصائب و آلام میں مبتلا کیا۔ انھیں جان و مال کا  
ہر بہانہ نئے مذہب کے خالق، بزرگوں کے مخالف مفسد  
اور عہدہ پر واز قرار دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی حق سے مخالفت  
کو دنیا میں طرز مکر و حل کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے۔  
"جب اللہ کا بندہ اس (یعنی رب العالَمین) کو کلمہ  
نے کے لیے کھڑا ہوا تو لوگ اس پر ٹوٹ پڑنے لگے  
تھیار چھو گئے۔ اے نبی! کہو کہ میں تو اپنے رب کو پکار رہا  
ہوں اور اس کے ساتھ کسی کو شرک نہیں کرتا۔"

(رحمن۔ ۲۰، ۱۹)

ایک دن اشرف قریشی سرم کعبہ میں جمع ہوئے بھول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ عجب اسود کو بوسہ دیا  
پھر بیت اللہ کا حواف فرمایا اشرف قریشی بالولد سے  
حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر طعن زنی کرنے لگے۔ دوسرے اذیت کے  
حواف پر بھی اسی طرح طعن دیتے رہے۔ حضور صلی اللہ علیہ  
وسلم کے چہرہ مبارک پر ناگواری کے آثار ظاہر ہوئے۔ دوسرے  
دن اسی طرح دوسرے قریشی جمع ہوئے، جب رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ تو سب نے حضور صلی اللہ  
علیہ وسلم کو گھیر لیا اور ایک باہرگی حضور پر ٹوٹ پڑے! ایک  
شخص نے اپنی چادر حضور کے گلے مبارک میں ڈال کر اس کو بل  
دے کر زور سے اس کو کھینچا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ  
درمیان میں داخل ہو گئے۔ رونے لگے۔ کہنے لگے۔ اے رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم! اے نبی! اللہ کے حکم اس شخص کو قتل کرتے ہو  
جو کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہی ہے۔ تو وہ رسول اللہ صلی  
اللہ علیہ وسلم سے ٹوڑک گئے اور حضرت ابوبکر صدیق پر بل  
پڑے اور آپ کو زور دے کر کہنے لگے۔ اے نبی! اس شخص کو قتل  
ابوبکر صدیق اس حال میں گھر واپس آئے کہ مشرکین نے آپ کا  
سر مبارک آگ سے پھاڑ دیا تھا اور تپ بے ہوش  
تھے۔ یہ واقعہ بخاری، تشریح ابن ہشام، اور مختصر طبری میں  
دیکھا جاسکتا ہے!

تاریخ اپنے آپ کو دہراتی ہے۔ چنانچہ اس دور میں



موت اور مدلل کتاب "شریعت یا جہالت" سے بھی تصنیف کی ہے جو پانچ ہزار کے اڈیشن میں شائع ہو کر مقبول عام و خاص ہو چکی ہے۔ لیکن وہ حق کی کجی کی مخالفت نہ کی جلتے اور وہ باطل ہی کیا جو حق کی مخالفت نہ کرے۔ چنانچہ قہودی، بدعتی، اور بریلوی مکتبہ نکر اور ایک پر زور حامی اور مبلغ، تمام جلیل القدر علماء سلف و خلف، مفتہین، محدثین، فقہاء، مشہور معروف مدرسوں، جامعوں اور صودی عربیہ کے موجودہ حکمرانوں، اور مسلمانوں کو کافر، گمراہ اور نئے دین کے خالق، حامی اور مبلغ قرار دینے والے ملائم ارشاد القادری نے جناب پالن حقانی کا اس کتاب پر کچھ تنقید کر کے پھر ایک بار اپنی عالمی قابلیت کفر سازی، اور فتنہ انگیزی کا تجربہ پور اور شرمناک مظاہرہ کیا ہے، اگر ارشاد القادری اور ان جیسے خالی اور مشرکانہ ادبام و خسرات کے حامی افراد تو خدا خالص کے ایک ذریعہ طہر دار جناب پالن حقانی کی مخالفت کرتے ہیں تو یہ کوئی نئی اور انوکھی بات نہیں بلکہ شرک کی تاریخ کا ایک باب قبر پرستی کی طے پشتم قذی، آثار و غلامات قیامت میں سے ایک علامت، مشرکانہ ذہن و فکر کا ایک نظری و لازمی مظہر، شیطان اور اس کی ذریعہ کمال کا ایک قدیم اور اہم حربہ ہے۔ جب بھی حق پوری شدت کے ساتھ سامنے آیا، باطل بھی غم ٹھوکر اور صیغہ تان کر مقابلہ پر آ کر آیا۔ یہ اور بات ہے کہ اس پر "دعویٰ الباطل" کے قرآنی الفاظ صادق آتے اور وہ حق کے مقابلے میں ہٹ جاتا ہے۔

اس لیے ہم کفر، باطلاخت کا فریضہ انجام دینے والے ارشاد القادری اور دیگر بریلوی اور قہودی علماء کی جاہلیت اور گمراہی کا پردہ چاک کرنے، ان کے علمی زہریب اور مخاطب شرمناک گمراہیوں، غلط بیانیوں، بہتان تراشیوں، ظاہری نقادوں، اور لہجہ باتوں کی حقیقت عوام میں ظاہر کرنے کے لیے ان کی کتاب "شریعت" کی ایک ایک جارحیت اور جاہلیت کا قرآن، حدیث، فقہ، اور جلیل القدر علماء سلف کی روشنی میں جائزہ لیتے ہیں۔

بھی کہ حید خالص کے علمبرداروں پر بزرگوں کے خالی ادباجل حدیث مندوں، اسلام اور مسلمانوں کے نادان دوستوں کی فتنے سے ایسی ہی شدید مخالفتیں اور نزہتیں کی جا رہی ہیں۔ آج بریلوی بدعتی، خالی اور قہودی جہاد، صوفیاء و مثلاً کچھ ہر اس فرد جماعت اور مکتبہ پر لوٹ پڑتے ہیں، جو تو حید خالص کی دعوت دینا اور قہودی شریعت کی مخالفت کرتا ہے۔

**حید خالص حقانی** قافلہ حق کے سلسلہ کی ایک عظیم الشان اور مشہور آفاق ہستی، محدثہ جاب پالن حقانی کی ذات لڑائی ہے، جو تو حید و صحت کی حمایت و اشاعت اور شرک و بدعت کی تردید اور مخالفت کا لڑائی اور نبوی فریضہ، موثر و مدلل، وسیع اور عظیم پیمانے پر انجام دے رہے ہیں۔ جناب پالن حقانی اس صدی کی ایک عظیم اور غیر معمولی اور چونکا دینے والی ہستی ہیں، جن کے ذریعہ اللہ تعالیٰ اسلام اور مسلمانوں کی گراں قدر اور بیش بہا خدمات لے رہا ہے۔ حضرت پالن حقانی صاحب ایک ایک مقالہ پر ہفتوں بلکہ مہینوں مسلسل تقریر کرتے ہیں۔ جن سے وہ شرک و بدعت اور دیگر جاہلی ادبام و خسرات کی وجوہات اڑاتے ہیں، اور ان کے جنسوں میں ہزاروں نہیں بلکہ بلا ملین لاکھوں افراد شرک کرتے ہیں، جن میں تو انہیں اور غیر مسلموں کی بھی کثیر تعداد چھوٹی ہے۔ وہ جس شہر میں بھی جاتے اور تقاریر کرتے ہیں، وہاں کے سنجیدہ باوقار اور عظیم ہدف طبقات کو صحیح غلطی پر سوچنے کے لیے مجبور کر دیتے ہیں اور عوام کی بڑے پیمانے پر اصلاح عمل میں آتی ہے۔ چونکہ وہ مشرکانہ ادبام و خسرات کی نفی اور تردید میں قرآن، حدیث اور فقہ کے تابڑ توڑ اور سب سے وسیع دلائل پیش کرتے اور باطل پر حق کی شدید اور موثر فریب لگاتے ہیں۔ اس لیے قہودی حلقوں، منافقوں، مجاہدوں، سجادہ نشینوں، وکلاء کے حواریوں گمراہ عالموں، صوفیوں، پیروں، نفیروں اور نگلوں اور دیگر شیطانی حلقوں میں ایک سنگ اور زلزلہ پر پا ہو جاتا ہے اور وہ ان کے کلمات سے آراستہ کر سہنے پگھلنے لگتے ہیں۔

**شریعت یا جہالت** مولانا پالن حقانی نے شرک و بدعت کے ابطال میں ایک



## کم ظرفی کی باتیں

گرامر علماء و محدثین کے علم و عمل کا  
جنرالیٹریٹ مٹاک حد تک گندہ ادنیٰ پاک  
ہے۔ پالن حقائق صاحب کے علم و عمل پر بار بار جوٹ کرتے ہیں کہ  
وہ ڈاکو خاندان کے ایک قوال تھے، انھوں نے کسی مدرسہ اور  
مُرشد سے باضابطہ علم حاصل نہیں کیا، اس لیے ان کے علم و فکر اور  
قدمات پر کیے اعتماد کیا جاسکتا ہے۔ انھیں کیوں کر برسرِ حق و  
ہدایت قرار دیا جاسکتا ہے؟ چنانچہ ارشد القادری نے اپنی  
کتاب "تشریعت" میں بھی اس بات کی طنز بار بار اشارہ  
کیا ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ اپنے اس فضل، علم، اور ہدایت  
سے کسی مکتب اور مُرشد کے بغیر بھی ذاتی تڑپ اور جہدِ کمال سے  
سرفراز فرما سکتا ہے۔ علم و ہدایت اللہ کا فضل ہے، وہ حسب  
فکر و کوشش جسے چاہے عنایت فرماتا ہے۔ ملت میں اس  
کے کئی نمونے اور مثالیں موجود ہیں۔!

یہ ایک تلخ اور افسوسناک حقیقت ہے۔ کرم دراز  
سے خاندانی موروثی، رسمی، نہاشی، اسمی اور مکتبی علماء و مشائخ  
کی ایک کثیر تعداد مختلف قسم کی بیماریوں اور گرامیوں کی بناء پر  
اپنے منصب و ارشد و ہدایت کی کثیر خسارٹوش کر چکی ہے۔ اور آج  
اس حقیقت کو بھی اچھی طرح محسوس کیا جاسکتا ہے کہ مسلمانوں  
کے جدید تعلیم یافتہ، مغرب زدہ، فیشن پرست، دولت مند  
ملازمین، سکار، تاجر اور فاسق و فاجر مختلف طبقات کے  
امدادی افراد، مسعود، اور خوش نصیب افراد علمائے حق کی انفرادی  
اور اجتماعی سعی و جہد کے ذریعہ علم و ہدایت اور فہم فراغت  
حاصل کر رہے ہیں اور زندگی کے شب و روز کو انھوں نے فیض  
نیف و اقامت دین اور باطل کے خلاف علمی و فکری، قلمی، لسانی اور  
مالی جہاد میں منہ کر دیا ہے۔ چنانچہ سورہ مائدہ میں اللہ تعالیٰ  
نے انہی باتوں کی طنز اشارہ فرمایا ہے۔

"اے ایمان والو! اگر کوئی تم میں سے اپنے دین سے  
پھیر جائے گا اور اسلام اور مسلمانوں کی خدمت سے منہ پھیرے گا  
تو خدا ایسے لوگ پیدا کرے گا، جن کو وہ دوسرے دکھے اور  
ہے وہ دوسرے رکھیں اور جو مومنوں کے حق میں لڑی کریں اور  
طریق حق سے سختی سے پیش آئیں۔ خدا کی راہ میں جہاد کریں اور

کسی طاقت و اور مخالفت کرنے والے سے مدد نہ لیں، یہ خدا  
کا فضل ہے۔ وہ جسے چاہتا ہے دیتا ہے اور خدا بڑی کنی کش  
وہ لا اور جانے والا ہے۔ (آیت ۵۳)  
میں اس حقیقت کی وضاحت کی جا رہی ہے کہ اگر  
علماء اور مرشدین راقی اور تبلیغ دین سے غافل اور منحرف  
ہو جائیں گے، تو ایسی صورت میں اللہ تعالیٰ غیر دینی ماحول  
کے دنیا داروں اور فاسقوں سے ایسے افراد اور جماعتوں  
کو علم و ہدایت سے سرفراز فرما کر لاکھڑا کرے گا جو خود  
برسرِ حق ہوں گے اور دوسروں کو ہدایت کی طرف سے جہد  
کریں گے، خواہ لوگ انھیں دہائی گمراہ اور نئے دین کے مخالف  
متبع قرار دیں، اور خواہ لوگ ان کی جان و مال، عترت و آبرو  
سے کھیلے لگیں۔ اس سلسلہ میں پیش آنے والی اہل باطل کی تمام  
خفاقتوں اور مزاحمتوں کا مردانہ و مقابلہ کریں گے۔!

اس آیت کے یہ الفاظ خاص طور پر قابلِ غور اور لائقِ توجہ  
ہیں کہ "یہ خدا کا فضل ہے وہ جسے چاہتا ہے دیتا ہے" اس  
ذکر میں ان الفاظ کے معنی اسی وہ حضرات ہیں جن کا تعلق نہ طبعی  
علماء و مشائخ سے نہیں اور جنھوں نے راقی طور پر علم دین  
حاصل نہیں کیا، اور جنھیں پچھلے دینی اور علمی ماحول نصیب نہ ہوا  
اور جو غیر دینی اور فاسق ماحول میں پرورش پائے اور کسی مکتب اور  
مُرشد کے بغیر ذاتی ذوق، تڑپ اور جستجو کی بناء پر دینی علم و فہم  
اور تقریر و تحریر کی صلاحیتیں حاصل کر لیتے ہیں۔ چنانچہ آج دیوبند  
تبلیغی جماعت، اور جماعت اسلامی سے تعلق رکھنے والے  
ایسے افراد بکثرت پائے جاتے ہیں۔ اور حضرت پالن حقائق کی فطرت  
گرامی اس سلسلہ کی ایک شاندار اور شہرہ آفاق و بے نظیر نمود  
ہے۔!

آج ہر شہر اور ہر بستی میں ایسے سینکڑوں پیدا کشی، اور  
خاندانی علماء پائے جاتے ہیں، جنھوں نے بلا کسی استحقاق کے  
مسنود شد و ہدایت کو دراشت حاصل کر لیا اور جسے انھوں  
نے اپنی عزت و وقعت، مشرت اور وہ لت کا ذریعہ بنالیا  
ہے۔ لیکن حجاب پالن حقائق جو ڈاکو خاندان کے ایک فرد ہیں  
اور جنھوں نے زندگی کا بڑا حصہ انہی لوگوں اور انہی گمراہوں

جس میں دور دور تک دینی اور ملی ماحول نصیب نہ تھا، لیکن آج وہ علم و ہدایت اور سعادت و بہت حق کے حسین مقام اور مرتبہ فائز ہیں اور جن کے ذریعہ مخلوق خدا کو جس عظیم پیمانہ پر علم و ہدایت اور نصیحت حاصل ہو رہی ہے وہ یقیناً اللہ کا فضل و کرم، اور مہربانی کی ایک کھلی نشانی اور متذکرہ بالا سورہ مائدہ کی آیت قرآنی کا ایک شاندار مصداق اور مظہر کی حیثیت رکھتے ہیں۔

مولانا پالن حقانی کے باطل مخالفین کا یہ کہنا کہ حقانی نے نہ کسی مکتب سے علم اور نہ کسی مرشد سے حاصل کیا ہے۔ محض ایک اندھی مخالفت ہے۔ اگر وہ اس مخالفت میں مخلص اور سفید ہیں تو پھر وہ دیوبند کے علماء حضرت نانوتوی، حضرت اشرف علی تھانوی، حضرت محمود الحسن، اور حضرت حسین احمد مدنی وغیرہم کی باتوں کو کیوں نہیں مانتے۔ اور ان کی بھی شدید مخالفت کیوں کرتے ہیں۔ جب یہ حضرات نہ صرف ایک عظیم دارالعلوم کے فارغ اور مرشد بھی تھے اور جنہوں نے اپنے وقت کی عظیم درسگاہوں اور مرشدوں سے یا ضابطہ علم دین حاصل فرمایا تھا؟

ارشاد القادی کی مشہوریت کے مقابلہ پر یہ

الشاعر

کعبہ الی پالن حقانی کی کتاب "رشد بیعت، یا بہالت" کا جواب

پہلے صفحہ پر جو کچھ میں لکھا ہے! "ان کی تحریروں سے ثابت کیا گیا ہے کہ ان کا کتاب عام مسلمانوں کی دل آزاری، اولیائے کرام کی اہانت، حضور پرورد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم، آیات قرآنی کے ترجموں میں خیانت، کذب و افتراء مذہبی، افلاطون کا مجموعہ ہے (ص ۱) حالانکہ خود ارشد القادی نے اپنی اس کتاب "فریعت" میں حالانہ جاہلیت اور علمی ثقافت کا سمجھ پور منہ پر ہکا ہے جس پر نہ وہ رشہ نیست۔ کچھ ہیں وہ الہی نہیں بلکہ عبودی ہے، بریلوی انداز کی اپنی گھڑی ہوئی جاہلیت ہے جس کی تاثر و تہذیب قسرت و سختی، سوء صحابہ، انحراف، اور قدیم مصلوب

ہم انشاء اللہ تفصیل سے وضاحت کریں گے کہ ارشد صاحب نے پالن حقانی صاحب پر جن امور کے پیش نظر "تمام مسلمانوں کی دل آزاری" جو الزام عائد کیا ہے۔ اس کی حقیقت کیا ہے کہ یہ الزام خود انبیاء اور مصلحین امت پر بھی عائد کیا، جامعہ گور جالوں کی طرف سے ایسا کیا بھی جا چکا ہے، انبیاء کرام کی اہانت، کے الزام کی حقیقت بھی واضح کی جائے گی کہ کس طرح اہل بدعت انبیاء اور اولیاء کی فوق البشری قوتوں

غیبی طاقتوں اور سماعت و ادراک اور ہر معقول کا انکاد کرنے اور انھیں ذوق الفطری اور دل و کالہ کی شخصیت تسلیم نہ کرنا مولوں پر توہین و تمقین انبیاء کا ہے یہ وہ الزام مائدہ کرتے ہیں۔!

چونکہ آیات قرآنی کے ترجموں میں خیانت کا بہتان لگائے بغیر، جاہل عوام میں کسی حق پرست کو بدنام نہیں کیا جاسکتا ہے؟ اس لیے بھی الزامات کی فہرست میں اس کا بدور انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ ارشد القادری کو حضرت عقیلی کی کتاب میں کذب و افتراء اور مذہبی اغلاط کا مجموعہ نظر آنا اس لیے فردوسی ہے کہ جب انسان کے دل و دماغ پر ظلم کی جگہ جہل و حید کی جگہ بشرک اور حق کی جگہ باطل نے زقبہ جما لیا ہو تو ظاہر ہے کہ اسے برحقول اور بیحبات نامعقول اور غلط ہی نظر آئے گی۔! اگر بزرگوں کے غالی اور شرک علی کے حامی افسہ و سبھی حاملین تو حید کی جاہلانہ مخالفت نہ کریں تو پھر نفس و شیطان اور اس کی ذریت کے بھی تو کچھ عزائم اور فرائض ہیں اور اسے اپنے مطلب کے عقائد اور نظریات تیار کرنا اور حق کے مقابل باطل و تو حید کے متوازی شرک اور مذمت کے خلاف بدعت کو لا کھڑا کرنا ہے۔ اور یہ ارشد القادری صاحب کی ہستی اور ان کی کتابیں طاعون کا ز اور پردہ گرام کی ترقی اور تکمیل کے لیے بہترین سرمایہ کی حیثیت رکھتی ہیں ان کا دماغ ہمیشہ کچھ بے اور نفس کی تلاش میں جب ان صاحب گروہاں رہتا اور انھیں اپنی حق کی ہر خوبی نگراہی نظر آنے لگتی ہے۔ یوں سمجھئے کہ ان کی کتابیں، جماعت اسلامی تبلیغی جماعت، زلزلہ اور زیر تہرہ کتاب ”شہادت“ ایک بین الگن اسی کچھ کے کنڈی ہے۔ وہ جھوٹ گھڑنے کسی کے بیان و تفسیر کو اس کے پس منظر اور سیاق و سباق سے کاٹ اور توڑ مڑ کر پیش کرنے، اس کے مفہوم کو الٹ دینے، ایک معقول بات اور امر رائج کو کھینچ تان کر اس کا انتہائی غلط اور شرعاً مفسد مفہوم بخود نے، غلط الزامات عائد کر کے جاہل عوام کے جذبات کو کسی کے خلاف بھڑکانے دینے حق کو عوام کے سامنے گرا دینے اور بدنام کرنے نہیں گمراہ و بدین قسم اور دینے، کفر کے فتوے دالنے، حق کو

اصل اور باطل کو عین حق ثابت کرنے اور مقبول بات میں کھینکے  
کال نے اور ٹیڑھ پیدا کرنے میں مقوم اور شدہ انعام کی کاکڑی  
جو اب دنیا میں فروغ دے رہی ہیں اس سلسلہ میں انھوں نے جو مہارت  
اور صلاحیت پیدا کر لی ہے وہ یقیناً شیطان اور اس کی ترویج  
کی نظر سے قابلِ صدمہ و کرب باد ہے اور اس گروہ کی کامیابی  
مشا و مافی، نمائندگی اور کارکردگی کا وہ ایک جہتہ میں ذریعہ اور  
مؤثر وسیلہ کی حیثیت رکھتے ہیں !

**کفر بالطاغوت** چونکہ انھوں نے ان سزا یافتہ سامانہما کے ساتھ اور اہل حق کی مخالفت کا

عزم کر لیا ہے اور وہ ذرا یہ بدل بدل کر ان پر تاثر توڑنے لگے  
 سنجیدہ رہے ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ ان حملوں میں کوئی جان  
 اور اثر نہیں اس لیے اس کا اڑا کرنا اور جواب دینا وقت  
 کا ایک اہم ترین تقاضہ ہے تاکہ بھولے اور جاہلی عوام ان کی  
 پوزیشن تقاضیوں میں اگر گسراہی میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ اگر  
 باطل کا اڑا کر نہیں تو کم از کم حق کی موافقت ہو جائے۔ ۱۔

اہم مسئلہ معاش یا معاد؟

عنوان وہ کہتے ہیں۔

”آج ہندوستان میں مسلمانوں کے بے شمار مسائل ہیں، لیکن سب سے اہم مسئلہ ان کے ذریعہ معاش کا ہے کہ وہی مدار حیات ہے“ (رشدِ نیعت، ص ۲)

حالانکہ ہندوستانی مسلمانوں کا سب سے پہلا اور اہم ترین مسئلہ ان کے ایمان، اخلاق اور عمل کا ہے۔ اور یہی ان کا عہد معاش کی مسئلہ کی ہے۔ آج ہندوستانی مسلمانوں کی جو معاشی پوزیشن ہے وہ صدرِ اول کے مسلمانوں یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کہیں زیادہ بہتر ہے۔ وہ ہم سے زیادہ بدتر معاشی حیثیت کے حامل تھے اور آج مسلمانوں کے عقیدہ اور عمل کی حالت اس سے بدتر ہے، جو قبل اسلام صحابہ کرام کی تھی جس طرح وہ دائرہ اسلام میں داخل ہونے سے قبل انبیاء اور پیغمبروں کی پرستش کرتے تھے اسی طرح آج کے نام دہناد بازگوں کے چابی وغالی عقیدت مند، بازگوں کی عقیدت و

محبت، تسلیم، اور تسخیر کے نوشتہ اور دل قریب ناموں کیساتھ ان سے "حقیقت" نہیں بگڑنے کی "عبادت" کرتے ہیں۔ اسی لیے آج ہندوستانی مسلمانوں کا سب سے بڑا اور اہم ترین مسئلہ ان کے دین و ایمان اور عقیدہ محل کا ہے۔! ارشد اعلیٰ صلوات اللہ تعالیٰ نے ارشد القادر کی پوزیشن کو واضح فرما دیا ہے کہ یہ اللہ کے نہیں بلکہ پیٹ کے بندے ہیں۔ ان کے پاس دین کی نہیں، دنیا کی اہمیت ہے۔ ایسے ہی لوگوں کے باوجود اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ انسان مال کی محبت میں بہت شدید ہے (روا الحدیث)

» اور یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے آخرت کے بدلے دنیا کو خسہ یہ لیا ہے (بقرہ - ۸۶) اور ارشادِ نبوی ہے۔

حب الدنيا مرا اس کل خطیئہ، دنیا کی طلب محبت پر غلطی مگر اہم کی جڑ ہے (مشکوٰۃ) چنانچہ اسی دنیا کی خاطر ارشد القادر صااحب اور ان جیسے ہزاروں موفیاء و مشائخ نے ہندوستان بھر میں پیری پرپی اور خانقاہی نظام، پھلوں، مزاروں، عروصوں کا جال بکھادیا ہے جہاں دین اور بزرگان دین کے نام پر جا بلی حوام کی جیب، اور ایمان والوں پر ڈاکو ڈالاجار ہا ہے۔ ساری قبوری شریعت معاشی لحاظ سے کافی منفعت بخش کاروبار واقع ہوئی ہے۔ چنانچہ یہاں مختلف قسم کی خاتھاؤں، نذر وں، نیازوں، مننوں اور مرادوں کی صورت میں کھانے پینے کی مختلف اشیاء اور پیسے کی ریل پیل راولی میں سیر راہ بنی ہوئی ہے! یہی وجہ ہے کہ جب خانقاہی نظام اور قبوری شریعت پر فریبیں پڑنے لگی ہیں تو اس کے کرنا و حسرتا تمللا اور بلبللا اٹھتے اور برفروختہ ہوتے ہیں۔

مولانا پانی حقانی صاحب جیسے حضرات کے ذریعہ مسلمانوں کا دینی نہیں بگڑنے کے سونے کی دنیا پر بادِ ہمدردی ہے اہل حقانوں نے اپنی دنیا کے مسئلہ کو دین و ایمان کا مسئلہ بنا لیا ہے۔ اور وہ دوسروں کو اکوٹنا کر رہ چکا کرنا اور

جیب بھر لینا چاہتے ہیں۔!

## اہل بدعت اور تعمیری کام

..... جمشید پور کے تعمیری ذہن رکھنے والے مسلمانوں نے ۱۹۷۲ء میں فیض العلوم پبلیکیشنز انشٹی ٹیوٹ کے نام سے ایک صنعتی ادارے کی بنیاد رکھی تاکہ آج کے مشینی دور میں مسلم نوجوانوں کو خود کفیل زندگی گزارنے کے قابل بنایا جاسکے (شرعیعت، ص ۱۲)

اہل بدعت اور تعمیری کام!۔ تو یہ کیسے صااحب! یہ وہ متفرد اور مختلف الفاظ ہیں۔ بہت ممکن ہے کہ یہ تعمیری منصوبہ صحیح العقیدہ حضرات کا بنا یا ہو، لیکن برطانیہ کی مکتب فکر کے افراد نے آج تک کوئی تعمیری اور محسوس کارنامہ انجام دیا ہے۔ اور ان کی مشرکاد اور قبر پرستانہ فکر و عمل سے اس بات کی توقع کی جاسکتی ہے۔ برصغیر کی تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ برطانیہ اور قبوری مسلمانوں کا فکر و عمل کبھی بھی مثبت اور تعمیری نہیں رہا۔ انہوں نے اسلام اور مسلمانوں کی آج تک کوئی محسوس معصوبہ بند اور منظم سعی و جہد نہیں فرمائی! اس گروہ نے تحریک آزادی ہند میں کوئی حصہ لیا، نہ آزادی کے بعد انہوں نے ملک و ملت اور اسلام اور مسلمانوں کی مذہبی، سیاسی، ادبی، علمی اور معاشی خدمت انجام دی۔ جو کہ وہ امارت اور اجتماعیت کے مفہوم سے نا آشنا ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے آج تک کوئی مذہبی اور سیاسی جماعت نہیں بنائی تاکہ منظم و متحدہ چوک چوک اور بکلت اور دنیا و آخرت کی ظلال و ترقی کا کوئی کام کر سکیں اس گروہ کی طلبہ سے آج تک اردو، انگریزی یا ہندی میں کوئی قابل ذکر اور معیاری دینی، سیاسی یا ادبی روزنامہ، مہنت روزہ، یا ماہنامہ نہ نکل سکا۔ ملک بھر میں ان کا کوئی ایسا دینی زاویہ نہیں ہے جس کے ذریعہ وہ کامیابی اور خوش اسلوبی کے ساتھ میعاد دینی تعلیم و تربیت کا انتظام کر رہے ہوں اور نہ ہی وہ کوئی ایسا اسکول چلا رہے ہیں جن میں دینی اور عصری تعلیم کا انتظام کیا گیا ہو

اس خال و محل گروہ کے کسی عالم نے ڈھنگ سے قرآن کا ایسا ترجمہ نہیں کیا جو قبولِ عامہ حاصل کر چکا ہو۔!

مسلم پر مسل لاو۔ دینی تعلیمی مسائل اور فادات وغیرہ کے سلسلہ میں بھی وہ خائف و بے ہوش اور حیرانہ لب سے باہر نہ آسکے غرض کہ جوہری، بدعتی اور بریلوی طرز میں اپنی طبیعت، قابلیت، عظمت اور تہذیبی مشرعییت سے اتنی فرصت نہیں کہ وہ اسلام، اور مسلمانوں کی کسی لحاظ سے بھی کوئی قابل لحاظ و لائق قدر، محسوس، مستحکم اور تعمیری خدمت انجام دے سکیں۔

لیکن برخلاف اس کے توحید و صفت کے حامیوں، اور صحیح العقیدہ مسلمانوں نے ملک و ملت، اور اسلام اور مسلمانوں کی منظم و متحدہ فکر پر لحاظ اور ہر جہت سے عظیم الشان اور ناقابل نسیواوش خدمات انجام دی ہے اور اللہ کے فضل و کرم سے یہ سلسلہ البرہادی اور ترقی پذیر ہے۔ اور گروہ بدعت کو حق اور اپنی حق کی شیطان کی طغیان سے مخالفوں ہی کی توفیق حاصل ہو رہی ہے۔ اگر اہل علم و مونیار اور ان کے جاہل و غالی متقدمین اور اسلام اور مسلمانوں کی منظم اور موثر خدمات انجام دینے والوں کی ہر طرح سے مخالفت اور مزاحمت کرتے۔ انکی راہوں میں روڑے اٹھاتے۔ انھیں حوام میں بدنام کرنے کے یکنیت نامی چالیں چلتے ہیں۔ غرض کہ بریلوی اور جوہری علماء اور ان سے متعلقہ اور ذیل اثر حلقوں کی دوش تعمیری نہیں بلکہ تخریبی ہے مثبت نہیں بلکہ منفی ہے۔ اسلام اور مسلمانوں کے ان نادان، دوستوں اور اداکاروں کے کرام کے اندھے اور جاہل عقیدہ مندوں کے ہاتھوں حق کو شدید عداوت، اور نقصانات پہنچ چکے اور یہ سلسلہ بدعتی سے اب بھی بڑی شد و مد سے جاری بلکہ ترقی پذیر ہے۔

## گروہی عصیت اور فرقہ وارانہ ذہنیت

ارشاد القادی صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

بدابتی تشریح میں انھوں نے اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا کہ ہم نہ دیوبندی ہیں، نہ بریلوی ہیں۔ لیکن دو جو تقریر کے بعد وہ بالکل ننگے ہو گئے اور مذہب اور اہل سنت کے خلاف زہراگنا شروع کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ شر بدعتوں میں ہٹ گیا اور ان کے ساتھ وہی لوگ وہ گئے جو تبلیغی جماعت اور دیوبندی

کے سے تعلق رکھتے ہیں۔ رشتہ عصیت، ص ۱۳

مولانا پالن حقانی یقیناً یہ کہتے اور کہتے ہیں کہ میں دیوبندی ہو نہ بریلوی، اس میں کوئی غلط فہمی نہیں بلکہ یہ ایک کلی حقیقت اور صداقت ہے۔ وہ اس لحاظ سے دیوبندی یا بریلوی نہیں کہ ان کا وطن نہ دیوبند ہے اور نہ بریلی، بلکہ وہ گمراہ ہیں، اس لحاظ سے بھی وہ دیوبندی یا بریلوی نہیں کہ انھوں نے دیوبند یا بریلی کے کسی دارالعلوم میں تعلیم حاصل نہیں فرمائی اور نہ ہی وہ اس اعتبار سے دیوبندی یا بریلوی ہیں کہ وہ دیوبندی یا بریلوی مکتب فکر کے حامل ہیں۔ وہ اگرچہ کہ بریلوی عقائد کی وجہ سے اڑاتے ہیں، کہ ان ادہام و خرافات کا قرآن و سنت اور بزرگان دین سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ کہ وہ لڑے دیوبندی بھی نہیں کہ ان کی بعض باتوں سے وہ اختلاف بھی کرتے ہیں انھوں نے قرآن و حدیث، فقہ، تفسیروں، اور علمائے حق سے اس سلسلہ میں استفادہ نہ کیا اور بحیثیت مجموعی حاصل مطالعہ اور حاصل تحقیق وہی منکر و عمل ہے جس کی تائید، تصدیق، توثیق اور حمایت دارالعلوم دیوبند، تبلیغی جماعت، جمعیت العلماء ندوۃ العلماء، مدرسۃ الإصلاح اور جماعت اسلامی وغیرہ کرتی ہیں۔ چونکہ ان سب کے علم و عقائد کا ماخذ قرآن و سنت ہی ہے اس لئے ان کی تعلیمات اور تصورات میں یکسانیت اور ہم آہنگی کا پایا جانا ایک فطری اور لازمی امر ہے!

فرض کیجئے! مصر سے ایک عالم تشریف لاتے اور کسی شہر میں چند روز تقاریر فرماتے ہیں۔ اگر وہ توحید خالص کے علمبردار اور شہک و بدعات سے بیزار ہیں! تو ظاہر ہے کہ ایسے افراد ان جلسوں میں بکثرت شرکت کریں گے خواہ ان کا تعلق کسی بھی مدرسہ و جماعت سے ہو! ایسی صورت میں کیا یہ کہنا بجا ہوگا کہ یہ عالم تو دیوبندی ہیں، تب ہی تو دیوبندی فکر کے حاملین ہی ان کے جلسوں میں زیادہ نظر آتے ہیں۔

## اہل سنت کون؟

ارشاد صاحب لکھتے ہیں: اہل سنت کون؟ وہ وہی تفسیر کے ساتھ تبلیغی عقائد صاحب، بالکل ننگے ہو گئے اور مذہب اہل سنت کے خلاف زہراگنا شروع کیا۔ رشتہ عصیت، ص ۱۳



## رسول اللہ کی مخالفت

ارشاد صاحب کلمے میں: ”ہیں بائیس دن کی مدت قیام میں ان کی تفسیریں دے کر مشیدہ پورے مسلمانوں کو کیا نہیں پہنچا، اگر ہم اسے چند جملوں میں بیان کر دیں تو مختصر اتنا کہہ سکتے ہیں کہ کلمے کلمے، مگر گھر اور بھائی بھائی کے درمیان مخالفت کی جو آگ وہ لگا گئے ہیں اب تک سٹلک رہی ہے۔“

(شرح بیعت ص ۴)

یہ الزام ارشد صاحب، پانچ حقان صاحب پر نہیں بلکہ درحقیقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر عائد کر رہے ہیں جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں توحید کی وضاحت اور شرک کی مخالفت کا آغاز فرمایا، تو ہر طرف سے آپ کی پھر زور مخالفت کی گئی اور پھر رفتہ رفتہ لوگوں نے آپ کی دعوت و تبلیغ کو قبول کرنا شروع کیا۔ اور نوبت یہاں جا رسید کہ مکہ کے تفسیر ہر گھر، خاندان، اور قبیلہ میں حاوی توحید، اور مخالفت شرک عناصر کا جو عمل میں آچکا تھا کسی گھر میں بیٹا موجود ہو گیا ہے تو باپ شرک ہی ہے، کسی خاندان میں شوہر حق پرستوں میں شامل ہو گیا ہے تو بیوی دہی توں کی دلوں سے ہے۔ کہیں چچا توحید کا متوال ہو گیا ہے، تو بھتیجہ شرک میں ہنوز گرفتار ہے۔ ایک بھائی ایمان لا چکا ہے تو دوسرا اس کا شدید مخالف ہے۔ بہر حال ہر گھر اور خاندان میں فکری تصادم، عقائد کا اختلاف اور کراہید پیدا ہو گیا۔ اور سارا مکہ حق و باطل کی کشمکش کی آماجگاہ بن گیا۔ جس کے نتیجے کے طور پر جاہلیت کا جہود و قنطل ٹوٹ چکا۔ فکر میں تحریک پیدا ہو گئی اور شرک کا اندھیرا رفتہ رفتہ چھٹنا لیا۔ اس دوران اختلافی بحثیں اور اس کے لازمی اور فطری نتیجہ اور رد عمل کے طور پر متعدد فتنے اور دل خراش واقعات رونما ہو رہے تھے۔ اہل حق کو گھر، خاندان، قبیلہ، بلکہ اپنا ملک اور شہر تک چھوڑنا اور انھیں اپنے ہی رشتہ داروں اور قرابت داروں دوستوں اور آقاؤں کے ہاتھوں ناقابل برداشت اذیتوں اور مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑا اور بالآخر یہ میدان جنگ میں متقابل ہوئے۔

درحقیقت حقان صاحب کلمے نہیں ہو گئے۔ بلکہ یوں کیجئے وہ قبوری علماء کو تنگ کر گئے۔ انھوں نے گمراہ صوفیاء و مثلاً کچھ پر سے بزرگوں کی عقیدت کا جھوٹا لبادہ اتار کر ان کے اصلی خدوخال اور عقائد و اعمال کو واضح کر دیا اور بزرگوں کی عقیدت کے ڈھول کا لولہ کھول دیا کہ اور ادلیار اور بزرگوں کی عقیدت اور محبت کے نام پر خانقاہوں، دیگاہوں اور حرموں میں جو کچھ چور ہا ہے وہ شرک و سمیت پرستی، کی بدترین شکلیں ہیں۔ فقہ کی ہر کتاب میں قبر کو بچتہ کرنے، اس پر گنبد بنانے، عرس، سجدہ و طواف، نذر و نسیانہ و عدا و نسیانہ اور قسربانیاں جیسے مراسم عبودیت ادا کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ مولانا پانچ حقان نے اہل بدعت کی ان باطل پرستیوں کا پردہ چاک کر کے لاکھوں افراد کے عظیم الشان اجتماعات میں ان کے جاہلانہ اور مشرکانہ ادہام و خرافات کی دھجیاں بکھیر دیں اور ان کا لفظان و دوا و رد و چار کی طرح واضح کر دیا۔ ظاہر ہے کہ یہ چیز علمائے سور کو انگاروں پر لٹنے پر مجبور کرنے اور انھیں دل کا لرین بنانے کے لیے بہت کافی ہے۔ اور ارشد صاحب اس کتاب کے ذریعہ اپنے دل کا بخار نکالتے ہوئے اندھی دشمنی کا شرمناک مظاہرہ فرما رہے ہیں۔

قبوری شریعت اور مشرکانہ تصورات اور بدعتی، ادہام و خرافات کو ”مذہب اہل سنت“ کا نام دینے سے باطل حق اور حق باطل نہیں ہو جاتا۔ البتہ ارشد صاحب اور ان کی ذریت کی باطل پر استقامت قابل تفسیر ہے کہ بے ساختہ الجھل و الجھل کا طرہ و فکر و عمل یاد آجاتا ہے جنھوں نے زندگی کی آخری سانس تک ڈٹ کر حق کا مقابلہ کیا تھا اور کبھی بھی انھیں توحید اور سنت کو قبول کرنے کی توفیق حاصل نہ ہوئی۔ لیکن اللہ کے فضل سے ارشد صاحب ابھی با حیات ہیں جو کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ انھیں ہدایت نصیب فرمائے اور وہ دیکھ کر کہ باطل کی پٹائی اور پسائی چور ہی ہے۔ علمی و فکری محاذ سے شرک و بدعت کو چھوڑ کر توحید و سنت کو اختیار ہی کریں۔



یوں نقشہ کشی ہے۔  
ان حالات و کوائف کا

مبدل باب کے بیٹے پرہ پچانے بھیت پر، ماموں نے بھانجے پر، بھائی نے بھائی پر توحید کی خاطر تلوار چلائی اس لئے کہ یوں نے شوہروں سے اور شوہروں نے بیویوں سے جدائی اختیار کر لی۔ عزیز سے عزیز قریبوں اور حکم سے حکم ردا بطل ہو گئی، جو انسانیت کے کل سہ سید تھے۔ جو رسم و محبت اور اخلاص و وفا کے پیکر تھے، جن سے بڑھ کر اپنی قوم سے اپنے پیلیے سے، اپنے عزیزوں سے اور حاکمانوں سے محبت کرنے والے لوگ اس زمین پر پیدا نہیں ہو سکے..... بد کے قیدیوں کے متعلق فاروق اعظم رضی اللہ عنہ یہ مضمودہ دیتے ہیں کہ ہر شخص اپنے عزیز پر خود اپنے ہاتھ سے تلوار چلائے۔ انبیائے کرام کی ساری جدوجہد کا مقصود توحید خالص کا قیام ہے۔ وہ دنیا میں اسی لئے آتے ہیں کہ خدا کے بندوں کو دوسروں کی بندگی سے بچا کر خالص خدا کا بندہ بنادیں (حقیقت توحید)

ان حالات اور واقعات کے محرک، سبب اور ذریعہ ظاہر ہے کہ محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ نہ حضورؐ مشرک اولیاء اور انبیاء پرستی کی مخالفت اور تردید فرماتے ہیں اور نہ اس کا مذکورہ بالا رد عمل واقع ہوتا ہے۔ غور کیجئے کہ یہاں خطا کار اور قصور وار وہ لوگ ہیں جو مشرک اور بت پرستی سے چمٹے رہے اور دعوت توحید کو ٹھکرادیا یا وہ ہستی جس نے خدا کے واحد کی بندگی اور توحید خالص کی دعوت اور تلقین فرمائی؟

ایک مجلس میں اکابر قریش جو انبیاء اور اولیاء پرست تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتے ہیں:

وہ اللہ کسی نے اپنی قوم کو ایسی معیبت میں ڈالا ہوگا جو معیبت تم نے ہم پر کھڑی کر رکھی ہے۔ تم ہمارے باب داد آؤں کو کھالیاں دیتے ہو، ہمارے دین کو برا کہتے ہو، ہمارے بزرگوں کو بے وقوف بتلاتے ہو، ہمارے معبودوں کو برا بھلا کہتے ہو۔ تم نے ہم میں لفسیق ڈال دی، لڑا سیاد، کھڑی

ترویج۔ واللہ تم نے ہمیں برائی کے پہچانے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔

(ملاحظہ ہو تفسیر ابن کثیر، تفسیر روح المعانی، سیرت النبی اور تفسیر القرآن)

قرآن مجید اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مخاطب اول مشرکین قریش اور یہود و نصاریٰ تھے۔ اب دیکھئے کہ آخر ان کے شرک اور گمراہیوں کی حقیقت اور نوعیت کیا تھی جو موجب فتنہ و فساد بنی۔ اللہ تعالیٰ اور انبیاء اور اولیاء کے بارے میں ان کے بنیادی عقائد و تصورات بعینہ وہی تھے، جو بریلوسی، بدعتی، غالی اور قہودی علماء و مشائخ میں، پائے جاتے ہیں۔ وہ خدا کے منکر نہیں بلکہ خدا کے واحد کو تسلیم اور اس کی خالقیت، مالکیت اور حاکمیت کا عقیدہ رکھتے تھے۔ وہ مشرکوں کو نہیں بلکہ اپنے انبیاء اور صالحین کو پکارتے اور ان سے دعا و شریا کرتے اور ان کے آگے سجدہ و طواف وغیرہ کے ذریعہ مراسم عبودیت ادا کرتے تھے۔ وہ اپنے ان کارسازوں اور حاجت رواؤں کو بالذات نہیں بلکہ انھیں خدائی صفات اور اختیارات کے حامل اور مالک سمجھتے تھے۔ اگر کوئی مشرک سورج اور چاند کی بھی پوجا کرتا تھا تو وہ اسے مستقل بالذات معبود نہیں سمجھتا تھا۔ بلکہ اسے خدا کی قدرت اور قوت کا مظہر قرار دیتا تھا۔ ان کا جبرم و تصور مشرک اتنا تھا کہ وہ خدا کے محبوب اور مقرب بندوں کو دعاؤں میں خدا کے حضور اپنا واسطہ، وسیلہ اور سفارشچی قرار دیتے تھے کہ انبیاء اور اولیاء خدا کے نیک اور برگزیدہ بندے ہیں، جن کی خدا صفتا ہے اور انھیں بجانب اللہ نافع و ضار اور حاجت روائی کے روحانی اسباب قرار دیتے۔ بظاہر تو یہ بات معمولی سی بات محسوس ہوتی ہے، لیکن یہ کائنات کا سب سے بڑا ٹھوٹ، سب سے بڑا ظلم اور سب سے بڑی گمراہی غلط اور خلاف حقیقت امر ہے جس سے خدا کی لاحد و قد لکل اور بے پایاں صنعتوں کے عقیدہ کی نفی اور تردید لازم آتی اور خدا کی الوہیت اور عبودیت کا تصور و اعجاز ہوجاتا ہے

مشکرین مگر اور اہل کتاب کی متذکرہ صدر گمراہی اور  
آج کی قیورسی شریعت میں جو پرسی اور غیادی نہیں  
پایا جاتا۔ اگر مولانا پالن حقانی ہوں یا کوئی اور عالم ان گمراہوں  
کے خلاف آواز بلند کرتا ہے۔ تو۔ اسی رد عمل اور واقفیت  
کا رد ہونا چونکہ ایک فطری اور ضروری امر ہے۔

مشکرین عیسٰی جس انداز کی مخالفت کرتے اور گالیاں  
اور طعنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا کرتے تھے، اسی  
قسم کی عداوت اور مخالفت بریلوی اور قیوری علیہما السلامین  
توحید خالص کے ساتھ رکھتے ہیں۔

مذکورہ بالا حدیث میں پہلا الزام مشکرین قیورسی رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ عائد کرتے ہیں کہ مد آپ نے  
اپنی قوم کو مصیبت میں مبتلا کر دیا اور سب الزام مولانا  
ارشاد القادری نے حقانی صاحب پر بھی عائد کیا ہے کہ ان  
کی تقاریر سے محافل، گھر گھر اور بھائی بھائی کے درمیان  
منافرت کی آگ سلگ گئی ہے۔

قارئین کرام صفحات الٹ کر حدیث زیر بحث پھر  
ایک بار ملاحظہ فرمائیں کہ مشکرین اور مشکرین حق نے بھی حضور  
صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی قسم کا بھی ایک طعنہ دیا تھا۔ یہ حضرت  
حقانی صاحب کا نہیں بلکہ مسلمانان جمشید پور کا تصور ہے۔

انھیں پہلے ہی تھا کہ قرآنی اور نبوی دعوت توحید کو قبول کر لیتے  
اور اس سے اختلاف نہ کرتے۔ خطا کار اور موجب نفرت  
فنا تو وہ لوگ ہیں جنھوں نے توحید میں شرک کی آمیزش  
کی اور توحید خالص کی مخالفت کر کے فساد فی الارض اور انتشار  
بین الامم کا موجب ہوئے۔ قسم آن مجید میں فساد فی الارض  
کی بنیادی علت، مرحوم بزرگوں کو مدد کے لئے پکارنا ہے  
ملاحظہ ہو سورہ اعراف میں ارشاد الہی ہے۔

” زمین میں فساد میں لبر پانہ کرو۔ جب کہ اس کی اصلاح  
ہو چکی ہے اور خدا ہی کو پکارو، خوف کے ساتھ، امید کے  
ساتھ (آیت۔ ۵۶)

حقانی صاحب کے مخالفین اس آیت قرآنی کے  
مصادیق ہیں۔ جنھوں نے عقیدہ توحید کو شرک میں تبدیل کر دیا

اور جب توحید خالص کی دعوت دی گئی تو اسے بری طرح  
ٹھکرا دیا، جس کے نتیجے کے بعد پر وہ حالات درپا ہوئے جن کا  
ارشاد صاحب نے ذکر فرمایا ہے!

اس حدیث میں مشکرین مگر محمد الرسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم پر یہ الزامات بھی عائد کرتے ہیں کہ مہم ہمارے  
آباد و اجداد کی مخالفت کرتے، ہمارے دین کو باطل قرار  
دیتے، اور ہمارے معبودوں کی توہین کرتے ہوئے

اور سب الزامات اہل بدعت صمیم العقیدہ مسلمانوں پر  
عائد کرتے ہیں۔ جب خاندانی آبائی اور غیر اسلامی رسوم و  
رواج کی مخالفت اور کتاب و سنت پر عمل کی ہدایت کی جاتی  
ہے۔ تو جھٹ سے جواب دیا جاتا ہے کہ کیا ہمارے باپ  
دادا دین سے واقف نہ تھے؟ یہ لوگ، شرک و بدعت  
اور غیر اسلامی اہام و خرافات کی تردید اور توحید خالص و  
اتباع سنت کی تعلیم و تلقین کو نئے دین و عقائد کے پرچار سے  
تعبیر کرتے ہیں۔ انبیاء اور بزرگوں کی صفات، حاجت روائی  
ان کے سمیع الدعاء، خیب داں اور نافع و مضار ہونے کی تردید  
کرنا اور توحید خالص کی دعوت دینا گویا ان قبیلہ ستوں کے ہاں  
بزرگوں کی توہین اور تحقیر کرنا ہے۔

**باطل کی غیر شعوری مخالفت** ارشد القادری صاحب  
لکھتے ہیں۔

” لیکن انہی لوگوں (یعنی عام مسلمانوں) سے اگر کہا جائے  
کہ منہ آواز اور نفوں کے بل پر کوئی قوم زندہ نہیں رہ سکتی مستقبل  
کی تعمیر کی فکر کرھو، تو ان کے پاؤں شل ہو جاتے ہیں“

(شریعت، ص ۳)  
بہت خوب! کیا یہ حقیقت نہیں کہ پالن حقانی صاحب  
علیہ السلام نے دیوبند اور تبلیغی جماعت، کی مخالفت کرنے والے  
علماء و مشائخ جن میں خود ارشد صاحب بھی شامل ہیں، توالی سے  
شغف رکھتے ہیں؟ ہر ماہ ہندوپاک میں سینکڑوں اعراض  
ہوتے ہیں۔ اور قوالی اور جلوس مندوں میں سازوں اور باجوں  
کے بغیر جس کا تصور ہی نہیں کیا جاسکتا اور مرشدوں کی خانقاہیں  
مکانات اور مزاروں میں ہر ہفتہ ہونے والی قوالیاں علیحدہ ہیں

اس سلسلہ کی دوسری بات یہ ہے کہ ارشد صاحب نے مذکورہ اقتباس میں قوال اور قوالی کی توہین کی اور اسے ایک گھٹیا، پوچ اور حقیر حیثیت قرار دیا ہے۔ انھوں نے قوالی اور گالی کا ایک ساتھ اور ایک ہی انداز میں اس طرح سے ذکر فرمایا کہ یہ گویا ایک ہی قسمی کے چٹے بٹے اور ایک ہی سنگ کے دو رخ ہیں۔ حالانکہ بدعتی، بریلوی اور قنویسی جیسے قوالی کو توڑ کر نفس، رجوع الی اللہ اور روحانی اصلاح و ترقی کا ایک بہترین ذریعہ اور موثر طریقہ قرار دیتے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ باجوں اور موسیقی کے بغیر قوالی کا تصور ہی نہیں کیا جاسکتا! ارشد صاحب کا یہ جملہ کہ حقانی صاحب قوالی گانے گانے والا ملک واعظ بن گئے، قوالی کے گھٹیا، خلاف فطرت اور خلاف سنت ہونے کی ایک تین دلیل ہے۔ ایسی وجہ ہے کہ غیر شعوری اور بے ساختہ طور پر قوالی کی مذمت میں ان کی زبان سے الفاظ نکل ہی آئے۔

### خرد کا نام جنون

مولانا پالن حقانی صاحب کبھی کبھی دوران تقریر اپنی جاہلیت کی یاد اور قوالی کی تردید اور مذمت کے طور پر بطور نمونہ ایک دو اشعار قوالی کے طرز پر گاتے ہیں۔ ارشد صاحب کا خیال ہے کہ حقانی صاحب کی تقریر میں جو لاکھوں کا عظیم اجتماع ہوتا ہے۔ اس کی وجہ یہی قوالی ہے جسے سننے کے لئے لوگ بکثرت جمع ہوتے ہیں۔ حالانکہ وہ اپنی دو ڈھائی گھنٹہ کی تقریر میں دو چار اشعار ہی وہ بھی صاف کے بغیر سناتے ہیں اس ماحول اور ایسے انداز سے کہ اس کی مذمت اور حقارت ماصعین کے دل و دماغ میں برآسانی و رجس جاتی ہے۔ ان کا یہ انداز مخالفت مبسوط دلائل و بھاری اور عجیب خیز موتا ہے۔ اسے ہم ارشد القادری صاحب سے یہ دریافت کرنا چاہیں گے کہ جن جلسوں میں پورے ساز و دل کے ساتھ ایسی عقیدت اور احترام سے گفتگوں قوالی گائی جاتی ہیں وہاں مفسر چند نفوس ہی کیوں شرکت کرتے ہیں؟ حالانکہ وہاں تو حقانی صاحب کے جلسوں سے زیادہ کثیر اجتماع ہونا چاہیئے؟

جو فرد یا گروہ خود دون رات قوالی، سنگ و گیتوں، ساز و آواز کے ذریعہ قرآن کی اصلاح اور ان کے نفس کا تزکیہ کرنا چاہتا ہو اسی کا مسلم حرام کو یہ طعن و تباہی منہ کو آندوں اور نفوس کے بل پر کوئی قوم زندہ نہیں رہ سکتی یہ کیا معنی رکھتا ہے؟ ہم یہاں یہ فیصلہ کرنے سے قاصر ہیں کہ ارشد صاحب کے زیر تبصرہ اقتباس کو اپنے ہی قلم سے، اپنے ہی مستندات کی مخالفت سے تعبیر کیا جائے یا اسے غیر شعوری اور بے ساختہ حق کی حمایت اور باطل کی مخالفت پر محمول کیا جائے؟

**سنی سنائی باتیں** وہ کہتے ہیں، "حقانی صاحب کے متعلق مجھے لوگوں نے بتایا کہ فضائلِ حکیم کی طرح "عطلانی" مولوی ہیں۔ قوالی گاتے گاتے، وہ اپنا ملک واعظ بن گئے اور آج بھی "قوالی اور گالی ان کے وعظ کا بہت اہم حصہ ہے۔ یہاں تک کہ اگر اسے ان کے وعظ سے الگ کر دیا جائے تو ان کی محفل میں ان کے بجائے آٹو لہ لے لگے" (شریعت - ص ۵)

"حقانی صاحب کے متعلق مجھے لوگوں نے بتایا کہ... دلی بات بھی خوب رہی۔ حالانکہ جس کتاب "شریعت" یا "جہالت" پر ارشد صاحب تنقید فرماتے ہیں وہی اسی کتاب میں یہ بات موجود ہے کہ حقانی صاحب پہلے قوال تھے اور کس طرح وہ ضلالت سے نجات پائے اور ہدایت سے سربراز ہوئے۔ مردہ و زتر دار شخص جو کسی کتاب پر تنقید اور کسی شخصیت کی مخالفت کرتا ہے تو وہ کتاب اور صاحب کتاب کا حتی المقدور زیادہ سے زیادہ مطالعہ کرتا ہے۔ لیکن ارشد صاحب کا یہ مغلل پر ملاحظہ ہو کہ وہ جس کتاب پر تنقید کرنے لگے ہیں اس میں ایک بات پوری مراحت کے ساتھ موجود ہے۔ لیکن وہ اس کے بارے میں کہتے ہیں کہ "مجھے لوگوں نے بتایا ہے۔ حالانکہ وہ اس سلسلہ میں کتاب اور مضامین نمبر کا مطالعہ بھی دے سکتے تھے اور انھیں دینا چاہیئے تھا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ انھوں نے کتاب اور صاحب کتاب کے بارے میں لوگوں سے سنا ہے اور پوری کتاب پڑھنے کی زحمت گوارا نہیں، فرمائی۔"

کے شوقین قراء دیگر ان کی کھلی توہین کی ہے۔ ۱۔

ادہ بیان کرتے ہیں،

## حق کی مخالفت

اپنی بے علمی کو چھپانے کے لیے انھوں نے چند اردو کتابوں کے صفحات اور آیتوں اور حدیثوں کے نمبر رٹ لیے ہیں۔ حالانکہ یہی ان کی بے علمی کی سب سے بڑی نشانی ہے کیونکہ احادیث کی اصل کتابوں میں کسی حدیث کا نمبر نہیں دیا گیا ہے۔ اسی طرح قرآن میں ایک آیت کا نمبر بھی قرآن کی تفسیروں اور پرانے نسخوں میں کہیں درج نہیں ہے۔ یہ ساری بدعتیں بعد کے اردو ترجمے والوں نے نکالی ہیں (۵۔ اشرفیت۔ ص ۵)

یہاں ارشد القادری صاحب، مولانا حقانی کی مخالفت اور دشمنی میں انتہائی گھٹیا اور عامیازن پر اثر آئے ہیں۔ جن باتوں کا مذکورہ انتباس میں اعتراض کیا گیا ہے، اگر وہ گراہی ہے تو اس کے خود وہ اور انکے علماء بھی مرتکب ہیں! حقانی صاحب نے ”چند“ اردو کتابوں کے صفحات اور آیتوں، اور حدیثوں کے نمبر نہیں رٹ لیے بلکہ وہ اپنی ڈھائی تین گھنٹے کی تفسیر میں تاثر توڑ اور بے درپے آیات قسری، اس کے متن، ترجمہ، سورہ، پارہ، رکوع، اور آیت، نمبر کے حوالجات کے ساتھ رسالتے ہیں، بعض تقاریر میں تو وہ سو سے زائد آیات سناتے چلے گئے ان کی تقاریر میں درجنوں حقاہ اور ٹیپ ریکارڈ موجود ہوتے ہیں۔ لیکن باوجود پوری کوشش کے آج تک متن، ترجمہ اور حوالجات وغیرہ میں کسی قسم کا نقص اور غلطی نہ پیش کی جاسکی وہ ایک موضوع پر نہیں بلکہ متعدد مسائل کی وضاحت کے سلسلے میں سینکڑوں آیات پیش کرتے ہیں۔ ایسا ہی کر سکتا ہے جو صرف رٹا ہوا نہ ہو بلکہ زبردست قوت حافظہ اور گہری فکر و بصیرت کا حامل ہو۔ ادھر پھر وہ طویل احادیث کا ترجمہ مکمل مسلسل اور کامل صحت کے ساتھ پیش کرتے ہیں اس پر فقہاء کے فتوے اور بیانات علیحدہ رہے۔ ان امور کے پیش نظر بڑے بڑے حقاہ قراء، زبردست قوت یادداشت رکھنے والے دکتاء، پروفیسر، ڈاکٹر، علماء اس بے پناہ قوت

ارشد القادری صاحب

## مسلمانان ہند کی توہین

مولانا پالن حقانی کے جلسوں میں لاکھوں کے اجتماع کا سبب قوالی کے علاوہ ”گھٹلی“ بھی قرار دیتے ہیں۔ کہ چونکہ حقانی صاحب اپنی تقاریر میں علماء کو کثرت گالیاں دیتے ہیں، اس لیے ان گالیوں کو سننے کے لیے لوگ جوق درجوق شرکت کرتے ہیں۔ واضح رہے کہ حقانی صاحب کے جلسوں میں کم از کم پچیس تیس ہزار اور زیادہ سے زیادہ چار پانچ لاکھ افراد کا کثیر اجتماع ہوتا ہے جس میں خواتین اور غیر مسلمین کی بھی قابل لحاظ تعداد ہوتی ہے اور ان کے جلسوں میں مسلمانوں کا پابند شریعت و عمری اور اور دینی تعلیم یافتہ طبقہ۔ اعلیٰ سرکاری عہدہ دار، اور دیگر سنجیدہ اور باوقار حضرات کی اکثریت ہوتی ہے۔ ایسی صورت میں کیا یہ تصور بھی کیا جاسکتا ہے کہ لاکھوں افراد در دراز مقامات سے ایک دو بار نہیں بلکہ بار بار چند منٹ کے لیے نہیں بلکہ گھنٹوں، گرمی، بارش اور سردی اور جنگ کی تنگی کو برداشت کرتے ہوئے حاضر گالیاں سننے آتے ہوں؟ کیا ہندوستانی مسلمان اور وہ بھی اعلیٰ ذوق کے سنجیدہ افراد گالیوں سے شوق فرماتے اور لطف اندوز ہوتے ہیں۔ کسی کو گرنے، اور بدنام کرنے کے لیے بھی تھوڑی عقل چاہیے۔ لیکن تعجب، جن اور حق کی مخالفت کا براہو کہ اس آگ میں ارشد صاحب اس طرح جلے بجھے جا رہے ہیں کہ انھیں کسی پھر ڈھنگ سے چوٹ کرنے کی بھی ہوش باقی نہ رہا۔ مولانا پالن حقانی صاحب کی حوام میں بے پناہ مقبولیت، وقعت، عظمت اور انکے جلسوں میں لاکھوں کے اجتماع نے انھیں اس لیری طرح بھنجلا ہٹ اور بوکھلا ہٹ میں مبتلا کر دیا ہے کہ ان کا خون خشک ہو گیا اور دماغی توازن جاتا رہا اور وہ اور بے چارے بائیں کرنے لگے۔ ایسی باتیں جنہیں سن کر پاگل بھی شرعاً جلتے اور ایک بجہ بھی تالی پیٹ دے۔ اور طرہ ذرا شہ یہ کہ وہ خود آگے نکلتے ہیں کہ حقانی صاحب نے ہندوستانی مسلمانوں کو ایسا اور ویسا کہا ہے۔ حالانکہ یہاں خود انھوں نے ہندوستانی مسلمانوں کے ذوق پر بھروسہ پورہ کر دیا ہے۔ اور انھیں گالیوں

حافظ پر انگشت بلند ال اور پیشتر زدہ ہیں جو کہ فی الحقیقت کسی کرامت سے کم نہیں اور طرفہ یہ کہ جو ہستی خود ایک زندہ کرامت ہو، اسی پر مگر کرامت کا الزام بھی عائد کیا جاتا ہے۔ ۱۔

یہ تعصب اور ہٹ دھرمی کی انتہا ہے کہ اتنے زبردست حافظ، قوت، فکر، وسعت مطالعہ اور صحت علمی کو مد رٹ لینے سے تعبیر کیا جاتا ہے اور ایک معمولی چیز قرآدی جاتی ہے۔ آخر یہ اندھی مخالفت نہیں ہے تو اور کیا ہے؟

## آیات اور احادیث کے نمبروں کی حقیقت

ہو سکتا ہے کہ قرآن اور حدیث کی قدیم کتابوں اور تفسیروں میں آیات اور احادیث کے نمبر نہ دیئے گئے ہوں جیسا کہ ارشد القادری نے بیان فرمایا ہے، لیکن وہ، اور بریلوی علماء تو ان چیزوں کو اچھی بدعتیں قرار دیتے ہیں۔ اور جب یہ اچھی چیزیں ہیں اور آج کل جو کتابیں شائع ہو رہی ہیں، ان میں علمی سہولت اور حوالہ جات کی فوری دستیابی کے لیے آیات اور احادیث کے نمبر دیئے جا رہے ہیں تو اس میں اعتراض کیا ہے؟ اور ان دنوں عوام کے مطالعہ میں جدید طبع شدہ کتب ہیں۔ تاکہ قدیم ایسی صورت میں آیات اور احادیث کے شائع شدہ نمبر دینے سے کوئی حقیقت خبر نہ نہیں ہوتی بلکہ علمی تحقیق میں سہولت ہوتی ہے بظراف اس کے اگر قدیم روایات اور دیگر پر قائم رہتے ہوئے صرف قرآن کا متن پڑھ دینا، تحقیق و تلاش میں دشواری پیدا کرنا ہے۔ قریب ترین اور سہولت بخش حوالہ جات صرف وہی شخص دے سکتا ہے جو حقائق کا برملا سامنا کر سکتا ہو اور بغیر حوالے کے مبہم اور حسیہ واضح بات وہی کر سکتا ہے جو حق سے ہم آہنگ ہو۔ اور اس کا سامنا کرنا نہیں چاہتا جیسا کہ ارشد القادری نے اپنی کتاب ”شریعت“ میں چند آیتوں کو بھی موضوع بحث بنایا ہے۔ وہ متن کو لکھ دیے ہیں لیکن انھوں نے سورہ اور پارہ کا حوالہ دیا اور نہ آیت اور رکوع کا نمبر پیش کیا۔ عوام اگر قرآن اور تفسیر سے

ال آیات کے سیاق و سباق اور مفہوم کو معلوم کرنا چاہیں تو ہر روز قرآن سے ایک آیت کیسے تلاش کر سکتے ہیں۔ اگر سورہ اور آیت کا حوالہ دے دیا جاتا تو وہ نسبتاً سے فوری سورہ نکالے اور آیت نمبر تلاش کر لے۔ اس لیے ہم کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ چونکہ ارشد صاحب عوام کو گمراہی کے اندھیکے میں رکھنا چاہتے ہیں، اس لیے انھوں نے سورہ اور آیات کے نمبر نہیں دیئے کہ کہیں عوام سیاق و سباق اور تفسیر کے ذریعہ حق تلاش نہ کر لیں اور ان کی من مانی تاویلات غلطہ قرار پاسکے۔

## شرارت کی انتہا

حقوقانی صاحب کی تنظیم ان ان علمی جگہ سنگین گمراہی کے انھوں نے پکڑا ہے۔ اس قسم کی غلطی کے مرتکب خود ارشد صاحب بھی ہوئے ہیں۔ انھوں نے اپنی کتاب ”تبلیغی جماعت“ کے آٹھویں باب میں اس جماعت کے خلاف چند احادیث پیش کیں۔ جس میں متن کے نیچے بطور حوالہ حدیث کی کتاب کا نام اور صفحہ نمبر اردو میں درج کیا ہے۔ حالانکہ حدیث کی اصل کتاب کا نام عربی میں ہی ہوتا ہے، اردو میں نہیں اور اس پر جو صفحات کے نمبر ہوتے ہیں وہ بھی عربی ہندسوں میں۔ نام عربی اور ہند اردو میں لکھنا۔ ظاہر ہے کہ ان ہی کے انداز فکر اور منطق کے لحاظ سے ایک غلط بات ہے، ہاں اگر وہ متن کے مقابل اردو ترجمے کے نیچے ایسا لکھتے ہوتے تو داعی اور لبرحق ہوتا! اور سننے والوں نے کتب حدیث کا صفحہ نمبر بھی دیا ہے کتاب کے مکتبہ کا نام اور ایڈیشن نمبر کے بغیر صفحہ نمبر دینا ایک حماقت ہی ہے کہ احادیث کی کتابیں مختلف مکتبوں نے متعدد بار چھاپی ہیں اور ہر مکتبہ کی کتاب اور ایڈیشن کے صفحہ نمبر میں فرق پایا جاتا ہے!

اگر خود کشی جائز ہو تو ہم علامہ ارشد القادری کو پتہ بھر پانی میں ڈوب مرنے کا مشورہ دیتے کہ جس سستی کے علم دہم پر وہ دھول اڑا رہے ہیں اور غلطیاں پکڑ رہے ہیں۔ اس معاملہ میں انھوں نے کتنی دور اندیشی اور احتیاط کا ثبوت فراہم کیا ہے کہ حقوقانی صاحب نے اپنی کتاب



رہے علماء و تودہ منتر ترجمہ لڑ کر بھی اس کی غلطی پر گرفت کر سکتے ہیں۔ ایک تو جو تلسے متن کے ساتھ اس کا غلط ترجمہ دینا اور عوام کے سامنے اس کا من گھڑت مفہوم پیش کرنا جس کے اہل بدعت اور قہودی علماء و مشائخ مرتکب بلکہ عادی ہیں۔ اور دوسرا جو تا ہے بغیر متن کے مکمل حوالہ جات کے ساتھ صحیح ترجمہ اور تفسیر پیش کرنا۔ ہمارے خیال سے اول الذکر طریقے سے یہ ثانی الذکر عمل بہت بہتر اور عوام کے لئے سہولت بخش ہے۔ متن کے ساتھ دھوکہ دینے سے بہتر یہ ہے کہ متن کے بغیر صحیح رہنمائی کی جائے۔

**تجاہل عارفانہ** ارشد صاحب ”شریعت یا جہالت“ کے بارے میں لکھتے ہیں۔

”ہ ان کی دینی پالن حقانی کی“ کتاب ”شریعت یا جہالت“ اپنے علمی مواد اور فنی ثقافت کے لحاظ سے پرگز اس قابل نہیں ہے کہ اسے کوئی اہمیت دی جائے، یا اس کا جواب لکھا جائے۔ اور یہ کچھ ازراہ تعصب یا ان سے مذہبی اختلاف کے جذبے میں نہیں کہہ رہا ہوں بلکہ ان کے ہم عقیدہ علماء نے بھی ان کی کتاب کے متعلق یہی رائے قائم کی ہے“ (شریعت - ص ۶)

ارشد صاحب شاید اس حقیقت سے واقف ہونگے کہ محرم یوں ہی اقبال جبرم نہیں کرتا اور ہوشیار چور چوری کر کے ”چور چور“ پکارتا ہوا دوڑتا، اور اپنا جبرم دوسروں پر چسپاں کرنے اور لوگوں کی گرفت سے نکل بھاگنے کی فکر کرتا ہے۔ یہی صورت حال یہاں درپیش ہے۔ جس کتاب کے قلیل ترین حصہ میں تین آڈیشن نکل چکے اور چوبیس ہزار کی کثیر تعداد میں شائع ہو کر مقبول عام دعا میں پھنکی جس کی تعریف و توصیف اور تائید میں ملک کا سنجیدہ اور قادر پرس، جلیل القدر مستند علماء اور دارالعلوم کے ناظمین و اساتذہ بیانات دے چکے ہوں، اور جس کتاب کے معتقد کے علموں میں لاکھوں افراد کا اجتماع ہوتا ہو اور جس کی تقاریر اور کتاب نے ہر شہر اور ہر گھر، خاندان میں ایک جہلک، ہلچل اور انقلاب برپا کر دیا اور علمی و فکری، جمود و تعطل کی فضا میں حرکت اور جان

”شریعت یا جہالت“ میں جن کتب تفسیر، احادیث، اور فقہ سے استدلال مکمل حوالہ جات پیش فرمایا ہے۔ انہوں نے کتاب کے آغاز ہی میں اس بات کی وضاحت کر دی کہ کتاب کس مکتبہ سے بھی ہوئی ہے اور تقاریر میں بھی وہ جن کتابوں سے دلائل پیش کرتے ہیں انہیں ہمیشہ اپنے ساتھ رکھتے ہیں تاکہ جو شخص بھی چاہے جائے قیام پر آکر اس کی تحقیق کر لے۔

درحقیقت یہ چھوٹی اور معمولی باتیں قابل نظر انداز ہیں کہ اس سے گراہی کا کوئی تعلق نہیں۔ ہم نے بطور نمونہ ان غلطیوں کی طفر اشارہ کر دیا کہ حقانی صاحب کی جن باتوں پر گرفت کی گئی ہے، وہی غلطیاں خود ارشد صاحب سے بھی سرزد ہوئی ہیں۔ ان چھوٹی چھوٹی اور قابل نظر انداز باتوں کو وہ ہی خود بین نگاہ کی تلاش کرتا اور رائی کا پہاڑ بنا کر پیش کرتا ہے جسے فی الحقیقت اپنے مخالف کی کوئی واقعی غلطی گرفت میں نہ آسکی ہو۔

**بلا متن ترجمہ کی حقیقت** مولانا پالن حقانی نے اپنی کتاب میں عربی

متن کے بغیر منتر اور دو ترجمہ ہی پیش کر دیا ہے۔ اس پر اعتراض کرتے ہوئے ارشد صاحب لکھتے ہیں،

”بغیر عربی عبارات کے منتر اور دو ترجمہ پیش کرنے میں سب سے بڑی مصلحت یہ ہے کہ الفاظ کا غلط ترجمہ کر کے لوگوں کو آسانی سے گمراہ کیا جاسکتا ہے، کیونکہ ایسی صورت میں اصل قرآن دیکھے بغیر ترجمہ کی چوری پکڑنا بہت مشکل ہے“ (شریعت - ص ۶)

حقانی صاحب نے ترجمہ کے نیچے پارہ اور سورہ کا نام اور رکوع اور آیت کا نمبر تک دے دیا ہے۔ تاکہ آسانی کے ساتھ قرآن سے متعلقہ آیت نکال کر ترجمہ کی صحت اور سیاق و سباق کے تحت اس کے پیش کردہ مفہوم کی جانچ کر لی جاسکے۔ اگر عوام کو گمراہ کرنا ہی مقصود ہے۔ تو متن کے ساتھ غلط ترجمہ کے ذریعہ بھی یہ کام لہا جاسکتا ہے کہ عوام حسرتی نہیں جانتے اور ترجمہ کی غلطی نہیں پکڑ سکتے۔



ڈال دی اور لاکھوں افسر اور فوجیوں پر آمادہ اور مجبور کر دیا ہو، اور صاحب کتاب کی تقادیر نے بقول خود ارشد القادری صاحب حمید پور شہر کے گھر گھر میں آگ لگا دی ہو۔ بعد اس کتاب کی اجمیت اندھی مخالفت اور خوش دشمنی سے کم ہو سکتی ہے؟ سوچ پر تھوکتا توہ اشمذی نہیں۔ تو پھر ارشد صاحب ”شریعت یا جہالت“ کی احمقانہ مخالفت کر کے اپنی حماقت کا کیوں کھلا ثبوت فراہم کر رہے ہیں۔

یہی اپنوں کی مخالفت۔ تو یہ کوئی دلیل اور قابل قبول بات نہیں ہو سکتی۔ ہر گز اور جماعت میں چند ایسے نادان بھی پائے جاتے ہیں، جو کسی غلط فہمی یا کم فہمی کی بنا پر اپنے ہی کار کو نقصان پہنچا لیتے ہیں۔ ان کا یہ طرز فکر و عمل کیسے دلیل حجت بن سکتا ہے۔ جہود کی آراء اور پسند کو نظر انداز کر کے صرف چند افراد کی رائے کو اچھالنا جس فکر کی غمازی کرتا ہے وہ محتاج بیان نہیں۔

## گالیوں کی حقیقت

یہ تو قحی دو تا آٹھ تقریباً سات صفحات پر مشتمل کتاب کے مقدمہ کی علمی، عقلی، استدلالی اور فکری حیثیت۔ اس کے بعد علامہ موصوف نے اصل کتاب ”شرعیہ یا جہالت“ پر بعض اہل گالیاں، تبصرہ کا آغاز فرمایا ہے۔ ملاحظہ ہو کہ

ابتداءً عشق ہے روتا ہے کیا

اگے آگے دیکھیے پوتا ہے کیا؟

وہ رقم طراز ہیں۔

”حقانی صاحب نے اپنی کتاب ”شریعت یا جہالت“ میں مسلمانان ہند کو جو منہ بھر کر گالیاں دی ہیں، جاملی بتایا ہے، کافر و مشرک کہا ہے، دل آزار جملے لکھے ہیں۔ ذیل میں ان کے اقتباسات ملاحظہ فرمائیے تاکہ ان کی نفرت پرور اور شر پسند طبیعت کا آپ اندازہ لگا سکیں؟ (شریعت، ص ۹)

یہ ایسی ہی بات ہے جیسے کہ کوئی یوں کہے کہ ”اوہ گدھے! کسی کو گدھا نہیں کہنا چاہیے۔“ وہ کہتے ہیں کہ

حقانی صاحب نے مسلمانوں کو گالیاں دی ہیں اور دل آزار جملے لکھے ہیں۔ لیکن ابھی ان الفاظ کی سیاحت بھی ختم نہیں ہوئی تھی کہ وہ خود حقانی صاحب کو نفرت پرور اور شر پسند کہتے ہیں! کوئی ہے جو اس عدل و انصاف اور نصیحت اور اس پر ایسے شاندار عمل کی داد دے؟ صرف اتنا ہی نہیں بلکہ ان صفحات میں وہ حقانی صاحب کو زبان دراز، بھوٹ

پونے والا، دلال، بہتان طراز، انتشار پرور، قلمی حسیہ کاریوں کا مرتکب، بے عقل، دجال، کذاب، چوچوں صدی کا سحر، قسراتی ترجمے میں خیانت کرنے والا، حضور کی شان میں گستاخی کرنے والا، گھر کا قاتل، دشمن رسول، بھکڑ باز اور نئے دین دگراہ عقائد کا حامل قرار دیا ہے! اور اپنی دوسری کتابوں ”تبلیغی جماعت“ اور ”جماعت اسلامی“ میں وہ اور ان کے ہم عقیدہ بریلوی اور قبوری علماء نے ابن تیمیہ، ابن کثیر، محمد بن عبد الوہاب، سعودی حکومت، سعودی علماء اور سعودی مسلمانوں، تمام علمائے دیوبند، جمیع علماء ندوۃ العلماء، تبلیغی جماعت، جماعت اسلامی، انوالمسلمین، اداہ اہل سنت والجماعت، اور دیگر بے شمار علماء اور جماعتوں کو

کافر، گمراہ، داکرہ اسلام سے خارج، نئے دین و ایمان کے حامل و مبلغ اور ایسی ہی بے شمار شرعی گالیوں اور کفر کے فتوؤں سے نوازا ہے۔ اتنے سارے مسلمان کافر اور خارج اسلام قرار پانے کے بعد اب سوائے چند مزاروں کے مجاوروں، پیروں، فقروں، ملنگوں، محذوبوں، اور دھوکا ہوں کی داکھ و خاک چاٹنے، اور قبروں پر سجدہ و طواف کرنے والوں کے کون مسلمان باقی رہ جاتا ہے؟ وہ جس علم و فکر کی بنیاد پر حقانی صاحب، دارالعلوم دیوبند اور تبلیغی جماعت وغیرہ کو کافر اور بے دین قرار دے رہے۔ ان کے اس فتوے کی زد میں درحقیقت تمام انبیاء و رسول، صحابہ کرام اور انما ربیعہ اور ہر دور کے سارے عظیم العقیدہ مسلمان آجاتے ہیں جو حقیقت میں مشرک ہیں انھیں مسلمان، اور جو واقعی مسلمان ہیں انھیں کافر قرار دیا جا رہا ہے۔

خسر کا نام جنوں اور جنوں کا خسر رکھ لیا تو لے۔

مطلب یہ نہیں ہوتا کہ وہ مسلمان نہیں۔ خود رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں، کہ جس نے میری اتباع نہیں کی اس نے میرا انکار کیا! جو شخص خدا پر ایمان بھی لاتا ہے کہ خدا ہے، اور مشرک ایک ہی ہے اور اس کے ساتھ دہریوی علماء کی تعریف کے مطابق، شرک جلی میں بھی مبتلا ہوتا ہے تو ظاہر ہے کہ خود اہل بدعت کے نزدیک بھی یہ چیز خدا کے انکار کے مترادف ہے۔ بلکہ جو شخص شیطان اور نفس کی خواہشات ہی کی پیروی کیے چلا جاتا ہے ایسے شخص کو شیطان اور نفس کا پجاری قرار دیا گیا ہے۔ اسی طرح عموماً وعظ نصیحت کی زبان اور پیرایہ میں خدا و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کا منکر کہا جاتا ہے، جو اسلام کے احکام اور ہدایت پر عمل نہیں کرتا، اور اس کے برعکس روش اختیار کیے ہوئے ہوا قرآن کہتا ہے کہ اللہ کے سوا کو سب دعا، غیب دان اور حاجت روا نہیں۔ لیکن تدریجی علماء کہتے ہیں کہ نہیں انبیاء اور اولیاء کو بھی صفات، حاجت روائی اور فریاد رسی کی قوتیں حاصل ہیں۔ قرآن کہتا ہے کہ اللہ کے سوا کسی کو مدد کے لیے نہ پکارو۔ کسی سے دعا و فریاد نہ کرو۔ نیک مسلمانوں کی ایک کثیر تعداد خدا سے واحد اور قادر مطلق کے علاوہ اس کے بیشمار مقرب اور برگزیدہ بندوں، غوثوں، خواجوں، داتا گنج بخش اور ملنگوں کو بھی مدد کے لیے پکارتے اور ان سے دعا و فریاد کرتے ہیں۔ خرافات ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔ لیکن مسلمان مزاروں پر سجدہ و طواف، دعا و فریاد و نذر نیاں اور قربانیاں جیسے مراسع عبودیت ادا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ دین مکمل ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ اسلام میں کسی آپ بھی برابرے عقیدہ و عمل کا اختراع و اضافہ نہ کر دے بلکہ تیار اور مکمل دین اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اسوۂ صحابہ کی پیروی کرو۔ لیکن بہت سارے مسلمان نہ صرف دین کامل میں نئے عقائد اور عبادتوں بھرتی و اضافہ کرتے بلکہ ان پر لوگوں کو بھڑلاتے اور اصلاح و تبلیغ کا کام انجام دینے والوں کی مخالفت کرتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ باتیں حقیقی نہیں تو معنوی اور بالواسطہ کفر ہی ہے!

ارشاد صاحب نے اس کتاب میں سارے عالم اسلام کو کافر اور بے دین قرار دیا ہے۔ لیکن وہ اس باب میں ہندوستانی مسلمانوں کو حقانی صاحب کے خلاف بھڑکانے اور وہ غلطی کو شش کی ہے۔ کہ دیکھو اے مسلمانوں! حقانی تمہیں ایسا دیرا کہتا ہے اس کا گریبان پکڑ کر احتجاج کرنا۔ اس سلسلہ کی ایک اور اہم بات یہ ہے کہ مولانا حقانی نے کسی فرد یا جماعت کا نام لے کر گمراہ نہیں کہا، جب کہ ارشد صاحب نے نام بنام عالموں، جماعتوں اور مدرسوں کو کاذب ٹھہرایا ہے۔ حالانکہ ایسا تو کہا جاسکتا ہے، جھوٹے پر لعنت ہو، لیکن پورے نہیں کہا جاسکتا کہ ہر پر لعنت ہو۔ اسی طرح یوں کہا جاسکتا ہے کہ ان ان عقائد و اعمال کا مرتکب کافر اور خارج اسلام ہے۔

### فتویٰ اور واعظ کا فرق

مولانا پالن حقانی اپنی کتاب میں لکھتے ہیں۔ ”ہندوستان کے اکثر مسلمان قرآن کی آیتوں، حدیثوں اور مخفی فقہ کو نہیں مانتے اور بھڑکے اپنے آپ کو سنت والجماعت سمجھتے ہیں“ (شریعت یا جہالت) اس بیان پر ارشد القادری صاحب تبصرہ کرتے ہیں۔ ”یہ ہندوستانی مسلمانوں پر سخت حملہ ہے۔ جو اگرچہ کہ ملی طور پر کمزور ہیں۔ لیکن ایسا کوئی مسلمان نہیں پایا جاتا جو آیات اور احادیث کا کسر سے منکر ہو“

(شریعت۔ ص ۱۰۹) ایسا کوئی نہیں سمجھتا کہ مسلمان قرآن، حدیث اور فقہ کے وجود ہی کے منکر ہیں۔ بلکہ وعظ و نصیحت کے پیرایہ میں ماخذ دین و شریعت سے افراد کا اس طرح سے انکار کیا جاتا ہے۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ شیطان کی عبادت نہ کرو فرماتا ہے۔ اور ایک آیت میں ہے کہ بعض لوگوں نے اپنے نفس کو معبود بنا لیا ہے۔ حالانکہ دنیا میں ایسا کوئی فرد نہیں پایا جاتا جو شیطان کی عبادت کرتا اور فی نفسہ اپنے نفس کو معبود بنا لیتا ہو۔ جو مسلمان چھوٹ کہتا ہے تو اس سے کہا جاتا ہے کہ کیا تم مسلمان ہو؟ اس کا

سے شدید گمراہیوں کا شکار ہیں!

**سفید جھوٹ** مولانا پالن حقانی "شریعت یا جہالت" کے ص ۱۸۶ میں لکھتے ہیں کہ اکثر علماء

صنوبر اور ان کے جاہل معتقدین کا یہ عقیدہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بشر نہیں، بلکہ مافوق البشر۔ لوری تھے، آپ کا سایہ نہ تھا اور جو مسلمان ایسا نہیں سمجھتے وہ انھیں دہابی اور خارج اسلام سمجھتے ہیں۔

اس پر ارشد صاحب اپنی کتاب "شریعت" کے صفحات نمبر ۱، اور ۱۱ پر یوں داویلا بچاتے ہیں کہ، خدا کی پناہ۔!

یہ ہندوستانی مسلمانوں پر حقانی صاحب کا دوسرا حملہ ہے اور کہہ دوں مسلمانوں پر یہ جھوٹا اور خلاف حقیقت الزام ہے کہ کوئی مسلمان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مافوق البشر نہیں تسلیم کرتا۔

مولانا حقانی صاحب نے لفظ اکثر کے ذریعہ کثرت تعداد کا اظہار فرمایا تھا۔ لیکن ارشد صاحب نے اسے کہہ دوں قرار دے دیا۔ وہ اس بات سے انکار کر رہے ہیں کہ کوئی مسلمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو مافوق البشر نہیں سمجھتا حالانکہ یہ ان کا سجاہل عارفانہ ہے۔ وہ بخوبی جانتے ہیں کہ کثرت علماء اور ان کے اندر سے جاہل مقلدین حضور کو مافوق البشر اور نورانی تسلیم کرتے اور آپ کے سایہ کا انکار کرتے ہیں، کیا خالق مخلوق اور بشر کا سایہ نہیں پڑتا؟ اور کیا یہ حقیقت نہیں، کہ بعض علماء و مشائخ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کا اوتار قرار دیتے ہیں کہ خدا آپ کے روپ میں آپ کے نام کے ساتھ عرش سے مدینہ میں التزلزل ہے؟ آہ اور احمد میں شریعہ ہی کافرق ہے۔ درندہ حقیقت اللہ اور محمد ایک ہی ہستی اور وجود کے دو نام ہیں۔ چنانچہ جامعہ نظامیہ حیدرآباد کے ایک استاد نے شیخ الجامعہ کی زیر ہدایت ایک جلسہ میں تقریر فرماتے ہوئے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا میں بشری صورت میں آئے تھے۔ یہ ایسی ہی بات ہے جیسا کہ حضرت جبریل علیہ السلام اگر مبعوث فرشتہ تھے لیکن اس دنیا

فقہ کے تمام مسکول، امامو اور کتبوں میں کثیر التعداد احادیث اور اجماع صحابہ کے پیش نظر کو بچت کرنا اور اس پر عسارت بنانا حرام ہے۔ لیکن اس کے باوجود باطل تاویلات کے ذریعہ مسلمانوں کی ایک کثیر تعداد کو بچت بنائی اور اس پر گنبد تعمیر کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، خلفائے راشدین، عشرہ مبشرہ اور دیگر جلیل القدر شہداء و صحابہ کی قبروں پر آج تک مندر، مالی، ہزار خاں، قوالی اور عرس کے دیگر حرام غالی اور مشرکانہ رسوم نہیں ادا کی گئیں۔ وہاں جھنڈے غلاف اور درفیاں نہیں چڑھائی گئیں۔ ان امور کا کتب فقہ میں نہ مندر کوئی حکم اور مسئلہ نہیں بیان کیا گیا، بلکہ ان مشرکانہ ادہام و خرافات کی بڑی شدید مذمت نفی اور تردید کی گئی ہے لیکن اس کے باوجود جو فرد و گروہ فقہ اور ائمہ فقہ کی حقیقت کا دم بھرتا اور تقلید کا دعویٰ کرتا ہے۔ ظاہر ہے کہ وہ جھوٹا اور فریب خوردہ ہی ہو گا! اور ایسا شخص جو قدم قدم پر مسائل فقہ سے انحراف کرتا ہو وہ کبھی بھی مقلد نہیں کہلا سکتا۔ اگرچہ کہ وہ گلا بھاڑ پھاڑ کر اپنے مقلد ہونے کا اعلان کرتا ہو! مولانا پالن حقانی صاحب نے ایسے ہی مسلمانوں کی اپنی کتاب میں مذمت اور مخالفت کی ہے۔

**لغظی اور حرب زبانی** ارشد القادری صاحب جاہل، نادان، غالی اور

قبوری مسلمانوں کے جذبات کو مجھڑکانے کے فن میں طاق ہیں وہ ٹھٹھ اسلامی اور منہنی برحق عقائد اور انکار پر جاہلانہ تنقید اور اندھی مخالفت کے دوران انہیں کھینچے۔ سرپرست لیجیے۔ خدا کی پناہ، مگر تمام لیجیے، خون کے آنسو بہا لیجیے لا الہ الا اللہ۔ مذہبی ثقافتوں کی لرزہ خیز داستان، آنکھوں میں خون اتر آئے گا۔ خون کے گھونٹ پیجیے، ہائے رے غیرت ایمانی لو کہاں مرگئی، کلیمہ کا نپ گنا، وغیرہ جیسے جذبات انگیز الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ لیکن جن "گمراہیوں" کا شدت سے احساس دلانے کے لئے وہ ان جذباتی الفاظ اور محبوں کا ظاہری سلسلہ ریاکارانہ اور عیارانہ استعمال کرتے ہیں۔ خود ان کی ذات اور ان کے ہمنوا حضرات ان

تھے۔ اور آج کے یہ وہابی دہونہی بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے جیسا بشر ہی قرار دیتے ہیں۔ احب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان جاہل، غالی، اور نادان دوستوں کو سمجھایا جاتا ہے کہ حضور مافوق البشر اور نوری مخلوق نہ تھے بلکہ ہم جیسے ایک انسان تھے۔ تو یہ داد ملا چایا جاتا ہے کہ دیکھو یہ بد عقیدہ وہابی اور دہونہی رسول خدا کو اپنے جیسا بشر کہتے ہیں۔

بشریت انبیاء کا حقیقی۔

حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم جیسے انسان کہنے کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ حضور ہم جیسے جاہل، غافل، گنہگار، نافرمان اور بد اخلاق تھے۔ بلکہ یہ مطلب ہوتا ہے کہ جیسا ہر انسان کو وہ پیرہ، دو ہاتھ، دو آنکھیں ہوتی ہیں، جیسے وہ بھوک، پیاس اور نیند محسوس کرتا، معاش کے لیے تنگ و دو اور کوشش چھوڑتا، کھاتا، کھاتا اور اس کی رگوں میں خون دوڑتا ہے اچھی باتوں سے اچھی سرت، بری باتوں سے رنج و غم ہوتا ہے، مار گٹنے سے تکلیف ہوتی اور خون نکلتا ہے۔ ایسی ہی بشری خواج و ضروریات، صفات اور علامات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں موجود تھیں۔ منہرہ اتنا ہی نہیں بلکہ صبر و ایک انسان غیب داں نہیں ہوتا، دور کی آواز نہیں سن سکتا اور ہر بات پر قدرت نہیں رکھتا۔ یہی حالت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی تھی۔ وہ عام انسان کی طرح مجبور اور بلا اختیار

میں انسانی صورت میں بھی آیا کرتے تھے۔ اور جس طرح انسانی صورت آئے ہوئے۔ حدیث جبریل علیہ السلام کو انسان کہنا غلط ہے، اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری شکل پر آپ کو بشر قرار دینا غلط حقیقت ہے۔ اور قہری مخلوق کے ایک دو درجہ والے مولانا سید محمد مدنی جیلانی نے بھی ۱۱ اگست ۱۹۷۵ء میں جامعہ نظامیہ حیدر آباد میں سکر علم غیب پر نقشہ لیکر کرتے ہوئے فرمایا۔

تو انبیاء جو ہیں اپنے ظاہری جسمانی کیفیات میں بشر کے ساتھ ہیں۔ بشر نہیں کہا، مع البشر کہا۔ یعنی بشر کے ساتھ ہیں، بشر سے ملتے جلتے ہیں، اپنے ظاہری کیفیات میں لیکن ان کے باطنی بلندیاں، ان کے قوائے روحانیاں اپنے اندر ملکوتی صفات رکھتی ہیں۔ (مسئلہ علم غیب، صفحہ دوم ص ۸) جب مولانا پالین حقانی حیدر آباد تشریف لائے، اور آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبدیت، بشریت اور آدمیت کا اثبات کیا اور عقیدہ رسالت کی وضاحت فرمائی تو مقامی علماء و موع نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا دلائل کا انکار کر دیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت کا عقیدہ رکھنے والوں پر لعن طعن کیا گیا اور اس بات کا اعلان کیا گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بشر نہ تھے۔ کفار و مشرکین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جیسا بشر سمجھ کر آپ کی نبوت کا انکار کرتے

۱۔ ایک بریلوی مترجم قرآن نے سورہ کہف کی یہ مشہور آیت قُلْ نَحْنَا اَنْدَشْتُمْ سَا تَرْجُوْا مِمَّا فَرَاَدَ ظَاہِرُ صُوْرَتِہِیْ فِیْ تَوْحِیْدِہِیْ تَمْ جِیسا ہوں (ترجمہ رضویہ) کیا ہے اور اسی شیطانی فلسفہ اور طاغوتی منطقی روشنی میں یا شاعر و موعظ وجود میں آئے جس میں اہل ہندو اور عیسائیوں کے عقیدہ اوتار کی ترجمانی کی گئی ہے

سیم سے تو نے چھپا یا راز کو اپنے تمام  
لوگ کہتے ہیں کہ روض پر تھی بڑی اگلے نقاب  
اے اعدا کھ کی صورت میں نہاں تو ہی تو تھا  
شکل احمد میں مگر دیکھا عیاں تو ہی تو تھا  
محمد مصطفیٰ کی شان رفعت اور ہی کچھ ہے  
نور سے نور جلا صلی علی محمد

مولانا سید محمد مدنی جیلانی، حیدر آباد میں کی گئی تقاریر میں یہ اشعار اکثر پڑھتے ہیں۔

دو ریاض برزخ کبریٰ نظر آنے لگا  
قطرہ دریا میں گسیا دریا نظر آنے لگا  
موجتاہوں کیا کہوں میں کیا نظر آنے لگا  
نور خانی الحق ہوا پھر کیا ہوا میں کیا کہوں

نثر و نظم کی محول بالائی تعرجات سے یہ بات دو بھی دو چار کی طرح بالکل واضح ہے کہ بریلوی اور باطنی علماء، مشائخ، رسول اللہ کو آدمی کے روپ اور بشری لباس میں خدا کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی صورت میں اس دنیا میں تشریف لایا ہے، ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں اگر کوئی خدا کو انسان کہے اور وہ کو عبد و بشر قرار دے تو اس پر قہری ظہار کا برافروغ ہونا ایک فطری اور لازمی بات ہے۔ اگر یہ رسول اللہ کی حقیقت ہے، تو یقیناً ہم شاتم رسول ہیں۔ !

تھے۔ آپ سہارہ ہوتے تو ملاج کراتے۔ باوجود کوشش کے مرض کا زالہ نہ ہوتا اور اس سے تکلیف پہنچتی۔ آپ گھر پر اجراجات اور فردریات زندگی کے لیے محنت اور کوشش فرماتے، پیر اور نگر نہ ہوتا تو مبادلہ لیتے یا فاقہ کی نوبت آتی جیسا کہ عام طور پر ان سے بھوا، چوک ہوتی ہے۔ اسی طرح حضور اس کمزوری اور مجبوری سے خالی نہ تھے۔ نہ صفر دنیاوی معاملات میں آپ کی رائے اور مشورے غلط واقع ہوئے جو سے نقصان پہنچا بلکہ بعض ان دینی معاملات میں جب کرمی الہی اس بارے میں نازل نہ ہوئی تھی۔ فیصلہ اور رائے میں غلطی ہوئی جس کا آپ کو وحی کے بعد شدت سے ملال رہا ان ہی ناقابل تردید حقیقتوں کے پیش نظر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم جیسے بشر سمجھا جاتا ہے اور ساتھ ہی آپ کے اخلاق و کردار اور علم و عمل کے بارے میں یہ عقیدہ بھی ہے کہ بعد از خدا تو ہی قہر مختصر!

ایسی صورت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین عداوت اور دشمنی کا سوال ہی پیدا نہیں ہو سکتا۔ حقیقت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن اور مخالف وہ لوگ ہیں جو آپ کے پیش کردہ عقائد و تصورات کے خلاف اور متضاد فکر و عمل ارتعاع اور اختیاء کرتے ہیں اور حضور کے بارے میں ایسے ادہام اور من مانی عقائد قائم کر رہے ہیں جو قرآن کے پیش کردہ تصورات رسالت کے خلاف اور متضاد ہیں!

**مسلم عوام کی تحقیر** مولانا پالن حقانی "شریعت یا جہالت" میں لکھتے ہیں کہ اگر اکثر مسلمان یہودیوں کے نقش قدم پر چلتے ہیں جس طرح عرب کے مشرکین اور اہل ہند اپنے انبیاء اور بزرگوں کے بارے میں جن عقائد کے حامل ہیں، اسی طرح مسلمان بھی ان گمراہ اقوام کی طرح اپنے بزرگوں کے ساتھ قریب قریب سہی مشرکانہ فکر و عمل اختیار کر لیتے ہیں۔ (ملاحظہ ہو ص ۱۷۲)

اس حقیقت سے انکار اور اختلاف کرتے ہوئے ارشد نقادوں کی صاحب دوا دلائل مچاتے ہیں کہ سب ہندوستانی ممالکوں پر غلط الزامات ہیں۔ (شریعت ص ۱۷۷)

ان صفحات میں ارشد صاحب نے ہندوستانی مسلمانوں کی زبردست حمایت اور مدافعت کی ہے مالا مال کی اور ارشد صاحب ہندوستانی مسلمانوں کے بارے میں لکھتے ہیں!

عد اگر کہا جائے کہ..... مستقبل کی تعمیر کی خاطر بڑھو تو ان کے پاؤں تل ہو جاتے ہیں، ان کی جیب خالی ہو جاتی ہے اور اس کے لیے ان کے وقت میں ایک لمحے کی گنجائش نہیں باقی رہتی۔ (شریعت ص ۱۷۳)

اسی صاحب نے مولانا پالن حقانی کی کتاب کے مخالفین کے بارے میں لکھا تھا۔

"ان کی کتاب شریعت یا جہالت کی غیر مستند اور کمزور عبارات پیش کر کے گرا ناچا ہوا۔ مگر سب نے دیکھ لیا کہ ایسے عالم خود ہی عوام کی نظروں سے گر گئے۔"

(شریعت یا جہالت ص ۱۷۲)

اس بیان پر ارشد صاحب ہندوستانی مسلمانوں کی کثرت رائے کا یوں مضحکہ اڑاتے ہیں۔

"عوام کی نظروں سے گر گئے۔ اس لیے وہ کتاب مستند ہو گئی کیونکہ آج فقہاء راج ہے۔ (شریعت ص ۱۷۷)

یہاں ارشد صاحب نے علانیہ طور پر اکثر مسلمانوں کی آواز اور دشمنی اور پسندیدگی کا مضحکہ اڑایا۔ ان کی کثرت رائے کی تحقیر کی کہ اکثریت کی پسند و ناپسند بھی کوئی حقیقت رکھتی ہے؟ جس طرح جتنا راج اور عوامی و جمہوری حکومت میں عوام کا کسی بات پر کثرت رائے کے ذریعہ اتفاق کر لیا، حتیٰ کی دلیل نہیں اسی طرح اگر جاہل مسلمانوں کی اکثریت کہ پسند و ناپسند کوئی حقیقت اور اہمیت نہیں رکھتی۔ لیکن اس کے باوجود حقانی صاحب کو کوسا جا رہا اور مسلمانوں کو ان کے خلاف درغلایا جا رہا ہے کہ دیکھنا یہ حقانی تمہیں جاہل، گمراہ اور ناسمجھ کہتا ہے۔ تمہاری اس کے پاس کوئی وقوت، وزن اور اہمیت نہیں! ارشد صاحب اگر مسلمان کو مسلمان سے لڑانے کے فن سے واقف ہیں تو ہم بھی اللہ کے فضل سے ان کی تضاد بانیاں، دجل مکر و فریب اور عالمانہ جاہلیت کا پردہ چاک کرنے میں کوئی کسر نہ اٹھا سکتے!

ہوتی ہے۔ (ترمذی، البدایہ، مشکوٰۃ)  
ایک اور حدیث میں ہے کہ کچھ لوگ حضور الہی صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت زیادہ تعریف کر رہے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ لوگو! مجھے اس درجہ نہ بڑھاؤ، جو درجہ اللہ نے مجھے دیا ہے۔ تم کچھ گمراہ امتوں یعنی یہود و نصاریٰ کی پوری پوری پیروی کرو گے۔ (بخاری، مسلم)

آپ نے فرمایا۔  
”قیامت نہ ہوگی، یہاں تک میری امت کے گروہ مشرکین کی طرح ہو جائیں گے اور بتوں کو پوجیں گے۔“  
(ترمذی، البدایہ)

”قیامت نہ آئے گی، یہاں تک کہ پھر لات، اور عزت کی پوجا ہو۔“ (بخاری)

مولانا ابوالکلام آزاد اس حدیث کی تفسیر کرتے ہوئے اپنی کتاب ”تذکرہ“ میں لکھتے ہیں کہ وہ شخص احمق ہی ہوگا، جو اس حدیث کا یہ مطلب بنے کہ لات و منات کے خضوع حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں توڑ بھوڑ دیا گیا تھا۔ وہ ٹکڑے پھسے جمع ہو کر سالمیت کی شکل اختیار کریں گے اور قیامت کے قریب انہی بتوں کی پرستش ہوگی۔ بلکہ اس حدیث کا اطلاق، موجودہ اندرگ پرست اور قسب پرست معاشرہ پر چوتا ہے۔

اس سلسلہ کی ایک اور حدیث ہے جس کی روشنی میں قبوری علماء، درگاہوں کے مجاور اور سجادہ نشین سب ننگے ہو جاتے ہیں۔

آخری زمانہ میں شیطان انسان کے پاس بھیس بدل کر آئے گا اور انھیں قبر پرستی کی طرف راغب کرے گا۔ اور لوگ قبروں کو آمدنی کا ذریعہ بنائیں گے اور اس طرح قبروں سے زندگی مرے سے گزرے گی۔ (مسلم، مشکوٰۃ)

ہم ارشد القادری اور ان کے حواریوں سے دریافت کرنا چاہیں گے کہ ان احادیث کی زد میں کون مسلمان آتے اور ان کے معدن کس قسم کے افراد ہیں؟ ظاہر ہے کہ یہ احادیث ایسے ہی مسلمانوں پر صادق آتی اور منطبق ہوتی ہیں جو بزرگوں کے

اب آئیے ہم ایک مسلمان اور اشباع اہل کتاب

پالنہ حقائق صاحب نے اکثر مسلمانوں کو اہل کتاب اور اہل ہند کی طرح جو گمراہ اور مشرک قرار دیا ہے اس کی حقیقت کیا ہے اور اس کے خلاف ارشد صاحب کا فعل چنانہ اور گروہ کے انصوبہانا اسے حقائق صاحب کا مسلمانوں پر تیسرا حملہ قرار دینا کیا تک درست اور سچی حقیقت ہے۔

مولانا پالنہ حقائق کو نوادھر دیکھئے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آج سے چودہ سو برس پہلے اس امر کی پیش گوئی فرمادی تھی کہ اس دور کے مسلمان اہل کتاب کی پوری پوری اتباع اور پیروی کریں گے اور بتوں کو پوجیں گے۔ مزاروں کو آمدنی کا ذریعہ بنائیں گے اور پوری طرح مشرک ہو جائیں گے۔ ملاحظہ ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔!

”تم کچھ امتوں کے طریقوں پر چل کر قدم قدم ان کی پیروی کرو گے۔ یہاں تک کہ اگر وہ گواہ کے سوراخ میں گھسی ہوں گی تو تم بھی اس میں داخل ہو کر رہو گے۔“

صحابہ نے پوچھا۔ ”کیا ہم یہود و نصاریٰ کی پیروی کریں گے؟“  
حضور نے فرمایا! پھر کون؟

(بخاری، مسلم)

اس حدیث کی شرح میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی لکھتے ہیں۔

”سچ فرمایا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم نے اپنی آنکھوں سے وہ ضعیف الایمان مسلمان دیکھے ہیں جنھوں نے صلحاً کو ارباب من دون اللہ بنا لیا ہے اور یہود و نصاریٰ کی طرح اپنے اولیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا ہے۔“ (تفہیمات دوم)

ایک اور ارشاد نبوی ہے۔  
”میری امت پر ایک ایسا زمانہ آئے گا، جیسا کہ بنی اسرائیل پر آیا تھا۔ دونوں دھوکہ عمل کے لحاظ سے ہمارے برابر ہو جائیں گے جیسے ایک جونی دوسری جونی کے برابر۔“



مزاروں اور عرسوں سے غیر معمولی شغف و تعلق رکھتے، اور وہاں لڑکوں کی تعظیم و توقیر کے نام سے مختلف اقسام کی مراسم عبودیت جیسے سجدہ و طواف، نذر و نیاز، دعا و فریاد پڑھنا، تواری کہتے اور قربانیاں ادا کرتے ہیں۔ وہ مسلمانان احادیث کی زد سے سیلوں دور ہیں، جو عرسوں اور درگاہوں میں عقیدت کے غلو اور مشرکانه اوہام و خرافات سے منع کرتے ہیں۔ جس کے نتیجے میں وہ لڑکوں کے غالی، اور اندھے مقلد بننا نہیں لڑکوں کی توہین اور مخالفت کا نثار لڑکا عائد کرتے ہیں ایسی صورت میں اگر حقیقی صاحب یا کوئی اور صاحب، علم و بصیرت، مسلمان یہ کہتا ہے کہ آج مسلمانوں کی ایک کثیر تعداد اہل کتاب اور بت پرستوں جیسے مشرکانه عقائد اور گمراہیوں کا شکار ہو گئے ہیں، تو کیا اس کی یہ بات مذکورہ احادیث نبویہ کی روشنی میں غلط اور خلاف حقیقت ہے؟

## دورِ قریں اور عامۃ المسلمین کی گمراہیاں

حقانی اپنی کتاب میں رقم طراز ہیں۔  
”ہندوستان میں اکثر مسلمانوں جہالت کی ایسی چھائی ہوئی ہے کہ بدعتوں پر عمل کریں تو دین کی پابندی سمجھتے ہیں اور کفر کریں تو تواب سمجھتے ہیں اور شرک کریں تو نجات کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ ہے کوئی مد جہالت“

(شریعت یا جہالت، ص ۳۰۲)

اس اقتباس پر ارشد صاحب یوں اعتراض کرتے ہیں۔  
”ہندوستان کے مسلمانوں کی اکثریت پر حقانی صاحب کا یہ پانچواں حوالہ ہے اور اس بار کا حوالہ اتنا کاہلی ہے کہ شاید ہی کوئی مسلمان اس کی تاب لا سکے۔ ہندوستان کے اکثر مسلمان پر کفر اور شرک کے ارتکاب کا الزام عائد کر دینے کے بعد اب ان کے مسلمان ہونے کا سوال ہی کہاں پیدا ہوتا ہے۔ اس لیے جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہندوستان میں سات کروڑ مسلمان ہیں ان کے منہ میں گھام دیجیے“ (شریعت، ص ۱۵)

یہ تنقید اور اعتراض حقانی صاحب پر نہیں بلکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر وارد ہوتا ہے۔ حضور نے لڑیلوسی اور بلیتی

مسلمانوں کے بارے میں یہ پیش گوئی بھی فرمادی کہ اگر مابین سنت کسی بدعت و ضلالت پر عمل کریں گے، تو وہ یہ الزام عائد کریں گے کہ تم نے سنت چھوڑ دی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس ضال و مضل گروہ کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں کہ میری امت میں ایسے افراد پیدا ہوں گے، جو دوسروں کو بدعت کریں گے، لیکن خود عمل نہیں کریں گے اور ان خرافاتی عبادتوں کو اختیار کریں گے، جس کا انھیں حکم نہیں دیا گیا تھا یعنی وہ بدعات اور اختراعات کو اختیار کریں گے جس نے ان کے خلاف اپنے ہاتھ سے، زبان سے اور قلب سے جہاد کیا وہ تو مومن کامل ہے اور اس کے بعد رانی بھرسے بھی ایمان نہیں۔ (مسلم)

ارشد صاحب اور لڑیلوسی علماء اس حکم نبوی کی مطابقت ایسے لوگوں کے خلاف بھلا کیسے جہاد کر سکتے ہیں، جب کہ وہ خود بھی زمرہ اہل بدعت اور قریں صرت افراد کی صفوں میں شامل ہیں، بلکہ شرک و شرک کے سپہ سالار کی حیثیت سے توجیہ نص پر جہالت کی گولہ باری کر رہے ہیں!

گزشتہ صفحات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پیش گوئی بھی گزر چکی ہے کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا جب کہ مسلمان یہود و نصاریٰ اور مشرکین طرح گراہ اور شرک زدہ ہو جائیں گے۔ اب اس سلسلہ میں اکابر امت اور سلف صالحین کی تقریحات ملاحظہ فرمائیے۔ کہ مشرک حقانی صاحب ہی نہیں بلکہ حبیل القدر علیہ السلام بھی یہی خیال اور مشاہدہ ہے کہ اکثر بیشتر مسلمان معقوب و مغضوب اقوام دائم کی طرح گمراہ اور شرک میں مبتلا ہو گئے ہیں، کوئی دیوبندی، تبلیغی اور دہلوی نہیں بلکہ سینکڑوں سال قبل کے حضرت مولانا عبدالمقلد جیلانی اپنے وقت کے مسلمانوں کو اے کافرو، اے مشرکوں اے منافقو، اے خانلو، جاہلو اور نفس کے بندو پیسے سخت الفاظ سے مخاطب کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو وہ فرماتے ہیں!

”اے جاہلو! اے منافقو! تمہارے دل کتنے تاریک ہو گئے ہیں، تمہارا باطن کس قدر گندہ ہو گیا ہے۔ تمہاری زبان سے جو بھی الفاظ نکلتے ہیں وہ مشتبہ قسم کے ہوتے ہیں۔ یہ اللہ

ایک قسم کا فتنہ ہے۔ ان سے توبہ کرنے کی ضرورت ہے  
(بچیسواں خطبہ، رازی الجہد، ص ۳۵۳)

ایک اور مقام پر حضرت عبدالقادر جیلانیؒ بیان کرتے ہیں:

”تو لا الہ الا اللہ کیسے کہتا ہے، جب کہ تیرے دل میں تو بہت سے خداؤں کا ہجوم ہے۔ جس پر تو اللہ کو چھوڑ کر اعتماد کرتا اور بھروسہ کرتا ہے۔ وہ تیرا صنم ہے۔ دل میں شرک رکھ کر زبانی تو حید فائدہ مند نہیں ہو سکتی“

(۳۸ وال خطبہ، رجب ۱۳۸۵ھ)

”تو جھوٹ کہتا ہے اور جھٹتا ہے کہ شرک ہے شرک کرتا ہے، اور جھٹتا ہے کہ موحّد ہوں میں۔ یعنی کھوٹتا ہے اور آپ کو کھسکا مانتا ہے۔“ (۳۹ وال خطبہ)

امام فخر الدین رازیؒ جو تقریباً آٹھ سو سال قبل کے ہیں۔ لکھتے ہیں:

”جن بت پرستوں نے اصنام و ادنان اپنے انبیاء اکابر کی صورتوں پر تراشے تھے اور یہ خیال کرتے تھے، کہ جب ہم ان کی عبادت میں مشغول ہوں گے تو یہ اکابر اللہ کے پاس ہمارے شفاعت کریں گے۔ اس کی نفیر اکثر لوگوں کی اپنے بزرگوں کی قبروں سے مشغولیت ہے۔ اس اعتقاد سے کہ اگر ان قبروں کی تعظیم کریں گے تو یہ اللہ کے نزدیک ہمارے شفیع ہوں گے۔“

(تفسیر کبیر، جلد پنجم)

امام رازیؒ کے اس بیان سے نہ منہ ارشد صاحب کے اس دادیلے پر غصہ چل جاتا ہے کہ حقانی صاحب ہندوئوں اکثر مسلمانوں کو گمراہ اور شرک زدہ قرار دیتے ہیں، بلکہ اس سے ان کی قبوری مشرعت کے بھی پر غیے اڑ جاتے ہیں بشر لیکہ ارشد صاحب محمد بن عبدالوہاب نجدیؒ اور امام ابن تیمیہؒ سے بھی بہت ڈمانہ پیلے کے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ اور امام رازیؒ کو بھی گمراہ اور منجے دین و ایمان کے حامل اور انبیاء و اولیاء کے مخالف نہ سمجھتے تھے۔

امام رازیؒ اپنے وقت کے ان مسلمانوں کے شرکیات

کا رونامہ دیتے ہیں جو بزرگوں کو منہ شفیع سمجھتے تھے لیکن آج مسلمان بزرگوں کو خدا کے حضور واسطہ، وسیلہ اور سفارشی ہی نہیں بلکہ حاجت روا، مشکل کشا اور متصرف کائنات بھی سمجھتے ہیں۔ اور یہ فتنہ اس گمراہی سے لاکھوں درجہ سنگین، اور بدترین ہے!

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اپنے وقت کے مسلمانوں کے بارے میں لکھتے ہیں:

اگر تو مشرکین عرب کے عقائد اور ان کے اعمال اور ان کے حالات کی پوری پوری تصویر سے واقف ہونا چاہتا ہے۔ تو اس زمانہ کے عوام دہلی کو دیکھ لے کہ وہ قبروں اور استخوانوں پر جاتے اور طرح طرح کے شرک کا ارتکاب کرتے ہیں“ (الفوز الکبیر)

شاہ ولی اللہؒ ایک اور کتاب میں رقم طراز ہیں:

”جو لوگ حاجتیں طلب کرنے کے لیے اعمیر یا سالار مسعود کی قبر یا ایسے ہی دوسرے مقامات پر جاتے ہیں وہ اتنا بڑا گناہ کرتے ہیں کہ قتل اور زنا کا گناہ اس سے کم ہے آخر اس میں اور خود ساختہ معبودوں کی پرستش میں فرق کیا ہے؟ جو لوگ لات اور عترتی سے حاجتیں طلب کرتے تھے، ان فعل ان لوگوں کے فعل سے آخر کس طرح مختلف تھا؟“

(الغنیات اللہ، جلد دوم)

اب ہم ارشد القادریؒ اور دیگر بریلویوں اور بڈی علماء سوسے یہ دریافت کرنا چاہیں گے کہ حضرت عبدالقادر جیلانیؒ، امام فخر الدین رازیؒ اور شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ جو کہ زولو بند ہی تھے، اور نہ وہابی، کیا گمراہ بے دین، اور طمسیر مسلم تھے؟ کیا انھوں نے مسلمانوں کو بلا وجہ اہل کتاب اور بت پرستوں کے مانند گمراہ اور مشرک قرار دیا؟

۷۶ بہترین تحفہ

عام عثمانی نمبر

(مکمل تین حصوں میں)

درختہ طور پر مخصوص رعایت یہ ہے کہ

۱۲ روپے کے یہ نمبر صرف بارہ روپے میں دیئے جائیں گے، لیکن ڈاک خرچ  
منگوانے والے کے ذمہ رہیگا

منیجر مکتبہ تجلی دیوبند، یوپی

نزلہ زکام، کھانسی  
کی بہترین دوا۔  
اس کے استعمال سے  
بہت جلد فائدہ  
ہوتا ہے۔

شریت نزلہ



دواخانہ ملیہ کالج مسلم یونیورسٹی علیگڑھ

# صحت کا باداعی حق

• ارادہ ہو تو ہر کام ہو سکتا ہے • میں نے اپنے تمام  
مقدمے اللہ کے سپرد کر دیئے • جماعت کی پالیسی نیکی میں متعلق  
اور بدی کی مخالفت ہے • مولانا سندھی کے سے اہل فضل  
کمالاب کہاں

شوروی کے تمام ارکان پچھلے برآمدے میں پہنچ گئے۔  
مولانا کا چہرہ روشنی میں چمک رہا تھا۔ اور ایسا معلوم ہوتا  
تھا گو یا مولانا اپنے ہاتھ کے گائے ہوئے پودے کو لہلہانا دیکھ کر نہایت  
خوش ہو رہے ہیں۔ مولانا کی کرسی اپنی خواب گاہ کے دروازے کے  
قریب تھی اور شوروی کے ارکان آپ کے سامنے ایک دائرے  
کی شکل میں بیٹھے ہوئے تھے۔ مولانا کی بائیں جانب امیر جماعت  
میاں طفیل جھٹا، نائب امیر مولانا عباسی صاحب ایک تخت  
پر تشریف فرما تھے محمود اعظم ناروٹی صاحب مولانا کے عین  
سامنے بیٹھے ہوئے تھے انھوں نے سوال کیا، مولانا اب صحت  
کیسی ہے؟ مولانا جواب میں اپنے مرض کی تفصیلات بتانے لگے  
پھر آپ نے فسر مایاکہ ڈاکڑ نے ایک ٹیکہ تجویز کیا جس سے مجھے  
بہت فائدہ پہنچا۔ لیکن تلاش بیمار کے باوجود ٹیکہ دستیاب نہیں ہو سکا  
صبر دو ٹھیکے لے ان سے بہت فائدہ پہنچا۔  
ایک صاحب نے مولانا سے جیکے کانام دریافت کیا۔ تو  
آپ نے بتایا کہ اس کانام DUBROSLIN ہے یہ یہاں کا ساختہ تو  
میں جانتا ہے۔ لیکن ڈاکڑ کا کہنا ہے کہ یہ ہالینڈ کا بنا ہوا ہونا چاہیئے  
چنانچہ اس کے لئے کویت ٹیلی فون کیا ہے شاید وہاں سے  
دستیاب ہو جائے۔

میں کئی شہر کی کے ایجنڈے کی تمام مذاات میں مرب  
سے زیادہ پرکشش و دل پسند بائی جماعت کے ساتھ ارکان شوروی  
کی نشست تھی۔ ارکان شوروی نہ صرف اپنے محبوب مسلم کے دیدار سے  
اپنی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچانا چاہتے تھے بلکہ ان کے ارشادات سے  
دل کو متور کرنا بھی چاہتے تھے۔

تورڈوں کے درد کی وجہ سے مولانا کے لیے اب زیادہ چلنا  
پھرننا مشکل ہو گیا ہے۔ ورنہ مولانا کا دستور تھا کہ وہ شوروی کے  
ایک اجلاس میں شرکت کے لیے خود منصورہ تشریف لے آتے تھے  
تورڈوں کے دردوں نے مولانا کی آمد و رفت گھر میں بھی محدود کر دی ہے  
لہذا کہ آپ منصورہ پہنچ سکتے۔ مولانا کا زیادہ وقت اپنے دفتر میں  
منصرہ ہوتا ہے، وہاں سے اپنی خواب گاہ کو تشریف لے جاتے  
ہیں۔ یا نماز کے لیے دفتر سے ملحق برآمدے میں پہنچ جاتے ہیں۔  
جب مولانا کے سامنے شوروی کی خواہش کا اظہار کیا گیا: تو مولانا نے  
فسر مایاکہ شوروی بعد عصر آجائے، چنانچہ انجری بعد عصر کا وقت  
مولانا کی خدمت میں حاضر ہونے کا طے پا گیا۔

نشست کا اہتمام مولانا کے دفتر کے چھ گھر کے برآمدے  
میں تھا۔ منصورہ سے گاڑیاں سوار تھیں جبکہ دو اندھو کر نماز عصر  
کے قریب آچھہ پہنچ گئیں۔ امیر جماعت نے نماز پڑھائی اس کے

مولانا نے ابھی یہ جہنم فرمایا تھا کہ غلطی حامدی صاحب نے اطلاع دی کہ کویت سے پانچ ٹرکے آگئے ہیں۔ پھر غلطی حامدی صاحب نے بتایا کہ انھوں نے چار روز پہلے کویت چلی فون کیا تو ان صاحب نے کہا کہ میں ابھی باز رہا ہوں اور ٹرکے تلاش کر کے رہا ہوں ائی اڈے چلا جاؤں گا اور وہاں پاکستان جانے والے کسی مسافر کے ہاتھ چھو دوں گا۔

سو ٹھیک چار روز میں ٹرکے کویت سے لاہور پہنچ گئے۔ اتنی دیر میں چلے آگئے اور ٹرکے پھٹکی گھٹکھوٹنے لگی۔ چائے پیوٹی تو مولانا پر سوالات کا تانا باندا بندھ گیا۔

ایک سوال تھا کہ علیہ کو حیر اسلامی قوانین کے کالعدم قرار دینے کے اختیارات کے بعد جماعت اسلامی کو بحیثیت جماعت کیا خدمت انجام دینی چاہیے۔

مولانا نے فرمایا۔ یہ بنیادی اہمیت کا تقاضا ہے، عدالتیں جب کسی مقدمے میں کسی قانون کو کالعدم قرار دیں گی۔ تو ان کے لیے سوال پیدا ہو گا کہ آئندہ نیا قانون کیا ہو۔ اس لیے میں نے تجویزی بھی کہ عدالتوں کے ساتھ مفتی بھی مقرر کیے جائیں کیونکہ دھار اور ججوں کی، ساری تعلیم و تربیت مغربی قانون سے ہوئی ہے۔ وہ انگلستان اور امریکہ کے نظائر سے تو واقف ہیں لیکن اسلامی فقہ کے نظائر کا انھیں بخوبی علم نہیں۔ اسلام کے احکام کا اطلاق ان کے لیے مشکل ہو گا۔ میری تجویز کے جواب میں ایک بیان آیا کہ ججوں کو کسی مفتی کی ضرورت نہیں وہ فقہ اسلامی کو اچھی طرح سے جانتے ہیں۔ لیکن یہ بات درست نہیں ہے۔ جج اگر بڑی ضرورت کے تیار کردہ مسلم پرسنل لاء کو جانتے ہیں۔ لیکن اسلامی قوانین اور فقہ کے اصل مآخذ سے واقف نہیں ہیں۔ فیصلوں میں جب غلطیاں آنا شروع ہوئیں تب معلوم ہو گا کہ عدالتوں کو مفتیوں کی کمیوں ضرورت ہے۔ اسلامی قانون کی اگر بڑی کتابوں میں تلفظ بھی دو من زبان میں دیا ہوتا ہے جس کو صحیح پڑھنا ممکن نہیں ہوتا۔ جن لوگوں نے مسلم پرسنل لاء کی اگر بڑی کتابوں سے پڑھا ہے وہ یہ فقہ کی کتابوں کے نام بھی طور پر یاد نہیں کر سکتے، بلکہ ان کے معنی کے نام بھی درست طور پر نہیں جان سکتے۔

مولانا نے تامل کے بعد فرمایا۔ میں لوگوں نے طم دین حاصل کیا ہوتا ہے، ان کی نگاہ جزئیات تک ہوتی ہے۔ وہ معاملہ کی

حقیقت سے کیا عقائد اٹھاتے ہیں۔ اور یہی مراد مفتی مسیری مفتی مقرر کرنے کی تجویز سے۔ یعنی ان کی نگاہ اسلامی حکم جزئیات تک ہوتی ہیں اس لیے وہ صحیح طور پر جانتا ہے کہ شریعت کی کسی حکم کا کیا منشاء اور کیا اصل ہے۔

ایک صاحب نے کہا۔ مولانا جماعت اسلامی اس معاملہ میں کیا رد ل ادا کرے۔

مولانا نے فرمایا، جماعت اس معاملے میں کئی پہلوؤں سے مدد کر سکتی ہے۔ مثلاً اگر ممکن ہو تو اسلامی قانون کی بنیادی کتابیں کا ترجمہ کرانے میں مدد دے۔ اس کی فہرست مہیا ہو سکتی ہے اگر ان کتابوں کا اردو میں ترجمہ ہو گیا تو عبوری دور میں عدلیہ کی یہ بھی بڑی اعانت ہوگی۔

مولانا نے وقفے کے بعد فرمایا۔ اسلامی اکیڈمی لکراچی بھی یہ کام کر سکتی ہے۔

پھر مولانا نے فرمایا۔ قانون کو اسلامی بنانے کی ابتداء کے بعد آئندہ انتخابی ہم میں آپ کو حوا کے ذہنی نشیں یہ بات کرنی ہوگی کہ اسلامی قانون کا صحیح نفاذ صرف انہی لوگوں کے ہاتھوں، ہو سکتا ہے۔ جو اسلامی قانون کی روح سے صحیح طور پر واقف ہوں اور جو اس کے نفاذ کے اخلاص کے خواہاں ہوں۔ اب یہ عوام کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنا درجہ صحیح استعمال کریں اور ان لوگوں کو منتخب کریں جو اسلامی قانون کا نفاذ صحیح طور پر کر سکتے ہیں۔

دفقار کو احساس تھا کہ مولانا کے لیے زیادہ دیر تک بولنا اور یوں بٹھنا مکان کا موجب ہوتا ہے۔ اس لیے ایک صاحب نے کہا مولانا آپ کو زیادہ زحمت تو نہیں ہو رہی ہے۔

مولانا نے فرمایا۔ میں کام میں لگا رہتا ہوں تو پتہ نہیں چلتا جب ناراض ہوتا ہوں تو مسلم ہونے کے لیے مجھ میں طاقت نہیں رہی۔

میاں صاحب اس پر بولے۔ تو مولانا۔ آپ ناراض ہی نہ ہو کریں۔

اس پر پوری مجلس کثرت زعفران بن گئی۔ ایک صاحب نے سوال کیا۔ مولانا بعض دینی جماعتوں کے

شدید اختلافات پائے جاتے ہیں کیا کیا جائے۔

مولانا نے فرمایا، میں دینی جماعتوں کو دوسری جماعتوں سے اختلاف ہے وہ ان کے نزدیک نفی نہیں بلکہ عقیدے کا اختلاف ہے۔

ایک صاحب نے کہا، مولانا اخیر اسلامی قوانین کو کالعدم قرار دینے کے حکم کے بعد بعض طغیانیوں میں یہ بحث چھڑ گئی ہے کہ قوانین کی بھانگی کے بعد قانونی نظام میں خلا پیدا ہو جائے گا۔ اگر سود کو عدالت میں چلنے کیا گیا اور عدالت نے اسے غیر اسلامی قرار دینا تو ایسا قانونی نظام میں مصلحت ہو کر رہ جائے گا اور اس نوع کے متعدد اختلافات کا اظہار کیا جا رہا ہے۔

مولانا نے فرمایا، اصل بات یہ ہے کہ ارادہ ہو تو سب کچھ ہو سکتا ہے۔ جب اگر یہاں آئے تھے تو اپنے ساتھ ارادہ لائے تھے کہ اس ملک کے نظام کو تبدیل کر دیں گے، ان کے قانون اور رسم و رواج اور یہاں کے قانون اور رسم و رواج میں زمین و آسمان کا فرق تھا، لیکن وہ یہ تبدیلی کر کے رہے۔ ان کو کوئی فکر اس کی نہ ہوئی کہ تبدیلی سے کوئی خلا پیدا ہو گا اور کاما کے کام کرنے کے لئے مشورہ ارادہ چاہیے پھر سب کچھ از خود ہو جاتا ہے۔ جب کسی قانون کے غیر اسلامی ہونے کے بعد خلا پیدا ہو گا تو آپ دیکھیں گے کہ اس خلا کو گرنے کے لئے ذہنوں پر زور دیا جائے گا، تمام ذرائع و وسائل کو جمع کیا جائے گا اور اس کے بعد راستہ نکل آئے گا۔

پھر مولانا نے مسکرا کر فرمایا، اصل چیز یہ ہے کہ مرید چاہیے (مرید یعنی ارادہ کرنے والا)۔

مجلس پر خاموشی طاری تھی، ہر شخص ہمتی گوش بنا ہوا تھا۔ مولانا نے قدرے تاثر کے بعد پھر فرمایا ہم اس ملک میں تیس سال سے کام کر رہے ہیں۔ اور تمام رکاوٹوں کے باوجود کام کرتے رہے ہیں، ہم کبھی رکتا نہیں ہے اس لیے اس کی فکر نہیں کرنی چاہیے۔ کس کا رک جائیگا، تو پھر کیسے چلے گا۔

ایک صاحب نے کوئی بات کہی یا سوال کیا، لیکن وہ کچھ صاف نہیں کیے تھے لوگوں کی سمجھ میں نہیں آیا۔ اس کے جواب میں مولانا نے فرمایا، اسلامی قوانین اور اسلامی نظام کے نفاذ کے سلسلے میں ہم براہ راست تائید کر رہے ہیں، اور یہی جماعت اسلامی کی پالیسی ہے۔ جاری تاریخ شاہد ہے کہ ہم نے براہ راست اقدام کی تائید

کی، اور اب بھی جو کام اچھا ہو گا اس کی تائید کریں گے۔ مجھ کو صاحب جب برسراِ اقدام آئے تھے تو ہم نے ایک بیان کے ذریعے ان پر ایسی پالیسی واضح کر دی تھی کہ آپ کی حکومت جو کچھ کرے گی ہم مکمل دل سے اس کی تحسین و تائید کریں گے۔ پھر دوسری جانب سے ملاقات ہوئی تو میں نے ان سے صاف کہا کہ ہم آپ کے براہ راست کام کی تائید کریں گے لیکن یہاں خلا ہو گا ہم اس کا اظہار نہیں کریں گے۔

مولانا کے قریب بیٹھے ہوئے ایک صاحب نے کچھ کہا تو مولانا پھر گویا پوچھے، ہم کو اس کی ضرورت نہیں کہ کوئی ہم سے کہے تو ہم اس کی مدد کریں، اور نہ ہم کسی کی تکلیف میں اس سے ناگوار اٹھنا پسند کرتے ہیں۔ مجھ کو جب تحریک کے ایام میں میرے پاس چل کر آیا تھا تو میں خوب سمجھتا تھا کہ وہ حاجت مند بن کر آیا ہے۔ ٹھیک اس زمانے میں ہمارے لوجو الزوں پر قلعہ میں تشدد ہو رہا تھا، لیکن میں نے پسند نہ کیا کہ میں اس سے اس کے بارے میں کچھ کہوں۔

ایک صاحب نے کہا، مولانا مجھ کو اب اپنے اصل مقام پر پہنچا گیا ہے۔ ۹۔

مولانا نے فرمایا، میں ہمیشہ دعا کیا کرتا تھا کہ مجھ کو انجامِ محبوب سادہ ہو گا۔ اپنی آنکھوں سے اپنے زوال کو دیکھے۔ آج دعا پورا زوال اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے۔

ایک صاحب نے اس پر کہا، مولانا آپ ایک مرتبہ جمعیت کے اجلاس میں غالباً کسی لوجو ان کی شہادت پر اس کے لیے بد دعا کی تھی۔

مولانا نے فرمایا، میں نے جو جو مقدمہ اللہ کے سپرد کیا ہے اللہ نے اس کا فیصلہ کر دیا۔ لائسنس شہید اجتماع ملازمہ کی شہادت کے بعد میں نے وہ مقدمہ اللہ کی عدالت میں پیش کر دیا اور کالا باغ کا جو انجام چوارہ صاب جانتے ہیں۔ ایک بہت بڑا انصر جب لڑا، کالا باغ کے قتل پر اس کے ہاں پہنچا تو اس نے دیکھا کہ اس کی لاش گرگرا جی میں پڑی ہے۔ اور اس کے لڑکے اوپر کی منہ لیں میں بیٹھے چائے پی رہے ہیں ایسے لوگوں کو پھر رونے والا بھی کوئی نہیں ہوتا۔

ایک صاحب نے ازراہ مزاح کہا، مولانا مجھ کو صاحب کو تو بہت لوگ دو رہے ہیں۔

مولانا نے مسکرا کر کہا، ان کے رونے والے ہٹے ہی لیکن



وہ اپنے پیٹ کو دور ہے۔

اس سے مجلس خوب محفوظ ہوئی

ایک صاحب نے کہا: مورخہ مصطفیٰ کی اصلاح کے بارے میں بعض لوگ طعن و اعتراضات کرتے ہیں۔

مولانا نے فرمایا: اے! ان اصطلاحوں کے ٹکڑے میں نہ پڑیں آپ کا سے غرض رکھیں۔

ایک صاحب نے کہا: لیکن مولانا اسلامی نظامِ حنفی قوانین کے اسلامی پھولنے سے تو نہیں آجائے گا۔

مولانا نے فرمایا: یہ اندازے اور محلی والا معاملہ ہے۔ تحصیل اٹلے سے پیدا ہوئی یا اٹلہ اچھل سے حکومت اسلامی ہو جائے تو ہر چیز درست ہو سکتی ہے، حکومت گمراہ ہو تو بڑی مشکلات پیدا ہوتی ہیں۔ اسی طرح حکومت درست نہیں ہو سکتی اگر رائے عام درست نہ ہو اگر حکومت کی زمانہ صالحین کے ہاتھ میں آجائے تو قوم ٹھیک ہو سکتی ہے لیکن جو کہ میں کہتا ہوں کہ اب انتخابات میں قوم کو یہ سمجھانے پر اچی پوری قوت منبر کو دیکھ کر وہ کدو کا میچ استعمال ہو، اگر دیانت دار اور نیک لوگ برسرِ اقتدار آئیں تو اسلامی نظام کی منزل قریب آجائے گی اب لوگوں سے کہیے کہ مارشل لا لڑنے کا قانون اسلامی بنانے کا فیصلہ کر دیتے ہیں، اب یہ آپ کا کام ہے کہ آپ آپسے لوگوں کے ہاتھ مبارک کا درمیان ہو اسلامی قانون کو صحیح طور پر نافذ کر سکتے ہوں۔

اگلی صف میں بیٹھے کسی صاحب نے کوئی بات کہی، تو اس کے جواب میں مولانا نے فرمایا: انشاء اللہ آپ لوگ کامیاب ہونگے، بیکل اسمبل میں آپ کے منبر میں ارکان تھے، لیکن وہ پوری حکومت پر بھاری تھے۔ آپ عزت سے کام میں لگے رہیے انشاء اللہ اس کا ثمرہ آپ کو مل کر رہے گا۔

ایک صاحب نے کہا کہ مولانا نے فرمایا: میری نگاہ میں اسلامی نظام کا پرچار دیکھ کر ناامید نہ ہوئے۔ اور مجھ سے جب پوچھا جاتا ہے، تو بتا دیتا ہوں۔

ایک صاحب نے کہا کہ جو سنا نہ جاسکا، اس پر مولانا فرمایا: اللہ کی راہ میں جو کوئی بھی میچ کا کرتے گا ہم اس کا ساتھ دینگے، خواہ کوئی دوسرا اس کا ساتھ دے یا نہ دے۔ اور اگر کوئی اسلام کے خلاف کام کرے تو ہم اس کی مخالفت کریں گے

ہے کوئی اس کی مخالفت کرے یا نہ کرے ہم نے سچ ہی کہا تھا اور اب بھی کہتے ہیں کہ اسلام کے نظام میں ہر شے بنا چارے سے زیادہ قابلِ فخر ہے۔ بہ نسبت اس کے کہ ہمیں غیر اسلامی نظام میں مداخلت ملے۔

گفتگو سیاسی موضوع سے ملتے جلتے ہوئی تحریک اسلامی کے خیر ممالک میں اثرات تک جا پہنچی۔ خلیل حامدی صاحب نے کہا: مولانا ایک عرب نے کہا کہ مولانا کی تحریروں سے جو تصویر میرے ذہن میں ابھرتی ہے، بعض اوقات میں اسے کافخ پر منتقل کر کے اس کو چومتا ہوں۔

مولانا نے مسکرا کر فرمایا: تحریک سے کھنے والے کا ایک نقشہ ذہن میں ضرور کھینچ جاتا ہے۔

پھر مولانا نے وقفے کے بعد فرمایا: بات یہ ہے کہ مولانا عبید اللہ سندھی رہائی کے بعد لاہور تشریف لائے تھے ان کی آمد کی اطلاع ملی تو میں نے سوچا کہ میں ان کے استقبال کے لیے جاؤں گا۔ وہ سندھ ایکریس سے تشریف لارہے تھے۔ ان سے میری پہلی ملاقات نہیں ہوئی تھی اور نہ انھوں نے مجھے دیکھا ہوا تھا اس لیے میں نے سوچا کہ لاہور کے اسٹیشن پر بھیج دوں گا، شاید ان کی تلاش میں دقت ہو اس لیے مناسب ہے کہ ان سے لاہور چھاؤنی کے اسٹیشن پر ملا جائے۔ جب گاڑی رکی تو میں نے گھوم پھر کر ادھر اُدھر دیکھا۔ اچانک وہ تھڑکلا سے ڈبے سے نکلے اور سب سے میری طرف آئے۔ انھوں نے آتے ہی میرا ہاتھ پکڑ کر کہا آپ سو ددی صاحب ہیں؟ میں نے ان سے پوچھا: آپ نے مجھے کیسے پہچانا؟ فرمانے لگے میں نے آپ کی تحریروں سے آپ کا ایسا ہی طبع پایا۔ اس لیے میں آپ کو فوراً ہی پہچان گیا۔

مولانا تھوڑی دیر تک کمرے میں لگے۔ ایسا صاحب فرات آدمی میں نے کم ہی دیکھا ہے۔

پھر فرمایا: میں نے ان کے نظریات پر بڑی کڑی گرفت کی تھی۔ وہ بڑی جلدی آدمی ہوجاتے تھے، لیکن مولانا سندھی میری ہر تحریر پر پڑھتے تھے، لیکن کبھی برا نہیں لیتے تھے۔ ان کے مزاج کے اشتعال کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ مولوی ظفر اقبال صاحب نے مجھ سے کہا کہ مجھے مولانا سندھی سے ملنے کا شوق ہے میں نے ان سے ان کی

## تین مجرب تعویذات

### خام تقطعات

مقطعات کی چاندی کی ایک انگلی۔ خیر و برکت مددگار ترقی و ترقی  
 ترقی کا دیا، ہر طرح کا حصول روزگار، ترقی طلب، استغناء و شوقِ خلافت  
 حق، مشق اور دیگر ضرورتوں کیلئے بہت مفید ثابت ہوتی ہے ہدیہ ۲۱/۶  
 لوری عزیزی ہر طرح کی بیماریوں، دردوں کے لئے مسخرت شاہ عبدالغفر  
 کے منقول یہ دعا جو اپنے کلام پر کندہ کی جاتی ہے۔ بہت فائدہ مند ہے ہدیہ ۱۷۰  
 عربی تختی بچوں کی ہر طرح کی حفاظت کیلئے چاندی کی تختی پر کندہ کی ہوئی دعا  
 استغاثہ ختم دراز سے بزرگوں کے محول میں ہے اور بے حد مفید ہے۔

ہدیہ ۲۱/۶

محصول بزمہ طلبہ علم حاصل ہوتا ہے  
 محصول دی بی ۶/۶ رجسٹر کے ذریعہ منگوانے کے لئے ہدیہ اور  
 محصول ڈاک پیشگی آنا ضروری ہے

کاشانہ رحمت، لال مسجد، دیوبند (یو پی)

## ماہنامہ مارک ویپ ہندی

غیر اسلامی برادری تک خدا کا آخری پیغام پہنچانے  
 والا خاص تحریر کی تبلیغی پروگرام۔ جیو۔ ٹی وی  
 تحقیقات اور سرچشما کی بنیادوں پر اپنے انکشافات علم  
 اور غیر مسلم دونوں حلقوں کو جو شکار ہے کرسناتن اہل ہندو مت  
 کی تعلیمات ٹیکہ ہی نہیں جس کی آخری شکل اسلام ہے ٹی وی تحقیقاتی  
 مواد زبان و استلال میں مخاطب کا پورا نفسیاتی پہلو۔ مباحثہ و  
 مناظرہ کے دعویٰ "در و دل"

پانچ سو روپے سالانہ سے پچاس روپے اور سو روپے  
 یا حسب توفیق سالانہ تعاون کر سکتے ہیں

ہندی ماہنامہ مارک ویپ

روشنی پبلشنگ ہاؤس کے بی روڈ۔ رامپور، یو پی

ملقات کروائی تو گفتگو میں مولوی صاحب نے کوئی ایسی بات  
 کہہ دی جو مولانا کے نظریات کے خلاف تھی۔ بس مولوی صاحب  
 کی زبان سے بات کا نکلنا تھا کہ مولانا سندھی آپ سے باہر ہو گئے  
 لیکن میرے ساتھ گفتگو میں ان کی آواز کبھی بلند نہیں ہوئی تھی۔

پھر مولانا نے توقف کے بعد فرمایا مولانا سندھی کے  
 فضل و کمال میں کوئی شبہ نہیں۔ ایسے وسیع النظر عالم اب کہاں!  
 ایک صاحب نے سوال کیا۔ مولانا آپ کی علامہ اقبال  
 سے ملاقات ہوئی تھی اس کی تفصیل کہیں موجود ہے؟  
 مولانا نے فرمایا۔ میں نے ان سے اپنی ملاقات کے  
 بارے میں کچھ ہے۔

سردار کے مولانا فضل محمود صاحب نے سوال کیا۔ مولانا  
 آپ نے اسلام آباد کالج پشاور میں جو تقریریں فرمائی تھیں وہ کس کی  
 دعوت پر کی تھیں؟ (اسلام اور جاہلیت، فردوسی رکنہ)  
 مولانا نے فرمایا۔ مجھے اب اچھی طرح یاد نہیں کہ تقریر کی  
 دعوت کالج یونین کی جانب سے تھی۔ یا پرنسپل مولانا ذوالحق صاحب  
 کی جانب سے؟

اس پر ارباب سعید صاحب نے کہا کہ آپ کی تقریر کے  
 بعد مجھے مولانا ذوالحق صاحب سے ملنے کا اتفاق ہوا تو وہ بار بار  
 فرما رہے تھے۔ اسے کہتے ہیں علم اور ایسا عالم ہوتا ہے!  
 مجلس کے ایک گھنٹہ پور ہا تھا، قیام جماعت چودہری رحمت الہی صاحب  
 نے فرمایا۔ مولانا! ہمیشہ اندیشہ ہے کہ اس طویل مجلس سے آپ  
 تھک جائیں گے۔ اس لیے ہم اجازت چاہتے ہیں۔  
 لیکن ایسا معلوم ہوتا تھا گویا مولانا کو اس مجلس سے رادیت  
 ہو رہی تھی۔ مولانا نے فرمایا۔ شام کی نماز میں تھوڑا ہی وقت ہے  
 یہاں سے اٹھ کر چلیجے چودھری صاحب نے عرض کیا۔ مولانا! شوخی  
 کی نشست نماز مغرب کے عین بعد شروع ہوتی ہے۔ اگر نماز پڑھ  
 کر یہاں سے گئے تو بہت تاخیر ہو جائے گی۔

اس پر مولانا نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور بار بار فرماتے  
 تھے یا اللہ جو تیرے دین کی مدد کرتے ہیں تو ان کی مدد فرما۔  
 دعا کے بعد ایک ایک دکن شورخی نے ان ہاتھوں سے  
 مصافحہ کیا جن کی حرکت منہ اللہ کے دین کے لیے ہوتی ہے۔

کبھی نہ بچنے والی آگ سے بچو اپنے اہل عیال کو بچاؤ  
قرآن کریم کہے ہلا دینے والی لٹکار  
اور سانویہ صبر سے کہ امام نووی علیہ السلام نے فرمایا

## مجلد ششم ریاض النصاب الحنفیہ مجرم اردو

شارح مسلم امام وقت علامہ نووی کی بے نظیر تالیف، ترمیم و ترتیب اور اصلاح تربیت سے متعلق چار سو سے زائد آیات قرآنی اور دو ہزار کے قریب احادیث نبویؐ کا مجموعہ، الحاد و فساد کے اس دور میں پریشان دلوں کو امن و سکون اور تسک و فحور سے آلودہ زندگیوں کو تقویٰ و طہارت بخشنے والی اکیر صفت کتاب۔ کسی دل گداز واعظ کے پُر تاثیر و عظم کی طرح دلنشیں۔ مقدس و متبرک الفاظ احادیث، خلوص و لہجیت میں ڈوبی ہوئی تشریح، دل و دماغ کو خوف خدا اور محبت رسول سے بریز کر دینے والا انداز بیان احکام و دہریت کے اس بے پناہ سیلاب سے بچنے کے لئے آج ہی اس کا مطالعہ فرمائیں، دو جلدوں پر مشتمل۔  
سائز ۲۰x۲۰ مجلد ریغزین جلد اول صفحات ۵۴۰  
ہر جلد تین سو روپے جلد دوم صفحات ۵۰۰ تین سو روپے  
مجموع ڈاک بذمہ ادارہ دونوں جلدیں ایک ساتھ منگائیے  
حضرات کو ۶۰ روپے کے بجائے ۵۰ روپے کا دی، پی  
ارسال ہوگا۔ اس مبارک مجموعہ حدیث کی اشاعت میں تعاون  
ہم عوام خواب کا مصداق ہوگا۔ کارڈ لکھ کر طلب فرمائیے۔

ادارہ دین قرآن کا ایاد حیدر مسلمانوں کی تاریخ و گرام  
علامہ جلال الدین یحییٰ المونیؒ کی نہایت مؤثر تالیف

## تاریخ الخلفاء (اردو)

۱۲ ربیع الاول ۱۳۰۰ ھ یوم وفات رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم  
سے ۱۳۰۰ ھ تک۔ تقریباً نو سو سالہ مختصر مگر جامع اور مستند تاریخ  
خلفائے راشدین (مدینہ منورہ، مکه، خلیفہ بنو امیہ و دمشق)

خلفائے بنو امیہ (اسپین، خلیفہ بنو عباس و بغدادی خلیفہ بنو عباس (قاہرہ) خلفائے عبیدی (افریقہ) قاضی خلیفہ مصر کی مکمل تاریخ اس اہم اور نادر کتاب میں موجود ہے۔ تاریخ اسلام کے شاندار دور کی پوری تاریخ اور اسی دور کے تمام حوادث و واقعات اور تمدنی حالات کا مجموعہ جس کے مطالعہ سے گھروں میں اسلامی جذبات، نوجوانوں میں اعمال صالحہ اور بچوں میں خاندانی طاق کی اہمیت پیدا ہوگی۔ تاریخ خلفاء... صفحات پر مشتمل ہے جس کو ادارہ چار حصوں میں شائع کر رہا ہے۔ ہر دو گرام۔ عظیم تاریخ چار حصوں پر مشتمل ہوگی ہر فی حصہ ۱۰۰ روپے۔ میران کے لئے بذمہ ادارہ ممبر بننے کے لئے ایک کارڈ لکھ دیجئے یا پھر ہر تیس ماہ دس روپے کی دی، پی ارسال ہوگی جس کا وصول کرنا آپ کا اخلاقی فرض ہوگا ایک ایک عظیم اور مکمل اسلامی تاریخ کی اشاعت۔ ادارہ کے ساتھ تعاون فرمائیے خود ممبر بنئے دوسروں کو ممبر بنائیے۔

فتح مکہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس شاندار و کائناتی جواہر پائے جو امت محمدیہ کیلئے ینارہ نور اور سرایہ سعادت ہیں  
چودہ سو برس کی مقدس تفسیر  
تفسیر حضرت ابن عباسؓ اردو

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چار ازاد صحابی حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کی بیحد بڑی تفسیر جس سے بعد کے مفسرین نے استفادہ کیلئے قرآن کریم کی وہ قبائلی تفسیر جو براہ راست ایک عظیم المرتبت صحابی نے منقول ہے، ایک ایسا شرف جو کسی دوسری تفسیر کو حاصل نہیں، اردو زبان میں یہ نادر تفسیر علامہ سیوطی کی مرتبہ شان و علو کیساتھ پیش کی جا رہی ہے، ترتیب متن قرآن شریف پر جو محکم الامت حضرت عثمانؓ کی صحابی رسول کی مقدس تفسیر آیات قرآنی کا دلنشیں شان نزول جامع اور انرا انجیز عنوانات۔ طریق اشاعت، بہرہ ایک پارہ شائع ہوئے ہیں۔ ہر فی پارہ چار روپے۔ محصول ڈاک بذمہ ادارہ ممبر بننے کے لئے ایک کارڈ لکھئے یا پھر دو ماہ چار روپے کی دی، پی سے ارسال ہوگی یا پھر پائے بجا جلد ہر ۲۰ روپے دس پارے بجا جلد ریغزین ۳۵۰  
محصول ڈاک بذمہ ادارہ ایک عظیم صحابی رسول کی مقدس تفسیر کی اشاعت میں ادارہ سے تعاون فرمائیے۔ خود ممبر بنئے دوسروں کو ممبر بنائیے  
(ادارہ دین قرآن کا ایاد حیدر مسلمانوں کی تاریخ و گرام)

# چند مفید اور قابل مطالعہ کتابیں

۳۰/۰	دوق ورق روش	۱/۵۰	شیر شاہ سوری	۶/۰	اسلام اور کفر کی حقیقت
۰/۱۵	فیوض یزدانی	۱/۵۰	نبی سلطان	۶/۵۰	بلغ البین
۳/۰	میسر القرآن اول	۱/۵۰	محمد ابن قاسم	۶/۰	نوح الغیب
۱/۰	کلید تفسیر القرآن اول	۱/۵۰	طارق ابن زیاد	۲/۵۰	فرک اور بڑے پور بڑے
۳/۰	سیکولر جمہوریت اور اسلام	۱/۵۰	دانا گنج بخش	۵/۵۰	روح تصوف
۱/۲۰	خدا کا انکار کیوں؟	۱/۵۰	حضرت موسیٰ علیہ السلام	۰/۸۰	آداب زیارت قبور
۱/۲۰	خدا ہے	۱/۵۰	حضرت عیسیٰ علیہ السلام	۱/۲۰	اسلامی خطوط نویسی
۱/۲۰	کیا خدا کی ضرورت نہیں؟	۱/۵۰	مہا تپا بھ	۰/۹۰	یہ زندگی
۱/۲۰	لمحیرین کے شبہات	۱/۲۰	جہانگیر	۰/۹۰	اپنی اصلاح آپ
۱/۲۰	خدا پرستی لمحیرین کی نظر میں	۱/۲۰	نور جہاں	۰/۸۰	تقلید کیا ہے؟
۱/۲۰	دعوت حق غیر مسلموں میں	۱/۲۰	زر تشنت	۰/۹۰	اسلامی نظام ہی کیوں؟
۰/۲۰	بچوں کیلئے اقبال کی تحفیں	۲/۵۰	خالد ابن ولید	۲/۰	عورت کیا کچھ کر سکتی ہے؟
۳۰/۰	سیرت کامل کتاب	۱/۵۰	توضیح الہیان	۲/۰	قرآن و حدیث
۲۰/۰	تخرن معلومات	۲/۰	سکہ اور جنگ آزادی	۲/۵۰	تلاش راہ حق
۲۱/۰	اصلاح انقلاب	۴/۰	مولانا عبداللہ سندھی	۰/۶۵	کثرت آبادی کا علاج
۶/۵۰	ولی کامل	۷/۵۰	درس عیشہ	۸/۵۰	قافلہ رحمت جاں
۱۰/۰	حیات امام اعظم رحمہ	۲/۵۰	گلستہ محدث	۰/۳۵	کیا پردہ ملک کی ترقی میں رکاوٹ ہے؟
۹/۰	تذکرہ مولانا محمد یوسفؒ	۲/۰	مختصر احکام حج	۱۰/۵۰	مولانا مودودی سے ملنے
۳/۰	تفسیر رشیدی	۲/۰	راہ حق کے دو مسافر	۳/۰	مولانا مودودی ۸۰ علماء کی نظر میں
۳/۰	مخدوم صابر کلیدؒ	۵/۰	داعی اعظم	۱۲/۰	حدیث دفاع
۱۰/۰	اسلاف کے حیرت انگیز	۰/۴۵	چمکتی کلیاں	۶/۰	مکتوبات حضرت علی
۱۰/۰	کارنامے	۲/۰	شہسوار	۶/۰	تصوف کی حقیقت
۶/۰	قصص الانبیاء	۴/۰	اسلامی معاشرہ	۳/۰	سیرت ختم الرسلؐ
۲/۰	حضرت حسنؑ	۱۰/۵۰	خطبات خفیفہ	۳/۵۰	جہاد حق کے میدان جنگ
۲/۰	حضرت حسینؑ	۱۰/۵۰	خطبات غوث اعظم	۲/۰	جنت اور دوزخ
۶/۰	تعلیم ہدایت	۵/۰	حیات طیبہ	۱/۴۵	مومن کی زندگی قرآن کی روشنی میں
۲۵/۰	ترجمہ کافن ادب وایت	۴/۵۰	کتاب العتوم	۶/۰	مراۃ متقیم
۱۰/۰	فریب تمدن	۱۵/۰	اسلامی فقہ مکمل	۵/۰	صدائے جمہور

کمی: مجھے دلی آگ ہے پھر اپنے اہل عیال کو چھوڑ  
قرآن کی کیا کہہ دلا دینے والی لکھار  
اور ساتویں حصہ کے تمام نو دفعہ دلی زچکا

## مجموعہ بحث ریاض الصفا الحیدر ہجرت اردو

شارح مسلم امام وقت علامہ نووی کی بے نظیر تالیف، ترعیب و ترتیب اور اصلاح تربیت سے متعلق چار سو سے زائد آیات قرآنی اور دہ ہزار کے قریب احادیث نبویؐ کا مجموعہ، الحاد و فساد کے اس دور میں پریشان دلوں کو امن و سکون اور فسق و فجور سے آلودہ زندگیوں کو تقویٰ و طہارت بخشنے والی کثیر صفت کتاب۔ کسی دل گداز واعظ کے پُر تاثیر و غظ کی طرح دلنشیں۔ مقدس و متبرک الفاظ احادیث، خلوص و لہجیت میں ڈوبی ہوئی تشریح، دل و دماغ کو خوف خدا اور محبت رسولؐ سے لرز کر دینے والا انداز بیان اس کا دہریت کے اس بے پناہ سیلاب سے بچنے کے لئے آج ہی اس کا مطالعہ فرمائیں، دو جلدوں پر مشتمل -  
سائز ۲۰x۲۰ جلد دومین جلد اول صفحات ۵۴۰  
ہدیہ تین گروپے جلد دوم صفحات ۵۰۰ تین گروپے  
محصول ڈاک بذمہ ادارہ دونوں جلدیں ایک ساتھ منگوائے  
حضرات کو ۶۰ روپے کے بجائے ۵۰ روپے کا دی، پی  
ارسال ہوگا۔ اس مبارک مجموعہ حدیث کی اشاعت میں تعاون  
ہم خیرا ہم ثواب کا مصداق ہوگا۔ کارڈ لکھ کر طلب فرمائیے۔

ادارہ درس قرآن کا ایڈیٹر محمد علی تاج پور و گرام  
علامہ جلال الدین یوٹی المونیؒ کی نہایت مؤثر تالیف

## تاریخ الخلفاء (اردو)

۱۲ ربیع الاول ۱۴۰۰ ھ یوم وفات رسول کریم ﷺ  
سے ۱۰۰ ھ تک۔ تقریباً نو سو سالہ ختمِ مگر جامع اور مستند تاریخ  
خلفائے راشدین (مدینہ منورہ، مکه، خلیفہ بنو امیہ، دمشق)

خلیفہ بنو امیہ (اسپین، خلیفہ بنو عباس (بغداد، خلیفہ بنو عباس (قاہرہ، خلیفہ عبیدی (افریقہ)، فاطمی خلیفہ مصر کی مکمل تاریخ اس اہم اور نادر کتاب میں موجود ہے۔ تاریخ اسلام کے شاندار دور کی پوری تاریخ اور اسی دور کے تمام حوادث و واقعات اور تمدنی حالات کا مجموعہ جس کے مطالعہ سے گھروں میں اسلامی جذبات، نوجوانوں میں اعمالِ صالحہ اور بچوں میں خاندانِ طاری کی اہمیت پیدا ہوگی۔ تاریخ خلفاء... صفحات پر مشتمل ہے جس کو ادارہ چار حصوں میں شائع کر رہا ہے۔ پھر گروہم۔ عظیم تاریخ چار حصوں پر مشتمل ہوگی ہر فی حصہ ڈسک ہے۔ میزان کے لئے بذمہ ادارہ ممبر بننے کے لئے ایک کارڈ لکھ دیجئے یا پھر ہر تیس ماہ ڈسک ہپے کی دی، پی ارسال ہوگی جس کا وصول کرنا آپ کا اخلاقی فرض ہوگا ایک ایک عظیم اور مکمل اسلامی تاریخ کی اشاعت۔ ادارہ کے ساتھ تعاون فرمائیے خود ممبر بننے دوسروں کو ممبر بنائیے۔

قیوم کی عطا اللہ تالیف کے اس شاندار و فاضلانی جواہر ہے  
جو امت محمدیہ کیلئے یقیناً نور اور سرمایہ سعادت ہیں  
چوہ سو برس کی مقدس تفسیر  
تفسیر حضرت ابن عباسؓ اردو

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چار اربعائی حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کی یہ بڑی تفسیر جس سے بعد کے مفسرین نے استفادہ کیا ہے، قرآن کریم کی وہ بنیادی تفسیر جو براہ راست ایک عظیم المرتبت صحابی سے منقول ہے، ایک یا شریف جو کسی دوسری تفسیر کو حاصل نہیں، اردو زبان میں یہ نادر تفسیر مدینہ کی مرتبہ شانِ نعل کیا تھ پیش کی جا رہی ہے، ترتیب متن قرآن شریف ترجمہ حمیلامت حضرت عثمانؓ صحابی رسول کی مقدس تفسیر، آیات قرآنی کا دلنشیں شانِ نزول جامع اور انفرادی عنوانات۔ طریق اشاعت: ہر ماہ ایک یا دو شائع ہوتا ہے۔ ہدیہ فی پارہ چار روپے۔ محصول ڈاک بذمہ ادارہ ممبر بننے کے لئے ایک کارڈ لکھئے آنچو ہر دو ماہ چار روپے کی دی، پی سے ارسال ہوگی یا پھر پانچ پانچ جلد ہدیہ ۲۰ روپے دس پارے بچا جلد دومین جلد ۳۰ روپے محصول ڈاک بذمہ ادارہ ایک عظیم صحابی رسول کی مقدس تفسیر کی اشاعت میں ادارہ سے تعاون فرمائیے خود ممبر بننے دوسروں کو ممبر بنائیے

(ادارہ درس قرآن مدینہ منورہ)

# چند مفید اور قابل مطالعہ کتابیں

۳۰/-	دقیق درجہ روش	۱/۵۰	پیر شاہ سودی	۶/-	اسلام اور کفر کی حقیقت
۰/۵	فیوض یزدانی	۱/۵۰	نیل سلطان	۶/۵۰	بلوغ البین
۳/-	میسر القرآن اول	۱/۵۰	محمد امین قاسم	۶/-	فتوح الغیب
۷/-	کلید تفسیر القرآن اول	۱/۵۰	طارق ابن زیاد	۲/۵۰	فکر اور بت کے چور و پازے
۳/-	سیکولر جمہوریت اور اسلام	۱/۵۰	دانا گنج بخش	۵/۵۰	روح تصوف
۱/۲۰	خدا کا انکار کیوں؟	۱/۵۰	حضرت موسیٰ علیہ السلام	۰/۸۰	آداب زیارت نبور
۱/۲۰	خدا ہے	۱/۵۰	حضرت عیسیٰ علیہ السلام	۱/۲۰	اسلامی خطوط نویسی
۱/۲۰	کیا خدا کی ضرورت نہیں؟	۱/۵۰	مہا تپا بھ	۶/۴۰	بیمہ زندگی
۱/۲۰	مفسرین کے شبہات	۱/۲۰	جہانگیر	۶/۴۰	اپنی اصلاح آپ
۱/۲۰	خدا پرستی لمحدین کی نظر میں	۱/۲۰	نور جہاں	۶/۸۰	تقلید کیا ہے؟
۱/۲۰	دعوت حق غیر مسلموں میں	۱/۲۰	زر ترشت	۶/۴۰	اسلامی نظام ہی کیوں؟
۰/۳۰	بچوں کیلئے اقبال کی تخلیق	۲/۵۰	خالد ابن ولید	۲/-	عورت کیا کچھ کر سکتی ہے؟
۲۰/-	سیرت رسول کتاب	۱/۵۰	توضیح الہیان	۲/-	قرآن و حدیث
۲۰/-	تخرن معلومات	۲/-	سکہ اور جنگ آزادی	۲/۵۰	تلاش راہ حق
۳/۰	اصلاح انقلاب	۶/-	مولانا عبداللہ سندھی	۰/۶۵	کثرت آبادی کا علاج
۶/۵۰	دلی کامل	۷/۵۰	درس حدیث	۸/۵۰	قائدِ سخت جاس
۱۰/-	حیات امام اعظم	۲/۵۰	گلستانہ حدیث	۰/۳۵	کیا پردہ ملک کی ترقی میں رکاوٹ ہے؟
۹/۰	تذکرہ مولانا محمد یوسف	۲/۰	محقق احکام حج	۱۰/۵۰	مولانا مودودی سے ملنے
۳/-	تفسیر رشیدی	۲/۰	راہ حق کے دو مسافر	۲/-	مولانا مودودی ۸۰ علماء کی نظریں
۳/-	مخدوم صابر کلیدری	۵/۰	واعی اعظم	۱۲/-	حدیث دفاع
۱۰/-	اسلاف کے حیرت انگیز	۰/۷۵	چنگی کلیاں	۶/۰	مکتوبات حضرت علی
۱۰/-	کارنامے	۲/-	شہسوار	۶/-	تصوف کی حقیقت
۶/۰	قصص الانبیاء	۶/-	اسلامی معاشرہ	۳/-	سیرت ختم الرسل
۲۰/-	حضرت حسن	۱۰/۵۰	خطبات خفیفہ	۳/۵۰	مہدی موعی کے میدان جنگ
۳/-	حضرت حسین	۱۰/۵۰	خطبات غوث اعظم	۲/-	جنت اور دوزخ
۶/-	تعلیم ہدایت	۵/-	حیات طیبہ	۱/۷۵	مومن کی زندگی قرآن کی روشنی میں
۲۵/۸	ترجمہ کافان ادب و ادب	۶/۵۰	کتاب العتوم	۶/-	صراطِ مستقیم
۱۰/-	فریب تمذین	۱۵/۰	اسلامی فقہ مکمل	۱/۵۰	صدائے جمہور



۱/۵۰	حضرت عرفان رومی رحمہ	۲/۵۰	یادگار غالب	۲۵/۰	صحیفہ ابرار
۱/۵۵	حضرت عثمان رحمہ	۴/۵۰	داستان زبان اردو	۳۶/۰	مومن اور مطالعہ مومن
۲/۵۵	حضرت علی رحمہ	۲/۵۰	آپ تقریر کیسے کریں؟	۱۰/۰	تایخ محمدی
۲/۵۰	مقدمہ شعرو شاعری	۲/۰	التوحید	۸/۵۰	صحائف حضرت
۲/۵۰	رحمت عالم	۹/۵۰	وسید کی حقیقت	۳/۵۰	رمضان کیا ہے؟
۴/۰	کیا مقتدی پر فاتحہ واجب ہے؟	۵/۰	سیرت خلفاء راشدین	۱۰/۰	بدعت کی باتیں
۲/۵۰	ڈاڑھی اور انبیاء کی سنتیں	۱۲/۰	تجربہ بخاری شریف	۵/۰	طب روحانی
۱/۵۰	مہاجرات فقہ	۲۵/۰	ترمذی شریف اردو	۸/۰	شرعیات اور تصوف اول
۱۵/۰	العون اکبر	۳۲/۰	مشکوٰۃ شریف اردو	۵/۰	شرعیات اور تصوف دوم
۲/۲۵	حیات امام ابو داؤد	۱۸/۰	مسلم شریف	۲/۰	ذکر الہی
۲/۵۰	میلاد اکبر	۱۰/۰	موطا امام مالک اردو	۲/۰	ذکر انبی
۱۰/۰	نقش سلیمانی	۸/۰	استحباب صحاح ستہ اردو	۱۰/۰	صراط مستقیم
۴۴/۰	اکبر ہدایت	۲/۵۰	شیطان کی سوانح عمری	۱۰/۰	مقبول نماز ترمیم جلد ریگزین
۲۰/۰	تائید اخلاق	۲/۵۰	جنات کے پراسرار حالات	۶/۸۰	قسمہ کا عالم
۱۰/۰	کنز الحکیم	۲/۵۰	آسمانی سفر نامہ	۱/۰	کیا تبلیغ تعلیم سے بھی
۱۲/۰	میزان الطب	۲/۵۰	غیبی آواز	۱۵/۰	زیادہ ضروری ہے؟
۳/۲۵	اعجاز رقم	۲/۵۰	خواجہ غریب نواز	۱۵/۰	حیات جاوید
۱۱/۰	حریر سلیمانی	۲/۰	روح تصوف	۱۵/۹۵	توحید و معرفت
۱۰/۰	بیاض یعقوبی	۱۰/۰	نقاۃ اللغات	۹/۰	اللہ نگ زیب اور شیکری
۲/۵۰	تعلیم الاسلام اردو	۹/۰	فتاویٰ آستانہ مکمل	۲۰/۰	دیوان حالی مع شرح
۲/۵۰	تعلیم الاسلام ہندی	۲/۵۰	واقعات العاصمین	۶/۰	یاد اقبال
۱۰/۰	شاہ نامہ سلیم مکمل	۱۵/۵۰	تایخ اسلام	۴/۵۰	اقبال اور تصوف
۹۴/۵۰	مکتوبات امام ربانی	۳/۰	بہادر شاہ کی کنیز	۱/۵۰	مقامات اقبال
۲/۰	مشرقی پردہ	۳/۰	داراشکوہ کی رقاصہ	۱۰/۰	عرفان اقبال
۵/۴۵	اسلام کا اخلاقی نظام	۳/۰	فرعون کا معاشرہ	۱۲/۵۰	ذکر اقبال
۱/۰	اعتقباتی الاسلام	۳/۰	اسپین کا مرد مجاہد	۹/۰	دلی سے اقبال تک
۴/۰	اجتہاد اور تقلید	۴/۵۰	صحبت بابا اولیاء	۱۰/۰	پہچان اقبال
۳/۲۵	شان رسالت	۴/۰	مکتوبات خواجہ معصوم	۶/۰	ترقی پسند ادیب
۶/۵۰	خاتم النبیین	۱/۵۰	طریق القلندر	۱۲/۵۰	سر سید احمد خاں اور
		۱/۲۵	ملہارت		ان کے نامور رفقاء
		۰/۴۵	حضرت ابوبکر صدیق	۶/۰	اردو کی تین مثنویاں

فائنل سہیل

## نظریہ ارتقا کا مقام

کے بعد بنا۔ یہ ارتقا رجحانِ انتخاب *Naturae Selection* کے ذریعہ عمل میں آیا۔ جو چیزیں اور اعضاء ضروری اور قابل استعمال تھے، وہ باقی رہے، اور جو بے کار تھے فنا ہوتے چلے گئے اس کے علاوہ ارتقا میں خارجی اثرات کا بھی بہت ہاتھ رہا، اب تک کسی ارتقائی نے یہ بتانے کی کوشش نہیں کی ہے کہ حیات کی وہ سب سے آسان نوع جسے باقی ساری انواع کا مبداء کہا جاتا ہے۔ کہاں سے آئی؟ یہاں علمِ لوالو *Genetics* کا یہ اصول بھی ذہن نشین کر لیجئے کہ کوئی بھی چیز جس میں کسی بھی شکل میں حیات نہ ہو کسی بھی ایسی چیز کو جس میں حیات ہو جسم نہیں دے سکتا۔ اسی کے منہ عالم کے ارتقا کا نظریہ بھی پیش کیا گیا جس کا لب لباب یہ ہے کہ شروع میں، مادیم *Nebula* تھا۔ مادیم گیسوں کی شکل میں پکڑے ہوئے بہت بڑے مادے کی مفروضہ شکل کا نام ہے مادیم سے ٹوٹ کر بہت سارے نفاکشی اور ستارے بنے۔ پھر سورج کے پھٹنے سے ستارے بنے اور بہت سے سیاروں کے ٹکڑے الگ ہونے سے چاند بنے۔

اب آئیے دیکھیں کہ اس نظریہ کے بانی چارلس ڈارون نے اس کے متعلق کیا لکھا ہے۔ یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ چارلس ڈارون اس نظریہ کا باقی نہ تھا۔ ارتقا کا نظریہ ڈارون سے بہت پہلے سے سائنس دانوں کے ذہن میں تھا اور بہت سے لوگ اس پر کام کر رہے تھے۔ مثلاً لارک، نور چارلس کا دادا۔

نظریہ ارتقا پر تجلی میں اتنا کچھ لکھا جا چکا ہے کہ اب مزید بحث کی گنجائش نہیں مگر میں آج بھی دیکھتا ہوں کہ کچھ تعلیم یافتہ حضرات بالخصوص وہ جو مغربی تہذیب سے اس حد تک متاثر ہیں کہ وہ سب کے کسی نظریہ کے بارے میں یہ تحقیق کیے بغیر کہ وہ کس پایہ کا ہے اس پر ایمان لے لے رہے ہیں آج بھی نظریہ ارتقا کو علمی مقامات میں سمجھتے ہیں۔ اس مضمون میں میں منسلک ہی دکھانے کی کوشش کروں گا کہ خود ارتقائی علم کی جدید تحقیقات کی روشنی میں ارتقا کے اندازوں کے مطابق یہ کس پایہ کا نظریہ ہے اور کیا اس کا وہ مقام ہے۔ کیا یہ ثبوت کی کوئی سیر بھی پڑھ کر اس منزل تک پہنچا ہے جہاں ہر صدق دل انسان کو اپنے نظریات اور ایمان پر نظر ثانی کرنے کی ضرورت محسوس ہو

سب سے پہلے تو یہ سمجھ لیجئے کہ۔ نظریہ ارتقا ہے کیا؟ فقیر الفاظ میں اس نظریہ کے مطابق زمین پر ابتداء میں زندگی کی۔ سب سے آسان شکل موجود ہوئی جس کو بعد کے سائنس دانوں نے پروٹوپلازم کہا۔ پروٹوپلازم اس بنیادی مادہ کو کہا جاتا ہے جس میں زندگی کسی نہ کسی شکل میں موجود ہوتی ہے۔ حیات کی ایسی آسان نوع سے بتدریج ترقی کرتے کرتے اور مرکب ہو کر تیار ہوئی۔ حتیٰ کہ آج کی چیزیں ہمارے ہمسرہ دیکھتے ہیں جن میں کسی بھی شکل میں حیات ہے وہ انسان حیوان اور نباتات کے وہ سب اس آسان نوع سے ارتقا کے بعد ظہور میں آئے۔ خصوصاً انسان ہند کی نوع سے ارتقا

ایکس ڈارون، لیو کرٹن اور الفریڈ رسل ولس وغیرہ — یہ سارے حضرات اور اقوام کا بنیادی نظریہ تو مانتے تھے کہ زندگی کی بنیادی اقسام نسبتاً آسان اقسام سے ترقی کر کے ظہور میں آئی ہیں۔ مگر ان تبدیلیوں کی تفصیل بتانے میں ان کے درمیان اختلاف تھا چارلس ڈارون کو نظریہ ارتقاء کا بانی منسب اس لیے کہا جاتا ہے کہ ارتقاء کے بنیادی عقیدہ کے ساتھ ان عظیم تبدیلیوں کی جو تفصیل اس نے بتائی وہ ہی آج کل سائنسدانوں میں مقبول ہے۔ ڈارون اپنی کتاب — *On the Origin of Species* کے آخر میں نتائج کے زیر عنوان لکھتا ہے۔

”میں اب تک ان حقائق اور نظریات کا خلاصہ بیان کر چکا ہوں نے مجھے یاد کرنا یا کہ انواع حیات ایک طویل زمانہ گزرنے کے ساتھ تبدیل ہوتی چلی گئیں۔“

یہ جملہ صاف ظاہر کر رہا ہے کہ یہ نظریہ خود ڈارون کی نگاہ میں ثبوت کی حدود میں داخل نہ ہوا تھا۔ آگے چل کر وہ لکھتا ہے۔

”یہ مشاہدہ ہی سے فرسٹ کیا جاسکتا ہے کہ ایک غلط نظریہ جبل انتخاب کے نظریہ کو اور مذکورہ بالا حقائق کے بہت سارے درجات کو اس قدر تسلی بخش طور پر سمجھا جاسکتا ہے۔ حال ہی میں یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ یہ بحث کا بہت غیر محفوظ طریقہ ہے مگر یہ وہی طریقہ ہے جسے روزانہ زندگی کے معروف واقعات کے متعلق رائے قائم کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے اور بڑے بڑے فلاسفہ بھی یہ رائے استعمال کر رہے ہیں۔ روشنی کا نظریہ یہ اور زمین کا اپنے دھڑے پر گردش کرنے کا یقین، زمانہ قدریب نامی بغیر کسی صریح شہادت کے بھی مانا جاتا تھا۔ یہ اعتراض بھی سنا نہیں ہے کہ سائنس اب تک زیارت کی اصل اور مدار پر کوئی روشنی نہیں ڈالنی کہ کشش ثقل کی اصل کو کون سمجھا سکتا ہے؟ اس نامعلوم کشش سے نکل کر کتنا کچھ کے اجتماع پر کوئی بھی اعتراض نہیں کرتا۔“

ہر ذی عقل انسان سمجھا سکتا ہے کہ مندرجہ بالا طریقہ سخت واقعی بہت غیر محفوظ ہے۔ زندگی کے روزمرہ کے واقعات و معاملات میں جو طریقہ بحث اختیار کیا جاتا ہے۔ وہ بہر حال اس قدر ایسے معاملوں میں اختیار نہیں کیا جانا چاہیے۔ ڈارون اس اعتراض سے یہ کہہ کر بچا جاتا ہے کہ بڑے بڑے فلاسفہ بھی یہ رائے اس طریقہ

بحث کا اختیار کیا ہے مگر کیا اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ یہ جواب غلط فہم ہے کہ کو صحیح ماننے کے بعد ہی قبول کیا جاسکتا ہے اور اس سے فلاسفہ کو قصور ملتا ہے کہ ڈارون کی پیش کی ہوئی تفصیلات کو غلط نہ کہا جائے۔ مگر خود بنیادی عقیدہ پر اعتراض کے لیے اس کی اہمیت نہیں ہے۔ علاوہ ازیں یہ کہنا کہ کچھ پہلے کے نظریات چونکہ بعد کو صحیح ثابت ہوئے اس لیے آج نہیں توکل یہ نظریہ بھی ثابت ہو جائے گا۔ عاقلوں کا طریقہ بھی شہ نہیں ہے۔ کیا سائنس کی تاریخ میں ایسے نظریات کی تعداد جو بعد کو غلط ثابت ہوئے ان سے زیادہ نہیں ہے جو بعد کو صحیح ثابت ہوئے؟ پھر زمین کی گردش کا نظریہ ایسا تھا جس کے عمل کو ہر انسان روزانہ اپنی آنکھ سے دیکھتا تھا۔ گو کہ اس کو پورے طور سے سمجھنے کے آلات بعد کو تیار ہوئے مگر نظریہ ارتقاء ایک ایسا نظریہ ہے جس کے عمل کو دیکھنے کے لیے انسان لاکھوں برس کا عمر چاہیے۔ لہذا اس نظریہ میں عملی نقطہ نظر سے غلطی کا احتمال زمین کی گردش کے نظریہ سے بہت زیادہ ہے۔ اس کے بعد کامل اور بھی غلط ہے۔ کشش ثقل کوئی ایسا نظریہ تھا اور نہ ہے جس میں وقت کی کوئی اہمیت ہو۔ یہ تو قانون قدرت کی کھوج تھی جو بہر حال چند سائنسی طریقوں سے تقریباً یقین کی حدود کو پہنچی کشش ثقل کا نظریہ اس سے بحث نہیں کرتا کہ یہ قانون فطرت کب قائم ہوا اور اس میں کیسے کیسے تبدیلیاں ہوئیں مگر نظریہ ارتقاء کی اصل ہی زمانہ کے ساتھ انواع حیات کی تبدیلی و ترقی ہے۔ اور جو اہمیت وقت اور اصل کی اس نظریہ میں ہے۔ اس کی عنصری بھی کشش ثقل میں نہیں ہے۔ وہی ہے کہ کشش ثقل کا نظریہ تو بغیر اصل معلوم کیے بھی سائنسی لحاظ سے منفسہ مکمل ہے مگر نظریہ ارتقاء بغیر اصل معلوم کیے مکمل نہیں ہو سکتا۔ مندرجہ بالا اقتباس کا پہلا ہی جملہ یہ بتا رہا ہے کہ ڈارون نے اپنے نظریہ کو مندرجہ اس بنا پر منوانا چاہتا ہے کہ یہ حلی انتخاب کے نظریہ کو تسلی بخش طور پر سمجھا دیتا ہے۔ اول تو حلی انتخاب کی بنیاد ہی ثابت شدہ نہیں۔ دوم یہ کہ اگر اسے صحیح فرض بھی کر لیا جائے تب بھی ڈارون کا نظریہ مندرجہ اسی وقت تک صحیح ہے جب تک کہ اس سے زیادہ تسلی بخش طریقہ پر سمجھانے والا کوئی اور نظریہ پیش نہیں کیا جائے کہ اس کا منسب ہے کہ ایک مفروضہ کو صحیح تسلیم کر لینے کے بعد مزید مزید تسلی بخش نظریات اس کے منسب حاصل ہوتے رہتے ہیں۔ گویا اس کے لیے کوئی حد نہیں ہے کہ اس کی



ذیل چند دجوات بیان کی ہیں۔  
 اول یہ کہ یہ کہنا کہ سائنس حیات کی اصل شعور کی ثابت  
 اور انسان کی دوسری خصوصیات بھی ارتقاء کی اہم منزلوں  
 پر زیادہ روشنی نہیں ڈال پائے گی۔ قبل از وقت ہے۔ دوم یہ کہ  
 دیس کے نظریات میں ایک ناخوشگوار رائے ہے کہ زندگی  
 کی ابتدائی طبیعی تخلیق ناقص تھی اور یہ کہ ارتقاء کی اہم منزلیں طے  
 کرنے کے لیے خصوصی امواد کی ضرورت پڑی۔ سوم یہ کہ دیس  
 کا نظریہ ایک کے بجائے دو عالم ماننے پر مجبور کرتا ہے اور آخر  
 میں یہ کہ اس نظریہ میں تسلسل ٹوٹ جاتا ہے۔ کیا ان دجوات سے  
 یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ یہ حضرات کسی خصوصی طاقت کا تصور قبول کرنے  
 کے لیے ہرگز تیار نہیں۔ زیادہ واضح الفاظ میں یوں کہیے کہ کیا یہ  
 سارے دائرہ میں کسی سائنسی ثبوت کے ایک نظریہ کو رد  
 کرنے کے لیے یہ ساری ذہنی تلا بازیوں اس ذہنیت کی طرف اشارہ  
 نہیں کرتیں جو پہلے سے طے کر چکی ہے کہ کوئی ایسا نظریہ قبول نہ کیا جائے  
 جو اس کے بل کر خدا کے وجود کو ضروری بنا دے۔

جس اصول کی بنا پر یہ حضرات دیس کا نظریہ رد کرتے ہیں  
 اسی اصول کی خلاف ورزی خود اپنا نظریہ منوانے کے لیے جا بجا  
 کرتے ہیں۔ مثلاً سائنسی تحقیقات کے مطابق (اور ان تحقیقات کا  
 ماننا پھر دین اور چٹاؤں میں دینے والے ڈھانچے اور آثار ہیں) دنیا  
 کا سب سے پہلا پرندہ آگ پر پیرس تھا اس کے ڈھانچے میں پرند  
 کے علاوہ منہ میں دانت اور پھکی کی طرح دم بھی پائی گئی تو کیا سائنس  
 کی رو سے اس سے زیادہ کچھ کہا جاسکتا ہے کہ اس قسم کا ایک پرندہ  
 دنیا میں کبھی تھا۔ حقیقت تو بس اتنی ہی ہوئی۔ اب اس سے یہ نتیجہ اخذ  
 کرنا کہ یہ پرندہ کسی رنگینے والے جانور سے ترقی کر کے بنا ہوگا کیا قبل  
 از وقت نہیں ہوگا کیا اپنے اس اصول کی رو سے یہ نظریہ بھی اس وقت  
 تک کے لیے رد کر دینے کے قابل نہیں ہے جب تک اس کا کوئی  
 پختہ ثبوت نہ مل جائے یا کم از کم اس رنگینے والے جانور اور پرندے  
 کے بچہ کی تمام اگزائیوں نہ مل جائیں جو یقیناً بہت ہونگی اگر دیوسار  
 جیسے دیوہیکل جانور کے آثار چٹاؤں میں ملتے ہیں تو کیا اس سے  
 پران سے زیادہ ثابت ہوتا ہے تو دیوسار کبھی دنیا میں تھا  
 یا نہ تھا دیوسار اس لیے ختم ہوگا کہ اس کی ضرورت نہ رہی اور

اس سے ترقی کر کے انواع حیات نکل آئیں آخر کس ثبوت پر  
 مشتمل ہے؟ اور اگر میں یوں کہوں کہ خدا نے دیوسار بنایا اور  
 اپنی کسی مصلحت کی بنا پر ختم کر دیا تو آخر کوئی حقیقت، تحقیق  
 یا ثبوت سے میرا نظریہ رد کیا جاسکتا ہے۔ سوائے اس کے  
 کہ میرا نظریہ سائنسدانوں کے دل کو نہیں لگتا۔ یہ کہنا کہ  
 سائنس کی رو سے خدا کو پہچاننے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے اس لیے  
 نہیں مانا جاسکتا تو کشش نقل اور حیات کے مبداء کو جاننے کا  
 بھی کوئی ذریعہ نہیں ہے اسے کیوں مانا جائے اگر صرف اس لیے  
 کہ کشش نقل ہے۔ اس لیے اس کی اصل ضرور ہوگی۔ اور  
 حیات ہے اس لیے مبداء ضرور ہوگا گو کہ ہم جان نہ پائیں۔ تو اگر  
 میں یہ کہوں کہ یہ عالم اور اس کی نوع بہ نوع اشیاء ہیں اور صحت  
 طرح کہ میرا ذہن ہے اس لیے ان سب کا صانع ضرور ہوگا  
 گو کہ ہم جان نہ پائیں اس لیے کہ ہر چیز کے لیے بنانے والا  
 ضرور ہونا چاہیے۔ جب تک کہ وجود ثابت نہ ہو جائے  
 اب بتائیے کہ میرا نظریہ دنیا کے کونسے سائنسی اصول (جسے  
 واقعی اصول کہا جاسکے) سے رد کیا جاسکتا ہے؟ حقیقت یہ ہے  
 کہ کسی سے بھی نہیں۔ میرا نظریہ وجود عالم اور اس کی تمام اشیاء  
 کے وجود کو زیادہ بہتر اور تسلی بخش طریقہ پر سمجھا جاتا ہے سائنس  
 داں ہر چیز کا ایک مبداء فرض کر لیتے ہیں۔ پھر لگے پڑتے ہیں  
 میں بھی ساری کائنات کا ایک خالق اپنے رب کو مانتا ہوں۔  
 سائنس دانوں کا مفروضہ مبداء ان کے اپنے ذہن اور مفروضات  
 اور نظریات کے ایک طویل سلسلہ پر خود محض سے تشکیل پاتا ہے  
 میرا مبداء دنیا کے سب سے سچے انسانوں ان کے اعمال  
 ان کے محزرات اور ان کی خبر صادق اور خدا کی نشانیں پر مشتمل  
 ہے سائنس کا یہ اصول کہ جو چیز ہے اس کا بنانے والا ضرور  
 ہوگا۔ زیادہ ثابت شدہ ہے اور اس سے منہ ایک خالق  
 کائنات کو مشتقی کرنا کوئی سائنسی اصول نہیں۔ میرا مقصد اس  
 بحث سے یہ نہیں ہے کہ تحقیقات بند کر دی جائیں۔ نہیں۔  
 تحقیقات جاری رہیں اور زور و شور سے جاری رہیں مگر میرا  
 جتنا نالغہ ہو۔ جو حقائق سامنے آئیں انہی کو مانا جائے عقلی و کجی  
 کار یوں کے ذریعہ ان سے ایسے نتائج تخلیق نہ کیے جائیں جو کائن

پتروں کے بیج ایک پودا اگا دیے اور اس کے پاس پتھر کود کر دیکھنے کے اوزار نہ ہوں تو اس کا یہ نتیجہ اخذ کرنا کہ یہ پودا پتروں ہی میں سے نکلا ہے۔ کیا اس پایہ کے باضابطہ غور و فکر کا نتیجہ کہا جاسکتا ہے جو سائنس کی تعریف میں آتا ہے؟

آگے چل کر پروفیسر تھومسن نے انجیل ارتقاء میں لکھے ہیں کہ نظریہ ارتقاء کو تجربہ سے تو نہیں ثابت کیا جاسکتا، مگر یہ منطقی طور پر سدھی مفروضہ *Neobian Hypothesis* کے مد مقابل ہے، جو نظام شمسی کی پیدائش کا ایک مدب بتاتا ہے، میں نہیں سمجھ سکتا کہ ایک نظریہ کو ایک مفروضہ کے مد مقابل بنادینے سے کیا نتیجہ نکلتا ہے اور سائنس کے ذریعہ علم حاصل کرنے کا، یہ کونسا طریقہ ہے۔

### جدید تحقیقات :-

اب میں بہت مختصر الفاظ میں چندان جدید تحقیقات کا خلاصہ پیش کرتا ہوں جو نظریہ ارتقاء کے مصرع خلاف ہیں۔ ۱۹۳۸ء میں مس لائیکر کو جنوبی افریقہ کے جنوب مشرقی ساحل پر ایک عجیب پھلی ملی جس کا وزن ۱۲۷ گرام اور رنگ نیلا تھا۔ یہ پھلی ایک ماہر ماہیات پروفیسر اسمتھ کو بھیجی گئی۔ پروفیسر اسمتھ نے اس پھلی کو دیکھ کر کہا۔ ”میری حیرت شاید ہی اس سے زیادہ بڑی اگر میں ایک دیوسار کو سڑک پر گھومتے دیکھ لیتا“ پروفیسر موصوف کی حیرت کی دہریہ تھی کہ یہ پھلی سیلا کا تھ پھلوں کی نوع سے تھی جس کے بارے میں خیال کیا جاتا تھا کہ یہ نوع آج سے سات کروڑ سال پہلے ختم ہو گئی۔ تو غاسکر کے سائنسی تحقیقات کے ادارہ کے ڈائریکٹر جیکس ملٹ کے الفاظ میں ”کروڑوں سال کے اس طویل اس زمانہ میں سیلا کا تھ کی شکل اور ڈھانچہ وہی رہا ہے اور یہ ارتقاء کا ایک بہت بڑا نمونہ ہے“ یہ پھلی ان بے شمار انواع حیات میں سے ایک ہے جو کروڑوں برس سے انیسویں صدی کے وسطی ہی ہیں، اور ان میں کوئی ارتقاء نہ ہوا ان ضمن میں چندان انواع کا ذکر کر سکیجیے۔

ساکر وچ جو ایک نہایت حقیر کڑا ہے علم ارتقاء کے مطابق پچھلے ۳۵ کروڑ سال میں بالکل تبدیل نہیں ہوا ہے۔ عام کالی بڑی میسی

حقائق سے کوئی مصرع شہوت نہ ملتا ہوا درجن کا ماننا انسانوں کی زندگی کا مقصد ہی بدل دے۔

نظریہ ارتقاء کا مقام خود ارتقائی علماء کی نظر میں کیا ہے؟ پروفیسر تھومسن لکھتے ہیں۔

”موجودہ زمانہ میں اس امر کے متعلق کہ انواع حیات موجودہ شکلوں تک کیسے آئی ہوگی۔ سائنس میں ایک ہی تصویر پیش کرتی ہے اور وہ ارتقاء کی تصویر ہے۔ اس کے خلاف کوئی سائنسی نظریہ نہیں ہے۔ آجکل یہ صرف ایک نظریہ نہیں بلکہ چیزوں کو دیکھنے کا واحد طریقہ ہے۔ اور جہاں تک سائنس کا تعلق ہے۔ آجکل اس کے سوا کوئی اور چارہ کار نہیں ہے۔“

گویا یہ نظریہ صرف اس لیے مانا جائے کہ اس کے علاوہ اور کوئی سائنسی نظریہ نہیں ہے۔ سب سے پہلے سائنس کی تعریف سمجھ لی جائے۔ لغات میں سائنس کی اولین تعریف ان الفاظ میں ملتی ہے۔

”حقائق، مظاہر اور قوانین کا علم جو قطعی مشاہدہ، تجربہ اور باضابطہ غور و فکر سے حاصل ہو۔“

اس تعریف کے لحاظ سے سائنس ایک ایسا طریقہ تحصیل علم ہے جس پر یقین کرنے کی کافی وجوہات ہیں۔ مگر باضابطہ غور و فکر کو گھسیٹ کر یقین سے اس قدر دور لے جایا جائے کہ وہ شک و شبہ کی وادی میں کھو جائے اور حقائق اور مشاہدات کا باضابطہ غور و فکر کسی بھی ذہن کی تخلیق بن جائے اور اس کے باوجود بھی سائنس کی سچائی کے تصور کو اتنا ہی پختہ مانا جائے، طے بے ایمانی نہیں تو کیا ہے؟ سائنس کی اس تعریف کے لحاظ سے تو نظریہ ارتقاء بھی سائنسی نظریہ نہیں ہے اس لیے کہ سائنس کی اس تعریف میں باضابطہ غور و فکر کا ایک مطالب تو یہ ہے۔ کہ غور و فکر سے صرف اسی حد تک نتائج اخذ کیے جائیں۔ جہاں تک ضابطہ موجود ہو اور دوسرے یہ کہ خود فکر سے حاصل کیے ہوئے نتائج کو کہ تجربہ سے زچا نہیں سکتے ہوں مگر تھومسن قریب اس پایہ کے ہوں جیسے تجربہ اور مشاہدہ سے حاصل ہوتے ہیں اگر باضابطہ غور و فکر کی اس سے بھی کوئی اور سیر بھی مان لی جائے تو سائنس یقین کی حدود سے بہت دور چلی جاتی ہے نظریہ ارتقاء ضابطہ کی ان حدود کا پابند نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص



کچھ ہے۔ بالکل اسی شکل کی حالت کروڑوں سال پرانے آثار میں پائی  
گئی ہے۔ چلا، لہا اور لہر والا کبیر اور دیکھیں غلائی آن بھی بالکل دیا  
جیسا آج سے ہے، اگر کروڑوں برس قبل کے آثار میں ملتے ہیں۔  
سیب اور گھونگھے کے بالکل موجودہ شکلوں کے ڈھانچے اور آثار  
ان چٹانوں میں ملے ہیں جن کی عمر ۳۰ کروڑ سال خیال کی جاتی ہے سیب  
اور گھونگھوں کی اس قسم کے بارے میں خیال تھا کہ یہ ۲۸ کروڑ  
سال پہلے ہم پہنچا۔ مگر یہ آج بھی موجود ہے۔ اور بغیر ارتقاء کے  
نیوزی لینڈ کے چند جزائر میں پایا جانے والا ایک رینگنے والا جانور  
قارچی کھلے ۱۵ کروڑ سال سے ذرا نہیں بدلا ہے۔ ۱۹۱۰ء  
میں پارس دالکوٹ نے برکش کو لیبیا میں چند حسیہ انگریز تحقیقات  
کیں۔ یہاں چٹانوں کا ایک سلسلہ ہے جو پچاس کروڑ برس پرانا  
خیال کیا جاتا ہے۔ ان چٹانوں میں دبے ہوئے آثار اور ڈھانچوں کی  
مدد سے دالکوٹ نے دو انواع حیات کا پتہ لگایا جو آج بھی  
وہی ہیں۔ ارتقائی واقعی حسیہ زدہ ہیں کہ یہ سادی انواع  
پچھلے پچاس کروڑ سال میں کیوں ذرا بھی تبدیل نہ ہوئیں۔ یہاں یہ  
بات بھی قابل ذکر ہے کہ ارتقائی میٹر بھی پر دنیا کے سب سے  
پہلے سائنس لینے والے حیوان کچھو اور گھنکھوڑے کی قسم کے  
تھے، جو آج سے کروڑوں بلکہ اربوں سال پہلے پیدا ہوئے ارتقائی  
سائنس دانوں کے لیے آج کے کچھو اور گھنکھوڑے کی مشابہت  
واقعی حسیہ انگریز ہے۔

یہ تو تھا جانوروں کا تذکرہ۔ اب ذرا نباتات پر  
آئیے۔ پام کی قسم کا سائیکڈ نامی پودا آج بھی نقشہ یاد دہا رہا ہے  
جیسا آج سے ہیں کروڑوں برس قبل کے آثار میں ملتے ہیں۔ مشہور پیر  
گنگو جن کا پھل کھایا بھی جاتا ہے۔ اور جو بیج دلے پودوں کا دادا  
خیال کیا جاتا ہے۔ اپنے دس کروڑ برس پرانے آثار سے بالکل  
نہیں بدلا ہے۔ آخر کیا وجہ ہے کہ جس پیر کو ارتقائیوں نے  
کروڑوں سال ترقی کے لیے دیے اس نے ذرا بھی ترقی نہ کی۔

مذکورہ بالا جانور اور درخت ان بے شمار میں سے چند  
ہیں جو پچھلے کروڑوں برس سے بالکل نہیں بدلے ہیں۔ مزید مثالوں  
کے لیے چند نام اور درج کئے دیتا ہوں۔ سکویا، پورس ٹیل، سلوئی  
وغیرہ درخت۔ مگر کچھ جنو پھلی، خار پشت، صدیپ، کہ بہت سی

کھانسی، کچھ اور کھریاں وغیرہ اور سب سے کم عمر کا ایک  
قسم کا پودا ہے۔ اور نظریہ ارتقاء کے مطابق سادی حیات اسی  
قسم کے پودوں سے نکلی ہے۔ مگر حسیہ ہے کہ یہ کچھ حسیہ ہی موجود  
ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے مہانات و نباتات کے سادہ  
نظام نے ٹھان لی ہے کہ نظریہ ارتقاء کو غلط ثابت کر کے رہے گا۔

ان مخالف شہادتوں کے متعلق، ارتقاء کے مختلف  
خیالات ہیں۔ کچھ کہتے ہیں کہ "اس راز کا پانا بہت ہی مشکل ہے  
کہ کیوں ان انواع میں ارتقاء نہ ہوا، اصل یہ کہ ان سب میں  
کوئی مشترک خصوصیات نہیں ملتی۔ ایک اور ماہر کے الفاظ  
ہیں۔ "ہم ان مخصوص انواع کے لیے کوئی تفصیلی وجوہات نہیں  
بتا سکتے اور یہ ہماری بڑی بد قسمتی ہے۔"

اس پوری بحث کے بعد یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں ہے  
کہ نظریہ ارتقاء فقط ایک نظریہ ہے جو چند مفروضات اور  
تصورات کی بنیاد پر کھڑا ہے۔ دوم یہ کہ یہ ہرگز اس پایہ کا نظریہ  
بھی نہیں ہے کہ کسی انسان کو جو اس سے مختلف کوئی بھی نظریہ  
دکھتا ہو اپنے نظریہ پر نظر ثانی کرنا پڑے۔ خصوصاً مسلمانوں کو تو  
شرم آتی چلیے اگر وہ نظریہ ارتقاء کی وجہ سے اپنے ایمان  
پر نظر ثانی کریں حالانکہ میں اپنے نظریات کی حمایت میں بہت  
سے سائنسی اصول پیش کر سکتا ہوں۔ مگر اول تو چونکہ اس مضمون  
کا مقصد یہ نہیں ہے۔ دوم یہ کہ میرے نظریہ کے متعلق صرف  
انتہائی کہنا کافی ہے کہ یہ دنیا کا سب سے قدم نظریہ ہے  
اور ایسا نادر لوگ کسی بھی موجودہ اور قائم شدہ نظریہ کو اس  
وقت تک رد نہیں کرتے جب تک کہ اس کے خلاف کوئی  
ثبوت یا دلیل نہ مل جائے۔ اس لیے اس کی حمایت صرف  
اسی قدر کہوں گا کہ میرے ایمان کی سچائی کا ثبوت یہ ہے کہ  
اس کے خلاف آج تک نہ کوئی ثبوت ملا ہے اور نہ مل سکتا ہے  
یہ طریقہ ثبوت بالکل سائنس کے مطابق ہے اس لیے کہ سائنس میں

*no dynamis* کا پہلا اصول جس کے بل پر آنا سارے  
حوادث والے انجن چل رہے ہیں۔ صرف اسی طرح  
ثابت کیا جاتا ہے۔ کہ اس کے خلاف کوئی  
ثبوت نہیں ہے۔

رسول کا حکم

مخالفتِ خدا یوں۔

## امیر وہ جس کا دل امیر ہو

کندہ نذرے کی نظر میں چرخِ منش ہے آگہی کا  
نہ کون ہے جو اللہ کو قرض دے؟ ابھار قرض تاکہ اللہ  
اسے کئی گنا پڑھا کر دے پس دے اور اس کے لیے بہترین اجر سے نوازا  
فرما کہ مجید کی یہ آیت جب نازل ہوئی تو حضرت ابوالدرداء  
انصاریؓ نے عرض کیا۔

یا رسول اللہ! کیا اللہ تعالیٰ ہم سے قرض چاہتا ہے؟  
حضرت نے جواب دیا۔

ہاں۔ اے ابوالدرداء! انھوں نے کہا۔

آپؐ نے اپنا ہاتھ انکی طرف بڑھا دیا، انھوں نے آپؐ کا ہاتھ  
اپنے ہاتھ میں لے کر کہا۔

”میں نے اپنے رب کو اپنا باغ قرض دیدیا۔“

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ اسی بدغ میں محمد  
کے چہرہ سودرخت تھے اسی میں انکا طرہ تھا اور انکی بالہ بچہ تھے  
تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ بات کہہ کے عاصیہ سے  
گھر پہنچے اور بیوی کو بیکار کر دیا۔

وعداء کی ماں، گھر سے نکلی تو میں نے یہ بدغ اپنے رب

از انی معاشرے میں بے اطمینانی کی کیفیت تسبیہ پید ہوئی  
ہے جب افراد میں مال و دولت سے رغبت حد سے بڑھ جائے  
فیاضی، رشادہ دلی اور سخاوت۔ ایسے انفاق کے مطالب گہنا  
جائیں اور بخل و حرص اور تنگ دلی جیسی منفی قدریں نشوونما پانے  
لگیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو معاشرہ اپنی ذاتی  
ترتیبیت، و توجہ سے قائم فرمایا۔ اس کی ایک نمایاں خوبی بھی  
تھی کہ وہاں ہر فرد دوسرے کے دھکم و درہم کا سچا ساتھی اور  
ضرورت مند کے سوال کرنے سے پہلے نواز دینے کا  
عادی ہوتا تھا۔ اصحاب رسولؐ نے اس پہلو سے جو نادر  
مثالیں قائم کی ہیں، انھیں آج مشعلِ راہ بنانے کی امتد ضرورت  
ہے ہمارے معاشرہ میں ہر حربہ سے مذلت حاصل کر لیا  
جنون پھیلتا جا رہا ہے اور خشش و عھا کا پاکیزہ جذبہ مدھم پڑ گیا  
ہے اس حال میں کیا ہم مسلمانوں کا فرض نہیں کہ ہم اپنے مسلمانوں  
کی زندگیوں پر نگاہ ڈالیں یقیناً اس پریشان نظری کے لیے  
دائرہ میں سے مل سکتا ہے۔

بہاد عالم کو یوں جلا دی ہے جس سے بھٹی ہو گئی ہے

آج ہے۔ بالکل اسی شکل کی حالت کروڑوں سال پرانے آثار میں پائی گئی ہے۔ پتلا، لمبا اور پیر والا کبیرہ اور کین نکالی آج بھی بالکل ویسا ہی ہے جیسا آج سے ۷۰ کروڑ برس قبل کے آثار میں ملتا ہے۔ صلیب اور گھونگھے کے بالکل موجودہ شکلوں کے ڈھانچے اور آثار ان چٹانوں میں ملے ہیں جن کی عمر ۳۰ کروڑ سال خیال کی جاتی ہے صلیب اور گھونگھوں کی اس قسم کے بارے میں خیال تھا کہ یہ ۲۸ کروڑ سال پہلے ختم ہو چکی۔ مگر یہ آج بھی موجود ہے۔ اور بغیر ارتقاء کے نیوزی لینڈ کے چند جزائر میں پایا جانے والا ایک رنگین والا جانور ٹھاراپکھلے ۵۰ کروڑ سال سے ذرا نہیں بدلا ہے۔ ۱۹۱۰ء میں پارلس والکوٹ نے برکش کولیمیا میں چند حسیہ انگریز تحقیقات کیں۔ یہاں چٹانوں کا ایک سلسلہ ہے جو پچاس کروڑ برس پرانا خیال کیا جاتا ہے۔ ان چٹانوں میں دبے ہوئے آثار اور ڈھانچوں کی مدد سے والکوٹ نے دو موالات حیات کا پتہ لگایا جو آج بھی ویسی ہی ہیں۔ ارتقائی واقعی حسیہ زندہ ہیں کہ یہ ساری موالات پچھلے پچاس کروڑ سال میں کیوں ذرا بھی تبدیل نہ ہوئیں۔ یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ ارتقائی میٹھی پر دنیا کے سب سے پہلے سائنس نے دلے جو ان کچھ اور کھنکھورے کی قسم کے تھے، جو آج سے کروڑوں بلکہ اربوں سال پہلے پیدا ہوئے ارتقائی سائنس دانوں کے لیے آج کے کچھ اور کھنکھورے کی مشابہت واقعی حسیہ انگریز ہے۔

یہ تو تھا جانوروں کا تذکرہ۔ اب ذرا نباتات پر آئیے۔ پام کی قسم کا سائیکا ڈنای پودا آج بھی تقریباً ویسا ہی ہے جیسا آج سے بیس کروڑ برس قبل کے آثار میں ملتا ہے۔ مشہور پیڑ گلو جین کا چھل کھایا بھی جاتا ہے۔ اور جو بیج دلے پودوں کا دادا خیال کیا جاتا ہے۔ اپنے دس کروڑ برس پرانے آثار سے بالکل نہیں بدلا ہے۔ آخر کیا وجہ ہے کہ جس پیڑ کو ارتقائیوں نے کروڑوں سال ترقی کے لیے دیے اس نے ذرا بھی ترقی نہ کی۔

مذکورہ بالا جانور اور درخت ان بے شمار میں سے چند ہیں جو پچھلے کروڑوں برس سے بالکل نہیں بدلے ہیں۔ مزید مثالوں کے لیے چند نام اور درج کیے دیتا ہوں۔ سکیو یا۔ ہوس قبل مسیح کی وغیرہ درخت۔ مگر کچھ متوجہ چلی، خار پوش، صلیب، کبیرہ سی

نظم کا پودا ہے۔ اور نظریہ ارتقاء کے مطابق ساری حیات اسی قسم کے پودوں سے نکلی ہے۔ مگر حسیہ ہے کہ یہ آج بھی ویسی ہی وجود ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے حیوانات و نباتات کے سارے نظام نے ٹھان لی ہے کہ نظریہ ارتقاء کو غلط ثابت کر کے رہے گا۔

ان مخالف شہادتوں کے متعلق، ارتقائیوں کے مختلف خیالات ہیں۔ کچھ کہتے ہیں کہ ”اس راز کا پانا بہت ہی مشکل ہے کہ کیوں ان موالات میں ارتقاء نہ ہوا، اس لیے کہ ان سب میں کوئی مشترک خصوصیات نہیں ملتی۔ ایک اور ماہر کے الفاظ ہیں۔ ”ہم ان مخصوص موالات کے لیے کوئی تفصیلی وجوہات نہیں بنا سکتے اور یہ ہماری بڑی بد قسمتی ہے“

اس پوری بحث کے بعد یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں ہے کہ نظریہ ارتقاء فقط ایک نظریہ ہے جو چند مفروضات اور تھوڑی سی بنیاد پر کھڑا ہے۔ دوم یہ کہ یہ ہرگز اس پایہ کا نظریہ بھی نہیں ہے کہ کسی انسان کو جو اس سے مختلف کوئی بھی نظریہ دیکھتا ہو اپنے نظریہ پر نظر ثانی کرنا پڑے۔ خصوصاً مسلمانوں کو تو شرم آئی چاہیے اگر وہ نظریہ ارتقاء کی وجہ سے اپنے ایمان پر نظر ثانی کریں حالانکہ میں اپنے نظریات کی حمایت میں بہت سے سائنسی اصول پیش کرے کتابوں، کراؤں تو چونکہ اس مضمون کا مقصد یہ نہیں ہے۔ دوم یہ کہ میرے نظریہ کے متعلق صرف اتنا ہی کہنا کافی ہے کہ یہ دنیا کا سب سے قدیم نظریہ ہے اور ایسا نادر لوگ کسی بھی موجودہ اور قائم شدہ نظریہ کو اس وقت تک رد نہیں کرتے جب تک کہ اس کے خلاف کوئی ثبوت یا دلیل نہ مل جائے۔ اس لیے اس کی حمایت صرف اسی قدر کہوں گا کہ میرے ایمان کی سچائی کا ثبوت یہ ہے کہ اس کے خلاف آج تک نہ کوئی ثبوت ملے اور نہ مل سکتا ہے یہ طریق ثبوت بالکل سائنس کے مطابق ہے اس لیے کہ سائنس میں

no dynamism کا پہلا اصول جس کے بل پر آنا سارے حواوت والے انجمن چل رہے ہیں۔ صرف اسی طرح ثابت کیا جاتا ہے۔ کہ اس کے خلاف کوئی ثبوت نہیں۔

اسوے محکمہ

مخالہ ہما یوں۔

## امیر وہ جس کا دل امیر ہو

کدھنڈو کی نظر میں جہان غمش ہے آگہی کا  
- کون ہے جو اللہ کو قرض دے؟ اچھا قرض تاکہ اللہ  
اسے کئی لاکھ لاکھ روپے دے اور اس کے لیے بہترین اجر دے  
قرآن مجید کی یہ آیت جب نازل ہوئی تو حضرت بلالہ صرح  
الضائی نے عرض کیا  
یا رسول اللہ! کیا اللہ تعالیٰ ہم سے قرض چاہتا ہے؟  
حضرت نے جواب دیا۔  
ہاں۔ اے ابوالحداد! مٹھوں نے کہا۔  
آپ نے اپنا ہاتھ انکی طرف بڑھا دیا انھوں نے آپ کا ہاتھ  
اپنے ہاتھ میں لے کر کہا،  
"میں نے اپنے رب کو اپنا باغ قرض دیدیا۔"  
حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ اس بدخ میں محمد  
کے چھ سو درخت تھے اسی میں انکا گھر تھا اور ان کے بال بچے ہتے  
تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ بات کہہ کر انکی  
گھر پہنچے اور بیوی کو پکڑ کر کہا۔  
- وصال کی ماں، گھر سے نکلی، باؤ میں نے یہ بارخا چھوڑ

انسانی معاشرے میں بے اطمینانی کی کیفیت تب پیدا ہوتی  
ہے جب افراد میں مال و دولت سے رغبت حد سے بڑھ جائے  
فیاضی، کشادہ دلی اور سخاوت۔ ایسے الفاظ کے مطالب گہنا  
ہائیں اور بخل و حرص اور تنگ دلی جیسی منفی قدریں نشوونما پانے  
لگیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو معاشرہ اپنی ذاتی  
تربیت و توجہ سے قائم فرمایا۔ اس کی ایک نمایاں خوبی بھی  
تھی کہ وہاں ہر فرد دوسرے کے دکھ و درد کا سچا ساتھی اور  
ضرورت مند کے سوال کرنے سے پہلے نوازدینے کا  
عادی ہوتا تھا۔ اصحاب رسول نے اس پہلو سے جو نادر  
مثالیں قائم کی ہیں، انھیں آج مشعل راہ بنانے کی اشد ضرورت  
ہے ہمارے معاشرہ میں ہر حربے سے دولت حاصل کر لینا  
جنون پھیلتا جا رہا ہے اور تشش و عطا کا پائیدار جذبہ مدہم پر گھٹ گیا  
ہے اس حال میں کیا ہم مسلمانوں کا فرض نہیں کہ ہم اپنے اسلاف  
کی زندگیوں پر نگاہ ڈالیں یقیناً اس پریشان نظری کے لیے  
دار و در میں سے مل سکتا ہے۔  
بہاد عالم کو یوں ملادی ہے جس سے ہمتی ہٹا لیتی

اپنے پاس نہ رکھتے تھے حضرت عثمانؓ کے درمطانت میں سلمان بیچارہ بڑے تو  
حضرت سعید بن ابی وقاصؓ عیادت کیلئے گئے سلمان نے فاتح ایران کو دیکھا  
تو رونے لگے۔ سعد نے پوچھا ابو عبد اللہ کیوں روتے ہو اگر دنیا سے  
چلے گئے تو حضور اکرمؐ، ابو بکرؓ، عمرؓ اور دوسرے مسلمانوں سے عزت میں ملاقات ہوگی  
خود جب دنیا سے گئے تو تم سے خوش تھے؟ فرماتے گئے مدحت سے  
تو کوئی ڈرتا نہیں لیکن نبی اکرمؐ کو ہم کیا منہ دکھائیگے کہ دنیا کا مال و سباب  
چھوڑنے کو مدح کر رکھا ہے؟ سعد کہتے ہیں کہ جب میں انکے سارے ہلکا  
جائزہ لیا تو صف میں برتن تھے اور ایک بڑی جادو بھی جس سے بستر کا کام لیا  
کرتے تھے اور اس سامان کو بھی وہ سامنے کرتے تھے پکارا کرتے تھے

ایک شخص پر حضرت ابوالفضلؓ کا قرض آتا تھا وہ قلعہ کو آئے تو اس  
نے نوٹ دیا سے پہلے کیا کہ گھر پر نہیں ہیں انھوں نے آواز سن لی اور کہا گھر  
سے کھڑے ہیں نے تھوڑی آواز سن لی وہ گھر سے نکلا تو پوچھا کہ تم نے ایسا  
کیوں کیا اس نے کہا کہ تنگدستی نے مجبور کر دیا ہے؟ بولے! اللہ اللہ!  
عاقبت قرض صاف ہے۔ میں نے رسول اللہؐ سے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے  
کہ جس نے تنگدستی کی مہلت دی یا قرض صاف کر دیا وہ قیامت کے  
روز خدا کے زیر سایہ ہوگا۔

حضرت عمرؓ کے درمطانت میں فتوحات کا دائرہ بہت وسیع ہو گیا تھا  
ایران کے شاہی خزانے میں سے پہنچے گئے لیکن صحابہ کرامؓ اس آبِ حیات سے  
ایسا ہی لڑنے میں حصہ لیا رکھا حضرت سعدؓ بن عامرؓ کے گھر پر بھی لکھن جو کہ  
ملتا تھا سب من کر دیتے تھے اور خود غیر از زندگی بسر کرتے تھے ایک بار حضرت  
عمرؓ انھیں میں آئے اور ہم دیا کہ یہاں کے محتاجوں کے ہاتھ لکھ جائیں حضرت  
پیش ہوئی تو اس میں حضرت سعدؓ بن عامرؓ کا نام بھی تھا نا، دیکھ کر حضرت  
پوچھا کون سعد بن عامرؓ کو گولے لگایا؟ کہا اچھا گولے گولے، جہاد گولہ  
گولہ کو حجاجؓ جو سکتا ہے انکا خلیفہ کیا ہوتا ہے؟ لوگوں نے کہا۔ وہ سب بستر  
کر دیتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے اسی کیفیت سنی تو آبدیدہ ہو گئے انکے  
پس ہوا شرفیو کا توڑا صحابہ انھوں نے شرفیاں دیکھیں تو راتاً اللہ  
پڑھنے لگے۔ بیوی نے سنا تو کہا یہ کیا امیر المؤمنین کی شہادت ہوئی، کیا  
قیامت کی کوئی نشانی ظاہر ہوئی؟ بولے۔ اس سے بھی بڑھ کر واقعہ  
پیش آیا میرے پاس دنیا آئی، میرے پاس نقد آیا۔ بی بی نے کہا تو اس  
کو کھڑکڑا لیتے۔

انھوں نے صبح ہونے ہی سے ایک قوم میں تقسیم کر دی۔

کو قرض میں دیا ہے؟ وہ بولیں:

”تم نے کچھ کا سودا کیا و حدیث کے باب: اور اسی وقت اپنا  
سلمان اور اپنے بچے لیکر باغ سے نکلے گئیں۔

عہد رسالت میں حضرت مالک بن نویرؓ ایک دولت مند مہاجر  
تھے ایک دن رسول اللہؐ اس آیت کی تلاوت فرما رہے تھے۔  
”جو لوگ سونا چاندی جمع کرتے ہیں اور اس کو خدا کی راہ  
میں صرف نہیں کرتے انکو سخت عذاب کی بشارت دیدی۔“

اتفاق سے حضرت مالکؓ کا گندہ ہوا تو یہ آیت سن کر ان پر  
غشی طاری ہو گئی ہوش میں آئے تو خدا مدحت اقدس میں حاضر ہو کر  
عرض کی

”یا رسول اللہ! میرے مال باب آپ پر قرآن کیا ہے؟ آیت ان  
لوگوں کے لیے نازل ہوئی ہے جو سونا چاندی جمع کرتے ہیں؟ اسنادو چھا  
ہاں؟ بولے شام ہونے تک ملک کے پاس ایک درہم اور ایک دینار  
نہ ہوگا؟ چنانچہ آج تک انھوں نے اپنی دولت خیرات کر دی۔

حضرت عائشہؓ اور حضرت انسؓ سب سبیں دونوں بڑی  
نیاض اور کثاد۔ دل نہیں۔ البتہ دونوں کے طرز عمل میں اختلاف تھا حضرت  
عائشہؓ کا معمول تو یہ تھا کہ جمع کرتی تھیں۔ جب معتد بہر ماہ جمع ہو جاتا  
تو اسکو تقسیم کر دیتی تھیں۔ لیکن حضرت انسؓ کو کیسے کچھ نہ رکھ جھوڑتی  
تھیں جو کچھ ملتا دوڑا دوڑ مٹ کر دیا کرتی تھیں۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی نیاضی اور دیوانی کے واقعات سے  
اسلامی تاریخ کے صفحات قیامت تک جگمگانے رہیں ایک بار انکے  
پاس میں بزر درہم سے زیادہ آگئے انھوں نے اسی مجلس میں بیٹھے  
بیٹھے لوگوں میں تقسیم کر دیئے یہاں تک کہ جب کل رقم خرچ ہو چکی تو انہیں  
کو ان سے ہی قرض لیکر دیدیا۔ وہ اکثر روزے سے بہتے تھے لیکن  
جب کوئی چھان آجاتا تو وہ روزہ توڑ دیتے تھے کہ فیاضی کی وجہ  
سے کھانا کھانا انکو بہت پسند تھا انکے موثر خوان پر اس کثرت سے لگ  
جمع ہو جاتے تھے کہ بعض لوگوں کو کھانا کھانے کا اتفاق ہوتا تھا  
ایک بار انکی خواہش سے محل پر کئی گئی، سامنے آئی تو ایک سال گیا انھوں  
نے اٹھا کر اسے دیدی۔

حضرت سلمانؓ نالاشی دامن کے گورنر تھے اور پانچم ہزار درہم تنخواہ  
لیتے تھے جو غبار و مساکین میں تقسیم کر دیا کرتے تھے ایک پانی بھی

بے مثالِ قومِ آفرنی اُمّت

اس میں شک نہیں کہ قرآن کریم رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث، آپ کا اسوہ اور آپ کی  
شیئرا سب کچھ ہمارے سامنے ہے، جس طرح کہ  
س پہلی امت کے سامنے تھا، جو دوبارہ تاریخ میں  
لہو ر پذیر نہ ہو سکی۔ ہماری نگاہوں سے صرف نبی اکرم



قریبات صرف کتاب الہی پر مرکوز کر دیں، تو اس کی وجہ یہ نہ تھی کہ عالمی تہذیبوں اور ثقافتوں تک اس کی رسائی نہ تھی۔ بلکہ یہ ایک سوچی سمجھی اسکیم اور ایک طے شدہ منصوبے کے تحت تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس بات میں توراۃ کا ایک نسخہ دیکھ کر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا غضب ناک ہو جانا اور پھر یہ فرمانا:

وامنہ واللہ لو کان  
موسىٰ حيا بين اظهركم  
ماحل له الا ان  
يتسبعني۔  
اور بخدا اگر موسیٰ تمہارے  
درمیان زندہ ہوتے تو ان  
کے لئے بھی جائز نہ ہوتا سولے  
اس کے کہ وہ میری پیروی  
کریں۔

اس بات کی انتہائی روشن دلیل ہے۔  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے تھے کہ تشکیلات  
..... کے ابتدائی مرحلے میں جس سرچشمہ سے وہ امت  
سیراب ہو..... وہ صرف کتاب الہی ہو۔ تاکہ اس کے  
دلوں پر صرف اسی کا نقش ہو۔ اور اس کی اٹھان صرف  
اسی کے متعین کردہ خطوط پر ہو۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے  
جو دیکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ دوسرے  
سرچشمہ سے سیراب ہو رہے ہیں۔ تو آپ غصہ سے  
بے تاب ہو گئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے تھے کہ ایک ایسی  
امت تیار ہو جس کے دل و دماغ خالص ہوں، جس کا  
شکر و تشعور خالص ہو، جس کے تصورات و افکار خالص  
ہوں، جس پر قرآن کریم کے پیش کردہ خدائی اصولوں  
کے علاوہ اور کسی چیز کی چھاپ نہ ہو۔

چنانچہ وہ امت صرف اسی سرچشمہ سے سیراب  
ہوئی اور اسی کا نتیجہ ہے کہ تاریخ میں وہ ایک الفاری  
مشان کی مالک ہوئی..... پھر کیا ہوا؟ بہت سے چشمے  
آپس میں مل گئے! وہ چشمہ جس سے بعد کے آنے والی  
نسلیں سیراب ہوئیں، اس میں ایرانی روایات، قصور  
یہودی اسرائیلیات، عیسائی الہیات، اور کلاسیک

اس میں کچھ تعبیر ہو گیا ہو۔ ہمیں دیکھنا چاہیے کہ وہ  
کونسے اصول تھے جن پر اس امت کی تربیت ہوئی تھی؟  
ممکن ہے ان میں کچھ فکری آگیا ہو۔

وہ پہلا سرچشمہ جس سے وہ پہلی امت سیراب  
ہوئی تھی وہ قرآن تھا، صرف قرآن۔ کیونکہ رسول  
صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث اور آپ کا عملی اسوہ تو  
بدل اسی چشمہ سے بہتی ہوئی سنا خیں تھیں چنانچہ  
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اخلاق رسالت کے بارے میں  
دریافت کیا گیا تو بولیں:

کان خلقنا القرآن - آپ کا خلق قرآن تھا  
تنہا قرآن ہی ہر چشمہ تھا جس سے وہ لوگ  
سیراب ہوتے تھے۔ اور یہی وہ سانچہ تھا جس میں وہ  
اپنے آپ کو ڈھالتے تھے۔ اور ایسا اس لئے نہ تھا کہ  
اس وقت انسانیت تہذیب و ثقافت سے نا آشنا  
اور علوم و فنون سے بے بہرہ تھی۔ ایسا اس لئے نہ تھا  
کہ اس وقت یوں کے ذخیرے نہ تھے۔ تحقیقات کے  
انبار نہ تھے..... بخدا یہ سبب ہرگز نہ تھا۔ کیونکہ  
دہاں رومی تہذیب و ثقافت موجود تھی۔ اس کی دفع  
کتا ہیں اور قوانین موجود تھے جو آج کے یورپ کا سب سے  
بڑا اسہار ہیں۔ دہاں یونانی تہذیب کے بھی آثار پائے  
جاتے تھے۔ اس کے منطق و فلسفہ اور علوم و فنون کا  
دہاں بھی خلفہ تھا، جن سے آج تک فکر مغرب سیراب  
ہو رہا ہے۔ دہاں ایرانی تہذیب کا بھی چراغ تھا۔ اسکے  
علوم و فنون، اس کی شاعری، اس کی روایات اس کے  
نظام ہائے حکمت سے وہ لوگ بخوبی واقف تھے۔ ان  
کے علاوہ دور و نزدیک کی بہت سی تہذیبیں تھیں جیسے  
ہندوستانی اور چینی تہذیبیں پھر رومی اور ایرانی تہذیبیں  
شمال و جنوب سے جزیرہ عرب کو اپنے آغوش میں لیے  
ہوئے تھیں جبکہ یہودیت اور نصرانیت خود قلب جزیرہ  
میں اپنے پر جما ئے ہوئے تھیں۔ معلوم ہو کہ اس امت  
نے اگر تربیت اور تشکیلات کے ابتدائی مرحلے میں اپنی تمام تر



اسلام کی طرف آتا، ایسا محسوس کرتا گو وہ ایک نئے دور کا آغاز کر رہا ہے جو اس زندگی سے بالکل مختلف ہے۔ جو جاہلیت کی مسموم فضاؤں میں گزری ہے وہ ساری چیزیں جن سے وہ جاہلیت میں بالوس تھا اب ان کو وہ شک و شبہ اور خوف و اندیشہ کی نگاہوں سے دیکھتا اور اس وقت اس کو یہ احساس ہوتا کہ یہ ساری چیزیں بالکل پلید ہیں، جو اسلام سے ذرا بھی میل نہیں کھاتیں اور اسی احساس کے ساتھ وہ اسلام کے نئے اصولوں کو اختیار کرتا۔ اب اگر کبھی وہ اپنے نفس سے مغلوب ہو جاتا یا مادتوں کی رومیں بہہ جاتا، یا راہ اسلام کی تکالیف کا تاب نہ لاپاتا۔۔۔۔۔ دوسرے ہی لمحہ سے اپنی غلط لغزش کا احساس ہو جاتا اور اس کا غمیب شدت سے اس بات کی ضرورت محسوس کرتا کہ کسی طرح وہ اس آلائش سے پاک ہو جائے، اور پھر نئے سرے سے کوشش کرتا کہ وہ فتراتی ہذایت سے اپنے کو ہم آہنگ کر سکے۔ اس وقت دور جاہلیت کے سایہ میں گزرتے ہوئے مسلمان کے ماضی میں اور اسلام کی آغوش میں پروان چڑھنے والے زمانہ حال میں شعوری طور پر زمین آسمان کا فرق ہوتا۔ اور پھر ہی کیفیت عمر و پیش کے جاہلی ماحول سے پیدا ہونے والے رد وابط اور اس کے اجتماعی تعلقات میں نمایاں طور پر نظر آتی۔ چنانچہ اب وہ اپنے جاہلی ماحول سے انتہائی دور اور اسلامی ماحول سے غایت درجہ قریب ہوتا۔ یہاں کہ اگر وہ تجارت اور لین دین کی دنیا میں کچھ مشرکوں سے تعلق بھی رکھتا تو شعوری علیحدگی اور شے ہے۔ اور لین دین اور تجارتی تعلق اور شے ہے۔

وہاں جاہلی ماحول، جاہلی رسم و رواج، جاہلی قصورات اور جاہلی مادات اور تعلقات سے مکمل علیحدگی ہوتی کیونکہ اس کی زندگی میں عقیدہ شرک کی بجائے عقیدہ توحید، اور جاہلی قصورات کے بجائے اسلامی تصور داخل ہوتا۔ وہ نئی اسلامی تنظیم اور اس کی

نقشر علی ملک و کونکہ کر اسے لوگوں کے سامنے نکڑیلا۔ اور اسے ہم نے انتہائی پختہ انداز سے اتارا ہے۔

قرآن پاک یکبارگی نہیں نازل ہوا ہے۔ وہ توبیش آنے والی منت مئی ضرورتوں کے لحاظ سے نازل ہوا ہے۔ افکار و تصورات کے تدریجی ارتقاء کو ملحوظ رکھتے ہوئے نازل ہوا ہے۔ زندگی اور سوسائٹی کی تدریجی اشعار کے مطابق نازل ہوا ہے، جو امت مسلمہ کو اس کی عملی زندگی میں پیش آتی ہیں ایک آیت یا چند آیات خاص حالات میں کسی متعین واقعہ کے پس منظر میں نازل ہوتی ہیں اور ان کے ذہنی سوالات کے جواب دیتیں۔ معاملہ کی صحیح صورت حال ان کے سامنے رکھتیں۔ اور پھر اس موقع پر ان کے لئے راہ عمل تعیین کرتیں ان کے شعور و عمل کی غلطیوں کی اصلاح کرتیں، اور ان سے ہی معاملات میں ان کا تعلق خدا سے جوڑتیں۔ اس وقت وہ محسوس کرتے، گو یاد دہانے اعلیٰ کے ساتھ رہ رہے ہیں خدا کی نگاہ کے سامنے۔ قدرت الہی کی آغوش میں۔ اور پھر یہیں سے وہ اپنی عملی زندگی میں خدائی نظام زندگی کا چلتا پھرتا نمونہ ہوتے۔

”تنقیذ و عمل کے نقطہ نظر سے سیکھنا“ یہی وہ اصول تھا جس کے نتیجہ میں وہ پہلی امت وجود میں آئی تھی۔ اور ”پڑھنا اور خط حاصل کرنا“ یہی وہ اصول ہے جس کے نتیجہ میں بعد کی نسلوں کا ظہور ہوا۔ اس میں شک نہیں، کہ یہ دو سبب اس بے مثال اور امتیازی نسل سے بعد کی نسلوں کے مختلف ہونے کا بنیادی سبب ہے۔

ایک تیسرا سبب بھی ہے جو اس قابل ہے کہ اسے یہاں ذکر کیا جائے اور اس پر خاص توجہ دی جائے۔ اس وقت جب کوئی شخص اسلام میں داخل ہوتا تو اس کی چو کھٹ پر ہی جاہلیت کے سایہ میں گزرتے ہوئے اپنے پورے ماضی کا لبادہ اتار کر ڈال دیتا۔ وہ جس لمحہ

نئی قیادت میں بالکل ختم ہوتا۔ اور اس معاشرے اور اس قیادت کا بالکل مسلح و تابعدار اور ہمہ سار و فدا کار ہوتا۔

یہی دورا ہے۔ یہی نئی راہ میں بڑھنے کے لئے نقطہ آغاز تھا۔ وہ مسلمان اس راہ میں اس طرح بڑھتا کہ جن روایات پر نظام جاہلیت کی بنیاد ہوتی اور جن تصورات و اقدار کی ان میں حکمرانی ہوتی، ان کے دباؤ سے بالکل آزاد ہوتا۔ اس وقت ایسے مسلمان کے لئے اذیتوں اور آزمائشوں کے علاوہ کچھ نہ ہوتا۔ لیکن اپنے طور پر اس کا عزم بھی انتہائی محکم ہوتا۔ وہ ذرا بھی پیچھے ہٹنے کے لئے آمادہ نہ ہوتا، اور جاہلی تصور اور نظام جاہلیت کی روایات اس پر کوئی راہ نہ پاسکتیں تھیں اس وقت ہم اسی جاہلیت سے دوچار ہیں جس جاہلیت سے اس دور کا اسلام دوچار ہوا تھا، بلکہ یہ جاہلیت اس سے بھی زیادہ تاریک و بھیاںک ہے۔ ہمارے گرد و پیش جو کچھ ہے سب جاہلیت ہے۔ لوگوں کے تصورات و عقائد ان کی عادات و روایات، ان کی تنہائیں و ثقافت، ان کے علوم و فنون، ان کے دستور و قوانین۔ حتیٰ کہ جن چیزوں کو ہم اسلامی ثقافت، اسلامی مرکز، اسلامی فلسفہ اور اسلامی فکر سمجھتے ہیں، لہذا یہ ان میں سے بھی بیشتر چیزیں جاہلیت ہی کی پیادہ ہیں۔

یہی وجہ ہے اسلامی قاریں ہمارے دلوں میں جاگوں نہیں ہو پاتیں۔ ہمارے ذہنوں میں اسلام کا تصور پوری طرح واضح نہیں ہو پاتا، اور ہمارے درمیان اس انداز کی کوئی نسل جنم نہیں لیتی، جس انداز کی نسل اسلام نے پہلی بار تیار کی تھی۔ تحریک اسلامی کے طریقہ کار کی رو سے ناگزیر ہو کہ ہم اپنی تشکیل تربیت کے دور میں اس جاہلیت کے اثرات سے بالکل آزاد ہوں جسکی فضاؤں میں ہم سانس لے رہے اور جس کے سوتلوں سے سیراب ہو رہے ہیں۔ ناگزیر ہے کہ ہم امر و نہی پھر اس مخالف سرچشمہ کی طرف پیشیں جس سے وہ لوگ سیراب ہوئے تھے۔ وہ سرچشمہ جس کے بارے میں اس بات کی ضمانت

ہے کہ اس میں کوئی حادثہ نہیں ہوئی، کسی بھی قسم کی آمیزش نہیں ہوئی، اسکی طرف ہم پیشیں اور وہاں یہ معلوم کریں کہ کائنات کی حقیقت کیا ہے؟ دعوہ انسانی کی حقیقت کیا ہے؟ نیز کائنات اور انسان کا خدا سے کیا تعلق ہونا چاہئے؟ پھر ہمیں سے ہماری کرندگی کے سلسلہ میں ہمارے کیا تصورات ہوں؟ اپنے اخلاق اور قدر کے سلسلہ میں ہمارے کیا تصورات ہوں؟ نظام جاہلیت و سیاست اور اصول و اقتصاد و معیشت اور دوسری تمام اقدار و حیات کے بارے میں ہمارے کیا تصورات ہوں؟ پھر ناگزیر ہے کہ جس وقت ہم اس کی طرف پیشیں ہمارے دل میں جاننے کے ساتھ ساتھ تنفیذ و عمل کا بھی جذبہ ہو۔ محض ریسرچ اور ذہنی عیاشی کا نہیں۔ ہم اس کی طرف بڑھیں تو یہ جاننے کے لئے کہ وہ ہم کو کس رنگ میں دیکھنا چاہتا ہے، کہ ہم ویسے ہی بن جائیں۔ راہ میں قرآن کا فنی جمال بھی ہمارے سامنے آئے گا اسکے دلکش واقعات بھی سامنے آئیں گے۔ قیامت کے مناظر بھی سامنے آئیں گے، وہاں کو اپیل کرنے والی باتیں بھی سامنے آئیں گی۔ اور وہ ساری ہی چیزیں سامنے آئیں گی جنہیں دہ ریسرچ اسکالرس اور لذت ذہنی کے طلبکار حضرات دعوہ ہیں، بلاشبہ یہ ساری چیزیں ہمیں ملیں گی لیکن اس طور پر کہ یہی ہمارا مقصد۔ اور ہماری غایت نہ ہوں گی۔ ہمارا مقصد اولین یہ ہو گا کہ ہم یہ جان لیں کہ قرآن ہم کو کس مکمل شکل میں دیکھنا چاہتا ہے؟ وہ کونسا جامع تصور ہے جو وہ ہمارے ذہن نشین کرنا چاہتا ہے؟ خدا نے تعالیٰ کے بارے میں ہمارا کیا احساس و تصور ہو؟ ہمارا اخلاق، ہمارا طرز معاشرت اور زندگی میں ہمارا عملی نظام کس انداز کا ہو؟ اس سلسلہ میں وہ ہمیں کیا رہنمائی دیتا ہے؟

پھر ہمارے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ ہم جاہلی موراثہ جاہلی تصورات، جاہلی روایات اور جاہلی قیادت سے اپنی ذات کی حد تک بالکل آزاد ہوں۔ ہمارا یہ مقصد ہرگز نہیں کہ ہم اس جاہلی ماحول کو گوارا کر لیں، یا اس کے ساتھ دوستانہ تعلقات قائم کر لیں۔ کیونکہ وہ اس صفت ..... صفت جاہلیت کے ساتھ اس قابل نہیں کہ ہم اس سے صلح و معاہمت کریں

نظام سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے، اور راہ سے بہت دور جا پڑیں گے۔

بلاشبہ اس کے لئے ہمیں مشقوں اور آزمائشوں کا سامنا کرنا ہوگا۔ ہمیں بڑی بڑی قربانیاں پیش کرنی ہوں گی۔ لیکن ہمارا یہ حوصلہ ہے کہ ہم اس پہلی امرت کی راہ پر چلیں جس کے ہاتھوں خدا کے تعالیٰ نے نظام کو قیام بخشا، اور نظام جاہلی پر اسے غلبہ عطا فرمایا تو ہمیں ان سب چیزوں کے لئے تیار رہنا ہوگا۔

نیز بہت دور ہوگا کہ ہم ہمیشہ اپنے نظام کے مزاج کا اپنے موقف کے مزاج کا، اور اس راستہ کے مزاج کا رکن رہیں، جس پر چلنا ناگزیر ہے۔ اگر ہم جاہلیت سے اس طرح باہر آنا چاہتے ہیں جس طرح وہ بے مثل اور امتیازی نسل آئیں گی۔

\* \* \*

ہمارے غیب العین تو یہ ہے کہ پہلے ہم اپنے کو بدل لیں، اور پھر اس جاہلی ماحول کو بدل کر رکھ دیں۔

ہمارا اولین مقصد ہے اس ماحول کے ڈھانچہ کو بدل لو لٹا۔ ہمارا مقصد ہے اس جاہلی ڈھانچہ کو جڑ سے اکھاڑ ڈالنا۔ وہ ڈھانچہ جو اسلامی اصولوں اور اسلامی تصورات سے بنیادی طور پر ٹکراتا ہے۔ اور جو ظلم و جبر کے ہم کو اس طرح زندگی بسر کرنے سے روکتا ہے جس طرح کہ نظام الہی ہم سے چاہتا ہے۔

ہماری راہ کا پہلا قدم یہ ہے کہ ہم اس جاہلی ماحول اور اس کی افکار و تصورات پر مکمل غلبہ حاصل کریں اور اس تمنا میں کہ آدھے راستہ پر ہمارا اس سے میل ہو جائے اپنے اقدار و تصورات میں ذرا بھی ترمیم نہ کریں۔ خبردار! ہمارا اور اس کا راستہ بالکل الگ الگ ہے۔ اور جس لمحہ ہمارا ایک قدم بھی اس کی معیت میں اٹھے گا، ہم اپنے پورے

اسلام پسند طلباء اور نوجوانوں کی امنگوں کا

بلیک تریجان

پندرہ روزہ رفیق پٹنہ

طلباء و علم کو حق الحق سے روشناس کرنے والا پندرہ روزہ "رفیق" صافیت کی دنیا میں بھی نوٹہا کی حیثیت رکھتا ہے لیکن اپنی حق پسندی اور صدق بیانی کی وجہ سے ہمیں سالہ اخبارات کی ہمسری کرنا ہے۔

مدیر احمد علی اختر

پندرہ روزہ رفیق سلطان گنج پٹنہ

پندرہ روزہ رفیق سلطان گنج پٹنہ

آ!

دارالعلوم دیوبند کے صدر المدین مولانا فدا الرحمن صاحب کے ہونہار صاحبزادے مولانا بہادر الرحمن (مدیر دارالعلوم دیوبند) بھی اللہ کو پیارے ہو گئے۔

موصوف ذی استعداد عالم دین ہونے کے ساتھ ساتھ ایک شریف الطبع اور بااخلاق انسان تھے مدت تک دیوبند اور دارالعلوم دیوبند میں ان کی کئی محسوس کی جائیں گی۔

ادارہ تجلی دارالعلوم دیوبند کے تمام اساتذہ اور طلباء کی خدمت میں تعزیت پیش کرتا ہے۔ اور اس بات کا دعا گو ہے کہ پروردگار عالم مولانا بہادر الرحمن کو اپنی خاص رحمت نوازے اور ان کے پس انداز گان کا صافیت فرمائے آمین



قرآن

کی

فساد

ماہر القادری مرحوم

کے  
اہم یادگارس

آنکھوں سے لگایا جاتا ہوں  
 دھودھو کے پلایا جاتا ہوں  
 اور پھول ستائے چاندی کے  
 خوشبو میں بسایا جاتا ہوں  
 کچھ بول سکھائے جاتے ہیں  
 اس طرح سکھایا جاتا ہوں  
 تکرار کی نوبت آتی ہے  
 ہاتھوں میں ٹھایا جاتا ہوں  
 آنکھیں ہیں کہ نم ہوتی ہی نہیں  
 پڑھ پڑھ کے سنایا جاتا ہوں  
 سچائی سے بڑھ کر دھوکہ ہے  
 سو بار رلایا جاتا ہوں  
 قانون پر راضی غیروں کے  
 ایسے بھی ستایا جاتا ہوں  
 کس عرس میں میری دھم نہیں  
 مجھ سا بھی کوئی مظلوم نہیں

طاقتوں میں سچایا جاتا ہوں  
 تعویذ بنایا جاتا ہوں  
 جزدان حریر و ریشم کے  
 پھر عطر کی بارش ہوتی ہے  
 جس طرح سے طوطا مینا کو  
 اس طرح پڑھایا جاتا ہوں  
 جب قول و قسم لینے کے لئے  
 پھر میری ضرورت پڑتی ہے  
 دل سوز سے خالی رہتے ہیں  
 کہنے کو میں اک کل جیسے میں  
 نیکی پہ بدی کا غلبہ ہے  
 اک بار ہنسایا جاتا ہوں  
 یہ مجھ سے عقیدت کے دعوے  
 یوں بھی مجھے رسوا کرتے ہیں  
 کس بزم میں مجھ کو بار نہیں  
 پھر بھی میں اکیلا رہتا ہوں



# آسماں تیری لحد پہ شہم افشانی کرے

عبدالحیو مدنی کی جدائی کا زخم ابھی تروتازہ ہی تھا کہ ماہر القادری کے جدا ہونے کی افسوسناک اطلاع سننے پر چوڑکا دیا یہ وہی ماہر القادری تھے جنہوں نے مارتوں اہل بیعت کے خلاف آواز اٹھا کر کفر کے فتوؤں کی چوٹیں بڑا دھڑکیں۔ یہ وہی ماہر القادری تھے جنہوں نے قبوری شریعت کے حاملین اور خداوندانِ ضلالت کے دانت کھٹے کرنے کے لئے قارات کا توحید نمبر نکالا تھا۔ یہ وہی ماہر القادری تھے جنہوں نے قرآن کی فریاد لکھ کر آیتِ مسلمہ کے احساس کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا تھا۔ یہ وہی ماہر القادری تھے جن کا نام متذکر حسین تھا اور جنہوں نے آنکھوں پر مٹی لگا کر اللہ علیہ السلام کی تعریف و توصیف کا حق ادا کرتے ہوئے فرمایا تھا :-

سلام اس پر کہ جس نے گالیاں کھا کر دعائیں دیں

سلام اس پر کہ جس نے زخم کھا کر کھول برسائے

وہ صرف شاعر اور نقاد ہی نہیں تھے، بلکہ ایک سچے مسلمان اور فطرس انسان تھے۔ ان میں اور بھی بہت سی خوبیاں تھیں۔ وہ صحیح معنوں میں عاشقِ رسول تھے۔ نعت لکھنے کا انہیں لکھ حاصل تھا اور ان کی لکھی ہوئی نعتیں پتھروں کو سبھی موم کر دیتی تھیں۔ وہ صاحبِ رائے بھی تھے سیاسی اور مذہبی امور میں ان کے مشوروں کو خاص اہمیت دی جاتی تھی۔ ایک طویل مدت تک ماہر صاحبِ قوم و ملت کی علمی خدمت کی۔ انہوں نے اندھیروں کی دنیا میں حق کے چراغ جلانے صداقت کو سر بلند کرنے، بیعت اور گمراہی کا سر کچلنے کے لئے انہوں نے آخری سانس تک قلم کو متحرک رکھا اور حق میں پیش آنیوالے کسی صدمہ سے بدول نہیں ہوئے۔ ایک مشاعرہ میں شریک ہونے کیلئے وہ جاہ تشریف لے گئے تھے

دورانِ مشاعرہ ایک صاحبِ اسلام اور اسلام پرستوں پر طنز کا ایک پتھر پھینکا ماہر صاحب کا حساس دل اسکی چوٹ برداشت نہ کر سکا انہوں نے پتھر اچھالتے دلوں کو تشبیہ کیا اور ٹھیک اسی وقت انکے دل کی دھڑکنیں ساکت ہو گئیں۔ مولانا مامرستانی کے بعد ماہر القادری

کی تحریروں سے ہم اپنی تسکین بھائیا کرتے تھے۔ اور اب اس سے بھی محروم ہو گئے ہیں۔ پروردگار مرحوم کو جنت الفردوس

۱۱۱۱۱۱

۱۱۱۱۱۱

۱۱۱۱۱۱

## از ملا ابن العربی مکی

# مسجد مہینا نیک

۱۔ حیرت سے آنکھیں پھاڑیں، حالانکہ حیرت پاس پڑوس میں نہیں تھی۔

”آنکھیں کیا پھاڑتے ہو، دہ جھلا کے بولے“ ان کے مرحوم والد نے انھیں مجاز نہیں کیا تھا۔ ان کی آنکھیں بند ہوتے ہی مریدوں نے سکورٹ کر کے خلیفہ بنادیا ذرا عرصہ تو دیکھو تیسٹ کے بھی پورے نہیں۔ حالانکہ نبوت تک جاپنٹس کے بعد ملتی ہے.....“

”پہلے ملتی تھی“ میں نے لومکا ”ادی پہلے بیل گاڑی میں سفر کرتا تھا۔ پھر دینیں، موٹر میں آئیں۔ پھر ہوائی جہاز آئے کیا اسی طرح کی ترقیہ نظام روحانی میں ممکن نہیں.....“

”تمہارے سر میں ممکن ہے رچھکی کہیں کے پانچیں تاؤ آگیا۔“

”اوے دیلوں مثلاً کے حالات ہم نے پڑھے ہیں۔ کئی شیوخ کو آنکھوں سے دیکھا ہے انھوں نے بیسیوں سال میں بھی اتنے خلیفہ نہیں بنائے“

”ذہنائے ہوں گے“ میں نے احترام کیا۔ لیکن فدوی نے جو نکتہ بیان کیا اس پر بھی تو غور فرمائیے۔ دس بیسی سال پہلے حنینیں ایک دن میں جتنا مال تیار کرتی تھیں اب جتنی بجائے کرتی ہیں؟

آپ یقین نہیں کریں گے۔ نہیں کریں گے تو میرا کیا بگاڑیں گے۔ کچھلے بیٹے میں جن صاحب زادے کا حال آپ پڑھ چکے ہیں۔ کہ انھوں نے صوفی نگین صاحب کو خلافت دی تھی۔ شہزادہ ہو کر سال رواں میں انھوں نے ۲۷ خلیفہ اور بنادائے ہیں۔ جی ہاں ۲۷ کہ نصف جن کا، ساڑھے تیرہ اور دو گنا جن کا ۵۳ ہوتا ہے۔ مولوی بیدار علی منہ بنا کے بولے۔

”لاحول ولا قوہ۔ خلافت نہ ہوئی تماشہ ہو گئی“  
”ہائیں خدا سے ڈریے“ میں کانپ گیا م خلافت جیسی شے کو ایسے برے لفظوں میں.....“

”اجی چھوڑو، وہ لہرائے“ ایسی خلافت میری جیب میں پڑی ہے؟

در اصل مولوی بیدار علی کو صاحب زادے مذکور سے خواستہ کا برحق۔ وہ انھیں ”پیر نابالغ“ کہا کرتے تھے۔ میں نے کبھی مار سبھا یا کہ حضرت! ان کی قوت دی بھی ہو گئی۔ کبھی بھی ہوئی ہے۔ کیا آپ نفوذ باللہ مع ذالک الزام.....“

”اجی بات سمجھی کر دے“ وہ بھجھلائے۔ ”نابالغ کا مطلب نابالغ تھوڑی ہی ہے“

”ارے ہٹاؤ کیا پر طاقت وصال نے کی تھیں ہوتا ہے۔“  
 ”کیا حجاج ہے۔۔۔ میرا مطلب ہے ترقی۔۔۔“  
 ارتقاء۔۔۔ پیش قدمی۔۔۔۔۔  
 ”یکے جاؤ معلوم ہوتا ہے۔ رشوت کھا گئے ہو۔“  
 ”کھائی تو تھی مگر ہضم نہیں ہو رہی ہے۔ معدے میں کچا ایسی ادریں ہے جیسے پیٹ پھاڑ کے کوئی چیز جنم لے گی۔“  
 ”اس کا نام خلیفہ رکھ دینا؟“ دمنے؟ کس دست میں لگا دوں گا؟

چنگی مزہ دے گئی۔ قریب تھا کہ ان کے ہونٹ چوم لوں مگر ایک لخت ایک نہایت سنجیدہ آئندہ نے قلب پر نزل کیا۔ ”اچھا مولانا! کیا نہیں ہو سکتا کہ ہم آپس میں خلافت لے لیں؟“  
 ”چپٹ مار دوں گا؟“ انھوں نے اردو میں کہا جیسے ہو تو ترسٹم ہی تھا۔  
 ”نہیں یقین کیجئے میں مذاق نہیں کر رہا۔ آپ مولوی میں ملا ہوں۔ دونوں ایک دوسرے کو خلیفہ بنادیں تو قانون آکھ نہیں ملا سکتا۔“  
 ”گدھے ہو؟“

”وہ تو ہوں۔ مگر اکثر گدھے کا رو بار بہت عمدہ کرتے ہیں۔“  
 ”اچھا بس۔ دماغ چاٹ جائے ہو۔ سلاما لیکم؟“  
 وہ سچم منہ بنا ئے چلے گئے۔ چلے گئے تو بلا سے باؤ کہنا یہ ہے کہ جن لوگوں کی سمجھ میں یہ سیدھی سی بات نہیں آرہی ہے کہ ایک سال میں ۲۴ خلیفہ کیسے بنائے جاسکتے ہیں انھیں اپنے دماغ کی مرمت کرائی جا چاہیے۔۔۔ دماغ درست ہو جائے تو آنکھوں کے ڈاکٹر سے چشم مرمت بنوائی جائے۔ ترقی کی جو دلیل ابھی میں نے دی وہ تو وہی ہے جیسے کیسی ایساں افراد ہے۔ اس کے علاوہ بھی سمجھنے کی بات یہ ہے کہ مخلوقات میں اللہ تعالیٰ نے مختلف

ہیں۔ ایک عورت دس سال میں ایک دو جن بچوں کی مال ہو جاتی ہے۔ مگر دس عورت دس سال میں چڑیا کا بھی بھی نہیں دے پائی کیا صنعت کو دگار پر آپ اعتراض کریں گے۔ اگر نہیں تو پھر کسی شیخ کی صلاحات خلیفہ سازی پر اعتراض کیوں؟ میں کہتا ہوں اور ڈکنے کی چوٹ کہتا ہوں کہ ایک تازہ دم شیخ کے آغوش ارشاد و بیعت سے سال میں سات سو خلیفہ بھی جنم لیں۔ جیسا کہ حق ہے۔ جنم لینے کا اور فیض تصوف اتنا عام ہو جائے جتنا کہ حق ہے عام ہونے کا۔ تو حیرت کرنا کفر اور پیٹ میں درد ہونا پیلے سکر کی گستاخی!

نہیں اسے صوفی نہیں کے شیخ! آپ جہلا و متعصبین کی پروا نہ کیجئے۔ بقول شیخ۔  
 تیر پر تیر چلاؤ تمہیں ڈکس کا۔ ہے  
 پوشیم زندگی میں ہزار یا سو خلیفہ نہ بنا سکے وہ تو بانجھ کہلائے گا۔ آپ یہ الزام اپنے سر پر گزریں۔ و افغان  
 یعدی من یشاء الی صراط مستقیم۔

اور سنئے فیض تصوف کی اڑانیں کون سے آسمان کی خبر لا رہی ہیں۔ اس کا اندازہ از بس کہ ذیل کے وعدہ انگیز دل سے ہو گا۔ ہمارے ایک دوست ہیں۔ جانی پرشاد یہ نام بے شک نقلی ہے۔ مگر فی زمانہ کس کس پیر کے نقلی ہو چکا ہو کر ہیں گے۔ یہ مہربان سی آئی ڈی آفیسر ہیں۔ بڑے خوش اخلاق، پڑھے لکھے اور خوش مذاق۔ ابھی گزشتہ ہی مہینے کی بات ہے کہ ہمارے دارالعلوم دیوبند میں اسٹارک ہووا۔ طلباء نے اپنے کچھ مطالبات خواہ نے سرگرمی دکھائی اسی ہنگامے کے سلسلے میں دو صحت موصوف بھی ہمد کوادر سے دیوبند آئے اور حسب عادت دفتر محلی کو بھی لے گئے۔ قدم میمنت لڑم سے نوازا۔ فدوی ایک کو نے میں لیا بین الاقوامی مسائل کے کیسوزے پر شکان میں شانے پر شانہ کر رہا تھا موصوف نے آئے ہی فرمایا۔

”ارے بھئی یہ کیا داڑھی میں حلال کیے جا رہے ہیں؟“

”باز آجاؤ۔ میں مذاق نہیں کر رہا۔“  
 ان کے دصبت شفقت کی گرفت ایسی ہی تھی  
 کہ مجھے کہنا پڑا۔  
 ”باز آیا۔ فرمایئے کیا خدمت کر سکتا ہوں؟“  
 ”انھیں حج کے لئے اٹھارہ ہزار روپے دیے۔ کیا پھر  
 بھی مدرسے سے تنخواہ لینا جائز ہے؟“  
 ”کیا ثبوت ہے کہ ملے ہیں؟“  
 ”ثبوت“ وہ ذمہ انداز میں سکرائے ”ارے  
 ہم کیا یونہی سی آئی ڈی انسپکٹریں گئے؟“  
 ”بن گئے ہوں گے۔ میں تو آپ لوگو کی معلومات  
 کافی ناقص پاتا ہوں؟“

”مثلاً۔۔۔ وہ حیرت سے بولے  
 ”بتائیے مولوی کمال الدین کی تنخواہ کیا ہے؟“  
 ”ایک سو بیاسی روپے۔ وہی نام مدرسے والے؟“  
 ”جی ہاں۔ اور سونا کیا بھاؤ ہے؟“  
 ”ایک سو بیس روپے تو رہا؟“  
 ”تو بتائیے! ایک سو بیس، دوسلے چار بجے  
 دم سے بندھے ہوئے، تو ایک سو بیاسی والا کے سوا  
 دوسرے بیٹھ بچا سکتا ہے؟“  
 وہ دُور سے ہنسے بھرے گردن پر دباؤ دے کے  
 کہنے لگے۔

”آپ سمجھتے ہیں یہ راز ہم سے چھپے ہیں۔ را  
 صاحب لیجئے۔ نوٹ لیجئے مولوی کمال الدین نے پچھلے  
 مہینے کی سات تاریخ کو لالہ سناہ کے یہاں تین زیوروں  
 کا آرڈر دیا۔ کڑے، گنگے کا مار، جھومر۔ ہر تاریخ کو تینوں  
 چیزیں مل گئیں۔ جملہ وزن گیارہ تولے۔ بنائی مع جڑ اول  
 آگیا دن روپے، چھ نئے پیسے۔ کہتے تو ہر ایک کا الگ الگ۔  
 روڈی اور لاگت بتاؤں؟“

میرا قلب مارے حیرت کے سکڑ گیا۔ دادھی کے  
 بال کھٹکے ہوئے۔ میرے فرشتے بھی نہیں صحتج سکتے تھے  
 کہ سی آئی ڈی اور کمالا کا نہیں ایک ہوتے ہیں۔

میں نے چونک کے نظر اٹھائی۔  
 ”اوہ آپ! آداب عرض ہے تشریف رکھیے؟“  
 ”ہاں ہاں تشریف تو رکھی۔ مگر آپ کس دنیا میں  
 کہو گے ہیں؟“  
 میں اٹھ کے ان کے قریب آ بیٹھا۔ ایڈیٹر تجلی موجود  
 نہیں تھے۔ کچھ بھی نہیں، ذرا مسائل حاضرہ پر غور کر رہا تھا۔  
 ”داڑھی میں انگلیاں ملا کر۔۔۔؟“  
 ”اوہ۔۔۔ دراصل یہ داڑھی بین الاقوامی مسئلے سے  
 کم نہیں۔ جب بین الاقوامی مسائل کی زلفیں سلٹنے میں نہیں آتیں  
 تو اسی بے چاری کو سلٹھانے لگتا ہوں؟“  
 پھر چھاری گفتگو پانچ چھ موڑ مرنے کے بعد اس نکتے  
 پر پہنچی جو اربس کہ فیض نقوی سے بھر پور تھا۔  
 ”اچھا یہ تو بتا دیجئے! انھوں نے پوچھا ”مدرسے  
 کے جو ملازمین حج بدل کے لئے جاتے ہیں۔ وہ اگر ان دنوں  
 کی تنخواہ بھی مدرسے سے لیں تو یہ آپ کی شریعت جائز  
 ہے یا ناجائز؟“

”شریعت نہیں طریقت کہتے ہیں؟ میں نے تو کاہناب  
 ہم لوگ نقوی کی لائن پر چل رہے ہیں؟“  
 وہ سکرائے ”میں مذاق نہیں سمجھتا کہتے؟“  
 ”کیوں بتاؤں۔ آپ سوال کی وجہ بیان کریں۔“  
 وہ لفظ بھر چپ بند ہے۔ پھر سرگوشی کے انداز میں  
 بولے۔

”آپ کو معلوم ہی ہے۔ جناب حکیم صاحب! اس  
 سال بھی حج بدل کو گئے ہیں؟“  
 ”کیوں نہ جائیں۔ آپ قاضی ہیں؟“  
 ”خارے بابا سنا تو۔۔۔؟“

”کیا سنا۔ حج بدل اندر جہ نقل تک سافر آپ کو معلوم نہ  
 ہو گا۔ کیا ثبوت ہے کہ وہ حج بدل کو گئے ہیں؟“  
 ”توبہ۔ بدل یا نقل جو کچھ بھی کہو گئے تو ہیں؟“  
 ”مردود جائیں گے ہر سال جائیں گے۔ آپ کو کیا؟“  
 انھوں نے میری گردن پکڑ لی۔

کالہ ہے یا نہ ہے۔ کب تک یہی حلال کی کائی  
کھانے کے سیرے کو بٹائے۔ کیا ترکیب ہے، کہ  
ہمارے رزق میں بھی وسعت ہو۔ بیوی کے جھوٹے ٹکس  
گھسا کے ٹٹے پڑے۔ وہ ماشے مونا پڑے  
تو کھک ہوں۔ میں جیسے سے سوچ رہا ہوں کہ کس  
کی جیب کا ٹوں۔

”مدرسے میں ملازمت کر لیجئے جیسے کٹ کر  
کے چہارے پاس آئیں گی؟“

پھر کچھ دیر چارے درمیان مدرسے کے خفات  
شعبوں پر راز دارانہ گفتگو ہوتی رہی کہ اظہار جس کا از بسکہ  
مفساد عام کے خلاف ہے۔ آخر کار انھیں پھر اپنا  
سوال یاد آیا۔

”ہاں تو خواہ لینا جائزہ۔۔۔“

”اماں ہٹا دینی میں جھٹلایا۔“ جائزہ ناجائز کا عمدہ  
ایڈیٹر جتنی کی دم باندھنا۔ اپن تو مدرسے میں درباری کی  
درخواست دے رہے ہیں؟

”سو کا نوٹ ہے؟“

”کیوں؟“

”بھگو ان کی مرضی کیا درباری مفت مل جائے گی؟“

”خوب! کیا پگڑی دینی ہو گی؟“

”نہ خیر پگڑی تو نہیں، مگر دعوت ضرور دینی ہو گی؟“

”کیسے؟“

”بھولے بنتے ہو۔ شہر میں لے دے کے ایک  
ہی تو قاتل رہا ہے؟“

”میں ان کے الفاظ سے نہ ہی مگر آنکھوں کی چمک  
سے اشارہ پگیا۔ بات کانٹنے کی تھی۔  
”مگر جناب دربان بھی تو اب بہت ہو گئے کیوں  
دکھی اور شعبہ میں درخواست دیں؟“

”تب وہ نوٹ چاہئیں؟“

”درباب دے باب؟“

”ارے گھرا لے گیو۔ دربان دس اور رکھ  
کے۔“

”کالہ ہے یا نہ ہے۔ کیا دوسرے ڈیپارٹمنٹوں میں بھی یہ سسٹم  
ہو گیا؟“

”نہی ہیں مگر بد نصیب تو کسی حکیم بھی کا سالا  
ہوں، نہ ہم زلف؟“

”تجبی تو دعوت کی بھوری ہے۔ پیسے پڑھتی  
سے لے لونا؟“

”لے لوں گا۔ مگر مرنے کے بعد ابھی تو اگلے  
دو مہینوں کی تنخواہ پیٹگی لے رکھی ہے؟“

”تو کیا چوا بیوی سے کہو بھتیاسے سفارش  
کرے؟“

”کہا تھا۔ اس نے سفارش بھی کی تھی۔ لیکن  
بھتیاسے اسنگل ہے۔ کہنے لگا میں صرف کفن جنا کے  
دے سکتا ہوں بس؟“

”اوے بھائی ہو کر وہ بہن کے سہاگ کو  
کوستے ہیں!“

”کوسنے کا تو کچھ نہیں۔ میں نے بیوی کو ہتیرا اٹھایا  
کہ کفن می مانگ لے۔ تیری شلوار اور میرا پاجاما میں  
جلے گا۔ مگر وہ تو آنسوؤں سے مدنے لگی۔ یہ خورتیں بھی  
تھا شا جوتی ہیں؟“

”خیر بھائی۔ اب تو چلیں۔ تم نے جا کر نا جائز  
نہیں بتایا؟“

”بتاؤں گا ذرا درباری مل جائے۔ کاش مطبخ کی  
نظامت مل جائے۔ تب تو آپ کو پوری فقہ  
پڑھا سکتا ہوں؟“

”مطبخ سے تو منہ دھور کھوہ انھوں نے انگوٹھا  
دکھایا۔“

”ایسے زرخیز ڈیپارٹمنٹ میں آپ کی دال  
نہیں گن سکتی؟“

”تو شعبہ تعمیرات سہی؟“

”وہاں بھی آپ جیسوں کا گزر نہیں؟“

”اچھا شعبہ امور مختلف؟“

اور اس کے تودن میں بھی نہ گھس سکیں گے۔

”پھر جنم کا سا تو اں طبق؟“

”یہ جیسے گا۔ اگر رول میں اور مال حرام میں کپ کا قرآن بھی فرق نہیں کرتا۔“

”میسری جیسی چھبیسویں ہی سال بوڑھی ہو گئی

ہے۔“

”کوئی پردہ نہیں۔ آپ بھی حکیم بننے کی کوشش کیجیے۔ بیگم ساٹھ سال تک بوڑھی نہیں ہو گئی یہ

”میرے کوئی بیٹا نہیں جو حکیم بننے میں مدد دے آپ ہی راہ بتائیے۔“

”بیٹا نہیں ہے۔ تو پیری شروع کر دیجیے مرید لوگ سب کچھ بنا سکتے ہیں۔“

”بوڑھا میے ہاتھ لسم اللہ آپ ہی سے سہی۔“

”میرے ہی تیر سے مجھے شکار کرو گے؟ کامل آدمی ایڈیٹر تھی سے کہونا آپ کے نام کے ساتھ کوئی

بڑا سا خطاب کھا کریں۔ جس کے پاس تھی جیسا لبریر چھپوہ گدھے کو بھی خیر صاحب بنا سکتا ہے۔“

”یاد کہا تھا۔ نہیں مانے پھر ایک دفعہ میں خود ہی ”حکیم المطلق“ اور طبیب الامت“ وغیرہ لکھ بھی لایا

تھا۔ کاتب گدھے نے کتابت سے پہلے ہی مسودہ انہیں دکھا دیا۔ بس نہ پوچھئے کتنے بھڑکے میں تو سمجھا تھا

کہ میری شہادت انہی کے ہاتھ لکھی ہے۔

”اچھا بھئی چلیں۔“

”ابھی کیسے۔ چائے آرہی ہے۔“

”پھر چائے کے دوران وہ نئی بار جائزنا باؤڑ کا سوال دہراتے رہے۔ میں اونٹن گیا۔“

”بار چڑھ بنالی ہے کیا؟ جاو دارالعلوم کے مفتی سے پوچھو وہ ہر قسم کا فتویٰ آنکھیں بند کر کے دے سکتے ہیں۔“

”ان سے تو پوچھ دیکھا وہ کہتے ہیں غلطی حج والوں کو مدرسہ خواہ نہیں دیتا۔“

”پھر؟“

”یہ منابیل کی حد تک ٹھیک ہے۔ لیکن عیسا

کچھ اور چوبل ہے۔“

”عمل سے نہیں کیا مطلب۔ ہر شخص اپنے فعل کا

مختار ہے۔“

”ٹھیک کہتے ہو۔ اچھا چلیں۔“

تواندازہ کیجیے۔ فیض تصوف کہاں تک پہنچا جائیگا پرشادمان نہیں ہیں، لیکن تصوف کی لپٹ میں اسے

آگے کر جا کر وہ ناجائز کا گھن لگ گیا۔ آپ کہیں گے کہ یہ تو شریعت و فقہ کا معاملہ ہے۔ تصوف کیسا۔ تو عرض

یہ ہے کہ ہمارے دیوبند کا تصوف دو مختلف قسم کا ہے۔ باریک اور نقاب پوش۔ اسے پوری طرح آپ

اسی وقت سمجھ سکتے ہیں۔ جب دیوبند اگر مہینہ دو مہینہ ٹھہریں، مقدس لوگوں سے ملیں اور اندر جھانک کر دیکھیں

کہ دیوار علم و تقدس کی آڑ میں کیا کچھ چھپا ہوا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ آپ کی طبیعت صاف ہو جائے گی۔

”انگوٹوں میں شگفتگی اور نکھار

پیدا کرنے کے لئے (سُرمہ درنجف) ہے

استعمال تو روزانہ کا معمول

بنا ہے

سُرمہ درنجف

صرف مشہور ہی نہیں بلکہ

مفید تدریج بھی ہے



دارالفیض رضائی

دیوبند



# کلمے گزشتہ

## امت کیلئے لمحہ فکریہ

صفحہ ۳۲ قیمت ۷۵ پیسے

ناشر :- ہلالہ بکدپو

اور یہ اندازہ ہو کہ علم جتنا جتنا بڑھ رہا ہے انسانی فہم اتنا ہی سمجھتا جا رہا ہے جبکہ ہمارے اکابر نے فرمایا تھا کہ ایک لفظ کو نبھانے کے لئے ایک من عقل کی ضرورت پڑتی ہے اب تو عالم یہ ہے کہ ہر طرف علم بھرتے مار رہا ہے اور فراست و سمجھ بوجھ دنیا سے اٹھتی جا رہی ہے، آئیے، برسرِی طور پر اس کتابچہ کا جائزہ لیں، اور یہ بتائیں کہ اس میں بعض جگہوں پر کسی کیسی بھاری بھاری غلطیوں کا مظاہرہ کیا گیا ہے۔

۹ پر۔ مولانا نجم الدین احمادی صاحب نے تحریر فرمایا ہے،

سیکڑوں لڑکیوں کے بال سفید ہونے شروع ہو گئے ہیں، اور ان کے والدین ان کے لئے بڑھونڈنے سے موزہ نہیں، اس لئے نہیں کہ وہ بچیاں اندھی ہیں لولی ہیں۔ لنگڑی ہیں بد صورت اور بھڑپڑ ہیں۔ جی نہیں اس کی واحد وجہ یہ ہے کہ ان کے پاس اتنی دولت نہیں کہ وہ لڑکوں کو خرید سکیں اور اپنی بچیوں کو رخصت کر کے وقت بچاس جوڑے کپڑے اور ان گنت سامان مہیا کر سکیں۔

بی بات اتنی قابلِ گرفت نہیں کہ احمادی صاحب

یہ کتابچہ دو مقالوں پر مشتمل ہے ایک مقالہ کا عنوان ہے کیا لڑکیاں پھر زندہ دفن کر دی جائیں گی اور دوسرے مقالہ کا عنوان ہے، نکاح جہیز و لیمہ شریعت کی روشنی میں اول الزکر مقالہ مولانا نجم الدین احمادی صاحب نے تحریر فرمایا ہے، اور ثانی الزکر مقالہ کو لکھا ہے مولانا جمیل احمد ندیری صاحب نے جس غلو میں وہ جس جذبہ کے تحت یہ کتابچہ مرتب کیا ہے، وہ یقیناً قابلِ قدر ہے لیکن کتابچہ بجائے خود قابلِ قدر محلیہ نہیں ہوتا۔ اور اس کی اولین وجہ یہ ہے کہ جس موضوع کو مقدمہ تحریر کیا کہ یہ کتابچہ ترتیب دیا گیا ہے اس موضوع کی نزاکتوں سے کما حقہ مرتبین واقف نہیں ہیں اور اگر واقف ہیں تو پھر یہ کہے بغیر چاہا نہیں، کہ کتابچہ مرتب کرتے وقت انھوں نے تجاہلِ عارفانہ سے کام لیا ہے،

اس موضوع پر اس سے قبل بھی کتابچے اور پمفلٹ نظروں سے گزرے لیکن افسوس اس بات کا ہے کہ ان میں سے کوئی کتابچہ ”پمفلٹ ایسا نہیں تھا کہ اسے خراجِ تحسین پیش کیا جاسکے، مولانا نجم الدین اور مولانا جمیل احمد چونکہ مستقلانہ لکھتے رہتے ہیں۔ اس لئے کتابچہ دیکھتے وقت یہ توقع تھی کہ یہ خاصے کی چیز ہوگا، لیکن کتابچہ کا مطالعہ کرنے کے بعد ہماری توقع پر پانی پھر گیا

کرتے ہیں تو انھیں لعنت و طمارت کی جاتی ہے اور لڑکی  
و لڑکے اگر مالدار داماد کی جستجو میں اپنی لڑکیوں کو بڑھا لے  
کی دوزخ تک پہنچا دیتے ہیں تو کوئی انھیں عاصی نہ کہنے والا  
نہیں۔ صاف اور صحیح بات یہی ہے کہ زبردستی کی وجہ  
سے ہماری بچیاں برباد ہو رہی ہیں، اور یہی زبردستی  
ستم قاتل بنی ہوئی ہے خواہ یہ لڑکے والوں میں موجود اور  
خواہ لڑکی والوں میں۔

حصہ ۲۔ احیائی صاحب رقم طراز ہیں۔

شرعی حیثیت سے جہیز کی کوئی حقیقت

نہیں۔ روایتوں میں صرف حضرت فاطمہ

کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چند چیزیں دی

تھیں، اس کی وجہ یہ بھی تھی کہ حضرت عثمان

کرم اللہ وجہ اس وقت آپ کے ساتھ رہتے

تھے ان کا الگ سے کوئی گھر نہ تھا کاح کے بعد

ان کا الگ سے انتظام کیا گیا لہذا اگر کوئی

دینا چاہے تو زیادہ سے زیادہ ایک ٹونا ایک

ٹونا ایک مٹکاس اور ایک بچھالے کے لئے

بستر دیدے اور ثواب کی نیت سے ایک

کلام پاک ایک رحل ایک مٹکی دیدے

اس سے زائد ایک چیز بڑھنے نہ پائے،

ایک طرف تو احیائی صاحب ایڑی جوئی کا زور  
لگا کر یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ جہیز کی شرعاً کوئی حیثیت  
ہی نہیں اور دوسری طرف وہ خود ہی یہ فرماتے ہیں کہ اگر  
کوئی دینا چاہے تو فلاں فلاں چیزیں دے سکتا ہے،  
سوال تو یہ ہے کہ ٹونا اور مٹکاس دینے کا جواز  
کس دلیل کی بناء پر پیدا ہوتا ہے اور جس دلیل کی بناء پر  
لوٹے اور مٹکاس وغیرہ کا جواز پیدا ہوتا ہے اس دلیل  
کی بناء پر دوسرے ساز و سامان کا جواز کیوں نہیں  
کھلا جاسکتا۔

سودھی بچہ بات تو یہ ہے کہ احیائی صاحب نے  
جہیز کے سلسلہ میں جو بات تحریر فرمائی ہے وہ کسی طور قابل

لے لے لڑکیوں کو بھی ”بچیاں“ ہی قرار دے دیا ہے،

مجھ کے سروں میں سفید بال بگٹنے مشرور ہو گئے ہوں۔

جتنی قابل گرفت بات یہ ہے کہ انھوں نے لڑکی والوں کی

خیریت کو بر نہ ملنے کی واحد وجہ قرار دیا ہے،

اگر احیائی صاحب یہ تحریر فرماتے کہ غریب لڑکیوں

کی شادی محض اس لئے نہیں ہو پاتی کہ موجودہ زمانہ

میں زبردستی بڑھتی جا رہی ہے تو بات قرین حقیقت

ہوتی، لیکن احیائی صاحب نے تو کچھ اور فرمایا ہے اور

اس کچھ اور سے اتفاق کیسے کر لیا جائے، جبکہ دو نسبت

پرستی کی وجہ جتنی لڑکے والوں میں پائی جاتی ہے اتنی ہی لڑکی

والوں میں موجود ہے،

غریب لڑکے کا رشتہ آتا ہے تو اسے بلا تامل ٹھکرایا

جاتا ہے خواہ ٹھکرانے والے خود مفلس و قلاش ہوں۔ اور

مالدار لڑکے کے رشتہ کو بائیسوں ہاتھ منظور کر لیا جاتا

ہے خواہ مالدار لڑکا اخلاقی اور مذہبی طور پر مفلس محض

ہی کیوں نہ ہو، ایسی صورت میں لڑکوں اور لڑکے والوں

کو قصور وار کر دانا کیسے درست ہو سکتا ہے، دولت

پرستی کے ملک مرض میں تو بھمی مبتلا ہیں، لڑکے والے بھی

یہ جانتے ہیں کہ ہمارے گھر جو بھوتے وہ ٹھیک سارا

سامان لے کر آئے اور لڑکی والے بھی اس بات کے خواہش

مند ہوتے ہیں کہ ہمارا داماد مال و منال والا ہوتا کہ ہماری

لڑکی خوب غلیش کرے اور لڑکی کے توسط میں ہمیں بھی

فائدہ ہو،

کیا بار ہا ایسا نہیں ہوتا کہ غریب لڑکے کا رشتہ

بس اسی لئے مسترد کر دیا جاتا ہے کہ اس کے پاس بڑا

سارا مکان نہیں اور وہ ہزاروں لاکھوں کے مالک ہیں

جب لڑکی والوں کے دماغ اتنے اونچے ہیں تو پھر لڑکے

والوں کا کیا قصور ہے اگر وہ نیا رشتہ قائم کرتے وقت

صاحب حیثیت باپ کی بھی کہ ترجیح دیں۔ قصور ہے

تو دونوں ہی کا وہ نہ پھر کوئی قصور وار نہیں۔

حیثیت ہے کہ لڑکے والے اگر مالدار لڑکی کی جستجو

قبول نہیں ہے بلکہ اس سے کہ چیز لینے دینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے ہی نہیں، مضائقہ عرض و محسوس اور دنیا کو جو چیزیں کہیں دین میں اپنی حیثیت اور پوزیشن کے اعتبار سے جو کچھ بھی کم سے کم اور زیادہ سے زیادہ اپنی بیٹی کو دیا جاسکتا ہو وہ دیا جائے اسلام اس معاملہ میں کوئی اعتراض نہیں کرتا اسلام مترفع اس وقت ہوتا ہے جب آدمی اپنی حیثیت کو نظر انداز کر کے عمدہ سے عمدہ چیز مہیا کرنے کی فکر میں نہ پڑتا ہے۔

لڑنے اور محاسن والی ہدایت سن کر ہنسی آتی ہے لاجول ولاقوۃ۔

ایسی باتیں غیبیہ میں سنت رسول کو بدنام کرنے کے لئے بہت کافی ہیں۔ غالباً احیائی صاحب نے دنیا کے مسلمانوں کو یہ مشورہ محض اس لئے دیا ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ کو مشکیزہ ایک لہتر اور ایک چمکی دی تھی باعتبار تاریخ ہمیں اس پر کوئی اعتراض نہیں، لیکن چیز دینے وقت ان چیزوں کو سنت سمجھ کر دنیا غلط ہی ہو گا حضورؐ نے اس زمانہ کا لحاظ کا اور فاطمہ علیؑ کی ضرورت کا خیال رکھتے ہوئے جو چیزیں ضروری سمجھی وہ انھیں دیدیں موجودہ دور میں اگر کوئی اپنی بیٹی کے لئے اسی کے ضرورت کی چیزیں مہیا کر دے تو یہی سنت کہلائے گا، چمکی اور مشکیزہ کا دینا اسی دور میں سنت نہیں سنت کا مذاق ہے سوچنے کی بات ہے کہ اگر حضورؐ نے اپنی کسی بخت جگر کو سواری کے لئے اونٹ بخشا ہو اور آج کوئی ان کی اتباع کرنا چاہے تو اتباع کی تکمیل اس وقت نہیں ہوگی جب بیٹی کے لئے اونٹ ہی مہیا کیا جائے۔ بلکہ صحیح معنوں میں اتباع کی تکمیل اس وقت ہوگی جب مروجہ سواریوں میں سے کوئی ایک سواری وہ بیٹی کو سوئپ دے، سائیکل، اسکوٹر وغیرہ میں سے۔

جملہ کے آخر میں احیائی صاحب نے یہ فرمایا ہے

۱۔ لڑنے والے اور مصلیٰ و غیر مصلیٰ کا یہ کہنا کہ افسوس مہدر افسوس جس سے جب علماء و محدثین اس باتیں کرنے پر آئے تو عوام کا تو خدا کا حافظہ ہے۔ محترم احیائی صاحب کی خدمت میں ہماری کٹھن ہے کہ قرآن اور مصلیٰ ازراہ ثواب نہیں ازراہ ضرورت دیا جاتا ہے مصلیٰ کی ضرورت دن میں پانچ بار اور لڑنے پاک ضرورت چوبیس گھنٹوں میں کم از کم ایک بار ضرور پڑتی ہے، جہاں تک ثواب کا معاملہ ہے بیٹی کو جو کچھ دیا جاتا ہے ثواب اسی پر یقیناً ملتا ہے اس لئے کہ ہمارا اسلام تو یہ کہتا ہے کہ بیوی بچوں پر جو بھی خرچ کیا وہ سب صدقہ ہی صدقہ ہے اور انشاء اللہ اس پر اجر و ثواب کا ترتیب ہو کر رہے گا۔

احیائی صاحب نے قرآن و مصلیٰ اور دیگر ضروری ساز و سامان کے مابین تفسیری کی لکیر کھینچ کر نہ صرف اپنی روشتائی ضائع کی ہے بلکہ یہ تاثر بھی دیا ہے کہ قرآن اور مصلیٰ ضرورت کی چیزیں نہیں صرف ثواب اور برکت کی غرض سے دی جاسکتی ہیں۔

صفحہ ۱۳ پر: احیائی صاحب رقم طراز ہیں۔  
لوگوں کے جذبات کا خیال کر کے زیادہ سے زیادہ ہا پانچ جوڑے کی تجویز رکھی جاتی ہے اس سے زیادہ ہرگز نہ دیا جائے خدای جانے کہ پانچ جوڑوں کی تجویز کس دلیل شرعی کی بنا پر رکھی ہے اور اگر بلا دلیل ہے تو ہر لوگ اس تجویز کو کیوں قبول کر لیں گے، کیا محض اس لئے کہ ہمارا احیائی صاحب نے فرمایا ہے؟

صفحہ ۱۴ پر: مولانا جمیل احمد ندوی فرماتے ہیں  
مہر زیادہ مقرر کئے جانے کی ایک وجہ یہ ہے کہ لوگ سمجھیں کہ اگر وہ بیٹی کو یہ چیزیں دیں تو بہت زیادہ خرچہ ہوگا اور ان کی حالت خراب ہو جائے گی۔







دینا ضروری نہیں ہے لیکن دینا ناجائز بھی نہیں ہے، البتہ ہمارا مختار مذہب یہ تاکید ضرور کرتا ہے کہ جہیز دیتے وقت آپے سے باہر نہیں ہونا چاہیے، بلکہ پاؤں اتنی ہی دیتے ہیں پھیلائے چاہئیں، جہاں تک اپنی چادر کے کٹے ہوں۔

حرم و نقل اور ریا و نمود نہ صرف غلط بلکہ غلط در غلط ہے، ہمیں کاغیازہ انسان خود سمجھتا ہے، اور اس کی اولاد کو بھی مجتہد بنا دیتا ہے۔

ہمارے علماء کو مخالفت جہیز کی نہیں چیز کے بارے میں عوام جیل فرما دیتے تھے یہ کاشکار ہیں۔ اس کی کفری چاہئے۔

افسوس کی بات ہے کہ اصل غلطی کو چھوڑ کر اس چیز کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ گئے ہیں، جسکی اباحت میں کسی کو بھی کوئی کلام نہیں۔

یہاں صرف اس ایک جملہ میں سارے موضوع کا حق ادا ہو جاتا ہے کہ جہیز دیتے وقت لڑکی و لہے اپنی حیثیت کو پیش نظر رکھیں اور مہر متعین کرتے وقت لڑکے والوں کو نظر اپنی پوزیشن پر رہے، دوسرے لوگوں کی حرص و نقل اور دنیا دہی اور سب مضمر اور مہلک چیزیں ہیں۔

کناچہ میں ایک جگہ سرمایہ داروں سے اس بات کی فہمائش کی گئی ہے، کہ وہ بیاہ شادی کے موقع پر سخاوت کا مظاہرہ نہ کریں۔ اس سے غریبوں کو پریشانی ہوتی ہے آخر غریبوں کی ایسی پریشانیوں کیسے دور کی جاسکتی ہیں جو حرص و نقل کے بلن سے پیدا ہوتی ہیں۔

سرمایہ دار عمدہ لباس پہنتے ہیں، غریب لوگوں کا بھی یہ عالم ہے کہ وہ بھی کسی کسی طرح ٹیری کوٹ ٹہیتا کر لیتے ہیں، خواہ گھر میں قرض دفاتے کی نوبت آجائے ایسی صورت حال میں سہ ماہی داروں سے یہ گزارش کرنا ہے کہ وہ عمدہ لباس پہنتا چھوڑ دیں، کیوں کہ ان کی اس دشمنی سے غریب لوگوں کو پریشانی کا سامنا کرنا پڑتا ہے آخر

یہاں مہر زیادہ رکھنے کی اصل وجہ یہاں نہیں کی گئی ہے، مہر لڑکی والوں کی مرضی کا لحاظ رکھتے ہوئے باندھا جاتا ہے، لڑکی والے زیادہ سے زیادہ مہر اس لئے بندھوانا چاہتے ہیں تاکہ وہ طلاق نہ دے سکے حالانکہ ایسا سوچنا حماقت کے سوا کچھ نہیں۔

یہاں ایک بات کی وضاحت کر دینی چاہیے تھی وہ یہ کہ اگر بوقت نکاح مہر نہ دینے کی نیت ہو تو پھر نکاح منعقد نہیں ہوتا اور انسان زندگی بھر حرام نکاح میں مبتلا رہتا ہے،

اس قسم کی کچھ اور فرود گزشتہ کتابچہ کے اندر موجود ہیں۔ طوالت سے بچنے کے لئے ان سے صرف نظر کیا جا رہا ہے۔

تبصرہ: آخر میں ہم یہ کہنا چاہتے ہیں کہ جہیز اور مہر کے مسئلے میں جو رویہ ہمارے علماء نے اختیار کر رکھا ہے اس سے ہمیں ایک فی صد بھی اتفاق نہیں۔

مہرانہ قادر نکاح کے لئے ضروری ہے یہ بھی جاننا ہے کہ لیکن اس کا تعداد میں ہمیشہ اختلاف رہا ہے، بعض لوگوں نے اس سلسلے میں افراد سے کام لیا ہے اور بعض نے تقریباً ۱۰ ہندوستان میں آج بھی کرتے

علاقے ایسے ہیں جہاں ۲۷ روپے سے زیادہ مہر باندھنا ضروری سمجھا جاتا ہے راجستھان کے بعض علاقوں میں صرف ساڑھے تین روپے مہر باندھا جاتا ہے۔ اور ازراہ جہالت اس کو مہر نامی سمجھا جاتا ہے، یہی حال جہیز کا بھی ہے ان شرائط و تفریط اس بارے میں کھل کر ہوتی ہے۔ بعض لوگ جہیز اتنا دیتے ہیں کہ حیران رہیں۔ اور بعض لوگ جہیز کو غلط درغلہ سترارہ سے لے کر مینیشا

ہمارے بعض کم سن علماء بار بار اس بات پر زور دیتے ہیں کہ جہیز مسنون نہیں۔ حالانکہ جہیز کو غریبوں کو بادر کرنے کی احتیاج گاہیہ نہیں اور وہ اس لئے کہ جہیز کو سہت سمجھا ہی کو نہ ہے جہیز منجملہ مباح ہے، یعنی جہیز



مستور سے کچھ ایسا لگتا ہے کہ جیسے ہم کسی پہنچے ہوئے  
مشاعرے کی رواد پڑھنے جا رہے ہیں۔

فاروقی صاحب نے شیعیت کے بطلان میں جو  
مضمون حوالہ قرطاس کیا ہے۔ اس کے مفید ہونے میں  
تو کوئی شبہ نہیں۔ لیکن بعض جملوں سے مبالغے اور  
تشدد کی بو آتی ہے جو تسلسل حق کو پامال کر دیتی ہے۔  
خیر شاؤ شاخامیاں تو ہر جگہ میں ہوتی ہیں ویسے  
ہمارا خیال ہے کہ بحیثیت مجموعی البدیع کے اس سالنامہ  
کو عوام و خواص سے خراج تحسین ملنا چاہیے۔  
تاریخ تبصرہ اگر سالنامہ کا دیدار کرنا چاہیں تو  
مندرجہ ذیل پتہ پر خط و کتابت کریں۔

(ماہنامہ لبد (کاگوری)  
- کلکتہ -

گوپال متل ایک مطالعہ

از - محمد عبدالحکیم

ناشر (نازش بکسینٹر، ترکمان گیٹ، دہلی نمبر ۱۱۰)

صفحات - ۱۲۴ - کتابت و طباعت - معیاری

مکھورق - سادہ مگر دیدہ زیب

”گوپال متل ایک مطالعہ“ محمد عبدالحکیم صاحب  
کی ایک ایسی تالیف ہے جو عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد  
کے ایم۔ اے (اردو) کے نصاب میں داخل ہے اور  
جس کا مقصد گوپال متل کی ادبی حیثیت متعین  
کرنا ہے،

دور رس کوئی قسم ہے،

مولانا نجم الدین احمادی اور مولانا جمیل احمد ندیری  
ہر دو حضرات سے ہماری بڑے طویل گذارش ہے کہ وہ اس  
کتابچہ پر نظر فرمائی کریں اور اس موضوع پر بحث و انداز میں  
قلم اٹھائیں۔ بصورت موجودہ یہ کتابچہ مفید ثابت نہیں  
ہو سکتا۔ اگر انیس بیس کے فرق کو ملحوظ رکھا جائے  
تو یہ کتاب اطفال ہیے مقالہ کی نسبت کچھ جاندار معلوم  
ہو جائے۔ مگر اس کی گرتے وقت اس میں نسبتاً کم محنت  
کر لی ہے گی۔

ماہنامہ لبد  
کاگوری کا سالنامہ

چند ماہ قبل کہنے لکھوئے کالم میں البدیع پر باقاعدہ  
تبصرہ کر چکے ہیں۔ اور اسی بات کا انہار کر چکے ہیں کہ البدیع  
سے اچھے البدیعیں وابستہ ہیں۔ تبصرہ کے بعد البدیع کے جو  
شعار سے ہماری نظروں سے گزرے ان میں بہت سے مضامین  
جاذب نظر محسوس ہوئے، اور اس سے ہماری امیدوں  
میں یک گونہ تقویت پیدا ہوئی۔

اب عبدالحکیم صاحب نے انتہائی اور شائستگی  
کے ساتھ البدیع کا سالنامہ شائع کیا ہے، اس سالنامہ  
میں جو مضامین اکٹھے کئے ہیں۔ وہ دلچسپ  
ہیں اور محسوس ہوتے ہیں، مفید بھی ہیں اور موثر بھی۔ مختصراً  
یہ کہہ کر مضمون اپنی جگہ اہم اور قابل تعریف ہے،

قادیانیت کی رو میں لکھا ہوا مولانا جمیل صاحب کا  
مضمون اس سالنامہ کا حاصل قرار پاتا اگر آخیر میں نقلی  
زور بجاتی۔

مولانا نجم الدین احمادی کا تحریر کردہ مضمون لال  
یا تنگ بندی اگرچہ اہم اور دلچسپ ہے لیکن اس کی ابتدائی

دونوں پہلوؤں کا ایمانداری اور غیور جانندی کے ساتھ جائزہ لیتا جاتا ہے، ورنہ قاری کو یہ گمان گذرے گا کہ ”گوپال مثل ایک مطالعہ“ کے توسط سے گوپال مثل کا بروہی ہندو کہنا مقصود ہے اور اس طرح وہ عظیم معجزہ فوت ہو جائے گا جو مطالعہ نگار کے پیش نظر ہے، تعجب ہے مقالہ نگار نے جن اصطلاح کا انتخاب کیا ہے ان میں بھی چند ایسے اشارات ملے ہیں جن میں فنی نقائص موجود ہیں ایک شعر ملاحظہ فرمائیے،

جلاؤ شمع میناز کہ شاید روشنی پھیلے

بھیانک شب کا دیا چرا نہ ہو جونا م آتی ہے

معروضہ ثانی میں لفظ ”ہو“ کے استعمال کے بعد آتی ہے ”کو حال سے مستقبل بنانا ضروری ہو جاتا ہے، یعنی ”آتی ہے“ بمعنی آتیوالی زیادہ بہتر ہے لہذا ”ہو“ کے استعمال سے ردیف بھاگ رہی ہے۔ ایک اور شعر کا معروضہ اولیٰ ملاحظہ فرمائیے،

”گوش آگ مدت سے محروم سماعت ہو مگر“

اس معروضہ میں گوش کی مناسبت سے ”ہے“ کا بجائے ”ہیں“ زیادہ مستعمل ہے کیوں کہ کان یا گوش سے متعلق محاورے جیسے بولے جاتے ہیں، مثلاً ”میرے کان کھڑے ہو گئے“، ذرا اپنے کان لگا کر میری بات سنو، کان محروم سماعت ہیں، کان بند رکھو۔ وغیرہ۔

ایک شعر اور دیکھیے،  
کس دل سے تیرا شکوہ بیدار کر سکیں، ہمارے ہونے میں ہم نگہ نہ شرمسارے

مذکورہ کتاب چھ ابواب پر مشتمل ہے، جن میں گوپال مثل کے حالات زندگی، ان کی صحافتی و ادبی خدمات، نیز شاعرانہ حیثیت پر تفصیلی روشنی ڈالی ہے، جہاں تک گوپال مثل کی شخصیت کا تعلق ہے، ان کا شمار دور حاضر کے صف اول کے صحافیوں اور نثر نگاروں میں ہوتا ہے، اردو دنیا میں ان کا بھی کارنامہ بہت کافی ہے کہ انھوں نے کیونست ادب کے خلاف جو ترقی پسند تحریک کی شکل میں اُبھرا تھا، بڑی بے باکی کے ساتھ قلم اٹھایا اور آزادی تحریک کی ہمیشہ حمایت کی کیونست تحریک میں کبھی ممکن نہ تھی کیوں کہ کیونست مالک بھی انسان کے بنیادی حقوق مثلاً آزادی تحریک و تقریر، آزادی پبلشر وغیرہ یا مال ہو کر رہ جاتے ہیں، گوپال مثل کی اب تک کم و بیش ۵۰ تصانیف تالیفات، اور تراجم منظر عام پر آچکے ہیں جن میں ”لاہور کا جو ذکر کیا“ ”ادب میں ترقی پسندی“ ”صحرا میں اذان“ ”ردس کا انقلاب“ ”آج کا مارکسزم“ ”آزادی کی وسعتیں“ قابل ذکر ہیں نیز وہ تحریک تقریباً ۲۵ سال سے پابندی سے نکال رہے ہیں۔

گوپال مثل کے شعری و شعری ادب میں خواہ کتنی ہی خوبیاں کیوں نہ ہوں ہم یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ عبدالحکیم صاحب نے ان کی ادبی حیثیت کا تعین کرنے میں کچھ جانداری سے کام لیا ہے، کتاب کے مطالعہ سے ایسا لگتا ہے کہ محض گوپال مثل کی تعریف و توصیف کرنا مقصود ہے نہ کہ ادبی حیثیت کا تعین کرنا، میرا خیال ہے کہ محبت کے نقاب میں مثال ہونے کے بعد آپ لازم ہو جاتا تھا کہ گوپال مثل کے شعری اور شعری حیثیات کے مثبت اور منفی (Positive and Negative.)

مصرعہ اولیٰ میں "سکین" زبان و بیان کے نقائص میں آتا ہے مصرعہ "سکین" کے بجائے کریں۔

گھر درت سے تھوڑا سا گرمی کے بدلیوں کہا جائے تو روانی آجاتی ہے۔

کس دل سے تر ہو رہی تھم کا گل کریں۔

ماتھے ہوئے ہیں ہم نگہ شرمسار کے

میں سب سے زیادہ قہر کتاب کی قیمت دیکھ کر ہوا، ۱۲۴ صفحات پر مشتمل کتاب کی قیمت پندرہ

روپے تھی۔ مناسب نہیں ہے، پھر داخل نصاب ہو جانے کے بعد تو کتاب کی قیمت اور بھی کم ہو جانی چاہیے۔

ی، تاکہ غریب طلباء کی سبب پر بار نہ پڑے، بلکہ اسے میں سات یا آٹھ روپیہ قیمت رکھنا مناسب ہوگی

پھر بھی مجھے یاد ہے کہ کچھ سال پہلے ایک مظلوم عبدالحکیم صاحب کی قابل ستائش کاوش ہے کیوں کہ اس کے مطابق

۱۰ روپے دیکر لوگوں کو یہ معلوم ہوا کہ اسے گدا اور بھی ایسے ہی ادیبوں اور صحافیوں پر تحقیقاتی کام ہو۔

ایسی شخصیتوں میں مولانا عبدالمجید دریاباری، علامہ عامر عثمانی، ابوالفیض سحر وغیرہ کو شامل کیا جانا چاہیے۔

(شکیل احمد عاصم بریلوی)

# سہ نکارا

خاندان بے کیا

تیز کے کے ساق

توانائی بخشنے والا

(ہمدرد)

جزئی پوٹیوں اور وٹامنوں سے بھرپور مرکب

# خواتین کیلئے اُن بینیں کے نام

اہم صحت رہنمائی — جو خاوند، اولاد، اہل والدین سے  
سچی محبت کی دعویٰ دہیں۔

بھی بہتیں بخوبی واقف ہیں۔ والدین بھائی بہنوں سے  
جدا، سہیلیوں اور اس ماحول سے دوری اور ان سب  
سے بڑھ کر یہ خدشات بھی کہ نئے گھر میں میرے ساتھ  
کیا سلوک ہوگا، جس کے ساتھ میرا مستقبل وابستہ ہے  
وہ اخلاق و کردار کا مظاہرہ کرے گا؟ یہ صرف میری  
سوچیں نہ تھیں ہر دوسرے گھر جانیوالی یہ سوچتی ہے۔  
ماسوائے "تو میرج" والیوں کے اور ان میں کوئی تبصرہ  
نہیں کرتی۔

قادر مطلق کا نظام بھی کیا خوب ہے کہ اس ازدواجی  
تعلق قائم ہوتے ہی لڑکی والدین کی محبت میں اس نئے  
شخص کو کھلی برابر کا حق دینے پر مجبور رہا پاتی ہے، پھر  
وقت کے دھارے کے ساتھ ساتھ اس کی محبت کا محور  
وہ شخص بن جاتا ہے جسے کچھ عرصہ پہلے تک وہ جانتی نہ  
تھی بلکہ محاشرے کے عام آدمی سے جس طرح کا سلوک  
ایک باعصمت کو کرنا چاہئے وہ اسی کا مستحق بنتا اور  
اب وہی اس کا سرتاج بھی ہے اور وہی اس کا دینیوی  
سہارا ہے، پھر اس محبت میں اولاد حصہ بناتی ہے کہ  
کائنات کا یہی دستور ہے۔

مشرقی لڑکی جب والدین کے گھر ہوتی ہے تو اس  
کی تمام تر محبت کا سرمایہ والدین اور بہن بھائی ہوتے  
ہیں۔ یا ان کے بعد عزیز واقارب اور سہیلیاں، والدین اور  
بھائی بہنوں کی باہم محبت میں جو گہرائی ہوتی ہے یقیناً وہ  
دوسروں کے لئے اسی معیار پر پوری نہیں ہوتی۔ ادا بہت  
دور کے کم و بیش ۱۵، ۲۰ یا ۲۵ سال انہی محبتوں کے سہارا  
بیت جاتے ہیں، دیہاتی زندگی شہری زندگی سے جہاں  
اور باتوں کے لئے مختلف ہے، وہاں اس محبت کے معاملے  
میں بھی نسرق برقرار رکھے ہوئے ہے دیہات میں نہ صرف  
یہ کہ ان حدود سے محبت آگے نہیں بڑھتی بلکہ اس میں  
اخلاص ہوتا ہے مگر شہری زندگی میں ادب نے جو بے  
ذوقی کا سبق دینا شروع کیا ہے اس بلاشبہ ان قدروں  
کو پامال کرنے کا حق ادا کر دیا ہے۔

میں نے بھی ایک دن کی کھلی فضا میں والدین اور  
بھائی بہنوں کی محبت کے سہارا پر زندگی کے بیس سال  
گذاڑے تھے کہ ایک دن زمانے کے وہ ترسے مطابق  
ایک انجانے شخص کے ساتھ میرے مستقبل کا یہ  
کر دیا گیا، دل کی کیفیت جو اس لمحے ہوتی ہے اس سے

خوش نصیب ترین عورت ہوں۔ اب صرف یہ کہ میں  
خوند اور بچوں سے حقیقی محبت کا حق ادا کرنے والی ہوں،  
بلکہ والدین سے بھی محبت کر کے ان کے احسانات کا مقدر  
بھرا ملے اگرچہ سبھی پورا مادہ ہو نہیں سکتا ایسے کا سوچ  
سکتی ہوں۔

جو نکتہ مجھے ہاتھ لگا ہے آپ بھی جان لیجئے یہ زندگی  
قطعا عارضی ہے اور یہاں محبت جس درجے کی ہو عارضی ہے  
اصلی زندگی اس کے بعد شروع ہونے والی ہے جو کچھ ختم  
نہیں ہوگی، عارضی زندگی میں اگر کسی علی دار نصیبین  
کی خاطر عارضی جدائی برداشت کر کے اللہ اور رسول  
خیر شدی حاصل ہو جائے تو اس کے بدلے میں فائدہ ہوتا  
کا زندہ ہے کہ جنت انعام میں ملے گی۔ جہاں ہمیشہ رہنا ہے  
اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک فرمان کا  
مفہوم میرے میں کچھ اس طرح سے ہے کہ اللہ کی خوشنودی  
حاصل کرنے والے میاں بیوی اکٹھے کر دیئے جائیں گے  
لہذا کیوں نہ ہم اپنی ساری صلاحیتیں ساری محبتیں  
اس دنیا میں ہر ایسے کام میں لگا دیں جو اللہ اور رسول  
کی خوشنودی کی راہ کی طرف لے جانے والا ہوتا۔  
تا کہ آخرت میں ایک دوسرے کی آنکھوں کے سامنے  
رہنے کا دائمی موقع نصیب ہو جائے۔ جب سے سوچ  
نے پر وہارا اختیار کیا ہے مجھے اپنی محبت کے پہلے  
دعوے سے خود غرضی نمایاں جھلکی نظر آنے لگی ہے،  
اور کچھ احساس ندامت بھی ہے افسوس کتنے دن سال  
میں خاوند کو میں یہاں آنکھوں کے سامنے رکھ لوں گی؟  
یہ بات طے ہو جانے کے بعد اب میں نے کمر محبت  
باندھ لیا کہ اپنی تمام تر کمزوریوں کے باوجود میں اللہ  
اور اس کے رسول کے دین کی اشاعت و تبلیغ کا کام  
کروں گی۔ جس سے یہ میرا مقصد پورا ہو، میں قطعا  
یہ نہیں سوچوں گی کہ میرے مقدر میں کم ٹھہری یا  
توانائیاں اور ذمہ داریاں زیادہ ہیں میرے کرت  
نے جو کچھ مجھے دیا ہے اسی کے مطابق مجھ سے مواخذہ

اپنی راہوں پر سفر کرتی ہیں اپنے لئے گھر بنی،  
میرے جذبات کھل چکے تھے، میرا دل اور میری اولاد  
میرے محبت کا محور قرار پاسے، میرے گھر قطعاً درمیانے  
درجے کا گھر تھا اور میرے اچھے دوستوں کے ساتھ ساتھ  
گھر سستی میں اس قدر اچھی چلی گئی کہ وہ گھر جہاں بچپن  
سے جوانی تک کے طویل سال تر بھی کی ساتھیوں کے ساتھ  
گزارے تھے اب اپنی ثانوی حیثیت بھی کھو گیا، والدین  
کی محبت تو دل میں برقرار ہے، سہیلیاں یاد تو آتی  
ہیں مگر نیچے اور ان کا باپ سب چیزوں پر فوقیت لے گئے  
اور اس میں بے بس سی ہو گئی، اب میری محبت یہ جاہتی  
ہے کہ یہ میری آنکھوں کے سامنے رہیں، بلکہ اس سے  
بھی آگے بڑھ کر یہ کہ میں انہیں کہیں اس طرح سنبھال  
سمیٹ لوں کہ زمانے کی گرم سردیوں سے لے، میری طرح  
ماسوائے چند گز بدادب بہنوں کے شاید ہر عورت  
اپنے عورت پن کے ہاتھوں، اسی طرح کی سوچنے کے  
لیے مجبور ہوتی ہے کیفیات میں معمولی کمی بیشی تو ہوتی ہے  
کیوں کہ سب کی قلبی واردات ایک جیسی ہو نہیں سکتی۔  
میں اسی سوچوں میں الجھتی چلی گئی کہ کس طرح خاوند  
اور بچوں کو اپنے سامنے رکھوں کیسے جی بھر کے ان سے  
محبت کا حق نبھاؤں، میری یہ سوچیں قطعاً فطری تھیں  
جتنا سوچتی اور الجھتی کیونکہ یہ زندگی انسان سے اور بہت  
سی مصروفیات کے تقاضے کرتی ہے۔ یہ سب جانتے ہوئے  
مجھے اپنے خاوند کا زیادہ عرصہ گھر سے باہر رہنا مجھے گوارا  
دیتا، میں انہیں اسی قدر چھٹی دینے پر آمادہ ہو پاتی تھی جتنے  
غور و فکر کیلئے ناگزیر ہو، اس میں خدا خواستہ میرا جہا  
برتری کا احساس شامل نہیں تھا بلکہ خالصتاً اپنی محبت کے  
ہاتھوں مجبور تھی، میری بہت سی بہنیں اسی قسم کے حالات  
سے دوچار ہو سکتی ہیں۔

میری سوچوں کو ایک روز کنار مل گیا اور میں منہدار  
سے کل آئی۔ مجھے روحانی سکون ملا، مجھے اپنے خاوند اور بچوں  
سے مستقل قریب کا مائل گیا۔ آج میرا یکان ہے کہ میں

ہو گا۔

اپنے خاوند سے سچی محبت کا حق ادا کرنے کے لئے میں ان کی حوصلہ افزائی کرتی ہوں کہ وہ زیادہ سے زیادہ کام کر لیں۔ جن سے رب العزت خوش ہو جائے، اب میرے لئے ان کی کم یا زیادہ جدائی کوئی معنی نہیں رکھتی۔ کیوں کہ اعلیٰ نصیب انبیین کے لئے قربانی تو ناگزیر ہے جنت کا وعدہ اور سودا کوئی معمولی بات تو نہیں۔

انہیں پتھروں پر چل کر اُسکو تو اُو،  
میسرے گھر کے راستے میں کوئی کہکشاں نہیں

ہے،

جہاں ممکن ہوتا ہے، ہم مل کر، قدم ملا کر، راہِ خدا میں چلتے ہیں کہ آخرت میں یہ قدم اسی طرح اٹھیں، اور جہاں دونوں کے حلقہ ہائے کار الگ ہوتے ہیں وہاں الگ الگ پائے رکاب، منزل الحمد للہ ایک ہے، لگن بھی ایک جیسی، آمین۔

پھر اولاد کی تربیت پر تو وجہ سب ہی والدین دیتے ہیں، میں بھی کوشش کرتی ہوں، اپنے رب سے دعا بھی کہ ہدایت صرف اسی ذات کے ہاتھ ہے، اولاد میرا دنیا و آخرت کا سرمایہ ہے، دنیا کی نیک نامی ہی بلکہ اولاد کا ہر نیک عمل والدین کی زندگی میں بھی ان کے کھاتے کو دزنی بنانے والا ہے، پھر اس یقین کو سبھی تقویت ملتی ہے کہ میرے بچوں سے میری ملاقات خلد برس میں ہوگی۔ اور وہ آخرت کی گرمی سے بچ جائیں گے، انشاء اللہ، مہتا تو اولاد کی، اس دنیا میں معمولی تکلیف پر تڑپ اٹھتی ہے، میں سمجھتی ہوں کہ اولاد سے محبت کا حق یہی ہے کہ بچوں کو اچھی سے راہ حق میں نکالا جائے تاکہ مستقبل میں کسی مرحلے پر بھی ان کے قدم نہ ڈگمگائیں۔ میری آنکھوں کے سامنے ان کی تربیت ہو، میرے نزدیک اپنے ساتھ اپنے خاوند کے ساتھ محبت خیر خواہی کا حق بھی اسی طرح

ادا ہوتا ہے۔

اللہ اور اس کے رسولؐ نے والدین کے حق پہ سب سے زیادہ زور دیا ہے بلکہ اپنے بعد درجہ ہی والدین کا رکھا ہے، میرا ایمان ہے کہ والدین کے لئے دنیا و آخرت میں اس سے بڑھ کر نافع کام کیا ہو گا کہ ہر وہ کام کرنے کی سعی کو ترجیح دی جائے جس کا حکم ملا ہے اور ہر اس کام سے رک جائے جہاں سے روکا ہے رسول اللہؐ ہمارے ذمہ اشاعت دین اور برائی سے روکتے رہتے تھے جو فریضہ کر گئے ہیں اس پر کاربند ہو جائیں۔ ہر محبت کا حقیقی حق خود بخود ادا ہو گا، اور عجب عارضی اور جزئی گھٹنوں یا پہلوؤں کی جدائی سے دل بوجھل نہیں ہو گا۔

## خلافت و ملوکیت نمبر، مجلہ رگزین

ضرر و عدد موجود ہیں،

اگر کوئی صاحب اپنے ذاتی لاٹری کے

ضرورتوں پر دیکھ کر کوئی خواہش مند ہو تو

ہم سے رابطہ قائم کریں، ڈاک خرچ منگوانے

والے کے ذمہ ہو گا۔

قیمت بارہ روپے

آل انڈیا تجلی دیوبند



# آپ غلطی کر رہے ہیں

سنگھوں کی قدر ابھی سے  
کیجئے تاکہ بڑھاپے تک  
وفا قائم رہے

یہ مدت سوچئے کہ خدا نخواستہ سب سنگھوں پر کسی مرض کا حملہ ہو جائے گا یا بینائی کم ہونے لگی گی۔ اس وقت فریضہ کی استعمال کر لیں۔  
دورانِ فریضہ اور دانش مندری کی بات یہ ہے کہ ابھی سے (ڈر بنفٹ) کے استعمال کو بحولِ بنا تاکہ ممانہ امراض کے لئے آپ کی بنیادی کے لئے میں بیش از بیش قوتِ مدافعت جمع ہوتی جائے اور داخلی یا خارجی اثرات اگر بھی سنگھوں پر حملہ آور ہوں تو جمع شدہ قوتِ مدافعت انہیں پیچھے دھکیں دے۔

بہاؤدین مقررہ ہے۔  
قدرتِ نعمت بھارِ ذوالِ نعمت

## دُرُتِ نَجْوِ

ایک جانا پہچانا قدیمی مسٹر جیسے ہزاروں آدمی روزانہ  
استعمال کرتے ہیں۔

ڈاک خرچ  
تین روپے

چھ ماہ  
چار روپے

ایک توکر  
نور روپے

تین سٹیشن یا ایک سہ ماہی طلب کرنے والوں کو محمولہ

ابا زار میں عام طور پر ملنے والی مسائیاں  
عموماً زبردست ثابت ہوتی ہیں، لہذا  
جسٹ کیمیاں سلائی کیمیاں صرف ہمیں طالب  
فرما ہے۔

عِزُّ الرِّفِیضِ رَحْمَانِ یُؤَبِّدُ (پو)

دورہ کیا، ہر جگہ سے یہی شکایت سنی کہ سارے  
عموماً دشمن کے حملے کے بعد بچتے تھے۔

(ہفت روزہ زنگی لاہور)

اس تحریر سے یہ بات دو اور دوچار کی طرح واضح  
ہو جاتی ہے کہ مسٹر بھٹو پاکستان کے بدخواہوں سے ملے  
ہوئے تھے۔ انھوں نے اپنی قوم کے زبان کو معطل کرنے  
کے لئے انہیں جھوٹی تسلیاں دیں اور فوجی جرنیلوں پر  
بھی یہ تاثر چھوڑا کہ جنگ کا کوئی امکان نہیں ہے۔ نتیجہ یہ نکلا  
کہ نہ قوم ہمنانے جنگ کے لئے تیاری کی اور نہ ہی پاکستان  
کی فوج نے اپنے بچاؤ کے لئے کوئی لائحہ عمل مرتب کیا۔ جنگ  
تو ہوئی ہی تھی اور ہر جگہ پاکستان کی سرحدوں پر حملہ  
اور تھقل کے اندھیدے بکھرے ہوئے تھے۔ نتیجہ یہ نکلا  
بالآخر یہی اندھیدے پاکستان کے ذخائر کو نکل گئے  
انبار اور بھٹو کی ساز باز نے اس طرح پاکستان کو  
اپنا بیج کر دیا اور سازش و پروگرام کے مطابق مسٹر بھٹو  
اقتدار کی کرسی پر جہم گئے۔

جی ڈبل بوڈھا کہ یونیورسٹی میں سیاسیات کے  
پروفیسر رہ چکے ہیں اور فی الوقت امریکہ میں کولمبیا  
یونیورسٹی سے منسلک ہیں۔ انھوں نے حال ہی میں  
ایک کتاب تصنیف کی ہے جس کا نام ہے متحہ پاکستان  
کے آخری ایام۔ اس کتاب میں انھوں نے بہت سے  
اہم رازوں سے پردہ ہٹا کر یہ ثابت کیا ہے کہ پاکستان  
میں ایک مدت سے سازش کی بانڈی پک رہی تھی اور  
ایک عرصہ دراز سے پاکستان کے پرچمے اڑانے سے منعوبہ  
بنائے جا رہے تھے۔ اس کتاب کے اہم اقتباسات بھی  
اگر نفس کے چاہیں تو بات طویل ہو جائے گی۔ لہذا ہم  
صرف ایک ہی جملہ نقل کرنے پر اکتفا کرتے ہیں اور یہی  
ایک جملہ بھٹو کے اندھے عاشقوں پر بھاری گزرے گا  
بنگلہ دیش بن جانے سے قبل جب پاکستان میں  
برسر سازش اور جوڑ توڑ کا بازار گرم تھا اس وقت مصنف نے

یہی خاں سے رابطہ قائم کیا کہ مصالحت کی جگہ جو گفتگو  
آپ ان دنوں مجیب سے کر رہے ہیں ان میں کامیابی کے  
امکانات کس حد تک ہیں؟

یہی خاں نے جواب دیا:

اس راہ میں دو بڑی رکاوٹیں ہیں۔

ایک مکار عورت اندرا گاندھی اور دوسرا

ہوس اقتدار میں اندھا بھٹو۔

اب یہ کہنے کی ضرورت ہی کیا باقی رہ جاتی ہے کہ  
پاکستان کو دو ٹکڑوں میں کر دینے کا سہرا بھٹو کے سر  
بندھتا ہے لیکن ہندو ذہن اور روسی نظریہ کی کامیابی ہو  
کہ آج مسلمانوں کا ایک بڑا طبقہ اس بھٹو کی قصیدہ خوانی  
میں اپنی صحت برباد کر رہا ہے کہ جس نے پاکستان کے ٹکڑے  
کرائے اور مسلم قوم کو ہتھیار ڈلو کر دینا بھٹو میں ذلیل کیا  
اور اسلام کی گردن میں شکست و ریخت کا "اقرار نامہ"  
لکھوانے کی خدمت انجام دی۔

اس طرح اپنے اقتدار کے لئے، ہندو خاندان کو خوش کرنے  
کے لئے اور ہندوستان کے برہمنوں کا دل جیتنے کے لئے  
مسٹر بھٹو نے پاکستانی قوم اور نہ ہی اسلام کے ساتھ  
جوفداری کی ہے، اسے اسلامی تاریخ کبھی فراموش  
نہیں کر سکتی

نیر۔ بھٹو کی برسہا برس کی آرزو پوری ہو گئی  
وہ پاکستان کی صلب میں سیاست کا خنجر گھونپ کر اقتدار  
کی کرسی پر جہم گئے اور اندرا حکومت نے قدم قدم پر انکی  
مادری۔ بھٹو مطمئن تھے ایک ایسی عورت کا سہارا انھیں  
میسر تھا کہ جو ہندوستان کے ساتھ کڑوا انسانوں کی مالک  
تھی۔ شملہ معاہدہ کے موقع پر دوستی میں اور پختگی پسند  
ہو گئی۔ اسی موقع پر اندرا گاندھی پر یہ حیرت انگیز راز  
منکشف ہوا کہ بھٹو سیاسی بطلان ہیں اور ان کا نام :-  
"گھاسی رام" ہے۔ اندرا گاندھی کو ہمیشہ ایسے لوگوں کی  
ضرورت پڑتی رہی تھی کہ جو مسلمان ہوں یا نہ ہوں لیکن مسلمان

سمجھے جاتے ہوں تاکہ ان کے ذریعہ مسلمانوں کا بے وقوف بنایا جاسکے،

اس کے دائیں ہاتھ میں مولانا اسد تھے، اور ان کا پورا جھوٹا تھا، ان کی پوری جماعت تھی، ہاتھ میں حمید دلوای تھے، ان کی اہلیہ تھیں اور وہ تمام زبردست تھے، کہ جواز ل سے اسلام کے دشمن تھے اور اسلام کو نقصان پہونچانے ہی کے لئے خود کو مسلمان کہتے تھے، اب خیر سے بھٹو ان کے ہاتھ لگ گئے تھے اور ان سے یہ معاہدہ کر چکے تھے، کہ میں ہندوستان کی پالیسی کے خلاف کبھی ایک لفظ زبان سے نہیں نکالوں گا، انھیں شملہ معاہدہ کے موقعہ پر اندر لگائی گئی یہ یقین بھی دلایا تھا کہ جب تک میکروم میں دم نہیں "ملاؤں" کے خلاف صرف آرائی کرتا رہوں گا، اندرا گاندھی نے بھٹو کو خوش ہو کر انعام دینا چاہا تو ایک مسلم اسٹیٹ کے صدر نے جو خواہش ظاہر کی، اسے اپنی تاریخی حیثیت حاصل ہے، بھٹو صاحب نے فرمایا مجھے میرا پسندیدہ ریکارڈ عطا کر دیا۔ پتا چلے ان کی خواہش پوری کر دی گئی، اور ان کی پسند کا ریکارڈ انھیں دے دیا گیا۔

تاریخیں بھٹی حیرت کر رہیں گے کہ انھوں نے "ہری رام، ہرے کرشنا" والے ریکارڈ کی فرمائش کی تھی، جو اس بات کا ثبوت تھا کہ ان کے پیروہ ذہن میں اسلام کی بجائے کیا چپ نہ اقامت پذیر ہوا اور پھر بے پارے ملاؤں نے جب اتحاد پرستی پر ان کی خبر لی تو بھٹو صاحب بگڑ گئے، علماء اور اسلام کے توفد ازلی دشمن تھے، لہذا اول کی بجائے اس نکالنے کے لئے انھوں نے ہر اس شخص کو تباہ کر دینے کی ٹھان لی جو انھیں عالم اسلام یا انھیں عاشق اسلام محسوس ہوا، ظلم اور جبرہ دستی کے واقعات تو بیشمار ہیں، لیکن مذکورہ کچھ واقعات اور کچھ بائیں قلم کی نیک بھرائے کے لئے بے تاب ہیں، پاکستان کا ذکر

کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔  
ظلم و جور کی وہ سنگین ادائیں  
پے در پے سامنے آ رہی ہیں۔  
دوسروں کو چھوڑیے ہونے  
ہی کے تو اس نے (بھٹو نے)  
تجلی، وہ ظلم کئے ہیں کہ سن لے  
اور پڑھنے کی ہمت نہیں رہی،  
اس نے مادہ سانپ کی طرح  
اپنے بچوں کو بھی کھالیا معتار رانا  
سب سے پہلے اس کے استبدادی  
پنجرہ کا شکار ہوتے افتخار چودھری  
کو ظلم کی جتنی میں پیسا گیا احمد رضا  
قصوری کی جان لیتے لیتے، ان  
کے والد کا ہونچوڑ لیا گیا، خواجہ  
خیر الدین کی داستان غم  
بھی عام ہو چکی ہے، سیالکوٹ  
کا سابق ایس پی جو بھٹو کے  
حسب منظر ظلم ذکر سکا اور برسر  
کر دیا گیا۔

حال ہی میں اس نے اپنی  
برطرفی کی وجہ بیان کی ہے وہ  
یہ کہ اسے حکم ملا تھا کہ ملک سلمان  
سابق ایم این اے ضلع سیالکوٹ  
کی زوجہ ان بیٹیوں کو اغوا کر لیا  
جائے ان کے ساتھ زنا باجبر  
کیا جائے اور اس واردات کی  
تصویریں بھٹو کو بھیجی جائیں۔  
ایس پی نے کہا کہ میکرو  
بھی ایک بیٹی ہے اور میں ایسا نہیں  
کر سکتا اور برطرف کر دیا گیا۔

(الشیخ - لاہور)

میاں محمد طفیل امیر جماعت اسلامی پاکستان نے ہفت روزہ ایشیاء کے نائبر سے گفتگو کرتے ہوئے فرمایا

جیل میں جو طے پاتے انھوں نے اختیار کئے وہ ان کے پوسے دورے حکومت کا طرہ امتیاز رہا ہے عارضی طور پر انھوں نے مجھے اے کلاس میں حوالا کی حیثیت سے بند کیا، لیکن عملاً انھوں نے مجھے مختلف طریقوں سے زیر اور پریشان کرنے اور میری تہمتیں کرنے کی پوری کوشش کی مثلاً رات کو جیل کی سلاخوں کو کھٹکھٹانا، شور و غل کرنا، انتہائی گندی اور غلیظ گالیاں رات دن دھرتے رہنا، اور بد قسماس قسم کے داروؤں کے ذریعہ سونڈوں سے پیوٹالے تنک کی کوشش کرنا تاکہ رد عمل ہوا اور انھیں مسزید کا ردائی کرنے کا موقع ملے۔

ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے میاں محمد طفیل صاحب نے فرمایا۔

معتودہ میں سب سے پہلے ڈاکٹر زبیر احمد کی شہادت کا واقعہ پیش آیا پھر بد و فیسر منصفہ رفقہ احمد صاحب کو بھی شہید کرنے کی بے دریغ کوشش ملتی رہی جماعت کے بعض دوسروں کو گول کے بارے میں

بھی پتہ چلا کہ وہ اس فہرست میں موجود ہیں، یعنی ان کو بھی پتہ کرنے کا منصوبہ پیش نظر ہے چنانچہ شیخوپورہ کے جلسہ میں پرفیور عفو راہد بدم بھینکا گیا۔ اس کے علاوہ کراچی میں ہمارے نوجوان ضامن علی کو پولیس نے ان کے گھر میں گھس کر اس وقت گولی مار کر شہید کر دیا جب وہ اپنے بیوی بچوں کے ساتھ بے خبر سو رہے تھے، دروازہ کھٹکھٹا کر ان کو جگایا اور جوں ہی انھوں نے دروازہ کھولا تو ان کے سینے میں پیوستہ کر دی گئی۔ میر نظام مصطفیٰ کی تحریک کے زمانہ میں تہ جماعت کے ہزاروں کارکن قتل ہوئے اور سینکڑوں زخمی اور شہید ہوئے راولپنڈی میں جماعت کے دفتر پر پبلنر پارٹی کا جلوس پولیس اور مجسٹریٹ کے ہمراہ آیا، اور جلوس کا جو رستہ متعین تھا وہ وہ اس کو اکرا یا پولیس کی موجودگی میں جماعت کے دفتر کو آگ لگائی گئی، جس سے جماعت کے دستہ کی دو منبری جلا گئیں اور سامان بھی جل کر راکھ ہو گیا، گمرینڈ بھینکا گیا جس سے جماعت کا نوجوان کارکن اظہر مرزا شہید ہو گیا سی آئی۔ اسے قتل میں ہمارے

ان کو ان کی کہنے سے بھاگنے کا کوئی نہیں  
 دیتا تھا، بعض کے ناخن تک کاڑ  
 دینے لگے اور اس بات کے لئے  
 ان کو مجبور کیا جاتا رہا اور اس  
 بات کے لئے ان کو مجبور کیا جاتا  
 رہا کہ وہ اس بات کا اقبال کریں  
 کہ ہم مارنے اور پل اڑانے کے  
 جو واقعات ہو رہے ہیں۔ ان  
 وارداتوں میں نہ صرف یہ کہ  
 لگوٹے ہیں بلکہ یہ کام مولانا  
 مودودی میاں طفیل محمد اور  
 جماعت اسلامی کے دیگر بھائیوں  
 کی ہدایت پر کر رہے ہیں، مولانا  
 مودودی کے بارے میں یہاں  
 تک الزام عائد کیا کہ انھوں  
 نے اپنی نگرانی میں ہم سازی کی  
 نیکوئی قائم کر رکھی ہے۔

(ایشیام لاہور)

ایک مرتبہ پروفیسر عبدالحمید صدیقی مرحوم نے بھٹو  
 کے دور آفریت کا نقشہ کھینچتے ہوئے لکھا تھا۔

یوں محسوس ہوتا ہے کہ پاکستان  
 کے تحت اقتدار پر انسان نہیں  
 بلکہ انسان کا بھتیجے کا بعض  
 تھے، جنھیں انسانی خون کی  
 چاٹ لگی ہوئی تھی۔ کی دیر  
 ویرت آزادی ان کا محبوب  
 مشغلہ تھا، اور قتل و غارت  
 گری ان کا دل پسند پیشہ  
 اور پاکباز عورتوں کی روئے  
 عصمت تار تار کرنے کو اپنا  
 کمال سمجھتے تھے اور نہ دھوکہ

زیب ظہن ظلم و ناانسانی اور  
 اقر باہر درمی جیسے گھمنائے  
 جرائم کا ارتکاب گویا ان کی فطر  
 میں داخل ہو چکا تھا۔

(ترجمان القرآن لاہور)

اس قسم کے سنگین اور روح فرسا واقعات سے  
 پاکستانی اخباروں کے صفحات بھرے ہوئے ہیں، کہاں تک  
 انھیں نقل کیا جائے، حساس اور سمجھ دار لوگوں کے لئے  
 بھٹو کو ظالم اور چسپہ درست سمجھنے کے لئے ہنگامی بہت  
 کافی ہے، جو ہم نقل کر چکے ہیں، حیت اور انسوس  
 کی بات یہ ہے کہ ظلم و ستم کی خونین داستانیں طشت  
 از باہم ہو چکی ہیں۔ لیکن اس کے باوجود ہندوستان  
 کے چند مسلم اخباروں کا عالم یہ ہے کہ وہ بھٹو کو فتنہ  
 ثابت کر نیکلیے اپنا شعور اور سوچ بوجھ پرے و قعر فی کے  
 آڑے چلا رہے ہیں۔ بھٹو نے اپنے مخالفوں کی زبان  
 بند کرنے کے لئے جو غلط اور سنگین طریقے اختیار  
 کئے، ان کا تصور بھی شریف لوگوں کی مشافہت کو لڑہ  
 بر اندام کر دیتا ہے، بھٹو کی خفیہ پولیس دراصل ہندو  
 پر مشتمل تھی، اس کا کام یہ تھا کہ بھٹو کے خلاف تقریر  
 کرنے والے حضرات کی ہوبہو بیٹیوں کو اغوا کر لیتی تھی  
 پھر انھیں بلیک میل کیا جاتا تھا، اور ان سے یہ سودا  
 کیا جاتا تھا کہ وہ اپنا قلم توڑ دیں اور اپنی زبان بند  
 کر لیں۔ اگر وہ ایسا کرنے سے انکار کرتے تو انھیں  
 اس بات کی دھمکی دی جاتی کہ ان کی اغوا شدہ بیٹیوں  
 کا دامن ناموس تاننا کر دیا جائے گا۔

حقیقت یہ ہے کہ اندرا اور سنجے نے ہندوستان  
 میں عوام پر جو مظالم ڈھائے تھے، وہ ان مظالم کا  
 مشیر بھی نہیں جو پاکستان کے شرفاء پر بھٹو اور اس  
 کے حوالمین ڈھائے رہے،

قابل مہمت اور ناقابل یقین بات یہ ہے کہ  
 ذوالفقار علی بھٹو کی پارٹی میں "کشمیریت" ہندو

اس سلسلہ میں یہاں کے ایک  
بڑے زمیندار کشن چند کا  
دائرہ کورس بند کر دیا گیا  
جو اس نے وہہ چند کے ایک  
زمیندار محفہ طاہا خان قائم خوانی  
کا پچیس سالہ پڑاوا دائرہ کورس  
بند کر کے قائم کیا تھا۔  
(روزنامہ صحافت)

کراچی۔

دیکھ لیا آپ نے یہ ہوا ہے بھٹو کے دو پڑوس  
جس میں ہندو غالب تھا اور مسلمان مغلوب یہ تھیں ہندو  
کے ہندوئی کو بھی معلوم ہیں، اور مسلمانوں کو بھی، لیکن  
ہندو دائرہ راہ سلامت خاموش ہے، اور مسلمان ازراہ  
حمایت بھٹو کی حمایت و طرفداری میں طرح طرح کی  
تلاشیں کیا کھا رہے ہیں۔

ہفت روزہ زندگی لاہور کے نمائندے نے  
سندھ کے ایک علاقہ میں بکھری ہوئی زیادتیوں اور  
دھاندلیوں کا تذکرہ کرتے ہوئے پہلے تو یہ انکشاف  
کیا ہے کہ یہاں کے ہندو مسلمانوں پر پلٹا کر رہے  
ہیں اور ان کے مال و مال اور عزت و آبرو سے جھٹکا  
کھیل کھیل رہے ہیں، اور اس کے اس نے ایک  
واردات کا ذکر کیا ہے، جس میں مسلمانوں پر غارت  
کی گئی تھی، اور انھیں نوٹنے کا منصوبہ تھا، پھر  
اگلے چل کر ہفت روزہ زندگی نے اپنے نمائندے  
کے حوالہ سے یہ لکھا ہے کہ

اس پوری واردات سے پوری  
کو مطلع کیا گیا، لیکن اس نے  
بھی واردات کا تذکرہ نہ  
اور ڈاکوؤں کو گرفتار نہ  
کی کوشش نہیں کی اور دھوکا  
جانب صورت حال یہ ہے کہ

کی ہے، بالخصوص اس کی خفیہ پولیس تو صد فی صد  
تو ہندوؤں پر مشتمل ہے یا اس میں چھانٹ کر ایسے  
مسلمان رکھے جاتے تھے کہ جنہیں اسلام سے عداوت  
تھی، اور جو اسلام کی ہدایات کو نیست و نابود کرنے  
کے خواہاں رہتے تھے، پاکستان کے ہندوؤں نے اپنے  
مکانوں پر پلٹ کر پارٹی کے بھندے نصب کر رکھے  
تھے، اور ان بھندوں کی موجودگی میں کسی مسلمان  
کی یہ مجال نہیں تھی کہ ہندوؤں کی جانب سے کوئی  
ناخوشگوار بات دیکھ کر بھی ان کی طرف انگلی اٹھا سکے  
بعض علاقوں پر ہندوؤں کو مسلط کر دیا گیا تھا، چنانچہ  
پاکستان کا ایک اخبار لکھتا ہے کہ

بلوچستان اور سندھ کے

شمالی اضلاع کی تجارت

اور منڈیاں کلکتہ ہندو

سرمایہ داروں کے قبضہ

اور نصف میں دے دی

گئی ہیں، اور ان علاقوں

کی اہم ترین منڈی چیک

آباد کو ہندوؤں نے اپنا

ہیڈ کوارٹر بنا لیا ہے،

صحت سے یہ نہیں کہ بعض علاقوں پر ہندوؤں کا  
تسلط قائم کر دیا گیا، بلکہ انھیں اتنی چھوٹ دے دی  
گئی ہے کہ وہ من مانی کریں اور کہتے رہیں، کوئی انھیں  
سنا اور احتساب سے دوچار کرنے والا نہیں تھا، بھٹو  
سندھ میں ہندوؤں کی اکثر اور سینہ زوری کا اندازہ  
مندرجہ ذیل خفیہ ریکارڈ کا جائزہ ہے،

۳۰ اپریل، ۱۹۴۷ء کو

نمبر ۶۲ کے تحت سابقہ حکومت

(بھٹو کی حکومت) کے قائم

کردہ ناجائز دائرہ کورس

فوری طور پر ختم کر دیے گئے



ان ہندوؤں کی جہیز میں پاکستان  
میں تھیں اور ۱۹۷۵ء کی بجائے  
پاک جنگ ہندوستان سے  
ہجرت کرنے والے مسلمانوں  
نے مین سال سے آباد کر دی  
شروع کی ہیں، لیکن ان  
ہندوؤں کی رشتہ داروں  
کا جھوٹا دعویٰ کر کے زمین  
کئی مسلمانوں کو یہ زمینیں  
آباد کرنے سے روک رہے  
ہیں، بلکہ انھیں گرفتار کرنے  
کئی دھمکیاں دی جا رہی ہیں  
ان ہندوؤں کی نمائندگی رانا  
چندر سنگھ چیدرا بان اور  
سندھ کے رہنے والے  
مختلف ہندو کر رہے ہیں۔

(اشاعت ۵ تا ۱۱ مئی ۱۹۷۵ء)  
ایک نمونہ اور ملاحظہ فرمائیے، آپ نے سنا  
ہوگا کہ کشمیر کے لوگوں نے جھٹو کے حق میں کچھ مظاہر  
کئے ہیں، اور جھٹو کو میرا سے موت سے بچانے کے لئے  
ایڑی چوٹی نکال دیا گیا ہے۔ یہ کون لوگ تھے اور ان  
مظاہروں کی کیا حقیقت تھی، اس کا اندازہ  
حسب ذیل تحریر سے کیا جاسکتا ہے، لاہور کا ہفت  
روزہ ایشیا ریکورڈ ہے،

جھٹو کو لاہور ہائی کورٹ  
کی طرف سے محمد احمد خاں  
کے قتل کے جرم میں سزاؤ  
موت سنائے جانے کے خلاف  
مقبوضہ کشمیر کے بعض علاقوں  
میں مظاہرے اور جزیوی  
ہڑتالیں ہونے کی جوبالہ

آئینہ خبریں بی بی سی سے  
نشر کی گئی تھیں، ان کا اٹھا  
کشمیر کے اخباروں نے جو  
چھوڑ دیا ہے ان اخباروں نے  
بتایا ہے کہ سری نگر اور دیگر  
مقامات پر جو احتجاجی مظاہرے  
ہوتے ہیں وہ کمیونسٹ پارٹی  
آف انڈیا کی شاخ اور لنڈا  
گاندھی کی کانگریس کے ترقی  
پسند گروپ نے کر وائے  
ہیں۔ سری نگر کے ایک اخبار  
"روشنی" ۲۲ مارچ کو  
جھٹو کی سزا یا بی کے خلاف  
مظاہروں کی خبر چھپانے  
ہوئی اس میں بتایا گیا ہے  
کہ احتجاجی جلوس کمیونسٹ  
پارٹی آف انڈیا اور پیپلز  
برلین فرنٹ کے زیر اہتمام  
کالے گئے تھے اور ان میں  
ترقی پسند نوجوانوں اور  
عورتوں نے حصہ لیا، روشنی  
کے رپورٹ کے مطابق ان  
احتجاجی جلوسوں سے خطرات  
کمر نے والوں کے نام حسب  
ذیل ہیں۔

کامریڈ عبدالستار انجو  
کامریڈ نور محمد کامریڈ عبدالغنی  
زرگر کامریڈ منیر نامتکول  
بی بی سی کی ایک خبر اور  
تھی کہ قریب ڈیڑھ ہزار افراد  
نے پاکستان کی سرحد تک

کہ ذوالفقار علی بھٹو کی حمایت پاکستان میں جس قسم کے ہندو کر رہے ہیں، اسی قسم کے ہندوؤں نے بھارت میں تختہ بی مظاہروں کو جھم دیا ہے اسے بھی اتفاق میں شمار نہیں کیا جاسکتا کہ پاکستان اور ہندوستان دونوں ہی ملکوں میں بھٹو کی حمایت کا سہرا ان مسلمانوں کے سر بندھنا ہے جو اسلامی روایات کے کٹھن دشمن ہیں اور جن کو اسلام سے فقط نسبت ہے جو صیاد کو گولستاں سے ہوتی ہے ان سلسلہ دار اور غیبر اتفاقی حقائق کے پیش نظر یہ سہرا ہے کہ شاید وہ یہ چاہتے تھے کہ کفر اور انجیل کے دیو دارس چر و دروہ سے پاکستان میں داخل ہو جائیں اور اسلام کا ملیا میٹ کر دیں۔

بھٹو کو کسی طرح اگر مسلمان مان لیا جائے تو بھی یہ بات اپنی جگہ مسلم اور بڑے شدہ ہے کہ اسلام بھٹو کی "چر" تھا اسلام اور بات اسلام کا بھی بھی ذکر ہوتا تھا۔ بھٹو کو بھرتے تھے، اور وہ اسلام کے ہر شیعہ کی کو "ملا" بجائی دیتا ہوس کہہ کر مطمئن ہو جاتے تھے، انہیں اس بات کا اندازہ نہیں تھا کہ ان ہی دقتیانوس ملاؤں کی ایک مٹھی بھرتے جماعت ان کی دھاندلیوں کا قتل عام کر کے انہیں جیل میں مڑوا دے گی اور اس پلیسز پارٹی کی بھند بھی حرام کر دے گی جو اسلام اور اس کی روایات کا خون کھونڈ کے لئے بنائی گئی تھی اور جس میں اکثریت ایسے افراد کی تھی کہ جو نہ صرف اسلام کے برخوار تھے بلکہ نظریہ پاکستان کے بھی از حد مخالف تھے۔



مادع کر کے بھٹو سے اپنی ہمدردی کا اظہار کیا ہے، اس کی حقیقت یہ ہے کہ یہ مظاہرہ کشمیر اسمبلی کے ایک کانگریسی رکن مٹر بھیم سنگھ نے تیار کیا تھا، بھیم سنگھ ایک متعصب ہندو ڈوگرہ اور اشتراکی ہے۔ اس مظاہرے میں سوائے چند مسلمانوں کے باقی تمام ہندو یا سکھ تھے،

یہی نہیں بلکہ شیخ عبداللہ کی نیشنل کانفرنس کے حامی اخبار روزنامہ "پنج" سری نگر نے اپنی ایک اشاعت میں یہ لکھا ہے،

پاکستان کے سابق وزیراعظم شری ذوالفقار علی کو بڑے موت ملے پر کشمیر میں کئی ایسے لوگوں اور بدنام لیڈروں نے مظاہرے کے جواسمبلی کے حالیہ انتخابات کے وقت یہ فرماتے تھے کہ نیشنل کانفرنس کو ووٹ دینا پاکستان کو ووٹ دینا ہے لیکن اب وہی لوگ بڑی بے حیائی سے جناب بھٹو کی سزا سے موت کے خلاف دوا دیا کرنے لگے ہیں۔

ان تحریروں کے نقل کر دینے کے بعد اس بات کی احتیاج محسوس نہیں ہوتی کہ ہم حاشیہ نگاری کا فرس انجام دیں۔ یہ تحریروں کے خود یہ ثابت کر دیتی ہیں کہ بھٹو کے حامی منظر کون ہیں اور نس طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ اسے اتفاق نہیں کہہ سکتے

نوٹ کیجئے

# تجلی کا اگلا شمارہ

خاص نمبر ہوگا

اور اس میں ہوگا ————— کیا

- ★ دارالعلوم کے جنرل صدر سالہ متعلق ایک اہم مضمون۔
- ★ پالمن حقانی کی طرفدار میں لکھے گئے مضمون کی دوسری قسط
- ★ ایک مراسلہ کے جواب میں مولانا ارشاد مبلغ دارالعلوم کے بانی میں بے لاگ اظہار خیال۔ اور انکو کچھ نصیحتیں۔
- ★ انصاری برادری سے متعلق آئے ہوئے ایک اشتہار کا تفصیلی جواب اور اس جملہ کی تردید کہ جولاہے دو رکعت نماز پڑھ کر وحی کا انتظار کرتے ہیں۔
- ★ بریلوی حضرات کی مشہور و معروف کتاب، بہار شریعت پر کی گئی تنقید کی پہلی قسط۔
- ★ تقوید کنندوں کے خلاف لکھے ہوئے ماہنامہ ”الحق“ کے اوراق کا علمی تعاقب، علاوہ ازیں
- ★ کئی خصوصی مضامین۔ تجلی کے مستقل عنوانات بھی بدستور قائم۔
- ★ اور مولانا مودودی کی دواہم تقریریں بھی شریک اشاعت،

ادارہ تجلی دیوبند

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تجلی دیوبند  
ماہنامہ



حسن احمد صدیقی

فاضل دیوبند

سفر حق کی ۲۹ ویں منزل

اور

انتیسویں منزل کا چوتھا افتادام!

فی شمارہ — دھائی روپے

عمومی زرتعاون چھ ماہ کیلئے — تیرہ روپے

ایک سال کیلئے — چوبیس روپے  
دو سال کیلئے — سیالیس روپے  
تین سال کے لئے — ساٹھ روپے  
چار سال کے لئے — پچتر روپے  
پانچ سال کے لئے — نوے روپے

خصوصی زرتعاون حسب ہمت اور حسب توفیق (یعنی کمی یا بیشی دونوں گوارہ) غیر ممالک سے بذریعہ بحری ڈاک دو پونڈ۔

○ اس دائرہ میں سرخ نشان کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے سال بھر کیلئے ازراہ تعاون جو رقم ایسا سال کی تھی اسکی مدت ختم ہو چکی ہے۔ تجلی کو اگر آپ اپنے اور اپنے اہل خانہ کیلئے مفید محسوس کیا ہو تو چوبیس روپے روانہ کر کے تعاون کی مدت میں توسیع کرنیکی اجازت دیں ورنہ بذریعہ خط تجلی سے اپنا رشتہ منقطع کرنیکی اطلاع کر دیں اگر آپ نے کوئی جواب دیا تو اگلا شمارہ ہم وہی پی کر دیں گے۔ برزنا آگیا اخلاقی

اور وہی پی وصول

فرض ہو گا

جولائی ۱۹۷۸ء

# مجلت

۵	مولانا عامر عثمانی رح	دستک
۶	ادارہ	احوال واقعی
۷	حسن احمد	آغاز سخن
۱۱	مولانا مودودی	آخرت پر ایمان لانے کی دعوت
۲۷	اشفاق حسین	شریعت کا جائزہ (دوسری قسط)
۳۵	مولانا مودودی	رسول اللہ کا نظام حکومت
۵۱	ماخوذ	تحریک اسلامی کی ڈائری
۶۳	ملا ابن العزیمگی	مسجد میں بیعت تک

## نقاد اعظم

## کِ سِتْ

## مستقل

## مولانا

## عام

## عثمانی

## خدا اللہ ہم قدا

اسلام کا موقف محض لفاظی اور خوش کلامی نہیں وہ سچ مجہرا ائم کو ختم کرنا چاہتا ہے وہ چاہتا ہے کہ معاشرہ ایسے سانچے میں ڈھل جائے جس میں کم سے کم بڑے بڑے جبرائیم تو عملاً ناممکن ہی ہو جائیں اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے وہ مثبت اور منفی ہر قسم کے ذرائع استعمال کرتا ہے۔ ایک طرف وہ غیر مختتم اور سمہ گیر خوش کرداری کی تعلیم دیتا ہے دوسری طرف سماج کو ان تمام محرکات سے پاک کرتا ہے جو مجرمانہ ذہنیت کو غذا مہیا کر رہے ہوں۔ حساب آخرت کو قلب و روح کی آخری تہوں تک جاگزیں کرتا ہے اور پھر بد کرداریوں کی منزل میں خوفناک دوزخ کی بشارت دیتا ہے۔ لیکن ان تمام پیش بندیوں اور تحفظات کو باوجود اگر کچھ کمینہ خصلت لوگ جبرائیم پر آمادہ ہو ہی جائیں تو اسلام بے بسی سے کھڑا دیکھتا نہیں رہ جاتا، بلکہ اتنی شدت سے گردن بھی پکڑتا ہے کہ دوسروں کو عبرت ہو اور کمینوں کی کبلیگی کا اثر پھیلنے نہ پائے۔ ذرا سوچئے۔ جہاں زنا کی سزا سو کوڑے یا رجم ہو وہاں زنا کاری کیلئے کتنے بڑے دل گردے کی ضرورت ہوگی جہاں چور کی پربا تھ کاٹ دیا جائے وہاں کتنے مائی کے لال ہوں گے جو روپے کی خاطر زندگی بھر لٹے بنے اور سماج میں ذلیل و حقیر ہو جانے کا خطرہ مول لیں۔ سوچئے۔ ہی نہیں بلکہ دیکھیے کبھی۔ حجاز میں اگرچہ پورا اسلامی نظام نافذ نہیں۔ لیکن تعزیرات اسلامی بہر حال رائج ہیں۔ اس کا نتیجہ ہے دس سال میں صرف ایک جوڑے کو رجم کی سزا ملی ہے وہ بھی حجاز کا نہیں تھا۔ اور چور کی کھال یہ ہے کہ حج کے موقع پر حجب و سیوں لاکھ آدمی جمع ہوتا ہے اور سودا گروں کی دوکانیں اربوں روپے کے مال بھری رہتی ہیں دکاندار یہی دکانیں۔ چھوڑ کر نماز کو چلے جاتے ہیں۔ کیا محال ہے ایک گھڑی، ایک قسم، ایک معمولی سی چیز بھی کوئی چیرا لے۔ کیا وجہ ہے؟ یہی ناکہ ایک طرف تو ان کے دماغوں پر حساب آخرت کا خوف مسلط ہے۔ دوسری طرف ہر شخص یہ بھی سمجھتا ہے کہ اگر اس نے چور کی اور تپا چل گیا تو نقد سزا بھی ملے گی۔ ہاتھوں ہاتھ ہاتھ کاٹ دیا جائے گا جس کے بعد وہ زندگی بھر کسی کو منہ دکھانے کے بھی قابل نہ رہے گا۔



# احوال واقعی

ادارہ

پچھلے شمارے میں خاص نمبر کا اعلان کیا گیا تھا۔ لیکن مدیر تجلی کی اچانک طبیعت خراب ہو جانے کی وجہ سے خاص نمبر کی تیاریاں مکمل نہ ہو سکیں لہذا اس ماہ عام ہی شمارہ نذر قارئین کیا جا رہا ہے انشاء اللہ اگلا شمارہ خاص نمبر ہو گا۔ اس نمبر میں بھٹو کے دو کامریت کی چند جھلکیاں پیش کی جائیں گی تاکہ قارئین کو یہ اندازہ ہو سکے کہ بھٹو کے دور آمریت میں کیا کچھ ہوتا رہا ہے حقائق سے پردہ اٹھانا اس لئے ہی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ روس نواز اور کمیونزم پرست مسلم اخباروں نے بھٹو کو فرشتہ ثابت کرنے کیلئے ایٹری جوٹی کا زور لگا رکھا ہے اور بعض سادہ لوح قسم کے عوام ان کے جھانسنوں میں آ گئے ہیں اور بھٹو جیسے ظالم و سفاک انسان کو مظلوم سمجھنے لگے ہیں۔ ہم نے پاکستان سے عدالتی کارروائی کا مکمل متن بھی حاصل کر لیا ہے اگر صفحات میں گنجائش ہو گی تو اسے بھی خاص نمبر میں جگہ دیں گے ورنہ کوشش کریں گے کہ اسے قسط وار چھاپ دیا جائے۔ خاص نمبر میں اور بھی کئی مضامین اہم اور قبیح ہوں گے اور انشاء اللہ قارئین کو پسند آئیں گے۔ تجلی کافی تاخیر سے شائع ہو رہا ہے اور شائقین کے شکایتی خطوط موسلا دھار بارش کی طرح برستے رہتے ہیں۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ ہم اپنی مجبوریوں اور لاچار یوں کا کس طرح یقین دلا سکیں۔ اگر باب پریس کی مسلسل حقارتوں کے پیش نظر اب تو تجلی کو بروقت منظر عام پر لانے کی صرف ایک ہی صورت سمجھ میں آتی اور وہ یہ کہ تجلی کا اپنا پریس ہو جب تک اپنا پریس نہیں ہو گا تو تجلی کو بروقت چھاپنے کا خواب بھروسہ نہیں ہو سکتا۔ لیٹھو پریس لاکھوں نہیں لگتا صرف پندرہ بیس ہزار روپے میں لگ جاتا ہے، یہ رقم بطور تعاون نہیں تو بطور قرض چند قارئین بھی فراہم کر سکتے ہیں امید ہے کہ اگر باب خیر حضرات اس طرف توجہ فرمائیں گے۔ تجلی کا اپنا پریس قائم ہو جائے تو ہر ماہ انتظار کی جو زحمت قارئین کو اٹھانی پڑتی ہے اس سے نجات مل جائے گی اور ہم بھی ٹیکسوی اور دیکھی کیسا تھر سالہ ترتیب دینے لگیں گے۔

جماعت اسلامی اور آرایس ایس سے متعلق جو مضمون تجلی میں شائع ہوا تھا اسکی وجہ سے بعض حضرات کی مستقل یہ رائے بن گئی ہے کہ تجلی جماعت اسلامی کا ہمنوا نہیں ہے یہ مضمون لکھنے کی وجہ کیا تھی اسے مدیر تجلی نے حسن مستقیمی صاحب کے خط کا جواب لکھتے ہوئے تفصیل سے بیان کیا ہے۔ تاہم اگر اسے جو کہ سمجھ لیا جائے تو صرف ایک معمول جو کہ کیونکہ تجلی کی تیس سالہ خدمات کو نظر انداز کر دینا دیانت اور دانش مندی کی کوئی قسم ہے۔ خاص نمبر کے بعد ہم تجلی کا فتنہ نمبر نکالنے والے ہیں۔ انشاء اللہ یہ نمبر بھی اسی سال کے آخر تک منظر عام پر آجائے گا۔ اس نمبر میں مولانا زکریا کی فتنہ مودیت کا آپریشن کر کے یہ ثابت کیا جائے گا کہ ہمارے ہمت سے اگر باب جبہ و دستار بات کو سمجھنے کی اہلیت ہی نہیں رکھتے۔ قارئین دعا کریں کہ تجلی کا اپنا پریس قائم ہو جائے اور جماعت

# آغا حسن

حسن احمد صدیقی

ماضی قریب و بعید میں جماعت اسلامی کی مخالفت جس زور و شور اور ہماہمی کے ساتھ ہوتی رہی ہے اس سے قارئین تجلی بخوبی واقف ہیں۔ اور ایک قارئین تجلی ہی کیا سیر پڑھا لکھا مسلمان اس بات سے باخبر ہے کہ دین و ملت کے ٹھیکیداروں نے جماعت اسلامی کے خلاف دھڑا دھڑا اعتراض گھڑے اور نہر کے بل کھڑے ہو کر یہ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی کہ مولانا مودودی مسلمان کہلانے کے بھی حقدار نہیں۔ میزان اور صغریٰ کبریٰ کے طالب علموں سے لے کر چوٹی کے شیخ الحدیث و ائمہ اہل حق تک فرقہ مخالفت اور جوشِ تعصب میں ننگے ہو گئے۔ تقریباً ربع صدی تک خود ساختہ رہبر ان ملت کا یہ عالم رہا کہ کریں، اور ڈھیلے اٹھائے مولانا مودودی اور ارکانِ جماعت کے پیچھے سرپٹ دوڑے ہیں کہ کسی طرح انھیں لہو لہان کر دیں اور کسی بھی طرح اُس تحریک کو بیوزند خاک کر دیں جو جماعت اسلامی کے نام سے برپا کی جا رہی ہے۔ تحریک دین کو نہیں نہیں کر نیکی خواہش مند حضرات اس بات سے قطعی بے خبر تھے کہ صدائے حق کے چراغ پھونکنوں سے نہیں بجھائے جاسکتے۔ اور حقائق کو موت کے گھاٹ اتارنے کے لئے کسی مٹھی بھر جماعت کا داویلا کرنا کافی نہیں ہوتا۔ حق کے دیوانے تحریکِ حق میں مصروف رہے اور مخالفین کا رقصِ شرعی بدستور جاری رہا۔ شیطان بھی ان معاملات سے الگ تھلگ نہیں تھا بلکہ وہ ہر محاذ پر تحریکِ جنگ رہا اور برابر دشمنانِ حق کو گمکس پہنچاتا رہا۔ اربابِ باطل بھی چین سے نہیں بیٹھ سکے وہ مختلف طریقوں سے علما و ائمہ کے ہاتھ مضبوط کرتے رہے۔ اور علمائے مشہور دنیا اور حسابِ آخرت سے بے نیاز ہو کر تحریکِ دین کا سر کچلنے کی فکر میں سرگرداں رہے اور اسی یقین و خوش فہمی کے ساتھ کہ ہم سے بڑا علامہ اور مصلحِ الامت کوئی نہیں۔ خدا محفوظ رکھے جس گروہ کی باگ ڈور ابلیس کے ہاتھوں میں چلی جاتی ہے اس گروہ کا ایک ایک فرد زنا باؤلا ہو کر رہ جاتا ہے وہ گمراہی کو عین ہدایت بدی کو عین نیکی دینی بیزاری کو دین پرستی اور کوڑے کو کرکٹ کو زعفران کا ڈھیر سمجھنے کے خبط میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ دیوانگی اور سنسک کے اس اصلی ایلیج پر پہنچنے کے بعد پھر اس کے بارے میں یہ امید بھی ختم ہو جاتی ہے کہ اس کے دل و دماغ صحت یاب ہو جائیں گے اور وہ کسی بھی وقت جہنم کے چنگل سے نکل کھڑا ہوگا۔

طفلاًںِ مکتب اور اصاغرِ امت کا تو ذکر ہی کیا اکابرِ امت اور شیوخ و اقطاب کا یہ حال ہے کہ وہ مولانا مودودی کی عنایت اور اُن پر ہر قسم کے بہتان کو حلال تصور کرتے ہیں ان کے بعد جماعت اسلامی کے خلاف غلیظ سے غلیظ کتاب لکھ مارنا ان کے نزدیک نہ صرف کارِ ثواب بلکہ رضائے الہی حاصل کرنے کا سب سے زیادہ مؤثر ذریعہ ہے۔ ابھی کچھ ہی دن پہلے بقولِ جاہلانِ دنیا کے سب سے بڑے بزرگ شیخِ ذکر یا صاحبِ کتبہ انگیز اور

علم و عقل کو رلا دینے والی کتاب منظر عام پر آئی تھی اس کتاب میں شیخ موصوف نے دیانت دار کی کاٹھ گتھی بارگھونٹا اور انصاف و احتیاط کی ڈگر سے وہ گتھی بارگھونٹا۔ ہیں اس کا صحیح اندازہ بروہ شخص کر سکتا ہے جسے یہ فتنہ امروزہ پر گہری نظر ڈالنے کی توفیق نصیب ہوگئی ہو۔

بعض مقامات پر تو شیخ صاحب نے مولانا مودودی کو ذلیل کرنے کا کچھ ایسا انداز اختیار کیا ہے کہ شرافت جیج اٹھی اور دین و دانش نے مارے شرم کے اپنا منہ نوحی لیا۔ خدا ہی جانے کہ کسی لنگڑی اور لیسو دلیل کو گزادراہ سمجھ کر ہمارے خوش فکرے بزرگوں نے یہ یقین کر لیا ہے کہ ہم بے حساب جنت میں داخل ہو کر رہیں گے اور کسی کی مجال نہ ہوگی کہ وہ ہم سے ہمارے افعال سبب کا حساب لے۔

فتنہ مودودیہ نامی کتاب جب منظر عام پر آئی تو ہمیں اس بات کا یقین تھا کہ مولانا ابوالحسن ندوی اور مولانا منظور غانی جیسے پرہیزگار لوگ شیخ صاحب کو ڈانٹیں گے اور اس بے ہودہ کتاب کی اشاعت پر روک لگانے کی گزارش کریں گے لیکن افسوس برا فوس کسی بھی طرف کوئی آواز نہ اٹھی۔ ہر طرف ستائے بکھرے رہے اور ہر جانب اس مذہبی کوک شاستر کو گلے سے لگایا جاتا رہا۔

کتاب ایمر جنسی میں چھپی تھی اور غالباً اندرا گاندھی کو خوش کرنے کے لئے چھپی تھی۔ لہذا مٹایا خیال پیدا ہوا تھا کہ ہمارے حکومت نواز بزرگوں نے اپنی زبان پر خاموشی کے فضل جڑھ لے لی ہیں اور ایمر جنسی کے بعد وہ ضرور شیخ صاحب کو قلمبہ کریں گے۔ لیکن ہمارے خوش گمانی بھی ایمر جنسی کے بعد شہید ہو گئی۔ آزادی بحال ہونیکے باوجود بھی شیخ زکریا کی کتاب کے بارے میں ارباب نقوی کا خاموش دہنا اس بات کی کھلی علامت ہے کہ اب ضمیر بالکل مڑدہ اور احساسات قطعاً تاریک ہو کر رہ گئے ہیں۔ اب یہ توقع کرنا ہی فضول ہے کہ کوئی خدا ترس کہلانے والا شخص اپنے من پسند بزرگ کی بری صفت کو بری صفت کہنے کا گناہ مول لے گا۔

بات پیچیدہ ہوگئی ہم کہنا یہ چاہ رہے تھے کہ ماضی قریب و بعید کا کوئی دن اور کوئی رات ایسی نہیں گزری کہ جبرج مولانا مودودی اور تحریک دین کے خلاف گندے منصوبے نہ بنائے گئے ہوں۔ ہر دن ہر رات ایوان مودودی پر تہجرا اچھالے گئے۔ ان کی ماہوں میں غلاظتیں پھیلائی گئیں۔ اپنے اور نیچے کیڑوں اور لمبی ٹاؤمیں کا ناجائز فائدہ اٹھا کر عوام الناس کو درغلا یا اور انھیں مولانا مودودی اور جماعت اسلامی کے خلاف اکسائے کے لئے ہر وہ طریقہ اپنایا جو ایک خالص دنیا دار شخص اپنے حریف کو ذلیل و خوار کرنے کے لئے اپناتا ہے لیکن اندھا حکومت کے تباہ ہوجانے کے بعد حالات نے کروڑ کی تبلیغ دین کے پردوں میں کمیونزم پھیلانے والے مولویوں کی کمرٹھ گئی۔ ایمر جنسی کے دوران ہی مخالفین جماعت کے چہروں پر قدرت نے رسوائی کی ایسی کالک مل دی تھی کہ ہمیں دذ کی قسم کے لوگ ان سے گھٹن کرنے لگے تھے۔

ایمر جنسی کے بعد مخالفین جماعت نے اس میں اپنی خیر بھی کہ زبان کو بند کر لیا جائے۔ اور مولانا مودودی کے خلاف اول قول بات زبان سے نہ نکالی جائے۔ حالات اب کافی نارمل ہیں۔ اخبار و رسائل کے اوراق میں اب جماعت کے خلاف گالیوں اور الزاموں کی قطاریں دیکھنے کو نہیں ملتیں۔

انسانوں کی شیطنت اب نیم مڑدہ ہو چکی ہے عوام کے دلوں میں پھیلائے ہوئے بدگمانی کے گہرے بھی بے جان

ہو کر رہ گئے ہیں۔ مجلسوں اور نشستوں میں اب طنز و تنقید کا دھواں بھی نظر نہیں آتا تاہم دلوں کی کدورتیں اور خیالات کی کثافتیں جوں کی توں باقی ہیں۔ انجیلچان بنسید جس صاحب دستار کو موقع ملتا ہے وہ مولانا مودودی کے گوشت میں بڑک بھرنے سے نہیں چوکتا۔

جولائی ۱۹۵۷ء کے ماہنامہ دارالعلوم میں مولانا اخلاق حسین قاسمی کا ایک مضمون شائع ہوا ہے۔ اس کا عنوان ہے "تفہیم القرآن پر ایک نظر"۔ اس مضمون میں انھوں نے مولانا مودودی پر غلطی گھونسنے رسید کرتے ہوئے۔ انتہائی فاسقانہ انداز میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے مولانا مودودی صحابہ کے دشمن ہیں قاسمی صاحب لفظ دشمنوں قلم پر نہیں لائے ہیں۔ لیکن ان کا انداز تحریر اس مقصد کو واضح کرتا ہے کہ وہ اپنے قارئین پر یہ تاثر چھوڑنا چاہتے ہیں کہ مودودی صاحب صحابہ کرام کو ترہی نظروں سے دیکھتے ہیں۔ اس صورت حال پر جتنا بھی رد لیا جائے کم ہے کہ مولانا مودودی کی مخالفت میں بار لوگوں نے اپنے ایمان اور اپنے عقیدے کی کھڑاؤ پر لگا دیا ہے۔ ارباب دیوبند کا عقیدہ تو یہ ہے کہ انبیاء کے بعد رسول پر کوئی مصلحت ایسا نہیں گذرا جس سے لغزشیں سرزد نہ ہوئی ہوں۔ لیکن جب مولانا مودودی کے خلاف صف آرا ہوتے ہیں تو اپنے ہی عقیدے کو خاک میں ملاتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ در صحابی رسول سے بھی کوئی غلطی نہیں ہو سکتی ہے ہر صحابی نبی کی طرح معصوم عن الخطا تھا

بات اگر صرف اتنی ہی ہوتی کہ بعض ارباب دیوبند صحابی کو معصوم عن الخطا سمجھنے کی خوش گمانی کا شکار ہیں تو کوئی تشویشناک بات نہیں تھی۔ تشویشناک بات تو یہ ہے کہ یہ قاسمی صاحب جیسے لوگ جن سامراجی طاقتوں کی کٹ پتلی بنے ہوئے ہیں ان کا منشاء صحابہ کرام کی خطاؤں سے پردہ ہٹا دینا ہے۔ تاکہ عوام صحابہ سے بدظن ہو جائیں اور دین کے اندر بد اعتمادی کے راستوں صنف اور کمزوری پیدا ہو جائے قاسمی صاحب جیسے لوگوں کی ڈیوٹی تو فقط اتنی ہوتی ہے کہ وہ عقائد کے برخلاف یہ لکھ ڈالیں کہ صحابی بھی نبی کی طرح معصوم عن الخطا ہوتا ہے۔ اس کے بعد اہل علم کے قلم منحرک ہو جاتے ہیں اور یہ ثابت کیا جاتا ہے کہ وہ نہیں غلطیاں صحابہ سے بھی ہوتی تھیں وہ انبیاء کے بعد انسانوں میں سب سے بہتر سب سے اعلیٰ اور سب سے ارفع ہوتے ہیں بھی انسانی لغزشوں سے مبرا نہیں تھے۔ اس کے بعد فرقہ پرست لوگ عوام کو درغلانے کے لئے پیچ چبچ کر کہتے ہیں کہ صحابہ کرام پر الزام لگایا جا رہا ہے صحابہ کی توہین کی جا رہی ہے اس بحث و مناظرہ کے نتیجے میں صحابہ کرام کی ذات و جہر خاصیت بکھر رہ جاتی ہے۔ اور سامراجی قوموں کا مقصد پورا ہو جاتا ہے۔

صحابہ کے بارے میں ہر مسلمان یقین رکھتا ہے کہ وہ دوسرے انسانوں کے مقابلہ میں سب سے زیادہ بہتر تھے اس کے باوجود امت کے صواب و اعظم کی رائے یہ ہے کہ بحیثیت انسان غلطیاں ان سے بھی ہوتی تھیں لیکن چونکہ ان کی نیت اور مافی الضمیر آئینہ کی طرح صاف اور شفاف تھا۔ لہذا ان کی کسی بھی بھول پر آغوش میں شاید و باید ہی گرفت ہو سکے۔ جبکہ بعد کے بڑے بڑے اصحاب کلاہ اور ارباب ریش کی غیبتوں میں کھانا پیدا ہو چکا ہے۔

اور غیور کا یہ سلسلہ آج تک باقی ہے۔ ان لوگوں کی غلطیاں تو ہیں قابل گرفت، لیکن ان کی نمازیں ان کی عبادتیں، اور ان کی وضع قطع میں احتساب کی گھاٹیوں سے گزرے بغیر کوئی صلہ نہیں پاسکتی۔ موجودہ دور کے بزرگوں کی پرہیزگاری، حسد، کینہ، پروردگار کا وحش کلامی کیوجہ سے لوگ اگر یہ سمجھنے لگیں کہ صحابہ کرام بھی العبادۃ اللہ اسی طرح کی غلطیاں کرتے تھے۔ اس طرح ایک دوسرے کی پگڑیوں سے عزت و ذلت کا کھیل کھیلتے تھے۔ تو یہ ان کی نادانی ہوگی۔ جہالت ہوگی اور اگر وہ صحابہ کرام کی دشمنی میں ایسی بات کرتے ہیں تو ان کے گمراہ ہونے میں کوئی شک نہیں ہوگا۔ لیکن اگر کوئی بھی شخص صحابہ کرام کو انسانوں میں سب سے بہتر اور مسلمانوں میں سب سے ارفع تصور کرتے ہوئے اس بات کا قائل ہو کہ نیت کی صفائی کے ساتھ ان سے کچھ بھولیں ہو گئیں تو یہ کوئی عظیم نہیں جس پر شور و غوغا کی مجلس منعقد کی جائے۔

مولانا حسین احمد اگر انبیاء کے بارے میں بھی لکھ ماریں کہ ان سے بھول ہو سکتی ہے تو کسی کی نیند حرام نہیں ہوتی لیکن اگر مولانا مودودی یہ فرما دیں اور ثابت بھی کر دیں کہ صحابہ سے بھول ہو سکتی ہے تو مولانا اخلاق حسین قاسمی جیسے ان گنت دشمنان مودودی کی نہ رونی ٹھٹھم ہوتی ہے نہ رات کو اونگ آتی ہے جب تک وہ مولانا مودودی کے خلاف کچھ نہ دیں۔

آئیے اب ہم قارئین کو یہ بتائیں کہ تفہیم القرآن میں مولانا مودودی نے کونسی ایسی غلطی کر دی ہے جسے پڑھ کر مولانا اخلاق حسین قاسمی کے دماغ میں مروڑ پونے لگا۔ اور مذکورہ مضمون لکھنے پر مجبور ہو گئے۔ بات صرف اتنی سی ہے کہ مولانا مودودی نے معوذتین کی تفسیر بیان کرتے ہوئے اس مشہور بات کو واضح کیا ہے کہ عبد اللہ بن مسعودؓ معوذتین کی قرآنیت کے قائل نہیں تھے۔ ان کی اپنی ذاتی رائے یہ تھی کہ معوذتین قرآن کا جزو نہیں ہیں بلکہ ان سورتوں کے کلمات دعا اور کئے طوط پر نازل ہوتے تھے اور انھیں ازراہ غلط فہمی قرآن میں شامل کر لیا گیا ہے یہ واضح کرنے کے بعد مولانا مودودی نے جو کچھ لکھا ہے اس کا مفہوم یہ ہے کہ اجماع صحابہ کے مقابلہ میں عبد اللہ بن مسعودؓ کی اکیلی رائے کوئی وزن نہیں رکھتی۔

مزید انہوں نے یہ تحریر فرمایا کہ وہ۔ عبد اللہ بن مسعودؓ کی اسی روش سے یہ بات دو اور دو چار کی واضح ہو جاتی ہے کہ غلطی صحابی سے بھی ہو سکتی ہے۔ ازراہ بشریت صحابی رسول بھی قرآن کو غیر قرآن کہنے کی غلطی کر سکتا ہے۔ اتنی صحیح اور سچی بات مولانا اخلاق حسین قاسمی کو بڑی گراں گذری اور انھوں نے پریکٹیکل کرنے کے انداز میں یہ لکھ مارا کہ مودودی صاحب جس مقام صحابہ کرام کی بحث چھیڑی ہے وہ مقام سورہ معوذتین کی تفسیر کا ہے اس جگہ یہ مسئلہ کھڑا کر دیا گیا ہے۔ کہ یہ دونوں سورتیں قرآن میں شامل ہیں یا قرآن خارج ہیں جن حضرات کو تفہیم القرآن دیکھنے کا موقعہ نہیں ملا ہے۔ وہ یقیناً قاسمی صاحب کا جملہ بڑھکرا اسی غلط فہمی میں مبتلا ہو جائیں گے کہ مولانا مودودی نے معوذتین کی تفسیر سے پہلو تہی کرتے ہوئے صرف صحابہ کرام کو نشانہ بنایا ہے پر اکتفا کیا ہوگا۔ حالانکہ مولانا مودودی نے معوذتین کی تفسیر جس شرح ربط کے ساتھ کی ہے اسکی مثال اردو کی کسی تفسیر میں دیکھنے کو نہیں ملتی البتہ ضمناً انہوں نے عبد اللہ بن مسعودؓ کی رائے کو نقل کر کے اسے بے وزن قرار دیا ہے پھر یہی نہیں کہ انھوں نے صرف اسکو بے وزن قرار دینے پر اکتفا کر لیا ہو بلکہ ان کی رائے کو رد کر دینے کی ایک ایسی وجہ بیان کی ہے کہ جس میں محسوس

مذکورہ بالا باتیں مولانا مودودی کے مضمون "معوذتین قرآن یا قرآن نہیں ہو سکتا" میں لکھی گئی ہیں۔











اپنے جرائم کا اقبال کرنے سے انکار کریں گے۔ گو ابہرں کو بھی  
جہنم لادیں گے۔ اور نافرمانوں کی محنت بھی تقسیم نہ کریں گے۔ تب  
اللہ تعالیٰ حکم دے گا کہ اچھا اپنی کجی اس بند کردار دیکھو کہ تمہارے  
اس بچا حق سے بدن تمہارے کرتوتوں کی کیا رد واد سناتے  
ہیں۔

وہ اس دن کو کھجور نہ جائیں  
وہ بکرا نہ بائیں اذان  
کے اپنے فم نہ پاؤں اس کے  
کڑوں کی گواہی دیں گے۔

النَّوْبِ. ٢٣

میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایک طرف تو سورہ یسین میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم ان کے منہ بند کر دیں گے اور دوسری طرف سورہ نور کی اس آیت میں فرماتا ہے کہ ان کی زبانیں گواہی دیں گے۔ ان دونوں باتوں میں تطابق کیسے ہو گا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ منہ بند کر دینے سے ان کا اختیار کلام اسلب کر لیا ہے، یعنی اس کے بعد وہ اپنی زبان سے اپنی مرضی کے مطابق بات نہ کر سکیں گے۔ اور زبانوں کی شہادت سے مراد یہ ہے کہ ان کی زبانیں خود یہ داستان شروع کر دیں گی کہ ہم سے ان ظالموں نے کیا کیا کالیا تھا۔ کیسے کیسے کفر کبے تھے، کیا کیا جھوٹ بولے تھے، کیا کیا فتنے برپائے تھے اور کس کس موقع پر انھوں نے ہمارے ذریعے سے کیا باتیں کی تھیں۔

تَحْتٰی اِذَا اَجَاعُوْهُمَا  
 شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ  
 وَابْصَارُهُمْ وَخُلُوْدُهُمْ  
 بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ  
 وَكَانُوْا يُجْلُوْهُهُمْ لِمَ  
 شَهِدْتُمْ عَلَيْنَا مَا كُنَّا  
 اَنْ نُنْقِصَ اللّٰهُ اَلَّذِيْ  
 اَنْطَقَ عَلٰی شَیْءٍ وَهُوَ خَلَقَكُمْ  
 اَوَّلَ مَرَّةٍ وَارْسِلْ  
 نُوْحًا مِّنْكُمْ

میری سب زبانیں  
 کے توان کے کان اور ان کی  
 آنکھیں اور ان کے جسم کی کھالیں  
 ان پر گواہی دیں گی کہ وہ دنیا  
 میں کیا کچھ کرتے رہے ہیں۔ وہ  
 اپنے جسم کی کھالوں سے کہیں  
 گے۔ تم نے ہمارے خلاف  
 گواہی کیوں دی؟ وہ جواب  
 دیں گی، ہیں اسی خدا کے گواہی  
 دی ہے جس نے ہم پر کرکڑیا کر دیا

دکن میں ایک پریسٹر  
سب افروز میں دریا ہے  
اور ہر چھوٹی بڑی بات کھی  
ہوئی موجود ہے۔  
لاہور: ۵۲-۵۳

یعنی یہ لوگ اس غلط فہمی میں مبتلا نہ رہیں کہ ان کا کیا  
دراکین غائب ہو گیا ہے۔ نہیں، ہر شخص، ہر گروہ اور ہر قوم کا  
پورا دیکار محفوظ ہے اور اپنے وقت پر وہ سامنے آجائے گا۔  
یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا لَا تَتَّبِعُوا الرَّسُولَ فَاُولٰٓئِکَ  
اُخْرِجُوْا مِمَّا عَمِلُوْا ۚ وَاُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ  
اٰمَنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ ۚ  
وَاللّٰهُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ شَہِیْدٌ

تھکے ہیں۔ مگر اللہ نے ان کا،  
 سب کیا دھرا مگر کن کر محفوظ  
 کر رکھا ہے اور اللہ ایک

(الحجرات - ۶)

یعنی ان کے بھول جانے سے معاملہ رفت گذشت نہیں ہو گیا ہے۔ ان کے لئے خدا کی نافرمانی اور اس کے احکام کی خلاف ورزی ایسی معمولی چیز ہو سکتی ہے کہ اس کا ارتکاب کہہ کے اسے یاد تک نہ رکھو، بلکہ اسے قابل اعتراض چیز ہی سمجھیں کہ اس کی کچھ پروا انھیں ہو۔ مگر خدا کے نزدیک یہ کوئی معمولی چیز نہیں ہے۔ اس کے ہاں ان کا ہر کر تو ت لوث ہو چکا ہے۔ کس شخص نے، کب، کہاں، کس غرض سے، کیا حرکت کی اس حرکت کے بعد اس کا اپنا رد عمل کیا تھا۔ اور اس کے کیا نتائج کہاں، کہاں، کس کس شکل میں برآمد ہوئے، یہ سب کچھ اس کے دفتر میں لکھ لیا گیا ہے۔

الْيَوْمَ نَبْرِهُمُ عَلَىٰ اُخُوٰسِهِمْ  
 وَنَكْبِتُنَا اٰيِدِيَهُمْ  
 وَنَشْهَدُ اَسْمَاجَهُمْ  
 بِمَا كَانُوا يَكْسِبُوْنَ  
 (پس ۱۵)

آج ہم ان کے مزبند کیے دینے  
 ہیں، ان کے ہاتھ ہم سے الٹیں  
 گئے اور ان کے پاؤں گرا ہی  
 دیں گے کہ یہ دشمنیں کیا کائی  
 کرتے رہے ہیں۔

یہ حکم ان سیکرٹریوں کے معاملے میں دیا جائے گا۔ جو



اسی لئے کہ جس طرح انسان کا جسم ایک عمارت کی طرح ہے اور اس میں ہر عضو ایک خاص کام کرتا ہے۔  
 اور اگرچہ اس میں ایک ہی قسم کا مادہ ہے مگر اس کی شکل اور رنگ اور بڑائی اور تمام شہادتوں کو جس طرح دیکھنے پر کئی جائے گا، تو یہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کے جسم کے اعضاء ایک ایک کر کے شہادت دیں گے کہ اس نے ان سے کیا کیا کام لئے تھے۔ یہ مضمون حضرت اقصیٰ، حضرت ابو موسیٰ اشعری، حضرت ابوسعید خدری، اور حضرت ابن عباس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔ اور مسلم، نسائی، ابن جریر، ابن ابی حاتم، بزار وغیرہ محدثین نے ان روایات کو نقل کیا ہے۔

یہ آیت مجملہ بہت سی آیات کے ہے جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ عالم آخرت میں ایک روحانی عالم نہیں ہوگا بلکہ انسان وہاں دوبارہ اسی طرح جسم و روح کے ساتھ زندہ کیے جائیں گے جس طرح وہ اب دنیا میں ہیں بلکہ ان کو جسم بھی دیا جائے گا جس میں اب وہ رہتے ہیں، یہی تمام اجزاء اور جزائر (ATOMS) جن سے ان کے بدن اس دنیا میں مرکب تھے۔ قیامت کے روز جمع کر دیے جائیں گے اور وہ اپنے اپنی سابق جسموں کے ساتھ اٹھائے جائیں گے۔ جن کے اندر وہ کر وہ دنیا میں کا کر چکے تھے۔ ظاہر ہے کہ انسان کے اعضاء وہاں اسی صورت میں تو کر دیے جاسکتے ہیں۔ جب کہ وہ وہی اعضاء ہوں جن سے اس نے اپنی پہلی زندگی میں جرم کا ارتکاب کیا تھا۔ اس مضمون پر قرآن مجید کی حسب ذیل آیات بھی دلیل قاطعہ ہیں: بنی اسرائیل، آیات ۳ تا ۹۸، المؤمن ۳۵ تا ۴۸، ۲۳، النور ۲۳، السجده ۱۰، یس ۶۵، ۶۸، ۷۹، انفکات ۱۶ تا ۱۸، الواقعہ ۵۰ تا ۵۲، القزعات ۱۱ تا ۱۳، انشأنا نضج المونی ہم یقیناً ایک روز مردوں کو وکلتب ما کتبتہموا زندہ کر کے دالے ہیں۔ جو کہ انکسارہم وکلی یحییہم انھوں نے کچھ ہیں وہ۔ صرہم کفے جاد ہے اور

یہ وہ کتب ہیں جو کتب اللہ تعالیٰ نے ایک کتب خانہ میں جمع کر رکھا ہے۔

اس سے معلوم ہو کہ انسان کا نامہ اعمال میں جس قسم کے اعمال کیے گئے ہیں۔ ایک یہ کہ جس طرح وہ دنیا میں رہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے دفتر میں لکھ لیا جاتا ہے۔ دوسرے اپنے کردار میں کی اشیا اور خود اپنے جسم کے اعضاء پر جو نقوش (IMPRESSIONS) بھی قلم کرتا ہے وہ سب کے سب ثبت ہو جاتے ہیں اور یہ سارے نقوش ایک وقت اس طرح ابھر آئیں گے کہ اس کی اپنی آواز سنی جائے گی، اس کے اپنے خیالات اور خیالوں اور ارادوں کی پوری داستان اس کے لوح ذہن پر کھلی نظر آئے گی اور اس کے ایک ایک اچھے اور برے فعل اور اس کی تمام حرکات و سکنات کی تصویریں سامنے آجائیں گی۔ تیسرے اپنے مرنے کے بعد اپنی آئندہ شکل پر، اور اپنے معاشرے پر اور پوری انسانیت پر اپنے اچھے اور برے اعمال کے جو اثرات وہ چھوڑ گیا ہے، وہ جس وقت تک اور جہاں جہاں تک کا فرما رہی ہیں گے، وہ سب اس کے حساب میں لکھے جائیں گے۔ اپنی اولاد کو جو بھی اچھی یا بری کر اس نے دی ہے۔ اپنے معاشرے میں جو بھلائیاں، یا برائیاں بھی اس نے پھیلانی ہیں، اور انسانیت کے حق میں جو بھول یا کانٹے بھی وہ لگائے ہیں، ان سب کا پورا ویکارہ اس وقت تک تیار کیا جاتا رہے گا، جب تک اس کی گائی ہوئی یہ فعل دنیا میں اپنے اچھے یا برے فعل لاق رہے گی

وہ تو کسی کلمہ کی آیت ہے جس میں اس وقت تم پر گروہ کو گھنوں کے ہی گرا دکھو گے، ہر گروہ کو پکارا جائے گا کہ آئے اور اپنا نامہ اعمال دیجئے۔ ان سے کہا جائے گا یہ آج تم لوگوں کو ان اعمال کا بدلہ دیا جائے گا جو تم

تَشْكُرُونَ

کرتے رہے تھے، یہ ہدایتیاد  
کرایا ہونا کر اعمال ہے۔ جو  
متبارے اور ٹھیک ٹھیک  
شہادت دے رہا ہے۔ جو  
کچھ بھی تم کرتے تھے اسے ہم  
کھواتے جا رہے تھے۔

الجماعہ ۲۸-۲۹

کھوانے کی صفہ بھی ایک ممکن صورت نہیں ہے، کہ  
کاغذ پر قلم سے کھوایا جائے۔ انسانی اقوال و افعال کو ثبت  
کرنے اور دوبارہ ان کو بعینہ اسی شکل میں پیش کرنے کی صفہ  
مدرسہ صوری میں اسی دنیا میں خود انسان دریافت کر چکا ہے  
اور ہم قصور بھی نہیں کر سکتے کہ آج اس کے اور کیا امکانات،  
پوشیدہ ہیں جو کبھی انسان ہی کی گرفت میں آجائیں گے۔ اب  
یہ کون جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کس کس طرح انسان کی ایک  
ایک بات اور اس کی حرکات و سکنات میں سے ایک ایک  
چیز اور اس کی نیتوں اور ارادوں اور خواہشات اور خیالات  
میں سے ہر غصے سے غصے کو ثبت کر رہا ہے، اور کس طرح  
وہ ہر آدمی، ہر گردہ اور ہر قوم کا پورا کارنامہ حیات بے کم و  
کاست اس کے سامنے لاکر رکھ دے گا۔

وَإِذْ الرَّسُولُ مُقْبِلٌ  
وَرَأَى الْمَلَائِكَةَ آفَافًا فِي السَّمَاوَاتِ  
فَذَكَرَ الْمَوْعِدَ الَّذِي كُفِّرَتْ عَنْ قَوْمِهِ

قرآن کریم میں متعدد مقامات پر یہ بات بیان کی گئی  
ہے کہ میدانِ حشر میں جب نوع انسانی کا مقررہ پیش چوگا، تو  
ہر قوم کے رسول کو شہادت کے لیے پیش کیا جائے گا تاکہ وہ  
امری کو گواہی دے کہ اس نے اللہ کا پیغام ان لوگوں تک  
پہنچا دیا تھا۔ یہ گواہوں اور مجرموں کے خلاف اللہ کی سزا ہے  
تاکہ وہ سب سے بڑی جنت ہوگا جس سے یہ ثابت کیا جائیگا  
کہ وہ اپنی غلط روئے کے خود لامرہ آرمی، ورنہ اللہ تعالیٰ کی طرف  
سے ان کو جزا دہ کرنے میں کوئی کمر اٹھا نہیں رکھ گئی تھی مثال  
کے طور پر حسب ذیل مقامات ملاحظہ ہوں۔ تفسیر القرآن  
طبرہ ۱۰، الاطراف آیات ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳



اور کس طرح سے کہے۔ اس وقت پر اگر جو رکھتا ہے۔  
 انسان یہ تسلیم کرے کہ اس میں وہ مسکنہ اور اصل اور مکمل انسانیت  
 خدا کی عدالت کے سامنے اور کہیں نہیں ہو سکتا۔ دنیا کے لادین  
 قوانین بھی اصولی حیثیت سے یہ فرد ہی سمجھتے ہیں کہ کسی شخص کے  
 حق ظاہری فعل کی بنا پر اسے سزا دی جائے بلکہ یہی کیا  
 جائے کہ اس نے کس نیت سے وہ فعل کیا ہے لیکن دنیا کی  
 کسی عدالت کے پاس بھی وہ ذرائع نہیں ہیں جن سے وہ  
 نیت کی ٹھیک ٹھیک تحقیق کر سکے۔ یہ ضمیر اور مشہدِ خدا ہی  
 کر سکتا ہے کہ انسان کے ہر ظاہری فعل کے پیچھے جو باطنی  
 غمگاہت کا فرما رہے ہیں، ان کی بھی جانچ پڑتال کرے  
 اور اس کے بعد یہ فیصلہ کرے کہ وہ کس جزا و سزا کا مستحق  
 ہے۔ پھر آیت کے الفاظ یہ ظاہر کرتے ہیں کہ یہ فیصلہ محض  
 اللہ کے اس علم کی بنا پر نہیں ہوگا جو وہ دلوں کے ارادوں  
 اور غیبتوں کے متعلق پہلے ہی سے رکھتا ہے۔ بلکہ قیامت کے  
 روز ان رازوں کو کھول کر علانیہ سامنے رکھ دیا جائے گا اور  
 کھلی عدالت میں جانچ پڑتال کر کے یہ دکھایا جائے گا کہ ان میں  
 غیر کیا تھی اور نہ کیا تھا اسی لئے حَقِيقَ مَآئِی الصُّدُورِ  
 کے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں۔ تحصیل کے معنی کسی چیز کو نکال  
 کر باہر لانے کے بھی ہیں مثلاً جھلکا اُتار کر مغز نکالنا اور مختلف  
 چیزوں کو چھانٹ کر ایک دوسرے سے الگ کرنے کیلئے  
 بھی یہ لفظ لیا جاتا ہے۔ لہذا دلوں کے اسرار کی تحصیل میں  
 یہ دونوں معنی شامل ہیں۔ انکو کھول کر ظاہر کر دینا بھی اور انکو چھانٹ  
 کر برائی اور بھلائی کو الگ کر دینا بھی۔

یَوْمَ تُبْلَى السُّرُورُ مَا لَمْ  
 مِنْ ثَوْبٍ ذَا لَا سَاحِلَ  
 وَاسْمَاءُ ذَاتِ التَّوَجُّعِ  
 رَا الْاَنْفِیْ ذَاتِ الصُّدُورِ  
 اِنَّهُ فَتَحُوْا نَمْلًا وَوَسَا  
 حَتُوْا اَنْفُورِ  
 جس روز پوشیدہ اسرار کی  
 جانچ پڑتال ہوگی اس وقت  
 انسان کے پاس نہ خود اپنا  
 کوئی زور ہوگا اور نہ کوئی اس  
 کی مدد کرنے والا ہوگا، قسم  
 سے بادشہ برسا ہے واسے  
 آسمان کی اور نباتات اس کے  
 وقت، بھٹ جانے والی ہیں

کون کون اسے کاٹتا رہا۔  
 (طہارق۔ ۱۲ تا ۱۹)  
 پوشیدہ اسرار سے مراد ہر شخص کے وہ اعمال بھی ہیں جو  
 حیا میں ایک راز بن کر رہ گئے، اور وہ معاملات بھی ہیں جو  
 اسی ظاہری صورت میں تو دنیا کے سامنے آئے، مگر ان کے پیچھے  
 جو حقیقی اور اغراض اور خواہشات کا گرد ہی تھیں ان کے جو باطنی  
 محرکات تھے۔ ان کا حال لوگوں سے چھپا رہ گیا۔ قیامت کے  
 روز یہ سب کچھ کھل کر سامنے آجائے گا اور جانچ پڑتال صرف  
 اسی بات کی نہیں ہوگی کہ کس شخص نے کیا کچھ کیا، بلکہ اس بات کی  
 بھی ہوگی کہ کس وجہ سے کیا، کیا غرض اور کس نیت اور کس مقصد  
 سے کیا۔ اسی طرح یہ بات بھی ساری دنیا سے جتنی کہ خود ایک  
 فعل کرنے والے انسان سے بھی مخفی رہ گئی ہے کہ جو فعل اس  
 نے کیا اس کے کیا اثرات دنیا میں ہوئے، کہاں کہاں پہنچے  
 اور کتنی مدت تک چلتے رہے۔ یہ راز بھی قیامت ہی کے روز  
 کھلے گا اور اس کی پوری جانچ پڑتال ہوگی کہ جو بیج کوئی شخص دنیا  
 میں بویا تھا اس کی فصل کس کس شکل میں کس کس کشتی رہی، اور  
 کون کون اسے کاٹتا رہا۔

آخری نفروں کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح آسمان سے  
 بارشوں کا برسنا اور زمین کا شق ہو کر نباتات اپنے اندر سے  
 اگنا کوئی مذاق نہیں ہے، بلکہ ایک عجیب و غریب حقیقت ہے، اسی  
 طرح قرآن میں نیز کی تردید رہا ہے کہ انسان کو مجھ اپنے خدا کی  
 طرف بلانا ہے، یہ بھی کوئی ہنسی مذاق کی بات نہیں ہے، بلکہ  
 ایک دو ٹوک بات ہے ایک عمدہ حقیقت ہے ایک اعلیٰ  
 قول حق ہے، جسے لوہا ہو کر رہنا ہے۔

یَسْئَلُ الْاِنْسَانَ کُیَوْمَئِذٍ  
 بِمَا قَدَّمَ وَاَخَّرَ بَلِ  
 الْاِنْسَانُ عَلٰی نَفْسِهِ  
 کُیَوْمَئِذٍ ذٰکُوْا اَنْفٰی مَعًا  
 اس روز انسان کو اس کا سب  
 اگلا بھلا کیا، کرایا بتایا جائیگا  
 بلکہ انسان خود ہی اپنے آپ کو  
 خوب جاننا ہے چاہے وہ کتنی ہی  
 غور میں پیش کرے

والقیامت ۱۱۵ تا ۱۱۳

اعمالِ انعام میں یہاں قَدَّمَ وَاَخَّرَ کے لفظ

ہے جس کے لیے مٹی جو کھینچے ہیں، اور غالباً وہ سب ہی مراد ہیں ایک  
معنی اس کے یہ ہیں کہ آدمی کو اس روز بھی بتا دیا جائے گا کہ اپنی دنیا  
کی زندگی میں مرنے سے پہلے کی کئی یا بدی کا کراس نے اپنی آخرت  
کے لیے آگے بھیجی تھی اور یہ حساب بھی اس کے سامنے رکھ دیا  
جائے گا کہ اپنے لیے یا بے اعمال کے کیا اثرات وہ اپنے پیچھے  
دنیا میں چھوڑ آیا تھا جو اس کے بعد مدہا کے وہ اثرات آنے والی  
نسلوں میں پھیلے رہے۔ دوسرے معنی یہ ہیں کہ اسے وہ سب کچھ بتلایا  
جائے گا جو اسے کرنا چاہیے تھا مگر اس نے نہیں کیا اور جو کچھ کرنا چاہیے  
تھا وہ اس نے کر دیا۔ تیسرے معنی یہ ہیں کہ جو کچھ اس نے پہلے کیا اور  
جو کچھ بعد میں کیا اس کا پورا حساب تاریخ دار اس کے سامنے رکھ دیا  
جائے گا۔ چوتھے معنی یہ ہیں کہ جو کئی یا بدی اس نے کی وہ بھی اسے  
بتا دی جائے گی اور جس نیک یا بدی کے کرنے سے وہ بار بار اس سے  
بھی اسے آگاہ کر دیا جائے گا۔

مگر آدمی کا نام اعمال اس کے سامنے رکھنے کی غرض و حقیقت  
یہ نہیں ہوگی کہ عہد کو اس کا جرم بتا دیا جائے بلکہ ایسا کرنا تو اس وجہ  
سے ضروری ہوگا کہ انصاف کے تقاضے برسرِ عدالت جرم ثابت  
ہوئے کیونکر پورے نہیں ہوتے، ورنہ ہر انسان خوب جانتا ہے کہ وہ  
خود کیا ہے اپنے آپ کو جاننے کے لیے دم اس کا محتاج نہیں ہوتا  
کو اسے کوئی دوسرا بتائے کہ وہ کیا ہے۔ ایک جھوٹا دنیا بھر کو دھوکہ  
دے سکتا ہے لیکن اسے خود تو معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ جھوٹ بول رہا  
ہے۔ ایک چور لاکھ چیلے اپنی چوری چھپانے کے لیے اختیار کر سکتا  
ہے۔ مگر اس کے اپنے نفس سے تو یہ بات مخفی نہیں ہوتی کہ وہ چور  
ہے۔ ایک گمراہ آدمی ہزاروں لیلیں پیش کر کے لوگوں کو یہ یقین دلا سکتا  
ہے کہ وہ جس کفر یا بدعت یا شرک کا تامل ہے وہ درحقیقت  
اس کی ایسا بدلائل رکھتا ہے۔ لیکن اس کا اپنا ضمیر تو اس سے  
بے غرض نہیں ہوتا کہ ان حفاظ پر وہ کیوں جا رہا ہے اور ان کی غلطی  
کے نتیجے میں اسے کیا حاصل کیا چیز اس کو رسد رہی ہے ایک  
ظالم ایک بد دیانت، ایک بد کردار، ایک حرام خور۔ اپنی  
بد اعمالیوں کے لیے طمع و حرص کی محذرتیں پیش کر کے خود اپنے ضمیر  
کی آواز بند کر دیتی کہ کوشش کر سکتا ہے تاکہ وہ اسے طاعت  
کرنے سے باز نہ آئے اور یہ مان لے کہ اتنی کچھ مجھ پر کیا، کچھ

مصلحتیں، کچھ فروغ دینا۔ ایسی ہی تھی کہ وجہ سے وہ یہ سب کچھ  
کر رہا ہے۔ لیکن اس کے باوجود اس کو یہ علم تو بھر حال ہوتا ہی  
ہے کہ اس نے کس پر کیا ظلم کیا ہے کس کا حق مارا ہے، کس  
کی عصمت خراب کی ہے، کس کو دھوکہ دیا ہے، اور کس کا جائز  
طریقوں سے کیا کچھ حاصل کیا ہے۔ اس سے آخرت کی طالت  
میں پیش ہونے وقت ہر کافر، ہر منافق، ہر فاسق و فاجر اور عہد  
خود جانتا ہوگا کہ وہ کیا کر کے آیا ہے اور کس حیثیت میں آج  
اپنے خدا کے سامنے کھڑا ہے۔

وَاذْكُرْ آيَاتِ الْكَلَامِ  
الْكَلْبُ يَوْمَ يَوْمَ يَسْأَلُ  
الْإِنْسَانَ مَا سَأَلَ  
بہر جب وہ بزرگوار عظیم پرانے ہوگا  
اس روز انسان اپنا سب  
کیا دہرایا کرے گا

ما ترجمہ - ۲۲-۲۵

یعنی جب انسان دیکھ لے گا کہ وہی عذاب کون آگیا  
ہے جس کی اسے دنیا میں خبر دی جا رہی تھی تو قبل اس کے کہ اس کا  
نام اعمال اس کے ماتھے میں دے دیا جائے اسے ایک ایک  
کو کے اپنی وہ سب حرکتیں یاد آنے لگیں گی جو وہ دنیا میں کر کے  
آیا ہوگا۔ بعض لوگوں کو یہ تحریر خود اس دنیا میں ہی ہو جاتی ہے۔ اگر  
نیک ایک کسی وقت وہ کسی ایسے خطرے سے دوچار ہو جائے جیسا کہ  
جس سے موت ان کو بالکل قریب کھڑی نظر آنے لگتی ہے تو اپنی  
پوری زندگی کی نظم ان کی چشمِ تعزیر کے سامنے یک نخت بھر جاتی  
ہے۔

وَجَاءَتْهُ يَوْمَئِذٍ بِخَبَرٍ  
يَوْمَئِذٍ يَتَذَكَّرُ الْإِنْسَانُ  
وَأَنَّى كَسَبَ الْكُفْرَ إِذْ  
يَقُولُ يٰلَيْكُنْتُنِي قَدْ مَنَّتُ  
لِيَعْيَا بَنِي  
اور جنم اس روز سامنے لے  
آئی جائے گی۔ اس دن انسان  
کو سمجھ آئی گی، مالا کر اس وقت  
اس کے مجھے کیا حاصل؟ وہ  
کے گمراہش میں نے اپنی اس  
زندگی کے لیے کچھ بھی سامان

والعبر - ۲۳-۲۴ کیا ہوتا

اصل لفظ تہید۔ یَوْمَئِذٍ يَتَذَكَّرُ الْإِنْسَانُ  
کَسَبَ الْكُفْرَ اِی۔ اس کے درمطلب یہ ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ  
اس روز انسان یاد کرے گا کہ وہ دنیا میں کیا کچھ کر کے آیا ہے

یہ ایسی انفرادی حیثیت میں ہو گا۔ غافلانہ، غمے، پارسیاں  
کریں۔ سب کچھ جانیں گی۔ یہ بات قرآن مجید میں دیکھیں  
مقامات پر بھی فرمائی گئی ہے۔ مثلاً سورۃ قاف میں ہے  
”کہ اللہ تعالیٰ اس دودھ لہوگوں سے فرمائے کھانے کو“  
اب تم دیکھو یہی تنہا ہمارے سامنے حاضر ہو گئے،  
جیسا ہم نے پہلی مرتبہ تمہیں پیدا کیا تھا“ (آیت ۱۴) اید  
سورہ مریم میں فرمایا ”یہ اکیلا ہمارے پاس آئے گا“

عَلِمْتُ نَفْسِي مَا كَلَمْتُ  
 دِ اَخَوْتُ  
 (الافطار - ۵)

اس وقت پر غصہ کو اس کا اگلا  
 پچھلا سب کیا دھڑلہ  
 ہو جائے گا۔

اصل الفاظ ہیں مَافِیْہُمْ وَمَا فِیْہُمْ وَأَخْرَجَتْ اِن الفاظ کے  
کئی مفہوم ہو سکتے ہیں اور وہ حسبِ موقع یہاں راویں۔ مثلاً  
اس جملہ کا اصل آدمی نے اپنے آگے عید دیدار مَافِیْہُمْ  
فِیْہُمْ ہے اور جس کے کرنے سے وہ باز رہا وہ مَافِیْہُمْ  
أَخْرَجَتْ۔ اس لحاظ سے یہ الفاظ تقریباً انگریزی زبان کے  
الفاظ COMMISSION اور OMISSION کے ہم  
معنی ہیں۔

۲۔ جو کچھ پہلے کیا وہ ماضی مٹ ہے۔ اور جو کچھ بعد میں کیا وہ ماضی نہیں ہے۔ یعنی آدمی کا پورا نامہ اعمال اس وقت وارثہ تاریخ ہو اور اس کے ساتھ اپنے آباؤ اجداد کا

۲۔ جو اپنے اور بڑے اعمال آدمی نے اپنی زندگی میں کیے وہ مآقذہ صحت ہیں اور ان کے اعمال کے جو آثار و نتائج وہ انسانی معاشرے میں اپنے پیچھے چھوڑ گیا وہ مآقذہ ثروت۔

یوم مہینہ یقیناً ہر سال  
اَشْشَا شَاهُ لِيَزِدُوا اَحْصَاءَهُ  
نَعْمَ يَحْمِلُ وَمَقَال ذَا  
خَيْرًا اَنْدَرُكَ وَمِنْ يَحْمِلُ  
وَمَقَال ذَا وَمِنْ اَنْدَرُكَ

اس روز لوگ متفرق حالت  
میں پیش گئے تاکران کے احوال  
ان کو دکھائے جائیں پھر میں  
سنے دے رہا ہوں گی کہ جو وہاں  
کو دیکھ سکے گا اور میں نے وہ

۱۰۶۔ اے ایسا کہ جس نے اس کو  
کہا ہے

پہلے قرص کے درمیان ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ ہر ایک

یہ ایک انفرادی حیثیت میں ہو گا۔ غافلانہ، غمے، پارسیانہ  
کرمی، سب کچھ جانیں گی۔ یہ بات قرآن مجید میں دیکھ  
ملاقات پر بھی فرمائی گئی ہے۔ خلا سوز قاتلانہ ہے  
کہ اللہ تعالیٰ اس دوزخ لوگوں سے فرماے گا کہ "لو  
اب تم رہے ہی تہا ہمارے سامنے حاضر ہو گئے،  
جیسا ہم نے پہلی مرتبہ تمہیں پیدا کیا تھا" (آیت ۱۴) اہل  
سورہ مریم میں فرمایا "یہ اکیلا ہمارے پاس آئے گا"  
(آیت ۱۹۵) دوسرے معنی پر بھی ہو سکتے ہیں کہ وہ تمام لوگ جزا دار  
لوہ کے دوران میں گر جائیں گے۔ نئے زمین کے گوشے گوشے  
سے گردہ در گردہ چلے آ رہے ہوں گے، جیسا کہ سورہ نبا  
میں فرمایا گیا ہے۔ کہ جس روز صود میں پھونک مار دی جائیگی  
تم فوج در فوج آ جاؤ گے۔ (آیت ۱۸)

پر باہر سون کے ہم آواز دو لوگ گردنوں کے درمیان لڑ پائے ہوئے، اپنے معرکوں کے سارے مناظر میدانِ حشر کے حاضرین اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں۔

پھر یہ ارشاد کر جس نے دوزخ پر الرنکی کی ہوگی وہ بھی اسے دیکھ لے گا۔ اور میں نے دوزخ پر الرنکی کی ہوگی وہ بھی اسے دیکھ لے گا۔ اس کا ایک سیدھا سادھا مطلب تو یہ ہے اور یہ بالکل صحیح ہے کہ آدمی کی کوئی دوزخ پر الرنکی یا بدی بھی ایسی نہیں ہوگی جو اس کے نامزد اعمال میں درج ہونے سے روک لیتی ہو، اسے وہ بہر حال دیکھ لے گا۔ لیکن اگر دیکھنے سے مراد اس کی جزا و سزا دیکھنا لیا جائے، تو اس کا یہ مطلب لینا بالکل غلط ہے، کہ آخرت میں ہر چھوٹی سے چھوٹی نیکی کی جزا اور ہر چھوٹی سے چھوٹی بدی کی سزا ہر شخص کو الگ الگ دی جائے گی اور کوئی شخص بھی وہاں اپنی کسی نیکی کی جزا اور کسی بدی کی سزا پانے سے نہ بچے گا، کیونکہ اول تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ ایک ایک برے عمل کی سزا اور ایک ایک اچھے عمل کی جزا الگ الگ دی جائے گی۔ درمیرے اس کے معنی یہ بھی ہیں کہ کوئی بڑے سے بڑا صالح مومن بھی اپنے کسی چھوٹے سے چھوٹے قصور کی سزا پانے سے نہ بچے گا، اور کوئی بدترین کافر و ظالم اور بدکار انسان بھی اپنے کسی چھوٹے چھوٹے اچھے فعل کا اجر پانے سے نہ بچے گا۔ یہ دونوں معنی قرآن اور حدیث کی تعریحات کے بھی خلاف ہیں اور عقل بھی اسے نہیں مانتی کہ یہ تقاضائے انصاف ہے۔ عقل کے لحاظ سے دیکھتے تو یہ بات آخر کے سمجھ میں آنے کی قابل ہے۔ کہ آپ کا کوئی خادم نہایت وفادار اور خدمت گزار ہو، لیکن آپ اس کے کسی چھوٹے سے چھوٹے قصور کو بھی معاف نہ کریں اور اس کی ایک ایک خدمت کا اجر و انعام دینے کیساتھ اس کے ایک ایک قصور کو گن گن کر ہر ایک کی سزا بھی اسے دے ڈالیں۔ اسی طرح بھی حق تعالیٰ ناقابلِ فہم ہے کہ آپ کا ہر دوزخہ کوئی شخص جس پر آپ کے بے شمار احسانات ہوں وہ آپ سے بخاری آواز دے دینا ہی کرے اور آپ کے احسانات کا جواب ہمیشہ شک و ترائی ہی سے دیتا رہے

کہ آپ اس کے مجموعہ دہشتے کو نظر انداز کر کے اس کا ایک ایک حقاری کا الگ سزا اور اس کی ایک ایک خدمت کی خواہ کسی وقت باقی نہ کرے۔ دہشتے یا نیکی کا یہی کی خدمت ہو، الگ جزا دیں۔ آپ جسے قرآن و حدیث کو وہ وضاحت کے ساتھ مومن، منافق، کافر، مومن، منافق مومن، ظالم، مومن، ظالم و ناسق، مومن کافر اور کافر مفسد و ظالم و غیرہ۔ مختلف قسم کے لوگوں کی جزا و سزا کا ایک مفصل قانون بیان کرتے ہیں اور یہ جزا و سزا دنیا سے آخرت تک انسان کی پوری زندگی پر حاوی ہے۔ اس مسئلے میں قرآن مجید اصولی طور پر چند باتیں بالکل وضاحت کے ساتھ بیان کرتا ہے۔

اول یہ کہ کافر و مشرک اور منافق کے اعمال دینی وہ اعمال جن کو نیکی سمجھا جاتا ہے، ضائع کر دیے گئے۔ آخرت میں وہ ان کا کوئی اجر نہیں پاسکیں گے۔ ان کا اگر کوئی اجر ہے تو وہ دنیا ہی میں مل جائے گا۔ مثال کے طور پر ملاحظہ ہو۔ الاحزاب ۱۳۷۔ التوبہ ۱۷۔ ۶۶۔ ۶۹۔ ہود ۱۵۔ ۱۶۔ البراہیم ۱۸۔ الکہف ۳۴۔ ۱۵۔ التور ۳۹۔ الفرقان ۲۳۔ الاحزاب ۱۹۔ الزمر ۶۵۔ الاحقاف ۲۰۔

دوم یہ کہ بدی کی سزا اپنی ہی دیکھائے گی، جتنی بدی کی گئی ہے۔ مگر نیکیوں کی جزا اصل فعل سے زیادہ دی جائے گی بلکہ کہیں تصریح ہے کہ ہر نیکی کا اجر اس سے دس گنا ہے۔ اور کہیں یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ لا جتنا چاہے کی کا اجر بڑھا کر دے۔ ملاحظہ ہو۔ البقرہ ۲۶۱۔ الانعام ۱۶۰۔ یونس ۲۶۔ ۲۷۔ التور ۳۸۔ القصص ۸۴۔ سبا ۳۷۔ المؤمن ۳۰۔ سوم یہ کہ مومن اگر بڑے بڑے گناہوں سے پرہیز کرے گے تو ان کے چھوٹے چھوٹے گناہ معاف کر دیے جائیں گے النساء ۴۱۔ التور ۴۷۔ النجم ۴۲۔

چہارم یہ کہ مومن صالح سے ہلکا حساب لیا جائے گا۔ اہل ایمان سے دو گنا زیادہ ملے گا۔ اور اس کے بہترین اعمال کے لحاظ سے اس کا اجر دیا جائے گا۔ العنکبوت ۷۱۔ الزمر ۲۵۔ الاحقاف ۱۶۔ الاشفاق ۸۔



احادیث میں اس معاملہ کو مکمل صاف کر دیتی ہیں۔ ہم سورۃ انفصاف کا تفسیر میں مذکور احادیث نقل کر چکے ہیں۔ جو خراسان کے وزیر کے حساب اور سخت حساب نامی کی تشبیہ کر کے ہوئے۔ حضور نے فرمائی ہیں: تفسیر القرآن، جلد ششم الانشفاق، جلد ۱۶ حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابوبکر صدیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھانا کھا رہے تھے۔ اتنے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ حضرت ابوبکر صدیق نے کھانے سے ہاتھ کھینچ لیا اور عرض کیا: ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا میں اس ذرہ برابر برائی کا نتیجہ دیکھوں گا جو مجھ سے سرزد ہوئی؟“ حضور نے فرمایا: ”اے ابوبکر! دنیا میں جو معاملہ بھی تمہیں ایسا پیش آتا ہے جو تمہیں ناگوار ہو، وہ ان ذرہ برابر برائیوں کا بدلہ ہے جو تم سے صادر ہوں، اور جو ذرہ برابر نیکیاں بھی تمہاری ہیں، انھیں اللہ آخرت میں تمہارے لئے محفوظ رکھ رہا ہے۔“ (ابن جریر، ابن ابی حاتم، کبرانی فی الاوسط، بیہقی فی الشعب، ابن المنذر، حاکم، ابن مردیہ، عبد بن حمید)

حضرت ابوالیوب انصاری سے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کے بارے میں ارشاد فرمایا تھا کہ ”تم میں سے جو شخص نیکی کرے گا، اس کی حیز آخرت میں ہے اور جو کسی قسم کی بدی کرے گا وہ اسی دنیا میں اس کی مزاحمت اور امراض کی شکل میں جھگڑے گا۔“ (ابن مردیہ) قتادہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ ”اللہ تعالیٰ مومن پر ظلم نہیں کرتا، دنیا میں اس کی نیکیوں کے بدلے وہ رزق دیتا ہے، اور آخرت میں ان کی حیز دے گا۔ رہا کافر تو دنیا میں اس کی بھلائیوں کا بدلہ نکال دیا جاتا ہے۔ پھر جب قیامت ہوگی، تو اس کے حساب میں کوئی نیکی نہ ہوگی۔“ (ابن جریر، مسند ذوق حضرت عائشہ سے)

روایت کرتے ہیں کہ انھوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ ”عبداللہ بن عبدعنان جاہلیت کے زمانہ میں صلہ رحمی کرتا تھا، مسکین کو کھانا کھلاتا تھا، وہاں نواز تھا، امیر و کورہائی دلواتا تھا۔ کیا آخرت میں اس کے لیے نافع ہوگا؟“ حضور نے فرمایا: ”ہنیں۔“ اس نے مرتے دم تک بھی یہ نہیں کہا کہ

تاسم اعظمی نے خطیبی کیوں نہیں کیا۔ میرے پروردگار! اور میرا میں میری ذلت کو معاف سمجھو، (ابن جریر) اسی طرح کے احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض لوگوں کے بارے میں بھی دیئے ہیں۔ جو جاہلیت کے زمانے میں نیک کام کرتے تھے، مگر مکر و کفر و شرک ہی کی حالت میں تھے۔ انھیں حضور کے بعض ارشادات سے معلوم ہوتا ہے کہ کافر کی نیکی اسے جہنم کے عذاب سے تو نہیں بچا سکتی، البتہ جہنم میں اس کو وہ سخت سزا نہ دی جائے گی، جو ظالم اور ناسنی اور فاجر اور بدکار کافروں کو دی جائے گی۔ مثلاً حدیث میں آیا ہے کہ حاتم طائی کی سخاوت کی وجہ سے اس کو ہلکا عذاب دیا جائے گا۔ (روح المعانی)

تاسم یہ آیت انسان کو ایک بہت اہم حقیقت پر غور کرتی ہے اور وہ یہ ہے کہ بڑھوٹی سے چھوٹی نیکی بھی اپنا ایک وزن اور اپنی ایک قدر رکھتی ہے۔ اور یہی حال بدی کا ہے کہ چھوٹی سے چھوٹی بدی بھی حساب میں آنے والی چیز ہے یوں ہی نظر انداز کر دینے والی چیز نہیں ہے، اس لیے کسی چھوٹی نیکی کو چھوٹا سمجھ کر اسے چھوڑنا نہیں چاہیے۔ کیونکہ ایسی بہت سی نیکیاں مل کر اللہ تعالیٰ کے حساب میں ایک بہت بڑی نیکی قرار پاسکتی ہیں، اور کسی چھوٹی سے چھوٹی بدی کا ارتکاب بھی نہ کرنا چاہیے۔ کیونکہ اس طرح کے بہت سے چھوٹے گناہ مل کر گناہوں کا انبار بن سکتے ہیں۔ یہی بات ہے جن کو متعدد احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے بخاری و مسلم میں حضرت عدی بن حاتم سے یہ روایت منقول ہے کہ حضور نے فرمایا: ”دوزخ کی آگ سے بچو، خواہ وہ چھوٹا ایک ٹھکڑا دینے یا ایک اچھی بات کہنے ہی کے ذریعے سے ہو۔“ انہی حضرت عدی سے صحیح روایت میں حضور کا یہ قول نقل ہوا ہے کہ ”کسی نیک کام کو بھی حقیر نہ سمجھو، خواہ وہ کسی پانی مانگنے والے کے برتن میں ایک ڈول ڈال دینا ہو یا یہی نیکی ہو کہ تم اپنے کسی بھائی سے خندہ پیشانی کے ساتھ ملو۔ بخاری میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضور نے عورتوں کو خطاب کر کے فرمایا: ”اے مسلمان عورتوں، کوئی بڑھوس

کے ہاں کوئی چیز بھیجنے کو حق نہ سمجھے، خواہ وہ بکری کا ایک کمر  
ہی کیوں نہ ہو، مسند احمد، نسائی اور ابن ماجہ میں حضرت عائشہ  
کی روایت ہے کہ حضور فرمایا کرتے تھے مدائے عائشہ  
ان گناہوں سے بھی رہنا جن کو چھوٹا سمجھا جاتا ہے۔ کیونکہ اللہ  
کے ہاں ان کی پریشانی بھی ہوتی ہے، مسند احمد میں حضرت  
عبداللہ بن مسعود کا بیان ہے کہ "حضور نے فرمایا: ہر دار  
چھوٹے گناہوں سے بچ کر رہنا، کیونکہ وہ سب آدمی پر جمع  
ہو جائیں گے، یہاں تک کہ اسے ہلاک کر دیں گے۔"

### آخر میں کوئی کسی کے کام نہ آئیگا

بجائے آخرت کے سلسلے میں بتائی وہ یہ تھی کہ وہاں کوئی کسی  
کے کام نہ آئے گا۔ ہر ایک کو اپنی ہی پڑی ہوگی۔ کچا کہ کسی  
کو اپنے باپ، بھائی، بیٹے، بیوی، شوہر، دوست، یا  
مرید اور ہم کو بچانے کی فکر ہو، ہر شخص اپنے اعمال کا بوجھ  
خود اٹھائے گا۔ کوئی نہ کسی دوسرے کا بوجھ رقی برار بھی  
اٹھانے کے لیے تیار ہوگا۔ اور نہ خدا کا انصاف یہ گوارہ  
کرے گا کہ ایک کا بار گناہ دوسرے پر ڈال دیا جائے فیصل  
اس وقت بالکل اللہ رب العالمین کے ہاتھ میں ہوگا جو مالک  
یوم الدین ہے۔ اس دربار میں بولنے کا یا ر کسی کو نہ ہوگا، الا  
یہ کہ اللہ خود اجازت دے، اور وہ تمہیک بات کہے۔

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ ۚ وَذُنُوبُهُمْ  
أُخْرَىٰ ۚ وَذُنُوبُهُمْ أُولَٰئِكَ هُمُ  
مُتَّفَعُونَ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ  
بِذُنُوبِهِمْ ۚ وَذُنُوبُهُمْ  
أُولَٰئِكَ هُمُ  
مُتَّفَعُونَ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ  
بِذُنُوبِهِمْ ۚ وَذُنُوبُهُمْ  
أُولَٰئِكَ هُمُ

(الغافر: ۱۸) آگے لکھا ہے وہ قریب ترین  
شرمندہ کیوں نہ ہو۔

وہ بوجھ سے مراد اعمال کی ذمہ داریوں کا بوجھ ہے  
مطلب یہ ہے کہ اللہ کے ہاں ہر شخص اپنے عمل خود ذمہ دار  
ہے اور ہر ایک پر مشر اس کے اپنے ہی عمل کی ذمہ داری

عائد ہوتی ہے۔ اس امر کا کوئی امکان نہیں ہے کہ ایک شخص  
کی ذمہ داری کا بار اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی دوسرے  
ڈال دیا جائے، اور نہ ہی یہ ممکن ہے کہ کوئی شخص دوسرے  
کی ذمہ داری کا بار خود اپنے اوپر لے لے اور اسے بھالنے  
کے لیے اپنے آپ کو اس کے حشر میں یکسر دلوے۔ یہ بات  
یہاں اس بنا پر فرمائی جا رہی ہے کہ اگر منکر میں جو لوگ اسلام  
قبول کر رہے تھے، ان سے ان کے مشرک رشتہ دار اور  
برادری کے لوگ کہتے تھے کہ تم ہمارے کہنے سے اس نئے  
دین کو چھوڑ دو اور دین آبائی پر قائم رہو۔ عذاب و ثواب  
ہماری گردن پر۔

پہلے فقرے میں اللہ کے قانون عدل کا بیان ہے کہ  
وہ ایک کے گناہ میں دوسرے کو نہ بڑھے گا۔ بلکہ ہر ایک کو  
اس کے اپنے ہی گناہ کا ذمہ دار ٹھہرائے گا۔ اور بعد کے  
فقرے میں یہ بتایا گیا ہے کہ جو لوگ آج یہ بات کہہ رہے ہیں  
کہ تم ہماری ذمہ داری پر کفر و معصیت کا ادنیٰ کتاب کر دو قیامت  
کے روز ہم تمہارا بار گناہ اپنے اوپر لے لیں گے۔ وہ  
در اصل محض ایک جھوٹا سحر و دلا رہے ہیں۔ جب قیامت  
آئے گی اور لوگ دیکھ لیں گے کہ اپنے کرتوتوں کی وجہ سے  
وہ کس انجام سے دوچار ہونے والے ہیں تو ہر ایک کو اپنی  
پڑ جائے گی۔ بھائی بھائی سے اور باپ بیٹے سے منہ موڑ  
لے گا اور کوئی کسی کا ذمہ برابر بوجھ بھی اپنے اوپر لے  
نے کے لیے تیار نہ ہوگا۔

يَوْمَ يُعَذِّبُ الْمُنَافِقِينَ  
فِي أُولَٰئِكَ هُمُ  
مُتَّفَعُونَ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ  
بِذُنُوبِهِمْ ۚ وَذُنُوبُهُمْ  
أُولَٰئِكَ هُمُ  
مُتَّفَعُونَ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ  
بِذُنُوبِهِمْ ۚ وَذُنُوبُهُمْ  
أُولَٰئِكَ هُمُ

(عس: ۳۳ تا ۳۷) کسی کا ہوش نہ چھوگا۔  
بھانگے کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے ان  
عزیزوں کو جو دنیا میں اسے سب سے زیادہ پیارے تھے





استعمال کو روزانہ کا حصول بنائیے۔

# حیدر تو مہی

سکتے کے مریض کا آخری امتحان اس طرح کیا جاتا ہے کہ اس کی ناک کے پاس آئینہ رکھتے ہیں۔ اگر آئینہ پر کچھ دُھندلا ہٹ پیدا ہو تو سمجھتے ہیں کہ ابھی جان باقی ہے، ورنہ اس کی زندگی کی آخری امید بھی منقطع ہو جاتی ہے، اسی طرح مسلمانوں کی کسی بستی کا نہیں امتحان لینا ہو تو اسے رمضان کے مہینے میں دیکھو۔ اگر اس مہینے میں اس کے اندر کچھ تقویٰ، کچھ خوفِ خدا کچھ نیکی کے ابھار کا جذبہ نظر آئے تو سمجھو ابھی زندہ ہے۔ اور اگر اس مہینے میں نیکی کا بازار سرد ہو، فسق و فجور کے آثار نمایاں ہوں، اور اسلامی حسِ مردہ نظر آئے، تو **إِنَّا لِلّٰہِ وَإِنَّا إِلَیْہِ رَاجِعُونَ** پڑھ لو۔ اس کے بعد زندگی کا کوئی سانس مسلمان کے لئے مُقدّر نہیں ہے۔

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی

پیشوا، لاہور

## مواشفاق حسین

## قسط دوم

# ارشاد القادری کی "شریعت" کا جائزہ

کو کافر خارج اسلام اور نئے دین و ایمان کے حامل و مبلغ قرار دیتے ہیں۔ اہل سنت والجماعت میں اہل حدیث اور مقلدین دو نواں شامل ہیں۔ چنانچہ شیخ عبد القادر دہلوی اپنی مشہور کتاب "نہجۃ الطالبین" میں لکھتے ہیں کہ اہل حدیث ہی اہل سنت ہیں۔ اہل بدعت، اہل معتزلہ کہلائے جانے کے قطعاً مستحق نہیں ہو سکتے، لیکن مولانا ارشد القادری اور دیگر اہل بدعت، تمام اہل حدیث حضرات کی علامتی تکفیر کرتے اور انہیں ایک اور گمراہ فرقہ قرار دیتے ہیں۔ اور مقلدین میں وہ حضرات جو امام ابن تیمیہ اور محمد بن عبد الوہاب نجدی صلی اللہ علیہ وسلم کی عقیدہ سنی مسلمان سمجھتے اور وہ مسلمان جو دارالعلوم دیوبند کے عقائد سے متفق ہیں اور وہ جو علمائے دیوبند کی تنظیم، جمیعت العلماء سے تعلق رکھتے ہیں۔ ارشد القادری اور بریلوی وغیرہ علماء مشائخ کے ہاں کافر، مرتد اور بے دین ہیں دارالاحناف، ندوۃ العلماء، مدرسۃ الاسلام، تبلیغی جماعت، جماعت اسلامی، انجمن المسلمین، ادارہ اہل سنت والجماعت، فور حقانی صاحب کے لاکھوں معتقدین کے دین و ایمان کو وہ خلاف اسلام اور گمراہ قرار دیتے، اور ان سب جماعتوں اور ان سے متعلق علماء اور مسلمانوں کی تکفیر کرتے ہیں، اس کے علاوہ سودی حکومت علماء اور عوام جو امام ابن تیمیہ

اہل بدعت کی کفر سازیاں ارشد القادری لکھتے ہیں۔

"جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہندوستان میں سات کروڑ مسلمان ہیں۔ ان کے مزہ میں گام دیجئے، اور ان سے کہجئے کہ ان چند ہزار افراد کے سوا جو حقانی صاحب کے ساتھ ہیں، ہندوستان میں ایک بھی مسلمان نہیں ہے۔ مرد حیف اگر۔ ہندوستان کے چھ کروڑ مسلمانوں پر اس کھلے ہوئے قاتلاد حملے کے بعد بھی لوگ حقانی صاحب کو سراہتے ہیں؟

(شریعت ص ۱۵)

اور ارشد صاحب کو مارے جلن اور حسد کے، دیکھتے انگاموں پر لوستے پر مجبور کر دیتے ہیں۔ احقانی صاحب نے یہ کہا کہ لکھا ہے کہ ہندوستان کے تمام مسلمان مشرکانہ عقیدہ رکھتے ہیں۔ وہ تو کثرت تعداد کے اظہار کے لئے اگر کمال لفظ استعمال کرتے ہیں۔ اور ارشد صاحب نے اگر کمال ترجمہ کی بات کر دے کہ لاکھوں چھ کروڑ، احقانی صاحب نے موجودہ مسلمانوں کے مزہ جو عقائد کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے اس کی تائید تصدیق اور دعوت ہے آج کے سینکڑوں برس پہلے کے علماء کرام کی کتابیات سے جو حقانی صاحب نے جنمیں ہم نے گزشتہ صفحہ میں لکھا ہے۔ حقیقت حقانی صاحب نہیں بلکہ خود ارشد صاحب جو تقریباً تمام ہندوستانی اور دنیا بھر کے مسلمانوں

اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق  
 اور برپا کی گئی ہے۔  
 کہتے ہیں کہ یہ ہے کہ جو شخص کسی اور نبی کی اتباع کرے  
 وہ اس کی اتباع میں ہوگا اور اگر مساجد میں نماز  
 باجماعت ادا نہیں کرے گا کہ ان مساجد کے ائمہ و خطباء  
 اور اسلام میں۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ وہ انبیاء اور برپا گوئی کو  
 حریف کائنات نہیں سمجھتے اور ان سے دعا فرمایا نہیں کرتے  
 ان کے مزاروں کی خاک دراکھ نہیں چاٹتے۔ اب مندرجہ طبقہ  
 باقی رہ جاتا ہے کہ جو انبیاء اور اولیاء کو صبح دعا، غیب دال  
 حاضر و ناظر، مقرب کائنات، حاجب رواد و فریاد رس  
 سمجھتا اور انھیں راضی و خوش کرنے کے لیے ان کے مزاروں پر  
 مراسیم و ریت، سجدہ و طواف و نذر و نیاز، دھاک و فریاد اور  
 قربانیاں ادا کرتا ہے

### اہل تشیع کی حمایت

مولانا پالہ حقانی نے اپنی  
 کتاب میں تحریر فرماتے ہیں  
 حضور پر اللہ تعالیٰ نے چالیس پارے قرآن شریف  
 کے نازل فرمائے تھے مگر اس میں دس پارے آٹ نے کھینچ  
 لئے یہ جاہل لوگ اپنے آپ کو عاشقان رسول مگر حضور  
 صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک جھوٹا بہتان لگاتے ہیں

(شریعت یا جہالت ص ۱۸۲)

اس عمل حقیقت کا بھی وارشد صاحب کو اعتراف نہیں  
 حالانکہ یہ عقیدہ حضرت کا ایک مشہور عقیدہ ہے۔ وہ کہتے ہیں  
 کہ دس پارے حضرت عائشہ کی کبریٰ چٹ کر گئی۔ ان دس پاروں  
 میں حضرت علی اور حضرت ابی عباس و بی بی فاطمہ و حسن و حسین  
 علیہ السلام بیت کی نفی دیت کا ذکر تھا۔ اس لیے رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دس پاروں کو ظاہر نہیں فرمایا یہ بات  
 اہل کلمہ یا ان کے حواریوں کی جانب تو منسوب نہیں کی گئی۔ بلکہ  
 یہ اہل تشیع حضرات ہی کی جانب سے منع ہے۔ لیکن شاید  
 یہ عقیدہ ہی مشہور ہے کہ ایک سرزنش ہے کہ اہل تشیع کے  
 جواہر نگ کو شک ہے کہ انہوں نے کتب و کتب سے کچھ لیا  
 فرماتے حضرت علی کی شان میں لکھا کہ قبر کو سنی کی بنیاد کی

عمر آباد کے تمام مشائخ و علمائے دینی  
 کے دل میں تعزیر داری اور اسلام کے خلاف  
 ہوا۔ یا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق  
 کہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ عالمین محمدی مشریت و مولانا  
 حقانی کے رد کے لیے مقرربین اہل بیت کی خدمات  
 حاصل کرتے ہیں جو حقانی صاحب کو کلامیہا و کلامیہا  
 اور کلامیہا دیتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور لڑکوں  
 کی خدمت و نہاد اور منافی توحید و عقیدت و محبت کا ہونگ  
 جاتے ہیں۔

### جواب حیا لہ

ارشاد القادر ہی اپنی کتاب کے  
 ص ۱۶۱ اور ۱۶۲ میں مولانا پالہ حقانی  
 کے دو بیانات نقل کرتے ہیں، جن وہ کہتے ہیں کہ جاہل علم  
 اور گمراہ مرشدین اپنے مریدین اور معتقدین کو بھگتے دیتے  
 ہیں کہ تبلیغی جماعت، علماء کے دل و بند، اور ان ہی سے عقائد  
 رکھنے والے مسلمانوں کو سلام مت کرو اور ان کے سلام کا  
 جواب مت دو، ورنہ کافر ہو جاؤ گے،

(شریعت یا جہالت ص ۹۲)

حقانی صاحب اپنی کتاب ص ۹۵ پر لکھتے ہیں۔  
 ”مرشدین کے کہنے پر ان کے مریدین مسلمانوں کو  
 میں نماز تک پڑھنے نہیں دیتے اور انھیں دھتاتے اور دکھ  
 دیتے اور اسے کارٹاپ سمجھتے ہیں۔“

(شریعت یا جہالت)

اس پر ارشد القادر صاحب پول تنقید اور اعتراض  
 کرتے ہیں۔

”انصاف کیلئے! ان جہادوں میں پیروں و پیروں  
 اور حواریوں کے خلاف انھوں نے بھی طرہ کے بہتان  
 لگائے ہیں۔۔۔۔۔ حقانی صاحب ایک ذمہ دار معتمد کی  
 حیثیت سے اگر اپنے آپ کو اپنی کبریٰ کا جواب دیتے  
 ہیں تو میں انھیں چیلنج کروں گا کہ وہ منہ زور الزامات کی بات  
 کریں۔۔۔۔۔ پھر اس کے بعد وہ حقانی صاحب کی کبریٰ چٹ  
 کا اہد میں چم کرنے والے دھوکے میں لگا لیا دیتے ہیں۔“



اپنے کاروباری حریت کی دوائے بارے میں ہے۔ راجی وہ  
دور انٹرنی ہے۔ راکھ اندر کارکب ہے۔ تاکر اپنی مسئلہ دوا  
حرام میں بدنام دہی اور غلبہ جگے !  
ارشاد صاحب اپنی کتاب "تبلیغی جماعت" میں اس  
جماعت کے بارے میں لکھتے ہیں۔

"ایک مقدس فریب، ایک ایمان دشمن تحریک ہے  
تاجر دل کا ایک سیاہ کاوہ بار اور کلیر کے خلاف میں لپٹا ہوا  
ایک پراسرار ضم خازن" (ص ۱۱)  
اسی کتاب کے ص ۲۰۔ تبلیغی جماعت کو یہ بھی  
کی رہنمائی، ص ۲۲، پر نئے مذہب کی بانی حامل اور مبلغ ص ۲۸  
تبلیغی جماعت کے مرکز واقعہ یعنی نظام الدین اور لیارد ہل کو  
مرکز دل قرار دیتے ہیں۔

وہ لکھتے ہیں

خدا را بتائے، اس جماعت کو اسلام اور مسلمانوں

سے کیا علاقہ؟" (ص ۸)

"اس دنیا میں دہل و فریب کی آخری تربیت گاہ کا  
نام اب تبلیغی جماعت ہے" (ص ۳۳)

"غیر کے نام سے وہی میں فساد پھیلاتا اور سادہ لوح  
مسلمانوں کا عقیدہ خراب کرنا تبلیغی جماعت کی سادی مرکز مہل  
کا اصل مدعا ہے" (ص ۲۱۳)

غیر کی کہ ارشد صاحب نے اپنی کتاب "تبلیغی جماعت"  
میں انداز بدل بدل کر اس جماعت کو انتہائی گراہی اور خلاف  
اسلام قرار دیا وہ اس کتاب میں محمد بن عبد الوہاب نجدی  
سے متعلقہ اور ان سے متاثر و سہم عقیدہ، سعودی حکومت،  
سعودی ملکہ اور حوام کو بھی کافر اور اگر اسلام سے خارج  
ہے دین و مذہب کے خانی، بانی اور مبلغ قرار دیتے ہیں۔  
کیوں جائیے۔ زیر تبصرہ کتاب "سندہ حجت" میں وہ لکھتے  
ہیں :-

"لیکن جو حضرات حقائق معاصی پر ایمان لاکر ایک  
نئے اسلام سے روشناس ہو گئے ہیں۔ ان کے لیے یہ عقیدہ  
کرنا چاہتا ہوں" (ص ۲۰)

ارشاد صاحب ص ۱۸۶

اگرچہ علامہ ارشد القادری نے فٹ پاؤں کے دوا  
فرشوں کی طرح ایک عامیانہ چال لکھ کر دیا لیکن کسی انعام  
کا اعلان نہیں فرمایا کہ وہ اگر ان باتوں کو صحیح ثابت کر دیں تو  
اتنا انعام دیا جائے گا۔ یا مدرسہ کی لوگری چھوڑ کر گدھے  
چراؤں کا۔ وغیرہ۔

خرا انعام کے بغیر ہی ہم مفت میں یہ خدمت انجام  
دی گئی۔ اگر قارئین کرام ہمارے اس جواب اور چال  
کے مقابلہ کو کامیاب اور مہینہ برحق قہور کریں تو جھوٹے فلسفہ  
فریبی، متکار، لفاظ اور دقتیہ بات بدلنے والے کے منہ  
پر سپاہی پھیر دیں۔ گدھے پر لٹا ہٹھا کر شہر میں گھمانے  
کی ضرورت نہیں۔

**عالم اسلام اور عالمی تحریکات کی تکفیر** ملاحظہ ہو کوئی

جاہل صوفی اور لہراہ مرشد نہیں بلکہ خود علامہ ارشد القادری جو  
خود بھی کسی پچھلے مو لوی اور بازار سی و جاہل پیر و فقیر سے کم نہیں  
اپنی کتاب "جماعت اسلامی" میں لکھتے ہیں۔

"میں لکھتے ہیں کہ اس کتاب مذکورہ مسلمانانہ  
اسلام کے خلاف عقل و ذہانت کے ایک خاموش فتنے سے  
پوری طرح روشناس ہو سکیں؟" (ص ۵)

یعنی جماعت اسلامی خلاف اسلام ایک فتنہ انگیز  
تنظیم ہے! جماعت اسلامی کے بارے میں وہ مزید لکھتے  
ہیں۔

"وہ اپنا دہر (الزیم) کے ذریعہ، اجنبی دماغوں میں تاری  
ہے۔" (ص ۱۵)

"جماعت اسلامی کسی اجتماعی تحریک کا نام نہیں بلکہ  
ایک نئے دینی کا نام ہے" (ص ۱۶)

"جماعت اسلامی مسلمانوں کا کوئی ذیلی و لکڑہ تنظیم  
نہیں، بلکہ ایک متوازی دائرہ اسلام ہے" (ص ۱۷)  
کھڑا ساز اور کافر گرد علامہ ارشد القادری کی مخالفت  
بائیں لکھی ہے جیسا کہ کوئی فٹ پاؤں کا چھوڑ کر گدھے



مذہب کو جس کو کہتے ہیں اودھ کوئی بھی نہیں جی پر بعض لوگ اب ایمان لائے ہیں۔

”بہار مشرقیت“ جو طبعی اور قیوری مخلوق کی ایک مشہور و مستند کتاب ہے۔ اس میں تحریر ہے۔

”روانی“ یہ ایک نیا فرقہ ہے جو شلنگھم میں پیدا ہوا اس مذہب کا بانی محمد بن عبدالوہاب نجدی تھا، جس نے تمام عقیدہ خصوصاً قرین شریعت میں بہت شدید فرقے پھیلانے طلبہ کو تکیہ کیا... غیر مقلدین یعنی اہل حدیث، یہ بھی رہا بہت ہی کی ایک شاخ ہے... جو ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے“ (حقر اول، ص ۵۰)

اہل بدعت اور عاملین قیوری شریعت کی ایک کتاب ”برق خداوندی“ میں تحریر ہے۔

”جب تک حجاز مقدس میں حکومت سعود یہ موجود ہے اس وقت تک کوئی مسلمان زنج بیت اللہ کرے اور نہ یاد رشتہ زدہ کرے بلکہ وصیت کر جائے کہ تو میرے مرنے کے بعد کوئی کفرستی مسلمان حج بدل ادا کر دے“ (ص ۱۶۰)

جب دہائی، دیوبندی، تبلیغی جماعت اور جماعت اسلامی اور اہل حق تمام علماء اور عوام، سعودیہ عربیہ کے مسلمان صلیب کافر، گمراہ، مرتد اور داکرہ اسلام سے خارج، اور نئے دین و عقائد کے حامل ہیں۔ تو بھلا بتائیے! اب دنیا میں کون مسلمان باقی رہ جاتا ہے؟ کیا اشد صاحب اور دیگر علماء و محدثین کی کتابوں سے پیش کردہ تحریریں اس حقیقت کی باخبریت کے لیے کافی نہیں کہ اہل بدعت اور عاملین قیوری شریعت مسلمانوں کو کافر، نئے دین و ایمان کے حامل رہنے والے قرار دیتے ہیں۔ جب ہندو پاک کے تعلیم یافتہ، بے ارغز، بیخ عقیدہ، فعال، اور باطل کے خلاف صرف اذکار مسلمانوں کے تمام سفیدہ اور مقام طبقات، جماعات اور محترم کو علامہ ارشد القادری لدی علیہ السلام کافر اور داکرہ اسلام سے خارج، کفر اسلام اور اولیائے کرام کے دشمن قرار دیتے ہیں۔ تو کفر برے کفر عوام اور ان کے مریدین اور معتقدین

اور دین کے لیے ان مسلمانوں کے خلاف کفر و بدعت کے جذبات اور احساسات کا علم رکھنے والا اور مسلمانوں اور لازمی اور ضروری امر ہے۔ پس کے اہل بدعت کے دل و دماغ اور ماسجد وغیرہ میں رکھے جاسکتے ہیں، یہاں تک کہ بدعت کی مخالفت کرنے والوں کے خلاف، بدعت کی کاروائیوں کی جاتیں اور اچھے قسم کے جھگڑنے کے متعلق کیے جاتے ہیں۔

مولانا رشید انصاری نے اپنی کتاب کے پہلے صفحہ لکھا ہے کہ اس کتاب میں، حقائق صاحب کی تحریروں سے ثابت کیا گیا ہے کہ ان کی کتاب عام مسلمانوں کی دل آزاری اور مذہبی اغلاط کا مجموعہ ہے۔ لیکن وہ اپنے اس دعوے میں باطل اور جھوٹ ثابت ہوئے اور ہم نے ان کی باتوں، اور چیلنج کا جواب انہی کتابوں سے پیش کر دیا کہ وہ خود اور ان کے ہم عقیدہ اور شرک زدہ حضرات، مسلمانوں کے تمام مدارس اور جماعتوں اور قدیم و جدید عالموں اور سعودی حکومت، علماء اور مسلمانوں کو کافر اور بے دین کہتے، اور دیگر بے شہادت عربی اور دینی عالموں سے نوازتے ہیں!

اب قارئین کرام خود فیصلہ کر لیں کہ جب ایک عالم دین اور نام بزرگ خود اپنی نفیوت کے خلاف اور متقاعد عمل کرے جو اپنے دعوے میں سچا ہو اور جبکا چیلنج قبول کرے غلط ثابت ہو جائے تو ایسی صورت میں خون کے گھونٹ پینا چاہیے، یا اگر تمام لینا چاہیے، خون کے آنسو پینا چاہیے یا سر بیٹ لینا چاہیے لیکن میں تو یہ کہوں گا کہ اگر خود کسی جائز سے تو انھیں چلو بھر باقی میں ڈوب کر مرنے چاہیے۔ اس لیے کہ مشرکین کا ٹھکانہ تو برمال دائمی جہنم ہے۔ لیکن ایسے لوگ جو شرک کے حامی کے علاوہ دائمی جہنم اور عقیدہ شرک کے مرض کے متعدی و مہلک کا جو ذلیلہ اور ہشمر مہول انھیں علامہ ارشد مقدس ہو جانا چاہیے، تاکہ لوگ شرک اور جہنم سے محفوظ رہ سکیں!

**پتھر وں کا فیض** حضرت حقائق صاحب اپنی کتاب کے ۱۷۰ صفحوں پر لکھتے ہیں کہ بہت سے

علاوہ اہل حق کے سوا ہر ایک کفر و کجی میں مبتلا کر کے بیٹھے ہیں اور ان کفر و کجی کے تاثر سے مختلف بہت سی باتیں مشہور ہوئی ہیں کہ اس پھر کے یہ فوائد ہیں اور غلاں پھر کے یہ اثرات ہیں، اور یہ عقیدہ مشہور ہے۔

لیکن ارشد صاحب کو اس پر اعتراض اور اختلاف ہے کہ پھر کی یہ تاثیر برحق ہے اس سلسلہ میں وہ ایک ایسی دلیل پیش کرتے ہیں کہ بالکل بھی پس دے۔ ارشد صاحب کو معلوم ہو ناچاہیے کہ کسی نئے میں فطری، مافوق الفطری اور غیبی تاثیر طاقت اور فائدہ کا عقیدہ دکھنا مشرک ہے۔ پھر کی اثرات اور فوائد کا طلب و سائنس یا کسی بھی علم سے تعلق نہیں رکھتا جس سے ان کے فوائد کا ثبوت اور دلیل فراہم ہوتی ہو اور نہ ہی عالم الغیب و الشہادہ کا اس بارے میں کوئی حکم موجود ہے۔ جب کہ جسمی، لوشمیوں اور دواؤں وغیرہ کی جربانی، فطری طبعی اور صائنسی حقیقت ہے۔ جن کے اثرات، فوائد اور رد عمل کو پیٹ کے اندر اور جلد پر ہی نہیں بلکہ مختلف تجربات اور مشاہدات کے ذریعہ سمجھ سکتے ہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ غلاں پھر میں کھانے سے اس کے انسانی جسم پر یہ اثرات اور فائدہ سے ظاہر ہوتے ہیں تو کوئی بات بھی لیکن انگوٹھی میں جو پھر چھائے جاتے ہیں وہ مشہور جلد سے مس ہوتے ہیں۔ اس کے انسانی جلد اور جسم پر کوئی طبعی، فطری اور فطری اثرات مرتب نہیں ہوتے۔ اگر کوئی یہ کہے کہ غلاں چٹان کو چھونے سے بے روزگار و روزگار حاصل ہو گا۔ بے اولاد صاحب اولاد ہو جائے گا۔ اس سے پرانا پیٹ کا دور دورہ ہو جائے گا، نابینا کو بینائی حاصل ہو جائے گی اور جو شخص اسے اوہام و خرافات اور بے اصل قرار دے اور اس شخص کو یہ جواب دیا جائے کہ اللہ نے اس چٹان میں غلاں فائدہ اور اثرات رکھ دیے ہیں تو ظاہر ہے کہ یہ ایک بوجھل اور حماقتہ بات ہوگی جس کی پشت پر ہونے کے بعد اس کی کوئی علمی اور عقلی محسوس دلیل نہیں پائی جاتی۔ جیسا کہ جالبہ کہ اللہ کے نام پر دھوکہ انداز رہا دیا اور لوگوں کو جاسکتا ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ مختلف قسم اور رنگوں کے پھروں

کے فوائد و کمالات صرف دواسے دیکھنے میں آ رہے ہیں۔ اس کا جواب وہی ہے جو مندروں کے فضائل و کمالات بیان کرنے اور مروجہ لہروں کے نافع و ضار ہونے کا عقیدہ دیکھنے والوں کو دیا جاسکتا ہے۔ آخر یہ صدیوں سے بت چستی میں اضافہ ہی ہو تا جا رہا ہے۔ وہاں کی آمدنی اور کم خیر میں کوئی کمی نہیں ہو رہی ہے تو آخر انہیں ان کے کچھ فوائد اور فضائل، محسوس ہو رہے ہوں گے۔ تب ہی تو اس میں ہر طرح کی لڑتی عسروں اور آمدنی حاصل ہے درندہ دلوں اور درگاہوں میں آج آلو لٹے لگتے۔ وہاں جانے سے لوگ گھبراتے، اور کتراتے۔

تو بین انبیاء کی حقیقت مولانا ارشد القادری کی کتاب مشرعیہ کا تیسرا عنوان "انبیاء کے کرام کی شان میں گستاخیاں" ہے جو ص ۲۲ سے شروع ہوتا ہے۔ اس عنوان کے تحت انہوں نے یہ واضح اور ثابت کرنے کی سعی لا حاصل فرمائی ہے کہ باہن حقانی صاحب انبیاء کے کرام کی شان گستاخیاں کئے ہیں پہلی گستاخی کے طور پر وہ حقانی صاحب کے اس لڑتے تو پیش کرتے ہیں جو کہ انہوں نے سورہ بقرہ آیت ۱۳۳ کے تحت لکھا ہے جو درج ذیل ہے۔

سبحان اللہ یہ شان ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی جو بھلائی کا حکم کرتے ہیں۔ اور لڑائی سے روکنے والے ہیں۔ ان کی گواہی سے بعض نبیوں کو چھکارا ہو گا۔

ارشاد نعت یا جہالت۔ ص ۲۰۰

اس بیان پر ارشد القادری تنقید کرتے ہیں۔ "چھکارے کا سوال تو اسی کے لیے پیدا ہوتا ہے جو پہلے طرم کی حیثیت سے پکارا جائے، لہذا ان کے کہنے کا طلب یہ ہو کہ خدا کے یہاں طرم کی حیثیت سے جب انبیاء پکارتے جائیں گے تو حضور کی امت کے لوگ انہیں چھکارا دلائیں گے خدا کی پناہ۔" (ارشاد نعت۔ ص ۲۳)

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ تحریر امت محمدیہ کے کسی فرد کی نہیں بلکہ کسی یہودی اور عیسائی کا بیان ہے جسے خدا

”یعنی حقائق صاحب اسلم کو نہیں بلکہ ایک نئے دین  
مذہب کو پیش کرتے ہیں اور وہ کوئی نئی ہیں جن پر بعض لوگ  
ایمان لائے ہیں۔“

”بہار شریعت“ لبریلوی اور قبوری حلقوں کی ایک  
مشہور و مستند کتاب ہے۔ اس میں تحریر ہے۔

”دہائی“ یہ ایک نیا فرقہ ہے جو تالانہ میں پیدا ہوا  
اس مذہب کا بانی محمد بن عبدالوہاب نجدی تھا، جس نے تمام  
عقائد خصوصاً ترین شریعت میں بہت شدید فرقے پھیلانے  
کے لئے کوشش کیا۔ غیر مقلدین (یعنی اہل حدیث) یہ بھی دہائیہ ہی  
کی ایک شاخ ہے۔۔۔۔۔ جو ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی  
کافر ہے۔ (حشر اول، ص ۵۰)

اہل بدعت اور حاملین قبوری شریعت کی ایک کتاب  
”میزان خداوندی“ میں تحریر ہے۔

”جب تک حجاز مقدس میں حکومت سعود یہ موجود ہے  
اس وقت تک کوئی مسلمان نہ حج بیت اللہ کرے اور نہ  
زیارت روضہ اقدس کرے بلکہ وصیت کر جائے کہ تو میرے  
مرنے کے بعد کوئی کافر مسلمان حج بدل ادا کر دے“ ص ۱۶۰

جب دہائی، دیوبندی، تبلیغی جماعت اور جماعت اسلامی  
اور ان سے متعلق تمام علماء اور عوام، سعودیہ عربیہ کے مسلمان  
سب کافر، گمراہ، مرتد اور داکرہ اسلام سے خارج، اور  
نئے دین و عقائد کے حامل ہیں۔ تو بھلا بتائیے! اب دنیا  
میں کون مسلمان باقی رہ جاتا ہے؟ کیا ارشد صاحب اور دیگر  
علماء سوء کی کتابوں سے پیش کردہ تحریریں اس حقیقت کی  
رفاعت کے لئے کافی نہیں کہ اہل بدعت اور حاملین قبوری  
شریعت مسلمانوں کو کافر، نئے دین و ایمان کے حامل  
اور ملت قرار دیتے ہیں۔ جب ہندو پاک کے تعلیم یافتہ بے  
دارمزن، صحیح العقیدہ، فعال، اور باطل کے خلاف صف آراء  
مسلمانوں کے تمام سنجیدہ اور وقار طبقات، جامعات اور  
جماعتوں کو علامہ ارشد القادری اور لبریلوی علماء کافر اور داکرہ  
اسلام سے خارج، پیغمبر اسلام اور اولیائے کرام کے دشمن قرار  
دیتے ہیں۔ تو ظاہر ہے کہ عوام اور ان کے مریدین اور معتقدین

کے دل و دماغ میں ان مسلمانوں کے خلاف نفرت حقارت  
اور دشمنی کے جذبات اور احساسات کا پودہ ریش پاتا، اور  
حرکت جانا اور لازمی اور فطری امر ہے۔ جس کے اثرات فتنہ  
کے دن مدارس اور مساجد وغیرہ میں دیکھے جاسکتے ہیں، جہاں  
شُرک و بدعت کی مخالفت کرنے والوں کے خلاف،  
مختلف قسم کی کاروائیوں کی جاتیں اور اوچھے قسم کے محکمتے  
مستعمل کیے جاتے ہیں!

مولانا ارشد القادری نے اپنی کتاب کے پہلے صفحہ پر  
لکھا ہے کہ اس کتاب میں، حقائق صاحب کی تحریروں سے  
ثابت کیا گیا ہے کہ ان کی کتاب عام مسلمانوں کی دل آزاری  
اور مذہبی اغلاط کا مجموعہ ہے، لیکن وہ اپنے اس دعوے میں  
باطل اور جھوٹے ثابت ہوئے اور ہم نے ان کی باتوں، اور  
جیہاں کا جواب انہی کتابوں سے پیش کر دیا کہ وہ خود اور ان  
کے ہم عقیدہ اور شریک زدہ حضرات، مسلمانوں کے تمام  
مدرسوں اور جماعتوں اور قدیم و جدید عالموں اور سعودی  
حکومت، علماء اور مسلمانوں کو کافر اور بے دین کہتے، اور  
دیگر بے شہادت عربی اور دینی عاملوں سے نوازتے ہیں!

اب قارئین کرام خود فیصلہ کر لیں کہ جب ایک عالم دین  
اور نام بزرگ خود اپنی نفیوت کے خلاف اور متقاعد محمل  
کرے جو اپنے دعوے میں استیجاز ہو اور جبکا جیلج جھوٹا اور  
غلط ثابت ہو جائے تو ایسی صورت میں خون کے گھونٹ  
پینا چاہیے، یا جگر تھام لینا چاہیے، خون کے آنسو بہانا چاہیے  
یا سر پیٹ لینا چاہیے، لیکن میں تو یہ کہوں گا کہ اگر خود کسی جائز  
ہے تو انھیں چلو بھر پانی میں ڈوب مرنا چاہیے۔ اس لئے کہ  
شرکین کا ٹھکانہ تو ہر حال دائمی جہنم ہے۔ لیکن ایسے لوگ  
جو شرک کے حامی کے علاوہ داعی بھی ہوں اور عقیدہ شرک  
کے مرض کے متعدی و مہلک کا جو ذریعہ اور چشمہ ہوں انھیں  
جلد از جلد بند ہو جانا چاہیے، تاکہ لوگ شرک اور جہنم سے  
محفوظ رہ سکیں!

**پتھروں کا فیض** || حضرت حقائق صاحب اپنی کتاب  
کے ص ۳۰ پر لکھتے ہیں کہ بہت سے

کے فوائد و برکات عرصہ دراز سے دیکھنے میں آ رہے ہیں۔ اس کا جواب وہی ہے جو مندروں کے فضائل و برکات بیان کرنے اور مروجہ لڑگوں کے مانع و ضار ہونے کا عقیدہ رکھنے والوں کو دیا جاسکتا ہے۔ آخر یہ مدلوں سے بت پرستی میں اضافہ ہی ہوتا جا رہا ہے۔ وہاں کی آمدنی اور ہم غفر میں کوئی کمی نہیں ہو رہی ہے تو آخر انھیں ان کے کچھ فوائد اور فضائل، محسوس ہو رہے ہوں گے۔ تب ہی تو اس میں ہر طرح کی لڑتی عرصہ دراز آمدنی حاصل ہے در مندروں اور دیگر گاہوں میں آج آلو بولنے لگتے۔ وہاں جانے سے لوگ گھبراتے، اور کتراتے۔

**توبین انبیاء کی حقیقت** مولانا ارشد نقادری کی کتاب "مشرعیت"

کاتیسرا عنوان "انبیاء کے کرام کی شان میں گستاخیاں" ہے جو ص ۲۲ سے شروع ہوتا ہے۔ اس عنوان کے تحت انھوں نے یہ واضح اور ثابت کرنے کی سعی حاصل فرمائی ہے کہ یاہن حقانی صاحب انبیاء کرام کی شان گستاخیاں کہتے ہیں یہی گستاخی کے طور پر وہ حقانی صاحب کے اس نوٹ کو پیش کرتے ہیں جو کہ انھوں نے سورہ بقرہ آیت ۱۳۲ کے تحت لکھا ہے جو درج ذیل ہے۔

سبحان اللہ یہ شان ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی جو مہلائی کا حکم کرتے ہیں۔ اور لڑائی سے روکنے والے ہیں۔ ان کی گواہی ہے بعض نبیوں کو چھٹکارا چھوگا۔

(مشرعیت یا جمالت، ص ۲۰۰)

اس بیان پر ارشد نقادری تنقید کرتے ہیں۔

"چھٹکارے کا سوال تو اسی کے لئے پیدا ہوتا ہے جو پہلے طرم کی حیثیت سے پکڑا جائے۔ لہذا ان کے کہنے کے مطلب یہ ہوا کہ خدا کے یہاں طرم کی حیثیت سے جب انبیاء پکڑے جائیں گے تو حضور کی امت کے لوگ انھیں چھٹکارا دلائیے گا خدا کی پناہ۔ (مشرعیت، ص ۲۳)

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ تحریر امت محمدیہ کے کسی فرد کی نہیں بلکہ کسی یہودی اور عیسائی کا بیان ہے جسے محمد

علیہ السلام و عوام مختلف قسم کے پتھروں انگوٹھی میں ڈٹ کر کے پہنتے ہیں اور ان پتھروں کی تاثیر سے متعلق بہت سی باتیں مشہور ہیں۔ کہ اس پتھر کے یہ فوائد ہیں اور فلاں پتھر کے یہ اثرات ہیں، اور یہ عقیدہ مشرکانہ ہے۔

لیکن ارشد صاحب کو اس پر اعتراض اور اختلاف ہے کہ پتھروں کی یہ تاثیر برحق ہے اس سلسلہ میں وہ ایک ایسی دلیل پیش کرتے ہیں کہ پاگل بھی ہنس دے۔ ارشد صاحب کو معلوم ہوتا ہے کہ کسی شخص میں غیر طبعی، مافوق الفطری اور غیبی تاثیر طاقت اور فائدہ کا عقیدہ رکھنا مشرک ہے۔ پتھروں کے اثرات اور فوائد کا طلب و مسائل یا کسی بھی علم سے تعلق نہیں رکھتا جس سے ان کے فوائد کا ثبوت اور دلیل ذرا کم ہوتی ہو اور یہی عالم الغیب و الشہادہ کا اس بارے میں کوئی حکم موجود ہے۔ جب کہ جڑی، بوٹیوں اور دواؤں وغیرہ کی جربانی، فطری طبعی اور معاشی حقیقت ہے۔ جن کے اثرات، فوائد اور رد عمل کو پیٹ کے اندر اور جلد پر ہی نہیں بلکہ مختلف تجربات اور مشاہدات کے ذریعہ ہم سے باہر بھی ان امور کا تجربہ اور معائنہ کیا جاسکتا ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ فلاں پتھر میں کہانے سے اس کے انسانی جسم پر یہ اثرات اور فائدے ظاہر ہوتے ہیں تو کوئی بات بھی لیکن انگوٹھی میں جو پتھر بٹھائے جاتے ہیں وہ منہ جلد سے مس ہوتے ہیں۔ اس کے انسانی جلد اور جسم پر کوئی طبعی، فطری اور فطری اثرات مرتب نہیں ہوتے۔ اگر کوئی یہ کہے کہ فلاں چٹان کو چھونے سے بے روزگاری دور رہے حاصل ہوگا۔ بے اولاد صاحب اولاد ہو جائے گا۔ اس سے لڑانا پیٹ کا درد دور ہو جائے گا، نابینا کو بینائی حاصل ہو جائے گی اور تو شخص اسے اہام و خرافات اور بے اصل قرار دے اور اس معترض کو یہ جواب دیا جائے کہ اللہ نے اس چٹان میں فلاں فلاں فوائد و اثرات رکھ دیئے ہیں تو ظاہر ہے کہ یہ ایک بوالغضول اور احمقانہ بات ہوگی جس کی پشت پر ہونے و ہم وقیاس کی کوئی علمی اور عقلی محسوس دلیل نہیں پائی جاتی تفسیر جالبہی کہ اللہ کے نام پر دھوکہ اور فریب دیا اور آؤ بنا یا جاسکتا ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ مختلف قسم اور رنگوں کے پتھروں

**شیطان الہام** مولانا ارشد نقادری کے اس آرٹ  
یا عیاری کا ایک اور نام یا باب نمونہ  
وسط ہو کر وہ کس طرح ایک غلط بات زبردستی کسی کے سر  
تھوپنے میں مہارت دے سکتے ہیں۔  
حقانی صاحب کی تحریر ہے۔

لیکن یہ یاد رکھنا چاہئے کہ یہ وہی لوگ ہوں گے جنہوں  
نے لوگوں کو برائی سے روک کر مہارت سے نکالا اور نیکی و  
بھلائی کا حکم کر کے شریعت پر لا کھڑا کیا؟  
(شریعت یا جہالت، ص ۲۰۰)

اب ملاحظہ فرمائیے کہ علامہ ارشد نقادری اس ترفیہ  
بیان کا کس طرح حلیہ بگاڑتے ہیں۔  
"مطلب یہ ہے کہ جن لوگوں نے شریعت یا جہالت  
نامی کتاب کے ذریعہ لوگوں کو جہالت سے نکالا اور شریعت  
پر لا کھڑا کیا۔ وہی لوگ قیامت کے دن انبیاء کو چھٹکارا  
دلائیں گے۔ (شریعت، ص ۲۳۳)

دیکھئے ایک عمومی اور اصولی بات سے ایک مخصوص  
مفہوم زبردستی بخود کر حقانی صاحب ہی کو اس کا مصداق بنادیا  
گیا۔ ظاہر ہے کہ امت محمدیہ کے مشرودہی افراد انبیاء سابقین  
کی دعوت و تبلیغ کی گواہی دے سکیں گے جنہوں نے قرآن  
کے ذریعہ ان حقیقتوں کا علم حاصل کیا اور خود بھی فریضہ تبلیغ ادا  
کی ہوگی۔ جہالت اور برائی سے لوگوں کو نکال کر انھیں پابند  
شریعت بنا پایا۔ لیکن ایک صاف سیدھی بات میں قلعہ  
کھانے اور کیر پیدا کرنے کی توقع منہ ارشد نقادری اور دیگر  
بریلوی ٹائپ علماء ہی کی صلاحیت اور قابلیت سے کی  
جاسکتی ہے۔

اگر مولانا ارشد نقادری اپنی اسی کتاب میں مسلمانوں  
کو اس بات کی تلقین کریں کہ مسلمانوں! شریعت مکی پابندی  
کہہ، شریعت پر عمل کرو! اور اگر کوئی سر بھرا اس کے اس  
میان پر یہ کہہ دے کہ دیکھنا ارشد نقادری اپنی کتاب شریعت  
کی پابندی اور اپنی کتاب پر عمل کی دعوت دے رہے ہیں۔ تو  
یہ بات کسی نہ کسی طرح حالانکہ ان کا منشا ارشد نقادری سے

الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت کی عظمت  
کا منشا بن کر رکھ رہی ہے۔ بخاری و ترمذی، ابن ماجہ اور سند احمد  
کی متعدد احادیث سے اس حقیقت کی وضاحت ہوتی ہے  
کہ قیامت کے بعد زمین ان عشر میں لوح علیہ السلام اور تمام  
انبیاء اور ان کی امتوں کو بلایا جائے گا، اور ان سے پوچھا جائے گا  
کہ کیا اس نبی نے تمہیں تبلیغ کی تھی؟ ۹؟ وہ انکار کریں گے اور پھر  
نبی سے جواب طلب کرنے پر وہ کہیں گے! میں نے فریضہ  
تبلیغ ادا کر دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تمہارا گواہ کون  
ہے؟ ۹؟ وہ عرض کریں گے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی  
امت! چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت  
کو طلب کیا جائے گا؟ ان سے بھی سوال ہوگا کہ کیا اس نبی نے  
اپنی قوم میں تبلیغ کی تھی؟ ۹ اثبات میں جواب ملنے پر کہا جائے گا  
کہ ہمارے پاس، ہمارے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) آئے اور  
آپ نے ہمیں خبر دی کہ تمام انبیاء کرام نے تیرا پیغام حق اپنی  
اپنی امتوں کو پہنچا دیا۔ (بحوالہ تفسیر میان السحان وغیرہ)

اگرچہ کہ مولانا حقانی اور دیگر علماء حق کا یہ عقیدہ ہے  
کہ انبیاء علیہم السلام معصوم اور جنت کے مستحق ہوتے ہیں  
لیکن متعدد ایسی احادیث بھی ہیں جن سے ان حقیقت کی  
وضاحت ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر روز قیامت ان سے  
بھی مختلف امور میں باز پرس کرے گا۔ جن میں سے ایک یہی  
فریضہ تبلیغ سے متعلق سوال ہے۔

چھٹکارا دلانے کا مطلب جہنم ہی سے چھٹکارا نہیں بلکہ  
طویل باز پرس سے نجات دلانا اور مختصر اور ہلکے مواخذہ اور  
حساب و کتاب کے بعد زیادہ تاخیر کے بغیر فرد کی جنت  
میں داخلہ کا سبب بھی بننا ہے۔

ارشد صاحب کی یہ قابلیت اور غیب ذاتی قابل ہوا  
ہے کہ وہ کسی کی تحریر سے وہ مطلب بآسانی بخود نکال سکتے ہیں  
جو کہ بھی اس کے حاشیہ خیال اور خواب میں بھی نہ آیا ہو!  
ایک نامور اہل بات کسی سر منڈھنا اور خود ہی ہائے  
دائے کرنا ارشد صاحب کا وہ آرٹ ہے جس کا کوئی  
ثانی اور جواب نہیں۔



کی اتباع کا ہے۔

و یہ پان حقائق صاحب ایک انسان ہی ہیں۔ خاندانی اور کسبی طائر سے بھی ملتی غلطیوں کا صدور ممکن ہے انسان سے زبان و بیان کی بے اعتدالیوں سے وہ خود ہی رہتی ہیں بہت ممکن ہے، یہاں مترجم نے حقائق صاحب کے مافی الضمیر کو مناسب الفاظ میں ادا نہیں کیا۔ انداز بیان کی معمولی غلطیوں کو پکڑنا انھیں غلط معنی پہنانا اس پر کسی کو فضائل و معضلات گراہ قرار دینا ہرے درجہ کی شرارتی، فتنہ پر دازی گھٹیا اور اچھا بن ہے ایسی معمولی اور قابل نظر انداز غلطیوں بلکہ سہو کو دیکھ کر اچھا اچھا سکتا اور بات کا شکر بنا سکتا ہے۔ جسے اپنے مخالف میں یا دوجو کانی کوشش و تلاش کے کوئی بات قابل گرفت نہ مل سکے ہو۔

**غلط ترجمہ قرآن کا الزام؟** وہ نقد ہی کیا جو اپنے -

حریف میں آیات قرآنی کے ترجمہ کی غلطی اور خیانت نہ ثابت کرنا چاہے اور وہ گراہ ہی کیا جو قرآنی ترجمے میں غلطی اور خیانت نہ کرے۔ ! مولانا پال حقائق کو حوام میں بدنام کرنے کے لئے ارشد صاحب کے لئے یہ ضروری تھا کہ وہ خواخواہ ہی سہی حقائق صاحب پر آیات قرآنی کے ترجمے کی خیانت کا الزام عائد کرے اور یہ بھی یہ کہ گئی اور فرد جرم یہ ہے۔ کہ حقائق صاحب سورۃ بقرہ، آیت ۱۲۶ کے لفظ وسطاً کا ترجمہ عادل و راضا نہ کر کے والی کر دیا ہے۔ بقول ارشد صاحب کے یہ جہرم کراہی اور ترجمے کی خیانت اس لئے ہے کہ وہ حکو طائر نے وسطاً کا ترجمہ اعتدال اور معتدل کیا ہے اور کسی عالم نے اس لفظ کا ترجمہ "عدل" نہیں کیا لیکن علامہ ارشد الظہوری کی اندھی دشمنی اور جاہلانہ مخالفت پر خون کے آنسو بہاتے ہوئے نہیں تو کم از کم جگر تھا کہ آپ حضرات مولانا عبد المجاہد دہلوی یا باہی کی تفسیر "مجاہدیہ" میں اس کا ترجمہ ملاحظہ فرمائے انھوں نے وسطاً کا ترجمہ دیا "عدل" کیا ہے جو کہ حقائق صاحب نے پیش فرمایا۔ اور پھر ارشد الظہوری نے اس تفسیر کی تائید کیا۔ دیکھ جسے انھوں نے ٹانگ اڑا کر گادیا

تھا۔ چلتے چلتے ایک ٹھوک بھی رسید فرمادی کہ غریب تو میرے بچہ کر بیٹھا ہے۔ زمین پر پوری طسراحت ہو جائے وہ مولانا پال حقائق پر حملہ آور ہو گئے کہ حقائق صاحب "وسطاً" کا معنی مانتے ترجمہ "عدل" اپنی بڑائی جتانے کے لئے کیا ہے اگر بجا رہے حقائق وسطاً کا ترجمہ "اعتدال" یا "معتدل" کرتے تو ارشد صاحب تب بھی انھیں کب بخشے دالے تھے ایسی صورت میں وہ ان پر بہ الزام ضرور عائد کر لے کہ وسطاً کا ترجمہ "اعتدال" کر کے حقائق صاحب نے اپنے دہائی عقائد کو "اعتدال" پذیر کیا۔ اور ہم سنی مسلمانوں کے عقائد کو غیر معتدل اور افراط و تفریط سے بھرپور ظاہر کرنے کی ناپاک جسارت کی ہے۔

**حقانی صاحب اہل بدعت کی ایک بنیادی گمراہی** نے سورۃ زمر

آیت ۵۲ کا ترجمہ یہ پیش کیا ہے۔

"میری جانب سے کہہ دو کہ اے میرے بندو! جنھوں نے اپنی جانوں پر ظلم و زیادتی کی ہے، ہم اللہ کی رحمت سے ناصید نہ ہو جاؤ۔" (شریعت یا جہالت، ص ۱۱۳)

لیکن ارشد صاحب کو اس پر یہ اعتراض ہے کہ حقائق صاحب نے "میری جانب سے" بڑھادیا ہے۔ جس کے لئے قرآن میں کوئی لفظ نہیں ہے۔ (شریعت، ص ۱۳۱)

حالانکہ آیت کا مفہوم اور مراد الہی یہی ہے۔ انھوں نے ان الفاظ کے ذریعہ اس کے باطل مفہوم کا سد باب کیا اور صحیح مطلب کی وضاحت فرمائی ہے۔

پہرلیوی اور بدعتی طائر و مشرخی کہتے ہیں کہ مصلحتیں قرآن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام اور بندے ہیں اگرچہ کہ جن مترجمین اور مفسرین نے ترجمہ میں "میری جانب سے" کہہ دیا ہے اسے اضافہ نہیں فرمایا۔ تاہم اس آیت کی تفسیر میں انھوں نے اسی مفہوم کی وضاحت کی ہے، لیکن پھر علامہ ضلالت اور جمودی شریعت کا کہ وہ دنیا بھر کی عربی و فارسی اور اردو و تھامس اور ہندی ائمہ و علما کے سلف و خلف اور اسلام کی بنیادی تعلیم و عقیدہ کے خلاف اور مستحاد و شرک اختیار



درج ذیل ارشاد ربانی سے مولانا محمد تقی قادری کی گرامی اور حقانی صاحب کے ترجمہ کی صحت کی پوری ضمانت ہو جاتی ہے۔

”کسی ان کا یہ کام نہیں ہے کہ اللہ تو اس کو کتاب اور حکمت اور نبوت سے سرفراز فرمائے۔ اور وہ لوگوں سے کہے کہ اللہ کے یہاں تم میرے بندے (عباد الہی) بن جاؤ، بلکہ وہ تو یہی کہے گا کہ تم ربانی (اللہ کے بندے) بنو۔ (آل عمران)

اس سلسلہ میں خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک واضح ارشاد بھی موجود ہے کہ آپ نے فرمایا اگر کوئی تم میں سے یوں نہ بولے کہ میرا بندہ اند میری بندی تم سب اللہ کے بندے ہو اور تمہاری عورتیں سب اللہ کی مندی ہیں۔ اور فلاں بھی اپنے میاں کو یوں نہ کہے کہ میرا مالک کیونکہ تم سب مالک اللہ ہے (مشکوٰۃ)

اسی صودت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے افسر ادا یا قارئین قرآن کو ”میرے بندو“ بھلا کیسے کہہ سکتے ہیں؟

**ایک اور غلط فہمی کا ازالہ** مولانا پالین حقانی نے سورۃ لک ذکر و کثرت کا ترجمہ یوں فرمایا ہے۔

”اور ہم نے تیرا ذکر بلند کیا“ (ص ۲۱۰)

مولانا ارشد القادری اس پر یہ اعتراض برائے اعتراض کرتے ہیں کہ حقانی صاحب نے لک کے ترجمہ چھوڑ دیا جس کے معنی ہیں۔ آپ کی خاطر آپ کے لئے۔

(ارشاد نبوت ص ۲۲)

حالانکہ اس سے اصل دعا اور مراد الہی میں کوئی فرق نہیں واقع ہوتا۔ مولانا پالین حقانی نے جو ترجمہ پیش کیا ہے اس سے وہ مفہوم بدرجہ اولیٰ ادا ہو جاتا ہے جو ارشد صاحب جانتے ہیں۔ اور پھر اس ترجمہ میں حقانی صاحب منفرد بھی نہیں بلکہ حضرت مولانا فتح محمد صاحب جالندھریؒ نے بھی زیر گفتگو آیت کا ترجمہ ”اور تمہارا ذکر بلند کیا“

کیسے ہوئے ہیں۔ بھلا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنہوں نے پہلی جوتی انسانیت اور مشرکوں کا تحول کو خدا کے واحد کی غلامی اور بندگی میں لانا چاہتے تھے۔ ان نون اور امتوں کو اپنا غلام اور بندہ کیسے کہہ سکتے ہیں؟ جو بستی شرک اور غلامی کو مٹانے آئی تھی، خود اسی کی طفرہ مشرکوں کے کلمات کو منسوب کرنا پر لے درجہ کی منکرات، جہالت اور گمراہی ہے اور شد القادری کی علمی خیانت اور فریب ملاحظہ ہو کہ وہ حضرت ارشد علی تھا تو نبی کا سورۃ زمر کی زیر گفتگو آیت کا ترجمہ پیش کرتے اور اپنی بات کی تائید میں سورۃ نور کی ایک آیت کا ترجمہ ارشد علی تھا تو نبی ہی کا پیش کرتے ہیں۔ لیکن خون کے آنسو بہانے کا نہیں تو کم از کم ارشد صاحب کی خیانت علمی پر ماتم کرنے کا معاف فرود ہے کہ اصل زیر بحث آیت کی تفسیر میں ارشد علی تھا تو نبی کیا فرماتے ہیں اسے پیش نہیں کرتے محض اسی لیے کہ وہ ان کے عقیدہ کے خلاف ہے۔

ایک مسلمان کے لیے یہی ترجمہ بہت کچھ ہے کہ وہ اللہ رب العالمین کا بندہ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی ہے۔ جو لوگ خود کو رسول اللہ کا بندہ اور غلام سمجھنے میں نرس محسوس کرتے ہیں وہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریا کی اس کی الوہیت اور معبودیت، اس کی کاد سازی، شکل کشائی اور حاجت روائی کے عقیدہ کو گھٹا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں غلو اور افراط سے کام لیتے ہیں۔ وہ غلو اور افراط سے جس میں خود حضور نے اپنے لیے منع فرمایا تھا کہ یہود و نصاریٰ بھی اپنے انبیاء اور اولیاء کی عقیدت اور شان میں افراط و غلو سے کام لے کر گمراہ اور شرک زد ہو گئے تھے۔ سورۃ کہف کی درج ذیل آیت ارشد صاحب کے ترجمہ و تفسیر کے ابطال کے لیے کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

کیا منکرین حق یہ خیال کرتے ہیں کہ میرے سوا میرے بندوں کو کبھی کاد ساز بنالیں؟ (ع ۱۲)

یہاں تیخذ و اہبادی کے الفاظ آئے ہیں کیا اس آیت کے لفظ عبادی کا ترجمہ غلام کیا جائے گا یا بندے؟

# رسول اللہ ﷺ کا نظام حکومت

مولانا مسید ابوالاعلیٰ صودو دہلوی  
لکھنؤی تفریق کا مکمل متن

اس نقطہ نگاہ سے آپ سے یہ درخواست ہے کہ آپ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک پر روشنی ڈالیں۔ پہلی جگہ کے لئے، آنے والے کل کے لئے بلکہ ہمیشہ کے لئے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام اور ارشادات کے مطابق زندگی بسر کرنے کے لئے ایک خزانے کی تلاش ہے۔ میرے بھائی عبدالوہید خاں صاحب میں جو آپ سے ضما استفسارات فرمائیے۔ جناب والا، میری پہلی گزارش تمام ہوتی ہے۔

جواب :- مجھے بڑی خوشی ہوئی ہے کہ آپ نے مجھ کو یہ موقع دیا کہ میں ملک کے مسلمانوں کو مولانا اور ملک کے حکمرانوں کو مطلع کر دوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو نظام حکومت قائم فرمایا تھا اس کی بنیاد اور اس کی شکل کیا تھی۔

بنیادی طور پر جو چیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش کی وہ یہ تھی کہ اقتدار اعلیٰ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کا نہیں ہے زمین خدا کی ہے۔ جو اور پانی اور روشنی اور ہر وہ چیز جس پر ہم زندگی بسر کرتے ہیں، سب کچھ خدا کا ہے۔ یہ جو ہمیں حاصل ہے اور اس کے اندر جو طاقتیں ہیں اور اس کے جو اعضا ہیں سب خدا کے بخشے ہوئے ہیں۔ ہمیں یہ حق پہنچا ہی نہیں کہ ہم خود اقتدار اعلیٰ کا دعویٰ کریں یا کسی ایسے شخص یا گروہ یا ادارے کا دعویٰ قبول کر لیں جو اقتدار اعلیٰ کو اپنی مرضی سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اولین بات جو انسان کے ذہن نشین کرنے کی کوشش فرمائی اور جس پر ایمان

نہایت ضروری ہے۔ جناب قائد تحریک اسلامی مولانا مسید ابوالاعلیٰ صودو دہلوی پاکستان کے لئے یہ لمحہ بہت مبارک ہے کہ ریڈیو کا یہ نمائندہ جناب والا کی خدمت میں حاضر ہے۔ استدعا یہ ہے کہ خداداد مملکت پاکستان کے مسلمان تیس سال کی بے راہ روی کے بعد اللہ کی رسی کو پکڑنا چاہتے ہیں اور اللہ کے فضل سے آج اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں رہا ہے۔ مولانا محترم، رہنما تو اور بھی لیکن ہماری پریشان خیالی کا عالم یہ ہے کہ

پہچانتا نہیں ہوں ابھی رہبر کو میں  
آج صراطِ مستقیم پر گامزن ہونے کے لئے ہم ہادی برحق صلی اللہ علیہ وسلم کی رہنمائی کے طالب ہیں تاکہ ہماری دنیا اور دین دونوں سنور سکیں۔ مولانا محترم پہلی گزارش تو یہ ہے کہ آپ ہمیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طرز حکومت کے بارے میں کچھ معلومات بھی پہنچائیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ آج کے دور میں ہم اس طریق حکومت کو کس طرح اپنا سکتے ہیں۔ آج کے دور میں ایک ترقی یافتہ مملکت کے حسن و قبح کے پرکھنے کے لئے سب ذیل چار پہلوؤں سے جائزہ لیا جاتا ہے۔

- (۱) اقتدار اعلیٰ کس کو حاصل ہے۔
- (۲) مقصد کی نوعیت و اختیارات و حدود کیا ہیں؟
- (۳) عدلیہ کس حد تک آزاد اور بے لاگ ہے؟
- (۴) انتظامیہ کی حدود، اختیارات اور خصوصیات کیا ہیں؟

نے کی لوگوں کو دعوت دی وہ بھی کھٹک بھی اللہ تعالیٰ کا ہے  
م بھی اللہ تعالیٰ کا ہے اور اس کے ساتھ ہی انسانوں کے لئے  
قانون بنانے کا حق نہیں ہے۔

دوسری بات جو اسی طرح بنیادی اہمیت رکھتی ہے وہ یہ ہے  
کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو یہ بتایا کہ اللہ تعالیٰ انسانوں  
پر براہ راست قانون نہیں دیتا بلکہ اپنے رسولوں کے ذریعے کر  
دیتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کے منتخب کئے ہوئے  
حکمران نہیں تھے۔ نہ خود بنے ہوئے حکمران تھے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ  
نے آپ کو اس منصب پر مقرر فرمایا تھا کہ آپ لوگوں کو تعلیم بھی  
دیں ان کی تربیت بھی کریں۔ ان کے ذہن و فکر اور اخلاق کو بھی  
ٹھیک کریں۔ ان کو اللہ تعالیٰ کے احکام بھی پہنچائیں اور جو لوگ  
ان احکام کو قبول کر کے ان کے برحق ہونے پر ایمان لائے ہوں  
ان کے ذریعے سے احکام الہی کو نافذ فرمائیں۔

تیسری اہم چیز جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی  
طرف سے انسانوں کو بتائی اور اس پر ایمان لانے کی دعوت دی  
وہ آخرت کا تصور ہے۔ اگر انسان اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ  
جوابدہ نہ سمجھے اور اس کو یقین نہ ہو کہ ایک دن اس سے مر کر اپنے  
خدا کے سامنے جانا ہے اور اپنے تمام اعمال کا جواب دینا ہے  
تو نہ وہ اسلام کے راستے پر چل سکتا ہے نہ حقیقت میں صحیح انسان  
بن سکتا ہے۔

اب عقائد کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پورے تیرہ سال  
مکہ معظمہ میں دعوت تبلیغ کے ذریعے سے لوگوں کے سامنے پیش  
کیا اور جن لوگوں نے ان کو مان لیا ان کو آپ نے ایک جماعت ایک  
امت کی شکل میں منظم کیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ قیام مکہ کے آخری تین سال  
ایسے تھے جن میں مدینہ طیبہ کے باشندوں کی ایک چھوٹی سی جماعت  
ایمان لے آئی اور اس نے آپ کو دعوت دی کہ آپ ان کے شہر  
میں سب مسلمانوں کے ساتھ تشریف لے آئیں حضرت عائشہ  
رضی اللہ عنہا نے بہت صحیح بات کہی ہے کہ مدینے کو قرآن نے  
فتح کیا ہے یعنی کوئی تلوار نہیں تھی کوئی جابرانہ طاقت نہیں تھی  
جس سے مدینے کے لوگ اسلام کے پیرو بنے ہوں۔ بلکہ قرآن

میں سب ان کو پہنچا اور مکہ معظمہ میں مقرر ان کی جو سورتیں نازل ہوئی  
تھیں اور ان کے علم میں آئیں تو وہ نہ صرف یہ کہ پہلے ہی سے ایمان  
لے آئے بلکہ انہوں نے اپنی چھوٹی سی بستی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
کو اللہ کے ساتھ ہی اہل ایمان کو تشریف لے آئے کہ جو  
دے دی۔ یہ دعوت اس بات کی دعوت تھی کہ آپ اور مکہ کے مسلمان  
کے یہاں پناہ گزین ہو بلکہ اس بات کی تھی کہ حضور اور ان کے علم  
میں آئی اور فرمانروا ہوں۔ مہاجرین و انصار ایک امت مسلمہ بن  
جائیں اور مدینے میں وہ نظام زندگی قائم ہو جس پر یہ امت ایمان  
لائی ہے۔ اس طرح جس روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینے  
پہنچے اسی روز اسلامی حکومت کی بنیاد پڑ گئی۔

اس حکومت کا اولین کام یہ تھا کہ لوگوں میں اسلام کا علم پھیل  
جائے کیونکہ اسلام جہالت کا نام نہیں علم کا نام ہے حضور اور  
آپ کے ساتھیوں نے اپنی پوری قوت اس بات پر صرف کر دی  
کہ لوگ دین کو سمجھیں اور سمجھ کر ایمان لائیں۔ جوں جوں یہ علم  
پھیلتا گیا اور لوگ اس کو جان کر مانتے گئے، اسلام کی طاقت  
پڑھتی چلی گئی اور اس کی بنیاد مضبوط بھی ہوتی چلی گئی۔

دوسرا عظیم کام جو آپ نے کیا وہ یہ تھا کہ مسلمانوں کے اخلاق  
درست کئے جائیں اور ایک ایسا معاشرہ پیدا کیا جائے جس کی  
ہر چیز اخلاق صالحہ پر مبنی ہو کوئی نظام حکومت خواہ کیسے ہی ملتی  
مرتبے کا ہو اور اس کے قوانین خواہ کتنے ہی بہتر ہوں مگر اس کی  
عمارت عمدہ اخلاق کی مضبوط بنیاد پر قائم نہ ہو اگر اس کے چلائے  
والے بلند سیرت و کردار کے مالک نہ ہوں اور اگر وہ معاشرہ  
جس میں اسے قائم کیا گیا ہو ایماندار اور خدا ترس ہو تو وہ بھی  
کامیابی کے ساتھ نہیں چل سکتا۔ اسی لئے حضور نے ایمان کی  
دعوت اور علم دین کی اشاعت کے بعد سب سے زیادہ ضرور  
جس چیز پر زیادہ تزکیہ اخلاق تھا۔ آپ کے قائم کئے ہوئے  
نظام حکومت کی فطرت ہی یہ تقاضا کرتی تھی کہ لوگوں کے اخلاق  
ٹھیک اس نظام کے مزاج کے مطابق ہوں۔ اس صورت  
میں احکام کو نافذ کرنے کے لئے قوت استعمال کرنے کی ضرورت  
پیش نہیں آتی۔ جبر و قہر کے ساتھ زبردستی اطاعت کرائے اور  
لوگوں کو دبا کر فرمانروا بنانے کی ضرورت پیش نہیں آتی۔ بس

یہ کہ دنیا کال ہو تا ہے کہ فلاں چیز کا اللہ تعالیٰ نے حکم کیا ہے اور فلاں چیز سے منع فرمایا ہے اس کے بعد لوگ خود کو ان فرامین کی تعمیل کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حکومت میں کوئی پولیس نہیں تھی۔ کوئی جیل خانہ نہیں تھا۔ کوئی جاسوسی کا نظام نہیں تھا۔ اس بات کا تصور تک نہ کیا جاسکتا تھا کہ آپ کی زبان مہارک سے کوئی حکم لوگوں کو پہنچے اور وہ اس کی خلاف ورزی کریں۔

اس کے لئے امتناع شراب ہی کے معاملہ کو بطور مثال لے لیجئے۔ جس وقت مدینے کی بستی میں یہ اعلان ہوا کہ شراب حرام کر دی گئی ہے اسی وقت شراب کے ٹنکے توڑ دیئے گئے اور پیئے والوں میں سے جس کا ہاتھ جہاں تھا وہیں رک گیا اس طرح کی پابندی قافلوں کی مثال پوری انسانی تاریخ میں نہیں ملتی۔ اس کے برعکس امریکہ میں اربوں روپے اس کام پر صرف کیا گیا کہ لوگوں کو شراب کی برائی اور اس کے نقصانات کا قائل کیا جائے۔ بہت بڑے پیمانے پر اس کے خلاف پروپیگنڈہ کیا گیا اور رائے عامہ کی تائید سے امریکہ کے دستور میں ترمیم کرنے کے امتناع شراب کا قانون پاس کیا گیا۔ لیکن جس روز یہ قانون پاس ہوا اسکے دوسرے ہی روز سے پورے ملک میں اس کی خلاف ورزی شروع ہو گئی۔ طرح طرح کی زہریلی شرابیں پی جانے لگیں اور یہ دیا اس قدر خطرناک صورت اختیار کر گئی کہ آخر کار اس قانون کو منسوخ کرنا پڑا۔ اب ذرا مقابلہ کر کے دیکھ لیجئے۔ ایک جگہ بس ایک حکم دیا جاتا ہے اور فوراً اس کی تعمیل کی جاتی ہے۔ دوسری جگہ بڑی تیاری کے بعد لوگوں کی مرضی سے قانون بنایا جاتا ہے اور لوگ اسے توڑ ڈالتے ہیں۔ یہ اس بات کا صریح ثبوت ہے کہ ایک صالح نظام حکومت کی بنیاد ایمان اور اخلاقی پر قائم ہوتی ہے۔ جہاں یہ دونوں چیزیں موجود نہ ہوں وہاں آپ کا غرہ خواہ کتنا ہی اچھا دستور اور قانون بنالیجئے، زمین پر وہ کبھی نافذ نہیں ہو سکتا۔

سوال :- موجودہ زمانہ کی مغربی جمہوریت کی جو چار خصوصیات ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں یہ خصوصیات کس شکل میں تھیں؟

جواب :- جہاں تک اقتدار الہی کا تعلق ہے میں بتا چکا ہوں کہ حضور کی تعلیم کے مطابق یہ اقتدار صرف اللہ تعالیٰ کا ہے وہی نظام حکومت کی میں شعبوں میں تقسیم یعنی مشعلہ مقننہ اور عدلیہ، تو یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حکومت میں نہ تھی حضور قانون دینے والے بھی تھے، منج بھی تھے اور حکم بھی۔ اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ حق کی حیثیت سے یہ تمام اختیارات آپ کی ایک ہی ذات میں جمع تھے۔

لیکن حضور کا قاعدہ یہ تھا کہ جو حکم اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو ملتا تھا اس میں تو آپ لوگوں سے بے چوں و چرا اطاعت کا مطالبہ کرتے تھے۔ اس میں کسی کے لئے کلام کرنے کی گنجائش نہ تھی لیکن جس معاملہ میں اوپر سے کوئی حکم آیا ہوا نہ ہوتا تھا اس میں آپ صحابہ سے خود بھی مشورہ فرماتے تھے۔ صحابہ کو بھی یہ حق دیتے تھے کہ وہ آپ کی رائے سے اختلاف کریں اور ایسا ہوا ہے کہ آپ نے اپنی رائے چھوڑ کر ان کی رائے قبول فرمائی ہے۔ مشہور واقعہ ہے کہ جنگ بدر کے موقع پر آپ نے ابتداء میں جس جگہ پڑاؤ کیا تھا اس کے متعلق ایک صحابی نے اٹھ کر پوچھا کہ یہ جگہ آپ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اختیار فرمائی ہے یا یہ آپ کی اپنی رائے ہے؟ آپ نے فرمایا میں نے خود یہ جگہ تجویز کی ہے اس پر انہوں نے عرض کیا کہ اس کے بجائے فلاں مقام جنگی حیثیت سے زیادہ موزوں ہے۔ اور آپ نے ان کی رائے قبول فرمائی۔

اس سے آپ سمجھ سکتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو دو طرح کی تربیت دے رہے تھے۔ ایک اس بات کی تربیت کہ جب خدا کی طرف سے کوئی حکم آئے تو اس کی بے چوں و چرا اطاعت کرو۔ دوسری تربیت اس بات کی کہ جس معاملے میں خدا کا حکم نہ ہو اس میں اہل الرائے سے مشورہ بھی کیا جائے، لوگوں کو بحث کا کھلا حق بھی دیا جائے۔ حضور کی اپنی رائے تک سے اختلاف کرتے ہوئے دوسری رائے پیش کی جاسکے اور شورے کے بعد جوابات ملے جو اس پر عمل کیا جائے۔

ایک اور مثال ملاحظہ فرمائیے۔ جنگ احزاب کے موقع



پر جب حالات بہت نازک ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارادہ فرمایا کہ دشمنوں کے چند بھائیوں کی بڑی طاقت ہاں جمع تھی ان کو مدینے کی سپرد دار کا ایک حصہ پیش کر کے مخالفین کی جتھہ بندی سے انہیں الگ کر دیا جائے۔ انصار کے سرداروں نے حضور سے عرض کیا کہ یہ معاملہ آپ اللہ تعالیٰ کے حکم سے طے فرما رہے ہیں یا یہ آپ کا اپنا خیال ہے؟ حضور نے فرمایا میرا اپنا خیال ہے میں تمہیں اس خطرے سے نکالنا چاہتا ہوں جس میں تم پڑ گئے ہو۔ انہوں نے کہایا رسول اللہ جب ہم کا قریب سے اس زمانے میں بھی یہ قبائل ہم سے ایک جتھہ تک نہ لے سکتے تھے اور اب تو ہم مسلمان ہیں۔ اب یہ ہم سے کوئی چیز کیسے لے سکتے ہیں۔ چنانچہ اسی وقت ان کے کہنے کے مطابق یہ معاملہ ختم کر دیا گیا۔ اس مثال سے بھی آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طرز حکومت کو اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں۔ جن معاملات میں دیر کا حکم نہ ہوتا تھا ان میں پوری جہوریت تھی۔

اب عدلیہ کے مسئلے کو سمجھئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ قاضی تھے۔ اس لئے عدلیہ بھی پوری طرح آپ ہی کے ہاتھ میں تھی۔ اس معاملے میں آپ کا طریقہ یہ تھا کہ نہ صرف انصاف کیا جائے بلکہ لوگ یہ بھی دیکھ لیں کہ انصاف کیا جا رہا ہے تمام مقدمات کی سماعت مکمل عدالت میں ہوتی تھی۔ خفیہ سماعت کی کوئی نظیر آپ کے طریق عدل میں نہیں ملتی۔ بڑا مشہور واقعہ ہے کہ فتح مکہ سے پہلے ایک صحابی نے مشرکین مکہ کے نام ایک خط لکھ دیا جس میں ان کو مطلع کیا گیا تھا کہ تم ہر جلد ہونے والا ہے وہ خط پکڑا گیا۔ اب یہ صریح جاسوسی کا معاملہ تھا۔ اس زمانے کے لوگ یہ کہیں گے کہ ایسا خطرناک معاملہ تو بند کر کے میں پیش ہونا چاہیے تھا۔ مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نبوی میں اس کی مکمل سماعت فرمائی۔ دوسرا اہم قاعدہ آپ کی عدالت کا یہ تھا کہ کسی مقدمے کا فیصلہ فریقین کی بات سننے بغیر نہ کیا جائے اور کسی شخص کو صفائی کا پورا موقع دینے بغیر ایک لمحے کے لئے بھی اس کے کسی بنیادی حق سے محروم نہ کیا جائے حضور نے مدینے کے باہر جو قاضی مقرر فرمائے تھے ان کو بھی آپ کی ہدایت یہ تھی کہ فریقین کی بات سننے بغیر کسی معاملے کا فیصلہ

نہ کریں۔ عدالت کے کام میں ہر شخص کا وہ دانا آپ کے لئے ہی تھا کہ اس کے ساتھ بند کر دیا تھا۔ فتح مکہ کے بعد قریش کے ایک معزز خاندان کی عورت نے چوری کا لالچ کا پیکہ اس کے خاندان نے کوشش کی کہ اس کا ہاتھ نہ کاٹا جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم حدود اللہ کے معاملے سفارش کرتے ہو؟ تم سے پہلے جو قومیں گزر چکی ہیں وہ اسی لئے تباہ ہوئیں کہ ان کے عام آدمی جب کوئی جرم کرتے تھے تو ان کو قانون کے مطابق سزا دی جاتی تھی اور بڑے لوگ جب وہی جرم کرتے تھے تو ان کے ساتھ رعایت برتی جاتی تھی۔ خدا کی قسم اگر محمد کی بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو میں اس کا ہاتھ کاٹ دیتا۔ اس طرح آپ نے سفارش کا دروازہ ہی بند نہ کیا بلکہ یہ اصول بھی قائم فرمایا کہ قانون کی نگاہ میں سب برابر ہیں۔ یہ اصول بھی آپ نے قائم فرمایا کہ کوئی شخص عدالت کو دھوکا دے کر اپنے حق میں غلط فیصلہ حاصل کرے تو اس کا فائدہ وہ دنیا ہی میں اٹھا سکے گا۔ آخرت میں خدا کی پکڑ سے کوئی چیز اسے نہ بچا سکے گی۔

اس کے بعد مقدمہ کا مسئلہ ہمارے سامنے آتا ہے۔ جو دین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لائے تھے اس میں چونکہ بنیادی طور پر قانون اللہ تعالیٰ کا تھا اور وہی قانون بنانے کا حق رکھتا تھا اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت قانون ساز کی نہ تھی بلکہ قانون کو نافذ کرنے والے اس کی تشریح کرنے والے اور لوگوں کو اس کے مطابق عدل و انصاف کا نظام چلانے کی تربیت دینے والے کی تھی۔ آپ نے مسلمانوں کو بتایا کہ اللہ تعالیٰ کا قانون کیا ہے اور پھر اس کی تشریح فرمائی جو سنت میں پائی جاتی ہے۔ مثلاً قرآن میں میں چوری کی سزا کا حکم بڑے مختصر الفاظ میں بیان کیا گیا ہے کہ سچور کا ہاتھ کاٹ دو۔ اس سے زیادہ کو تفصیل قرآن میں نہیں ہے۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سنت ہے جس نے ہمیں بتایا کہ اس حکم پر عمل کن حالات میں ہوگا اور کن حالات میں نہ ہوگا۔ چوری کسے کہتے ہیں اور کسے نہیں کہتے۔ کس قسم کے اور کتنے مال کی چوری کے لئے یہ سزا ہے اور اس پر عمل کس طرح ہوگا۔ اگر سنت کے درپے سے قرآن کے حکم کی یہ تشریح ہمیں نہ ملی ہوتی تو ہم اس حکم کی کبھی

معاملے نہ کر سکتے تھے۔ اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جسٹس خود قانون ساز نہیں تھے بلکہ اصل قانون ساز اللہ تعالیٰ تھا اور آپ اس کے مقرر کردہ سرکاری شارع تھے۔ اس طرح جس چیز کو ہم اسلامی قانون کہتے ہیں وہ قرآن اور سنت رسول کے مجموعے کا نام ہے۔

قانون نافذ کرنے کے معاملے میں جو نظام آپ نے قائم فرمایا تھا اس کے بڑے بڑے اصول یہ تھے کہ لوگوں کو جہاں تک ممکن ہو سزا سے بچاؤ۔ قاضی کا کسی قصور وار کو چھوڑ دینے میں غلطی کرنا اس سے بہتر ہے کہ وہ بے قصور کو سزا دینے میں غلطی کرے۔ آپس کے جھگڑوں کا فیصلہ لوگ خود کر لیں یا کسی کے قصور کو معاف کرنا ہو تو معاف کر دیں یا کسی کے جرم و گناہ پر پردہ ڈالنا ہو تو ڈال دیں۔ یہ سب کچھ عدالت میں معاملہ پہنچنے سے پہلے تک ہو سکتا ہے۔ لیکن جب عدالت تک معاملہ پہنچ جائے تو کوئی معافی اور کوئی پردہ پوشی نہیں ہو سکتی۔ اس کے بعد تو پھر عدالت ہی قانون کے مطابق فیصلہ کرے گی۔ عدالت کے فیصلے پر اثر انداز ہونے کی ہر کوشش کو آپ نے سختی کے ساتھ منع فرمایا اور قاضی کو قرآن و سنت اور خود اپنی سمجھ بوجھ کے مطابق لے لاگ فیصلہ دینے کے لئے آزاد قرار دیا۔ آپ نے لوگوں کو یہ بھی بتایا کہ علم کے بغیر فیصلہ کرنا یا علم رکھتے ہوئے غلط فیصلہ کرنا سخت گناہ ہے۔ صحیح قاضی وہ ہے جو قانون کا علم رکھتا ہو اور اپنے علم کے مطابق بے روادریت فیصلہ کرے۔

اس سلسلے میں چند باتیں اور سمجھ لینی چاہئیں۔ موجودہ زمانے کے سیاسی نظریات کو بنیاد بنا کر عہد رسالت کے معاملات کو اچھی طرح نہیں سمجھا جاسکتا۔ مثلاً اس زمانے میں ریاست کے تین شعبے ہوتے ہیں۔ انتظامیہ، عدلیہ اور مقننہ۔ پھر آئینی طریقے سے یہ طے کیا جاتا ہے کہ ان شعبوں کے حدود کیا ہیں؛ مگر اس زمانے میں صورت معاملہ یہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینے تشریف لے جانے سے پہلے وہاں کے بڑے بڑے گھرانوں کے الگ الگ احاطے ہوتے تھے جن کے اندران کی زمینیں، ان کے باغات، الہ کے رہنے سہنے کے گھر، اور ان کے بیٹے اور بیٹی چوپائیں اور نہایت خالصانہ اپنی اچالوں میں گھومتے تھے

وہاں قبائلی نظام رائج تھا اور ہر قبیلے کے لوگ اپنے معاملات کو خود چلاتے تھے۔ مگر منظر میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر اہل مدینہ کے ایک بڑے گروہ نے بیعت کی تو آپ نے خود ان کی درخواست پر بارہ نقیب مقرر فرمادیئے جو اپنے اپنے قبیلوں میں زیادہ قابل زیادہ با اثر اور زیادہ با اعتماد تھے۔ اور یہ نقیب کی ذمہ داری تھی کہ اس کے قبیلے کے مختلف گھرانوں میں جو صالح اور معتبر سردار ہوں ان کی عدسہ اخلاق اور معاملات کو درست رکھیں۔ قبیلوں اور گھرانوں میں جو لوگ فطری طریقے سے سردار پائے جاتے تھے انہی میں سے ایمان لانے والوں کو آپ نے سردار بنادیا تھا۔ پھر جب حضور خود مدینہ تشریف لے گئے تو اس نظام کو آپ نے برقرار رکھا۔ فرق جو کچھ واقع ہوا وہ یہ تھا کہ شہر کے مشرک سرداروں کی جگہ ایمان لانے والوں کو سرداری کا مقام حاصل ہو گیا۔ یہ بغیر دونوں کے ذریعے سے نہیں ہوا بلکہ یہ اسلامی انقلاب فطری تقاضا تھا کہ مشرک پیچھے ہٹتے چلے گئے اور مسلمان سردار آگے آئے گئے۔ شہر کے معاملات کو چلانے کے لئے حضور مہاجرین کے اہل الرائے اور انصار کے سرداروں سے مشورہ فرماتے تھے۔ یہ موجودہ زمانے کی مقننہ یا پارلیمنٹ سے کوئی مشابہت نہ رکھتی تھی۔ مسلمانوں میں جو لوگ بھی با اثر اور قابل تھے خواہ وہ مہاجرین میں سے ہوں یا انصار میں سے ہر اہم موقع پر، ہر اہم معاملے میں جب بھی ضرورت ہوتی تھی مشورہ کے لئے ان کو بلا لیا جاتا تھا۔ وہ عوام کے منتخب کئے ہوئے نہیں تھے۔ ان کا کوئی باقائدہ الیکشن نہیں ہوا تھا لیکن وہ ایسے با اثر، ذی علم اور سمجدار لوگ تھے کہ اگر موجودہ زمانے کے طریقے پر الیکشن بھی ہوتے تو انہیں کو منتخب کیا جاتا۔ ہر معاملے میں ان سب کا بلا لیا جانا ضروری نہ تھا جس وقت کسی مسئلے میں مشورہ کی حاجت پیش آتی اس وقت جمع لوگ بھی موجود ہوتے ان سے رائے لے لی جاتی اور بڑے اہم مسائل میں بس یہ اعلان کر دیا جاتا کہ مسجد نبوی میں لوگ حاضر ہو جائیں۔

مدینے سے باہر جب اسلامی مملکت پہنچتی شروع ہوتی تو



مختلف علاقوں میں گورنر مقرر کر دیے گئے۔ وہی اپنے علاقے کے منظم ہیں تھے اور سپر سالاری میں اس نے اپنے کوئی مستقل فوج نہیں تھی جس وقت ضرورت ہوئی تو رضا کارانہ طور پر جہاں کے لئے آجاتے تھے حضور نے مختلف علاقوں میں قاضی بھی مقرر فرمادیئے تھے جن کے عدالتی کام میں کوئی گورنر دخل نہ دے سکتا تھا۔ آپ نے ہر علاقے میں ایسے لوگ بھی مقرر کئے تھے جو باشندوں کو اسلام کی تعلیم دیں تعلیم سے مراد یہ نہیں تھی کہ لوگوں کو لکھنا پڑھنا سکھائیں۔ بلکہ اس سے مراد یہ تھی کہ وہ عوام کو قرآن سنائیں۔ اس کے معنی و مطلب سمجھائیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے ان کو آگاہ کریں۔ یہ کام زیادہ تر زبانِ تعلیم کے ذریعے سے کیا جاتا تھا اور معلم لوگوں کی اخلاقی اور ذہنی تربیت کی طریقے پر کرتے تھے جس طریقے پر حضور نے خود ان کی تربیت فرمائی تھی مثال کے طور پر جب مکہ معظمہ فتح ہوا تو حضور نے حضرت عتاب بن اسید کو گورنر اور حضرت معاذ بن جبل کو معلم مقرر فرمایا تھا۔

زکوٰۃ کے نظام کی صورت یہ تھی کہ آپ نے باقاعدہ تحصیل دار مقرر کئے تھے اور بعض علاقوں میں قبیلوں کے سرداروں کو اس کی تحصیل کا کام سپرد فرمادیا تھا جہاں غیر مسلم آبادی کی اطاعت قبول کر کے خراج ادا کرنے کا معاہدہ کیا تھا وہاں بھی خراج کی تحصیل کے لئے کوئی مستقل تحصیلدار نہ تھا۔ جب خبر فتح ہوا اور وہاں کے یہودی باشندوں نے نصف پیداوار ادا کرنا قبول کر کے صلح کر لی تو فصل کی کٹائی کے وقت حضور کسی صحابی کو بھیج دیتے تھے اور وہ پیداوار کا نصف نصف الگ کر کے یہودیوں کو اختیار دے دیتے تھے کہ دونوں ڈھیروں میں سے جو ڈھیر چاہیں اٹھالیں مگر یہیں یہ واقعہ موجود ہے کہ جب اس طریقے پر خراج لیا گیا تو یہودی پکاراٹھے کہ اسی انصاف پر زمین و آسمان قائم ہیں۔

یہ ہے حضور کے نظام حکومت کا ایک مختصر خاکہ۔ سوال کیا نہ مولانا اس صدی کی تحصیل کے بعد جواب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نظام حکومت کے بارے میں ارشاد فرمائیے چاندی کے ڈھلے میں سوال پیدا ہوتا ہے

اس کا یہ تصور نہ کر کہ ہم صلی اللہ علیہ وسلم کی جہاں جہاں حکومت وجود ہو سکتی ہے، آج کوئی ایسا تربیت یافتہ کردہ موجود ہے جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غلط ہے بلکہ میں اور صحابہ کرام کی صورت میں تیار فرمایا تھا اور وہ اخلاقی تربیت اور وہ معاشرہ موجود ہے جس معاشرے کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تیار فرمایا تھا۔ اب اگر آج اس بگڑے ہوئے معاشرے میں ہم اسلام کے نظام کو نافذ کرنے کی تیاری کریں تو اس میں اول تو ان چاروں خصوصیات کو جو آج کے دور جدید کی ریاست کی خصوصیات تصور کی جاتی ہیں کس طرح سے اسلامی نظام کے سانچے میں ڈھلا جائے گا؟ دوسرے یہ کہ آج اس بگڑے ہوئے معاشرے کو اس معیاری معاشرے میں کس ترتیب و تدریج کے ساتھ تبدیل کیا جائے؟ اس پر آپ کچھ اظہار خیال فرمائیں گے؟

جواب۔ اس معاملے میں سب سے اول بات جو سمجھ لینے چاہیے وہ یہ ہے کہ جس چیز کا نام اسلامی نظام ہے وہ کسی بے راہلاد بدکردار حکومت کے ہاتھوں سے نہیں چل سکتا کوئی خدا سے بے خوف بیورد کرے ایسے ہی چلا سکتی۔ کسی ایسی آبادی میں وہ شیک طور پر نہیں چل سکتا جس کی اخلاقی حالت بالعموم خراب ہو اور خراب کی جاتی رہی ہو۔ ہم نے ایک مدت تک بادشاہی نظام کے تحت زندگی بسر کی ہے جو پوری طرح اسلامی نظام نہیں تھا۔ مگر پھر بھی اس میں اسلامی قانون رائج تھا اور عام لوگوں کی تعلیم و تربیت کا کام علماء اور صوفیہ انجام دیتے تھے۔ اس وجہ سے اگرچہ وہ معاشرہ اس درجے کا نہیں تھا جس درجے کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے زمانے میں تھا۔ لیکن اس کے باوجود نہ لوگوں کی اخلاقی حالت اتنی بگڑی تھی، جتنی بعد میں بگڑی اور نہ لوگ اسلام کے علم سے اس قدر بے بہرہ تھے مگر علانیہ بے باکی کے ساتھ نہ کرتے تھے۔ اٹھارویں صدی کے وسط میں جب انگریزی حکومت اولیٰ بنگال میں قائم ہوئی اس زمانے کے بعض انگریز مصنفین لکھتے ہیں کہ چوری و دہاچہ پید تھی اور چور کا ہاتھ وہاں کاٹ دیا جاتا تھا۔ اسلامی

کوئی جدوت کی کوئی توقع نہیں کرتا تھا۔ کوئی شخص یہ خیال نہیں کر سکتا تھا کہ عدالت میں جا کر کوئی مسلمان جھوٹی گواہی دے گا۔ مسلمانوں کی عام آبادی کسی دہریہ کی جیسا کہ سو فیصدی مسلمان خواندہ تھے۔ یہ انگریزوں کی مدی کے آخر تک ہماری حالت تھی۔ بعد میں جب انگریزی دور آیا تو اس نے ہمارے قوانین کو بدل دیا۔ ہمارے معاشی نظام کو بدل دیا۔ ہمارے معاشرتی نظام پر بدترین اثرات ڈالے۔ اسلامی تعلیم بالکل اس بات پر منحصر ہو گئی کہ کھاتے پیتے لوگ بد کریں تو اسلامی مدارس چل سکیں حکومت نے ان مدارس کے تعلیم یافتہ لوگوں کے رزق کے ذریعہ انہیں بند کر دیئے اس کے برعکس جو نظام تعلیم انگریزوں نے رائج کیا وہ مسلمانوں کے ذہن سے خدا اور رسول اور آخرت کے تصورات کو بالکل مٹا دینے والا تھا۔ اور رزق کے دروازے اسی کے لئے کھلے ہوئے تھے۔ یہ سب کچھ ہم نے انگریزی دور سے میراث میں پایا۔ افسوس ہے کہ پاکستان کے قیام کے بعد اس صورت حال کو بدلنے کی کوئی کوشش نہیں کی گئی۔ بلکہ انگریزی دور میں ہم جتنے بگڑے ہوئے تھے اس سے زیادہ اس تیس سال کے زمانے میں بگڑ گئے۔ اب اگر کوئی اسلامی حکومت قائم ہو تو یہ توقع نہیں کی جا سکتی کہ وہ جھوٹے ہی مثالی نظام کی طرف پلٹ جائے گی۔ آغاز کار میں اگر کچھ ہو سکتا ہے تو وہ اس کے بغیر نہیں ہو سکتا کہ حکومت ایسے لوگوں کے ہاتھ میں ہو جو ملک کے تمام ذرائع وسائل ملک کے تمام ذرائع ابلاغ ملک کے سارے نظام تعلیم اور حکومت کی پوری مافوق پالیسی کو اس غرض کے لئے استعمال کریں کہ مسلمانوں میں اسلام کا علم وسیع پیمانے پر پھیلا یا جائے اور ان کی عام اخلاقی حالت کو درست کیا جائے جس قدر اسلام کا علم پھیلے گا اور عام اخلاقی حالت درست ہوتی جائے گی اتنی ہی زمین اسلامی نظام کے لئے تیار ہوتی چلی جائے گی۔

یہی چیز تھی جس کی ہم توقع رکھتے تھے کہ انگریزی حکومت کے خاتمہ کے بعد جب پاکستان کی حکومت مسلمانوں کے ہاتھ میں آئے گی تو وہ اس طریق کار کو اختیار کرے گی۔ ذرائع ابلاغ کی پوری طاقت عام مسلمانوں میں ایمان اور صحیح اسلامی

اخلاق پیدا کرنے کے لئے استعمال کرے گا۔ نظام تعلیم کو بالکل اسلامی حکومت اور اسلامی معاشرے کے کارکن اور شہری تیار کرنے کے قابل بنایا جائے گا۔ الحاد پیدا کر لے والی تعلیم کو بدل جائے گا اور اس کی جگہ خدا پرستی کی تعلیم کو رائج کیا جائے گا۔ عام لوگوں کے اندر حرام و حلال کی تمیز پیدا کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ مگر ہماری بد قسمتی ہے کہ ان میں سے کوئی توقع بھی پوری نہیں ہوئی۔ اگر اس وقت حکومت اپنے تمام ذرائع و وسائل کو اس کام کے لئے استعمال کرتی تو آج حالت بالکل مختلف ہوتی۔ اب ہمیں گویا بالکل نئے سہارے سے کام کرنا ہے۔ بے شک اسلامی قوانین کو نافذ کرنے کی کوشش کیجئے۔ قوانین اسلامی کو مدد نہ بھی کیجئے تاکہ ہماری عدالتیں ان کے مطابق فیصلے کر سکیں مگر بس یہی ایک کام ایسا جس سے ہمارے اسلامی نظام قائم ہو جائے۔ سب سے زیادہ زور جس بات پر صرف کرنا چاہیئے وہ یہ ہے کہ ہمارے تمام ابتدائی اور ثانوی مدرسوں اور ہمارے کالجوں اور یونیورسٹیوں میں اسلامی تعلیم دی جائے۔ ذرائع ابلاغ کو جس اور بے حیائی اور بد اخلاقی اور جرائم پھیلانے کے بجائے مسلمانوں کو ایمان اور اسلامی عقائد سمجھانے اور ذہن نشین کرنے پر صرف کیا جائے۔ عام لوگوں کو یہ بتایا جائے کہ اسلامی اخلاق کیا ہیں اور کافرانہ اخلاق کیا۔ اور دونوں قسم کے اخلاقوں میں فرق کیا ہے۔ پہلے میں بیان کر چکا ہوں کہ اسلامی نظام تو قائم ہی اس معاشرے میں ہوا تھا جس کے اندر سب سے پہلے ایمان کو مستحکم کیا تھا۔ پھر اسی ایمان کی مضبوط بنیاد پر پورے اخلاقی نظام کی پوری معاشرتی نظام کی پوری معاشری نظام کی پوری سیاسی نظام اور پوری قانونی نظام کی عمارت اٹھائی گئی تھی۔ اب اگر ہم اس مثالی دور کی طرف پلٹنا چاہتے ہیں تو ہمیں اسی ترتیب سے پلٹنا چاہیئے۔ عام مسلمانوں کے دلوں میں اگر خدا پر ایمان، رسول پر ایمان، قرآن پر ایمان اور آخرت پر ایمان مضبوط کر کے نہ بٹھایا گیا تو محض قوانین کو پلٹانے سے کام نہ چلے گا۔ آپ جانتے ہیں کہ ہمارے ہاں جھوٹے مقدمات بنانے میں پولیس اتنی مہارت رکھتی ہے کہ وہ

ساری دنیا کو جانچ دے سکتی ہے کہ ہمارے مقابلے میں کوئی جھوٹا مقدمہ بنا کر دکھائے گا وہوں کا حال یہ ہے کہ عدالت میں جا کر جج کو ای دینا گویا گناہ سمجھا جاتا ہے۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ عدالت تو ہے ہی جھوٹی شہادت دینے کی جگہ نہیں خود ہی جھوٹے گواہوں کا ایکسپورٹ اگر وہ تیار رکھتی ہے یہی بدچیزیں اگر نگاہ میں رکھی جائیں تو آپ اندازہ کر لیجئے کہ ہمارے ان اسلامی قانون صحیح طور پر کیسے نافذ ہو گا جبکہ اس کو نافذ کرنے والی مشینری ہی بکری ہوتی ہے۔ قوانین اسلامی کے انفاذ کی تدبیریں کرنے کے ساتھ موجودہ حکومت کے لئے بھی اور آئندہ آنے والے حکمرانوں کے لئے بھی یہ ضروری ہے کہ ملک کی انتظامیہ کو بھی درست کریں۔ تعلیم کے نظام کی بھی اصلاح کریں اور ملک کے تمام ذرائع و وسائل کو اس بات پر صرف کر دیں کہ مسلمانوں کے دلوں میں ایمان بٹھایا جائے۔ ان کے اخلاق درست کئے جائیں اور ان کے اندر خدا کا خوف پیدا کیا جائے۔

**سوال :-** جناب والا کھایا جاتا ہے کہ یہ قوم ڈنڈے کی غلام ہے یہ ایک عام ضرب اشل ہے جو لوگوں کی زبانوں پر چڑھی ہوتی ہے۔ لیکن کیا اسلامی نظام بھی ڈنڈے کے زور سے قائم کیا جاسکے گا؟

**جواب :-** اسلامی قانون میں ڈنڈے کا بھی ایک مقام ہے مگر وہ سب سے آخر میں آتا ہے۔ اسلام میں ترتیب کار یہ ہے کہ پہلے ذہنوں کی اصلاح کا کام تعلیم و تلقین کے ذریعے سے کیا جائے تاکہ لوگوں کے خیالات تبدیل ہوں۔ پھر لوگوں کے اندر اسلامی اخلاق پیدا کرنے کے لئے بڑے پیمانے پر کام کیا جائے۔ یہاں تک کہ محلہ محلہ، بستی بستی اور کوچے کوچے میں ایسے لوگ تیار ہو جائیں جو بدکرداروں سے عوام کی مدد سے دہائیں اور اپنے اپنے علاقے کے باشندوں میں دین داری اور دینا داری پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ اس طرح ملک اندر ایک ایسی رائے عام پیدا ہو جائے گی جو ہر ایمان کو سر نہ اٹھانے دے گی کوئی شخص ایسی عام رائے کی موجودگی میں بگڑنا چاہے گا تو اس کے

مذمت میں بے شمار رکھ دینا ہو جائیگا۔ اس کو پورا ماحول دینے والا ہو گا۔ اس کے ساتھ اسلام یہ بھی چاہتا ہے کہ معاشرہ ایسا ہو جس کے لوگ ایک دوسرے کے ہمدرد اور نگہ سار ہوں۔ ایک دوسرے کی مصیبت میں کام آئے والے ہوں۔ ہر شخص انصاف کا حامی اور بے انصافی کا مخالف ہو۔ ہر شخص اپنے اوپر میٹ بھرنہ حرام سمجھے اگر اس کو معلوم ہو کہ اس کا ہمسایہ بھوکا سو رہا ہے پھر اسلام ایک ایسا معاشی نظام بھی قائم کرتا ہے جس میں سود حرام ہو، زکوٰۃ فرض ہو، حرام خوری کے دروازے بند کر دیئے جائیں، و زق حلال کمانے کے لئے تمام مواقع لوگوں کے لئے کھول دیئے جائیں اور کوئی آدمی اپنی ضروریات زندگی سے محروم نہ رہے بلکہ ان تدابیر کے بعد ڈنڈے کا مقام آتا ہے۔ ایمان، تعلیم، انصاف، اصلاح معیشت، اور ایک پاکیزہ رائے عام کے دباؤ سے بھی جو آدمی درست نہ ہو تو وہ ڈنڈے ہی کا مستحق ہے۔ اور ڈنڈا پھر اس پر لہسی بے رحمی کے ساتھ علی الاعلان چلایا جائے کہ ان تمام لوگوں کے دماغ کا آپریشن ہو جائے جو جرائم کے رچنا رکھتے ہوں۔

لوگ بڑا غضب کرتے ہیں کہ اسلام کے پروگرام کی سار تفصیل چھوڑ کر صرف اس کی سخت سزاؤں پر گفتگو شروع کر دیتے ہیں۔ اسلام پہلے عام لوگوں میں ایمان پیدا کرتا ہے۔ پھر عوام کے اخلاق کو پاکیزہ بناتا ہے۔ پھر تمام تدابیر سے ایک ایسی مضبوط رائے عام تیار کرتا ہے جس میں بھلائیوں، بھلیوں اور برائیوں، پنبہ نہ لگیں۔ پھر معاشرتی اور معاشی اور سیاسی نظام ایسا قائم کرتا ہے جس میں بدی کو نہ مشکل اور ٹھیک کرنا آسان ہو جائے۔ وہ ان تمام دروازوں کو بند کر دیتا ہے جن سے فحاش اور جرائم نشوونما پاتے ہیں۔ اس کے بعد ڈنڈا آخری چیز ہے جس سے ایک پاک معاشرے میں سر اٹھانے والی ناپاکی کا قلع قمع کیا جاتا ہے۔ اس سے بڑا ظالم اور کون ہو سکتا ہے کہ ایک ایسے برحق نظام کو ہٹام کرنے کے لئے آخری چیز کو اپنی چیز قرار دیتا ہے اور اس کی سبب چیزوں

کو ایمان نہ مل جاتا ہے۔

سوالی بر یہ حکومت کے مسئلے میں آپ نے یہ جو کچھ ارشاد فرمایا ہے خدا بڑی صحیح بات ہے جب تک ایسا نظام وجود میں نہ آجائے، ایسے لوگوں پر وہ نظام مشتمل نہ ہو جو ایمان داری اور دیانتداری کے ساتھ نہ صرف یہ کہ اسلام کو نافذ کرنا چاہتے ہیں بلکہ اخلاقی اعتبار سے اور علی اعتبار سے بھی وہ اس منصب اور اس معیار کے لوگ ہوں کہ وہ اس کام کو انجام دے سکیں۔ یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آج کے دور میں حکومت کی تبدیلی کے لئے انتخابات ہی کو ذریعہ سمجھا جاتا ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک کو سامنے رکھتے ہوئے کیا آپ اس بات پر رفق ڈالیں گے کہ اس مغربی انداز انتخاب کو کس حد تک اسلام کے شورائی نظام سے ہم آہنگ کیا جاسکتا ہے اور کس طرح؟

جواب :- یہ بات ذہن نشین کر لیجئے کہ ہم اس وقت جس مقام پر کھڑے ہیں اسی مقام سے ہمیں آگے چلنا ہوگا۔ اور جس منزل تک ہم جانا چاہتے ہیں اس کو واضح طور پر نگاہ کے سامنے رکھنا ہوگا تاکہ ہمارا ہر قدم اسی منزل کی طرف اٹھے۔ خواہ ہم پسند کریں یا نہ کریں۔ نقطہ آغاز تو لامحالہ یہی انتخاب ہونگے۔ کیونکہ ہمارے ہاں اسی طریقے سے نظام حکومت تبدیل ہو سکتا ہے اور حکمرانوں کو بھی بدلا جاسکتا ہے۔ کوئی دوسرا ذریعہ اس وقت ایسا موجود نہیں ہے جس سے ہم پر امن طریقہ سے نظام حکومت بدل سکیں اور حکومت چلانے والوں کا انتخاب کر سکیں اب ہماری کوشش یہ ہونی چاہیے کہ ہمارے ہاں انتخابات میں دھونس دھوکے، دھاندلی، علاقائی یا مذہبی یا برادری کے تعصبات، جھوٹے پروپیگنڈے، گندگی اچھالنے، غصہ خریدنے، جعلی ووٹ بٹگٹانے اور بے ایمانی سے انتخابی نتائج بدلنے کے غلط طریقے استعمال نہ ہو سکیں انتخابات دیانتدارانہ ہوں۔ لوگوں کو اپنی آزاد مرضی سے اپنے نمائندے منتخب کرنے کا موقع دیا جائے۔ پارٹیاں اور اشخاص جو بھی انتخابات میں

کھڑے ہوں وہ مقبول طریقے سے لوگوں کے سامنے اپنے اصول، مقاصد اور پروگرام پیش کریں اور یہ بات ان کی اپنی رائے پر چھوڑ دیں کہ وہ کسے پسند کرتے ہیں اور کسے پسند نہیں کرتے ہو سکتا ہے کہ پہلے انتخاب میں ہم عوام کے طرز فکر اور معیار انتخاب کو مدنظر میں پوری طرح کامیاب نہ ہو سکیں۔ لیکن اگر انتخابی نظام درست رکھا جائے تو ایک وقت ایسا آئے گا جب نظام حکومت بدلے گا پورا ایماندار لوگوں کے ہاتھ میں آجائے گا۔ اس کے بعد پھر ہم نظام انتخاب پر نظر ثانی کر سکتے ہیں اور اس مثالی نظام انتخاب کو از سر نو قائم کرنے میں کامیاب ہو سکتے ہیں جو اسلامی طریقے کے عین مطابق ہو۔ بہر حال آپ ایک سخت جست لگا کر اپنی انتہائی منزل تک نہیں پہنچ سکتے۔

سوال :- مولانا یہاں کچھ سوال اگرچہ اور بھی پیدا ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت عطا فرمائے۔ اور آپ سے کسی اور نشست میں کوئی سوال کرنے کا موقع میسر آئے ایک بات میں آپ سے آخر میں ضرور معلوم کرنا چاہوں گا کہ آپ نے جس مشن کو اپنی زندگی کا نصب العین بنایا اور جس طرح آپ نے اس کے لئے پوری عمر جدوجہد کی اور آج الحمد للہ ایک ایسے مقام پر ہم پہنچ چکے ہیں کہ جہاں نصب العین اب اپنی منزل کے قریب پہنچنا نظر آتا ہے۔ میں آپ سے یہ جانتا چاہوں گا کہ آپ اس ساری صورت حال کو اپنی اس جدوجہد کی روشنی میں کس طرح سے محسوس کرتے ہیں اور کیا آپ کی نظر میں اب آپ کی یہ جدوجہد فی الواقع اپنے منطقی نتیجے تک پہنچ رہی ہے اور کیا فی الواقع آپ اپنے مشن میں کامیاب ہوئے؟

جواب :- یہ میرے لئے ایک بڑا مشکل سوال ہے میں نہ غلط دعویٰ کر سکتا ہوں اور نہ خود ستانی کرنا چاہتا ہوں۔ البتہ میں یہ محسوس کر رہا ہوں کہ کچھ تیس چالیس سال کے دوران میں اسلامی خیالات کی اشاعت کا کام ہفتے بڑے پیمانے پر ہوا ہے اور وہ صرف میں نے ہی نہیں کیا بلکہ دوسرے لوگوں نے بھی کیا ہے۔ اس کے نتیجے میں ہمارے



تعلیم یافتہ طبقہ کی اکثریت اسلام کی خواہاں ہو گئی ہے۔  
 اگرچہ اس کے اخلاق بالکل اسلامی تعلیم کے مطابق نہیں  
 ہو سکتے لیکن ان میں اسلام کی سمجھ اور اسلامی نظام قائم کرنے  
 کی تڑپ ضرور پیدا ہو گئی ہے ہماری جو درسگاہیں میکلے  
 کے نظام تعلیم پر قائم تھیں، خدا کے فضل سے انہی میں  
 نوجوانوں کی ایک بڑی تعداد ایسی پیدا ہو گئی ہے جو اسلام  
 سے گہری قلبی عقیدت رکھتی ہے اور اسلام کا فہم بھی بڑی  
 حد تک اس کو حاصل ہو چکا ہے۔ اب ہمارے سامنے بڑا  
 مسئلہ یہ ہے کہ ہماری عام آبادی جو ان پڑھ ہے اس کے  
 لئے کس طرح اسلام کے علم و فہم کو پھیلا جائے چونکہ رائے  
 دہندگان کی اکثریت ان پڑھ ہے۔ اس لئے تعلیم یافتہ لوگوں  
 کی سو فیصدی تعداد بھی اگر صحیح انتخاب کرنا چاہے تو وہ اس  
 میں کامیاب نہیں ہو سکتی۔

اس مرحلے پر میرے نزدیک یہ ضروری ہے کہ تعلیم یافتہ  
 نوجوان اور علماء کرام شہروں و قصبوں اور دیہات کی ان  
 پڑھ آبادیوں میں دین اسلام کی واقفیت پیدا کرنے میں  
 لگ جائیں۔ اس کے لئے لوگوں کا خواندہ ہونا ضروری نہیں  
 ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں کتا بوں کے ذریعے  
 سے دین نہیں پھیلا تھا۔ زبانی تلقین سے پھیلا تھا۔ اب  
 بھی یہ ضروری نہیں کہ ہم ان سب کو پہلے پڑھا لکھا بنائیں  
 پھر انہیں دین سمجھائیں۔ عہد رسالت کی طرح آج بھی عام  
 لوگوں کو زبانی تعلیم سے دین سمجھایا جاسکتا ہے۔ اسلام کے  
 عقائد اور اصول اخلاق سے انہیں آگاہ کیا جاسکتا ہے۔  
 فرائض اور ارکان دین کی اہمیت ان کے ذہن نشین کی  
 جاسکتی ہے۔ بڑے بڑے گناہوں کے عذاب کا خوف ان  
 کے دلوں میں بٹھایا جاسکتا ہے۔ نیکیوں کے اجر کی رغبت  
 انہیں دلائی جاسکتی ہے۔ قرآن کی آیات اور رسول صلی اللہ  
 علیہ وسلم کی احادیث جنہوں نے عرب کی دنیا بدل ڈالی  
 تھی آج بھی اپنا معجزہ نثار دکھا سکتی ہیں۔ بشرطیکہ  
 ہم ان سے اصلاح معاشرہ کا کام لینا چاہیں۔  
 بڑی اہمیت اس بات کی ہے کہ قرآن اور حدیث

کی صاف صاف تعلیمات پیش کر کے ہم لوگوں کے دلوں میں  
 عقین پیدا کریں کہ تم سب کی نگاہوں سے چلب چکے سب  
 کی منرا سے بچ سکتے ہو مگر خدا کی منرا سے نہیں بچ سکتے تمہارا  
 پورا احوال نامہ تیار ہو رہا ہے۔ ایک دن تمہارا یقین نامہ نامہ  
 اور قیامت کے روز کی عدالت میں پیش ہونا ہے۔ یہ سچ نہیں  
 سکتا کہ تم نماز ترک کر دو، رمضان میں اعلان نہ کھانی کر خدا کی  
 توہین کرتے رہو۔ بے ہاکی کے ساتھ گناہوں کی گزند کی منت  
 بہت ہو جاؤ، لوگوں کے حقوق مار کر خدا کے سامنے جاؤ، لوگوں  
 کی عزت و آبرو لوٹ کر اپنے رب کے حضور پیش ہو، لوگوں  
 کی جانیں لے کر وہاں جاؤ اور پھر اللہ کی عدالت سے چھوٹ  
 جاؤ اس دنیا میں تم چال بازیاں کر کے بچ سکتے ہو خدا کی  
 گرفت سے کیسے بچو گے؟ یہ چیزیں آپ عام لوگوں کے دماغ  
 میں بٹھائیں تو رفتہ رفتہ آپ دیکھیں گے کہ ہماری عام آبادی  
 کے اندر صحیح سمجھ بوجھ اور اخلاقی حس پیدا ہو جائے گی۔

اس کے بعد جب لوگوں کو معلوم ہو گا کہ اب ہم اپنے  
 ملک میں اسلامی نظام قائم کرنا ہے تو انتخابات کے موقع پر  
 وہ خود ہی سوچیں گے کہ اس کام کے لئے ہم کیسے لوگوں کو لگے  
 لائیں۔ عام لوگ اس بات کو جانتے ہیں کہ وہ بیمار ہوں تو  
 کس ڈاکٹر کے پاس جائیں۔ اسی طرح جب آپ لوگوں میں  
 اسلام کا شعور اور سمجھ پیدا کر دیں گے تو وہ خود ہی دیکھ لیں  
 گے کہ اسلامی نظام چلانے کے لئے وہ کن لوگوں کو منتخب  
 کریں پہلی بار اگر وہ کچھ غلطی کر بھی جائیں گے تو انشاء اللہ  
 دوسری مرتبہ نہ کریں گے۔ بشرطیکہ تعلیم عوام کا عمل برابر  
 جاری رہے اور حکمران اسلام سے ہٹ کر جو کام بھی کریں  
 اس پر معقول و مدلل تنقید کی جاتی رہے۔ بالفرض اگر غلط  
 آدمیوں کی اکثریت منتخب ہو جائے اور وہ دوسرا انتخاب  
 ناجائز ذریعوں سے جیتنے کی کوشش کریں تو انہیں دسی ہی  
 تحریک کا سامنا کرنا ہو گا جس نے بھٹو جیسے جابر کے قتل  
 اکٹاردیئے۔

تعلیم عوام کی بعض صورتیں خاص بھی ہیں جن کی خصوصیات  
 کو نگاہ میں رکھنا ہو گا۔ مثلاً مردوروں کی لڑکیوں میں

عام طور پر اس خیال کو پھیلا جائے کہ جو اس سے منسوب

ہاشمی نظام سوشلزم نہیں ہے اسلام ہے تمہاری مشکلات  
ی کی پیروی سے رفع ہوں گی۔ کوئی انصاف سوشلزم نے  
زوروں کے ساتھ نہ بھی کیا ہے نہ آج کر سہا ہے اور نہ  
استغناء کرے گا۔ سوشلزم، کمیونزم اور اشتراکی ملکوں کے  
مالات کا مطالعہ جن نوجوانوں نے کیا ہے وہ ناقابلِ غار  
دلائل و شواہد کے ساتھ مزدوروں کو یہ بات سمجھا سکتے  
ہیں۔ اس طریقے سے مزدور تحریکوں کو رفتہ رفتہ اسلامی  
تحریکوں میں تبدیل کر دیا جائے۔ اور مزدوروں میں یہ شعور  
پیدا کر دیا جائے کہ وہ جانچ پرکھ کر دیکھ لیں کہ ان کے لیڈر  
مارکس اور لینن کے ماننے والے ہیں یا اللہ اور اس کے رسول  
کے ماننے والے۔ پھر یہ فیصلہ انہی پر چھوڑ دیا جائے کہ وہ  
حشر کے روز مارکس اور لینن کے ساتھ اٹھنا چاہتے ہیں  
یا رسول رب العالمین کے ساتھ۔

اسی طرح مثلاً کسان اپنے کچھ الگ مسائل رکھتے  
ہیں۔ ان کا اسلامی حل بھی انہیں سمجھائیے۔ رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ تشریف لے گئے تھے تو وہاں  
سکے انصار زراعت پیشہ لوگ تھے اسلام سے قبل ان کے  
ہاں زمیندار اور کسان اور مزارع کے جھگڑے برپا تھے  
اور دیہات سے غنہ لانے والوں کو شہری تاجر اور دلال  
بڑی طرح لوٹتے تھے۔ حضور وہاں پہنچے تو آپ نے انصاف  
کے ساتھ ان سب خرابیوں کی اصلاح کی تفصیلات  
احادیث میں موجود ہیں۔ انہیں آج بھی کسانوں کو بتا کر  
آپ مطمئن کر سکتے ہیں کہ ان مسائل کا عادلانہ حل اسلام  
ہی نے کیا ہے اور وہی کر سکتا ہے۔

یہ کام جتنا جتنا ہوتا جائے گا آپ دیکھیں گے کہ رفتہ  
رفتہ انتظامات کے نتائج صحیح ہوتے چلے جائیں گے  
اور جتنے جتنے دین کو جاننے والے ایماندار آدمی اکثر  
سے منتخب ہوں گے اتنے ہی ہم خلافت راشدہ کے  
مثالی نظام کی طرف قدم برعادتے چلے جائیں گے۔  
سوالیہ پنجاب والہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے:

آپ نے فرمایا ہے کہ ساری نظام بند کر کے کیا کیا

چاہیے اور قائم کیا جائے گا کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ اس  
تدریجی تغیر کے دوران میں ہمارے موجودہ قوانین اور  
مغربی طرز کی جمہوریت کے تحت بنائے گئے قوانین  
چلتے رہیں گے؟ کیا یہ دو متضاد چیزیں ساتھ ساتھ چلی  
سکتی ہیں؟

جواب: بد توں کے بگڑے ہوئے پورے نظام  
زندگی کو ہمیں بتدریج ہی بدلنا ہوگا۔ انگریزی دور کے  
نظام تعلیم کو یکا یک بدل کر ایک ہی دن میں اسلامی  
نظام تعلیم رائج نہیں کیا جاسکتا۔ عام لوگوں کی اخلاقی  
حالت بھی جو سالہا سال سے سینما اور فحش تصاویر اور  
شب درویش کے گانوں اور زن و مرد کی مخلوط سوسائٹی  
اور شراب، جوئے اور دوسرے حرام افعال کی بدلت  
بگڑتی رہی ہے۔ اسے بھی ایک دن میں نہیں بدلا جاسکتا  
لیکن ہم آج ہی سے ان کو بدلنے کی کوشش شروع کرنا  
ہوگی۔ اور جن برائیوں کو جس قدر جلدی مٹانا ممکن  
ہوگا اسے مٹانے میں ایک لمحہ کی تاخیر بھی جائز نہ ہوگی۔  
ٹھیک اسی طرح ہمیں قوانین کے معاملے میں بھی کرنا  
ہوگا۔ کافرانہ دور کے جن قوانین کو اسلامی قوانین  
سے بدلنا آج ممکن ہو اسے آج ہی بدل ڈالنے اور خدا  
جتنا اسلامی قانون کو نافذ کرنا ممکن ہو تا نظر آئے اس  
کے نافذ کرنے میں قطعاً دیر نہ لگائیے کیونکہ ایک  
حکومت جو حقیقت میں مسلمان ہو اور جس کے پیش  
نظریہ ہو کہ اسلام عملاً قائم کرنا ہے، اسے سارے  
شعبوں میں ایک ساتھ تبدیلی لانی ہوگی۔ یہ خیال کرنا  
غلط ہے کہ جب تک ساری اصلاحات مکمل نہ ہو جائیں  
اسلامی قانون نافذ نہ کیا جائے اگر ہمارے غج غیر اسلامی  
قوانین کی جگہ اسلامی قانون کے مطابق فیصلہ کرنے  
شروع کر دیں گے تو اس سے خود بخود عام لوگوں میں  
یہ خیال پیدا ہوگا کہ اب یہاں کافرانہ نظام نہیں چلتے  
گا اور اسلامی قانون ہی رائج ہوگا۔ یہ نیکو خیال جنوں



کے ہیں جن سے آپ کو عوام کے معاملات تبدیل کرنے میں مدد ملے گی۔

آپ اس کا اندازہ لیں کہ انگریزوں کو اس کے اندازہ میں رہنا پڑے گا اور ان کے محسوسات اور جوں نے ان قوانین کے مطابق فیصلے کرنے شروع کر دیئے تو رفتہ رفتہ ہمارے معیار بدلتے چلے گئے حرام حلال ہو گیا اور حلال حرام۔ جو چیزیں انگریزی قانون نے اخلاق، معیشت، معاشرت اور زندگی کے دوسرے شعبوں میں جائز کی تھیں۔ وہی ہمارے نظام زندگی میں رائج ہو گئیں۔ خواہ اسلامی نقطہ نظر سے وہ کتنی ہی غلط بلکہ قابل نفرت ہوں۔ ہم خود اپنے قانون کو فروغ دے گئے ہمارے دماغ میں یہ بات بٹھادی گئی کہ اسلام کا قانون صرف نکاح و طلاق اور وراثت وغیرہ کے لئے باقی دین کے معاملات چلانے کے قابل نہیں ہے۔ اب جنہی کہ لوگ اسلامی قانون کو عدالتوں میں چلتے دیکھیں گے تو تاریخ اپنے آپ کو دہرائے گئے گی اور دماغوں پر سے انگریزی قانون کا تسلط ٹوٹنا شروع ہو جائے گا۔ اس لئے یہ خیال کرنا صحیح نہیں ہے کہ زندگی کے صرف ایک شعبے یا بعض شعبوں میں اصلاح کا کام کیا جائے اور دوسرے شعبوں میں برانے طریقوں کو رائج رکھا جائے۔ انتخابات ہی کے معاملے کو لے لیجئے۔ بظاہر یہ صرف ایک شعبہ زندگی ہے۔ مگر اس کی اصلاح پورے نظام حیات پر اثر انداز ہوتی ہے ہمارے ہاں انتخابات کا جو طریقہ رائج رہا ہے وہ یہ ہے کہ چھوٹے وعدے کرو، لوگوں کو بے وقوف بنادو، ان کی کمزوریوں سے ناجائز فائدہ اٹھاؤ، لوگوں کے دودھ خریدو، مختلف طریقوں سے دباؤ ڈال کر ووٹ حاصل کرو مخالفین پر خوب کچھڑا چھالو، برادریوں اور علاقوں کے تعصبات جلاؤ، مذہبی جھگڑے برپا کرو، غرض جس طریقے سے فی ممکن ہو قوم کی گردن پر سوار ہو جاؤ، اس ساری صورت حال کو آپ تبدیل کیجئے، ان ناجائز ہتھکنڈوں کو بند کر

لیجئے اور عام لوگوں کو آزادانہ اور منصفانہ انتخابات کرنے کا موقع دیجئے۔ آپ یقین رکھئے کہ بہت بڑی اصلاح تو اسی سے ہو جائے گی۔ ہر آدمیوں کا ادب پرانا شکل ہو جائے گا۔ اور اچھے آدمیوں کا آنا ممکن ہو جائے گا۔

سوال :- جناب والا۔ اسلام کی تشریح و تبلیغ کے لئے کچھ تو موجودہ ذرائع ہیں۔ مزید کیا طریق کار اختیار کئے جانے چاہئیں۔ آپ کچھ نصیحت فرمائیں گے۔

جواب :- یہ ساری چیزیں تو ایک حد تک میں اپنی کتابوں میں لکھ چکا ہوں اور میرے لئے یہ بڑا مشکل ہے کہ جو کچھ پہلے لکھ چکا ہوں اسے اب زبان سے بیان کروں۔ سوال :- جناب والا۔ مولانا محترم میں یہ گزارش کروں گا کہ ہمیں تلقین فرمائیں کہ ہم اس سلسلے میں ریڈیو کو کیوں استعمال کر سکتے ہیں۔

جواب :- ریڈیو کو استعمال کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ ایسے لوگوں کو تلاش کیا جائے جو ایک ایک موضوع پر تیاری کر کے ریڈیو پر آ کر تقریر کریں مثلاً کچھ لوگ ایسے ہونے چاہئیں جن کا آپ سوچ سمجھ کر اس کام کے لئے انتخاب کریں کہ وہ اسلام کے ایمانیات کی تشریح کریں اور طرح طرح سے ان کے ہر پہلو کو لوگوں کے ذہن نشین کرنے کی کوشش کریں ایک ہی آدمی یہ کام کرے گا تو لوگ اکتا جائیں گے اور مختلف قابلیتوں کے لوگ اپنے اپنے طریقے پر بات سمجھائیں گے تو سننے والے دلچسپی کے ساتھ ان کی تقریریں سنیں گے۔ اسلامی اعتقادات کو دماغوں میں اتار دینا سب سے پہلا اور سب سے بڑا بنیادی کام ہے جس سے مسلمانوں کی ذہنی حالت بدلی جاسکتی ہے اور انہیں اسلام کے دوسرے حقائق کو سمجھنے کے لئے تیار کیا جاسکتا ہے۔ اسی طرح کچھ دوسرے لوگ ایسے منتخب کرنے چاہئیں جو اسلامی عبادات کی اہمیت، ان کے بے شمار دینی و دنیاوی فوائد اور ان کے چھوڑ دینے کے نقصانات دل نشیں انداز میں طریقہ طریقے سے سمجھائیں کہ اہل

مقررین اس کام کے اخلاقی اصول، اس کے احکام اور اس کی ہدایات بیان کرنے کے لئے منتخب کئے جائیں۔  
 کچھ دوسرے لوگ معاشرے میں بدگلی ہوتی ہر ایکوں پر ایسے موثر انداز میں تنقید کریں جس سے عام لوگوں میں یہ احساس بیدار ہو کہ وہ کسی گنہ گاروں میں گھرے ہوئے ہیں کچھ اور لوگ خصوصیت کے ساتھ کہاں سے ایک ایک بڑے گناہ پر پہلے در پہلے تقریریں کریں جن سے لوگوں کو یہ احساس ہو کہ یہ دنیا اور آخرت کو بہلا کر دینے والے کیسے سخت گناہ ہیں اور خدا کے ہاں ان کا کیا دردناک عذاب انہیں جھگتنا پڑے گا۔ مثلاً قتل ہی کو لیکر اس کے نتائج ایک ایک کر کے بتائیں جائیں۔ ایک آدمی اگر دس آدمیوں کو قتل کر دیتا ہے تو دنیا میں اس کو ایک ہی سزائے موت ملے گی۔ ہائی ۹ کا عذاب تو دنیا کی بدالت نہیں بلکہ خدا کی عدالت دے گی۔ ایک آدمی کے قتل پر بھی دنیا کی عدالت بس ایک ہی بار سزائے موت دے گی۔ لیکن مقتول کے خاندان اور اس آئندہ نسلوں کو اس کا جو نقصان اٹھانا ہو گا اور جب تک اٹھانا ہو گا، اس کا حساب تو دنیا کی عدالت کسی طرح لگا ہی نہیں سکتی۔ یہ حساب تو خدا لگائے گا۔ اور جہنم میں قاتل کو اس کا پورا پورا بدلہ دیگا۔  
 ریڈیو پر اس طرح کی تقریروں کا سلسلہ اگر جاری ہو جائے اور موزوں آدمی اپنے اپنے موضوعات پر پوری اثر آفرینی کے ساتھ کام کریں تو آپ دیکھیں گے کہ چھ ٹیپیں میں فرق عظیم واقع ہو جائے گا۔ ریڈیو تو عوام کو تعلیم دینے کا ایک بہت بڑا ذریعہ ہے۔ آج کسان کیمیت میں ہل تک نہیں چلا سکتا جب تک ٹرانسسٹر اس کے پاس نہ ہو۔ اب تک یہ لوگ ٹرانسسٹر وں سے بیگمات کے گانے اور ان سے کچھ زیادہ ہی فحش فلمی اور فرامشی گانے سنتے ہیں۔ آئندہ اگر یہی لوگ دلچسپ اور عام فہم زبان میں کچھ اپنے دین کی باتیں سننے لگیں تو امید نہیں ہے کہ وہ خدا کا نام سننے ہی فرانسٹر بند کر دیں گے۔ یہ لوگ آخر خدا اور رسول اللہ آخرت کے شکر کو نہیں ہیں۔ آپ ایسا کر سکتے ہیں کہ ان کے اندر

دلچسپی پیدا کرنے کے لئے اس پروگرام کا آغاز کچھ ہمدردی رسالت و ہمدردی اور ہمدردی کے واقعات اور مسائل کی حکایات سے کریں۔ اس کے بعد رفتہ رفتہ انہیں سوائے تعلیمات سننے اور کہنے کے لئے تیار کیا جاسکتا ہے۔ ان سادہ لوح دیہاتیوں میں شاید ایک بھی ایسا نہ ہو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جاں نثار نہ ہو۔ آپ انہیں بتا سکتے ہیں کہ جن رسول پاک پر تم جاں نثار کر دینے کے لئے تیار ہو ان کے احکام کی پیروی بھی تو کرو۔ ان میں کون ہے جو یہ نہ ماننا ہو کہ مرنے کے بعد ایک دوسری زندگی بھی ہے؟ آپ انہیں بتائیے کہ مرنے کے بعد کیا ہوگا۔ اس کی تفصیل قرآن اور احادیث سے ان کو سنائیے۔ بعد میں کہ ان کو سن کر ان کے رونگٹے کھڑے ہو جائیں۔ صرف خدا قبر ہی کا ذکر سن کر وہ لرز جائیں گے۔  
 سوال: یہ جناب والا ہم ریڈیو سے کسانوں کے لئے کاشف کاروں کے لئے خصوصی پروگرام بھی کرتے ہیں اور ریڈیو کے لئے بھی پروگرام کرتے ہیں۔ محنت کشوں کے لئے بھی خواتین کے لئے بھی بچوں کے لئے بھی پروگرام کرتے ہیں۔ تو ہم صرف گانے ہی تو نہیں کرتے۔ یہ الگ بات ہے کہ ان پروگراموں کی بھی نوعیت ایسی نہ ہو جیسی کہ مطلوب ہے؟  
 جواب: میرا کہنا یہ ہے کہ آپ کے ہاں ریڈیو میں نہایت عنصر گانے بجانے کا ہوتا ہے، اور کم عنصر دین و اخلاق کی تعلیم کا۔ پہلے عنصر کو آپ یک لخت ختم کر دیں گے تو وہ دوسرے ملکوں سے گانے سننے لگیں گے اس کے بجائے آپ پہلے عنصر کو کم کرتے جائیں اور دوسرے عنصر کو بڑھاتے چلے جائیں۔ جب عوام کو صحیح طریقے سے دین سمجھایا جائے گا اور انہیں دلچسپ اور دل نشین طریقے سے بتایا جائے گا۔ تو وہ گانے کے رسیانہ نہیں گائے اور انہیں باہر کی ریڈیو سے بھی گانا سنتے وقت یہ یاد آئے گا کہ قیامت کے روز ان کے کان گواہی دیں گے کہ یہ لوگ ان سے کیا چیزیں سننے کا کام لیتے رہے ہیں۔

# در تحفہ اہل اسلام کتابیں

۷۵۰	کتاب البصیر	۱/۵۰	صدائے جمہور	۹/۰۰	اسلام اور فکر کی حقیقت
۱۹۲۰۰	اسلامی فقہ مکمل	۱/۵۰	شیر شاہ سوری	۷۷۵۰	بلاغ المبین
۳۶۰۰	ورقی روشن	۱/۵۰	یٹو سلطان	۷۶۰۰	قصۃ الغیب
۲۵۰۰	فیوض الیزدانی	۱/۵۰	محمد ابن قاسم	۱۲۵۰	شرک و بدعت کے چور دروازے
۳۰۰۰	تیسرے القرآن اول	۱/۵۰	طارق ابن زیاد	۵۵۰	روح تصوف
۱۰۰۰	کلید تیسرے القرآن اول	۱/۵۰	داتا گنج بخش	۰۰/۸۰	آداب زیارت قبور
۳۰۰۰	سیکولر جمہوریت اور اسلام	۱/۵۰	حضرت موسیٰ علیہ السلام	۱/۲۰	اسلامی خطوط نویسی
۱/۲۰	خدا کا انکار کیوں	۱/۵۰	حضرت عیسیٰ علیہ السلام	۰۰/۴۰	بیمہ زندگی
۱/۲۰	خدا ہے	۱/۵۰	مہا تمباہ	۰۰/۴۰	اپنی اصلاح آپ
۱/۲۰	کیا خدا کی ضرورت نہیں	۱/۲۰	جہاں گیر	۰۰/۸۰	تقلید کیلئے
۱/۲۰	محمد بن کے شبہات	۱/۲۰	نور جہاں	۰۰/۴۰	اسلامی نظام ہی کیوں
۱/۲۰	خدا پرستی محمد بن کی نظر میں	۱/۲۰	زردشت	۳۰۰	عبادت کیا کچھ کر سکتی ہے
۱/۲۰	دعوت حق غیر مسلموں میں	۲/۵۰	خالد ابن ولید	۲/۰۰	قرآن و حدیث
۰۰/۳۰	بچوں کیلئے اقبال کی نظمیں	۱/۵۰	توضیح البیان	۲/۵۰	طاش راہ حق
۳۶۰۰	سیرت رسالت مآب	۲۰۰	سکہ اور جنگ آزادی	۰۰/۴۵	کثرت آبادی کا علاج
۳۶۰۰	مخزن معلومات	۷۰۰	مولانا عبید اللہ سندھی	۸/۵۰	حافظہ سخت پان
۱۷۰۰	اصلاح انقلاب	۷۷۵۰	درس عبرت	۰۰/۳۵	کیا پردہ ملک کی ترقی میں رکاوٹ ہے؟
۷/۵۰	ولی کامل	۲/۵۰	گلدستہ حدیث	۱/۷۵۰	مولانا مودودی سے ملنے
۱۷۰۰	حیات امام اعظم	۱۶۰۰	مختصر احکام حج	۳۰۰۰	مولانا مودودی اسی صلاح کی نظر میں
۹/۰۰	تذکرہ مولانا محمد یوسف	۲/۰۰	راہ حق کے دو مسافر	۱۲/۰۰	صوفیہ دفاع
۳۶۰۰	تفسیر رشیدی	۵۰۰	واعی اعظم	۱۷۰۰	مکتوبات حضرت علیؓ
۲/۰۰	محمد کا صحابہ کیسی	۰۰/۷۵	چلتی کلیاں	۰۰/۷۵	مسئلہ استیقام
۱۷۰۰	اسلاف کے حیرت انگیز کارنامے	۲/۰۰	مشہ عوار	۷/۰۰	قصوف کی حقیقت
۷/۰۰	قصص الانبیاء	۷/۰۰	اسلامی معاشرہ	۳/۰۰	سیرت ختم الرسل
۱۶۰۰	حضرت حسن	۱/۷۵۰	خطبات حنفیہ	۳/۵۰	عہد کی نبوی کے میدان جنگ
۳۶۰۰	حضرت حسین	۱/۷۵۰	خطبات غوث اعظم	۲/۰۰	جنت اور دہشت
۱۶۰۰	تعلیم و تربیت	۱/۷۵۰	حیات طیبہ	۱/۷۵۰	ماہ کی زندگی قرآن کی روشنی میں

۲۵۰	حضرت ابو بکر	۴۰۰	امد کی بین مثنویاں	۲۵۰	توحید فی اصدقاہ
۱۵۰	حضرت عمر فاروق	۲/۵۰	یادگار خالص	۱۶۰	زیب تمدن
۲۵۰	حضرت عثمان	۴/۵۰	دستاویز امد	۲۵۰	مصحف ابرار
۲۵۰	حضرت علی	۳/۵۰	آپ تقریر کیسے کوئی؟ مکمل	۳۶۰	نور اور مطالعہ مومن
۲/۵۰	مقدمہ شہر شاعری	۲/۰۰	التوحید	۱۶۰	تاریخ عمودی
۲/۵۰	رحمت عالم	۹/۵۰	وسیلہ کی حقیقت	۲۶۵	محافل معرفت
۲/۰۰	کیا مقدس پر فاطمہ واجب ہے؟	۵/۰۰	سیرت خلفاء راشدین	۲/۵۰	رمضان کیا ہے؟
۲/۵۰	دارسی احادیث پر کستیں	۱۴/۰۰	تجسید بخاری شریف	۱۶۰	بدعت کی باتیں
۱/۵۰	مساویات فقہ	۱۵/۰۰	ترمذی شریف اردو	۵/۰۰	طب روحانی
۱۵/۰۰	الحون اکبر	۲۲/۰۰	مشکوٰۃ شریف اردو	۸/۰۰	شریعت اور تصوف اول
۲/۲۵	حیات امام ابو داؤد	۱۸/۰۰	مسلم شریف	۵/۰۰	دوم
۲/۵۰	میلاد اکبر	۱۰/۰۰	موطا امام مالک اردو	۲/۰۰	ذکر انبی
۱۶۰	فصل سلیمانی	۸/۰۰	آکھب صحاح ستہ اردو	۲/۰۰	ذکر انبی
۲۲/۰۰	اکسیر ہدایت	۲/۵۰	شیطان کی سولہ عمری	۱۶۰	صراط مستقیم
۲۶۰	نافع الخلائق	۲/۵۰	جہات کے ہمارے احکامات	۱۶۰	مقبول نماز منجم، مجلد رنگین
۱۶۰	کنز الحسین	۲/۵۰	آسمانی سفر نامہ	۲۸۰	قبر کا عالم
۱۲/۰۰	میزان الطب	۲/۵۰	غیبی آواز	۱۶۰	کیا تبلیغ تعلیم سے بھی زیادہ ضروری ہے...
۲/۲۵	انجاز قسم	۲/۵۰	خواجہ غریب نواز	۱۵۰	حیات حمادید
۱۶۰	حمزہ سلیمانی	۲/۰۰	روح تصوف	۱۵۹۵	توحید و معرفت
۱۶۰	بیاض یعقوبی	۱۶۰	نقاد اللغات	۹/۰۰	اورنگ زیب اور شکر
۲/۵۰	تعلیم الاسلام اردو	۹/۰۰	قلوئی آستانہ مکمل	۲۶۰	دیوان عالی مع شرح
۲/۵۰	" " " ہندی	۲/۵۰	واقعات الصالحین	۴۰۰	یاد اقبال
۱۶۰	شاہنامہ اسلام مکمل	۱۵۵۰	تاریخ اسلام	۴/۵۰	اقبال اور تصوف
۹۴/۲۵	مکتوبات امام ربانی	۲/۰۰	بہادر شاہ کی کینز	۱۶۵۰	مقامات اقبال
۳/۰۰	شرعی پردہ	۳/۰۰	دارہ شکوہ کی قاصدہ	۱۰/۰۰	عرفان اقبال
۵/۷۵	اسلام کا اخلاقی نظام	۳۶۰	فرحان کا معاشقہ	۳/۵۰	ذکر اقبال
۱۶۰	التبیین الاسلام	۳۶۰	اسین کا مرد مجاہد	۹/۰۰	ولی سے اقبال تک
۲/۰۰	اجتہاد اور تقلید	۴/۵۰	صحبت ہادیہ	۱۶۰	پیام اقبال
۲/۲۵	شان رسالت	۴/۰۰	مکتوبات خواجہ معصوم	۱۲/۵۰	کلیات اقبال
۲/۵۰	خاتم النبیین	۱/۵۰	طریق القلندر	۴/۰۰	ترقی پسند ادب
۱/۲۵	مکتبہ بکلی دیوبند (روپی)	۱/۲۵	طہارت	۲۶۵	سرسا محفل اہل علم و فنکار

۷۴ کا بہترین تحفہ



مکمل تین حصوں میں

آج بھی دستیاب ہے، لیکن ضروری نہیں کہ کل بھی مہیا ہو سکے  
لہذا

بلا تاخیر اپنا آرڈر بلا کر الیں، تاکہ بعد میں ہاتھ ملنے کی نوبت نہ آئے  
وقتی طور پر خصوصی رعایت یہ ہے کہ

۱۴ روپے کی یہ نمبر صرف بارہ روپے میں دیئے جائینگے، لیکن ڈاک خرچہ  
منگانے والے کے ذمہ رہیگا

منیجر مکتب تجلی دیوبند، یوپی

## عام الفتح ۶۷۷

### تحریک اسلامی کی ڈائری

یہ سال ایک پہلو سے عام الفتح ہے۔ شدید رنج و غم کے بعد اللہ تعالیٰ نے نصرت و فتح عطا فرمائی جس شخص کو اپنی طاقت کا اتنا گمراہ تھا کہ اس نے قومی احتجاج پر کان دھرنے کے بجائے بڑے غرور سے کہا کہ میری کرسی بڑی مضبوط ہے، جس سے اس نے نہیں ہلک پوری دنیا نے دیکھ لیا کہ قوم اس سے بھی مضبوط ہے۔ ..... یہ سال اس پہلو سے بھی عظیم ہے کہ قوم نے اسلام پر بحیثیت اجتماع نصب العین اپنے عقیدہ اعتماد کا اظہار کیا اب دنیا کی کوئی طاقت اسے اپنے ایمان و عقیدہ سے مخوف نہیں کر سکتی اور حق پر استقامت کا یہ اعلان بھلے خود بہت عظیم کارنامہ ہے، پاک نالی قوم کو اپنی غفلت کی وجہ سے سزا ملے دو دولت ہو گیا لیکن قوم یونس کی مانند عذاب الہی کی علامات دیکھ کر اس نے غمانزدہ رجوع کا رویہ اختیار کیا تو اللہ تعالیٰ نے اسے اسی طرح کرب عظیم سے نجات عطا فرمائی جس طرح عبد سابق نے ظالم حکمرانوں سے اہل ایمان کو نجات دی تھی۔ احتجاج؟ دیکھ میں بے مثال قربانیاں دیکر پاکستانی قوم نے اپنی عظمت کا سر قائم کر دیا، دنیا میں بنیادی حقوق کی معروف فہرست میں اس نے کیسے قابل قدر حق کا اظہار کیا ہے اور وہ ظلم کی خلاف ورزی کی بنا دیت ہے، اب انشائاً اللہ کوئی جاہل و ظالم اس کے حقوق غصب نہیں کر سکیگا۔ اور یہ پوری دنیا میں مسلمانان پاکستان اس۔ یہ میسر رہیں کہ انھوں نے جمہوری تحریک کے ذریعہ آمرانہ حکومتیں بدل دیں گے اور گاندھی کی خلاف ورزی ہو کر تحریک جلالی لگی تھی وہ بھی حقیقت میں پاکستان کی مثال کی پروردگار۔ اس پہلو سے پاکستان نے آزادی و حریت کا عظیم مینارہ نور قائم کر دیا ہے۔

ہم کے واقعات میں بانی جماعت کی عظمت اور بھی ابھر رہی ہے۔ ۳۸ مئی اسلامی نظما کی تشریح کا جو ترجمہ لیا گیا تھا وہ اس وقت کتنا حقیر معلوم ہوتا تھا لیکن آج ہی نئے سچے ایک عظیم درخت ہے، ضابطہ حیات اور نظما آسودگی کی اصطلاحات کس کی جاری کر رہے ہیں؟ اور اس سے پہلے کس نے بنایا کہ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے؟ پھر اسکی پورے شعبہ کی تفصیل اس وضاحت کے کس نے بیان کی تھی؟ آج کوئی اعتراف کرے نہ کرے لیکن تاریخ کی شہادت ثابت ہو چکی ہے؟ ایک شخص کی عظیم دینی خدمت ہے اس نے نہ صرف فکر یا بلا اس کی تعمیل کے لیے ایک تنظیم بھی فراہم کر دی اور یہ اسی تنظیم کی خوبی تھی جو قومی اتحاد کی پوری تحریک کیلئے سنگر کا کام دیتی رہی پھر یہ اسی شخص کے فراہم کردہ خطوط تھے جو ہر تربیت پاکر جماعت اسلامی کا ایک ایک کارکن چٹان بنا ہوا ہے اور زمانہ نے تجربہ سے دیکھ لیا ہے کہ جماعت اسلامی کے تربیت یافتہ کو نہ کوئی دبا سکتا ہے نہ ٹکا سکتا ہے۔

پھر ۶۷۷ نے یہ بھی بتا دیا کہ غیر کا نام لانا اور ان کے اقتدار کی نفی کرنا ایک عظیم ترین قربانی ہے ایک وقت تھا کہ مولانا مودودی کو راستہ سے ہٹانے کیلئے مزارے موت سنائی گئی تھی پھر یہ وقت بھی سب کے سامنے ہے کہ اقتدار و مظلومیت کے دروازہ پر آئے ہیں، مظلومیت کتنا بلند اور اقتدار کی ہوس کتنی پست ہوتی ہے۔ اقتدار والی اور گریز پلے لیکن داعی کا مقام لامتناہی اور اعلیٰ ہے۔ مولانا مودودی کا وجود اب پوری قوم کیلئے مرجع اور کسی بھی جوان مظلوم کی سہارا بن گیا ہے، مظلوم کو بھی الٹا فرعون ہو کر مفسد مولانا مودودی کی آواز ہے جو کسی بھی مظلوم پر اٹھتا ہے سنی جاتی ہے وہ اسی مولانا مودودی کا سہارا لینے پر مجبور ہوا جس کا ستبر اڑا دیا کرتا تھا۔

۶۷۷ نے یہ بھی منکشف کر دیا کہ جماعت اسلامی محض دینی قوت نہیں ہے پاکستان کی ایک ناقابل انکار سیاسی طاقت بھی ہے جسے ایک منہ اندے سے چاٹ کر لوگوں



سے ثابت کر دیا کہ جماعت مسلمان کی تحریکوں کو سلجھانے کی قابل صلاحیت رکھتی ہے۔  
پھر یہ جماعت ہی تھی جس کی شمولیت نے اتحاد کو مستحکم رکھا ہے۔ وہ اس کی روح بنیادی اور اللہ کے فضل و کرم سے جماعت کے اسلاف سے امید پیدا ہو گئی ہے کہ جماعت اہل دین کی تنظیم سے بڑھ کر پوری ملت مسلمہ کی تنظیم و اتحاد کی اہلیت بھی رکھتی ہے۔  
۷۔ ہونے ایک یہ انکشاف بھی کیا ہے کہ جماعت اسلامی مردوں ہی کی نہیں خواتین کی بیداری کا موجب بھی ہے اور جماعت اسلامی کی شمولیت یافتہ خواتین قیادت کی انہی صلاحیتوں سے مالا مال ہیں، جن کا مظاہرہ جماعت کی تنظیم نے کیا ہے۔

تشریف لے گئے۔	یکم جنوری	۱۔ امیر جماعت کی لائل پور سے واپسی
۱۰۔ جنوری	۲۔ امیر جماعت کی لائل پور سے واپسی	۲۔ امیر جماعت کی لائل پور سے واپسی
۱۱۔ جنوری	۳۔ امیر جماعت کی لائل پور سے واپسی	۳۔ امیر جماعت کی لائل پور سے واپسی
۱۲۔ جنوری	۴۔ امیر جماعت کی لائل پور سے واپسی	۴۔ امیر جماعت کی لائل پور سے واپسی
۱۳۔ جنوری	۵۔ امیر جماعت کی لائل پور سے واپسی	۵۔ امیر جماعت کی لائل پور سے واپسی
۱۴۔ جنوری	۶۔ امیر جماعت کی لائل پور سے واپسی	۶۔ امیر جماعت کی لائل پور سے واپسی
۱۵۔ جنوری	۷۔ امیر جماعت کی لائل پور سے واپسی	۷۔ امیر جماعت کی لائل پور سے واپسی
۱۶۔ جنوری	۸۔ امیر جماعت کی لائل پور سے واپسی	۸۔ امیر جماعت کی لائل پور سے واپسی
۱۷۔ جنوری	۹۔ امیر جماعت کی لائل پور سے واپسی	۹۔ امیر جماعت کی لائل پور سے واپسی
۱۸۔ جنوری	۱۰۔ امیر جماعت کی لائل پور سے واپسی	۱۰۔ امیر جماعت کی لائل پور سے واپسی

۲۸ جنوری

.. لاہور میں پہلا عظیم انتخابی جلوس

قیم جماعت محمد علی رحمت الہی صاحب

نے جماعت کی نمائندگی کی۔

۲۹ جنوری

.. مولانا عباسی رہا جو کہ لاہور شریف

لائے۔

۳۰ جنوری

پشاور میں قومی اتحاد کے زیر اہتمام

عظیم الشان جلسہ عام، امیر جماعت اور مولانا

عباسی نے شرکت کی۔

۳۱ جنوری

.. سکران پارٹی کی انتخابی دھاندلیوں

کے بارے میں قیم جماعت کی احتجاجی پریس

کانفرنس۔

۲ فروری

.. اجلاس مرکزی پارلیمانی پورڈ قومی اتحاد

.. پریس کانفرنس مولانا عباسی صاحب

نے اپنے انوکھے درد ادبیان کی۔

۳ فروری

.. لیاقت باغ راولپنڈی میں قومی اتحاد

کے زیر اہتمام عظیم الشان جلسہ عام مولانا عباسی

اور پروفیسر غفور صاحب نے خطاب کیا۔

۴ فروری

.. قومی اتحاد کا سہ ہر ای اجلاس میر

جماعت اور پروفیسر غفور صاحب کی شرکت

.. گوبرنر الاز قومی اتحاد کے زیر اہتمام

عظیم الشان جلوس جلسہ عام، مولانا عباسی نے

خطاب فرمایا۔

۶ فروری

.. خطاب باقی جماعت، ہائے ذیلدار

۵ مارچ

.. کلک باغ میں قومی اتحاد کے زیر

اہتمام تاریخی جلسہ عام۔

۷ فروری

پریس کانفرنس پروفیسر غفور صاحب

۸ فروری

.. اسلام آباد میں الیکشن کمیشن کے رد

بہد مولانا عباسی صاحب کے استغاثے کی

سماعت۔

.. قومی اتحاد کے منشور کا اعلان

۱۰ فروری

.. امیر جماعت کی دراگی برائے

جلسہ عام ملتان۔

۱۱ فروری

ملتان میں قومی اتحاد کا عدالتی

جلسہ عام

۱۲ فروری

.. بھاد پور میں جلسہ عام، امیر

جماعت کا خطاب۔

۱۳ فروری

.. قائد اتحاد، مرکزی رہنماؤں کا

استقبال، بھاد پور، حاصل پور، چشتیاں

بھادول نگر، مظفر گڑھ

۱۶ فروری

.. بانی جماعت سے کنیڈل سے ایک

کنیڈل ملاقات کے لئے گئے۔

.. امیر جماعت کی دورہ پنجاب سے

واپسی۔

۱۷ فروری

.. دورہ پنجاب کے بارے میں

امیر جماعت کی پریس کانفرنس۔

.. محمد علی رحمت الہی کے انتخابی

مقدمہ امیر جماعت کا خطاب۔

۱۸ فروری

.. امیر جماعت کلادہ لائل پور۔

۱۹ فروری

.. امیر جماعت کے چنیوٹ، اور

سرگودھا میں خطابات۔

۲۰ فروری

.. پوپ اعظم کی ریگین ریاست کے

سٹیٹ سیکرٹری مسٹر بیرون دھبا نوسنگ ڈاکٹر

بلر (لاہور) بانی جماعت سے ملاقات کے

لئے تشریف لائے اسلام آباد میں صائبیت کے

درمیان تعدادی پر گفتگو۔

.. امیر جماعت کا میاںوالی میں خطاب

۲۱ فروری

.. امیر جماعت کا ٹرنگ میں وردہ۔

۲۲ فروری

.. پروفیسر خورشید احمد انگلستان سے

تشریف لائے اور مولانا قمر کو پور میں ٹیکہ

اسلامی کے تانہ حالات سے آگاہ کیا۔

.. مرید کے اور نار دوال کے جلسہ

عام کے قیم جماعت کا خطاب۔

۲۳ فروری

.. امیر جماعت کیسیا گروٹ میں خطاب عام۔

۲۴ فروری

.. قومی اتحاد کا میرا ہی اجلاس۔

۲۵ فروری

.. مولانا عباسی کے خطابات شہر پورہ

حیدرآباد، لائل پور

۲۶ فروری

.. امیر جماعت کا گڑھی شاہو لاہور

خطاب کیے تشریف لے گئے

کے جلسہ عام سے خطاب

۔۔ ڈیجیٹل کریمیکل یونیورسٹی کے ایک کون  
ممبر اشرف کی جیلز پارٹی کے غنڈوں کے ہاتھوں  
شہادت۔

۲۷ فروری

۔۔ ایبٹ آباد میں قومی اتحاد کا عظیم الشان  
جلسہ عام امیر جماعت کا خطاب۔

۲۸ فروری

۔۔ قومی اتحاد کا پبلک بکس میں ہڑتال  
۔۔ ماسٹر میں جلسہ عام امیر جماعت کا خطاب  
۔۔ سعودی عرب سے امیر جماعت کے  
نام تعلیمی کانفرنس میں شرکت کا دعوت نامہ۔

۲ مارچ

۔۔ امیر جماعت کا تحصیل بھلوال (مرگڑھا)  
میں انتخابی جلسوں سے خطاب۔

۳ مارچ

۔۔ گارڈین رائٹنگستان کے نمائندے  
کا بانی جماعت سے انٹرویو۔

۔۔ امیر جماعت کی انتخابی دورے سے  
واپسی۔

۔۔ امیر جماعت اور پروفیسر غفور صاحب  
کی مشترکہ پریس کانفرنس۔

۴ مارچ

۔۔ امیر جماعت کی سوانحی برائے دورہ  
پاکستان، عارف والا وغیرہ۔

۵ مارچ

۔۔ امیر جماعت کی انتظامیہ سے اپیل کہ  
وہ دیانت و انصاف سے کام لیں اور انتخابات  
میں غیر جانبدار رہیں۔

۔۔ لاہور میں قومی اتحاد کا جدید نظریوں  
۔۔ امیر جماعت کی تحریکات کے جلسہ عام سے

قومی اتحاد کا سربراہی اجلاس جاری

۳۱ مارچ

۔۔ حامد محمود مدظلہ عین البریل ریسٹ کی مولانا  
سے ملاقات۔

قومی اتحاد کی احتجاجی تحریک کا آغاز

لاہور

۔۔ قومی اتحاد کے مرکزی لیڈروں نے  
جن میں امیر جماعت بھی شامل تھے، آج ٹوک نیلا  
گینڈ لاہور سے احتجاجی مظاہرہ کر کے تحریک کا  
آغاز کیا۔

کراچی

۔۔ پروفیسر غفور صاحب اور شیر باز زاری  
صاحب نے احتجاجی جلوس کی قیادت کی۔

پشاور

۔۔ یحییٰ محمود صاحب اور یحییٰ نسیم ولی خان  
نے جلوس کی قیادت کی۔

متعدد مقامات پر گرفتاریاں ہوئیں کوئی  
مرکزی لیڈر گرفتار نہیں ہوا

۱۵ مارچ

۔۔ ڈیفنس سیکرٹری میجر جنرل (ریٹائرڈ)  
فضل نعیم کی بانی جماعت سے ملاقات

۔۔ لاہور میں مسجد شہداء سے گرفتاریاں  
پیش کی گئیں۔

۔۔ پنجاب کے بہت مقامات پر مظاہرہ  
کی خبر۔

۔۔ پروفیسر غفور صاحب نے ایڈیٹرز  
کمیٹی سے خطاب کیا۔

۔۔ رات بعد نماز عشاء پر اتحاد کی مرکزی  
کونسل کا اجلاس، رفیق احمد باجوہ کا سیکرٹری  
جنرل کے عہدے سے استعفیٰ۔

۱۶ مارچ۔

۔۔ امیر جماعت کی پریس کانفرنس۔

۷ مارچ

۔۔ قومی اسمبلی سلاؤنگ، ملک کے ہر  
حصہ سے تمام دن مرکز جماعت میں بڑے پیمانے  
پر دھاندلی اور تشدد کی اطلاعات آتی رہیں۔

۸ مارچ

۔۔ قومی اتحاد کا سربراہی اجلاس۔

۔۔ پٹنہ کے بعد دہلی قومی اتحاد کی پریس  
کانفرنس، صوبائی انتخابات کے بائیکاٹ کا  
اعلان اور ملک گیر ہڑتال کی اپیل۔

۹ مارچ

۔۔ قومی اتحاد کی مرکزی مجلس عاملہ اجلاس  
جاری۔

۔۔ امیر جماعت نے رات مجلس مشاورت  
طلب فرمائی۔

۱۰ مارچ

۔۔ صوبائی انتخابات کا مکمل بائیکاٹ  
پورنگ اسٹیشن مسانہ رہے۔

۱۱ مارچ

۔۔ قومی اتحاد کی اپیل پر انتخابی دھاندلی  
کے خلاف ملک گیر احتجاجی ہڑتال تمام شہر مکمل طور  
پر بند رہے۔

۔۔ امیر جماعت نے مجلس عاملہ کانپور  
اجلاس طلب فرمایا۔

۱۲ مارچ

۔۔ مرکزی مجلس عاملہ کانپور کا اجلاس  
۔۔ قومی اتحاد کا سربراہی اجلاس جاری

۱۳ مارچ

۔۔ اجلاس عاملہ جاری

۔ جناب بشیر احمد صاحب سالی سفر  
پاکستان پر اے کے کیا مو لاطے سے ملاقات کے  
تشریف لائے۔  
۔ قومی اتحاد کا سربراہی اجلاس۔  
پروفیسر غفور سیکرٹری جنرل منتخب ہو گئے۔  
۔ پورے ملک میں تحریک زور و شور  
سے جاری ہے۔  
۷ مارچ

۔ نواب مشتاق احمد گورمانی سابق  
گورنر منسربی پاکستان مولانا سے ملاقات کے  
بے تشریف لائے۔  
۔ تحریک کا چوتھا دن  
۔ قومی اتحاد کی جانب سے وزیر اعظم  
بھٹو کے خط کا جواب  
۔ حیدر آباد میں میاں شوکت صاحب  
قیم صوبہ سندھ کی گرفتاری  
۸ مارچ

۔ قیام جماعت جناب چودھری رحمت الہی  
نے دربارہ اتنا صاحب سے گرفتاری پیش کی  
۔ ملتان میں دھماکے نے عظیم انشائیہ  
بلوس نکلا۔

۔ مرکزی رہنماؤں کی گرفتاریاں۔  
کراچی سے شیر باز مزاری کو گرفتار کر لیا  
گلیہ حیدر آباد سے مولانا شاہ احمد لدائی اور  
پشاور سے مولانا مفتی محمود صاحب اور امیر جماعت  
اسلامی صوبہ سرحد قاضی مسیحی احمد صاحب کو۔  
۹ مارچ

۔ پروفیسر غفور احمد صاحب کی کراچی  
سے گرفتاری  
۔ کراچی میں رات ۸ بجے ہفتی ہفتہ  
میں کرفیو نافذ کر دیا گیا۔

پیشوا  
۔ لاہور میں شہداء کراچی و حیدر آباد  
کی نماز جنازہ امیر جماعت اور دوسرے  
رہنماؤں نے شرکت کی۔  
۔ بھٹو صاحب کا تیسرا خط بنام قومی اتحاد۔  
۱۲ مارچ  
۔ غفوریہ میں قومی اتحاد کی مرکزی کونسل  
کا اجلاس۔

۔ پروفیسر غفور مولانا نورانی اور  
سر داوید شیر باز مزاری کی وزیر اعظم کے حکم سے  
دہائی مفتی محمود صاحب بھی رہا کر دیئے گئے۔  
۲۲ مارچ

۔ قومی اتحاد کی کونسل کا اجلاس  
وزیر اعظم کی دعوت مذاکرات سرور  
۔ ۲۶ مارچ کو عام ہڑتال کی اپیل  
۲۳ مارچ

۔ قومی اتحاد کی کونسل کا اجلاس جاری،  
۔ پوٹل انٹر کاسٹیشنل میں ایڈیٹر وزیر  
کمپن سے امیر جماعت اور پروفیسر غفور صاحب  
کا خطاب۔

۔ تحریک کا دسواں دن پورے ملک  
میں تحریک زور و شور سے جاری ہے۔  
۲۴ مارچ  
۔ بھٹو کے خط کا جواب قومی اتحاد کی  
جانب سے بھیج دیا گیا۔

۔ پروفیسر غفور صاحب نے بھٹو کے  
کے خطوط اور قومی اتحاد کے جوابات کے متن  
پریس کے لئے جاری کر دیئے۔  
۲۵ مارچ

۔ مرکزی رہنماؤں کی دوبارہ گرفتاریاں۔  
امیر جماعت کو رات ۸ بجے گرفتار کیا گیا۔

۔ نواب زادہ نواز خان صاحب کے  
اجتماعی پریس کانفرنس۔  
ملتان میں شیخ غفر حیات اور شیخ  
عبدالحی کی گرفتاری۔  
۲۶ مارچ  
۔ قومی اتحاد کی اپیل پر آج ملک میں  
ہڑتال کا سیلاب رہی۔

۔ مولانا عباسی نے اجتماعی پریس کانفرنس  
میں انگشت کیا کہ لاہور کے طلبہ پر تشدد کر کے  
یہ اقبالی بیان حاصل کرنے کی کوشش کی جا رہی  
ہے کہ انھیں جماعت تحریک کا رسی میں  
آکر کاربنار ہی ہے۔

۲۷ مارچ  
۔ لاہور میں ملتان کے شہیدوں کی نماز  
نماز جنازہ مولانا عباسی شریک ہوئے۔  
۲۹ مارچ

۔ ایڈیٹر نوائے وقت، مجید نظامی  
صاحب کی بانی جماعت سے ملاقات۔  
۳۰ مارچ

۔ تحریک کا تیرھواں دن۔  
۔ لاہور میں بیگم مولانا مودودی کی زیر  
قیادت دس ہزار خواتین کا عظیم الشان  
ہلوس۔

۔ کراچی میں صوبائی اسمبلی کا گھیراؤ۔  
۳۱ مارچ  
۔ لاہور میں طلبہ کا عظیم الشان ہلوس۔  
پریس کا ہلوس پر ہوجاؤ تشدد، پریس  
جو توں صحبت مسجد میں داخل ہو گئی۔

یکم اپریل  
۔ تحریک کا انیسواں دن۔  
۔ دھماکا عظیم الشان ہلوس۔







<p>۸۔ جو دھری ٹیپو الہی صاحب ۸ اگست</p>	<p>۱۔ جنیف دلے کی جماعت سے لئے آئے۔</p>	<p>۱۔ امیر جماعت، ہارشی زدگان کے لئے امدادی کام کا جائزہ لینے کے لئے کراچی</p>
<p>۲۔ خواجہ خیر الدین مولانا سے ملاقات کے لئے تشریف لائے۔</p>	<p>۲۔ پروفیسر غفور احمد صاحب کی پریس کانفرنس۔</p>	<p>۳ جولائی</p>
<p>۳۔ اجلاس مرکزی مجلس عاملہ ۹ اگست</p>	<p>۳ جولائی</p>	<p>۴۔ ڈنمارک میں مقیم ایک پاکستانی بانی جماعت سے ملاقات کے لئے تشریف لئے، ان کے ساتھ مولانا محرم کی کتاب اسلام کا نظام حیات کا ڈھنڈلا کر بھیج دیا تھا۔</p>
<p>۴۔ یکم دور کے جنرل دریا کرڈ امر بانی جماعت سے ملاقات کے لئے تشریف لئے۔</p>	<p>۴۔ سڈنی راکٹر، لونیورسٹی کے جناب منیار الاسلام مولانا محترم سے ملاقات کیلئے تشریف لائے۔</p>	<p>۵ جولائی</p>
<p>۵۔ قومی اتحاد کا سہ ہر ای اجلاس ۱۰ اگست</p>	<p>۵۔ جناب حسن بن داؤد (سعودی عرب) بانی جماعت سے ملاقات کے لئے تشریف لئے۔</p>	<p>۶ جولائی</p>
<p>۶۔ ایک روزہ اجلاس مرکزی مجلس شوریٰ انتخاب امیر جماعت اسلامی پاکستان کے لئے ناظم انتخاب کا تقرر۔</p>	<p>۶ اگست</p>	<p>۷۔ لواب مشتاق احمد گورمانی سابق گورنر مغربی پاکستان، امیر جماعت سے ملاقات کے لئے تشریف لائے۔</p>
<p>۷۔ ۱۲ اگست</p>	<p>۷۔ عبد الباقی بلوچ سابق رکن اسمبلی مغربی پاکستان، بانی جماعت سے ملاقات کے لئے تشریف لائے۔</p>	<p>۸ جولائی</p>
<p>۸۔ ۱۲ اگست</p>	<p>۸۔ سردار شوکت حیات صاحب رکن قومی اسمبلی مولانا محترم سے ملنے کے لئے آئے۔</p>	<p>۹ جولائی</p>
<p>۹۔ ۱۲ اگست</p>	<p>۹۔ سر نگر (مقبوض کشمیر) کے حسام الدین صاحب بانی جماعت سے ملاقات کے لئے تشریف لائے۔</p>	<p>۱۰ جولائی</p>
<p>۱۰۔ ۱۲ اگست</p>	<p>۱۰۔ چیف مارشل لار ایڈمنسٹریٹر جنرل ضیاء الحق مود مارشل لار ایڈمنسٹریٹر جناب جنرل اقبال بانی جماعت سے ملاقات کیلئے تشریف لائے، ملاقات تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ جاری رہی</p>	<p>۱۱ جولائی</p>
<p>۱۱۔ ۱۲ اگست</p>	<p>۱۱۔ ۱۲ اگست</p>	<p>۱۲ جولائی</p>
<p>۱۲۔ ۱۲ اگست</p>	<p>۱۲۔ ۱۲ اگست</p>	<p>۱۳ جولائی</p>
<p>۱۳۔ ۱۲ اگست</p>	<p>۱۳۔ ۱۲ اگست</p>	<p>۱۴ جولائی</p>
<p>۱۴۔ ۱۲ اگست</p>	<p>۱۴۔ ۱۲ اگست</p>	<p>۱۵ جولائی</p>
<p>۱۵۔ ۱۲ اگست</p>	<p>۱۵۔ ۱۲ اگست</p>	<p>۱۶ جولائی</p>
<p>۱۶۔ ۱۲ اگست</p>	<p>۱۶۔ ۱۲ اگست</p>	<p>۱۷ جولائی</p>



<p>کے لیے تشریف لائے۔ ۲۰ نومبر</p>	<p>۱۔ امیر جماعت کی پشاور سے کوہاٹ روانگی۔</p>	<p>۱۔ اجلاس عالم جادی، ارکان عالم کی بانی جماعت کے ساتھ نشست۔ ۱۱ اکتوبر</p>
<p>بانی جماعت کا بیان لوم تجدید ميثاق کی تائید میں۔ ۲۱ نومبر</p>	<p>۲۔ واپسی لاہور۔ ۲ نومبر</p>	<p>۲۔ اجلاس عالم جادی۔ ۱۲ اکتوبر</p>
<p>قیم جماعت جو دھری رحمت الہی ہو بہ سرحد کے دورے پر ۲۴ نومبر</p>	<p>۳۔ چیرمین اسلامی کونسل جسٹس محمد افضل چیر امیر جماعت سے ملاقات کے لیے تشریف لائے۔</p>	<p>۳۔ قومی اتحاد کی مرکزی مجلس حل کا اسلام آباد میں اجلاس۔ امیر جماعت اور پروفیسر</p>
<p>قیم جماعت کا مینال خود میں کارکنوں سے خطاب۔ ۲۵ نومبر</p>	<p>۴۔ ایف ایس ایف کے ایک گواہ کے انکشاف پر کہ ایف ایس ایف کو مضورہ کویم سے اڑانے کی ہدایت تھی اس مضورہ کی ناکامی</p>	<p>۴۔ امیر جماعت اور پروفیسر نے شرکت کی۔ ۱۳ اکتوبر</p>
<p>چیرمین اسلامی کونسل جسٹس افضل چیر جماعت کی بانی جماعت سے ملاقات ۲۶ نومبر</p>	<p>۵۔ فی امیر جماعت نے تمام ارکان و کارکنان کو ہدایت کی وہ ۱۱ نومبر بروز جمعہ کو دو رکعت نفل بطور شکرانہ ادا کریں۔</p>	<p>۵۔ امیر جماعت کی چیف مارشل لار ایڈمنسٹریٹر سے ملاقات۔ ۲۳ اکتوبر</p>
<p>بی بی سی لندن کے وفد کی بانی جماعت سے ملاقات۔ ۳۰ نومبر</p>	<p>۶۔ امیر جماعت کے نام رابطہ عالم اسلامی کا دعوت نامہ۔ ۱۲ نومبر</p>	<p>۶۔ اسلامی جمیعت طلبہ کا مظفر آباد (آزاد کشمیر) میں سالانہ اجتماع۔ ۲۶ اکتوبر</p>
<p>عہدہ سالہ جشن اقبال میں پروفیسر غفور صاحب کی تقریر۔ ۱۳ نومبر</p>	<p>۷۔ قومی اتحاد کا ہنگامی اجلاس۔ ۱۳ نومبر</p>	<p>۷۔ امیر مارشل امن خان کی بانی جماعت سے ملاقات۔ ۲۸ اکتوبر</p>
<p>سر دائر شری باز مزادی، جو دھری ظہور الہی کی چیف مارشل لار ایڈمنسٹریٹر سے ملاقات قومی مسائل پر گفتگو۔ ۲۲ دسمبر</p>	<p>۸۔ امیر جماعت کی ایم الزور مرحوم کی نماز جنازہ میں شرکت کی۔ ۱۳ نومبر</p>	<p>۸۔ میان لعل محمد صاحب آئندہ سال کے لیے امیر جماعت منتخب ہو گئے۔ یکم نومبر</p>
<p>مہجور دین کے سفر متین پاکستان جہاں ظہور الدین کی بانی جماعت سے ملاقات۔ ۱۶ دسمبر</p>	<p>۹۔ امیر جماعت کا عزم سودی عرب رات کی پرواز سے کراچی تشریف لے گئے۔ ۱۶ نومبر</p>	<p>۹۔ علماء اکیڈمی کی سہ ماہی کورس کی افتتاحی کلاس میں امیر جماعت کا خطاب۔ جامع مسجد مضورہ کے ایک حصہ کا افتتاح۔</p>
<p>مہجور دین کے سفر متین پاکستان جہاں ظہور الدین کی بانی جماعت سے ملاقات۔ ۱۶ دسمبر</p>	<p>۱۰۔ امیر جماعت کی کراچی سے جہہ داگی۔ ۱۶ نومبر</p>	<p>۱۰۔ امیر جماعت کی تقریب حلف برداری زیر صدارت بانی جماعت۔ ۳ نومبر</p>
<p>مہجور دین کے سفر متین پاکستان جہاں ظہور الدین کی بانی جماعت سے ملاقات۔ ۱۶ دسمبر</p>	<p>۱۱۔ امیر جماعت کی کراچی سے جہہ داگی۔ ۱۶ نومبر</p>	<p>۱۱۔ امیر جماعت کا ضلع پشاور کی تربیتی سے خطاب۔</p>

۸ دسمبر

بدو جہاد صلح الدین صاحب کی کتاب  
بنیادی حقوق کی تادیقی تقریب بانی جماعت نے  
بھی شرکت فرمائی۔

۹ دسمبر

چیف جسٹس آزاد کیمبر جسٹس محمد یوسف  
وائس بانی جماعت سے ملاقات کے لیے تشریف  
لائے

نہار عصر کے بعد ملحقہ دیدار سنگھ کے ستر  
ازاد پر مشتمل وفد کی بانی جماعت سے ملاقات۔

۱۰ دسمبر

چیف جسٹس اردن شیخ الہام العطان  
کی بانی جماعت سے ملاقات۔

ایمیر جماعت کی حجاز سے مراجعت۔  
۱۱ دسمبر

منصورہ میں مجلس شعروادب جناب ماہر  
انقادری کے اعزاز میں۔

۱۲ دسمبر

صدر آئرلین فیڈرلشن آف اسلامک  
کونسل جناب ڈاکٹر قاضی اشفاق احمد صاحب کی  
بانی جماعت سے ملاقات۔

ایمیر جماعت کا فیصل آباد میں کارکنوں  
سے خطاب اور پریس کانفرنس

۱۵ دسمبر

ایمیر جماعت کے اعزاز میں حیدرآد  
منہاج جامی محمد رفیق اشرفی صاحب (لاہور)

۱۶ دسمبر

ایمیر جماعت کا ایٹ آباد، ضلعی  
تربیت گاہ سے خطاب۔

۱۷ دسمبر

منصورہ میں جمیعت طلبہ عربیہ کا سہ

روزہ اجلاس۔

ایمیر جماعت کا خطاب۔

۱۹ دسمبر

جمعہ طاعات کے سالانہ روزہ  
اجلاس کا افتتاح۔

۲۱ دسمبر

جمعہ طاعات کے اجلاس کا  
اختتام۔

ایمیر جماعت کا اختتامی خطاب۔  
۲۲ دسمبر

یوم تاسیس اسلامی جمعیۃ طلبہ  
جمعہ کے اجتماع عام سے ایمیر  
جماعت کا خطاب

۲۳ دسمبر

نائب قلم کی روانگی برائے دورہ برآمد  
۲۵ دسمبر

نائب قلم کی کوہاٹ اور بنوں کی  
تربیت گاہوں میں شرکت۔

۲۶ دسمبر

نائب قلم کی روانگی برائے  
ڈیرہ اسماعیل خان۔

ادکان و کارکنان سے خطاب۔  
۲۸ دسمبر

اجلاس قومی اتحاد برائے انتخاب  
عہدیداران سال آئندہ۔

۲۹ دسمبر

مولانا مفتی محمد مدد داد پرنسپل  
غفور جزل سیکرٹری منتخب ہو گئے۔

۳۰ دسمبر

قومی اتحاد کی کونسل کا اجلاس بد

دوبہر ختم ہوا۔

قومی اتحاد کا نیا دستور منظور ہو گیا

## خوشخبری

رمضان المبارک کے آنے کی خوشی میں  
ہر سال کی طرح اس سال بھی ادارہ تجلی  
اور دارالفيض رحمانی کی طرف سے عام  
خریداران کو کتابوں میں ۲۵ فی صد کی  
اور سروسہ در نجف پر پندرہ فی صد  
کی رعایت حاصل رہے گی۔ لیکن  
یہ واضح رہے کہ ان ہی کتابوں پر  
رعایت دی جائے گی جو زیر نمائے  
میں جن کے اشتہارات دیئے  
جائے ہیں۔

اور تمام ایجنٹ سروسہ اور کتب و شفا  
حضرات کو کمیشن کے بعد بچنے والا  
خالص رقم پر خریدار فی صد کی رعایت  
دی جائے گی۔ شرط یہی ہے کہ کتابیں  
صرف وہی منگائی جائیں جن کے اشتہار  
اس شمارہ میں دیا جائے ہیں۔

یہ رعایت یکم رمضان سے  
۳۰ شوال تک باقی رہے گی

(منیچہ)

مکتبہ تجلی دارالفيض رحمانی  
دوبہر بند

کبھی نہ بچنے والی آگ سے بچا اور اپنے اہل خیال کو بچاؤ

قرآن کریم کی ہلادینے والی للکار  
اور ساتویں صدی کے امام نوویؒ کی دلدوز چار  
مجموعہ ریاض الصالحین مترجم اردو

شارح مسلم امام وقت علامہ نوویؒ کی بے نظیر تالیف، تزیین و ترتیب ادا صلاح و ترتیب سے متعلق چار سو سے زائد آیت قرآنی اور دو ہزار کے قریب احادیث نبویؐ کا مجموعہ الحاد و فساد کے اس دور میں پریشان و فاسد کو امن و سکون اور فسق و فجور سے آلودہ زندگیوں کو تقویٰ و طہارت بخشنے والی اکسیر صفت کتاب، کسی دل کداز و اعضا کے پر تاثیر و غطا کی طرح دہشتیں، مقدس و معتبر الکلمات احادیث، خلوص و دلالت میں ڈوبی ہوئی شریعت دل و دماغ کو خوف خدا اور محبت رسول سے لبریز کر دینے والا انداز بیان، الحاد و دہریت کے اس بے پناہ سیلاب سے بچنے کے لئے آج ہی اس کا مطالعہ فرمائیں، دو جلدوں پر مشتمل سائز ۱۰/۱۱ جلد بیگزین جلد اول صفحات ۵۰۰ ۵ قیمت ۳۰ روپے جلد دوم صفحات ۵۰۰ ۵/۱۱ بمحصول لڑاک ہندو ادارہ دونوں جلدیں ایک ساتھ منگوانے والے حضرات کو ۶۰ کے ۵/۱۱ کا دی پی آر حاصل ہوگا۔ اس مبارک مجموعہ حدیث کی اشاعت میں تعاون ہم خراجیم ثواب کا بصدق ہوگا، کارڈ لکھ کر طلب فرمائیے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد فرمود قرآنی جواہر پارے جو امت محمدیہ کے لئے مینارہ نور اور سرمایہ سعادت ہیں

چودہویں مکی مقدس تفسیر

تفسیر حضرت ابن عباسؓ (اردو)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کی روح پرور تفسیر جس سے بعد کے مفسرین نے استفادہ کیا ہے۔ قرآن کریم کی وہ بنیادی تفسیر جو براہ راست ایک عظیم المرتبت صحابی سے منقول ہے ایک ایسا شرف جو کسی دوسری تفسیر کو حاصل نہیں، اردو زبان میں یہ نادر تفسیر علامہ سیوطیؒ کی مرتبہ شان نزول کے ساتھ پیش کی جا رہی ہے ترتیب متن قرآن شریف ترجمہ حکیم الامت حضرت سحائفؒ صحابی رسول کی مقدس تفسیر آیات قرآنی کا دل نشین شان نزول جامع اور اثر انگیز عنوانات طریق اشاعت ہر ماہ میں ایک پارہ شائع ہو رہا ہے۔ ہدیہ فی پارہ ۵/۱۱۔ ممبران کے لئے محصول ڈاک ہندو ادارہ نمبر بننے کے لئے ایک کارڈ لکھئے آپ کو ہر دسے ماہ ۵/۱۱ روپے کی دی۔ پی آر سال ہوگی، ۵ پارے بجا مجلد ہدیہ ۲۰/۱۱ دس پارے بجا مجلد بیگزین ۳۵/۱۱ محصول ڈاک ہندو ادارہ ۵۔ ایک عظیم صحابی رسول کی مقدس تفسیر کی اشاعت میں ادارہ سے تعاون فرمائیے خود ممبر بنئے اور دوسروں کو ممبر بنائیے۔

ملنے کا پتہ

الہ آباد سر قرآن دیوبند (یو پی)

# مسجد ہو سے مسجد ہو نہ تک

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یہاں پر عرصہ دو ماہ سے مولوی حکمت اللہ مقیم ہیں آپ ہر تقریر میں روزانہ فرماتے ہیں کہ تبلیغی جماعت میں ہا ہر نکلنے سے ایک نماز کا ثواب سات لاکھ نمازوں کے ثواب کے برابر ہے۔ ایک روپیہ اللہ کے اس کام میں لگانے کا ثواب سات لاکھ روپیہ کے برابر ہے اس راہ میں نکلنا حج جیسی بڑی عبادت سے بھی افضل ہے۔ روزانہ کم از کم تین مرتبہ ضرور نمازوں کو روک لیتے ہیں۔ علمائے دین کچھ فرماتے ہوں میں یکے از جہلائے دین آپ بتی عرض کرتا ہے کہ مجھ سے بھی ایک محترم بھائی نے بالکل یہی بات فرمائی تھی میں نے کہا۔ لیجئے ایک روپیہ تو یہ حاضر ہے اسے جس طرح چاہے کار خیر میں صرف کیجئے، اور باہر نکلنے کو جب کہیں بندہ حاضر ہے۔ فرمایا اکل ہم کچھ لوگ..... ہمارے ہیں تیار ہو جاؤ۔ میں نے کہا بسر و چشم۔ اور اگلے دن دوپہر کا کھانا کھا کر ہم گیارہ آدمی ایک گاؤں کی طرف چھوٹ گئے۔ آغاز سفر کی تفصیل اور شرکاء سفر کے کوائف اگرچہ لحاظ میں لیکن ایڈیٹر محلی شاید جماعت تبلیغی والوں سے کچھ ادھار کہا گئے ہیں کہ، انہوں نے جی بھی مجھ سے فرمایا تھا کہ ”دیکھو! جماعت تبلیغی کے معاملہ میں ملائیت مت پھیلاتا۔ لہذا مجبوراً متعلقہ لطائف سے قطع نظر کر کے صرف آپ بتی پر صبر کرونگا۔ پس دوپہر گھنٹے بعد ظہر کا وقت آیا اور ہم خانہ بدوشوں نے ایک جگہ نماز پڑھی۔ نماز کے بعد میں نے اہل جماعت سے عرض کیا کہ بندہ تو واپسی کی اجازت چاہتا ہے۔ سب نے کہا یہ کیوں؟ بندے نے کہا خود سوچ لیجئے۔ سب بولے صاف

صاف بتاؤ، تب میں نے عاجزی کے ساتھ عرض کیا: ”آپ حضرات تبلیغ کرتے ہیں کہ آپ کے ساتھ ہا ہر نکلنے پر ایک نماز کا ثواب سات لاکھ نمازوں کے برابر ہے۔ لہذا ایک نماز میں نے پڑھ لیا اور ثواب کا عظیم سرمایہ آخرت کے بینک میں جمع کر دیا۔ میری عمر اگر بوقلندر رحمتہ اللہ علیہ کے فضل سے شتر برس کی ہو اور ایک سال کے تین سو پینسٹھ دن مان لئے جائیں اور یہ بھی فرض کر لیا جائے کہ مجھ پر پیدا ہوتے ہی نماز فرض ہو گئی تھی تو فی دن پانچ نمازوں کے حساب سے ساری عمر کی ۱۲۹۵۷۵ نمازیں بنتی ہیں۔ لہذا سات لاکھ نمازوں کا ثواب تو میری پانچ پشتوں تک کو کافی ہوگا۔ اور دوسری طرف ایک روپیہ دے کر میں سات لاکھ روپیوں کی خیرات کا ثواب حاصل کر چکا ہوں۔ پس کیا اتنا ثواب نجات کے لئے کافی نہیں ہے؟“

کچھ ہنسنے کچھ روتے۔ کچھ غصہ ہوئے۔ آخر ایک محضر بھائی نے نہایت للہیت سے کہا:۔

افسوس ملا تم حدیث رسول کا مذاق اڑاتے ہو۔ کیا تمہیں نہیں معلوم کہ ہمارے حضور نے متعدد اعمال پر ہزاروں گنا ثواب کی بشارت دی ہے۔ خود قرآن کہتا ہے کہ لیلۃ القدر خیر من الف شہدر۔ شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے کیا اس میں بھی تم حساب کتاب کی پچ لڑاؤ گے؟ میں نے عرض کیا:۔

”تو آپ کا مطلب یہ ہے کہ آپ کی طبع زاد باتوں کو قرآن اور حدیث کی جزو ایمان مان لو؟۔ خیر فردی تو محمد



نہیں کر رہا بلکہ اپنے ثواب کے ذخیرے پر نازاں ہے اور ارادہ رکھتا ہے کہ اب اگلی ساری زندگی گناہ اور رنگ ریلوں میں گزاراں گا۔ آپ تو جانتے ہی ہیں کہ برائی کا بدلہ دینے میں اللہ کے یہاں ضرب کا قاعدہ نہیں چلتا دو چار ہزار گناہ میں نے کر رکھے تھے تو سات سات چودہ لاکھ ثوابوں کے مقابلہ میں ان کا کیا وزن ہوگا؟

سب بھائی جھلا گئے۔ ایک نے فرمایا۔

”مودودیت کلمہ کی انجام ہے۔۔۔ آئیے ہم لوگ چلیں“ اور چلنے لگے مگر جن بزرگ نے مذکورہ فقرے کہے تھے میں نے ان کا ہاتھ پکڑ کر پوچھا۔

”آپ نے بخاری پڑھی ہے؟“ فرمایا ”نہیں“ میں نے کہا ”مشکوٰۃ؟“ بولے ”نہیں“ میں نے کہا ”شرح وقایہ کنز، منیۃ المصلیٰ؟“ بولے ”نہیں“ میں نے کہا۔ ”گلستان“ پند نامہ، قاعدہ بغدادی؟“ بولے ”ہاں“ قاعدہ بغدادی اور کریم پڑھا ہے۔“ میں نے کہا ”خیر کہہ ماکے پہلے ہی شعر میں ”کمند ہوا“ کا لفظ آتا ہے اسے زعفرانی روشنائی سے ایک کاغذ پر لکھ لیجئے اور کاغذ کی پشت پر قاعدہ بغدادی شریف اور اپنا نام مع والد کے رقم فرمائیں۔ پھر روغنی کاغذ میں لپیٹ کر تعویذ بنائیں اور سات مرتبہ ”یا بوقلندر“ پڑھ کر اسے بائیں بازو پر باندھ لیں انشاء اللہ آسیب دور ہو جائے گا۔

”جیج کر بولے“ کیسا آسیب؟“ میں نے کہا ”یہی مولانا مودودی کا!“

ستیا ناس! ہرجستہ فرمایا اور چند شرعی گالیاں دیں۔ مثلاً ”جہنمی، زندیق، قادیانی، چکڑا لوی!“

میں نے گالیوں کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا۔ ”مجھے اندیشہ ہے کہ آپ حضرات کے منہ سے مرتے وقت کہیں کلمہ کی جگہ مولانا مودودی کے نام گالی نہ نکل پڑے بہتر ہوگا کہ پہلے کسی پر فخر سے یہ بھوت اتروالیجئے۔“

داستان لمبی ہو گئی۔ لیکن جواب استغفار بھی نہ بنا حتیٰ یہ ہے کہ فتویٰ دنیا علماء کا کام ہے اور میں نالائق کیا فتویٰ

دوں گا کہ لے دے کے قاعدہ نورانی اور تعلیم الاسلام حصہ اول پڑھا ہے اور ان میں بھی تین سال تک مسلسل فیل ہوا ہوں۔ چوتھے سال ایک تعویذ اجیر شریف سے گیارہ پوچے پانچ آنے میں منگایا تب کہیں پاس ہوا۔ پاس ہو کر یہ سوچ ہوئی کہ تعویذ کے روپے کسی طرح واپس ہونے چاہئیں آخر قاعدہ نورانی اور تعلیم الاسلام حصہ اول دونوں کی مجموعی قیمت مشکل سے تین آنے ہوتی ہے کہاں کا انصاف ہے کہ ان میں پاس ہونے کے لئے اتنے روپوں کا تعویذ ہو۔ منگا تو اس مجبوری میں لیا تھا کہ والد صاحب نے فرمایا تھا اب کی فیل ہوا تو لنگوٹی باندھ کے گھر سے نکال دوں گا۔ پہلے تو میں نے سوچا کہ یہ بھی کچھ برا نہیں کیا تعویذ لنگوٹی باندھ کر میں بھی مہاتما گاندھی کی طرح پیچھے گلوں مگر تیسرے دن چھوٹی بہن سے معلوم ہوا کہ والد صاحب نے پروگرام تھوڑا بدل دیا ہے یعنی اب لنگوٹی باندھ کر نہیں نکالیں گے۔ بلکہ ہاتھ پیر باندھ کر کھونٹی میں لٹکائیں گے۔ اس خبر سے ہوش اڑ گئے اور تعویذ منگایا۔ گوکہ والدہ کے روپے خیرا کر منگایا مگر یہ ایک قطعاً نجی اور ذاتی بات تھی۔

جو زندہ یا بزدل۔ محلہ میں ایک مسیتا خان رہتے تھے۔ بڑے جفا داری صوفی۔ مغرب سے فجر تک مسلسل سوتیں بس جتنی دیر مغرب کی نماز ہو وہ چوبیس گھنٹے کا راشن پیٹ میں ڈال لیتے تھے۔ پھر قوالی اور پھر سونا۔ اللہ کا کرنا یوں کہ انہیں کلیر شریف میں بمبئی کی ایک طوائف سے شدید عشق ہو گیا۔ بقول ان کے ظالم کی آواز کھن داؤدی تھی نغمہ سرمدی بھی وغیرہ وغیرہ۔ جن اشعار پر عشق حملہ آور ہوا وہ یہ تھے۔

باتیں ہیں باطل یہ دو احمد بے ایم کو :۔ غیر خدا جانتا میں بشر دیکھنا اور

اللہ کی قدرت میں حدت کے سوا کیا ہے :۔ جو کچھ مجھے لینا ہے لیلو کا محمد اور

اک میم کا ہمدہ ہے تو کیا اس میں دھڑلہ :۔ ظاہر میں محمد تو باطن میں غلبے اور

خواجہ پامری رنگ دے چند ریا۔ ایسی رنگ دے رنگ ہی چھوٹے

— دھوبیادھوئے چاہے ساری عمر یا۔

اور

پوچھنا فرشتہ جب تو کون ہے؟ کہہ دو مگرا: جا بھاگ میں بندہ ہوں سرکارِ عالم کا  
اے خواجہ کلیر کیا تعریف کروں تیری: تو عکسِ حقیقی ہے مختارِ دو عالم کا

فرمایا: مت پوچھو ملا: ظالم کیا کیا سنا گئی۔ اور کس طرح  
سنا گئی پھر میں تھا کہ شعروں کی روحانیت پہ غور کروں یا آواز  
کی دلکشی پر دھیان دوں یا ہاتھ پیروں کے لوچ اور طرزِ ادا  
کو دیکھوں۔ بس پھر ک رہا ہوں کبوتر کی طرح؟  
اور ایک بڑا دلدار آہنگ دار سانس لیا جیسے غمخواروں  
کر رہے ہوں۔ میں نے عرض کیا:۔

”اب کیا ارادہ ہے غالباً خود کشی سے تو جنات کو دلچسپی ہوگی؟  
بولے۔ ”حرام موت! تو بہ تو بہ۔ خود کشی تو میرے ہا پنے  
بھی نہیں کی۔ حالانکہ انہیں ایک درجن سے زیادہ مرتبہ عشق کی  
کھائیوں سے گزرنا پڑا۔ اور میرے دادا تو سراپا عشق تھے  
وہ جسے کہتے ہیں فی اللہ اور لہ“

میں نے مبارک باد دی۔ ”ماشاء اللہ ایس خانہ بہرہ آفتاب  
رست!۔ یہ بتائیے اب علاج کیا سوچا ہے؟“

بولے۔ ”حضرت خواجہ مدار بخش سے آٹھ دن کا وظیفہ  
لایا تھا۔ پڑھ کے ختم بھی کر چکا۔ روز ڈاکیہ کی راہ دیکھتا ہوں کہ  
شاید خط آئے مگر وہ ظالم تو مبینی جہا کے چپ ہو رہی۔ اب  
آپ ہی بتائیے کیا کروں جی چاہتا تھا مبینی پہنچ لوں اور پوچھوں  
پہ دھرنادے کے بیٹھ جاؤں کہ اسے بہت طنز:۔

یا تو ہمارے دل کو لوٹا دے یا پھر بیڑا پار لگا دے

مگر سسری بیوی ایسی ملی ہے کہ کیا کہوں۔ آج ہی  
کل میں بارھویں برخوردِ انازل ہونے والے ہیں ایسے میں  
گھر چھوڑ کر کیسے جاؤں۔ یہ خبیث نادر حسن جاتے کہاں چلا  
گیا، سننے سے بنگالہ جاوہریتِ نادر کا کرتا ہے۔  
میں نے کہا:۔ ترس آتا ہے آپ پر۔ خیر میں نے حل  
نکال لیا ہے۔۔۔۔“

اس کے بعد دس منٹ سے زیادہ دیر نہیں لگی کہ میرا  
تقویدان کے بلند پر تھا اور گیارہ روپے بائج آنے میری

جیب میں۔ آپ شاید مجھے احمق کہیں گے کہ صرف لاگت  
وصول کی حالانکہ ایسے فلک رسیدہ عاشق سے دو گنا چوگنا  
وصول کیا جاسکتا تھا۔

## دیوبند سے عربی کے مراسلاتی کورس کا اجزاء

خط و کتابت کے ذریعہ جدید عربی سیکھے

عربی زبان کی اہمیت اور روز بروز بڑھتی

ہوئی مقبولیت کے پیش نظر ممتاز فضلاء دیوبند

کے ایک بورڈ نے عربی کے مراسلاتی کورس کا اہرار

کیا ہے۔ اب ہندوستان کے کسی بھی گوشے میں رہنے والا

کوئی بھی شخص امر و یا عورت اپنے گھر بیٹھے خط و کتابت کے

ذریعہ عربی سیکھ سکتا ہے۔

داخلی خرچ ہو چکے ہیں۔ فارم داخلہ اور پراسپیکٹس۔

شرائط داخلہ۔ منگنے کے لئے ایک روپیہ بذریعہ منی آرڈر

بیجئے۔ مراسلت کا پتہ

سرٹیفیکیٹ ٹیچنگ سنٹر، مال مسجد اسٹریٹ دیوبند

(یو پی)

## چند مفید اور قابل مطالعہ کتابیں

۳/۵۰	ترجمہ آخری چالیس سورہیں	۲۰/-	۹/۰	معارف القرآن دوم	حصن حصین
۱۵/۰	بیاض یعقوبی	۲۰/۰	۱۴/۰	" " سوم	شریعت و طریقت
۱۰/۵۰	خطبہ علمی	۲۰/۰	۲/۵۰	" " چہارم	الابرار کا احسان و سلوک
۲/۵۰	ہزار مسند	۱۰/۰	۵/۰	تاریخ دیوبند	سیدہ کالال
۳/۰	مخدوم علی صابری کلیری	۶/۰	۱۶/۰	غلاب ملت	تذکرہ انجیل
۳/۰	تفسیر رشیدی	۱۶/۰	۲۲/۰	حکیم الاسلام اور انکی مجالس	جواہر الفقہ اول
۳/۲۰	الحجاز رقم	۵/-	۲۳/۰	سرور مجاز	جواہر الفقہ دوم
۵/۰	اسات حسنہ کی برکات	۵۰/-	۲۵/۰	تقیہ کے پھول	فیوض یردانی
۶/۵۰	تبلیغ دین محسنی	۱۱/۰	۱۰/۰	سیدہ کشیدہ کاری	خطبات حنیفہ
۲/۵۰	ہمارے اسلاف	۲/۵۰	۱۵/۰	نائج محل کشیدہ کاری	رسول اکرم کی سیاسی زندگی
۱/۵۰	خصائل نبوی	۲/۵۰	۲۰/۰	خرد و کشیدہ کاری	معارف القرآن اول

ناشر - مکتبہ تجلی دیوبند (پوچھ)

نزلہ زکام، کھانسی  
کی بہترین دوا۔  
اس کے استعمال سے  
بہت جلد فائدہ  
ہوتا ہے۔

شریت نزلہ



دواخانہ طبیبہ کالج مسلم یونیورسٹی ملتان

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سفر حق کی ۲۹ ویں منزل  
اُور

انتیسویں منزل کا پانچواں اقسام  
فی شماره \_\_\_\_\_ ڈھائی روپے  
اس شماره کی قیمت \_\_\_\_\_ پانچ روپے

عموم از تعاون چھ ماہ کے لئے \_\_\_\_\_ تیرہ روپے  
ایک سال کیلئے \_\_\_\_\_ چوبیس روپے  
دو سال کے لئے \_\_\_\_\_ بیالیس روپے  
تین سال کے لئے \_\_\_\_\_ ساٹھ روپے  
چار سال کے لئے \_\_\_\_\_ پچتر روپے  
پانچ سال کے لئے \_\_\_\_\_ نوے روپے

خصوصی زیر تعاون حسب ہمت اور حسب تقی (یعنی کمی زیادتی  
دونوں گوارہ) غیر مالک سے بذریعہ بحری ڈاک دو پونڈ

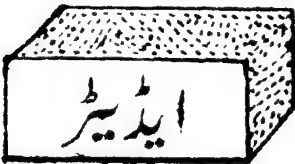
اس دائرہ میں سرخ نشان کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے سال بھر  
کے لئے ازراہ تعاون جو رقم ارسال کی تھی اس کی مدت ختم ہو چکی ہے  
تجلی کو اگر آپ نے اپنے اور اپنے اہل خانہ کے لئے مفید عسوس کیا ہو تو  
چوبیس روپے روانہ کر کے تعاون کی مدت میں توسیع کرنے کی اجازت  
دیں ورنہ بذریعہ خط تجلی سے اپنا رشتہ منقطع کرنے کی اطلاع کریں  
اگر آپ نے کوئی جواب نہ دیا تو اگلا شماره ہم وی پی کر دیں گے اور  
وی پی وصول کرنا آپ کا اخلاقی فساد ہوگا۔

شیر شیر شیر شیر شیر شیر

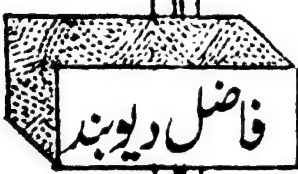


دیوبند

ماہنامہ



حسن احمد صدیقی





۵

مولانا عامر عثمانیؒ

۶

ادارہ

۷

حسن احمد صدیقی

۱۱

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی

۲۹

حسن احمد صدیقی

۳۵

حسن احمد صدیقی

۹۲

۱۰۸

سید اسعد گیلانی

۱۱۳

ایشیہار لاہور

۱۱۵

تالش عامری

۱۲۲

ابوالخیر اعظمی

۱۲۷

حسن احمد صدیقی

۱۳۱

مترجم خلیل الحندی

۱۳۹

ملا ابن العربیؒ

دستک

احوال واقعی

آغاز سخن

سیرت سرورِ عالم

تجلی کی ڈاک

بھٹو کے دورِ اقتدار میں چوروں کی حکمرانی

جھاڑ پھونک اور تعویذ گندوں کی غیر عالمانہ

مخالفت کا جائزہ

اسلام کا انسانِ مطلوب

بھٹو کو معاف کرنا سنگدلی و سفاکی

حضرت ابوبکر صدیقؓ

اغبام و تفہیم

مولانا اخلاق حسین قاسمیؒ سر تنقیدی

دوسری قسط

مروادِ ابستار

مسجد سے مینا نے تک

مولانا عامر عثمانی

نور اللہ مرقدہ

نَقَادِ عَظْم

دِسْکُ

جو لوگ کسی دین کو سینے سے لگائے ہوئے ہیں ان کی نفسیات کا لازمی تقاضا ہے کہ ان حضرات سے انھیں عقیدت ہو جو اس دین کے تعلق سے بزرگ قرار دیئے جاتے ہیں۔ ابو حنیفہ و شافعی ہوں یا شاہ جیلانی و خواجہ حمیری۔ ان حضرات نے اپنے اپنے انداز میں اس طاعت رب کا حق ادا کیا جو اسلام کو مطلوب ہے لہذا اسلام کو سینے سے لگانے والی امت کی نظروں میں معزز ٹھہرے۔ ان سے بالیقین مسلمانوں کو عقیدت و محبت ہوگی۔ مگر ہر عقیدت کی کچھ ضروری حدیں ہیں جن میں اسے محدود رہنا چاہیئے۔ ان حدود کو اگر مبالغے کے پیشہ سے توڑ دیا جاتا ہے تو یہ مجرمانہ حرکت ہوگی جس سے اسلام نے روکا ہے۔ حضرت عیسیٰ خدا کے پیغمبر تھے۔ ان کی عزت و عقیدت جس دل میں نہ ہوگی وہ سیاہ خانہ کہلائے گا۔ ان کی توہین کرنے والے کو خارج از اسلام قرار دیں گے مگر جو لوگ عقیدت کی افراط میں انھیں خدا کا بیٹا کہنے لگیں ان کے مجسم ہونے میں کیا شک ہے۔ وہ جائز حدود سے آگے بڑھ گئے اسی طرح خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی عقیدت و محبت تو عین اسلام ہے۔ ان کی اطاعت، اطاعت رب کے مراد ہے۔ انھیں اپنے مساں باپ اور اپنی جانوں پر فوقیت دینا فرمان خداوندی ہے۔ ان پر جو قلب شہداء ہیں وہ مومن کا قلب ہی نہیں۔ ہزار ہزار صلوٰۃ و سلام ان پر۔ لیکن وہ خود فرماتے ہیں کہ مجھے بڑھاؤ چڑھاؤ نہیں۔ تعریف میں غلومت کرو۔ شرک سے بچو۔ تمام عظمتیں اور تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں۔ کوئی بھی تعریف و تعظیم بس ان حدود میں درست ہے جو عبادیت و بشریت کی حدیں ہیں۔ الوہیت اور شانِ خدائی کا کوئی شائبہ کسی میں نہیں۔ توحید سب سے معظم و برتر حقیقت ہے اس پر حرف نہ آنے پائے۔

ماخوذ من حلی مارچ و اپریل ۱۳۴۷ھ



# احوال و قیام

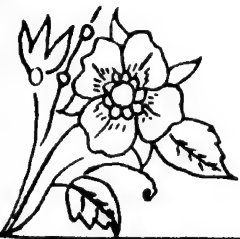
خیال یہ تھا کہ ”بھٹو نمبر“ میں وہ تمام مضامین اکٹھے کر دیئے جائیں جو پاکستان کے قابل اعتبار پرچوں میں شائع ہوتے رہے ہیں۔ لیکن غیر معمولی تاخیر ہو جانے کی وجہ سے موضوع بار مزہ ہو کر رہ گیا ہے۔ لہذا بھٹو سے متعلق کئی مضامین کی اشاعت روک دی گئی ہے۔ اور بھٹو نمبر کو خاص نمبر میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔

اس شمارہ کو خاص نمبر اس لئے سمجھ لیا گیا ہے کہ اس کی ضخامت پرچوں کے مقابلہ میں تقریباً دو گنی ہے۔ دیئے قارئین یہ بات یقیناً محسوس کریں گے کہ اس شمارے میں شائع ہونے والے تمام ہی مضامین خاصہ اہم ہیں۔ ممکن ہے کہ مضامین کی کشش اور افادیت اس غیر معمولی تاخیر کا بڑا مزا کو رفع کر دے۔ ہم تو بہر حال شرمندہ ہیں ہی۔ اور اب تو معذرت و ندامت کا اظہار کرنے کے لئے الفاظ بھی نہیں ملتے۔ قارئین بس صاف کر دیں۔ ہماری مجبوریوں کو حقیقت سمجھ لیں تو ان کی عنایت و درنہ وہ جو بھی صلواتیں سنائیں اسی کے ہم سوار آئے مسحق ہیں۔

ارادہ یہ تھا کہ یہ خاص نمبر کم از کم دس سو صفحات پر مشتمل ہو لیکن کاغذ پر اچانک دام بڑھ جانے کی وجہ سے کئی اہم مضامین کو خارج کر دیا ہے انشاء اللہ ان مضامین کو اگلے شمارے میں پیش کیا جائے گا۔

ایک اندوہناک خبر:۔ قارئین تجلی نے اکثر تجلی کے پہلے ہی صفحہ پر ”کتبہ علی اکبر“ لکھا دیکھا ہو گا۔ یہ علی اکبر عثمانی مولانا عام عثمانی کے چھوٹے بھائی تھے۔ عید الفطر کے آٹھ روز بعد دل کا دورہ پڑ جانے کی وجہ سے ان کا انتقال ہو گیا۔ موصوف انتہائی شریف اور خود دار آدمی تھے انہوں نے ایک بیوہ اور آٹھ بچے چھوڑے ہیں جن کی کفالت کا بظاہر کوئی بند و بست نہیں۔ قارئین تجلی دعا فرمائیں کہ پروردگار مرحوم کی مغفرت فرمائے اور ان کے بچوں کی کفالت کا پردہ سبب سے بند و بست فرمادے۔ اور ان کے بچوں کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ آمین

شیخ شمشیر



# آغاز سخن

شب شنبہ ۱۰ جہانگیر

چھٹک منکھور کے ضمنی انتخابات میں اندرا گاندھی کی جیت کو جزا ہیئت کی جارہی ہے وہ صرف ہمارے لئے ہی باعث حیرت نہیں ہے بلکہ ہر اس شخص کے لئے باعث حیرت ہوگی جو عقل سلیم کے ساتھ ساتھ سید میں صحیح و سالم ایمان رکھتا ہو۔

ماضی قریب ہی کی تو بات ہے جب اندرا گاندھی اور ان کے نالائق سپوت نے عوام کا جیاد بکھڑ کر دیا تھا۔ اہم جنسی کے لیل و نہار کی کوئی ایسی ساحت تھی جو کسی مظلوم کی چیخ و پکار سے خالی نہ ہو۔ ہر دن ہر لمحہ ہر آن کسی نہ کسی پر مشق ستم کی جاتی تھی کسی کا گھر گرا دیا کسی کا روزگار تباہ کر دیا کسی کا وقار خاک میں ملادیا۔ کسی کو جیل میں ٹھونس دیا۔ راجدھانی میں جو منظم ڈھائے گئے تھے وہ اپنی مثال آپ ہیں۔ ان ہی کے رونما ہونے سے چنگیز اور ہلاکو کی روہیں بھی لرز گئی ہوں گی۔

جماعت اسلامی ہو یا تبلیغی جماعت بریلوی حضرات ہر یاد یوں بندی اور اہل حدیث سبھی اندرا اور ان کے تخت بطن کی ستم نوازیوں کا شکار ہوئے۔ ماسٹر پلان کی آڑ میں جو کچھ توڑ پھوڑ اور بھراسی کے نتیجے میں عوام پر جو ستم ڈھائے گئے تھے ان کی یاد آج بھی تروتازہ ہے اور آج بھی دل ان روح فرسا آفات سے لرز اٹھتا ہے جو اہم جنسی کے شب و روز میں رونما ہو چکی تھیں۔

نس بندی کی تحریک چلاتے ہوئے جو قیامیں ٹوٹی تھیں انھیں کیسے فراموش کیا جاسکتا ہے۔ انھیں فراموش کر بھی دیا جائے تو یہ بات کیسے فراموش کی جاسکتی ہے

کہ اندرا گاندھی نے مکرو فریب سے کام لیتے ہوئے ہر مہتمم صاحب کا بیان ریڈیو سے نشر کرایا اور عوام ہر علمائے کے درمیان جو رشتہ بر عقیدت قائم تھا اسے ٹھیس پہونچائی۔ یہ سازش رنگ نہیں لاسکی اگر یہ سازش رنگ لے آئی تو عقیدت کے ذہ تمام تاج محل منہدم ہو پاش پاش ہو جاتے کہ جن کی استواری اسلام کے حق میں باعث خیر اور جن کا انہدام اسلام کے لئے باعث شر ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں کچھ اور ایسی فحش اور برہنہ حرکتیں کی گئی تھیں کہ تاریخ میں جس کی مثال ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملتی ان سب باتوں کے باوجود اندرا گاندھی کی حکمت کامیابی پر خوشی کے بگل بجانا۔ اور فرط مسرت میں ہلٹلانا تعجب خیز بھی ہے اور عجیب تر ناگ بھی۔

جہاں تک عوام کا معاملہ ہے تو ان کی حرکات و سکنات کو نظر انداز کیا جاسکتا ہے اس لئے کہ وہ تو بوقت ہی ہیں کالاف نام ان سے اس بات کی توقع رکھنا تو فضول ہی ہے کہ وہ کوئی بھی اقدام کرتے وقت اسکے گرد و پیش کا جائزہ لے لیں۔ لیکن جو خواص میں سے کوئی بھی شخص ناکبھی کا مظاہرہ کرے تو حیرت و افسوس کی انتہا نہیں رہتی۔

ہفت روزہ نشمن کے مدیر عثمان اسد صاحب ہمارے نزدیک خواص ہی میں شامل ہیں کئی خصوصیات کی بنا پر انھیں یک گونہ فوقیت حاصل ہے۔ عام حالات میں وہ حق و صداقت کا دامن تھامے رکھتے ہیں۔ مذہب اسلام سے بھی انھیں گہری وابستگی ہے اور اس کا اظہار وہ زمین کے

ہر شمارے میں کرتے رہتے ہیں۔ لیکن نیرنگی زمانہ دیکھتے ہی حضرت اندرا گاندھی کے قصیدے الما پتے وقت ماضی کی ہر حقیقت کو جھٹلانے پر کمر بستہ ہو جاتے ہیں۔ اور اندرا گاندھی کا ذکر کچھ اس انداز میں کرتے ہیں جیسے اس سے زیادہ ایمان دار صاحب تقویٰ عورت دنیا میں آج تک پیدا ہی نہیں ہوئی۔

اندرا گاندھی کی بے جا تعریف کی ہم تاویل کر لیتے یہ سوچ کر کہ عثمان اسد مرہٹ اور عورت ہر مرد کی کمزوری ہوتی ہے۔ لیکن اس کی تاویل کیا کی جائے کہ عثمان صاحب ایمر جنسی میں ہونے والی کسی بھی کھٹائی کا یقین کرنے کے لئے تیار نہیں۔ ان کا دعویٰ ہے کہ ایمر جنسی میں منہ لم سرے سے رہتے ہی نہیں بلکہ اندرا کے کچھ مخالفین کہانیاں اور قصے گھڑ لئے ہیں تاکہ ان کا سہارا لے کر اندرا جیسی مکرر صفت عورت کو رسوا کیا جاسکے۔ ان کی بعض تحریریں پڑھ کر تو ہم پر شک طاری ہو گیا۔ اور ہم یہ سوچنے پر مجبور ہو گئے کہ جب کبھی قوم پر خدا کا عذاب آتا ہے تو اس قوم کے رہنماؤں کی عقل سر کے بجائے ایڑیوں میں آجاتی ہے اور وہ غلط سلط پاتیں کرنے کے عادی ہو جاتے ہیں۔ ہ نومبر کی اشاعت میں انہوں نے جو کچھ فرمایا ہے اسے پڑھ کر دل و دماغ لرز کر رہ گئے۔ ارشاد عالی اس انداز میں شروع ہوتا ہے۔

اندرا کی ایمر جنسی کے وہی لوگ دشمن ہیں جو سود کی شکل میں غریبوں کو خون چوس کر موٹے ہو رہے تھے جو اناج کا مصنوعی لحظ پیدا کر کے تجوریاں بھر رہے تھے جو رشوت بیکر مکان پر مکان تعمیر کر رہے تھے جو اسمگلنگ کر کے ملک کے اقتصادی ڈھانچے کو کھوکھلا کر رہے تھے جو ہڑتالیں کروا کے پیداوار کو کم کر رہے تھے جو مزدوروں کو اکسا کر کام بند کروا رہے تھے جو طلباء کو بھڑکا کر قومی جائیداد کو نقصان پہونچا رہے تھے جو سماج دشمن عناصر کی ہمت افزائی کر کے ہر

چیز کو تباہ کر رہے تھے جو فرقہ دارانہ فساد کروا کے مسلمانوں کو اقتصادی طور پر برباد اور مالی طور پر کمزور کر رہے تھے جو دفتروں میں گپیں ہانک کر تنخواہ لینے کے عادی تھے جو مختلف طریقوں سے انکم ٹیکس اور محصول میں چوری کر رہے تھے۔ اندرا کی ایمر جنسی نے سب کو درست کر دیا۔ فتنیں کم ہو گئیں۔ ہر چیز مناسب دام پر ملنے لگی ہر جگہ ڈسپلن آگیا کارٹریاں وقت پر چلنے لگیں ہر شخص اپنی ذمہ داری پوری کرنے لگا ہڑتالیں گدھوں کے سر سے سنگ کی طرح غائب ہو گئیں شر پھیلانے والے تمام کے تمام سلاخوں کے پیچھے چلے گئے۔ دادا لوگ نمازی ہی بن گئے منگے اور سٹے والے اپنا کاروبار بند کر کے مونگ بھلی فروخت کرنے لگے ایمر جنسی نے لوکس لیڈروں کا ڈبہ گل کر دیا اگر یہ ساری چیزیں بری تھیں تو واقعی ایمر جنسی بری تھی اگر نہیں تو وہ لوگ برے اور بد معاش ہیں جو ایمر جنسی کو بُرا کہتے ہیں۔

لاحول ولا قوۃ۔ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ وہ تمام علماء اور صلحا بھی برے اور بد معاش ہو گئے جو ایمر جنسی کو پریشان تھے اور ایمر جنسی پر لعنت بھیجنے کے ساتھ اندرا گاندھی کی بھی مذمت کرتے رہتے تھے۔ ایمر جنسی میں بلاشبہ کچھ کام ایسے بھی ظہور میں آئے کہ جن کی تعریف نہ کرنا حفاظت روگردانی کرنے کے مترادف ہو گا لیکن یہ واویلا کرنا حقاقت اور جہالت کے سوا کچھ نہیں کہ ایمر جنسی ہر طرف خیر و سلامتی ہی کی بارش ہو رہی تھیں فسق و فجور اپنی موت مر چکے تھے ہر شخص اللہ والا ہو گیا تھا۔ اور خدا کا ہر بندہ ایمر جنسی اور اندرا گاندھی سے مطمئن تھا۔ بیابان بھگت سونی صد جھوٹ اور غلط ہے کہ ایمر جنسی کے ایام میں جن لوگوں کو جیلوں میں ٹھونسا گیا وہ سب کے سب شرعی اور فسادی تھے۔

پر خدا کا شکر بھی ادا کیا ہے۔ یعنی اس عورت کی کامیابی پر خدا کا شکر ادا کیا ہے جس عورت نے ماضی قریب ہی میں مسلم پرسنل لاکوئٹس اس کرنے کی کوشش کی تھی۔ جس نے مولانا طیب صاحب کا بیان نشر کر کے دارالعلوم دیوبند کو اور دارالعلوم دیوبند کی آرٹس فورس اسلام کو دنیا بھر میں بدنام کر دیا تھا۔ جس نے بریلوی اور اہل حدیث حضرات کو محض اس لئے جیلوں میں بھر دیا تھا کہ وہ نس بندی جیسی شرمناک تحریک کی تائید نہیں کر سکے تھے جس نے جامعیت اسلامی سے متعلق ہزاروں صلح پسند مسلمانوں کو بے وجہ نظر بند کر رکھا تھا۔ اور پولیس کو ان کے ساتھ بند کمروں میں ناروا احسرتیں کرنے کی اجازت دی تھی جس نے مولانا اسعد کو اس لئے دھتکار کر اپنی کوٹھی سے باہر نکال دیا تھا کہ وہ ہندوستانی مسلمانوں کی طرف سے کوئی فریاد لے کر پہنچ گئے تھے۔ جس نے جامع مسجد دہلی کی مارکیٹ کو توڑ کر مسلمانوں کی معیشت کو تباہ کیا۔ اور ان کے مابین اور علاقہ جو اتحاد اور یکجہتی پائی جاتی تھی اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ جس نے مولانا ابوالکلام آزاد کی مزار کے قریب ایک جلسہ عام کو خطاب کرتے ہوئے کہا تھا کہ ہم مسلمانوں سے صدیوں کے احتقار لے رہے ہیں۔ ایسی عورت کی کامیابی پر شکر کے بعد لٹا عثمان اسد صاحب کے نزدیک عین دانش مندی ہی ہمارے نزدیک اور ہندوستان کے ان گنت مسلمانوں کے نزدیک نادانی و حماقت ہے خط ہے۔

مدیر نشین کی طرح ہمیں بھی اس بات کا یقین تھا کہ چک منگور کے الیکشن میں کامیابی کا سہرا اندر اور کانگریس کے سر بندھے گا۔ لیکن اس کی وجہ یہ نہیں تھی کہ ہم اندر کو حقانیت کی پتلی اور چک منگور کے عوام کو عقل کل تصور کرتے تھے۔ بلکہ اس کی سیدھی سادی وجہ عوام کی پرانی ذہنیت سے واقفیت تھی۔ ہم جانتے تھے کہ ہندوستانی عوام حال میں غلطیاں کر کے ماضی کو روتے ہوئے آئے ہیں۔ ان بے چاروں کو اس بات کی تمیز ہی نہیں کہ کون

اور وہ سب اولیاء اللہ تھے جنہیں جیلوں سے باہر رکھا گیا تھا۔ مدیر نشین نے یہ لکھ کر کہ دادالوگ نمازی بن گئے تھے۔ یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ غلطی اور اوپاش لوگ صرف مسلمانوں میں پائے جاتے ہیں۔ اگر یہ غلط ہے تو پھر مدیر نشین کو یہ لکھنا چاہیے تھا کہ کچھ دادا نمازی بن گئے تھے اور کچھ دادا لوگوں نے مندر کی گھنٹی بجانے کو اپنا شیوہ بنالیا تھا۔ ہم اس تحریر کو پڑھ کر اس سے زیادہ اور کیا عرض کریں کہ یہ باتیں ایک عورت کی طرفداری میں کہی گئی ہیں اور عورت کی حمایت و طرفداری کرتے وقت دانش مند لوگ بھی ”سر پھرے“ ہو کر رہ جاتے ہیں۔ اور پھر ان سے یہ امید نہیں کی جاسکتی کہ وہ کوئی حادثہ مات زہان سے نکلنے کے ”بھرم“ ہو سکیں گے۔

سلاو مبر کی اشاعت میں انہوں نے چک منگور کے الیکشن پر حاشیہ آرٹیکل کرتے ہوئے نچانصر اردو میں یہ فرمایا ہے:

۱۴ اکتوبر کو جب اندرا گاندھی نے چک منگور میں نامزدگی کے کاغذات داخل رہے تھے تو ہم نے پورے یقین کے ساتھ کہا تھا کہ اندرا گاندھی الیکشن جیت جائیں گی اور جنتا کو شرمناک شکست کا سامنا کرنا پڑے گا۔ ہو سکتا ہے کہ ہماری باتوں پر کم لوگوں کو یقین آیا ہو۔ لیکن ہم جانتے تھے کہ جنتا والے کتنا ہی پروپیگنڈہ کر لیں ایم جی جی کی کتنی ہی دیہاتوں میں گھر گھر پھر کر کتنی ہی قدم پکا کریں جلسوں اور جلوسوں کی کتنی ہی بھرمار کریں لوگوں کے دل و دماغ کو بدلنے کی کتنی ہی کوشش کریں حالات کو کشیدہ اور ماحول کو خوف زدہ کرنے کی کتنی ہی جدوجہد کریں مرکز کے کتنے ہی وزیروں کو بلا لیں اور آخری مرحلہ میں نیچے سر اور اوپر پیر کر کے ٹلک جائیں تو وہ کامیاب نہیں ہونگے۔

یہ سب کچھ لکھنے کے بعد انہوں نے اپنے اندازوں کے صحیح ہو جانے اور اندرا گاندھی کے کامیاب ہو جانے

ہوگا لیکن انہوں نے کس دلیل کی بناء پر یہ یقین کر لیا ہے کہ اگر ان کا مکان محفوظ تھا تو ساری ہندوستان تھا۔

ایمر جنسی میں ان کے تین وقت پیٹ بھر کھانے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ شمالی ہند کے تمام باشندے بھی تو پیٹ بھر کھانے کھاتے کھا رہے تھے اور کوئی فقر و فاقہ میں مبتلا نہیں تھا۔ مسلمانوں کی بد نصیبی ہے کہ ان کے لیڈر سیاست داں اپنی گھر کے پیمانے سے سوارے مسلم معاشرے کو ناپنے کی کوشش کرتے ہیں اور اس عینک سے ساری دنیا کا جائزہ لینا چاہتے ہیں جسکو آنکھوں میں چڑھا کر اپنے گھر کی خوشحالی کے سوا اور کچھ نظری نہیں آتا۔ ڈھٹائی دیکھئے کہ ایمر جنسی کے تمام مظالم کو مدبر نشین من گھڑت قصے قرار دے دیا ہے۔ فرماتے ہیں۔

انہوں نے رجنستا والوں نے سب سے پہلے ایمر جنسی کے مظالم کی فرضی، من گھڑت اور لغو کہانیاں سنائی شروع کیں اور اندرا کو ذمہ دار ٹھہرانے کی کوشش کی۔

دیکھا آپ نے۔ مدیر نشین یہ دعویٰ کر رہے ہیں کہ جتنا پارٹی نے ایمر جنسی کے ایام میں ہونے والے جن جن مظالم کا ذکر کیا ہے وہ سب فرضی اور من گھڑت ہیں۔ ان میں واقفیت اور صداقت سرے سے موجود ہی نہیں ہے۔ گاؤں درگاؤں اور شہر در شہر انسانوں کو پکڑ پکڑ کر جو ختمی کیا گیا تھا وہ سب کیا تھا۔ کیا وہ انعامات تھے۔ کیا وہ حرکتیں منجملہ ظلم و ستم نہیں تھیں؟ کیا یہ سب من گھڑت قصے تھے؟ کیا مدیر نشین شمالی ہند کے رہنے والے عوام کے زخموں پر نمک پاشی کر رہے ہیں؟ کیا حقائق کا جھٹاٹا ہوا دانش مندی کی اعلیٰ قسم ہے؟ آخر مدبر نشین کا مقصد کیا ہے!

رہی اندرا گاندھی کو ذمہ دار ٹھہرانے والی بات تو وہ واقعی غلط ہے۔ اندرا گاندھی کو کسی بھی ظلم و زیادتی کا ذمہ دار ٹھہرانا تو اس وقت صحیح ہو سکتا ہے جب اندرا از خود اقتدار کی کرسی پر براجمان ہوگی ہوں اندرا (بقیہ بر صفحہ ۱۱)

اپنا ہے اور کون ہے پرایا۔ کون دشمن ہے اور کون خیر خواہ۔ بالخصوص مسلمان اس بارے میں بالکل بے حس اور بے سمجھ واقع ہوئے ہیں۔ جن سوراخوں سے وہ ٹسے جاتے ہیں ان سوراخوں میں انگلیاں دینا ان کا خاص مشغلہ ہوتا ہے۔ جن راہوں میں وہ پیٹے ہیں خوار ہوتے ہیں ان راہوں پر چلنا۔ اور ان راہوں سے ایک اپٹخ ادھر ادھر نہ ہونا ان کی کہنہ روش ہے۔ اگر مسلمان اس درجہ بے سمجھ اور بے حس نہ ہوتے تو آج کا ہینہ میں ان کے افراد کی کثرت ہوتی۔ وہ ہندوستان کے سب سے بڑی اقلیت ہوتے ہوئے سب فرقوں سے دلیل سمجھ جاتے ہیں۔ اور سب فرقوں سے زیادہ مرگ مفاعیات کا شکار ہوتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ سیاست کے میدان میں مسلمان کچی گولیاں کھیتے ہیں یا آسانی سے فروخت ہو جاتے ہیں۔ ان حقائق سے باخبر شخص کسی بھی انتخاب کے موقع پر اگر پہلے ہی سے یہ سمجھ لے کہ حمایتیں پھر سرزد ہوں گی۔ جیت پھر ظالم ہی کی ہوگی۔ لوگ ان سوراخوں میں پھر انگلیاں ٹھوسیں گے جن سوراخوں سے وہ نقصان اٹھا چکے ہیں۔ تو کوئی خلاف عقل بات نہیں۔ ہاں یہ بات یقیناً خلاف عقل ہوگی کہ آدمی کسی بھی ظالم کی فتح کو خدا کا انعام سمجھ کر سجدے میں گر پڑے۔ اور ظالم کی بحالی پر شکر گزار بن جائے۔

جنوبی ہند کے عام باشندے اگر اس بات سے وقف نہیں ہیں کہ ایمر جنسی کے سیاہ فام ساعتوں میں عوام کی اور بالخصوص مسلمانوں کی کیا درگت بنی ہے تو کوئی شکایت کی بات نہیں۔ لیکن اگر عثمان اسد جیسے مدیران جبراً تو بھی ان مظالم و مصائب سے بے خبر ہیں جو ایمر جنسی میں شمالی ہند کے باشندوں پر ڈھائے گئے تھے تو ہمیں شک بھی ہوگی۔ غصہ بھی آئے گا۔ اور ہم یہ کہنے پر مجبور ہوں گے کہ جنوبی ہند میں رہنے والا بے خبر کوئی بھی مدیر اس بات کا مستحق نہیں ہے کہ شمالی ہند کے بارے میں اپنی زبان کھولے۔ ایمر جنسی میں عثمان اسد صاحب یقیناً محفوظ ہوں گے۔ ان کے گھر بھی یقیناً خیر و سلامتی ہوگی امن

# اخلاقی تعلیم

میں کیا ہے۔ کیا چیز اس کا چشمہ ہے، کس طرح اس کے ظہور کی راہیں کھلتی ہیں۔ اور کن شکلیں میں اس کا ظہور ہوتا ہے، اس نے بتایا کہ اسلام کا مقصد ہی برائی کے اسباب کو جڑ سے اٹھا کر پھینکنا اور بھلائی کی راہوں کو ہموار کرنا ہے زیادہ سے زیادہ کشادہ کرنا اور افراد سے بیکہ معاشرے تک ہر شعبہ حیات میں برائیوں کی جگہ بھلائیوں کو قائم کرنا ہے یہ بیان اسلامی دعوت میں اتنا مفصل اتنا صریح، اتنا دل نشین اور عقل عام کے لئے اس قدر قابل فہم تھا کہ جاہلیت کے معاشرے میں صدیوں سے جا لوگ اخلاقی پستیوں میں مبتلا تھے۔ ان کے لئے بھی یہ سمجھنا کچھ دشوار نہ تھا کہ واقعی انسانیت کا وہ نمونہ بدترین ہے جسے اسلام بُرا کہہ رہا ہے اور وہی نمونہ بہترین ہے جس کے

دعوت اسلامی نے یہ عقائد اتنے مہل اور مؤثر طریقہ سے پیش کرنے کے ساتھ اخلاق کا بھی ایک نہایت واضح تصور لوگوں کے سامنے رکھ دیا جس سے شران کے سنے اور پڑھنے والے ہر شخص کو صاف صاف معلوم ہو گیا کہ اسلام۔ کس قسم کے اخلاق پسند اور کس قسم کے ناپسند کرتا ہے، انسانیت کا کونسا نمونہ اس کے نزدیک بُرا ہے جسے وہ بدلنا اور مٹانا چاہتا ہے اور کونسا نمونہ اچھا ہے جسے وہ تیار کرنا، اور پران بڑھانا اور فساد دینا چاہتا ہے۔ برائی اس کی نگاہ میں کیا ہے، کیا اس کے پیدا ہونے کے اسباب ہیں۔ کیا شکلیں وہ انسانی زندگی میں اختیار کرتی ہے، اور کیا چیزیں اُسے نشوونما دیتی ہیں، اس کے برعکس بھلائی اس کی نظر



رکھ دی کہ وہ سیدھی راہ اختیار کرنا چاہے جی تو نہ کر سکے۔

الہام کا لفظ اصطلاحاً اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی تصور یا خیال کو غیر شعوری طور پر بندے کے دل و عواغ میں اتار دینے کے لئے استعمال ہوتا ہے نفس انسانی پر اس کی بدی اور نیکی و بدیہر گامی الہام کو دینے کے دو مطلب ہیں۔ ایک یہ اس کے اندر خالق نے نیکی بدی، دونوں کے رجحانات و میلانات رکھ دیئے ہیں۔ اور یہ وہ چیز ہے جس کو ہر شخص اپنے اندر محسوس کرتا ہے اور وہ سب مطلب یہ ہے کہ ہر انسان کے دل و عواغ میں اللہ تعالیٰ نے یہ تصورات و دلالتیں رکھ دی ہیں کہ اخلاق میں کوئی چیز بھلائی ہے اور کوئی چیز برا ہے، اچھے اخلاق و اعمال اور بُرے اخلاق و اعمال یکساں نہیں ہیں۔ بُجور (بدکاری) ایک قبیح چیز ہے اور تقویٰ (برائیوں سے اجتناب) ایک اچھی چیز یہ تصورات انسان کے لئے اجنبی نہیں ہیں بلکہ اس کی فطرت ان سے آشنا ہے اور خالق نے بُرے بھلے کی تمہید انہی طور پر اس کو عطا کر دی ہے۔

تزکیہ کے معنی ہیں پاک کرنا، ابھارنا، اور نشوونما دینا، اور تدریس کا مطلب ہے، دانا چھپانا، بہکانا اور گمراہ کر دینا، آیت میں یہ بات فیصلہ کن طریقے سے کہی گئی ہے کہ انسان کی فلاح اور نامرادی کا سارا انحصار اس سوال پر ہے کہ اللہ نے جو قوتیں دی ہیں، انہیں استعمال کر کے وہ اپنے نفس کے اچھے اور بُرے رجحانات میں سے کن کن کو ابھارتا اور کن کو دباتا ہے۔ فلاح صرف اس شخص کے لئے ہے جو اپنے نفس کو بُجور سے پاک کرے، اس کو ابھار کر تقویٰ کی بلند لیں پر لے جائے اور اس کے اندر بھلائیوں کو نشوونما

سائچے میں وہ اندر ادا و معاشرے کو ڈھالنا چاہتا ہے۔

اس سلسلے میں سب سے پہلے جن حقائق کو گن کے سامنے پیش کئے گئے تاکہ اخلاق کا مسئلہ بنیادی طور پر انکی سمجھ میں آجائے۔

وَنَفْسٍ وَ مَآ سُوْهَا  
فَاَ لَمْ يَكُنْ لَّهَا نَجْوٰى  
وَتَقْوٰى لَهَا فَاذْكُرْ  
مَنْ يَّكْتُمُهَا وَ تَكْتُمُ  
خَآبٍ مِّنْ دُونِهَا  
(الشمس، تا ۱۰)

نفس انسانی کو ہمہ اکر نے سے مراد یہ ہے کہ خالق نے اس کو ایسا جسم عطا کیا کہ جو اپنے قامت راست، اپنے ہاتھ پاؤں اور اپنے دماغ سے انسان کی سی زندگی بسر کرنے کے لئے موزوں ترین تھا اس کو دیکھنے، سننے، چھونے، چمکنے اور سرد محکمنے کے ایسے حواس عطا کئے جو اپنے تناسب اور اپنی خصوصیات کی بنا پر اس کے لئے بہترین ذریعہ علم بن سکتا ہے، اس کی قوت فکر و عقل، قوت استدلال و استنباط، قوت خیال، قوت حافظہ قوت تمیز، قوت فیصلہ، قوت ارادی اور دوسری ایسی ذہنی قوتیں عطا کیں جس کی بابت دنیا میں اس کام کے قابل ہوا جو انسان کے کھنڈے کا ہے، اُسے پہلی بد معاشر اور پیرانہ گناہگار بنا کر نہیں، بلکہ راست اور سیدھی فطرت پر بنا دیا اور اس کی ساخت میں کہ فی حقیقت کی نہیں

دے، اس کے برعکس امرادے وہ جو اپنے نفس کے اندر رہائے جانے والی نیکی کے رجحانات کو ابھانے اور نشوونما دینے کے بجائے ان کو دبائے، اس کو بہکا کر برائی کے رجحانات کی طرف لے جائے اور غور کو اس بے غالب کر دے کہ تقویٰ اس کے نیچے اس طرح چھپ کر رہ جائے جیسے ایک لاش قبر کے مٹی ڈال دینے کے بعد چھپ جاتی ہے۔

إِنَّا خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ نُطْفَةٍ أَمْشَاجٍ  
مِنْ نُّطْفَةٍ أَمْشَاجٍ بَابُ كَيْفَ  
قَبَلِيٍّ زَجَلَنَّا  
سَمِيعًا بَصِيرًا  
إِنَّا هَدَيْنَاهُ السَّبِيلَ  
إِذَا شَاءَ كَرِهًا مَكِينًا  
كَفَرًا ۝

(الرحمہ ۳۰-۳۱)

اس اور باپ کے مخلوط نطفے سے تو انسان کی طرح جانور بھی پیدا ہوتا ہے، مگر انسان اور جانور میں فرق یہ ہے کہ جانور اس دنیا میں امتحان کے لئے نہیں پیدا کیا گیا ہے اور انسان امتحان کے لئے پیدا کیا گیا ہے، اسی وجہ سے جانوروں کے برعکس اللہ تعالیٰ نے اس کو سمیع و بصیر بنایا، یعنی علم و عقل کی طاقتیں بخشیں۔ تاکہ وہ امتحان کے قابل ہو سکے، پھر محض یہی طاقتیں دے کہ اسے چھوڑ نہیں دیا بلکہ اس کی رہنمائی بھی کی تاکہ وہ یہ جان لے کہ بنو خدا ہونے کی حیثیت سے اس کے لئے شکر کیا راستہ ہے، اور کفر (ناشکری) کا راستہ کونسا۔ اب اس کا امتحان اس میں ہے کہ دونوں راہوں کو فرق سے سمجھا دینے کے بعد وہ اپنی طاقتوں سے کام لے کر شکر کی راہ اختیار کرتا ہے یا کفر کی راہ۔

أَلَمْ نَجْعَلْ لَكَ عَيْنَيْنِ  
کے دو آنکھیں

وَلِسَانًا وَشَفَتَيْنِ  
وَهَدَيْنَا  
الْعِجْدَانِ

(البلدہ ۸-۱۰ تا ۱۰)

یعنی کیا ہم نے اس کو علم و عقل کے ذرائع نہیں دیے۔؟ دو آنکھوں سے مراد سمیع و بصیر کی طاقتیں نہیں۔ بلکہ وہ انسانی آنکھیں ہیں۔ جنہیں کھول کر وہ دیکھے کہ ہر طرف وہ نشانات نظر آئیں جو حقیقت کا پتہ دیتے ہیں۔ اور صحیح و غلط کا فرق سمجھاتے ہیں۔ زبان اور ہونٹوں سے مراد بھی محض

بولنے کے آلات نہیں ہیں، بلکہ نفسِ ماطقہ ہے جو ان آلات کی پشت پر سوچنے سمجھنے کا کام کرتا

اور ان سے اظہارِ مافی الضمیر کا کام لیتا ہے۔ پھر فہم مایا کہ ہم نے محض عقل کی طاقتیں عطا کر کے اسے یہ بھی چھوڑ دیا کہ اپنا راستہ خود تلاش کرے بلکہ اس کی رہنمائی کے لئے اس کے سامنے بھلائی اور برائی، نیکی اور بدی کے دونوں راستے بھی نمایاں کر کے رکھ دیے تاکہ وہ خوب سوچ سمجھ کر ان میں سے جس کو چاہے اپنی ذمہ داری پر اختیار کرے

لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ  
فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ  
ثُمَّ رَدَدْنَاهُ أَسْفَلَ  
سَوَافِلِ إِلَّا الَّذِينَ  
آمَنُوا وَعَمِلُوا  
الْصَّالِحَاتِ

(التین ۱۴ تا ۱۷)

یعنی اللہ تعالیٰ نے انسان کو وہ اعلیٰ درجے کا جسم عطا کیا ہے۔ جو کسی دوسری مخلوق کی وہ بلند پایہ قابلیتیں بخشی ہیں۔ جو کسی دوسری

مخلوق کو نہیں سمجھیں، مگر جب وہ ایمان و عمل صالح کی راہ اختیار کرنے کی بجائے اپنے جسم اور ذہن کی طاقتوں کو برائی کے راستے میں استعمال کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے پھر برائی ہی کی توفیق دیتا ہے، اور گراتے گراتے گمراہی کی اس انتہا کی پہنچا دیتا ہے کہ کوئی ارذل ترین مخلوق بھی اس تک نہیں پہنچی۔

یہ ایک ایسی حقیقت ہے جو انسانی معاشرے کے اندر بکثرت مشاہدے میں آتی ہے، حرص، طمع، خود غرض، تمہوت پرستی، نشہ بازی، کمینہ پن، غیظ و غضب اور ایسی ہی دوسری خصلتوں میں سے جس خصلت میں بھی آدمی مستغرق ہوتا ہو اخلاقی حیثیت سے فی الواقع سب بچوں سے نیچے ہو کر رہ جاتا ہے۔ مثال کے طور پر صرف اسی ایک بات کو دیکھئے کہ ایک قوم جب دوسری قوم کی دشمنی میں اندھی ہو جاتی ہے تو کس طرح درندگی میں سب درندوں کو مات کر دیتی ہے درندہ تو صرف اپنی غذا کے لئے کسی جانور کا شکار کرتا ہے جانوروں کا قتل عام نہیں کرتا، مگر انسان خود اپنے ہی ہم جنس انسانوں کا قتل عام کرتا ہے۔ درندہ صرف اپنے بچوں اور دانوں سے کام لیتا ہے۔ مگر یہ انسان نفویم پر پر کیا ہوا انسان اپنی عقل اور قوت ایجاد سے کام لے کر ایک سے ایک مہلک ہتھیار بناتا چلا جاتا ہے تاکہ پورے پورے ہستیوں کو بٹا کر رکھ دے، درندہ صرف زخمی یا ہلاک کرتا ہے، مگر انسان اپنے ہی جیسے انسانوں کو اذیت دینے کے ایسے ایسے درناک طریقے اختراع کرتا ہے جن کا تصور بھی کسی درندے کے دماغ میں کبھی نہیں آسکتا، پھر یہ اپنی دشمنی اور انتقام کی آگ ٹھنڈی کرنے کے کمینہ پن کی اس انتہا کی پہنچتا ہے کہ دشمنوں کی عورتوں کے ننھے جلوس رکالتا ہے۔ ایک

ایک ایک عورت کی دس دس بیس بیس آدمی اپنی ہوس کا نشانہ بناتے ہیں، بابوں اور بھائیوں اور شوہروں کے سامنے ان کی بیٹیوں، بہنوں اور بیویوں کی عصمت لوٹتے ہیں۔ بچوں کو ان کے ماں باپ کے سامنے قتل کرتے ہیں۔ ماؤں کو اپنے بچوں کے خون پینے پر مجبور کرتے ہیں۔ انسانوں کو زندہ جگا اور زندہ دفن کرتے ہیں، دنیا میں وحشی سے وحشی جانوروں کی بھی کوئی قسم ایسی نہیں ہے جو انسانوں کی اس وحشت کا کسی درجے میں بھی مقابلہ کر سکتی ہو، یہی اصل دوسری بری صفات کا ہے، کہ ان میں سے جس طرف بھی انسان رخ کرتا ہے، آپ کو ارذل الخلیقات ثابت کر دیتا ہے حتیٰ کہ مذہب جو انسان کے لئے مقدس ترین شے ہے اس کو بھی وہ اتنا گمراہ کرتا ہے کہ جنت اور جانوروں اور پتھروں کو پوجتے پوجتے پستی کی انتہا کی پہنچ کر مرد و عورت کے اعضا سے جنسی تنگ کو بوج ڈالتے ہیں، اور دیوتاؤں کی خوشنودی کے لئے عبادت گاہوں میں دیوتاؤں کا رقص رگھنا ہے جن سے زنا کا ارتکاب کا بڑا ثواب سمجھ کر کیا جاتا ہے جن ہستیوں کو وہ معبود کا درجہ دیتا ہے ان کی طرف اس کی دیوتاؤں کی طرح کیسے گندے قسطے منسوب ہوتے ہیں جو ذلیل ترین انسانوں کے لئے بھی باعث شرم ہیں۔

ان حقائق کو بیان کرنے کے ساتھ قرآن نے واضح طور پر نفس انسانی کی تین الگ الگ قسمیں بیان کیں۔ اب نفس امارہ، جو آدمی کو برا بیوں پر اکساتا ہے (یوسف ۵۳) دوسرا نفس کو امہ جو انسان کو برائی کے خیال خواہش ارا فے اور فیصلے تک ہر مرحلے پر لٹکتا ہے اور اس کا ارتکاب کر گزرنے کے بعد ملامت کرتا رہتا ہے، (القیامہ ۲) تیسرا نفس مطمئنہ، جو

یہ اطمینان قلب کے ساتھ برائی کی راہ چھوڑ کر  
بھلائی کی راہ اختیار کرتا ہے اور اسے اس بات  
پر کوئی حسرت لاحق نہیں ہوتی، کہ اس نے برائی  
لاؤں اور فائدوں کو چھوڑ کر اور بھلائی کی خاطر  
کیوں، محرومیاں، قربانیاں، تکلیفیں، مصیبتیں،  
برداشت کیں۔ اس پر حسرت تو درکنار، اس  
کا دل اس بات پر خوش ہوتا ہے کہ وہ برائی کی  
گندہ گی سے بچ گیا۔ اور بھلائی کی پاکیزگی اسے حاصل  
ہو گئی۔ اسی تیسری قسم کے نفسِ فساد نے خدا  
کا پسندیدہ نفس قرار دیا۔ اور اسے جنت کی۔  
خوشخبری سنائی ہے، (الفجر ۲۷-۳۰)

## اسباب ضلالت

اس کے بعد تر آن  
میں ایک ایک کمر کے  
ان اسباب کو بیان کیا  
گیا۔ جن کی بدولت انسان بالعموم گمراہی میں مبتلا  
ہوتے رہے ہیں۔ اور جو قرآن کے اولین مخاطب  
کفایت ریش اور عام کفار عرب کی بھی گمراہی کے  
اسباب تھے،

## باپ ادا کی اندھی تقلید

ان میں سے اولین  
چیز دین آباؤ کی  
اندھی تقلید ہے  
جو صرف اس بنا پر کی جاتی رہی ہے کہ باپ دادا سے  
ایسا ہی ہوتا چلا آ رہا ہے، اور کبھی خود اپنی عقل سے  
پر سوچنے کی زحمت گوارا نہیں کی گئی کہ باپ دادا  
جو کچھ کرتے تھے، وہ درست اور معقول بھی تھا  
یا نہیں۔ اس اندھی تقلید کے لئے کوئی دلیل اس  
کے سوا نہ تھی۔ کہ باپ دادا کا طریقہ ہے۔ اس سلسلے  
میں تر آن نے تاریخ سے مثالیں پیش کیں جو  
حضرت موسیٰ نے عاد کو ان کی بے راہ روی پر  
لڑکا اور انہیں راہِ راست پر آنے کی تلقین کی تو  
انہوں نے صرف یہ کہہ کر ان کی تمام دلیلیں اور

اور نصیحتوں کو روک دیا۔ کہ کیا تو ہمارے پاس  
اس لیے آیا ہے، کہ ہم اکیلے اللہ کی عبادت کریں اور  
ان معبودوں کو چھوڑ دیں جن کی عبادت ہمارے  
دادا کرتے آئے ہیں؟ (الاعراف ۷۰) حضرت صالح  
نے جب قوم کو سمجھانے کی کوشش کی تو ان کا جواب  
یہ تھا، کہ اے صالح اس سے پہلے تو ہمارے درمیان  
تو ایسا شخص تھا جس سے بڑی امیدیں وابستہ  
تھیں، کیا تو ہمیں ان معبودوں کی پرستش سے  
روکنا چاہتا ہے جن کی پرستش ہمارے باپ دادا  
کرتے تھے، جس طریقے کی طرف تو ہمیں بلارہا ہے  
اس کے بارے میں ہمیں سخت شبہ ہے جس نے  
ہمیں خلیان میں ڈال دیا ہے" (ہود ۶۲) حضرت  
شعیب نے جب اہل مدین کو ان کی صریح گمراہی  
پر متنبہ کیا تو ان کا جواب بھی یہی تھا۔ کہ اے  
شعیب کیا تیری نماز تجھے سکھاتی ہے کہ ہم  
اپنے باپ دادا کے معبودوں کو چھوڑ دیں" (مود  
۸۷) حضرت ابراہیم نے جب اپنے باپ اور اپنی  
قوم سے پوچھا کہ "یہ کتلی مور میں ہیں جن کے تم لوگ  
گردیدہ ہو رہے ہو؟" تو ان کے پاس اس کے  
سوا کوئی جواب نہ تھا، کہ "ہم نے اپنے باپ دادا  
کو ان کی عبادت کرتے پایا ہے" حضرت ابراہیم  
نے اس پر ان سے صاف کہہ دیا کہ "تم بھی گمراہ ہو  
اور تمہارے باپ دادا بھی صریح گمراہی میں پڑے  
ہوئے تھے" (الانبیاء ۵۲ تا ۵۴) حضرت ابراہیم  
نے ان سے پوچھا کہ یہ تمہاری دعاؤں کی سنتے بھی  
ہیں؟ اور تمہیں کوئی فائدہ یا نقصان بھی پہنچا  
سکتے ہیں؟ مگر ان کا جواب یہ تھا کہ ہم تو اس  
سے کچھ بحث نہیں۔ ہم تو یہ صرف اس لیے کرتے  
ہیں کہ "ہم نے اپنے باپ دادا کو ایسا ہی کرتے  
پایا ہے، (الشعراء ۷۲ تا ۷۴) حضرت موسیٰ نے  
جب کھلے کھلے معجزات کے ساتھ فرعون اور اس

اس کے درباریوں کو دعوت حق دینی، تو انہوں نے بھی یہی کہا کہ "کیا تو ہمارے پاس لئے آیا ہے کہ ہمیں اس طریقے سے پھیرے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے؟" (یونس ۷۸) ان مثالوں کو پیش کرتے ہوئے قرآن مجید نے بتایا کہ تمام جاہل قوموں نے اپنے انبیاء کی دعوت کو اسی جھٹ بے جھٹ سے رد کیا ہے، چنانچہ پہلی قوموں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ان سب ہی نے اپنے انبیاء کی صاف صاف دلیلوں، نصیحتوں، فہمائشوں کا انکار کیا۔ جواب دیا تو یہ کہ "تم کچھ نہیں ہو مگر ہمارے ہی جیسے انسان، چاہتے یہ ہو کہ ہم کو ان معبودوں کی بندگی سے رک دو، جنکی بندگی ہمارے باپ دادا کرتے رہے ہیں" (ابراہیم ۱۰) دوسری جگہ فرمایا "اسی طرح اے نبی، تم سب سے پہلے جس بستی میں بھی ہم نے کوئی خبردار کرنے والا بھیجا، اُسے کھاتے پیئے لوگوں نے یہی کہا۔ کہ تم نے اپنے باپ دادا کو ایک طریقے پر پایا ہے، اور ہم انہی کے نقش قدم پر چل رہے ہیں۔ ہر نبی نے ان سے یہ چھایا کیا تم اسی ڈگر پر چلتے رہو گے، خواہ میں اس راستے سے زیادہ صراطِ راستہ تمہیں بتاؤں، جس پر تم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے، انہوں نے سارے رسولوں کو یہی جواب دیا۔ کہ جس چیز کی طرف بلانے کے لئے تم بھیجے تھے ہو، ہم اس کے کافر ہیں۔" (الزمر ۲۲) اور یہ کچھ عجیبی قوموں ہی کا حال نہیں تھا، بلکہ ہر زمانے کے جاہل لوگوں کا یہی طریقہ ہے اور رہا ہے کہ وہ کسی علم اور ہدایت اور روشنی دکھانے والی کتاب کے منصبِ اللہ کے معاملے میں جھگڑتے ہیں کہ نہیں۔ بلکہ ہم اس طریقے کی پیروی کریں گے۔ جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے، خواہ شیطان ان کے باپ دادا کو جہنم کی طرف کیوں نہ بلاتا رہا ہو (لقمان ۲۰-۲۱)۔

یہ مثالیں پیش کر کے قرآن نے براہِ راست قسطنطین اور اہل عرب کو متنبہ کیا کہ تم بھی انہی لوگوں کی طرح ہو، نہ خود اپنی عقل سے کام لے کر یہ سوچتے ہو کہ جس مذہب کی پیروی کر رہے ہو، یہ صحیح بھی یا نہیں، اور نہ دلیل و حجت کیساتھ تمہارے مذہب، رسوم اور اطوار کی جو غلطی تمہیں سمجھائی جاتی ہے اس پر کچھ غور کرتے ہو، بس۔ صرف ایک وجہ سے ایک غلطی پر اصرار کر رہے ہو، کہ یہ باپ دادا سے ہوتی چلی آ رہی ہے سورۃ صافات میں فرمایا۔ ان لوگوں نے اپنے باپ دادا کو گمراہ پایا۔ لہذا یہ انہی کے پیچھے دوڑ چلے، حالانکہ ان سے پہلے گمراہے ہوئے لوگ گمراہ ہو چکے تھے، (آیات ۶۹ تا ۷۱) سورۃ ہود میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرمایا "تم ان ملعونوں کی طرف کسی شک میں نہ رہو، جن کی یہ لوگ عبادت کر رہے ہیں۔ یہ بس اسی طرح عبادت کرتے جا رہے ہیں جس طرح پہلے ان کے باپ دادا کرتے تھے، (آیت ۱۰۹) برہنہ کی دعوت دینی جیسی کھلی شرمناک بات پر جو قسطنطین اور اہل عرب کو لڑکا گیا اور انہیں اس بات پر شرم دلائی گئی کہ کعبہ کی طرف بھی وہ برہنہ طواف کرنے میں تامل نہیں کرتے جس سے زیادہ صریح گھناؤنا فعل کوئی نہیں ہو سکتا تو انہوں نے اسے بھی تقلیدِ آباؤ کی بنیاد پر جائز ٹھہرانے کی کوشش کی۔ چنانچہ سورۃ اعراف میں ہے۔ جب یہ لوگ کوئی شرم ناک کام کرتے ہیں، تو کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایسا ہی کرتے پایا ہے، اور اللہ نے ہم کو اس کا حکم دیا ہے۔ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ان سے کہو، اللہ بے حیائی کا کبھی حکم نہیں دے گا کہ تباہ کیا تم اللہ کا نام لے کر وہ باتیں کہتے ہو جن کو تم نہیں جانتے کہ اللہ نے ان کا حکم دیا ہے؟" (آیت ۲۸)



سے نامعقول ثابت کیا گیا، کہ عیسٰی کے بڑے دھرم سے منہ  
دھرم لوگ بھی ایک خدا اپنے دلوں میں مان گئے ہوں گے  
کرنی الواقع ہم نہایت ہی خوب باتوں کی پیروی کر رہے ہیں  
فرمایا:

”ان لوگوں نے اللہ کے لئے خود اسی  
کی پیدا کی ہوئی کھیتیں اور جانوروں  
میں ایک حصہ مقرر کر رکھا ہے اور کہتے  
ہیں کہ یہ اللہ کے لئے ہے؟ بڑے غم خود  
اور یہ ہمارے ٹھہرائے ہوئے شریکوں  
کے لئے ہے پھر جو ان کے شریکوں کیلئے  
ہے وہ تو اللہ کو نہیں پہنچتا، مگر جو اللہ  
کیلئے ہے وہ ان کے شریکوں کو پہنچ  
جاتا ہے۔ کیسے بڑے فیصلے ہیں جو  
یہ لوگ کرتے ہیں اور اسی طرح  
بہت سے مشرکین کے لئے ان کے شر  
کار نے خود اپنی اولاد کے قتل کو  
خوشنا بنا دیا ہے تاکہ ان کو ہلاکت  
میں ڈالیں اور ان پر ان کے دین  
مشتبہ بنا دیں..... اور وہ  
کہتے ہیں کہ یہ موسیٰ اور کھیتیاں  
مخصوص ہیں۔ ان کو کوئی نہیں کھا  
سکتا۔ سوائے اس کے جسے ہم کھانا

کفار۔ عرب طرح طرح کی غیب معقول جاہلانہ رسوم  
پر جمع ہوئے تھے، اور ہر کسی دلیل کے پرستھے۔  
تھے، کہ یہ سب اللہ کی مقرر کردہ ہیں۔ اس کے متعلق  
سورہ باندہ میں فرمایا گیا ”اور جب ان سے کہا جاتا ہے  
کہ اؤ اس تعلیم کی طرف جو اللہ نے نازل کی ہے اور اؤ  
رسول کی طرف تو وہ کہتے ہیں کہ ہمارے لیے بس وہی  
کافی ہے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے۔ کیا  
یہ باپ دادا کی ہی تقلید ہی کئے جائیں گے، خواہ  
وہ کوئی علم نہ رکھتے ہوں اور راہ راست بد نہ ہوں؟  
(آیت ۱۰۴) اسی طرح کفار عیسٰی نے حلال و حرام  
کی بہت سی خود ساختہ پابندیاں صرف اس دلیل  
سے اپنے اوپر لازم کر لی تھیں، کہ یہ پہلے سے چلی  
آ رہی ہیں۔ اور ان میں بہت سی حلال چیزیں  
حرام اور بہت سی حرام و مضر مناک اور قبیح چیزیں  
حلال کر لی تھیں، ان کے متعلق سورہ بقرہ میں فرمایا  
گیا کہ ”جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اس ہدایت کی  
پیروی کرو، جو اللہ نے نازل کی ہے تو وہ کہتے ہیں  
نہیں، بلکہ ہم اس طریقے کی پیروی کریں گے جس پر  
ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے اور کیا انہی کی پیروی  
کرے جائیں گے خواہ ان کے باپ دادا کسی چیز کی سمجھتے  
ہوں اور نہ ہدایت یافتہ ہوں؟“ (آیت ۱۷۰) لہذا  
سورہ انعام میں اس اندھی تقلید کو اس پر زور دیا

۱۷ یعنی جو غلہ یا پھل وغیرہ اللہ کے نام پر نکالے جاتے تھے۔ اگر ان میں سے کچھ مگر جاتا تو وہ شریکوں کے  
حصے میں شامل کر دیا جاتا تھا، اور اگر شریکوں کے حصے میں سے گرتا یا خدا کے حصے میں مل جاتا تو اس  
کو انہی کے حصے میں واپس کیا جاتا تھا۔ کھیت کا جو حصہ شریکوں کی نذر نیاذ کے لئے مخصوص ہوتا تھا۔  
اگر اس میں سے پانی اس حصے کی طرف پھوٹ پھتا جو خدا کی نذر کے لئے مخصوص ہوتا تو اس کی ساری پیداوار  
شریکوں کے حصے میں داخل کر دی جاتی تھی، لیکن اگر اس کے برعکس صورت پیش آ جاتی تو خدا کے حصے  
میں کوئی اضافہ کیا جاتا۔ اگر کبھی خشک سالی کی وجہ سے نذر و نیاز کا حصہ خود استعمال کرنے کی ضرورت  
پیش آ جاتی تو خدا کا حصہ کھا لیتے تھے، مگر شریکوں کے حصے کو باخدا لگاتے ہوئے ڈرتے تھے، کہ کہیں کوئی  
بلانا نازل نہ ہو جائے۔ اگر کسی وجہ سے شریکوں کے حصے میں کچھ کمی آ جاتی تھی، لیکن خدا کو (بقیہ جلد ۲ پر)



حرام کئے ہیں یا مادہ، یا دہ بچے  
جواد ملحق اور حکائے کے ہریت میں  
ہوں؟ کیا تم اس وقت حاضر  
تھے جب اللہ نے ان کے حرام  
ہونے کا تمہیں حکم دیا تھا؟ پھر  
فحش سے بڑھ کر ظالم اور کون  
ہو گا جو اللہ کی طرف منسوب کرے  
جو نئی بات کہے تاکہ علم کے بنیہ  
لوگوں کو غلط رہنائی کرے، یقیناً  
اللہ ایسے ظالموں کو راہ راست  
نہیں دکھاتا۔

(آیات ۱۳۶ تا ۱۴۲)

بڑے لوگوں و پیشواؤں  
کی غلط پیروی

تقلید آباء سے قریب  
نزدیک اور سبب  
گمراہی کی قرآن نے  
نشانہ ہی کی جو لوگوں

کے بگاڑنے اور معاشرے کو خراب کرنے میں اس  
سے کسی طرح کم نہیں ہے، اور وہ ہے اپنی قوم یا  
دنیا کے بڑے لوگوں، لیڈروں، مذہبی پیشواؤں  
اور دولت مند سرداروں کی پیروی جو یہ دیکھے  
بنیہ کہ وہ کدھر جا رہے ہیں، صرف اس بنا پر  
کی جائے کہ وہ ہیں بڑے لوگ، قرآن نے لوگوں  
کو آگاہ کیا کہ قیامت کے روز اس طرح کی پیروی  
کرنے والے پچھتا پچھتا کر کہیں گے:

چاہیں بڑے غم خود اور کچھ جانور  
ہیں جن کی سواری و بار برداری  
حرام کر دی گئی ہے، اور کچھ جانور  
ہیں، جن پر وہ اللہ کا نام نہیں  
لیتے اللہ پر اقرار کرتے ہوئے (یعنی  
یہ جھوٹ گھڑتے ہوئے کہ اللہ نے  
ان پر اپنا نام لینے سے منع کر دیا ہے)  
..... اور کہتے ہیں کہ ان جانوروں  
کے پریت میں جو بچہ ہے وہ ہمارے  
مردوں کے لئے مخصوص ہے اور  
ہماری عورتوں کے لئے حرام لیکن  
اگر وہ مردہ ہو تو مرد اور عورت  
سب اس میں شریک ہیں۔  
..... یہ اٹھ نروادہ ہیں۔ وہ  
بھیر کی قسم سے اور دوسری کی قسم  
سے لے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)  
ان سے پوچھو کہ اللہ نے ان کے  
نوحام کئے ہیں یا مادہ یا دہ بچے  
جو بھیروں اور بکریوں کے پریت  
میں ہوں؟ ذرا ٹھیک ٹھیک  
علم کے ساتھ مجھے بتاؤ اگر تم سچے ہو  
اور اسی طرح دوا دنت کی قسم  
سے ہیں اور دو حکائے کی قسم سے  
ان سے پوچھو ان کے خالق اللہ نے

(باقی ۱۳۵ کا حاشیہ)

حق سے پوری کی جاتی تھی، لیکن اگر خدا کے حق میں کمی آجاتی تو شریکوں کے حق میں سے ایک حق بھی خدا کے  
حق میں نہ آجاتا۔

یعنی انہیں اس غلط فہمی میں ڈال دیں کہ یہ بھی اسی دین کا کوئی حق ہے جو انہیں حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام  
سے ملا تھا اس مقام پر ظاہر ہے کہ شریکوں سے مراد دیوتا اور معبود نہیں بلکہ وہ مذہبی پیشوا ہیں جنہوں نے بد کے دور میں عقائد  
اور مذہبی رسوم کو رائج کیا اور لوگوں نے ان کی اس طرح پیروی کی جیسی خدا کے قانون کی کہنی چاہیے۔

”اے ہمارے بزدل و دغا ر، ہم نے  
اپنے سرداروں اور بڑے  
لوگوں کی اطاعت کی اور انہوں  
نے ہمیں راہ سے بے راہ کر دیا  
اے ہمارے رب، ان کو دہرا  
عذاب دے، ان پر سخت  
لعنت کر“ (الحزب ۶۵-۶۸)  
”اے ہمارے بزدل و دغا ر ہمیں  
ان جنوں اور انسانوں کو دکھا  
جہنم میں نے ہم کو گمراہ کیا تھا۔  
ہم انہیں پاؤں تلے روند ڈالیں  
گئے تاکہ وہ ضرور ذلیل و خوار  
ہوں“

(نجم السجدہ ۲۹)

”(حزب الشتر قائلے سزا دے گا)  
اس وقت وہی پیشوا اور رہنما  
جن کی دنیا میں پیروی کی  
گئی تھی۔ اپنے پیروں سے لاف  
ظاہر میں گئے، مگر عذاب  
دیکھ کر رہیں گے اور ان اسباب  
و وسائل کا سلسلہ کٹ جائیگا  
اور وہ لوگ جو دنیا میں ان  
کی ان کی پیروی کرتے تھے  
کہیں گے کہ کاش ہم کو ایک  
موقع پھر مل جاتا تو ہم ان سے  
اسی طرح ہزار ہو کر دکھا دیتے  
جس طرح آج یہ ہم سے بیزاری  
ظاہر کر رہے ہیں۔ یوں اللہ  
ان لوگوں کے وہ اعمال جو دنیا  
میں کر رہے ہیں۔ ان کے سامنے  
اس طرح لائے گا کہ یہ حسرتوں

اور شکایاتوں سے ہاتھ ملتے۔  
رہیں گے۔ مگر آگ سے نکلنے کی  
کوئی راہ نہ پائیں گے“

(البقرہ ۱۶۶-۱۶۷)

”کاش تم ان ظالموں کے  
حال اس وقت دیکھو جو  
پہ اپنے رب کے سامنے کھڑے  
کیے جائیں گے اور ایک دوسرے  
سے دُور و جھگڑا کریں گے  
جو لوگ دنیا میں دبا کر رکھے  
گئے تھے وہ بڑے بننے والوں  
سے کہیں گے ”تم نہ ہوتے تو  
ہم مسلمان ہوتے یہ وہ بڑے  
بننے والے ان دے ہوئے لوگوں  
سے کہیں گے کہ ”کیا ہم نے تم  
کو ہدایت قبول کرنے سے  
روکا تھا جبکہ وہ تمہارے پاس  
آئی تھی؟ تم خود ہی مجرم تھے  
وہ بے ہوئے لوگ ان بڑے  
بننے والوں سے کہیں گے ”ہمیں  
بلکہ وہ شب و روز کی مکاری  
تھی، جب تم ہم سے کہتے تھے  
کہ ہم اللہ سے کفر کریں اور  
دوسروں کو اس کا ہمسر  
تھرائیں“ آخر کار جب لوگ  
عذاب دیکھیں گے تو اپنے دلوں  
میں پچھتا رہیں گے“

(سار ۳۱ تا ۳۳)

اس حقیقت کو قرآن نے بطور  
ایک عالمگیر قانون کے بیان  
کیا کہ کسی معاشرے کو آخر

حرام کئے ہیں یا مادہ، یا وہ بچے  
جو ادھیڑ اور گھامنے کے ہیٹ میں  
ہوں؟ کیا تم اس وقت حاضر  
تھے جب اللہ نے ان کے حرام  
ہونے کا تمہیں حکم دیا تھا؟ پھر  
شخص سے بڑھ کر ظالم اور کون  
ہوگا جو اللہ کی طرف منسوب کہہ کر  
جھوٹی بات کہے تاکہ علم کے بغیر  
لوگوں کو غلط رہنائی کرے، یقیناً  
اللہ ایسے ظالموں کو رادہ راست  
نہیں دکھاتا۔“

(آیات ۱۳۶ تا ۱۴۲)

بڑے لوگوں و پیشواؤں  
کی غلط پیروی

تقلید آباؤی سے قریب  
نزدیک اور سبب  
مگر ابھی کی قرآن نے  
نشانہ ہی کی جو لوگوں

کے بگاڑنے اور معاشے کے خراب کرنے میں اس  
سے کسی طرح کم نہیں ہے، اور وہ ہے اپنی قوم یا  
دنیا کے بڑے لوگوں، لیڈروں، مذہبی پیشواؤں  
اور دولت مند سرداروں کی پیروی جو یہ دیکھے  
بغیر کہ وہ کدھر جا رہے ہیں، صرف اس بنا پر  
کی جائے کہ وہ ہیں بڑے لوگ، قرآن نے لوگوں  
کو آگاہ کیا کہ قیامت کے روز اس طرح کی پیروی  
کرنے والے پچھتا پچھتا کر کہیں گے:

چاہیں بڑے علم خود اور کچھ جانور  
ہیں جن کی سواری و بار برداری  
حرام کر دی گئی ہے، اور کچھ جانور  
ہیں، جن پر وہ اللہ کا نام نہیں  
لیتے اللہ پر انفرادی طور پر جو مے (یعنی  
یہ جھوٹ گھڑتے ہوئے کہ اللہ نے  
ان پر اپنا نام لینے سے منع کر دیا ہے)  
..... اور کہتے ہیں کہ ان جانوروں  
کے ہیٹ میں جو بچہ ہے وہ ہمارے  
مردوں کے لئے مخصوص ہے اور  
ہماری عورتوں کے لئے حرام لیکن  
اگر وہ مردہ ہو تو مرد اور عورت  
سب اس میں شریک ہیں۔  
..... یہ اٹھ نوادہ ہیں۔ وہ  
بھیر کی قسم سے اور دیکھو کی قسم  
سے لے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)  
ان سے پوچھو کہ اللہ نے ان کے  
نوحام کئے ہیں یا مادہ یا وہ بچے  
جو بھیروں اور بکریوں کے ہیٹ  
میں ہوں؟ ذرا تمہیک تمہیک  
علم کے ساتھ مجھے بتاؤ اگر تم سچے ہو  
اور اسی طرح دواؤنٹ کی قسم  
سے ہیں اور دو گائے کی قسم سے  
ان سے پوچھو ان کے زوال اللہ نے

(باقی صفحہ ۱۹ کا حاشیہ)

حق سے پوری کی جاتی تھی، لیکن اگر خدا کے حق میں کمی آجاتی تو شریکوں کے حق میں سے ایک حق بھی خدا کے  
حق میں نہ آجاتا۔

لہٰذا یہی نہیں اس غلط فہمی میں ڈال دیں کہ یہ بھی اسی دین کا کوئی حق ہے جو انہیں حضرت ابراہیمؑ و اسماعیل علیہما السلام  
سے ملا تھا اس مقام پر ظاہر ہے کہ شریکوں سے مراد دیوتا اور منجوس نہیں بلکہ وہ مذہبی پیشوا ہیں جنہوں نے بود کے دو میں عقائد  
اور مذہبی رسوم کو رواج دیا اور لوگوں نے ان کی اس طرح پیروی کی جیسی خدا کے قانون کی کرنی چاہیے۔

”اے ہمارے بھروسہ دار، ہم نے اپنے سرداروں اور بڑے لوگوں کی اطاعت کی اور انہوں نے ہمیں راہ سے بے راہ کر دیا اے ہمارے رب، ان کو دہرا عذاب دے، ان پر سخت لعنت کر“ (الحزب ۶۵-۶۸)

”اے ہمارے بھروسہ دار ہیں ان جنوں اور انسانوں کو دکھا جہنم نے ہم کو گمراہ کیا تھا۔ ہم انہیں پاؤں تلے روند ڈالیں گے تاکہ وہ ضرور ذلیل و خوار ہوں“

(نغم السعدہ ۲۹)

”(جب اللہ تعالیٰ سزا دے گا) اس وقت وہی پیشوا اور رہنما جن کی دنیا میں پیروی کی گئی تھی، اپنے پیروں سے لاپتہ ظالموں میں گئے، مگر عذاب دیکھ کر رہیں گے اور ان اسباب و وسائل کا سلسلہ کٹ جائیگا اور وہ لوگ جو دنیا میں ان کی ان کی پیروی کرتے تھے کہیں گے کہ کاش ہم کو ایک موقع پھر مل جاتا تو ہم ان سے اسی طرح بیزار ہو کر دکھا دیتے جس طرح آج یہ ہم سے بیزاری ظاہر کر رہے ہیں۔ یوں اللہ ان لوگوں کے وہ اعمال جو دنیا میں کر رہے ہیں، ان کے سامنے اس طرح لانے لگا کہ یہ حسرتوں

اور شبہانیوں سے ہاتھ ملتے رہیں گے، مگر آگ سے گلنے کی کوئی راہ نہ پائیں گے“

(البقرہ ۱۶۶-۱۶۷)

”کاش تم ان ظالموں کے حال اس وقت دیکھو جب یہ اپنے رب کے سامنے کھڑے کیے جائیں گے اور ایک دوسرے سے دُور ہو جائیں گے اور جو لوگ دنیا میں دبا کر رکھے گئے تھے وہ بڑے بننے والوں سے کہیں گے ”تم نہ ہوتے تو ہم مسلمان ہوتے“ وہ بڑے بننے والے ان دبا ہوئے لوگوں سے کہیں گے کہ ”کیا ہم نے تم کو ہدایت قبول کرنے سے روکا تھا جبکہ وہ تمہارے پاس آئی تھی؟ تم خود ہی مجرم تھے وہ دبا ہوئے لوگ ان بڑے بننے والوں سے کہیں گے ”نہیں بلکہ وہ مشرب و روز کی مکاری تھی، جب تم ہم سے کہتے تھے کہ ہم اللہ سے کفر کریں اور دوسروں کو اس کا ہمسر ٹھہرائیں“ آخر کار جب لوگ عذاب دیکھیں گے تو اپنے دلوں میں پچھتائیں گے“

(مبا۔ ۳۱ تا ۳۳)

اس حقیقت کو قرآن نے بعد ایک عالمگیر قانون کے بیان کیا کہ کسی معاشرے کو آخر

ضلالت کو بار بار لوگوں کے سامنے پیش کیا گیا تاکہ ان کا اپنا غرور بھی لٹے جو قبول حق میں مانع ہو رہا تھا۔ اور ان کے بہت سے علمبرداران ضلالت کی گمراہی کے اصل سبب سے بھی وہ واقف ہو جائیں جو ان کے اپنے زمانے میں، یا ان سے پہلے گذرے ہوئے زمانہ میں حق کا راستہ روکنے والا تھا۔

مثال کے طور پر سورہ نوح میں حضرت نوح کا یہ قول نقل کیا گیا، کہ "اے میرے رب! میں نے اپنی قوم کے لوگوں کو شب و روز (ادھ) حق کی طرف لانے کے لئے (پکارا مگر میری پکار نے ان کو گمراہی میں اضافہ کیا، اور جب بھی میں نے ان کو دعوت دی تاکہ تو انہیں ممانعت کرنے سے انہوں نے کانٹوں میں انگلیاں ٹھونس لیں اور اپنے کپڑوں سے منہ ڈھانک لئے اور اپنی روش پر اڑ گئے اور بڑا تکبر کیا۔" (آیات ۷۰-۷۱)

سورہ المومن میں یہ قصہ بیان کیا گیا کہ جب فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قتل کا ارادہ ظاہر کیا تو اسی کے اہل دربار میں سے ایک حق پسند آدمی نے بڑے دردمندانہ اور خیر خواہانہ انداز میں نہایت مدلل طریقے سے اس کو سمجھانے اور

کا دھوکہ دینا شروع کر دیا کہ تیرا حق ہے وہ اس کے کھاتے پیتے، خوشحال اور نیک طبقوں کا بگاڑ ہے۔ جب کسی قوم کی شامت آنے کو ہوتی ہے تو اس کے دولت مند اور ممتاز افراد و اقتدار لوگ فسق و فجور پر اتر آتے ہیں۔ ظلم و ستم اور بکریاں اور شرارتیں کرنے لگتے ہیں۔ اور آخر کار یہی فتنہ پوری قوم کو لے ڈالتا ہے، چنانچہ سورہ بنی اسرائیل میں فرمایا:

وَإِذْ آتَيْنَا آلَ إِبْرَٰهِيمَ إِبْرَٰهِيمَ وَأَهْلَهُ أَتَيْنَاهُم مِّنْ بَيْنِ يَدَيْنَا مَزِيدًا ۚ وَاتَّخَذَ ثَمُودُ طَبَقًا مِّنْ ذُلِّ الْأَرْضِ طَبَقًا فَسَقًّا ۚ فَأَنشَأْنَاهُ كَنَازًا ۚ وَكَانَ يَوْمَ الْمَوْتِ هُمْ كَافِرِينَ ۚ وَكَانَ لُوطُ بَنِي إِسْرَٰءِيلَ فَاسِقًا ۚ وَلَمَّا مَتَّعْنَاهُ ثَمَلًا أَنشَأْنَاهُ كَنَازًا ۚ وَكَانَ يَوْمَ الْمَوْتِ هُمْ كَافِرِينَ ۚ وَكَانَ لُوطُ بَنِي إِسْرَٰءِيلَ فَاسِقًا ۚ وَلَمَّا مَتَّعْنَاهُ ثَمَلًا أَنشَأْنَاهُ كَنَازًا ۚ وَكَانَ يَوْمَ الْمَوْتِ هُمْ كَافِرِينَ ۚ

(آیت ۱۶)

**غرور و تکبر** | تفسیر اہم سبب ضلالت جس کی قرآن نے نشاندہی کی

وہ یہ ہے کہ انسان حق بات ماننے سے صرف اس لئے انکار کرتا ہے۔ کہ اسے اپنے رویہ کی عملی تسلیم کرنے میں اپنی پہچان ہوتی نظر آتی ہے یا وہ یہ سمجھتا ہے کہ میں اس حق کو تسلیم کر لوں گا، تو گمراہ معاشرے میں جو ادنیٰ مقام مجھے حاصل ہے وہ مجھ سے جتن جاتا گا یا وہ خیال کرتا ہے کہ اپنی بات چھوڑ کر دوسرے کی بات مان لینا اس کے مقام بلند سے فروتر ہے قطع نظر اس سے کہ وہ بات کتنی ہی غلط ہو جس پر وہ اڑا ہوا ہے اور وہ بات کتنی ہی برحق ہو جسے دوسرا شخص پیش کر رہا ہے قرآن مجید میں اس سبب

لے تکبر سے مراد یہ ہے کہ انہوں نے حق کے آگے سر جھکا دینے اور خدا کے رسول کی نصیحت قبول کرنے کو اپنی شام سے گری ہوئی بات سمجھنا مثال کے طور پر اگر کوئی بھلا آدمی کسی بگڑے ہوئے شخص کو نصیحت کرے، اور وہ جواب میں سر جھٹک کر اٹھ کھڑا ہو اور پاؤں پیختا ہوا نکل جائے تو یہ تکبر کے ساتھ کلام نصیحت کو رد کرنا ہو گا۔

اور کھیتوں اور نسلیوں کو برباد کرنے میں مرت ہوئی ہے حالانکہ اللہ فساد کو پسند نہیں کرتا اور جب اس سے کہا جاتا ہے کہ اللہ سے ڈرنا اپنے وقار کا ٹھنڈا اس کو گناہ پر مجاہدیتا ہے ۵

(آیات ۴ تا ۲۰)

سورہ مدثر میں خود ملک کے ایک سردار کا کردار پیش کیا گیا جس نے قریش کے سرداروں کے سامنے صاف صاف اعتراف کیا تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جو الزامات وہ رکھ رہے ہیں وہ جھوٹے ہیں، اور قرآن ایک ایسا کلام ہے جس میں بڑی حلاوت ہے اس کی جڑ بڑی گہری ہے، اور اس کی ڈالیاں بڑی ٹمراویں ہیں مگر جب اس کے سامنے یہ سوال آیا کہ اس رسول اور اس کلام کو حق مان کر میں اپنی سرداری کھو بیٹھوں، یا اس پر بھڑکنا الزام لگا کر اپنی سرداری بچاؤں، تو اس نے دوسری چیز کو ترجیح دی۔ اور اپنے ضمیر سے لڑ کر آخر کار ایک الزام تصنیف کر ڈالا جسے اس کا دل خود جانتا تھا کہ وہ محض اپنی بڑائی قائم رکھنے کے لئے ایک صریح جھوٹ گھڑ رہا ہے، قرآن نے اس کی یہ تصویر پیش کر کے اسے بالکل بے نقاب کر دیا۔

"اس نے سوچا اور کچھ بات بنانے کی کوشش کی، تو خدا کی مار اس پر کیسی بات بنانے کی۔

کوشش کی، پھر (لوگوں کی طرف) دیکھا پھر بیٹائی سکیڑی اور منہ بنایا پھر پلٹا اور تکبر میں بڑ گیا۔ آخر کار بولا کہ یہ کچھ نہیں ہے مگر ایک جادو جو پہلے سے چلا آ رہا ہے۔ یہ

تو ایک انسانی کلام ہے،" (آیات ۱۸ تا ۲۵)

غلط روئے چھوڑ کر راست روی اختیار کرنے کی تلقین کی۔ مگر اس نے ان باتوں کا کوئی اثر نہ لیا اور اپنی ہرٹ دھرمی پر قائم رہا۔ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا گیا۔

كَذٰلِكَ يَخِطِّبُ اللّٰهُ اِسْطٰرَحَ اللّٰہِ مَظِیۃً وَّكَا عَلٰی كُلِّ قَلْبٍ مُّتَكَبِّرٍ دیتا ہے ہر متکبر و جبار کے دل پر۔

(آیت ۳۵)

یعنی تکبر اور جباریت شکی ہوا جس دل میں بھر جاتی ہے پھر اس کے دروازے ہر کلمہ نصیحت ہر قول حق کے لئے بند ہو جاتے ہیں اور اللہ پھر اس بد لعنت کے ایسی مہر لگا دیتا ہے، کہ خواہ کوئی اسے راہ راست بدلانے کی کتنی ہی کوشش کر لے، وہ کسی طرح سیدھا نہیں ہوتا۔

سورہ اعراف میں بیان کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جب تختیوں پر ایک ہدایت نامہ لکھ کر دیا۔ تو اس کے ساتھ ہی متنبہ فرمایا کہ "میں اپنی نشانہوں سے ان لوگوں کی نگاہیں پھیر دوں گا۔ جو کسی حق کے بغیر زمین میں تکبر کرتے ہیں، ایسے لوگ خواہ کوئی نشانہ دیکھ لیں، کبھی اس پر ایمان نہ لائیں گے، اگر سیدھا راستہ ان کے سامنے آئے تو اسے اختیار نہ کریں گے اور اگر غیر حلال راستہ نظر آئے تو اسے اختیار کر لیں گے۔"

(آیت ۱۴۶)

سورہ بقرہ میں فرمایا: انسانوں میں کوئی ایسا ہوتا ہے جس کی باتیں دنیا کی زندگی میں تم کو بہت بھلی لگتی ہیں۔ اور وہ اپنی نیک نیتی پر بار بار اللہ گواہ ٹھہراتا ہے مگر وہ بدترین دشمن حق ہوتا ہے یہ باتھنا کہ جب وہ پلٹتا ہے تو زمین میں اس کی ساری دور دھوپ فساد برپا کر دے



## دنیا کی خوشحالی و بدحالی کو خیر و شر کا معیار سمجھنا

پھر قصہ آن  
نے بتایا کہ مگر ابھی  
کا ایک اور بڑا  
سبب یہ خیال  
ہے کہ دنیا میں جو

نتائج ظاہر ہوتے ہیں وہی معیار خیر و شر ہیں  
یہاں اگر کوئی خوشحال ہے، خواہ اس کی خستہ حالی  
کتنی ہی نیک عمل کے ساتھ ہو، وہ بہر حال ناکام  
ہے کیونکہ خیر وہ ہے جس کا نتیجہ یہاں بظاہر اچھا  
نظر آ رہا ہے، اور مشرودہ ہے، جس کا نتیجہ یہاں بظاہر  
برادر یکھا جا رہا ہے قطع نظر اس سے کہ اس ظاہری  
”خیر“ کے پیچھے کتنی ہی حرام خوریاں اور بد اخلاقیات  
پائی جاتی ہوں، اور وہ ”شر“ اپنے پیچھے کتنا  
نی حسن عمل اور بلندی اخلاق کا سرمایہ رکھتا ہو  
قرآن نے اس غلط نقطہ نظر کی مثالیں پچھلی تاریخ  
سے بھی پیش کیں، اور خود مکہ اور عرب کے لوگوں  
کی گفتار و کردار میں بھی اس کو نمایاں کر کے دکھایا  
حضرت نوح کے قصہ میں بتایا کہ ان کی قوم  
کے سرداروں نے یہ کہہ کر ان کی تعلیم و ہدایت  
کو قبول کرنے سے انکار کیا تھا کہ ان پر ایمان  
لانے والے غریب لوگ تھے، جنہیں معاشرے  
میں کوئی بلند مرتبہ حاصل نہ تھا،

قَالُوا اَلْتَّوْمُنُ لَكَ  
دَاتَّبَعَكَ اِلَّا اَرَادَ لَكَ  
انہوں نے کہا کیا ہم تجھے مان  
لیں حالانکہ تیرے  
پر دی ادنیٰ ترین لوگوں  
(الشعراء آیت ۱۱۱)

حضرت صالح کے قحط میں قرآن نے راحت  
کی کہ ان کے غریب پیروں سے ان کی قوم کے  
بڑے لوگوں نے کہا تَعْلَمُونَ اِنَّ صَلْحًا مُّوَصَّلًا  
مِّنْ رَبِّہَا کیا تم واقعی یہ جانتے ہو کہ صالح اپنے  
رب کا پیغمبر ہے؟ انہوں نے کہا اِنَّا بِمَا آتٰکُمْ سِلٰکَ

یٰۤاَیُّهَا مَوٰفِقُونَ ہم تو اس چیز پر ایمان رکھتے ہیں  
جس کے ساتھ وہ بھیجے گئے ہیں اس پر ان بڑے  
لوگوں نے کہا اِنَّا بِمَا آتٰکُمْ سِلٰکَ یٰۤاَیُّهَا مَوٰفِقُونَ  
ہم اس چیز کو ماننے والے نہیں جس پر ایمان لائے  
ہو (الاعراف ۷۵-۷۶) یہی تم جیسے حق لوگوں نے  
جس چیز کو مانا ہے اسے ہم نہیں مان سکتے،

پھر تمام انبیاء کے بارے میں قرآن نے بتایا کہ  
ان سب کے مخالف ان کی قوم کے خوش حال لوگ  
تھے، اور ان کا نقطہ نظر یہ تھا کہ جس کو دنیا میں خوش  
مال و اولاد نصیب وہی حق پر ہے،

وَمَا اَرْسَلْنَا رِیْ  
فَعَرِیْہَا مَرَدًا یُّرَا  
اِلَّا قَالُ اٰھٰلُ قَرْیَہَا  
اِنَّا بِمَا اَرْسَلْنَا  
یٰۤاَیُّهَا مَوٰفِقُونَ  
قَالُوْا اِنْ کُنْ اَلْکَذِبُ  
اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا  
رَّحْمٰنٌ حٰنٌ یُّمٰدِنُ  
رِیْہَا  
(سبا ۳۲-۳۵)

اور کبھی ایسا نہیں ہوا کہ  
ہم نے کسی بستی میں کوئی  
خبردار کو نہ والا بھیجا ہو  
اور اس بستی کے کھانے  
پیتے لوگوں نے یہ نہ کہا  
ہو کہ جس پیغام کیسا ہے  
تم بھیجے گئے ہو ہم اس کو  
ماننے والے نہیں اور  
انہوں نے کہا ہم تم سے  
زیادہ مال و اولاد رکھتے  
ہیں اور ہم ہر گز سزا  
پانے والے نہیں ہیں۔

یہی سوچنے کا انداز رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم کے زمانے میں کفار مکہ اور اہل عرب  
کا تھا جس کے غلط ہونے پر قرآن مجید میں بار  
بار ان کو یہ گائیاد سورہ مریم میں فرمایا ”ان  
لوگوں کو جب ہماری کھلی کھلی آیات سنائی  
جاتی ہیں تو انکار کرنے والے ایمان لانے والے  
سے کہتے ہیں کہ بتاؤ ہم دونوں گروہوں میں  
سے کون بہتر حالت میں ہے اور کس کی مجلسیں  
شاندار ہیں؟ حالاں کہ ان سے پہلے ہم کتنی

ہی ایسی قومیں کے ہلاک کر چکے ہیں، جو ان سے زیادہ  
سرمہ و سامان رکھتی تھیں، اور ظاہری شان و  
شکست میں ان سے بڑھی ہوئی تھیں،

(آیات ۷۳-۷۴)

سورہ مومنون میں فرمایا، کیا یہ لوگ  
اس خیال میں ہیں کہ ہم جو ان کو مال اور اولاد سے  
نوازے جا رہے ہیں، تو انہیں بھلائیوں دینے میں  
برگرم ہیں؟ انہیں اصل معاملے کا انہیں شعور  
نہیں ہے۔ درحقیقت جو لوگ اپنے رب کے خون  
سے دور ہوتے ہیں، اور جو اپنے رب کی آیات پر  
ایمان لائے، ہیں، اور جو اپنے رب کے ساتھ کسی  
کوشریک نہیں کرتے، اور جن کا حال یہ ہے  
کہ (۱) اپنے رب کی خوشنودی کے لئے جو نیک  
کام وہ انجام دیتے ہیں ان کے برعکس ان کے دل  
اس خیال سے کانپتے رہتے ہیں کہ اپنے رب کی  
طرف پلٹنا ہے، وہی دراصل بھلائیوں کی طرف  
دوڑنے والے اور صہقت کر کے انہیں پالنے والے  
ہیں۔

(آیات ۵۵ تا ۶۱)

اسی بات کو سمجھانے کے لئے سورہ فجر میں پہلے  
عاد اور ثمود اور نضیر عین جیسی زبردست ترقی  
یافتہ قوموں اور سلطنتوں کی طغیانی و سرکشی  
کا انجام بیان کیا اور پھر فرمایا کہ انسان اب بھی  
اس غلط فہمی میں مبتلا ہے کہ دنیا کی فورت و دولت  
ہی اصل عزت ہے اور یہاں کی غربت و تنگ  
دستی ہی اصل ذلت ہے حالانکہ نعمت و دولت  
پر یا غربت و تنگ دستی، دونوں ہی انسان کی  
آزمائش کے لئے ہیں۔ اور ان میں سے کوئی بھی  
اصل عزت کا معیار نہیں ہے

(ملاحظہ ہو الفجر، آیات ۱۵-۱۶)

خواہشِ نفس و رقیاس  
و گمان کی پیروی

گمراہی کے اسباب  
بتاتے ہوئے  
قرآن نے ایک  
اہم سبب بھی  
بھی نشاندہی

کی اور وہ یہ کہ انسان محض تیا س دُکمان کی بناء پر کسی چیز کے حق اور کسی چیز کے باطل سمجھنے میں اپنی خواہشات نفس کو اپنا خدا بنا کر ایسی بندگی کرے کہ جہ جہ جدھر وہ جائیں اور چھینٹے ہوئے پھریں، مگر کبھی خدا کی دی ہوئی عقل اور اس کے بخشے ہوئے ذرائع علم سے کام لے کر وہ یہ نہ دیکھے کہ اپنے گمراہوں اور تیاسات کی بناء پر اس نے جو راستہ اختیار کیا ہے، یا اپنی خواہشات کی پیروی میں وہ جس راہ پر چلا جا رہا ہے وہ صحیح اور معقول بھی ہے یا نہیں، اس عقلی بد قرآن نے بار بار لوگوں کو متنبہ کیا تاکہ وہ خیالات اور خواہشات کی دادیوں میں مبتلے نہ رہیں۔ بحال عقل و خرد کی سیدھی راہ پر آئیں۔

سورۂ اعراف میں ایک شخص کی مثال پیش کی گئی۔ جو عالم رکھنے کے باوجود خواہشات نفس کی پیروی میں دنیا کا کٹنا بن کر رہ گیا تھا، پھر اس جیسے لوگوں کی حالت پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا: "ہم نے بہت سے جن اور انسان جنہم ہی کے لئے پیدا کئے ہیں، ان کے پاس دل ہے مگر وہ ان سے سوچتے نہیں۔ ان کے پاس آنکھیں ہیں، مگر وہ ان سے دیکھتے نہیں، ان کے پاس کان ہیں، مگر وہ ان سے سنتے نہیں، وہ جانوروں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی گئے گزرتے یہ وہ لوگ ہیں جو غفلت میں کھوئے گئے ہیں،

(آیات ۳ تا ۹)

سورہ انفال میں ان لوگوں کا ذکر کیا گیا

جو سب کچھ سننے کے بعد گویا کچھ نہ سنتے تھے، اور پھر فرمایا: "وہ حقیقت اللہ کے نزدیک تمام جاندار مخلوقات میں سے بدترین مخلوق وہ بہرے اور گونگے ہیں جو ذرا عقل سے کام نہیں لیتے۔"

(آیت ۲۲)

بہرے اور گونگے سے مراد جسمانی بہرے اور گونگے نہیں بلکہ وہ لوگ ہیں جو نہ حق سننے ہیں اور نہ حق بولتے ہیں۔

سورہ یونس میں آیت ۳۱ سے ۳۵ تک پے در پے یہ دلائل دینے کے بعد کہ جن جن معبودوں کو مشرکین نے خدائی میں رب کائنات کا شریک بنادیا ہے ان میں سے کوئی بھی خدائی صفا اور اختیارات نہیں رکھتا صاف فرمایا گیا کہ ان کو معبود کسی علم کی بناء پر نہیں بنایا گیا ہے بلکہ محض گمان و قیاس سے اپنی جگہ لوگ یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ وہ بھی خدائی ہیں کچھ حصہ رکھتے ہیں، ان میں سے اکثر لوگ گمان کے سوا کسی چیز کی پیروی نہیں کر رہے ہیں، حالاں کہ گمان حق کی ضرورت کو کچھ بھی پورا نہیں کرتا۔

(آیت ۳۶)

سورہ حج میں پچھلی گزری ہوئی غلط کار قوموں کی تباہی کے آثار کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا "کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں ہیں کہ (ان کی اجڑی ہوئی بستیوں کے ٹھنڈے دیکھ کر) ان کے دل سمجھنے والے یا ان کے کان سننے والے نہ ہوں؟ حقیقت یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ وہ دل اندھے ہو جاتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔"

(آیت ۴۶)

اسی طرح سورہ فرقان میں قوم نوح، عاد، ثمود، اصحاب الزمزم، قوم فرعون اور قوم لوط کے انجام کی طرف توجہ دلاتے کے بعد رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: "کبھی تم نے اس شخص کے حال بد غور کیا، جس نے اپنی خواہش نفس کو اپنا خدا بنا لیا ہو؟ کیا تم ایسے شخص کو راہ راست بدلنے کا ذمہ لے سکتے ہو؟ کیا تم سمجھتے ہو کہ ان میں سے اکثر لوگ سننے ہیں یا عقل سے کام لیتے ہیں؟ یہ تو جانوروں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی گئے گزرے۔" (آیات ۴۳، ۴۴)

یہی بات سورہ جاثیہ میں سنرمانی کہ "اے نبی؟ کیا تم نے کبھی اس شخص کے حال پر بھی غور کیا جس نے اپنی خواہش نفس کو ہی اپنا خدا بنا لیا اور علم کے باوجود اللہ نے اسے گمراہی میں پھینک دیا، اس کے دل اور کانوں پر مہر رکھا دی اور اس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا؟ اب اللہ کے بعد کون ہے کہ جو اس کو ہدایت دے؟" (آیت ۲۲)

ایک اور جہیز  
کو جس کو قرآن  
نے افراد اور معاصر  
کی گمراہی کے بڑے

برائی کو خوبی سمجھنا  
اور غیر حق پر مگن رہنا

اسباب میں شمار کیا وہ یہ تھی کہ انسان بروے کاموں اچھا سمجھنے لگے، حق کے خلاف چلتے ہوئے سرے سے کوئی بے اطمینانی محسوس ہی نہ کرے بلکہ انسا اس پر متکبر ہو، اس پر اتر اے، اور حق جاننے کی ضرورت سے بالکل بے نیاز ہو۔ چنانچہ سورہ فاطر میں سنرمانی "بجلائے ٹھکانا بھی ہے، اس شخص کی گمراہی کا جس نے لئے اس کا برا عمل خود شہا بنا دیا گیا ہو اور وہ اسے اچھا سمجھ رہا ہو۔" (آیت ۸) اور سورہ مؤمن میں فرمایا کہ "جہنم میں جب لوگوں کو عذاب دیا جا رہا ہوگا اس وقت اس سے کہا جائے گا کہ یہ تمہارا انجام اس لئے ہوا کہ تم زمین پر غیر حق پر مگن تھے اور اس پر اتر آتے تھے،

(آیت ۵)

پنچیاں کہنگی اور حق پرستی ہے۔  
انسان کی دنیا برباد ہو جاتی ہے

قرآن مجید میں اس خیال کو بھی ایک بڑا سبب قرار دیا گیا ہے سورہ اعراف میں ہے کہ جب حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم کو ناپ تول میں کمی کرنے اور قافلے کو ٹٹنے اور راہ رفتی کرنے سے روکا تو قوم کے سرداروں نے لوگوں سے کہا کہیں اَتَّبِعْتُمْ شُعَيْبًا اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَحِبُّونَ اِذَا الْخُسُوفُ اُنْزِلَتْ اَمْ تَتُوبُ عَلَيْهِمْ اِنْ هُمْ اِنْسَانٌ عَاقِلٌ (آیت ۹)

گویا ان کا مطلب تھا کہ مھلا تجارت میں ہمارا کاروبار چل سکتا ہے؟ اور جو ہم تجارتی قافلوں کے راستے پر آباد ہیں، اگر رہنرانی نہ کریں اور راستوں کو بدخطر بنا کر قافلوں سے بھاری رہگزر دھول نہ کریں، تو ہماری یہ خوشحالی کیسے باقی رہ سکتی ہے؟ یہی بات ستر پیش کے سرداروں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہی تھی کہ اِنْ تَتَّبِعِ الْاِنْسَانَ مَتَدْفِعُ لَنُفْخِفَ مِنْ اَرْضِنَا اَمْ تَتَّبِعِ الْاِنْسَانَ لِيُكَفِّرَ عَنْ سَيِّئَاتِهِ اَوْ يَكْفُلَ الْغُلَامَ (آیت ۱۵) یعنی ہمارا جو کچھ اتر عرب کے لوگوں پر ہے وہ اسی وجہ سے ہے کہ ہم یہاں مشرکین عرب کے مذہبی پیشوا بنے ہوئے ہیں۔ اسی وجہ سے ہماری تجارت جک رہی ہے، اسی وجہ سے ہمارے قافلوں کو سامنے ملک کے راستوں میں امن طیسر ہے اور اسی وجہ سے عز کے تمام تباہی ہمارا احرام کرتے ہیں۔ اگر ہم آپ کی بات مان کر وہ راہ اختیار کریں جو آپ

پیش کر رہے ہیں تو سارے ہمارا مخالف ہو جائے گا، جو حدیث ہمیں ملک میں حاصل ہے وہ ختم ہو جائے گی۔ اور ہمارا ملک میں بھی امن چین سے رہنا ممکن نہ ہے گا۔

یہ قدیم ترین شفاعت کا مشرک عقیدہ

بڑا سبب رہا ہے اور عرب میں جب اسلام کی دعوت آئی تو اس کو بھی اس سے سابقہ پیش آیا، لوگ یہ سمجھتے تھے کہ اللہ کے کچھ پیالے بندے ایسے ہیں جن کی بات کسی طرح نہیں نقل سکتی، ان کا دامن آدمی تمام لے، نذر دنیا اور بے جا پاٹ سے ان کو خوش کرتا ہے، پھر دنیا میں جو چاہے کرے ان کی سفارش سر جرم و گناہ کی سزا سے اسے بچالے گی۔ اللہ کی بخشش اور مہربانیاں حاصل کرنے اور اپنے دل کی مرادیں پانے کا یہ انسان راستہ موجود ہوتے ہوئے کسی کو کیا بڑی ہے کہ تقویٰ اور پیر ہیزگاری کی بیڑیاں اپنے پاؤں میں ڈال کر ہر گناہ کی لذت اور ظلم و ستم کے فائدے سے اپنے آپ کو محروم کر لے، کفار عرب کا کہنا یہ تھا کہ تَعْبُدُوهُمْ اِذَا لَبِقُوا بَوْنًا رَآیَ اللّٰهُ رُفْعًا ہم تو ان کی عبادت اس لئے کرتے ہیں کہ وہ اللہ تک ہماری رسائی کر دلائیں (الزمر ۳) یعنی اللہ کی بارگاہ بہت اونچی ہے اس تک براہ راست ہماری پہنچ کہاں ہو سکتی ہے اس لئے ہم ان بزرگ ہستیوں کو اس تک رسائی حاصل کرنے کا ذریعہ بناتے ہیں، نیز وہ کہتے تھے هُوَ الَّذِي يَرْفَعُ الْكَلِمَۃَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِیْمُ (یونس ۱۸)

اس غلط عقیدے کی موجودگی میں نیکی اور



کی شفاعت ماننے میں معجز نہیں ہے۔ اس باب میں تباہی کی تعمیر کا ذکر ہے۔  
 مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْكَافِرِينَ  
 (البقرہ: ۲۵۵)  
 وَلَا تَقْعُمُوا الشَّفَاعَةَ عِندَ رَبِّكَ إِلَّا بِإِذْنٍ  
 لَهُ (سبا: ۲۲)  
 يَوْمَ يَقُومُ الرُّوحُ وَالْفَلَائِكُ صَفًّا  
 يَسْأَلُكُمْ عَنْ أَمْرِكُمْ  
 إِذَنْ لَكَ الرَّحْمَنُ  
 وَقَالَ صَوَابًا  
 (النبا: ۳۸)  
 جس روز روح (یعنی جبریل) اور فرشتے صف بستہ کھڑے ہوں گے کوئی سوئے اس شخص کے جس کے لئے اس نے اجازت دی ہو۔  
 جس روز روح (یعنی جبریل) اور فرشتے صف بستہ کھڑے ہوں گے کوئی سوئے اس شخص کے جس کے لئے اس نے اجازت دی ہو اور وہ نیک بات کہے۔

عَلَىٰ بَلَدٍ الشَّفَاعَةُ  
 حَبِيبَتُنَا لَنَا مَلَكُوتُ  
 السَّمْعُوتِ وَالْأَرْبَعِ  
 (الزمر: ۱۲۲)  
 اسے نبی کہہ دو کہ شفاعت ساری کی ساری اللہ کے اختیار میں ہے۔ آسمانیں اور زمین کی بادشاہی اسی کی ہے  
 یعنی شفاعت مٹنا یا نہ مٹنا اور اسے قبول کرنا یا رد کر دینا بالکل اللہ کے اختیار میں ہے وہ کائنات کی بادشاہی کا مالک ہے کسی کی یہ مجال نہیں کہ اس کی اجازت کے بغیر شفاعت کرے اور کسی کا یہ مرتبہ نہیں کہ اس کی شفاعت اللہ کو فرور سٹنی اور ماننی ہی پڑے۔

(باقی)

شری بنزل

نزلہ کام، کھانسی  
 کی بہترین دوا۔  
 اس کے استعمال سے  
 بہت جلد فائدہ  
 ہوتا ہے۔



دوا خانہ، کراچی، پاکستان



# چند مفید کتابیں

۶/۰۰	اسلام اور کفر کی حقیقت
۶/۵۰	بلاغ المبین
۹/۰۰	فتوح الغیب
۲/۵۰	شہرک و بدعت کے چور و داندے
۵/۵۰	روح تصوف
۷/۸۰	آداب زیارت قبور
۱۱/۲۰	اسلامی خطوط نویسی
۰۰/۶۰	جمیہ زندگی
۰۶/۶۰	اپنی اصلاح آپ
۰۰/۸۰	تقلید کیا ہے
۰۰/۶۰	اسلامی نظام ہی کیوں
۳/۰۰	عورت کیا کچھ کر سکتی ہے
۲/۰۰	قرآن و حدیث
۲/۵۰	تلاش راہ حق
۰۰/۶۵	کثرت آبادی کا علاج
۸/۵۰	قافلہ سخت جاں
۰۰/۳۵	کیا ہم ملک کی حقارت میں مبتلا ہیں؟
۱۵/۰۰	مولانا مودودی سے ملنے
۳/۰۰	مولانا مودودی کی اسلامی فکر کی علامت
۱۰/۰۰	مکتوبات حضرت علی
۳/۰۰	مکتوبات حضرت علی
۳/۵۰	عہد کی سبھی کے برون بیگ
۱/۷۵	مومن کی زندگی قرآن کی روشنی میں
۱/۵۰	الکھان
۲/۰۰	شہید اور جنگ آزادی
۲/۵۰	گلدستہ حدیث
۲/۰۰	مختصر احکام حج

اور مقصد یہ ہے کہ دل نماز میں لگا رہے تو پھر بھی نیک نیتی کی وجہ سے گناہگار تو نہیں کہلاتے گا البتہ اگر سنت اسے بھی کہیں گے۔ اور اندازہ جزا اس شخص کی نماز اس کی نماز سے بہتر ہوگی، جو آنکھیں کھول کے نماز پڑھتا ہے۔ دل نماز میں لگے یا نہ لگے لیکن اسے یہ احساس ہے کہ آنکھیں کھول کر نماز پڑھ رہا ہے مسئلہ قربانی کا ہر یا کسی اور چیز کا، ہمیں اسوۂ رسول اور شعار صحابہ کو پیش نظر رکھنا چاہئے، دین و شریعت کے معاملہ میں اپنی عقلیں لڑانا غصینہ سب ہے، اور اسی سے فتنہ فساد جنم لیتے ہیں۔

## ایک بڑی بی بی کی رائے (سوال)

ذبح کے سلسلے میں بڑی حیرت خزاں بات بتائی، ان کا کہنا ہے کہ کوئی بھی جانور ذبح کرتے وقت صرف بسم اللہ پڑھنا چاہئے اگر "الحمد للہ الرحیم بھی پڑھ دیا جلتے تو جانور حرام ہو جائے گا! کیا واقعی یہ بات صحیح ہے؟ یا یہ صرف بڑی بی بی کی سمجھ کا ہیر پھیر ہے۔

الجواب :- معلوم یہ ہوتا ہے کہ یہ بڑی بی بی علم دین سے بالکل کوری ہیں، اگر علم دین سے کوری نہ ہوتیں تو ایسی احمقانہ بات ان کی زبان سے خارج نہ ہوتی ہو سکتی تھی، جانور کو ذبح کرتے وقت اللہ کا نام کسی بھی طرح سے لیا جائے جانور حلال ہو جاتا ہے مسنون طریقہ تو یہ ہے کہ بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر ذبح کرے، لیکن اگر جانور بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر ذبح کیا جائے تو بھی اس کی حلت میں کوئی شبہ نہیں۔

حسبِ حلال و حرام

# مجلہ کی ڈاک

بندوق سے مرے ہوئے  
شکار کی حرمت و حلالیت

سوال :- اقبال احمد خاں کلونا ڈاکٹر چرکی ضلع کی بہت دنوں کے بعد ہمارے خط کا جواب مجھے میں شام ہوا ایک جواب سے اتفاق نہیں ہے براہ کرم توجہ دیں چونکہ بندوق کے شکار کے متعلق میں نے جواب نہ آنے کی صورت میں ایک صاحب کے کہنے پر رسائل و مسائل حصہ اول صفحہ ۸۳-۸۴ مصنف مولانا ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کی کتاب دیکھی پڑھنے پر مولانا مودودی صاحب کا خیال صحیح معلوم ہوتا ہے۔ دوسری کتاب اسلام میں حلال و حرام۔ علامہ سیف قرصادی صاحب کی کتاب ہے جس کا ترجمہ مکتبہ پیپر زادہ صاحب بمبئی کے سابق امیر حلقہ جماعت اسلامی نے کیا ہے انھوں نے بھی بندوق کے شکار کو حلال بتایا ہے جو بسم اللہ کر کے چھوڑی گئی ہو اور شکار مر گیا ہو، دلیل ان کی بھی دل کو لگتی ہوئی ہے اب آپ براہ کرم تفصیل سے جواب دیں کہ کس وجہ کے بنا پر بندوق کے شکار کو حرام بتلایا ہے دلیل کیا ہے؟ جب ایک لوگ لکھڑی سے جانور کو مار دینے سے شکار حلال ہو جاتا ہے تو پھر بندوق کی گولی جو سائے جسم کو

مردار جانوروں کی کھال کا مسئلہ

سوال :- عبدالقیوم کوٹ بلی زید تاج سرچرم ہے۔ بیل بھڑ بکری وغیرہ کی کھال خرید و فروخت کرتا ہے و نیز دباغت کا کام بھی ہو کرتا تھا، لیکن عرصہ سے یہ سلسلہ بند ہے صرف کھال ہی خرید و فروخت کرتا ہے، پھر اس معاملہ میں زید کے اس پیشہ پر اس بار سے معتراض صلیکہ مردار جانور کی کھال کی خرید و فروخت قطعاً حرام ہے۔

اب قابل اعتناء بات یہ ہے کہ آیا مردار جانور کی کھال خریدی اور بیچی جاسکتی ہے یا نہیں، شرعاً اس کی خرید و فروخت جائز ہے یا ناجائز۔

تفصیلی عنایت فرما کر مرحوم انصاف فرمائیں، تاکہ مسئلہ ہذا کے شرعی حکم سے آگاہی ہو الجواب :- بکرا اعتراض کر کے غلطی کا مرتکب ہو گیا ہے صحیح اور درست بات یہ ہے کہ مردار جانوروں کی کھالیں خریدنے اور بیچنے میں کوئی حرج نہیں بغیر دباغت کے بھی ان کھالوں کو فروخت کیا جاسکتا ہے البتہ دباغت کے بغیر انھیں استعمال میں لانا جائز نہ ہو گا۔

کو عقل و مستحکم کرنے کے لئے شامی کی یہ عبارت پیش کی ہے،

دیحیانی ان الجرح  
بالرصاص  
انما هو بالاحراق  
والثقل بواسطة  
اننا قاعدا العنيف  
اذ ليس لدحد  
فلاجل و بدافتي  
ابن نجيم۔

اس میں کوئی شبہ نہیں  
کہ گولی کا زخم جل کر اور  
سختی سے نکلنے کی وجہ سے  
توڑ کر ہوتا ہے کیوں کہ  
اس گولی میں کاٹ ڈالنے  
کی صلاحیت نہیں ہے۔  
لہذا اس سے مراد ہوا  
جانور حلال نہ ہو گا۔ اور  
اس پر علامہ نجیم اور فتویٰ

دیا کرتے تھے،  
اب آپ کو یہ اندازہ ہو گیا ہو گا کہ ہم نے حلی  
میں یہ جواب دیا ہے وہ یوں ہی نہیں تھا بلکہ اس  
کی ایک بنیاد ہے،

مولانا ابوالاعلیٰ مودودی اس دور کے بہت  
بڑے عالم ہیں۔ اور صحیح معنوں میں مفکر اسلام  
کہلانے کے حقدار ہیں، لیکن یہ کوئی ضروری نہیں  
کہ جیسے مفکر اسلام سمجھ لیا جائے اس کے اجتہاد کو صاد  
کرنا ناگزیر ہو اس مسئلہ میں ہم نے مولانا اثرات  
تھاؤنی وغیرہ کے رجحان کو قابل ترجیح سمجھتے ہوئے  
شکار سے مرے ہوئے جانور کی حرمت کا فتویٰ  
دیا ہے اگر آپ کو اس فتویٰ سے اتفاق نہ ہو، اور  
آپ مولانا مودودی ہی کے اجتہاد کو لائق ترجیح سمجھنا  
کریں۔ تو اس میں بھی کوئی مضائقہ نہ ہو گا۔

واللہ اعلم

وہی پرانی لے | سوالی :- عبدالرحمن کٹائی

مطلوبہ، عرض ہے کہ میری نظر ایک  
کتاب "تعلیم رحمۃ للعالمین" تحریر: راؤ شمیر علی  
خال مدبر دعوت الحق برطانیہ پور پری، یوں تو

چھپ کر دستی ہے اور اس کا شکار حرام ہو جائے،  
امید ہے کہ تشفی بخش جواب سے حق قرآن و حدیث  
کی دلیل کے جواب دینے کی زحمت گوارا فرمائیں گے  
الجواب :- جو مسئلہ مضمون نہ ہو اس کے کسی ایک  
جانب کو صحیح ثابت کرنے کے لئے قرآن و حدیث  
سے دلیل کیسے پیش کی جاسکتی ہے۔ رسائل و رسائل  
کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ بات تو آپ بھی سمجھ گئے ہوں گے  
مسئلہ اجتہاد ہی ہے اور ہر مجتہد کو اپنے اجتہاد پر  
عمل کرنے کا حق حاصل ہے۔ مولانا مودودی نے  
اپنے جواب کے آخر میں یہ فرمایا ہے۔

اگر کسی کو اس پر (شکار سے مرے

ہوئے جانور کی حرمت پر) حلیٰ اطمینان

دہو اور وہ اس کو حرام ہی سمجھتا ہو۔ تو

مجھے اس پر امر اور نہیں ہے کہ وہ ضرور اسے

حلال مانے اور واجب ہے کہ اس کو کھائے

میرا اجتہاد میرے لئے قابل عمل ہے۔

اور دوسروں کا اجتہاد یا کسی مجتہد کا

اتباع ان کے لئے اسی اجتہاد کی اختلاف

سے اگرچہ میسر اور ان کے درمیان حرم

و حلال کا اختلاف ہو جاتا ہے مگر اس

کے باوجود دونوں سیرتوں ایک ہی

دین میں رہتے ہیں۔

الگ الگ دینوں کے پیر نہیں ہو جاتے

اس عبارت سے یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ

مولانا مودودی نے مجھے قرآن کی بنا پر اس مسئلہ

پر اجتہاد کر کے یہ ثابت کیا ہے کہ بندوق کی گولی

میں ان اجناس میں داخل ہے کہ جن کے ذریعہ خون

باکر جانور کو حلال کر لیا جاتا ہے۔ مولانا اثرات

تھاؤنی مفتی عزیز الرحمن اور مولانا عبدالحی

یہ قابل اعتماد علماء نے بندوق کی گولی سے مرے

ہوئے شکار کو حرام تصور کیا ہے اور اپنے تصورات

میں اسلامی کتابیں پڑھنے کا بہت شوق رکھتا ہوں، اس وجہ سے اس کتاب کا نام پڑھتے ہی میں خوش ہو گیا۔ کیوں کہ کتاب پر مقدمہ نام ہے، مگر بد قسمتی سے یا خوش قسمتی سے جب میں نے کتاب کا مطالعہ کیا تو بہت دکھ ہوا، اس کی وجہ حسب ذیل ہے۔

پہلے راؤ صاحب نے کتاب کی تعریف کم اور اپنی تعریفیں زیادہ کی ہیں۔ خود اپنی تعریفیں کرنے والا مجھے پسند نہیں ہے، کتاب میں راؤ صاحب نے جگہ جگہ مولانا مودودی صاحب کے غلط رنگ میں پیش کیا ہے ملاحظہ ہو، صفحہ نمبر ۲۸، ۵۰، ۵۵، ۵۶، ۵۷ اور صفحہ نمبر ۲۰۳ سے ۲۲۲ تک جہاں میرا اندازہ ہے۔ میں نے مودودی صاحب کی بہت سی لکھی ہوئی کتابیں اور ان کا تفہیم القرآن پڑھا ہے میں بالوق سے کہتا ہوں کہ ان کتابوں کے پڑھنے سے پہلے میں کیا تھا اور کتنا گناہ کر چکا ہوں، اس کا علم صرف خدا کو ہے مگر خوش قسمتی سے خود خدا کے مدد سے جب میں نے مولانا مودودی کی کتابیں کا مطالعہ کیا تو اب میں اپنے آپ کو صحیح مسلمان سمجھتا ہوں۔ مگر راؤ صاحب کی کتاب پڑھ کر مجھے یہی خیال گذر رہا کہ شاید راؤ صاحب نے قرآن کا اور حدیثوں کا صحیح مطالعہ نہیں کیا ہے۔ جس کا ثبوت اس کی تحریر کہ وہ کتاب "تعلیم رحمۃ للعالمین" ہے کیوں کہ اس نے جگہ جگہ بے لگام ہو کر اور نادان بن کر دوسرے آدمیوں کا نام بے تہذیب سے لیا ہے، جگہ حدیث ہے کہ اگر دشمن کا نام بھی لینا ہو تو احترام سے لینا چاہیے، دوسروں کو چھوٹے اس کتاب میں اس نے وقت کے ایک بہت بڑے مفکر اسلام اور بزرگ مولانا مودودی بے گندے الفاظ استعمال کئے ہیں۔ صفحہ نمبر ۲۲۵ پر راؤ صاحب لکھتے ہیں کہ مودودی کی تنقید سے نہ حضرت امیر معاویہ

فج کے نہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نہ حضرت سعد بن عبادہ انصاری نہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ایک جگہ پر لکھتا ہے کہ مودودی صاحب نہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اور نہ دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم کو برحق مانتے ہیں۔ ایک جگہ پر لکھتا ہے، کہ مودودی صاحب شیخ فرقہ سے تعلق رکھتے ہیں، اس سلسلے میں عرض ہے کہ جب تک میں نے مودودی صاحب کی کتابوں کا مطالعہ کیا ہے مجھے ایسا ہی لگا کہ شاید یہی دنیا میں اس وقت کوئی ہستی ایسی ہوگی جس نے اس طرح قرآن کی وضاحت، حدیثوں کی وضاحت اور صحابہ رضی اللہ عنہم کا تذکرہ کیا ہو جس طرح مودودی صاحب نے کیا ہے، مگر راؤ صاحب نے اندھیرے کمرے میں رہ کر یا کسی اور کے کہنے پر ایسے الفاظ لکھ دیئے ہیں یا اس نے اپنے ناقص العقل ہونے کا ثبوت دیا ہے ورنہ منکر حق بھی اور شہنشاہ اسلام بھی یہ تسلیم کرتے ہیں کہ مودودی صاحب ایک صحیح العقیدہ مسلمان ہیں۔ اور اس وقت تمام مسلمانوں کو راہ نہائی کہہ رہے ہیں۔ میرے الفاظ کہاں تک صحیح ہیں میں کچھ نہیں کہہ سکتا ہوں البتہ آپ کے جواب کا منتظر ہوں، امید تو یہ ہے کہ آپ خوب وضاحت کے ساتھ راؤ صاحب کے کردار اور اس کا صحیح محل وقوع لکھیں گے جس نے اپنی تعریفیں آسمان تک پہنچا دی ہیں۔

الجواب :- ہماری اس ناپاک دنیا میں جب کسی کو مطعون کرنے کی رسم چل جاتی ہے تو پھر وہ لوگ بھی زبان درازی کے مظاہرے کرتے نظر آتے ہیں کہ معاشرے میں جن کی حیثیت کٹرے ملوڑوں سے زیادہ نہیں ہوتی جس طرح حضرات الامم کسی کو فیض نہیں پہنچا سکے اسی طرح یہ لوگ بھی کسی کو نفع نہیں دے سکے، لیکن جب زبان کھولیں گے تو اس انداز میں کھولیں گے کہ جیسے ان سے بڑا۔

علاوہ اور صاحب اور اک کوئی نہیں۔

براہو بزرگ پرستی کا اور اندھی تقلید کا کہ  
بڑے اور چھوٹے سمجھدار نا سمجھ عالم و جاہل سب  
ایسی راہوں میں دوڑ لگاتے ہیں کہ جن راہوں میں  
غلاظت کے ڈھیروں کے سوا کچھ نہیں ہوتا، جھوٹ  
فریب اور الزام تراشی کو ہمارے بگڑے ہوئے  
معاشرے میں آج بھی میسب سمجھا جاتا ہے لیکن اسے  
بد نصیبی کے سوا کیا کہا جاسے کہ اپنے مخالفین کے خلاف  
زبان کھولتے وقت ہم ہر بڑی بات کے مرتکب  
ہو جاتے ہیں، گالیاں ہم بک لیتے ہیں، غیبتیں ہم  
کر لیتے ہیں، بہتان ہم باندھ لیتے ہیں، اور مقابل  
کو نیچا دکھانے کے لئے طرح طرح کے جھوٹ ہم گھڑ  
لیتے ہیں، ادویوں بھی بات نہ بے نو فریب اور مکانی  
کے تمام زمینے طے کر کے "مسلم نشی" کی اس بام تک  
پہنچ جاتے ہیں کہ جہاں سے کفرہ الحاد کی دنیا کچھ  
زیادہ دور نہیں رہ جاتی، کچھ اسی طرح کا معاملہ  
مولانا مودودی کے ساتھ بھی ہوا ہے، بعض مذہبی  
فنگاروں نے ان کی عبارتوں کو توڑ ٹوڑ کر کچھ  
.. اس انداز میں پیش کیا کہ بھول کانٹے اور حق باقی  
محسوس ہونے لگا، پھر ستم بالائے ستم یہ ہوا کہ  
ہمارے ان بزرگوں نے کہ جن کی بزرگی میں کسی کو  
کوئی اشکال نہیں مولانا مودودی اور ان کی قائم کردہ  
جماعت پر گراہی کے فتوے جڑ دیئے اور یہ تحقیق کی  
ضرورت محسوس نہیں کی جو باتیں ان کے کانوں  
میں اندلی جا رہی ہیں وہ منہی بر صداقت ہیں بھی  
یا نہیں۔

بریلوی حضرات نے عوام کو درغلانے کے لئے  
یہ شوشہ چھوڑا تھا کہ دلیہ بندی رسول کے دشمن  
ہیں۔ ان کے قریب نہ پھٹکے۔ عوام تو کالانعام  
ہوتے ہی میں انھوں نے اسی بات کو قبولیت کے کانوں  
سے سنا اور دلیہ بندیوں کو رسول کا دشمن سمجھ

لیئے، دلیہ بند یوں نے ستر کے جلسوں کو لالچہ اور ترس  
آنکھوں کی غفلت اور فحشہ کا اعتراف کیا اور اس  
وضاحت کیسا تھا اعتراف کیا کہ جو شخص آنکھوں  
کی غفلت و بد فہم کا مقتدر نہ ہو اور خدا کے بند  
آپ کو سب سے زیادہ مرتکب نہ سمجھا ہو وہ مسلمان  
کہلانے کا مستحق نہیں۔ دلیہ بند یوں نے ستر  
رسول پر جتنی کتابیں لکھ ماری ہیں اس کا پچاس  
واں حصہ بھی بریلوی حضرات نے نہیں لکھا ہے لیکن  
دلیہ بندیوں کے ہاتھ میں جو غلط فہمی پھیلائی گئی  
تھی وہ مؤثر ثابت ہوئی اور آج بھی جب کہ علم  
و عقل کا سیرج نصف النہار پر ہے اور حقائق  
روشن رہ دشمن کی طرح کھل کر سامنے آ گئے ہیں  
ایک بڑا طبقہ دلیہ بندیوں کو آنکھوں کا دشمن  
خیال کرتا ہے، بالکل یہی حربہ جماعت اسلامی کے  
خلافت نام نہاد مولویوں نے بھی اختیار کیا ہے وہ  
مدت سے یہ غلط فہمی پھیلاتے ہیں کہ مولانا مودودی  
اور ان کے رفقاء صحابہ کرام کے دشمن ہیں، آپ  
مولانا مودودی کی لکھی ہوئی وہ کتابیں انھیں دکھاؤ  
جن میں انھوں نے صحابہ کرام کا صحیح مقام متعین  
کیا ہے اور یہ بتایا ہے کہ انبیاء کے بعد سب سے  
زیادہ متقی، متدین اور مرتاض صحابہ کرام ہی  
ہیں۔ اور دنیا کھڑکی بڑے سے بڑا ولی اور  
قطب اذرا و ترجمہ کسی مولوی درجہ کے صحابی کے  
مقابل میں پیش نہیں کیا جاسکتا۔ لیکن ایسی  
کتابیں پڑھنے کے بعد بھی جماعت اسلامی کے  
دشمن کس سے مس نہیں ہوں گے اور وہ دلیہ  
پرائی لے میں یہ کہتے نظر آئیں گے کہ مودودی  
لوگ صحابہ کے دشمن ہیں۔ ان کے بدخواہ ہیں۔  
اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جس طرح بریلوی  
حضرات کی پھیلائی ہوئی غلط فہمی رنگ لاکر رہی  
اسی طرح نام نہاد مولویوں نے جماعت اسلامی

شخص کو اس لئے نہیں بخشا جاسکتا کہ وہ کسی قلعہ اور غوث کا متوال ہے، اور کسی کو شخص اس بنیاد پر داخل جہنم نہیں کیا جاسکتا کہ اس کا تعلق فلاں گروہ سے ہے وہاں فرداً فرداً سب کے اعمال نامے ٹوٹے جائیں گے، احتساب سے دادیلا بچیں گے اور نہ آفتاب الایہ ہے کہ بدو و مکار کسی کو اپنی رحمت اور فضل سے بغیر حساب و کتاب کے داخل جنت کرے، لیکن ازراہ اصول اور ازراہ قانون احتساب کی منزلوں سے سمجھی کو گزرنا پڑے گا۔ مولانا مودودی بھی فدائی عدالت کے کٹرے ہیں کھڑے ہونے پر مجبور ہوں گے، اگر مولانا مودودی فی الواقعہ صحابہ کے دشمن ہیں، تو اللہ کی پکڑ سے نکل کر جائیں گے کہاں؟ لیکن اگر معاملہ اس کے برعکس ثابت ہوا، یعنی وہ صحابہ کے دشمن ثابت نہ ہو سکے اور ثابت یہ ہوا کہ ارباب جہاد و ستائش ان کی مقبولیت کو گھٹانے اور کم کرنے کے لئے ازراہ سیاست ان پر یہ الزام لگایا تھا کہ وہ صحابہ دشمنی میں مبتلا ہے تو ان ارباب جہاد و ستار پر اور ان کی اندھی تقلید کرنے والے خشوں پر کیا گزرتے گی؟ کیا یہ لوگ اللہ کی پکڑ سے بچ جائیں گے؟ حقوق اللہ کی ادائیگی میں کوتاہی کرنے والے لوگ تو عین ممکن ہے کہ بے حساب جنت میں داخل ہو جائیں لیکن حقوق العباد میں کوتاہی کرنے والے اور اللہ کے بندوں پر بالخصوص نیکو کاروں پر ہونے والے سیدھے الزام لگانے والے لوگ اپنی خطاؤں کی سزا سے بے خبر کیس طرح داخل بہشت ہو جائیں گے؟

راؤ صاحب کے بارے میں ہمیں یہ علم نہیں کہ کون ہیں اور کس حیثیت کے مالک ہیں البتہ یہ بات ہم انتہائی وثوق کے ساتھ لکھ رہے ہیں کہ مولانا مودودی جیسے جلیل القدر علماء کے مقابل

کے خلاف جو قلمبیاں پھیلائی تھیں وہ کافی حد تک مؤثر ثابت ہوئیں اور بد نصیبی سے آج معاشرہ میں اس قسم کے لوگوں کی کمی نہیں کہ جو الف کے نام بے نہیں جانتے، جنہیں کبھی کتابیں پڑھنے کی توفیق نہیں ہوتی، جن کو علم برائے نام اور عقل برائے بیث دی گئی ہے۔ وہ مولانا مودودی اور جماعت اسلامی کو صحابہ کا بدخواہ کہتے پھرتے ہیں۔

راؤ شمشیر علی خاں اگر نام نہاد مولودیوں کی پھیلائی غلاطت اٹھا کر اپنے کپڑوں پر مل لیں تو ہمس میں مولانا مودودی اور ان کے جماعت کا کوئی نقصان نہیں نقصان تو راؤ صاحب کا ہی ہے۔ کہ وہ اس گندگی کو سینے سے لگانے کی کوشش کر رہے ہیں کہ جس کے متفق ہونے میں کسی بھی صاحب شعور آدمی کو کوئی کلام نہیں ہے۔

محترم عبدالرحمن صاحب! آپ فکر نہ کیجئے۔ جلد ہی یوم انصاف قائم ہونے والا ہے اس دن ہر شخص کو اپنے کئے کا بدلہ ملے گا، نیکی کرنے والے نیکی کا صلہ مل کر ہی رہے گا، اور بدی کرنے والے کو اس کی پاداش بھگتنی ہی پڑے گی، اللہ محفوظ رکھے، اس دن کی سختی سے جس دن عالم یہ ہو گا کہ فضائل، مثقال ذرۃ خیر ابرہہ و من یعمل مثقال ذرۃ شر ابرہہ۔ جس نے ذرے کے برابر بھی بھلائی کی ہوگی وہ بھی اسے دیکھ لے گا۔ اور جس نے ذرے کے برابر برائی کی ہوگی وہ بھی کھلی آنکھوں سے اسے دیکھے گا، بڑے اور بد نشان اور دوسروں کے بہتان پاندھے والے لوگ اپنے نامہ اعمال دیکھ کر چیخیں گے۔

ہائے کیسی کتاب ہے کہ جس نے بڑے گناہ کو چھوڑا ہے اور نہ چھوڑے گناہ کو اس دن کسی



میں راؤ صاحب جیسے لوگوں کی مثال سنو کے نوٹ کے سامنے اٹھنی کی سی ہے فقط

**سوال :-** علام حسین ۱۷ اپریل ۱۹۵۱ء میں باب استفسار کے عنوان سے چند صفحے ہیں اس میں کسی نے سوال کیا ہے وہ ذیل میں درج کرتا ہوں استفتا کیا زندگی میں کسی پیر کا بنانا ضروری ہے اگر کوئی شخص کسی کو پیر نہیں بناتا تو کیا حرج ہے۔ خریدار نمبر ۵۲۹۔

**الجواب :-** حدیث پاک میں وارد ہوا ہے کہ جس کا کوئی پیر نہیں ہوتا اس کا شیطان پیر ہوتا ہے اس حدیث پاک سے صاف ظاہر ہے کہ پیر بنانے کی کیا فہمیت ہے اور پیر نہ بنانے میں کیا نقصان ہے، لیکن پیر ایسا ہونا چاہیے جو بیعت سنت ہو،

برائے مہربانی بذریعہ تجلی جواب دینا تاکہ ہتھوں کا بھلا ہو!

**الجواب :-** ہمارے نزدیک یہ بات عجوبہ سے مستحکم نہیں کہ پیری مریدی، کو لوگ منجملہ فرائض سمجھنے لگے ہیں۔ پیری مریدی کے کچھ فوائد ضروری ہیں۔ لیکن یہ سمجھ لینا کہ مرید ہونا اور کسی رہنما کو اپنا پیر بنانا از بسکہ ضروری ہے، جہالت بھلا کر شرم ہو سکتا ہے

مجیب محترم نے جس حدیث کا ذکر کیا ہے یہ آج تک ہماری نظروں سے نہیں گذری، بہتر ہو گا کہ آپ ان ہی سے مذکورہ حدیث کا حوالہ طلب کریں، تاکہ کچھ دیر کے لئے تیرے وہ بغلیں جھانکنے پر مجبور ہوں۔

**جہالت کا کرشمہ** سوال :- مومن نور الحسن جی ایم تھانر دہلی بھری دسمبر ۱۹۷۷ء کے تجلی میں اپنے ناچیسز کے

ایک سوال کا جواب دیا ہے جو قبرستان میں قربانی سے متعلق تھا، مجھے افسوس ہے بلکہ سوال مبہم ہوئی وجہ سے جواب بھی مبہم ہی ملا اصل مسئلہ یہ ہے کہ ہمارے شہر میں خاص عہد الامنی کے موقع پر کچھ لوگ قبرستان جیسی عبرت و نصیحت والی جگہ کو بھی بطور مذبح کے استعمال کرتے ہیں، جیسا کہ میں نے تحریر کیا تھا میرا اور میرے کچھ دوستوں کا دل اس حرکت کو پسند نہیں کرتا ہمارا خیال ہے کہ جب شہر کی میونسپلٹی نے کمی جگہوں پر قربانی کیلئے عارضی مذبح خانوں کی اجازت دے رکھی ہے تو قبرستان جیسی جائے عبرت کو اس سے مستثنیٰ ہی رکھا جائے، خواجہ آداب قبرستان کی بے حرمتی سے کیا حاصل۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ قربانی کرنے والوں کی یہ حرکت منجملہ گناہ ہو اور خدا کی ناراضگی کا باعث ہو۔

**الجواب :-** قربانی کسی بھی جگہ کی جائے، اللہ کی بارگاہ میں خلوص کی کمی اور زیادتی کیساتھ اس کا مقام معین کیا جاتا ہے۔ خلوص اسے نہیں دیتے کہ آدمی قربانی کے لئے مسجد یا قبرستان جیسی جگہ میں جانور ذبح کرے بلکہ خلوص کا تعلق دل سے ہے پھر یہ بات بھی ذہن نشین رکھنی چاہیے کہ جس چیز کو اللہ کے رسول نے اور اللہ کے رسول کے صحابہ نے نہ کیا ہو اس میں خیر اور اولیت نہیں ہو سکتی، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قبضت میں قربانی کرنے کی مثال قائم نہیں کی تو ہمیں کیا حق ہے کہ دین میں یہ نئی راہ نکالیں عبرت ہے کہ لوگ ترک سنت میں اولیت کیسے تلاش کر لیتے ہیں۔

اولیت تو سنت میں ہے سنت کے خلاف کچھ کر گذریں اس میں خیر اور اولیت نام کی کوئی چیز نظر نہیں آئے گی، اگر کوئی شخص انہیں ہندو کے نماز بڑھے لے، (باقی صفحہ ۳۴ پر ملاحظہ کریں)

## بھٹو کے دورِ ضلالت میں

حلال الزنا

## چوروں کی سکرانی

لیکن انہیں مہنگا، نایاب اور مہند کر کے پیلز پارٹی نے لوگوں کو راتوں رات امیر بنا دیا گیا، پیلز پارٹی کے چیرمینوں کو عام طور پر چور مین کہا جانے لگا، اور یہ سچ ہے کہ وہ لوگ نیچے کی چور اور لیٹرے،

ہمارے ہاں سیاست بھی ایک کاروبار ہے لیکن دولت منہ کر کے اگر ایک سیاست دان برسرِ اقتدار آجاتا ہے تو اس کی پوری کوشش ہوتی ہے کہ کم از کم وہ اس دولت سے چالیس گنا زیادہ دولت پیدا کرے، جو اس نے انتخابی مہم پر خرچ کی تھی، چونکہ ایسا کرنا کسی جائز ذریعے یا وسیلے سے ممکن نہیں ہوتا، اس لئے ناجائز ذرائع سے دولت سمیٹنے کی کوشش کی جاتی ہے ان ذرائع کا استعمال ایک عرصے سے عام رواج بن چکا ہے ایوب خاں کے زمانے میں روٹ پریشوں اور درآمدی و برآمدی لائسنسوں سے نوازنے اور انہیں رام کرنے کی "بیک ہاؤس" کا آغاز ہوا تھا، یہ ایک قسم کی رشوت تھی جو بعد میں کاروبار کی طرح پھیل گئی۔ بھٹو کے زمانے میں اس روایت پر

اس پر حقیقت واضح ہو گئی ہے کہ پاکستان پر دسمبر ۱۹۶۱ء ۵ جولائی ۱۹۶۱ء تک علی بابا

## وہ سب چور تھے

چالیس چوروں کی حکومت تھی، ایسے لوگوں کا راج تھا، جو سب تھک تھے، بلکہ جو موقع ملنے بڑا ایک دوسرے کو لوٹنے سے بھی دریغ نہیں کرتے تھے۔ پیلز پارٹی کے دورِ اقتدار کو اگر مختصر ترین الفاظ میں بیان کیا جائے تو کہہ سکتے ہیں کہ یہ تھی فراڈ کی حکومت، فراڈ کے ساتھ فراڈ کیلئے، شادی کی تقریب میں ایک خلیفہ بھانڈے نے دوسرے کہا، بھائی ایوب خاں میں نے تو دو دو بند بنوا دیے تھے جیسے راول بند، منگل بند وغیرہ، بھٹو نے کیا کیا؟ دوسرے بھانڈے نے بڑی سمجھدگی سے جواب دیا، "چلی بند، گھما بند، آٹا بند، اور زبان بند"

تمام محفلِ معفران زار بن گئی، بظاہر یہ ایک لطیفہ سی لیکن اظہارِ حقیقت تھا۔ چلی، آٹا، گھی، انسان کی بنیادی ضرورتوں میں شامل ہیں

عملدرآمد کچھ اس انداز میں ہوا کہ پورے ملک کو مال بھرت  
سمجھ لیا گیا، جس حد تک کسی کا بس چلا اس نے عوام اور  
قومی سرمایہ کو دونوں ہاتھوں سے لوٹا،  
اس سلسلے کا آغاز ملک میں روپے کی قیمت گھٹنا کر  
کیا گیا، یہ دراصل مصنوعی گمرانی پیدا کر کے اس کے نتیجے  
میں منظم نوٹ مار کا ایک بہانہ تھا جسے سرکاری سطح پر  
اختیار کیا گیا، ایک طے شدہ مزدوروں کی تحواہوں میں دگنا  
اضافہ کیا گیا تو دوسری طرف کرنسی نوٹ چھاپ  
کر اور روپے کی قیمت گھٹا کر عام اشیاء کو پہلے سے  
دس گنا زیادہ گراں اور نایاب بنا دیا گیا،

یہ ایسی صورت حال تھی جس میں بڑے تاجروں  
اور آواہلیوں نے خوب ہاتھ رینگے، راتوں رات ملک  
بھر میں راشن ڈپوؤں کا جال بچھا دیا گیا، اور ان ڈپوؤں  
کو الٹ کرنے کے لئے یہ پالیسی اختیار کی گئی، کہ اول تو  
مقامی ایم پی اے اور ایم این اے یا ان کے قریبی رشتہ  
رشتہ داروں کو یہ ڈپو الٹ کر دیتے گئے یا پھر محلے پیلنڈر  
پارٹی کے چیرمینوں کو یہ چیرمین عام طور پر وہ لوگ تھے  
جو قبل ازیں لوگوں سے جگا شکس اور غنڈہ ٹکس وصول  
کر کے زندگی بسر کیا کرتے تھے اور جنہیں معاشرے میں  
نہایت نفرت کی نگاہ سے دیکھا جاتا، پیلنڈر پارٹی برسرِ اقتدار  
آئی تو ان لوگوں کے دارے بنارے ہو گئے، یہ لوگ  
راتوں رات امیر ہو گئے، ہزاروں اور لاکھوں میں کھیلنے  
لگے، کل ملک جنہیں کوئی لکھاس نہ ڈالتا تھا معزز ڈپو ہولڈر  
بن گئے، شرفار ان کے پاس چینی آٹے کا سوال بیکر  
جانے لگے، سلیکڑوں بوگس راشن کارڈ بنے اور یہ لوگ  
دیکھتے ہی دیکھتے کہیں کہیں پہنچ گئے،

سوشلزم ہماری معیشت ہے کے نعرے کی آڑ میں  
بے شمار کارخانوں کو سرکاری ملکیت میں لے لیا گیا جو پہلے  
بخجی ملکیت میں تھے اور جن کی استعداد اور کارکردگی کے بارے  
میں قطعاً کوئی شکایت نہ تھی، آٹے، گھی اور چینی کے کارخانوں  
کو سرکاری کنٹرول میں اس خیال سے لیا گیا کہ عام

پیلنڈر پارٹی کی صنعتی نیشنلائزیشن کی پالیسی کی تاسیخ  
اور اس سلسلے میں کئے گئے اقدامات سے ظاہر ہوتا ہے کہ  
جن کارخانوں کو سرکاری تحویل میں لیا گیا ان تحویک  
کے حساب سے چھانٹیاں اور انتظامی تبدیلیوں کی گئیں،  
پیلنڈر پارٹی کے کارکنوں کو جو حق و حقوق ملازم رکھا گیا۔  
کارخانوں کی پیداوار کو قومی سرمایہ سمجھ کر تقسیم کرنے  
اور استعمال کرنے کی بجائے بلیک مارکیٹ کے حوالے  
کر دیا گیا، اور ناجائز منافع خوری سے کم درجوں روپیہ  
ہضم کر لیا گیا، بعض کارخانوں میں تو اس حد تک دھانڈلی  
کی گئی کہ شینری سبک بیچ ڈالی گئی، زرعی صنعتی لینڈوں کو  
قومیا نے کے سلسلے میں پیلنڈر پارٹی اور مسٹر بھٹو خواہ  
کوئی بھی دلیل پیش کریں، قوم کو قائل نہیں کر سکتے  
روٹی میلنے اور چاول چھڑنے کے بے شمار کارخانوں  
کو قومیا نے میں ایسی بے تدبیری اور انتظامی ڈھونڈ  
منظاھیرہ کیا گیا کہ متوسط طبقے سے تعلق رکھنے والے  
بے شمار لوگ راتوں رات اپنے سرمایہ سے محروم  
ہو کر کوڑی کے محتاج اور مقروض ہو کر رہ گئے، ایسے  
کارخانے عام طور پر اوسط درجے کے لوگوں کے پاس تھے  
اور ان کی نیشنلائزیشن کے نتیجے میں مسٹر بھٹو اور اس کے  
وزیر زراعت شیخ رشید کا یہ خیال کارفرما تھا کہ چونکہ  
سیاسی بیداری اور مدنی شعور عام طور پر متوسط

ایجنسیوں کے مالک راتوں رات امیر بن گئے، جسکی معاشرے میں کوئی عزت نہ تھی اب "جو دھری" اور جناب کہلانے لگے، اس معاشرے میں تو کینہ بھی شرارت کا مجسمہ بن جاتا ہے اور پھر یہ تو ایسی دولت تھی جس کا دریا بہہ رہا تھا، شرارت ایک تھی کہ آدمی کے پاس ضمیمہ نام کی کوئی چیز نہ ہو، پھر دولت، مشہرت عزت ان کے قدم چومنے لگی تھی، سمیٹ کی ایجنسیاں اچا دل کی ایجنسیاں تیل کی ایجنسیاں، بنولے کی ایجنسیاں غرض کہ پی پی پی کا ہر اہم وکر کمیشن ایجنٹ بن گیا، ور ذہن اس کے اور گرد برسنے لگا، صحت بارش۔

۱۹۷۴ء میں نئی کے نیل کا ہارنی بحران پیدا کیا گیا مقصد یہ تھا کہ نئی تقسیم کنندگان کو بدنام کر کے صافین کے استعمال کی بنیادی ضروریات کی تقسیم اپنے خاص گچھوں کے حوالے کر دی جائے بالآخر یہی ہوا، جن دوکانوں پر نئی کاتیل فروخت ہوتا تھا وہاں ہر روز عوام کی قطاریں دکھائی دینے لگیں، آخر یہ قطاریں طویل سے طویل ہوتی چلی گئیں اور نئی کے تیل کی نایابی سے عوام چیخ اٹھے، اس وقت اس مسئلے کا حل یہ نکالا گیا کہ اس کی تقسیم کا نظام تبدیل کر کے پیپلز پارٹی کے درکران کو ایجنسیاں الاٹ کر دی گئیں اور یہ سارا منصوبہ پہلے سے تیار کیا گیا تھا سیمٹ کے سلسلے میں بھی اسی منصوبے پر عمل کیا گیا، پہلے اسے مہنگا کیا گیا پھر اس کی تقسیم پر اپنے آدمیوں کی جارہ داری قائم کر دی گئی، بدقسمتی سے یہ سلسلہ ابھی تک جاری ہے،

ختمہ یہ کہ جو چیمبر ز اور جو رعایت بھی سرکاری شعبے سے تعلق رکھتی تھی اسے صرف اور صرف پی پی پی کے درکروں کے لئے وقف کر دیا گیا، ریلوے پلڈ فارمز کے اسٹال ایسے لوگوں کو الاٹ کیے جانے لگے، جو پیپلز پارٹی سے تعلق یا وفاداری رکھتے ہوں، بڑی بڑے سرکاری تنصیب بھی ایسے لوگوں کو دیئے جاتے تھے، جو مجبور کو اپنا پروردگار سمجھتے تھے، سنگٹنگ، جو بازی

طبقے میں پایا جاتا ہے، اس لئے اس طبقے کو مکمل طور پر کچل دیا جائے، ایک خیال یہ بھی ہو گا، کہ اس طبقے کو اقتصادی مسائل میں ایسا الجھا دیا جائے کہ وہ جبریت اور شہری حقوق کو بھول جائے اور دو وقت کی راشنی کا جہد و جہد میں کھو جائے

حقیقت یہ ہے کہ ان کارخانوں کو سرکاری تحویل میں لینے کا اخلاقی، معاشرتی اور اقتصادی کسی پلو سے قطعاً کوئی جواز نہ تھا، بعض کارخانوں کے گوداموں میں ڈھسیروں اور ٹنوں کے حساب سے بنگوں کی منڈیاں پر مہنگے داموں پر خریدی ہوئی موجود تھیں، قریبیانے کے بعد خام مال خصوصاً روٹی کی قیمتیں بے حد کم کر دی گئیں اس سے ان کارخانوں کے مالکوں کو ذمہ ان نقصان برداشت کرنا پڑا، ایک طرف وہ مہنگے داموں خریدی ہوئی الاٹھی کو واپس کر سکتے تھے، دوسری طرف اس مال کو کارخانوں میں استعمال نہ کر سکتے تھے کیوں کہ کارخانے سرکاری قبضے میں جا چکے تھے، تیسری طرف بینک قرضہ وصول کرنے پر اصرار کر رہے تھے اور چوتھی طرف حکومت نے کارخانے کے کسی مالک کو، کارخانے کی قیمت ادا نہیں کی تھی، حالت یہ تھی کہ بعض کارخانے دار جو کل تک لاکھوں میں کھیل رہے تھے، اچانک دوا لہ ہو گئے، حکومت نے انھیں کوئی معاوضہ ادا نہیں کیا، بنگوں اور سامان کا قسم کے لوگوں نے قرض وصول کرنے کے لئے ان کے ذاتی مکان تک قبضے میں لے لئے، وہ لوگ کوڑی کوڑی کے محتاج ہو گئے، انھیں گھر کا زیور اور فرنیچر بیچ کر پیٹ پالنا پڑا، لیکن دوسری طرف پیپلز پارٹی کے جن درکروں کی تحویل میں یہ کارخانے دیئے گئے وہ اچانک لکھ پتی اور کروڑ پتی بن گئے،

وہ تمام مختلف ایجنسیاں اور ڈپو یا لائنس جن کا تعلق سرکاری، اتحادی میں کیے گئے کارخانوں کی پیداوار کی تقسیم سے تھا، صرف ایسے لوگوں کو عطا کئے گئے جو یا تو پیپلز پارٹی کے ارکان یا جن کی اس پارٹی اور بھٹی کی ذات سے وفاداری بہرہ ور سمجھا جاسکتا تھا، ایسی

اور منشیات کے ناجائز کاروبار کی حوصلہ افزائی کی گئی، اس زمانے میں بعض اطلاعات کے مطابق بعض مرکزی وزیر ایسے و صندروں میں براہ راست ملوث پائے گئے، ملک بھر کے سرکاری اور نیم سرکاری اداروں اور کارپوریشنوں میں ملازمتوں پر بھرتی صرف ایک اصول کے تحت ہونے لگی اور وہ تھی رشوت اور سفارش۔ ہر وزیر اپنے محکمے کی تمام آسامیاں براہ راست احکام سے پر کیا کرتا تھا۔ افسران مجاز اپنی مرضی سے کسی ایک فرد کو بھی محض ذات کی بنا پر مقرر نہیں کر سکتے تھے، بھرتی کے معاملے میں ان کے تمام قانونی اختیارات عملی طور پر غائب ہو کر رہ گئے تھے،

صوبہ پنجاب کے ایک سابق وزیر آب پاشی کے بارے میں معلوم ہوا ہے کہ کلہوڑوں اور چپرا سیونٹک کی آسامیوں کی فہرست اپنے ڈیپٹک میں رکھتا تھا اور جسے چاہتا مقرر کر کے اوپر بھیج دیا جاتا، حکمرانہ قیدیوں کے معاملے میں بھی یہی چہرہ دستی اختیار کی گئی اور متعدد ایسے افراد کو جو معمولی گریڈوں میں تھے سیاسی بنیادوں پر اعلیٰ گریڈوں تک پہنچا دیا گیا، ایسے محسوس ہوتا تھا کہ ملک میں جو کچھ موجود ہے اسے ایک فعل سمجھ کر کاٹنے کی کوشش کی جا رہی ہے اور شاید پی پی پی کو یقین ہے کہ لوٹ مار کا جو موقع اسے اب پیش ہے وہ شاید پھر کبھی نہ ملے گا،

امپورٹ اور ایکسپورٹ کے سلسلے میں انتہائی ناقص پالیسی اختیار کی گئی، سامان تفتیش کی درآمد کی حوصلہ افزائی کی گئی، کاروں کی خرید کے سلسلے میں پرمٹ سسٹم رائج ہوا، اور بہت سے "بیکار" لوگ اب نئے ماڈل کی کاروں میں سفر کرتے دکھائی دینے لگے، یہ پرمٹ صرف ایسے لوگوں کو ملتے تھے جو خود کو "اہل" ثابت کر سکتے تھے، پی پی پی سے تعلق یا وفاداری پہ سلی شرط تھی، یہ ایک قسم کی رشوت کا انوکھا طریقہ تھا، لوگ پرمٹ پر سستے داموں پر کاریں حاصل کرتے اور

آگے انھیں مملکتی مارکیٹ کے مہنگے نرخوں پر بیچ ڈالتے پی پی پی کے متعدد ایسے ایم پی اے اور ایم این اے کے تھے جنھوں نے اس سسٹم کی خامیوں سے فائدہ اٹھا کر متعدد پرمٹ حاصل کیے، متعدد کاریں منگوائیں انھیں مہنگے داموں پر بیچ بیچ کر پرانی سائیکل کی جگہ ایک نئی کار کے مالک بن گئے

پی پی پی کے عہد اقتدار میں ملک عام طور پر قدرتی آفات کی زد میں رہا، کبھی سیلاب، کبھی سنگین بارشیں اور کبھی بھونچال غیر مالک سے "خیرات" مفت امداد کی اپیلیں کا گڑ شاہت، ہوتیں کویت، ابو ظہبی اور سعودی عرب نے کروڑوں سیال کی مفت امداد سیلائی کی، لیکن وہ امداد کہاں گئی؟ اس کا عشر عشر بھی مستحق لوگوں کو نہ ملا، ثبوت کے لئے دور جانے کی ضرورت نہیں، مارکیٹ میں مٹی کے ایسے غیر ملکی ڈبے اور بین کھلے داموں فروخت ہوئے جن پر گفٹ لکھا ہوا تھا، کیا یہ مین کسی سیلاب زدہ کو پہنچے؟ نہیں قیمتی کھیل، مٹی، اور دیگر سامان، سب کچھ بعض افسروں کی ملی بھگت سے پی پی پی کے دست و زہر پر گر گئے، کروڑوں کی امداد خزانوں اور سیلاب کا رعوام پر صرف ہونے کی بجائے پی پی پی کے سرکردہ لوگوں کی جیبوں میں چلی گئی۔

مختصر یہ کہ ایک باقاعدہ اور پہلے سے طے شدہ منصوبے کے مطابق ملک کی ساری بھی کھیتی کو اجاڑوں اور لوٹ مار کرنے کی کوشش کی گئی، بعض کارخانوں کی مشینری تک فروخت کر دی گئی، ریلوے کے انجن بیچ کھانے کے اسکیٹل اخبارات میں شائع ہونے لگے ہیں ایک طرف ملک کے عوام جکی میں پس رہے تھے اور ان کے اگلاس کی شدت پہلے سے زیادہ بڑھ رہی تھی، دوسری طرف پی پی پی کے بڑے اور چھوٹے سب امیر تر ہوتے جا رہے تھے اور ان کی دولت کا اور امارت کا کوئی ٹھکانا نہیں رہا تھا، ان لوگوں نے یہ دولت کیسے اور کن ہتھکنڈوں سے حاصل کی، ہم اس کی مختصر مثالیں پیش کریں گے، کیونکہ تفصیل



تلم بند کرنے کیلئے پورا دفتر درکار ہے،

**چوروں کا سردار** اس حقیقت کو پہلے ہی پاری

بھی تسلیم کیا جاتا ہے کہ بھٹو حکومت کے اہل اکینہ انتہائی بدعنوان تھے وزیر رشوت خور تھے تو اکثر ارکان اسمبلی بھی چور تھے ورکر غنڈے تھے اور عہدے دار لوٹ مار کے ماحر تھے، جس حکومت کے اکثر ارکان بدعنوان اور بد اطوار ہوں یہ فیصلہ کرنا مشکل نہیں کہ اس حکومت کا سربراہ کس قدر کما حقہ کا سردار کیسا ہوگا، فارسی کی ایک مثال ہے کہ لوگ بادشاہ کا ندھرب اختیار کر لیتے ہیں "ظاہر ہے کہ احمد علیکراں دیانت دار ہو تو اس کے ماتحت بدعنوانی اور بددیانتی کی جسرات نہیں کر سکتے، حاکم کا خوف ماتحتوں کو ایسا انداز پر مجبور کر دیتا ہے،

پہلے ہی پاری کا دور حکومت اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ اس زمانے میں ہر قسم کی بدعنوانی چور بازار اور ناجائز کاروبار کی کھلی چھٹی تھی، ایسی اجازت عام چوروں کا سردار یا کم از کم ان کا ساتھی ہی دے سکتا تھا، بھٹو ہمیشہ یہ دعویٰ کرتے رہے کہ وہ ہی خزانے سے تنخواہ تنگ نہیں لیتے لیکن اب جو حقائق سامنے آئے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہر سال ملک کے کروڑوں روپے کا زبرد مبادلہ اپنی ذات پر بے دردی سے خرچ کرنے کے عادی تھے، انتہا یہ ہے کہ وہ اس سرزمین کا پانی بھی استعمال نہیں کر سکتے تھے، یورپ سے ان کے لئے "مزل ڈالرو" بطور خاص درآمد کیا جاتا تھا، اس طرح صرف ان کے پانی پر ہر سال قومی خزانے سے ہزاروں روپے کا قیمتی سرمایہ صرف ہوتا تھا، ہر سال لاکھوں روپیہ ایسے سامان پر زرمبادلہ کی صورت میں خرچ کیا جاتا تھا، جو صرف سر بھٹو کی ذات کے لئے منگوایا جاتا تھا اس سامان اور اس پر لکھے والے احراجات کی تفصیل "نصرت بھٹو کیس" میں

حکومت کی طرف سے حال ہی میں سپریم کورٹ کو ملنے پیش کی گئی، دھاندلی کی انتہا تھی کہ اس مقصد کے لئے کراچی اور لاہور میں واقع سر بھٹو کی نجی رہائش گاہوں کو بھی پرائم منسٹر ہاؤس کا درجہ دیا گیا اور ان کو ٹیلیو کی آرٹیشن وزیٹیشن اور سرگرمی وغیرہ بند کرنے والے بھاری اخراجات بھی سر بھٹو نے اپنی جیب سے ادا کرنے کی بجائے سرکاری خزانے سے ادا کئے، ان کی کئی کئیوں کی آرٹیشن کے لئے جو قیمتی سامان استعمال کیا گیا وہ چین، اٹلی، لندن، اور فرانس وغیرہ ملکوں میں واقع پاکستانی سفارت خانوں کی منت مٹا گیا، اور اس سامان پر کسی قسم کی کسٹم ڈیوٹی ادا نہیں کی گئی اس طرح چوروں کے اس سردار نے ملک کو دہراقتہ کی نقصان پہنچایا ایک تو اس سامان کو سرکاری حیثیت کے ناجائز استعمال سے ناجائز مقصد کی تکمیل کے لئے سرکاری خزانے پر ڈاکہ ڈال کر درآمد کیا، دوسرا اسے کسٹم ڈیوٹی مستثنیٰ قرار دے کر سرکاری خزانے کو مزید نقصان پہنچایا، بھٹو کے ذاتی استعمال کی بعض ایسی چیزیں بھی سرکاری خرچ پر بیرون ملک سے منگائی جاتی تھیں جنہیں کسی بھی ملک کا بدنام سے بدنام اور بدعنوان سے بدعنوان عمران بھی سرکاری خرچ پر منگانے کی جرأت نہیں کر سکتا تھا، ان اشیاء میں سوٹ کے کپڑوں سے لیکر شیشے کے گلاس تک موجود تھے، ایک مرتبہ روم میں پاکستانی سفارت خانے کے توسط سے سر بھٹو کے استعمال کے لئے چھ ہاتھ روم سیٹ خریدے گئے، ان میں دو سیاہ دو سبز اور دو کلابی رنگ کے تھے، ان میں ڈھائی لاکھ روپیہ امریکی ڈالروں کی صورت میں صرف ہوا یہ رقم پرائم منسٹر ہاؤس سیکرٹریٹ کے فنڈ سے ادا کی گئی ایک مرتبہ چھری کانٹوں کا ایک قیمتی سوٹ لندن میں پاکستانی سفارت خانے کے توسط سے خرید گیا جس پر تقریباً دو سو ہاؤنڈ ادا کیے گئے، سوال یہ ہے کہ یہ اشیاء پاکستان میں دستیاب نہیں؟ کیا یہ حمیزی



یہاں سستی نہیں؟ کیا مسٹر بھٹو کو لاکھوں اور کروڑوں روپے کا قیمتی زیر مبادلہ اپنی ذات پر خرچ کرنے کا اختیار تھا، دھنڑ اپنی ذات بلکہ اپنی بیوی نہرت بھٹو کیلئے بھی قیمتی سامان کسٹم ڈیوٹی ادا کیے بغیر منگاتے رہے مثلاً پیپلز فاؤنڈیشن ٹرسٹ کے نام سے ایک وقفہ دارم اگست ۱۹۷۴ء میں قائم کیا گیا اس کی چیئر مین بھٹو کے لئے ہانگ کانگ سے قانون اور لندن سے قیمتی گروسری اور دیگر اہم اراکشیں کا سامان منگایا گیا جس پر کسٹم ڈیوٹی خاص طور پر معاف کی گئی، یہ الزام بھی عام طور پر لگایا جاتا ہے کہ بھٹو کے بیٹے پرویز بھٹو اور برطانیہ میں تعلیم حاصل کرتے رہے ہیں ان کے منہ بولنے والی اخراجات بھی ان مالک میں قائم پاکستانی سفارت خانے ادا کیا کرتے تھے، مسٹر بھٹو نے اپنی سرکاری حیثیت کا ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے سندھ میں نوڈر وکس کے مقام پر اپنے زرعی فارم میں کوئی اٹھاسی لاکھ روپے خرچ کئے، انھوں نے کراچی اور لاہور میں واقع اپنے نجی مکانوں کو گیارہ لاکھ روپے کے زائد خرچ سے ایئر کنڈیشن کرایا، یہ سب کچھ سرکاری خرچ پر کرایا گیا، اس مقصد کے لئے جو ایئر کنڈیشن پلانٹ درآمد کئے گئے ان پر کسی قسم کی کسٹم ڈیوٹی ادا نہیں کی گئی،

مسٹر بھٹو نے یہ ظاہر کیا ہے کہ اس نے اپنے لئے کچھ نہیں بنایا، لیکن دوسری طرف انتہائی چابکدستی کے ساتھ ایسے ذرائع اختیار کئے جن کا مقصد دونوں ہاتھوں سے اس ملک کی دولت اپنے خاندان میں مرکوز کرنا تھا۔ بھٹو کی بیٹہ بیوی حسنہ بیگم کے بارے میں اخبارات سے معلوم ہوا ہے کہ وہ دس کروڑ کا سرمایہ اور زیورات وغیرہ لے کر اس ملک سے فرار ہو گئی، آخر اس کے پاس اس قدر سرمایہ کہاں سے آیا اور کس کی دولت سے آیا، ایک بینک کے لاکھوں سے حسنہ بیگم کے ایک کروڑ روپے مالیت کے زیورات کی برآمدگی کی خبریں بھی مختلف اخباروں میں شائع ہوتی رہیں۔

پراگم منسٹر کے سیکرٹ فنڈ کا استعمال بھٹو نے ذاتی مقاصد کیلئے کیا اس فنڈ کو عام طور پر قومی معاملات کیلئے منسٹر کیا جاتا ہے، لیکن اس بد قسمت ملک کے بد دیانت وزیر اعظم نے اس فنڈ کو جس طرح استعمال کیا وہ ایک شرمناک کہانی ہے، اس فنڈ کا کروڑوں روپے مسٹر بھٹو نے سیاسی رشوت کے طور پر پرتاپا سندھیدہ سرگرمیوں میں ملوث لوگوں میں تقسیم کیا۔ یا پھر اپنی ذات پر صرف کیا۔

پیپلز فاؤنڈیشن ٹرسٹ کے نام سے ایک وقفہ بنا دیا گیا، جسے ایک خیراتی ادارے کی حیثیت سے جبراً کرایا گیا، نیکین حقیقتاً اسے مسٹر بھٹو کے خاندان کی "بہبود" کے لئے قائم کیا گیا تھا، اس کے تمام ٹرسٹی بھٹو خاندان کے افراد تھے، کراچی میں ۲۲ کنال آراضی صرف پانچ لاکھ روپے کی برائے نام قیمت پر حاصل کی گئی، جب کہ بازار میں اس کی قیمت کم از کم ساٹھ لاکھ روپے تھی، انہوں نے ۳ ہزار پانچ سو پانچ مربع گز کا ایک پلاٹ ۳۵۰ روپے فی مربع گز کے نرخ حاصل کیا، جب بازار میں اس کی قیمت پندرہ ہزار روپے فی مربع گز ہے اس پلاٹ پر دو کروڑ پچاس لاکھ روپے کی لاگت سے وہیں منزلہ عمارت بنائی گئی، جو شہری قواعد کی مداخلت و ریزی تھی، کیا متعلقہ محکموں سے اجازت نہ لی گئی تھی، اس کے بعد اس عمارت کے لئے مختلف سرکاری اور نیم سرکاری اداروں سے کوئی بیچاس لاکھ روپے کے کرائے کی پیشگی حاصل کیے گئے یہ رقم بھٹو فیملی نے ہضم کر لی، اس ٹرسٹ کے لئے بعض غیر مالک سے امداد بھی حاصل کی گئی، ابو ظہبی کے حکمران نے اسے ایک خیراتی ادارہ سمجھتے ہوئے پاکستانی عوام کے نام پر ڈھائی کروڑ روپے کی رقم بطور عطیہ دی، لیکن یہ ساری رقم ٹرسٹ کے نام پر بھٹو خاندان کی ذاتی تجویزوں میں منتقل کر دی گئی،

غیر مالک سے عطیات کے نام پر رقم بنانے کے لئے ایک اور ٹرسٹ "ذیابے بھٹو ٹرسٹ"

کو "ایڈ ہاک ازم" پر چلا یا جا رہا ہے، انہوں نے ایک حقیقت کا اظہار کیا تھا، بھٹو صاحب یہ تاثر دیتے تھے کہ قومی پریس کی طور ان کے تہیہ میں ہے اور وہ جسے چاہیں نواز سکتے ہیں فیڈرل سیکرٹریٹ میں گریڈ پریس اور اکیس کی بے تحاشا آسامیاں پیدا کی گئیں، ان آسامیوں کی تعداد متحدہ پاکستان کے زمانے سے بڑھ گئی حالانکہ اس وقت مشرقی پاکستان کے بارے میں بھی وفاقی سیکرٹریٹ کو سرکاری اور انتظامی امور کا بوجھ بڑاشت کرنا پڑتا تھا، کئی نئی وزارتیں اور ڈویژن قائم کئے گئے وزارت امور خارجہ کو شیطان کی آنٹ کی طرح پھیلا دیا گیا، تمباکو کمپنی میں کام کرنے والوں کو فیوی کارپوریشن کی سربراہی کا کام سونپ دیا گیا، ایسے ایسے لوگوں کو واپس ملازمت میں لے لیا گیا، جنہیں ریٹائر ہوئے مدت ہو چکی تھی اور جن کے قوائے جسمانی و ذہنی بظاہر جواب دے چکے تھے، مقصد صرف ایک تھا یہ تاثر دینا کہ ملک اور اس کی دولت بھٹو کی ذاتی اور موروثی ملکیت ہے اور وہ جسے چاہے امیر اور جسے چاہے غریب بنا سکتا ہے

ایک طرف زرعی اصلاحات کا ڈھونگ چلایا گیا اور متعدد زمینداروں سے انتظامی کارروائی کے انداز میں کسی قیمت کے بغیر آراضی حاصل کی گئیں، دوسری طرف ان اصلاحات کا بھٹو کی ذاتی ملکیت میں موجود وسیع آراضی پر بظاہر کوئی اثر نہ تھا، کیوں کہ آج بھی لاکھوں روپے کی مالیت کا صرف چاول ہر سال فروخت کرتے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ زرعی اصلاحات کا مقصد زیادہ تر متوسط قسم کے زمینداروں کی زمینوں پر قبضہ کرنا تھا، مصطفیٰ اجتوی اور نواب صادق قریشی اور خود مسٹر بھٹو نے جنہیں ان اصلاحات کے نفاذ کا قبل از وقت علم تھا کچھ ایسی ہی اہتمام کیا کہ وہ ان اصلاحات کے اثرات سے صاف بچ گئے وہ آج بھی اس طرح بڑے زمیندار ہیں جیسے ۱۹۷۷ء سے قبل تھا،

کے نام سے قائم کیا گیا نیدرلینڈس بھٹو ٹرسٹ جسے نومبر ۱۹۷۳ء میں قائم کیا گیا تھا، بظاہر پاکستانی عوام کے لئے طبی، تعلیمی اور مذہبی، فلاحی کاموں کے لئے شروع کیا گیا، لیکن اس کی رقوم بھی نہایت غلط طور پر استعمال کی گئیں، اس ٹرسٹ کے لئے ابو ظہبی کے امیر نے دینی فوٹو شاہ عطایات دیئے اور جو غریب ملکی زب مبادل کی شکل میں تھے، تین کروڑ تک پہنچے تھے، اس ٹرسٹ پر بھی بھٹو فیملی کی اجارہ داری تھی، نصرت بھٹو اس کی چیئر مین تھیں، اور وہ ہی رقوم نکلوانے کے لئے جیک پور دستخط کرنے کی مجاز تھیں، ایک مرتبہ اس ٹرسٹ سے پچاس ہزار روپے کی رقم پیپلز پبلی کیشنز کو منتقل کی گئی، جو بھٹو خاندان کا ایک ادارہ ہے، مسٹر "نصرت بھٹو" نے اپنی اخبار شائع کرتا ہے وہ علیحدہ طور پر تکلف ریسیٹ ہاؤس اس ٹرسٹ کی رقم سے غریب کئے گئے جو بھٹو خاندان کی ملکیت اور استعمال میں ہیں، ٹرسٹ کے نام پر کوئی بارہ لاکھ روپے کی رقم جمع کی گئی، یہ رقم ٹرسٹ کے قیام سے پہلے منتقل کر دی گئی، صدر پاکستان کے فلاحی فنڈ سے بھی رقم غلط طور پر استعمال کی گئی،

حقیقت یہ ہے کہ پورے پانچ چھ سال تک ملک کے تمام وسائل بڑی بیدردی سے ضائع اور برباد کئے گئے، ملک کو ذاتی جاگیر سمجھ لیا گیا اور قومی بھٹو کو ذاتی بھٹ تصور کر لیا گیا، اس عرصے میں کسی قسم کے ترقیاتی بلان پر عمل درآمد نہیں کیا گیا، چوتھے پنج سالہ اقتصادی منصوبے کو سر دھانے میں ڈال دیا گیا، اقتصادی منصوبوں کو ترک کرنے میں مسٹر بھٹو کی مشاورت یہ معلوم ہوتی ہے کہ وہ مصارف ہر کسی قسم کی پابندی پر بند نہیں کرتے تھے اور قومی بھٹ کی رقم کو اپنے آپ پر استعمال کرنے کے مادی تھے، جناب حنیف راسی نے ایک مرتبہ بھٹو حکومت کی اقتصادی پالیسیوں پر تنقید کرتے ہوئے کہا تھا کہ ملک

اخبارات میں اس نوعیت کی خبریں شائع ہوتی رہیں کہ لندن اور سوئٹزرلینڈ کے بعض جگہوں میں بھٹو کی کشیدہ سرمایہ زر مبادلہ کی صورت میں جمع ہے بعض جگہوں کے مطابق ایسی اطلاعات بھی شائع ہوئی ہیں کہ بھٹو کے سابق مشیر، یو سفٹ کچ کہ سوئٹزرلینڈ میں سفیر اسی خیال سے مقرر کیا گیا تھا کہ سوئٹزرلینڈ میں منتقل کردہ بھٹو کے سر با یکتھفا کر سکیں،

اخبارات اور رسائل کی بعض اطلاعات سے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ بھٹو فیملی کے بعض افراد براہ راست سمگلنگ میں ملوث تھے اور ناجائز بین الاقوامی تجارت کے اس کاروبار میں بہت سے اسمگلروں کی پشت پناہی کرتے رہے اس سلسلے میں خاص طور پر حسد شیخ کا نام لیا جاتا ہے حسد شیخ انتہائی مشتبہ کردار کی خاتون بنائی جاتی ہیں۔ وہ ایک بنگالی غدار کی بیوہ تھیں جسے پاکستانی فوج نے بنگلہ دیش کی تحریک کے دوران گولی مار دی تھی حسد شیخ کے بارے میں بتایا جاتا ہے کہ اس نے سابق وزیر اعظم کی مہذبہ بیوی کی حیثیت سے بے شمار مالی فوائد حاصل کئے اس نے کراچی کے بڑے بڑے نمیکدروں کو اپنی منہی میں لے رکھا تھا، اور وزیر اس کے اشاروں پر نام نہاد کے لئے تیار تھے حسد شیخ بھٹو کے سامنے سفارش پیمے کا شا رشت لیا کرتی تھیں، ایسی ہی ایک سفارش کے بدلے میں ایک وزیر نے حسد شیخ کو نہایت خوب صورت اور پُر تکلف کوٹھی بنا کر دی، وزیر لوگ حسد شیخ کی خوشامد کرنے میں ایک دوسرے سے سبق لے جانے کی کوشش کیا کرتے تھے، حسد شیخ سمگلنگ کے سلسلے میں لائیں سمندر میں بھجوا یا کرتی تھی، یہ لائیں قیمتی غیب ملکی سامان کراچی میں لاتی تھیں، اس سامان میں غیر ملکی سامان شراب کے علاوہ غیب ملکی کپڑا اور زیبائش کا ساز و سامان ہوتا تھا، حسد شیخ کے بارے میں معلوم ہوا ہے کہ اس نے بہت سا سامان جمع کر لیا تھا جو زلزلہ رات کی شکل میں مقنا معلوم ہوتا ہے کہ وہ زیادہ تر سرمایہ اپنے ساتھ لندن

منتقل کرنے میں کامیاب ہو گئی ہے، بعض خبروں سے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ بھٹو نے تربیلا ڈیم کی تعمیر میں ۸۶ کروڑ روپے کا خرچ کیا تھا، اس رقم کو بھٹو کے نام منتقل کرنے کی مخالفت کرنے والے ایک سیکرٹری عہدہ مال کو ہر طرف گردایا گیا تھا، بھٹو نے پاکستان کے عوام پر عوام پر بھونٹا تاثر قائم کر رکھا تھا کہ وہ عوامی سطح پر زندگی بسر کرنے کا عادی ہے لیکن حقیقت سراسر برعکس تھی، شراب اس کی گھٹی میں تھی، اور وہ انتہائی مہنگی اور غیب ملکی شراب پینے کے عادی تھے، ان کا لباس ہمیشہ غیر ملکی کپڑے سے تیار ہوتا تھا، ان کے جوتے اور موزے تک "نارن میڈ" ہوتے تھے، جب وہ غیر مالک کا دورہ کرتے تو ان کے ساتھ انتہائی بھاری وفد ہوتا تھا یہ وفد جو کسی برات کی شکل اختیار کرتا تھا، ملک کے قیمتی زر مبادلہ کے ضیاع کا باعث بنتا، کیوں کہ وفد کا ہر رکن بیرون ملک جا کر ہر طرح کی عیاشی میں مشغول ہو جاتا تھا، اور ان عیاشیوں کا تمام خرچ حکومت پاکستان کے ذمہ ہوتا تھا، اس طرح بھٹو نے ملک کا خزانہ بالکل خالی کر دیا، جب ایسے وفد غیب ملالک پہنچتے تو وہاں پاکستانی معیشت اور حکمرانوں کے طرز حکومت کے متعلق انتہائی منفی تاثر پیدا ہوتا تھا، یہ تھے مسٹر بھٹو، پاکستانی سیاست کے دجال جنہیں دنیا کا مقول ترین وزیر اعظم کہا گیا، یہ دولت مندوں نے سندھ کے غریب ہاریوں کا خون چوس کر مسلسل چھ سال تک قومی خزانے کو لوٹ کر اور سرمایہ داروں کو بلیک میل کر کے جمع کیا۔ اکتوبر ۱۹۷۷ء میں قومی اخبارات میں یہ خبر شائع ہوئی کہ مسٹر نصرت بھٹو نے اپنے شوہر کے مقدمہ قتل کے سلسلے میں وکیلوں سے مسلسل رابطہ رکھنے اور لاہور میں بکثرت آمد و رفت کے پیش نظر لاکھوں روپے مالیت کی کوٹھی گاہرگ میں خریدی ہے، اس خبر پر حیرت کے اظہار کی کوئی وجہ

خطیہ رکھنے کے پابند ہیں۔

اگر بھٹو کو اس بد قسمت قوم پر حکمرانی کا کچھ اور موقع مل جاتا تو وہ اسے مکمل دیوالیہ کر کے چھوڑتے غیر مالک سے آنے والی سرکاری امداد تک خود بردگی جاتی رہی، اس خود بردگی ایک مثال چیف مارشل لاہ ایڈمنسٹر نے اپنے ایک انٹرویو میں خوب بیان کیا کہ لاہور میں مقیم عرب امدادات کی امداد سے ایک ہسپتال تعمیر کرنے کا دعویٰ بھٹو حکومت نے کیا تھا، جواب انھوں نے اس سلسلے میں چھان بین کی تو ہسپتال کی صورت ملنا دیکھ لیں، ہسپتال کا کوئی وجود نہ تھا، بعد میں ایک ملاقات میں جناب ضیاء الحق نے بھٹو سے اس ہسپتال کے لئے ملنے والی امداد کی حدود پر ذکر کیا تو وہ کوئی بتلی بخش جواب نہ دے سکے، حقیقت یہ تھی کہ کروڑوں روپے کی ساری امداد خود مسٹر بھٹو نے پڑپ کر لی تھی، یہ تھے مسٹر بھٹو چوروں کے سردار، لیٹروں کی ٹولی کے سرپرست۔

**بد عنوان وزیر، چور گورنر** جیسی روح ویسے

”نیک“ اور ”پارسا“ حکمران بھٹو تھے ویسے ہی بلکہ ان سے کہیں بڑھ کر ”پاک باز“ اور ”دیانت دار“ ان کے وزیر تھے، مسٹر بھٹو کے بارے میں ایک حقیقت ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ وہ اپنے وزیروں کا انتخاب اس اصول کے مطابق کرتے تھے کہ وہ کس حد تک اپنا ضمیمہ پہنچ سکتا ہے ان کے نزدیک ہر شخص کی قیمت مقرر تھی، اور ان کے وزراء انتہائی سستے داموں بکنے والے تھے، ان لوگوں نے اپنا ضمیر غیبت اور ایمان بھٹو کے پاس رہن رکھ دیا تھا اور اس رہن کے عوض عرصہ کی دنیاوی عشرت اور دولت سمیٹنے کا لالسنس انھیں مل گیا تھا، ان وزیروں کی بد عنوانیوں کی داستان شیطان کی آئندہ کی طرح کردہ بھی ہے دولت اگر جائز ذرائع سے اکٹھی کی جائے تو اس غریب ملک میں کوئی شخص

نہی، کیوں کہ یہی وہ مسٹر بھٹو ہیں جن کے بارے میں اخبارات میں قبل انہیں یہ اطلاعات شائع ہوئی تھیں کہ وہ اکتوبر کے ملتوی شدہ انتخابات پر خرچ کرنے کے لئے صرف لاہور کے بی بی بی کے جلسے کو کامیاب بنانے کے لئے ایک کروڑ روپے کے کرنسی نوٹ ساتھ لائی تھیں بعض اطلاعات سے علم ہوا ہے کہ بھٹو نے ملک کی معیشت کو تباہ کرنے کے لئے وہی کروڑوں کے کرنسی نوٹ بھجوا پنے کا حکم دیا تھا، بعض دیگر اطلاعات سے علم ہوا ہے کہ بھٹو نے برسرِ اقتدار آجانے کے فوراً بعد پیرزادہ کے توسط سے کراچی کے سکیورٹی یونٹ پر پریس میں موجود قیمتی کرنسی نوٹوں کے قیمتی کاغذ کی کچھ پٹیاں حاصل کی تھیں اور اس کاغذ سے بعد میں اپنے لئے ڈھیکروں نوٹ چھپوائے تھے، اس طرح ایک طرف جہنگلی میں اضافہ ہوا، مقررہ آمدنی والے طبقہ کی قوتِ حسنہ پر بدکاری ضرب لگی اور دوسری طرف بھٹو اور اس کے ساتھیوں کی دولت میں بے پناہ اضافہ ہوا، بعد میں انھوں نے یہ نوٹ یا تو غیر ملکی کرنسی کی شکل میں بیرونی مالک میں جمع کر دیے یا اس کے عوض سونا اور جائیدادیں خریدیں۔ کہا جاتا ہے کہ جب مشہور سنگھریٹ سیٹھ حابد نے بے نظیر بھٹو کو لندن میں اغوا کر لیا تھا تو اسے اس وقت رہا کیا تھا جب سوئٹزرلینڈ کے ایک بینک سے اسے چھ کروڑ روپے کی رقم ادا کی گئی تھی، یہ رقم بھٹو کے ذاتی اکاؤنٹ سے نکلائی گئی تھی، جہاں محض ایک واقعہ پر چھ کروڑ روپے کی رقم ادا کی جاسکتی ہے تو اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ ویسے مسٹر بھٹو کے غیر ملکی اکاؤنٹس میں کس قدر بھاری مقدار میں دولت جمع ہو گئی، بعض حلقے یہ بھی خیال کرتے ہیں کہ مسٹر بھٹو کے بیرونی مالک کے بینکوں میں جمع شدہ تفصیلات اور بینک اکاؤنٹس کے نمب سبھی حابد کو اچھی طرح معلوم ہیں، لیکن مسٹر بھٹو کے ساتھ کہیے گئے ایک ذاتی معاہدہ کے مطابق وہ ان تفصیلات کو

ایمان و تہ کا خیال تک دل میں نہ لاسکتا تھا، اور ایک وفادار کہنے کی طرح ہمیشہ اپنے اس مالک کے سامنے دم ہلانے پر مجبور ہوتا تھا،

ان وزیروں نے اپنے عہد وزارت میں بڑے بڑے گلی کھلائے، ان میں بعض نامی گرامی سابق سیکرٹری، بعض جواری اور بعض سابق غنڈے تھے، بعض نے سارا عرصہ اتر باہروری میں گزار دیا بعض نے پڑا کی دکان کھولے رکھی، لاکسنسوں کی تجارت سے مال اکٹھا کیا، بعض نے سمنگلنگ کے لئے لاپنجیں خرچ کیں اور ناجائز کرنسی کا کاروبار بھی کیا، بعض نے زیادہ کمیشن کی بولی پر ٹھیکے تقسیم کیے، بعض نے جنرل سیکرٹری کے پردے میں نئی نئی دو اساز کمپنیوں سے گھنٹیا اور سنراہم کرنے کے سودے میں لاکھوں کمائے اور بعض نے شہر کے شہرچہ ڈالے، بلدیاتی اداروں کے پلاٹ کچھ خود آلات کرالیہ اور باقی اپنے منظور نظر لوگوں میں بانٹ دیئے کوئی عیاشی تھی جس کا ذائقہ ان وزیروں نے نہ چکھا ہو، شریف لوگوں کی عہد سربازار نیلام کرنے والے بھٹو کے وزیر اور مشیر ہی تو تھے، ان کے زمانے میں شراب مہنگی اور لٹا ہو سستا ہو گیا، پیواریوں کی مہر قی پر بھی رشوت لی جاتی تھی اور پرائمری اساتذہ (جینین نئی نسل) کا مستقبل سنو آڑنا تھا کی تقرری پر بھی رشوت اجاتی رہی۔

**ملک غلام مصطفیٰ اکھر** اور **ملک معراج خاں** کے قریب  
اور دیرینہ ساتھیوں  
میں شمار ہوتے ہیں  
پچھلے عرصہ میں

اور مصطفیٰ اکھر کے درمیان کچھ غلط فہمیاں بھی پیدا ہو گئی تھیں، اور ان غلط فہمیوں کے نتیجے میں مصطفیٰ اکھر کو صوبہ پنجاب میں اقتدار کی گدی سے محروم بھی ہونا لیکن قومی اتحاد کی تحریک کے دوران مصطفیٰ اکھر

انتہائی دولت مند بن سکتا ....، لیکن سیاست میں عام طور پر داخل ہی اس مقصد کے لئے ہوتے ہیں کہ ان کے پاس ناجائز دولت کمانے کے ذرائع آسانی سے آجائیں، اور وہ راتوں رات امیب بن جائیں ایسے سیاست دانوں کو عام طور پر طالع سیاست دان کہا جاتا ہے، اس اعتبار سے دیکھا جائے تو بھٹو کے اکثر وزیر طالع آزما تھے، اور وہ پیپلز پارٹی میں ہوا کارخ دیکھ کر اس لئے شامل ہوئے تھے کہ جس لوٹ مار کا آغاز بھٹو خود کرنے والے تھے اس میں وہ بھی شامل ہو سکیں، چنانچہ ان وزراء نے ملک کو لوٹا اور دونوں ہاتھوں سے دستہ باندھ کر لوٹا، جو لوگ انقلابی نظریات کے ساتھ بھٹو کے ساتھ شامل ہوئے تھے وہ دو چار قدم چل کر ہی ہانپنے لگے، ان کا ضمیر اتنے بڑے سودے کا بوجھ برداشت نہ کر سکا اور وہ بھٹو کے خلاف سرکشی کے الزام میں گرفتار کر لیے گئے، ان میں جناب جے اے رحیم، معراج محمد خاں، محمد طاہر اور محمود علی قصوری شامل ہیں، بعض ایسے تھے جو زیادہ عرصے تک ساتھ رہے اور حجب نکلے تو کسی نظر سے یا قی اختلاف کی بنا پر نہیں، بلکہ ذاتی اختلاف یا حد سے زیادہ بے عزتی برداشت نہ کر سکنے کی بنا پر نکلے ان میں خورشید حسن میر اور تاج محمد لنگا وغیرہ جیسے لوگ شامل تھے، یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ بھٹو صاحب کو بھی اپنے ان نورتموں کی قدر و قیمت خوب معلوم تھی، وہ انہیں انتہائی گھنٹیا کلمات اور بعض اوقات گالی سے مخاطب کرتے تھے، ان کا طریقہ یہ تھا کہ پہلے وہ اپنے کسی ساتھی کو بدعنوانی کی مٹھرا پر بہت دور نکل جانے کی اجازت دیتے، اس کے بعد اس کی کمزوریوں اور بدعنوانیوں کے ریکارڈ پر مشتمل خفیہ فائل کھول لیتے اس طرح وہ اپنے ان ساتھیوں کو بلیک میل کے ذریعے ہمیشہ وفادار ہی پر قائم رکھتے، ان خفیہ فائل کی موجودگی میں کوئی وزیر بھٹو کے خلاف سرکشی



ایک بار پھر سرسبز بھٹو کے مشیر بن گئے، بعض لوگوں کا خیال یہ تھا ہے کہ بھاطن دونوں میں کبھی لڑائی نہیں ہوئی تھی، اور یہ کہ جن دنوں مصطفیٰ کھر بظاہر مسلم لیگ میں شامل ہو گئے تھے، وہ درحقیقت سرسبز بھٹو کے ایثار پر اپوزیشن کی غیبتی خبری کرنے گئے تھے،

مصطفیٰ کھر تحصیل کوٹ ادو ضلع مظفر گڑھ کے بڑے زمینداروں میں شمار ہوتے ہیں، لیکن جن دنوں وہ ایوب خاں کے خلاف پیپلز پارٹی کی تحریک کے دوران بھٹو کے ساتھ جیل جاتا تھا یہ کر رہے تھے، ان کی زمیندار کی نام کی رہ گئی تھی انھوں نے اپنی بیشتر آرائی زمینیں بیچ ڈالی تھیں چنانچہ ستمبر ۱۹۷۸ء میں گورنر ہاؤس پنجاب میں اپنی ٹوٹری کا حلف لے رہے تھے، تو ان کے مالی حالات انتہائی خراب تھے، لیکن برسہا اقتدار اُجھانے کے فوراً بعد کھر کی دولت میں اضافہ ہونے لگا۔ ان کے قریبی حلقوں کا کہنا ہے کہ انھوں نے اس موقع کو غنیمت سمجھتے ہوئے دونوں ہاتھوں سے دولت سمیٹی، تحصیل کوٹ ادو میں انھوں نے بعض دیگر زمینداروں کی زمینوں پر ناجائز قبضہ کر لیا جن کے مقدمات ابھی تک چل رہے ہیں، علاوہ ازیں انھوں نے محل میں نئی زمینیں حشرید میں اپنے ٹکڑوں غریبی کھر میں شاندار محل تعمیر کرایا، ایک بے مثال فارم بھی قائم کیا، لائیو سٹاک کے ٹکڑے سے انھوں نے انتہائی قیمتی ڈیپ فریزرز بروستی حاصل کئے۔ جنھیں ابھی واپس نہیں کیا کھرنے یہ طریق واردات اختیار کر رکھا تھا کہ وہ بھٹے میں ایک دن اپنے علاقے کے لوگوں سے ملاقات کر کے ان کے مسائل معلوم کرتے تھے اور اپنے پرائیویٹ سیکرٹری کسی بھائی کو موقع برہمی ان کے مسائل حل کرنے کی ہدایات کر دیتے تھے، لیکن حقیقت میں وہ یہ

اجتماع لوگوں سے رشوت وصول کرنے کے سلسلے میں منصفہ کرتے تھے، صرف ایسے لوگوں کو ملنے کی اجازت ہوتی تھی، جنھیں ان کا بھائی عربی کھر یا مرتضیٰ کھر ”ریکنڈ“ کرتا، ریکنڈ ہونے سے پہلے رشوت کی ایک رقم لازماً دینی ہوتی تھی جسے مصطفیٰ کھر کا کوئی بھائی مصطفیٰ کھر کی جڑ وصول کرتا تھا رشوت کا یہ سلسلہ انتہائی پرمانے پر پھیلا یا گیا، مصطفیٰ کھر کی کوٹھی پنجاب کا سب سے بڑا ایمپلائمنٹ ایکسچینج بنی ہوئی تھی، وہ لوگوں کو خصوصاً ملتان اور مظفر گڑھ کے لوگوں کو نوکریاں دلانے میں دفاہر روزگار کو بھیجے جھوڑ گئے تھے، ہر سامی کی ایک قیمت مقرر تھی، سکول ماسٹر بننے کے لئے بھی مصطفیٰ کھر کی سفارش درکار ہوتی تھی، محکمہ تعلیم کے افسر بے بس تھے، انتہا یہ ہو گئی تھی کہ بعض پیشہ ورانہ اداروں میں داخلے کے لئے بھی مصطفیٰ کھر کی سفارش شرطِ مقہرہ اور یہ سفارش صرف اس خوش نصیب پر داخلے کا دروازہ کھولتی تھی جو اس کی قیمت مصطفیٰ کھر کے ایجنٹ کو ادا کر سکتا تھا، پرائمری اساتذہ کی تربیت کے اداروں میں تو سہ ڈوویزوں والوں کو بھی داخلے ملنے لگا، ان کے لئے قابلیت و اہلیت کا واحد سرٹیفکیٹ مصطفیٰ کھر یا اس کے بھائی کی سفارش ہوتی تھی، پولیس میں براہ راست ایس اے آئی، بھرتی ہوئے یا محکمہ ایسائز میں بطور سب انسپکٹر بھرتی کے لئے دس ہزار سے بیس ہزار تک کی رشوت ایک عام ریت تھا، کسی دوسرے کی سفارش ہوتی تو اس ریت میں کچھ کمی کر دیا جاتی، بعض لوگوں سے نقد رقم کی بجائے قیمتی تحائف بھی وصول کئے جاتے تھے، کہتے ہیں، ایک صاحب نے اپنے کسی کام کے سلسلے میں مصطفیٰ کھر کو ایک قیمتی کار تحفے میں پیش کی، لیکن شومنی قسمت سے ابھی اس شخص کا کام نہ ہوا تھا کہ کھر صاحب کی چھٹی ہو گئی۔ اپنے دورِ اقتدار میں مصطفیٰ کھر نے نوٹ مار



پٹرول پمپ چلا رہا ہے،

ملک غلام مرتضیٰ کھر نے پبلک سروسز کی حیثیت سے اپنی سرکاری اپوزیشن سے ناجائز فائدہ اٹھایا اور بہت سارے شوت کا پیسہ جمع کیا، اسلام آباد میں ایک ہنگامہ تعمیر کیا ہے جو ملک عربی کے نام سے دراصل یہ گھر ناجائز پیسہ کی کمائی سے تعمیر کیا گیا ہے وہ کنیاں بنک پر بھی ایک مکان تعمیر کر رہا ہے اور اس کی زمین کا رقبہ ۲۶ کنال ہے لاہور کے آغا جیل حیدر نامی شخص نے ڈاکٹر غلام محمد نامی ایک شخص سے گھبرگ ۵۵ میں مکان ۶۰/۶۱ دیا، بارہ سورہ روپے ماہوار کر اسے بد (کھر کو) دیا اور پیشگی کر اسے کے طور پر ملک مکان کو سات ہزار دو سو روپے لدا کیے اس مکان کو ایرکنڈیشن بھی کرایا جس پر بدی کے انداز سے کے مطابق پچاس ہزار روپے سے کم لاگت نہیں آئی، ملک غلام مصطفیٰ کھر نے میونسپلٹی نمبر ۶۶، ۶۸ اور ۷۱ کے تحت ایک لاکھ پچاس ہزار روپے کی مالیت ۴۲۰ کنال اراضی کھر غبی مظفر گڑھ میں خریدی غلام مصطفیٰ کھر نے گورنر کی حیثیت میں کھر غبی میں اپنے آبائی ہنگامہ کی آرائش کردانی، اس کو رنگ دروغی اور ایرکنڈیشن کر دیا جس پر لاکھوں روپے کی لاگت آئی، اس نے بیٹر بکریوں کے لئے سٹیلڈ اور پکا پیڈس بھی تعمیر کرائے جس پر دھاتی لاکھ سے کم لاگت نہیں آئی ہوگی، اس نے اپنی بیوی اور بیٹے کے نام پر پانچ ٹریکٹر بھی خریدے اس نے پانچ لاکھ مالیت کی ساٹھ بھینسیں، بیس گائیں اور اعلیٰ نسل کی چوسو بھینسیں خریدیں، اس نے تین بھینسیں لائیو سٹاک تجارتی سٹیشن قادر آباد ساری وال سے بھی حاصل کیں، ملک غلام مصطفیٰ کھر کے فارم پر چار ایکڑ اراضی پر مچھلی فارم بنایا گیا اور تقریباً بیس ہزار پونگ مچھلی حکمہ ماہی گیری سے حاصل کی گئی، اس نے پریچیکٹ ڈاکٹر یکٹر کو بلوا کر پروڈکشن سنٹر لاہور سے ایک ڈیپ فزریز حاصل کیا اور اسے حکومت کے حکم کے

کوئی کسر دھوڑی تھی، انھوں نے پنجاب یونیورسٹی پیس کے قریب اپنے لئے ایک شاندار وسیع و عریض مٹی تعمیر کرائی جس پر بلا ہائز لاکھوں روپے صرف دئے ہوں گے، اسے کو مٹی کے بجائے محل کہا جائے تو مایہ زیا دہ موزوں ہو انھوں نے اس محل کے اندر اپنے دوست کی تسکین کے لئے ایک شاندار پڑیا گھر بھی قائم کیا، جس میں بعض جانور سنا ہے لاہور کے چڑیا گھر سے بردستی حاصل کیے تھے، (ویسے جانوروں کے ساتھ ہر کی دل چسپی سورہ وئی تھی، کسی زمانے میں سنا ہے وہ کتوں اور ریچھوں کی لڑائی میں بہت دلچسپی لیا کرتے تھے اور بہت سے مشکا، ہی کتے پال رکھے تھے) باب انھوں نے شہزاد سے شاہی کی تو انھیں لاکھوں روپوں کے قیمتی تحائف کے علاوہ ہر میں اراضی بھی لاہور میں ان کی دو شاندار کوٹھیاں ہیں۔

مصطفیٰ کھر نے اپنی سرکاری حیثیت کا کس انتہا سے ناجائز فائدہ اٹھایا، اس کا ایک ہلکا اندازہ مصطفیٰ کھر کے چھوٹے بھائی نور حسانی کھر کے مندرجہ ذیل بیان سے ہوتا ہے جو انھوں نے ڈسٹرکٹ ججسٹریٹ لاہور عدالت میں ۱۹۷۵ء میں دیا تھا،

ملک غلام مصطفیٰ کھر کے لئے رشوت کی رقم ڈاکٹر لاکھ حسین، پرویز میاں اور مرتضیٰ کھر جمع کرتے تھے۔ ایک روز ملک غلام مصطفیٰ کھر ملک غلام مرتضیٰ کھر اور غبی کھر مل بیٹے، اور فیصلہ کیا گیا کہ ملک مرتضیٰ کھر ور ملک مصطفیٰ کھر کے تعلقات کشیدہ ہو گئے ہیں اور ملک مرتضیٰ کھر کو مجبور کیا گیا کہ وہ ملک چھوڑ دے اور حقیقت اس کا مقصد ناجائز کمائی کی رقم پاکستان سے انگلستان منتقل کرنا تھا۔ ۲۵ لاکھ روپے کی رقم ڈاکٹر پرویز مرٹنگ اور دیگر غریب ملکی کرنسیوں میں بدلوائی گئی، سے ایک سیاہ چرمی بیگ میں ڈالا گیا اور مرتضیٰ کھر دیگر تین ساتھیوں کے ہمراہ لندن روانہ ہو گیا، لندن میں اس نے ایک ہوٹل حشرید لیا ہے اور ایک

نفسیر اپنے فائدہ پر بھیج دیا اس نے مارچ ۱۹۷۲ء اور مارچ ۱۹۷۴ء کی درمیانی مدت میں اپنی اراضی اور اپنے سہیلیوں اور رشتہ داروں کی اراضی صوبائی حکومت کے خرچ پر نوکریاں جاری کر دے کر ہمدار کرانی آگ پہلے زمینیں ٹیلوں کی شکل میں تھیں، مگر اب اقل درجہ کی زمینوں میں تبدیل ہو چکی ہیں، ملک غلام مصطفیٰ کھر کے پاس اس وقت دس کاریں ہیں، جن میں سے دو مرچیز ہیں، وہ کوٹ اوکھنی مسیر زعفران حیدر خاں، عبدلین خاں کا سلیمپنگ پائزر بھی ہے اس کمپنی کو لاکھوں روپے مالیت کے سڑکوں کے تعمیر کے ٹھیکے دیئے گئے، ملک غلام مصطفیٰ کھر کے پاس چھ لاکھ روپے مالیت کا اسلحہ ہے،

یہ فقط ایسے شخص کی دولت کا ایک ایسا نمونہ ہے جسے بھٹو حکومت کے دور میں دوبارہ برسرِ اعتبار کرنے کا موقع ملا، اس کے علاوہ اس دولت کا بھی یہاں ذکر نہیں آیا جسے کھر نے جمع کیا اور پھر عیاشیوں میں اڑا دیا، کھر کے تعلقات لاہور کے بازار حسن کی متعدد طوائف اور ایکڑ سوں سے تھے، انھوں نے یقیناً بے تحاشہ روپیہ ان عورتوں پر بھی خرچ کیا ہوگا بازار حسن کی نامید کے بارے میں اطلاعات شائع ہوئی ہیں کہ اسے کھر نے قیمتی زیورات سے لاد دیا تھا، بعض دیگر عورتوں کے سلسلے میں بھی ایسے افسانے مشہور ہیں، اندازہ یہ ہے کہ مصطفیٰ کھر نے جہاں کروڑوں روپے کی جائیداد اپنے عہدِ گورنری دورانِ تعلقا میں پیدا کی، وہاں اس نے لاکھوں روپے اپنی عیاشیوں پر بھی خرچ کر دیئے،

بھٹو کی طرح مصطفیٰ کھر بھی ایک جبرِ اسوا شہزاد تھا، اس نے جو بے تک موقع ملا صوبہ پنجاب کی دولت اور وسائل کو بڑی بے دردی سے لوٹا، سنا گیا ہے کہ بلوچستان .... سے ۔ کوئلہ کی فراہمی کا ٹھیکہ انھوں نے خود حاصل کیا تھا اور اس ٹھیکے میں کوئلے کی مہنگائی سے فائدہ اٹھا کر گیارہ کروڑ روپے کمائے تھے،

کھر کے بند پنجاب کے دوسرے نمبردار نے والے حکمران اور بعد میں وفاقی وزیر جناب ملک موانہ خالد بھٹا، مالی غنیمت کو لوٹنے کی اس اندھی دور میں کسی سے پیچھے نہ رہے، "نوائے وقت" میں شائع ہونے والے اپنے ایک مضمون میں سابق ایم اے ڈاکٹر محمد عباس بھٹا (جن کا دامن بھی شایر انتہا صاف نہیں) نے کھر کے بھید کی کئی حقیقتیں اس بات کا انکشاف کیا تھا کہ پنجاب کے ایک سابق وزیر اعلیٰ جو اپنی ستر اقدیں اور درویشی کا بہت بڑا دھندہ دھار پیا کرتے تھے، پٹواریوں کی بھرتی اور بھی رشوت وصول کیا کرتے تھے، ان کا اشارہ ملک صاحب کی طرف تھا، بات دراصل یہ ہے کہ جب تک کھر گورنر رہے، ملک صاحب اگرچہ وزیر اعلیٰ تھے، لیکن اس قدر با اختیار نہ تھے اور کھر کے معاملے میں، سب سے پہلے رہتے، اس لئے اگر وہ صرف بیوروکری کی بھرتی پر رشوت لینے پر اکتفا کرتے رہے ہوں تو ہم اسے ان کی تنازع پر سہری نہیں، بلکہ محبوب سہری کہیں گے، وہ سمجھتے ہوں گے کہ فی الحال لمبے ہاتھدار کا حق گورنر پنجاب ملک مصطفیٰ کھر کو حاصل ہے، لیکن وہ ایسے گورنر نشین بھی نہ تھے، ان کے بارے میں ایسی افواہیں عام طور پر پھیلتی رہیں کہ بعض ایسے افسروں کو دوبارہ بحال کرنے کے عوض جنھیں مارشل لا کے خلاف نمبر ۱۱۱ کے تحت بھٹو نے اوائل ۱۹۷۳ء میں ملازمت سے جبراً اسبکدوش کر دیا تھا، ہزاروں روپے کی رشوت وصول کی، ان دنوں محکمہ بلدیات کا صوبائی چارج بھی اس کے پاس تھا، اور انھوں نے بعض اطلاعات کے مطابق بلدیاتی اداروں میں پائے جانے والے عام مالی غنیمت کے بارے میں ہونے والی انکوائریوں میں ٹکٹ بعض افسروں کو بچانے اور محافض کرانے کے عوض بھارتی رقوم بطور رشوت حاصل کیں ملک صاحب ہمیشہ سادگی کا پیکر نظر آتے اور

بھی کیا، مصطفیٰ کھر یا پسر زادہ کی طرح وہ عیاش نہ تھے، یہ بھی الزام ہے کہ ملک معراج خالد چندر کلار کی سرپرستی کر رہے تھے، لیونو بورڈ کے راشی افسروں سے مل کر وہ بگوس کلیم بناتے اور انھیں رضی نام سے الاٹ کروا کے بیچ دیتے اس گروہ کے بارے میں مارشل لا حکام سے متعدد شہریوں نے تحقیقات کا مطالبہ بھی کیا تھا۔

**سوشلسٹوں کے گھیلے** | مسٹر مجنوں کی پیپلز پارٹی میں عام طور

پر ہوسٹیم اور قماش کے لوگ شامل تھے، ان متضاد عناصر کا آپس میں نمکے اتفاق صرف ایک تنہا بیٹوٹی اور موقع پرستی ایک ایسا نظریہ تھا، جس پر سوشلسٹوں کو بھی اتفاق تھا اور سرمایہ پسندوں کو بھی پیپلز پارٹی میں بائیں بازو یا سوشلزم کی ترجمانی اور نمائندگی کرنے والوں میں شیخ رشید ڈاکٹر متبشہ حسن، خورشید حسن میر، تاج محمد، لکھنؤ وغیرہ کو شامل کیا جاتا

ہے، شیخ رشید کے کرتوتوں کی کہانیاں اب ہستہ آہستہ منظر عام پر آنے لگی ہیں، شروع میں انھیں وفاقی وزیر صحت بنایا گیا، اور آخر میں ان کے پاس وفاقی وزیر برائے زراعت کا چارج تھا، ان دونوں حیثیتوں سے انھوں نے اپنی جیب پر کمرے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی، وہ بظاہر غریبوں اور مزدوروں کے حقوق کا غرہ بلند کرتے رہے اور اپنے آپ کو انتہائی غریب اور محسوس ظاہر کرتے رہے، لیکن درپردہ دونوں ہاتھوں سے سرمایہ اکٹھا کرنے اور وسائل کو اپنی ذاتی منہمی میں لانے کی کوشش فرماتے رہے اور وہ شلوار پر کرتے پہن کر اور قلعہ پی کے سگریٹ پی کر عوام کو دھوکا دیتے رہے لیکن یہ ان کے وہ دانت تھے جو دکھانے کے تھے، ان کے کھانے کے خفیہ دانت اور مضبوط

اپنی تقریروں اور بیانوں میں بڑے کام کی باتیں کہہ جاتے، لیکن ان کی سادگی اور سہرا منت صرف دھوکا کی تھی، اندر سے وہ بھی استعماری لاپچی، حسریں اور کرپٹ تھے، جتنے کے پیپلز پارٹی کے دیگر وزیروں اور ارکان اسمبلی، ملک صاحب کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ انھوں نے بعض لوگوں کو ملکہ پبلک ہیلتھ انجینئرنگ اور بلدیات کے ٹھیکے دلوائے اور اس کے عوض رشوت حاصل کی،

بطور وفاقی وزیر ملک صاحب کا عمل دخل پنجاب کی صوبائی سیاست میں تو کم ہو گیا تھا لیکن یہاں کی انتظامیہ اور وسائل سے ان کا دل چسپی بستہ قائم رہا ہے اپنے قیمتی خطبات اور "مواعظ حسنہ" کے لئے وہ عام طور پر لاہور کے پنجاب کا دل ہے کو منتخب کرتے رہے لاہور ہی فلپین ایل علاقے شادمان کالونی میں جہاں زمین مربوں کے نہیں گزیر کے حساب سے بکتی ہے، ملک صاحب نے لاکھوں روپے مالیت کا ایک شاندار پلاٹ چند ہزار میں حاصل کیا، اور بعد میں لاکھوں روپوں کے عوض اسے فروخت کیا، یہ وہی معراج تھے، جو وزارت علیا کے پہلے دن رکشا میں بیٹھ کر اپنے دفتر پہنچتے تھے ملک صاحب نے ایک بڑے ٹکٹ، اور عالی شان، اور محل نما کوٹھی لاہور سے چند میل دور اپنے محاکمات میں بنوائی ہے جہاں وہ طرح کی آرام و زیبائش کا اہتمام کیا گیا ہے اس کو کتنی لاکھوں کا خرچہ آیا ہو گا، ملک صاحب کے بارے میں معلوم ہوا ہے کہ وہ بڑی خاموشی کے ساتھ اپنی جائیداد اثاثوں اور بینک بیلنس میں اضافہ کرتے رہے ان کی دولت کے بارے میں صحیح اندازہ کہنا بہت دشوار ہے، لیکن ایک بات پورے یقین کے ساتھ کہی جاسکتی ہے کہ ملک معراج اور خالد بھی بوٹ مار میں کسی سے پیچھے نہ تھے، اور انھوں نے جو کچھ کمایا، اسے جمع اور محفوظ



مریجاں مرچ، دھان پان اور شعلیق شخصیت جناب  
ڈاکٹر بلشر حسن کا شمار بھی پیپلز پارٹی کے ایسے رہنماؤں  
میں ہوتا ہے جنہیں غریبوں اور چھٹی نشینیوں، مزدوروں  
اور مزدوروں سے بے پناہ محبت اور ہمدردی کا دعویٰ تھا  
جو گلبرگ کی ایک عالیشان کوٹھی کے ملبین یا تمکین ہونے  
کے باوجود ہمیشہ مظلوم طبقات کے غم میں ڈبلے ہوتے  
رہتے تھے،

اطلاعات سے یہ معلوم ہوا ہے کہ پیپلز پارٹی کے  
غیب و رکروں کو راتوں رات امیر بنانے کا منصوبہ  
ڈاکٹر صاحب کی ذریعہ دماغ کی پیروار تھا (شاید  
ان غیب و رکروں میں وہ خود کو بھی شامل سمجھتے تھے)  
ڈاکٹر کسی زمانے میں لاہور کی انجینئرنگ یونیورسٹی  
میں پڑھاتے تھے، پیشے کے اعتبار سے سیاست دان  
لیکن دعویٰ انجینئرنگ میں مہارت کا کرتے ہیں مسٹر  
جھٹو نے طنزاً انھیں پولیٹیکل انجینئر کہا تھا۔ یونیورسٹی سے  
انھیں بعض ناپسندیدہ سرگرمیوں کی بناء پر ہٹا دیا گیا تھا  
موقع غنیمت جہاں کردہ نئی ابھرتی ہوئی جماعت پیپلز  
پارٹی میں شامل ہو گئے، جھٹو صاحب برسر اقتدار آئے  
تو وزیر بنے، محاشیات میں مہارت کے دعویدار تھے  
اسی لئے وزارت خزانہ کا قلمدان ملا انھوں نے پیپلز  
پارٹی کے ورکروں کو امیر بنانے کا یہ نسخہ پیش کیا کہ روپے  
کی قیمت گھٹا دی، پھر بعض اطلاعات کے مطابق  
سیکیورٹی پرنٹنگ پریس کو نئے نوٹ کثیر تعداد میں  
چھاپنے پر لگا دیا اور صنعتوں اور کارخانوں کو قومی  
تحویل میں لینا شروع کیا نئے نئے مالی منصوبے شروع  
کیے، ملک میں راشن ڈپوؤں کا جال بچھا دیا۔

لاہور کے کوثر علی شاہ سے ڈاکٹر صاحب کی بہت  
گاڑھی پھلتی تھی، ڈاکٹر صاحب ملک میں پیپلز  
پارٹی پر جیکٹ کے بانی مانی تھے، اس پر ایکٹ  
کا بظاہر بہت خوش نامناسب انجینئر تھا، اس عوامی  
رہائشی منصوبے کا مقصد غریب لوگوں کو انتہائی معمولی

انھوں نے اپنے بیٹے شیخ امتیاز کو جو ایک کمپنی میں آئل  
ہیلپر تھا، ڈسٹرکٹ پولیٹیشن پلاننگ آفسر بنا دیا گیا  
اپنے ایک بھانجے کو جو فوج میں تھا، اسپیشل ڈپوٹی  
سنگرل فکچر زراعت میں گریڈ نمبر ۱۶ سے گریڈ نمبر ۱۹  
میں ترقی دلوادی علاوہ ان میں مندرجہ ذیل افراد کو  
نااہل ہونے کے باوجود اعلیٰ عہدوں پر فائز کرایا۔

چودھری محمد ناصر کی سہیلیوں کو ریٹسے  
انلیسویں گریڈ میں۔  
عبدالرحمن کو کلرک کے عہدے سے ترقی  
گریڈ میں۔

اسی طرح رفیع، طارق، الطاف قریشی، جاوید الحسن  
اور خالد بلوچ وغیرہ کو اپنے اختیارات کا ناجائز  
استعمال کرتے ہوئے انھیں اعلیٰ سرکاری عہدوں  
پر فائز کرایا۔

انھوں نے اپنے داماد، ایس یو خاں کے غلط  
لاکھوں روپے کے غبن کیس کو اپنے اثر رسوخ کی  
بنیاد بنا دیا۔

مسٹر ایس یو خان چیف سلیٹ لائف انشورنس  
کمپنی ملتان تھے،

غریبوں کے نام نہاد ہمدرد اور سوشلزم کے  
علبوس و ریشید کی بے ایمانیوں کی فہرست بہت  
طویل ہے، اس نے اقربانوازی اور خوش پروری کے  
نئے ریکارڈ قائم کئے روزنامہ "سیار" لاہور (۳۱  
ستمبر ۱۹۷۷ء) کی ایک اطلاع کے مطابق شیخ رشید اپنی  
عالیشان کوٹھیلوں، کار اور دیگر اثاثوں سمیت جو  
انھوں نے اپنے عہد وزارت اور پیپلز پارٹی کے دور  
اقتدار میں ناجائز ذرائع سے حاصل کیے تھے کم دس  
کروڑ روپے کی جائداد کے مالک بن چکے ہیں اور یہ  
دس کروڑ روپے وہ تھے جو اچھے بیٹھے غریبوں اور

مزدوروں کے نام کی مالاجیتے تھے،  
عوامی انجینئر ڈاکٹر بلشر حسن بظاہر



قیتوں پر ملاٹ اور مکان وغیرہ فراہم کرنا تھا، اس مقصد کے لئے قرضے وغیرہ بھی دے دیے جاتے تھے، لیکن آج تک جو کچھ ہوا، وہ پاکستانی قوم کے سامنے ہے، الزام لگایا جاتا ہے کہ ڈاکٹر صاحب کے نفس ناطق کو ڈاکٹر علی شاہ جو اس پراجیکٹ کے ذمہ دار تھے، عوام سے بھاری دھمکیاں بٹورتے ہوئے مضمحل کر گئے، کہتے ہیں کہ انھیں چونکہ سارے گھیلے میں ڈاکٹر صاحب کی اشیر یا حاصل تھی، اس لئے ڈاکٹر صاحب نے بھی کروڑوں کے ناجائز منافع اور فراڈ میں اپنا حصہ وصول کیا ہوگا، اس رہائی منہو بے کے تحت مستحق لوگوں کی بجائے ڈاکٹر صاحب اور پیپلز پارٹی کے چچوں کو عام طور پر قرضے زمینیں اور مکان مل گئے، جن دنوں ملک میں بناسپتی کا بحران شروع ہوا تھا اور ملک میں یہ بنیادی ضرورت قریب قریب نامید ہو گئی تھی، گھی کی پیداوار اور فراہمی کے سلسلے میں سنگین دھاندلیاں سامنے آئی تھیں، بعض حلقوں کے مطابق اس بحران کے پیچھے ڈاکٹر صاحب کا ہاتھ تھا، اور وہ بھی مبینہ دھاندلیوں میں ملوث تھے۔ بناسپتی گھی کی تقسیم کے سلسلے میں منظور نظر لوگوں کو زیادہ کوٹے عطا کئے گئے،

بعض اخباری اطلاعات سے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ ڈاکٹر صاحب کو ڈاکٹر علی شاہ کے ذریعہ رشوت بھی لیتے تھے انھوں نے کوٹہ علی شاہ کو انگوڑی باغ سیکر کا پراجیکٹ ڈائریکٹ مقرر کیا تھا اس منصوبے کا تعلق نیشنل کنسرکشن کمپنی سے تھا، جس میں سنگین بدعنوانیوں کا ارتکاب کیا گیا تھا، نیشنل کنسرکشن کا قیام بھی جناب ڈاکٹر صاحب ہی کے زبردست دماغ کی پیداوار تھا ڈاکٹر صاحب کو ایک انجینئر ہونے کی بنا پر معلوم تھا کہ ٹھیکداری کے کام میں دھن کس طرح بارش کی طرح برسا کرتا ہے بظاہر یہ کمپنی بڑے نیک ارادوں کے ساتھ قائم کی گئی تھی، لیکن حقیقت میں اس کے ذریعے ڈاکٹر صاحب بھی

سراپے داروں میں شامل ہونا چاہتے تھے اس کمپنی کے چیف ڈائریکٹر عظیم خاں ڈاکٹر صاحب کے قریبی دوست بنائے جاتے ہیں اور روزنامہ آغازہ کراچی کے (۲۸ اگست) کی اطلاع کے مطابق وہ اب تک امریکہ میں کروڑوں روپے جمع کر چکے ہیں،

ڈاکٹر بشیر حسن اور عظیم خاں نے اس ادارے میں صرف پیپلز پارٹی سے تعلق رکھنے والوں کو ملازم رکھا تاکہ لوٹ کھسوٹ پر پردہ پڑا رہے، عظیم خاں جیسے پیپلز پارٹی کی ہائی ٹیکن میں بڑا اثر و رسوخ حاصل تھا پرلے درجے کا عیاش طبع شخص تھا، ہر مہینے متعدد بار اس کے پیچھے پرستار ہوتی ہوئی تھی، جس میں نائٹ کلبوں سے کال کر لے کر بلا کر عریاں رقص کرانے جاتے تھے علاوہ ان کے ایک نائٹ کلب کی رقامہ کو نیشنل کنسرکشن کا ایڈمنسٹریٹو آفیسر مقرر کیا گیا، سعودی عرب میں کمپنی کے تین پرنسپلوں کے لئے چار ہزار افراد درکار تھے یہ افراد کمپنی کے بجائے باہر سے لئے گئے، چنانچہ جام صادق اور کمال انظر نے اس موقع سے فائدہ اٹھا کر تین ہزار افراد سعودی عرب بھیجے اے اور مبینہ طور پر کس پانچ سے چھ ہزار روپے تک وصول کیے یہ رقم مجموعی طور پر پونے دو کروڑ روپے بنتی ہے،

ڈاکٹر صاحب کی اقتصادی پالیسیوں کا صرف ایک طبقہ کو فائدہ پہنچا اور وہ طبقہ تھا پی پی پی کے کانگریس اور عہدیداروں کا جن کے لئے روزگار کے ہزار ہا سہ دروازے کھول دیے گئے، ملک کی معیشت پر انھیں لوگوں کی اجارہ داری قائم ہوتی چلی گئی، آخر جو ہر طرف سے ان کی حکمت عملی پر شکست چینی کی جانے لگی تھی بھٹو نے انھیں وزارت سے علیحدہ کر دیا، لیکن اس کے باوجود وہ بالواسطہ طور پر حکومت کے معاملات میں دخل دیتے رہے سپریم کورٹ کے سامنے سال ہی میں حکومت کی طرف سے مسٹر بھٹو کے خلاف جو بیان داخل کیا گیا تھا اس بیان کے ساتھ منسلک ضمیر غمب کے مطابق ڈاکٹر



سپریم کورٹ کے ۱۲ ججوں نے باوجود وزیر اعظم کے سیکرٹ فنانڈ سے تین ہزار روپے اور انٹیلیجنس بورڈ کے فنانڈ سے دو لاکھ تیس ہزار روپے کی خاطر رقم حاصل کی تھی۔ اب کوئی ڈاکٹر سے پوچھے کہ بھلا آپ کو یہ ڈھائی لاکھ روپے کی رقم مفت میں کس قومی یا ملی خدمت کے عوض ملی تھی؟ شاید یہ رقم ان کی اس خدمت کے عوض ملی ہو کہ انھوں نے عوام کو روٹی، کسپٹ اور مکان کے بھگڑے میں ایسا اٹھایا کہ وہ اپنے بنیادی حقوق تک کو بھول گئے ایک اطلاع کے مطابق وہ اپنے ذاتی ڈرائیور احمد مسعود کو تین سرکاری اداروں، سوئی گیس، حبیب بینک، یا پبلک لیٹن پلاننگ بورڈ میں متعین دکھا کر بیک وقت تینوں سے اس کی تنخواہ وصول کرتے رہے۔

## پیرزادہ کے کر توت | سپریم کورٹ کے

پیرزادہ یوں تو حسین خداوندی کی دولت سے بھی مالا مال تھے، لیکن سونا چاندی اور کرنسی نوٹوں کی دولت میں بھی وہ کسی سے پیچھے نہ تھے اگرچہ وہ ایک امیر باپ کے بیٹے تھے، لیکن انھوں نے بھی عہد وزارت میں کچھ کمایا البتہ اپنی کمائی کا بیشتر حصہ عیالیتوں پر خرچ بھی کیا، حقیقت یہ ہے کہ پیرزادہ پر لے درجے کے عیال انسان تھے، بہت عرصہ پہلے جب کہ پیپلز پارٹی ابھی ملک میں نئی نئی ابھری تھی، مسٹر بھٹو نے "انٹنچ" اور فلسطینیوں کی مدد کے لئے عوام سے چندے کی اپیل کی تھی، ان دنوں پیپلز پارٹی ایک انقلابی سیاسی جماعت کے کردار میں لوگوں کے سامنے آ رہی تھی چنانچہ لوگوں نے لاکھوں روپے فلسطینی عوام کی امداد کے لئے چندے کی صورت میں پیپلز پارٹی کو دیئے اندرونی حلقوں میں یہ بات عام ہے کہ ان چندوں کا محتوہ حصہ حفیظ پیرزادہ ہضم کر گئے۔

بعض اخباری اطلاعات سے یہ علم بھی ہوا ہے

کہ انھوں نے اپنے عہد وزارت میں سرکاری حیثیت سے سراسر ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے غیر مستحق لوگوں کو اوپر بیڑ سوسائٹیز اور تعمیراتی کمپنیوں کو زیادتیاں دی اور اس خلاف قاعدہ و ضابطہ الامتداد پر انھوں نے تقریباً ۳۵ لاکھ روپے کمائے،

پیرزادہ نے سرکاری حیثیت کا ایک بالکل ناجائز فائدہ یہ اٹھایا کہ انھوں نے اپنے زمستہ داروں اور بیگم سعدیہ کے رشتہ داروں کے لوازمات میں کوئی ٹکسر نہ اٹھا رکھی، انھیں کراچی میں سستے داموں پلاٹ طوائف قرضے دلوائے، زمینیں دلوائیں اور اعلیٰ عہدوں پر فائز کر دیا، ہندوستان کی مشہور رسالہ ادا کا مادہ اور انکی بیگم سعدیہ کی بہن ونگم پارہ (جو آج کل کراچی میں مقیم ہیں اور فلم سازی کے تجربے کرنے میں دل چسپی لے رہی ہیں) کو حکومت کے خزانے سے فلم سازی کے سلسلے میں بطور قرض پانچ لاکھ (اور بعض خبروں کے مطابق چھ لاکھ) روپے دلوائے جن کی واپسی کی امید بہت کم ہے،

پیرزادہ کے کر توتوں کی گواہی مسٹر بھٹو کے ریکارڈ میں دستیاب ہونے والی ایک خفیہ فائل سے بھی ملتی ہے اس فائل میں مندرجہ ذیل نوٹ پڑھنے کے لائق ہیں۔

پیرزادہ کو وفاقی وزیر برائے تعلیم مقرر کیا گیا اور وہ ابھی تک اسی حیثیت میں کام کر رہے ہیں اطلاع یہ ہے کہ انھوں نے ۱۹۷۰ء کے الیکشن کے بعد سو بہت زیادہ دولت جمع کر لی ہے اس کا پروردہ ولی محمد جاموٹ جو کراچی کا ایک ہسٹری شیلر ہے، اور سمگلر ہے،

آگے چل کر اسی فائل میں لکھا ہے کہ کس طرح پیرزادہ نے نہف ڈیک کے تعلق سے ایکڑ سوں سے تعلقات پیدا کئے ہیں اور کیسے انھوں نے مسٹر جاموٹ کو زمینیں دلوائیں اور سمگلنگ میں اس کی سہ پرستی کیا اس

ناجائز طور پر پیر زادہ صاحب کو الاٹ کی گئی اور کیوں کر اس پر تعمیر شروع کر دانی تھی۔

**منافق مولانا** یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ بات میلن پارٹی کے عوامی لیڈروں کے کارناموں

کی چل رہی ہو اور جناب کو ٹرنیازی کا ذکر نہ ہو، اگر یہ کہا جائے کہ وہ ہماری سیاسی تاریخ کے "منافق

اعظم" ہیں تو شاید بے جا نہ ہو گا کہ ٹرنیازی کو ہر سیاسی دور میں اپنی خدمات کے عوض دام کھسکے کرنے کی

عادت رہی ہے کچھ ایسی ہی عادت نسبتاً چھوٹے پیمانے پر رویت ہلال قیم مولانا احتشام الحق تھا لہذا یہ بھی ہو

اور یہ کوئی اتفاق کی بات نہیں کہ دونوں آپس میں بہترین دوست ہیں۔ دراصل دونوں کا ایمان "ابن الوقتی" اور

مشغلہ "دولت کانا" رہا کہ ٹرنیازی نے عملی سیاست صحافت اور تقریروں سے جو کام لیا وہی کام احتشام

الحق نے فتوؤں سے لیا، ان کے فتوے عام طور پر باوقار وقت کے مزاج کے عین مطابق ہوا کرتے ہیں، ایک بار

جبکہ بھٹو اپوزیشن میں تھے، انھوں نے فتویٰ دیا کہ سوشلزم کفر اور اس کا مدعی کافر ہے، لیکن جب بھٹو برسرِ اقتدار آئے تو انھوں نے اپنے "اس غلامِ فتوے" سے پورا جوع

کیا کہ ان کی گود میں جائیے اور بطور چیرمین رویت ہلال کیلئے عین چار ہزار روپے ماہانہ وصول کرنے کے علاوہ اپنا

اور اپنے خاندان کا مستقبل بھی سناور لیا۔ بلاٹ حاصل کئے، کوٹے اور لائسنس الاٹ کرائے، تنہیکے کرائے،

دولت جمع کی۔

لیکن کو ٹرنیازی کا کوئی جواب ہی نہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ وفاقی وزراء میں انھوں نے سب سے زیادہ

دولت اکسٹی کی تو شاید یہ مبالغہ آمیز نہ ہو گی، جناب کو ٹرنیازی نے یہ سمجھ لیا تھا کہ ایسے مواقع (جب انسان

وزیر بن جاتا ہے) روز روز کہاں ملتے ہیں، اس لئے جہاں تک ہو سکے اس غنیمت موقع سے فائدہ اٹھا لیا جائے۔

اخبارات میں اس قسم کی خبریں شائع ہوتی رہی ہیں

ناٹل میں یہ بھی لکھا ہے کہ پیر زادہ ایک ایسے سمگلر کی بھی سرپرستی کر رہے ہیں جو ہندوستان کا شہری ہے اور یہ کہ ان کی بیگم سجاد یہ ناجائز دولت اکسٹی کرنے میں نہایت پستی کا مظاہرہ کرنے سے بھی باز نہیں آتیں۔

بیگم پیر زادہ (سودیہ) آج کل لندن میں بتائی جاتی ہیں بہارِ خیال یہ ہے کہ وہ اس دولت کو کسی منافع

بخش کاروبار میں استعمال کرنے میں مصروف ہیں جو بعض اطلاعات کے مطابق پیر زادہ نے سمگلنگ کے وسیع

کاروبار سے کمائی کئی کئی سو کروڑ زیادہ ہو سکتی ہوگی مالک میں جمع کرادی گئی تھی۔

پیر زادہ کے تعلقات مشہور سمگلر سیٹھ عابد سے بھی بتائے جاتے ہیں، پیر زادہ مچھلی کے شکار کے

بہانے لالچیں کراچی میں منگو آئیں تھیں، لیکن بعد میں ان لالچوں سے مچھلی کے شکار کی بجائے غیر ملکی کپڑے

بلیو فلیش اور سامان آرائش کا شکار کھیلا جانے لگا یہ لالچیں جن پر کسٹم والے ہاتھ ڈالنے سے ڈرتے تھے،

دوہا اور ابو ظہبی تک "شکار" کھیلنے چلی جایا کرتی تھیں اور وہ ایسی پر قیمتی غیر ملکی سامان سے لدی پھندی ہوتی تھیں،

پیر زادہ نے محکمہ تعلیم میں وسیع پیمانے پر دھاندلیوں کا ارتکاب کیا اور متعدد تقرریاں اور ترقیاں مستحق لوگوں

کو نظر انداز کر کے کیں، انھوں نے پشاور کی ایک لڑکی (یا خاتون کہہ لیجئے) کو محکمہ تعلیم میں ڈپٹی ڈائریکٹر کے

عہدے پر فائز کر لیا، حالانکہ وہ اس عہدے کے لئے قطعا لائق نہ رکھتی تھی، اس کا نام ثمنینہ تھا اور اس کیساتھ

مخصوص تعلقات کی بناء پر اسے یہ عہدہ دیا گیا، اطلاعات کے مطابق ثمنینہ سے پیر زادہ نے خفیہ طور پر

شادی بھی کر لی تھی، یہ تھے جناب حفیظ پیر زادہ وغیرہ کے دوست، لبرل ازم اور سوشلزم کے علمبردار، اور

نہایت مہلکی میں نہ پر تمسیر ایک شاندار کوٹھی کے مالک اس کے بارے میں تحقیقات ہو رہی ہے کہ اس کی زمین کیسے

کے انانٹے پائے جاتے ہیں، اگرچہ یہ قرار بھی دولت کی بہت بڑی مقدار کو ظاہر کرتا ہے، لیکن اصل حقیقت یہ ہے کہ مولانا کے پاس اس سے کہیں زیادہ مقدار میں انڈیون ملک اور بیرون ملک دولت موجود ہے جس کا اظہار انھوں نے ابھی تک نہیں کیا۔

مولانا کو ٹرنیازی نے اپنے دور وزارت میں اپنی کردہ حیثیت سے بے حد ناجائز فائدہ اٹھایا، انھوں نے مذکور بالا چودھری یوسف کو مختلف ادقات اور مختلف ناموں پر کاروں وغیرہ کی ایکٹسیاں دیوائیں جن میں اسلام آباد آٹو ریکسی، اے کے موٹرز، اے کے آئرن پرائز اور منگل آٹو خصوصیت سے قابل ذکر ہیں ان کی الاٹمنٹ سرسرخلاف قاعدہ تھی، چونکہ مولانا خود اس ناجائز کاروبار میں حصہ دار تھے، اس لیے انھوں نے چودھری یوسف کو جائز حد سے بڑھ کر نوازا اور کثیر دولت کمانے کا موقع فراہم کیا۔

اخبارات میں اکثر و بیشتر مولانا کو ٹرنیازی کی دھاندلیوں کی تفصیلات شائع ہوتی رہتی ہیں روزنامہ ”صدقت“ کراچی (۲ اکتوبر ۱۹۷۷ء) کی مطابق الکریم سکوتر، بازار فیصل اور ملینا بازار کے منصوبوں پر تقریباً چالیس کروڑ روپے کی خورد برد، ناجائز ذرائع سے رقم کمانے اور حکومت سے ناجائز مراعات حاصل کرنے کا انکشاف ہوا ہے معلوم ہوا ہے کہ اتنے بڑے پیمانے پر رقم کمانے پر مالکان نے سابق وزیر مولانا کو ٹرنیازی کو کروڑوں روپے بطور کمیشن ادا کیے، کیوں کہ مولانا کو ٹرنیازی اس لوٹ کھسوٹ میں برابر کے شریک تھے اور ان کی مدد سے ان منصوبوں کے مالکان نے کروڑوں روپے کمائے، معلوم ہوا ہے کہ جس زمین پر الکریم سکوتر تعمیر ہو رہا ہے ایک کی قیمت ایک کروڑ ۲۵ لاکھ روپے ہے اسے ۶۵ لاکھ روپے میں خرید گیا اسی طرح بازار فیصل اور ملینا بازار کی زمین ہیکٹ

کہ مولانا کے تعلقات پنجاب کے ایک بدنام سنگلر یوسف چودھری سے نہایت گہرے تھے اور وہ ان کے ساتھ سنگلر کے دستکدر میں بھی بالواسطہ یا براہ راست شرکت کرتے تھے، اسی سنگلر نے مولانا کے لیے اسلام آباد میں ایک علیشا کوٹھی بنا کر دی جہاں ہر قسم کی عشرت کا سامان مہیا کیا گیا بعض اخباری اطلاعات سے یہ بھی پتا چلتا ہے کہ مولانا... اپنے باقاعدہ دلال رکھے ہوئے تھے جو دوسری بارچہ پر جانے کے خواہش مند لوگوں سے فی کس پانچ ہزار روپے بطور رشوت وصول کر کے مولانا کو دیتے تھے، اس کاروبار سے مولانا نے لاکھوں روپے کمائے، یہ الزام بھی لگایا جاتا ہے کہ مولانا ہر سال حاجیوں کے ساتھ اپنے خاص آدمی سنگلر کے لیے سعودی عرب بھیجا کرتے تھے اور وہ جو سامان ساتھ لاتے تھے، اس پر کسٹم ڈیوٹی ادا نہیں کی جاتی تھی۔

جس سال انھوں نے خشکی کے راستے پاکستان سے ایک لاکھ حاجی سرزمین حجاز بھیجے، شاندار بنڈست کیا، سنا ہے ان میں ایک معقول ذوالسنگلروں اور یورپ و مشرق وسطیٰ میں ناجائز طور پر داخل ہو کر روزگار ڈھونڈنے والوں کی تھی جنھوں نے، (اس مالکان سمیت) کو ٹرنیازی کو بھاری رشوت دی تھی۔

روزنامہ ”آغاز“ کراچی کی ایک اطلاع کے مطابق مولانا کو ٹرنیازی نے سعودی عرب کے بنگلوں میں ۲۲ لاکھ روپے غیبی ملکی کرنسی کی صورت میں جمع کر رکھے تھے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ سابق وزیر اعظم کو بھی مولانا کی اس بیرونی دولت کا علم تھا اور انھوں نے ایک محفل میں اس کی طرف اشارہ بھی کیا تھا،

ایک طرف یہ حقیقت سامنے رکھیے اور دوسری طرف مولانا کے گوشوائے پر نظر ڈالئے جو انھوں نے اپنے انانٹے کے بارے میں حکومت کے حوالے کیا ہے اس گوشوائے کے مطابق مولانا کے پاس ساڑھے پندرہ لاکھ روپے

روپے بطور تلمی وصول کئے، مولانا یوں بھی ناشرین کے بہت قریب تھے کہ ان کے پاس ایک مدت تک اطلاعات کا شکرمہ اور ذاتی سرکاری حیثیت سے ناشرین پر دباؤ ڈالنا بھی طرح جانتے تھے مولانا نے اس قدر دولت جمع کر رکھی ہے کہ موجودہ مارشل لا حکومت نے ان کے خلاف باقاعدہ تحقیقات کا آغاز نہ کیا ہے ان تحقیقات کے نتیجہ میں امید ہے کہ ان کی بعض دیگر دھاندلیوں کا انکشاف بھی ممکن ہو سکے گا۔

اخبارات کی ایک یہ بھی اطلاع ہے کہ کوثر نیازی صاحب کی سٹیبل میں نیشنل سٹور بھی تھے۔ ان فنڈز سے وہ گھریلو ٹیلی فون کے بل اور موٹوں میں شراب نوشی کے ہزاروں روپے کے بل ادا کیا کرتے تھے۔ بعض اطلاعات سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ وہ بزرگان دین کے ہزاروں کے عطیات اور نقد و نذرانے بھی ان ہزاروں پر موجود اپنے ایکٹوں کے ذریعہ مضم کر جایا کرتے تھے، انھوں نے جج ریفرینڈ کا انتہائی ناجائز استعمال کیا۔ اس فنڈ کی رقم سے ایک بار انھوں نے اپنی کتاب ”رہنمائے حج“ کی پچاس ہزار کتاہیں خریدیں جنہی پندرہ ہزار روپے قیمت بنتی تھی، لیکن دراصل صرف ایک لاکھ کی اور کم تعداد میں کتاہیں خریدی گئی تھیں، چنانچہ چودہ لاکھ روپے وہ خود مضم کر گئے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ مولانا حج کے لئے درخواست دینے والوں کی رقم اپنے ذاتی بینک اکاؤنٹ میں جمع کر دیا کرتے تھے، اور بعد میں ان رقم کی واپسی میں مختلف حیلوں بہانوں سے تاخیر پیداکر کے لاکھوں روپوں کا سود کاتے تھے، ہفت روزہ ”چنگاری“ لاہور (۱۵ ستمبر ۱۹۶۶ء) کی ایک اطلاع کے مطابق اس طرح مولانا نے چھ سال میں گڑھوں

وہیلو سے تقریباً ایک کروڑ روپے کم داموں پر خریدی معلوم ہوا کہ یہ زمین نیلام کے ذریعے خریدی گئی تھی۔ اور ایک سو چھ تھے منصوبہ کے تحت نیلام کے دوران قیمت آگے نہیں بڑھنے دی گئی۔ اس طرح جب ان منصوبوں کی تعمیر شروع ہوئی تو دوکانوں کو جعلی ناموں سے یک کر دیا گیا۔ بعد ازاں ضرورت مند دوکانداروں کو دو گنے داموں پر دوکانیں فروخت کی گئیں اس طرح ان منصوبوں پر مجموعی طور پر ہم کروڑ روپے غریبوں کی طور پر کمائے گئے اور یہ رقم پیاسے میاں کا ایک بھائی لندن کے گھر فراموش کیا ہے، پتہ چلا ہے کہ مولانا کوثر نیازی کے پیارے سے خصوصی تعلقات تھے، انھوں نے زمین دلانے میں ان کی مدد کی، سب سے پہلے پارٹی کی انتخابی مہم دوران پیاسے میاں نے روپیہ پانی کی طرح بہایا اور مولانا کوثر نیازی کو بھی کروڑوں روپے بطور رشوت ادا کیے گئے، واضح رہے کہ مولانا کوثر نیازی نے لاہور میں کروڑوں روپے کی لاگت سے ایک پریس لگوا یا ہے۔

مولانا کوثر نیازی نے پریس رکھایا ہے وہ مصنف بھی ہیں، کتاہیں لکھتے ہیں اور بعض حلقوں کے مطابق دوسروں سے لکھوا لیتے ہیں، لیکن ایک گروہ اچھی طرح جانتے ہیں اور وہ گھر سے ناشرین سے رائلٹی کی موٹی رقم بٹورنے کا یہ معلوم ہوا ہے کہ انھوں نے اپنی کتاب ”رہنمائے حج“ بعض دوسرے علماء سے لکھوائی اور اسے لاکھوں کی تعداد میں ہر سال حاجیوں کو خریدنے پر مجبور کیا۔ اس کتاب کی رائلٹی سے مولانا بہت دولت پیداکر، اسی طرح انھوں نے بھٹو کی شان میں کتاب ”مدیرہ ور“ تصنیف کی اور ایک معتبر ذریعہ کے مطابق انھوں نے لاہور کے ایک ناشر سے اسی کتاب کے حق اشاعت پر ہتھ پیرنا ایک لاکھ

روپوں پر سوردھول کیا اور اے جی آفس پاکستان رپونڈ کے پاس اس سلسلے میں سود کی ۵۸ لاکھ روپے کی رقم کاریکارڈ موجود ہے۔

روزنامہ "سیاست" (۲۲ اگست، ۶۷) لاہور کی ایک اطلاع کے مطابق مولانا نے ایک بار بظاہر سرج و بلیغ فنڈ سے لاکھوں روپے کی دوائیں حج کے موقع پر حاجی کیمپ میں بھیجیں، لیکن یہ سب کاغذی کاروائی تھی، عملاً کوئی دوا نہ بھیجی گئی۔ اور ساری رقم مولانا خود ہضم کر گئے، ایک بار انھوں نے اپنے پیس سیکرٹری میراں بخش کی معرفت اسلامی سیکرٹریٹ جتوہ سے تبلیغ وغیرہ کے چکر میں بارہ ہزار ڈالر وصول کر کے ہضم کر لیے، اس نوعیت کی مزید بے شمار دھاندلیوں کی مثالیں بھی پیش کی جاسکتی ہیں حقیقت میں انھوں نے بہت زیادہ دولت کمائی ہے،

**لیٹرے نواب** | پیپلز پارٹی سے باہر سے ایک بات بڑے وثوق سے کہی جاتی ہے کہ جرجو زبان سے کہا گیا۔ عملاً اس کے برعکس کیا گیا، بھٹو نے غریبوں کسانوں اور مفلسوں کی حمایت کا نعرہ لگایا، لیکن چاروں کھیت نوابوں کی حکومت قائم کر دی، سندھ میں نواب دلاور خاں خانبی کو گورنر ہی عطا کی، بلوچستان میں خاں آف قلات کو سیاہ و سفید کا مالک بنایا پنجاب میں بہاول پور کے نواب محمد عباس عباسی کو گورنر اور نواب صادق قریشی کو وزیر اعلیٰ مقرر کیا۔

صوبہ پنجاب کے خاندانی نواب صادق قریشی کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ مصطفیٰ کبر کی جگہ سابق وزیراعظم کے خادم نورے کی دکانی بجھائی اور سازش کی بنیاد پر پنجاب کے حکمران مقرر ہوئے اس سے پہلے وہ صرف وزیر زراعت تھے، بھٹو صاحب سبھی

ملتان کا دورہ کر تھوٹ ہلیٹھ صادق صاحب کے مفہوم و معروف "وائٹ ہاؤس" میں قیام کرتے تھے۔ وائٹ ہاؤس سے بھٹو کی دلچسپی یہ معلوم ہوتی ہے کہ بعض اطلاعات کے مطابق وہاں ان کے لئے عیاشی کی ہر چیز دستیاب ہوتی تھی۔

پنجاب میں وزیر اعلیٰ مقرر ہونے کے بعد نواب صادق نے خوب خوب ہاتھ دنگے۔ وزیر اعلیٰ کاسیکرٹ فنڈ بجٹ کا ایسا حصہ ہوتا ہے جس کا کوئی آڈٹ نہیں ہوتا۔ اس فنڈ کی ہزاروں لاکھوں روپے کی رقم نواب صاحب کی ذاتی ضروریات اور عیاشیوں پر صرف ہوتی رہی، نواب صاحب نے اپنے استعمال (غائب جمانی درزش) کے لئے لاہور کے ایک تاجر سے ہندو ہزار روپے کی سائیکل خریدی یہ سائیکل سیکرٹ فنڈ سے خریدی گئی، بطور چیف منسٹر پنجاب اپنی سرکار حیثیت کا ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے انھوں نے ملتان میں اپنے رہائشی محل "وائٹ ہاؤس" کے سامنے کی رابطہ سڑک کو جو پہلے کچی تھی، پختہ بنوا دیا۔ اس سڑک کو پختہ کرنے پر ۶۹ ہزار روپے کی رقم صرف ہوئی۔ جو سرکاری خزانے سے ادا کی گئی۔ اس سڑک کی لمبائی ۱۱۵۰ فٹ اور چوڑائی اوسطاً آٹھ فٹ ہے۔

اسی طرح انھوں نے لاہور میں درآمد و برآمد کے قواعد کی خلاف ورزی کرتے ہوئے پیپسی کو لا کا پلانٹ درآمد کیا، پیپسی کو لا کا پلانٹ صادق حسین قریشی کے بیٹے نے نون قبیلے کے بعض بااثر افراد کیساتھ مل کر لگایا اور اس کی مشینری حاصل کرنے کے لئے خاص طور پر درآمدی لائسنس حاصل کیا۔ یہ ان دنوں کی بات ہے جب مشروبات کے پلانٹر منگوانے پر پابندی تھی، اور اس پابندی کا مقصد ملکی صنعت کو فروغ دینا اور زر مبادلہ کو بچانا تھا۔ اس پابندی کے باوجود جب صادق قریشی نے



رقوم دیں۔ مثال کے طور پر سابق صوبائی وزیر خالد ملک کو پانچ لاکھ روپے، ملک سراج خالد کو پانچ لاکھ روپے اور ڈاکٹر مشرق حسن کو تین لاکھ روپے دیئے گئے۔ ان تمام ادائیگیوں کا باقاعدہ ریکارڈ، راجہ سلیم اختر کی تحویل میں ہے۔ الائیڈ بینک واپڈا ہاؤس برائے اس سے بھی ان ادائیگیوں کی تصدیق کی جاسکتی ہے۔

نواب صادق حسین قریشی نے سرکاری گاڑیوں کو ناجائز طور پر خوب استعمال کیا۔

ملتان ہرگودہا، راولپنڈی، اور مری تک سرکاری گاڑیوں کا استعمال کیا۔ وزیر اعلیٰ کی حیثیت سے ان کے تصرف میں جو سرکاری گاڑیاں تھیں، ان کو ان کے دوست احباب اور ذاتی ملازم بھی خوب استعمال کرتے تھے، اور کئی کئی ماہ تک یہ گاڑیاں ان کے دوستوں اور رشتہ داروں کے تصرف میں رہتی تھیں۔ گلبرگ کے ہوٹل عمر خیام کی مالک مسز ڈیڑی کو بھی ان سرکاری گاڑیوں کو استعمال کرنے کا حق تھا۔ جتنا وزیر اعلیٰ کو تھا، مسز ڈیڑی ایک ماہ تک گاڑیاں نمبر ایل ای ایم ۷۸۶ (بیگ ایل) ایل ای ایم ۸۵ (مرسدیز) ایل ای ایم ۸۹۵ (ٹیوٹا کراؤن) ایل ای ایم ۹۱۶۲ سیشن دیگن استعمال کرتی رہیں۔

سابق وزیر اعلیٰ نواب صادق حسین قریشی نے مسز ڈیڑی کے شوہر اختر یوسف کو ہوٹل سے اٹھا کر براہ راست ڈیپٹی ڈائریکٹر حکمہ اطلاعات بنادیا چند ماہ بعد مسز اختر یوسف ڈیپٹی سیکرٹری بن گئے، اور پھر وہ وزیر اعلیٰ کے ذاتی سٹاف میں پورس سکرٹری کی حیثیت میں شامل کر لیے گئے۔ ہوٹل عمر خیام میں اختر یوسف کے رہائشی حصہ میں حفاظت کے لئے باقاعدہ پولیس گارڈ متعین تھے۔

چند روز قبل ہٹا گیا ہے۔

پلانٹ درآمد کرنے کی درخواست وفاقی حکومت کے سامنے پیش کی تو اس پر سابق وزیر اعظم نے لکھا۔ اگر صادق ایسا چاہتا ہے تو اسے لائسنس دے لیا جائے اسی پلانٹ کے ذریعے صادق قریشی نے مبینہ طور پر پولیس کو لاکمی تیاری میں اجارہ داری حاصل کر رکھی ہے اور لاکھوں روپے کمار رہے ہیں۔

صادق قریشی کی دھاندلیوں اور غلطیوں کی فہرست بہت طویل ہے بہت روزہ "لیل نہا" لاہور نے اپنی اشاعت (۳۲ جولائی ۱۹۷۷ء) میں اس سلسلے میں ایک مضمون شائع کیا تھا، اس مضمون میں سے ایک اقتباس ہم یہاں پر نقل کر رہے ہیں۔

فوجی حکام نے پنجاب کے سابق وزیر اعلیٰ نواب صادق حسین قریشی کے خلاف باقاعدہ تحقیقات کا آغاز کر دیا ہے اس سلسلے میں نواب صاحب کے سابق سکرٹری راجہ سلیم اختر کا بیان قلم بند کر لیا گیا ہے۔ نیز الائیڈ بینک واپڈا ہاؤس برائے پانچ لکھ سیکرٹ فنڈ کا حساب بھی تحویل میں لے لیا گیا ہے ۴۴ جولائی تک اسی فنڈ سے تین کروڑ روپے کی رقم نکلوائی گئی، اس سلسلے میں صوبائی دار الحکومت کی پولیس کے اعلیٰ حکام فوجی حکام سے تعاون کر رہے ہیں۔ یہ بھی پتہ چلا ہے کہ نواب صاحب کے سابق پرائیویٹ سیکرٹری مسٹر خیر بخش بھتی تین ماہ کی رخصت پر چلے گئے ہیں۔

نواب صادق حسین قریشی وزیر اعلیٰ پنجاب نے مارچ ۱۹۷۷ء کے حالیہ انتخابات سے قبل خفیہ فنڈ میں سے صوبائی اسمبلی کے ارکان کو ۵۰ ہزار فی کس رقم تقسیم کی خفیہ فنڈ کے حسابات وزیر اعلیٰ کے سابق سیکرٹری راجہ سلیم اختر اور سیکشن افسر (سکرٹ فنڈ) کی تحویل میں تھے، یہ فنڈ الائیڈ بینک کی واپڈا ہاؤس برائے پانچ لکھ سابق وزیر اعلیٰ نے پبلک پارٹی کے کارکنوں اپنے دوستوں اور رشتہ داروں کو بھی اس خفیہ فنڈ میں سے بھاری





سابق وزیر اعلیٰ کی ذاتی رہائش گاہ پر سرکاری  
حصہ سے تقریباً بارہ ایکڑ کنٹریشنز لگائے گئے، ایک  
سال تک پولیس کے بیس سپاہی نواب صاحب کی  
ذاتی رہائش گاہ کی حفاظت پر مامور رہے اور سرکاری  
خزانے سے تنخواہیں وصول کرتے رہے۔

ہی ڈبلیو کے ایس ڈی مسٹر ظہر عباس نے سرکاری  
خرچ پر سابق وزیر اعلیٰ کی ذاتی رہائش گاہ پر تقریباً  
۸ ہزار روپے کی مالیت کے گملے فراہم کئے تاکہ  
بنگلے کے حسن و زیبائش میں اضافہ ہو سکے،

ڈپٹی کمشنر ملتان نے سابق وزیر اعظم اور نواب  
صاحب کے سرکاری یا عیسویہ کاروباری دوروں پر ہزاروں  
روپے خرچ کئے۔ سرکاری خزانے سے یہ رقم وائٹ  
ہاؤس میں خرچ کی گئی جس کا باقاعدہ حساب ڈپٹی  
کمشنر ملتان کے دفتر میں موجود ہے،

نواب صاحب نے اپنے ضلع میں انتخابی مہم کے  
لئے پچاس لاکھ روپے کی خطیر رقم سرکاری فنڈ میں  
سے لی اور ووٹ حاصل کرنے پر خرچ کی اس رقم کا  
ریکارڈ ڈبھی سیکرٹریٹ میں راجہ سلیم اختر اور  
سکینشن انسپٹر یعقوب کے پاس موجود ہے،

چیف منسٹر ہاؤس میں پیپلز پارٹی کے کارکنوں ایم  
پی اے اور ایم این اے صاحبان کی دعوت پر بھاری  
رقوم صرفہ کیں۔ اور ہر قوم بھی سرکاری بجٹ یا سرکاری  
خفہ فنڈ سے حاصل کیں۔

شراب نوشی پر پابندی کے باوجود مارشل لا  
کے نفاذ تک چیف منسٹر ہاؤس میں کم و بیش روزانہ  
۷۰ نوشی کی محفلیں سمجھتی رہیں۔ ان محفلوں میں چند خواص  
موجود ہوتے تھے، ادنیٰ عیش و عشرت سرکاری خرچ پر  
ہوتی تھی، ان خاص افراد میں ریٹائرڈ میجر دارشا، ڈائریکٹر  
ایم اقبال (گلبرگ) ملک خان بیگ، قمر الزماں کھٹہ  
اسد حیات خاں اور سابق وزیر اعلیٰ کے اسناد  
آفیسر شامل ہوتے تھے،

نواب صادق نٹیشی نے اپنے ایکٹریکٹ  
خاص برائے سیاسی امور مشراصف ہاشمی کو خاندان  
کالونی میں سانچہ ہزار کے عوض دو کنال کا پلاٹ ملانے  
کیا تین ماہ کی مدت کے بعد آصف ہاشمی نے یہ پلاٹ  
سات لاکھ روپے میں فروخت کیا۔ سابق وزیر اعلیٰ  
نے کمال مہربانی کرتے ہوئے آصف ہاشمی کو مبلغ  
لاہور میں دو مریج اراضی بھی الاٹ کی جس کی مالیت  
ایک محاطہ اندازے کے مطابق چھ لاکھ روپے ہے۔  
سابق وزیر اعلیٰ کا جب بھی دل ٹھہراتا، وہ لندن  
کے فون نمبر ۶۰۶۲۶۲۶ اور نمبر ۶۰۶۲۶۲۶ پر اپنے  
صاحبزادے سے کوری فون پر باتیں کرتے تقریباً  
ڈیڑھ لاکھ روپے کے ٹیلیفون بل یا ٹوال بھی ادا کرنے  
پس، یا پھر سرکاری خزانے سے ادائیگیاں جلا چکے ہیں۔

نواب صاحب کے پاس نو سرکاری سیلی فون تھے  
ان کے ریکارڈ کو چیک کر کے تصدیق کی جاسکتی ہے  
نواب صاحب کے بل خاندان بھی سرکاری سیلیون  
میں سفر کرتے تھے، گو رنر کی سیلیون بھی ان کے خاندان  
کے زیر تصرف رہتی تھی۔

سابق وزیر اعظم عبدالحی کی ایک پسندیدہ خاتون  
کے دوروں پر سرکاری خزانے سے نواب صاحب  
نے لاکھوں روپے خرچ کئے، اس خاتون کو گورنر  
ہاؤس اور چیف منسٹر ہاؤس میں موزن مہانہ تصور  
کیا جاتا تھا، یہ خاتون گورنر کی اجازت سے غیر  
ملکی دوروں پر جایا کرتی تھی۔ اس کے یہ دورے  
سیاسی نوعیت کے ہوتے تھے۔

سابق وزیر اعظم کے ذاتی ملازم نور محمد منسل  
عرف نور اکو زیدی اراضی الاٹ کی گئی۔ معلوم ہوا ہے  
کہ یہ اراضی اراضی اس کے اپنے لئے اور ہارویک  
اس کی بہن کے نام الاٹ کی گئی۔ علاوہ ازیں نوے  
لے اپنے لئے، اپنے رشتہ داروں اور دوستوں  
کے لئے متعدد رہائشی پلاٹ الاٹ کرائے۔ جن ریکارڈ

سابق وزیر اعلیٰ نے پیپلز پارٹی کے کارکنوں اور دیگر غنڈہ عناصر کی ان کے کزدار کی تصدیق کیے بغیر ہزاروں اسلحہ لائسنس جاری کر دیے تاہم پیپلز پارٹی کے بھی اسلحہ کے لائسنس ۵ سو روپے فی لائسنس کے حساب سے فروخت کیے۔ نواب صاحب کے پرائیویٹ سیکرٹری نے بھی اسلحہ کے لائسنس کا دوبارہ کیا۔

سابق وزیر اعلیٰ کے ایما سے حلقہ لاہور میں پولیس کے مال خزانہ سے بے شمار غمبیر ملکی اسلحہ کوڑیوں مول فروخت کیا گیا۔ ولایتی بن روق، پستول، بار پوا کی قیمت پندرہ سو سے دو ہزار تک ہے، لیکن اسلحہ صرف ۵۰ روپے کے حساب سے فروخت کیا گیا۔ حکمہ اطلاعات میں گریڈ اٹھارہ کی درجہ اول اسمبلی پر براہ راست دو افراد کو تمام رولز اور قواعد نظر انداز کر کے سابق وزیر اعلیٰ کی ہدایت پر مقرر کیا ان میں سے ایک عمر خیام ہٹل کے مسٹر اختر یوسف ہیں جن کی لبرٹی مارکیٹ میں شراب کی دکان "یوسف جی داپن" ہے، اختر یوسف نے ہزاروں روپے کی ایک ڈیڑھ فی بھی ادا نہیں کی، کیوں کہ وہ اپنی بیوی کی وجہ سے وزیر اعلیٰ کے ہوت قریب تھے۔

نواب صادق حسین قریشی نے بے شمار مستحق لوگوں کو نظر انداز کرتے ہوئے غیر مستحق لوگوں کو نذرانہ جالواذات کی مثالیں مشتے انداز وادارے کے طور پر من ذیل ہیں۔

صوبہ پنجاب میں تمام قواعد و ضوابط کو پس پشت ڈال کر تقریباً ۲۴ ایسے افراد کو براہ راست ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس مقرر کیا جنہیں ہلکے مرد سیکشن کے سامنے پیش نہیں کیا گیا تھا، ان میں سے بیشتر لوگوں کے معیار اہلیت پر پورا نہ اتر سکنے کی بنا پر اب طا سے نکال دیا گیا ہے اسکول میں پڑھانے والی ایک معمولی کی پنجاب سیکرٹریٹ میں بطور ڈپٹی سیکرٹری مقرر کہ

سیکرٹریٹ میں بل سکتا ہے۔ نواب صاحب نے سیکرٹری آفیسر ڈی ایس پی باجوہ کے ذریعے آزاد کشمیر ایک شخص کے نام پر بی ایم ڈبلیو کار ورائڈ کی۔ یہ کار کوئٹہ کے راستے پاکستان آئی اور حکومت کو کسٹم ڈیوٹی تک ادا نہیں کی۔ بعد ازاں یہ کار ۵ لاکھ روپے میں فروخت کر دی گئی۔ جو ایک شخص علی نے خریدی۔

نواب صادق قریشی نے ۱۹۷۶ء میں گورنر سرحدی کی مدد سے چھ اگر کنڈیشنز سمجھ کر اسے سرکاری خرچ پر ایک ٹویلوٹا جیپ خریدی جسے بعد ازاں بھارتی نفع پر فروخت کر دیا۔ نواب صادق قریشی نے صنعت کار بننے کا شوق پورا کرنے کے لئے ساٹھ لاکھ روپے میں پیپسی کو لاکھ پرائیویٹ فیکٹری خرید کر اس میں نئی مشینری نصب کرائی۔ معلوم ہے کہ فیکٹری کی بلڈنگ کا نقشہ بھی منظور نہیں کیا گیا۔ تمام سرکاری اداروں نے دن رات ایک کمر کے اس فیکٹری کو مکمل کیا۔ ایکسائز کی بھی چوری کی تھی۔ مکمل چھان بین کرنے پر مزید سٹین لید عدیت کی بدعنوانی کی نشاندہی کی جاسکتی ہے۔

نواب صادق قریشی کو دوسری زرعی اصطلاحات کا پہلے سے علم تھا۔ چنانچہ انہوں نے ایک ہفتہ قبل ہی ۵۰ ایکڑ اراٹنی جو زرعی اصطلاحات کی زد میں آنے والی تھی۔ سابق وزیر اعظم کی ہدایت پر ڈاکٹر نسیم سیکرٹری حکمرانیت کی دسات سے ان کے بھائی کے پاس ایک خلیہ رقم کے عوض فروخت کر دی۔ اس طرح زرعی اصطلاحات نے انہیں کوئی نقصان نہ پہنچایا۔

نواب صادق قریشی نے سیکرٹریٹ میں اپنے دفتر اور بی بی پاکدامن کے مزار پر مینا کاری کے کام کے ٹھیکہ ملان کے ایک ٹھیکیدار کو دیا جس نے نواب صاحب کی کوشش میں مینا کاری کا کام کیا، لیکن اسے معاذ خدا سرکاری خزانہ سے ادا کیا گیا۔

ان خاتون کا نام مس لیم ارک تھا اور وہ ملتان میں بدعنوانی کی کئی مثالیں قائم کر چکی تھیں یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ جس حد تک کس خوبی کی بنا پر انھیں ترقی کی اس مزاج پر پہنچا یا گیا۔

مقابلہ کے امتحان کے بغیر ایک شخص کو جسٹریٹ مقرر کیا، ایک اور شخص کو سیکشن آفیسر، تو اعداد و ضوابط کے خلاف مقرر کیا۔ سابق چیف سیکرٹری کے سابق پرائیویٹ سیکرٹری عبد الرحمن کو جو بنیادی طور پر ریٹائرڈ گریڈ کے سٹیڈیڈ آفیسر تھے، اور صوبہ پنجاب سے انھیں کوئی تعلق نہ تھا، ایک دن ستر سو بیس گریڈ میں بطور سیکشن آفیسر اور چند ہی دن بعد ترقی دیکر بطور ڈپٹی سیکرٹری محکمہ سروسز اینڈ جنرل ایڈمنسٹریشن مقرر کیا ان عبد الرحمن کو پنجاب میں مفت اراضی بھی الاٹ کی گئی لاہور میں پلاٹ بھی دیا گیا۔ مسٹر عبد الرحمن کے علاوہ ایک اور پرائیویٹ سیکرٹری مسٹر بشیر احمد جو سابق صدبائی وزیر برائے ہاؤسنگ، کے بہت قریب تھے کہ بھی شادمان کالونی میں پلاٹ الاٹ کیا، اور زرعی اراضی بھی الاٹ کی۔

اسی طرح انھوں نے مسٹر احسان غنی اسسٹنٹ انسپکٹر جنرل محکمہ جبل خاں جات کو بھی شادمان کالونی میں مخصوص خدمات کے عوض ایک کنال کا پلاٹ الاٹ کیا۔ عبد الستار نجم سابق اسسٹنٹ ایڈوکیٹ جنرل۔ اے یو سلیم سابق ایڈمنسٹر لاہور میونسپل کارپوریشن، منظور ملک سابق چیف سیکرٹری پنجاب کے زید ورائی سابق جوم سیکرٹری پنجاب، جو دھڑی محمد اکرم سیکرٹری خوراک، شیخ عمر اسد اللہ سیکرٹری پنجاب اسمبلی، کیپٹن طارق مجید اے ڈی سی سابق گورنر پنجاب، خالد جاوید سابق کمشنر لاہور، مسٹر شامعد حامد ڈائریکٹر جنرل لاہور ڈولیمینٹ اتھارٹی، مسٹر اقبال مسعود سی ایس پی، مسٹر خالد احمد سابق ڈپٹی کمشنر لاڑکانہ مسٹر ہمایوں فیض رسول، سابق کمشنر ملتان

دھیمہ ایسے ممتاز افراد میں شامل ہیں جنھیں نواب صاحب نے کمال مہربانی سے شادمان کالونی میں بڑے سے دو کنال تک قیمتی پلاٹ معمولی قیمت پر عطا کئے، نواب صاحب کی نظر التفات بعض خواتین پر بھی پڑی۔ چنانچہ مندرجہ ذیل خواتین کو پلاٹوں اور دیگر عطایات سے نوازا گیا۔ مس شکیلہ شیخ اے آر خان ڈ لاہور، مسز ہمدین افتخار بہادر پور ہادس لاہور۔ حمیدہ بیگم کچا فیروز پور ریوڈ لاہور، غلام طاہرہ باہل یاد لاہور، مسز عابدہ بدین گلبرگ لاہور، مسز عاصمہ تمیل روڈ لاہور، مسز یاسمین دست بدین من آباد لاہور، مسز مریم حبیب (صحافی) مسز نیلوفر علی، مسز مہمہ اعجاز، مسز حفصہ راتھور راولپنڈی، مسز سردی بیگم نیچر الائیڈ بنک، مسز شرم مرزا گلبرگ لاہور، مسز شاہن ملک دیس کورس روڈ لاہور، مسز اختر یوسف گلبرگ لاہور، مسز ناطقہ منظور آف لاڑکانہ، مسز سمیرا منظور آف لاڑکانہ، مسز نجمہ سہراب رسول یارک لاہور، مسز مسماہ نوز جہاں راولپنڈی، مسز صفیہ ریاض ملتان، مسز فرحت حسین، اور مسز ذکیہ بیگم آف لاہور۔

نواب صاحب کے ہاتھوں فائدہ حاصل کرنے والوں میں نیشنل کالج آف آرٹس کے غزالہ ثناء فیم، منیر علی دادا، اسلام اور سیوٹلزم قیوم بیگم و فیض عثمانی دیوی پر بھٹو کی شان میں بے ترکانہ بولنے والے فرہاد زیدی وغیرہ بھی شامل تھے۔

محکمہ زراعت کے ایک مولیٰ انفارمیشن آفیسر جو اتفاق سے نواب صاحب کے ہمنام بھی تھے پھر بھی نواب صاحب کی بہت زیادہ شفقت رہی۔ ان صاحب نے یو مسلم ٹاؤن لاہور کے علاقے میں سرکاری دس سالہ سکول کر کے ایک عالی شان محل نما کو بھی تعمیر کی ہے جس کا نام ہے ”صادق قریشی ہاؤس“ کہا جاتا ہے کہ ۱۹۷۶ء میں جب اس وسیع و عریض کوٹھی کی تعمیر جاری تھی نیشنل

سمیٹ، سرکاری گاڑیوں پر ڈھویا جاتا رہا، کجا ایک معمولی اہل کار اور کجا ایک عالی شان پلاٹ اور محل نما کو بھی، یہ سب نواب صاحب ہی کی نظر عنایت کی بدولت تھا۔ لیکن جس شخص نے نواب صاحب کی قربت کا سب سے زیادہ فائدہ اٹھایا وہ تھے ان کے سابق پرائیویٹ سیکرٹری بنی بخش بھٹی،

بنی بخش بھٹی نے بھی شادمان میں نواب صاحب کی وساطت سے ایک شاندار پلاٹ حاصل کر لیا۔ کہا جاتا ہے کہ بنی بخش سے نواب صاحب کی واقفیت بہت پرانی ہے جن دنوں بنی بخش ڈسٹرکٹ بورڈ ملتان میں معمولی کلرک تھا، نواب صاحب بورڈ کے چیئرمین ہوا کرتے تھے، جب نواب صاحب وزیر اعلیٰ ہوئے تو بنی بخش بھٹی ان کے پرائیویٹ اسسٹنٹ بن گئے، اس کے بعد بنی بخش پر جیسے ہی عنایات کی بارش ہوئی وہ گریڈ نمبر ۱۰ سے ترقی کرتے کرتے آٹا ٹانگا گریڈ نمبر ۱۹ میں پہنچ گئے، اہل ڈی کے افسروں میں شامل ہو لیے گئے جن دنوں بنی بخش سابق وزیر اعلیٰ کے پرائیویٹ سیکرٹری تھے، انھیں نذر مسلم ٹاؤن میں رکناں کے پلاٹ الاٹ کئے گئے، جن پر انھوں نے چار لاکھ روپے کا بنگلہ تعمیر کروایا، بنی بخش بھٹی نے رہائشی پلاٹوں کی الاٹمنٹ کے سلسلے میں لوگوں سے لاکھوں روپے کی رشوت لی کہا جاتا ہے کہ سابق وزیر اعلیٰ کی قربت کا فائدہ اٹھاتے ہوئے انھوں نے فرضی ناموں پر کئی رہائشی سکیموں میں پلاٹ الاٹ کرا کے احکام لیے اور پھر انچ و دستوں کی مدد سے ان پلاٹوں کو مارکیٹ میں فروخت کر کے تھوڑے عرصے میں لاکھوں روپے کے مالک بن گئے یہ پلاٹ، گلبرگ، شادمان اور سول سب ایکڑ سکیم میں الاٹ کئے گئے اور ان کا ریکارڈ موجود ہے، ایک چہرہ کے کی اطلاع کے مطابق۔

بنی بخش بھٹی نے کوٹ لکھپت میں سرکاری

کوٹ الاٹ کرانے کے کام کا معاوضہ دو سے تین ہزار روپے تک وصول کیا۔ بنی بخش بھٹی کے صاحبزادے کو نمبروں کی بنیاد پر ایم بی بی ایس میں داخلہ مل سکا تو سابق وزیر اعلیٰ نے ان کی مشکل دور کر دی اور صاحبزادے کو سندھ کالج میں داخلہ مل گیا، لیکن اچھے نمبروں والے کسی لائق طالب علم کا حق پھینا گیا۔ لوگوں کے ناجائز کام کرا کے بھٹی صاحب ان سے قالین، منہ بنجر، کراکری وغیرہ تک وصول کر لیا کرتے تھے، بنی بخش بھٹی نے وزیر اعلیٰ کے خفیہ فنڈ سے اپنے عزیزوں، رشتہ داروں کے فرضی نام پر لاکھوں روپے وصول کیے اور سابق وزیر اعلیٰ کو یاد کرایا کہ درخواست دہندگان کے گھر سیلاب کی تذر ہو گئے ہیں خفیہ فنڈ سے ہزاروں روپے فرضی ناموں پر حاصل کئے۔ سابق وزیر اعلیٰ بھٹی کی پندرہ خانوں کو بنی بخش بھٹی بھی ہر طرح راضی رکھا کرتے تھے وہ اس خاتون کو کراچی میں قیمتی تحائف بھیجا کرتے تھے یہ ادب بات ہے کہ ان تحائف کے لئے وہ خفیہ فنڈ کی رقم خرچ کیا کرتے تھے بنی بخش بھٹی نے سمنیٹ کارپوریشن سے سمنیٹ کی بے شمار دیکھیں حاصل کر کے مارکیٹ میں بلیک کے بھاؤ فروخت کر دیں۔ اور سمنیٹ کی ملکہ سے خوب روپے کمایا۔

بنی بخش بھٹی کے علاوہ سابق وزیر اعلیٰ کے ایک اور پروردہ آصف ہاشمی نے بھی نواب صاحب کے ذریعے خوب خوب باقہ رہے، آصف ہاشمی خواجہ کے ادائیں ڈی تھے، مزید طور پر اس نے نواب صاحب کے ہاں ڈیڑھ سال کی ملازمت میں لاکھوں روپے کے پلاٹ حاصل کئے، رشوت لے کر لوگوں کو لوگیاں دیں اور پے لے کر پلاٹ اور مکان تقسیم کرائے اور بھٹی رقوم کے عوض درخواسنوں پر سفارشیں کرائیں۔ اس کا کام صرف دوسرے محکمے کے افسروں کو تنگ کرنا اور نواب صاحب کو بھٹی کی شکایتیں پہنچانا تھا۔

سہفت روزہ لیل و نہار کی اطلاع کے مطابق اس

پینلز پارٹی کے عروج کے بعد آئے لیکن جس برق رفتاری سے وہ کسی غبار کی طرح پھول کر ادبڑا اٹھے، اسی۔ عجلت کے ساتھ آج وہ کئی ہوئی پتنگ کی طرح اپنے سیاسی کیرئیر کے طبعی اختتام پر پہنچ چکے ہیں۔ آج وہ اپنے سیاہ کارناموں اور کوتاہیوں کی سزا پانے کے لئے جیل کی تنگ دیواروں کے نیچے مقید ہیں۔

ممتاز بھٹو سب سے پہلے پینلز پارٹی کے برسرِ اقتدار آتے ہی سندھ کے گورنر، پھر وزیر اعلیٰ اور بی بی وفاقی وزیر برائے مواصلات مقرر ہوئے۔ ان نئے موجودہ سیاسی کیرئیر کا آغاز ہی مسٹر بھٹو کی اقربا پروری کی گواہی دیتا ہے اور اس اقربا پروری کو حق بجانب ثابت کرنے کے لئے انھوں نے ممتاز بھٹو کو اس خطاب سے یاد کیا تھا جس کا ذکر ابھی ہو کر چکے ہیں، پس ممتاز بھٹو کے اقتدار کا آغاز سیاسی بدعنوانی پر مبنی تھا اور اس کا اختتام ان بدعنوانیوں کے انتہا پر پہنچ جانے کا نتیجہ ہے۔

ممتاز بھٹو کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس نے بطور گورنر اور وزیر اعلیٰ سندھ اور بعد میں وفاقی وزیر کی حیثیت سے انتہائی سنگین بدعنوانیوں کا ارتکاب کیا۔

اخباری اطلاعات کے مطابق وہ خود سنگلنگ کرتا تھا، اور بعض بدنام سنگلوں کا دوست بھی تھا، ان سنگلوں کے ذریعے اس نے لاکھوں روپے کمائے، وہ ایک متعصب سندھی تھا اور سندھ میں لسانی فسادات اسی کے متعصبانہ رویے کا نتیجہ تھے ایک الزام یہ بھی ہے کہ اس کے تعلقات بعض ایسے ملک دشمن سے بنائے جاتے ہیں جو بھارت کے آل کار اور پاکستان سے سندھ کو الگ کر دینے کی سازشوں میں زیر زمین مصروف تھے، ظاہر ہے ایسے شخص کو ملک یا اس کے وسائل سے کوئی بہرہ دی نہیں ہو سکتی یہ خبریں بھی شائع ہوئی ہیں کہ ممتاز بھٹو شرابی

نے لاہور کے مختلف بنکوں میں اپنی ناجائز کمائی کے اکھوں روپے جمع کر رکھے ہیں۔ اس کو نواب صاحب نے شادمان کالونی میں دو کنال کا پلاٹ عطا کیا جسے اس نے دو ماہ کے اندر چھ لاکھ روپے میں بیچ دیا۔ نواب صاحب نے مزید عنایت کرتے ہوئے اسے دو مربع نہایت زرخیز اراضی بھی عطا کی ہے (ان اتوں کام ہم پہلے بھی ذکر کر چکے ہیں) اس کے خلاف ایک انکوائری کی گئی تھی جس کا ریکارڈ سپیشل پولیس نے پاس تھا، لیکن نواب صاحب کی سفارش سے اس نے پولیس ختم کر دیا، اس نے وزیر اعلیٰ کے خفیہ نوٹس سے ۵۵ ہزار روپے بھی حاصل کئے۔

بہر حال نواب صاحب کے خلاف سرکاری نیثیت کے ناجائز استعمال کے الزامات کی فہرست بہت طویل ہے ہفت روزہ چنگاری کی اطلاع کے مطابق وہ ہر ماہ اٹھارہ ہزار روپے شراب اور شر ہزار روپے پان سگریٹ، صابن اور دیگر ذاتی ضروریات پر صرف کرتے تھے اور یہ تمام اخراجات گریز بنانے سے پوشیدہ کئے جاتے تھے۔

یہ مسٹر بھٹو تھے  
جنہوں نے اپنے  
عمر اور ممتاز بھٹو

بھٹو کو بطور سربراہ حکومت اپنی پہلی تقریر میں ٹیلنڈ لائن کے نام سے یاد کیا تھا، لیکن اب یہ نام ممتاز بھٹو کی شخصیت کے ساتھ کچھ اس طرح چپک کر رہ گیا ہے کہ وہ اپنے اصلی نام سے بھی زیادہ اسی خطاب سے پہچانے جاتے ہیں۔ لیکن ان کے ٹیلنڈس کا جو کچھ ظہار اب تک ملکی پریس میں ہوا ہے، اس سے تو ہی ظاہر ہوتا ہے کہ ممتاز بھٹو صرف دو مشاغل ہیں۔ عوامی مہارت رکھتے تھے، عورتوں کو شکار کر ڈالیں، ناجائز ذرائع سے دولت کمانے میں

ملکی سیاست کے منظر عام پر ممتاز بھٹو۔



نظر ادا کارہ حسد کو اس نے کراچی میں پلاٹ لٹا کر ان کے لئے بطور خاص کراچی ڈویلپمنٹ اتھارٹی کے نمبر ۱۰۰۰ جنرل عباس علی شاہ کو ایک ڈی اولیئر لکھا اور اس طرح اسے ایک ہزار گز کا پلاٹ معمولی نرخوں پر دلوا دیا، اس کے بعد اسی حسد کو کراچی کی بستی ناظم آباد میں دس ہزار گز کا شاندار پلاٹ صرف پچاس ہزار روپے میں دلوا دیا۔ حسد جس کی سالانہ آمدنی کمبلی بیس پچیس ہزار روپے تھے نہ بڑھتی تھی، اب بہت مالدار بن گئی ہے انھوں نے لاہور میں گلبرگ میں بھی حسد کو سو کنال کا پلاٹ دلوا دیا حسد کے علاوہ ممتاز بھٹو نے بعض دیگر منظور نظر خواتین اور دوستوں کو بھی کے ڈی اے کے مختلف سکیموں میں پلاٹ دلوائے۔

ممتاز بھٹو نے اقربا پروری کا پورا ثبوت دیتے ہوئے اپنے کنبے کے افراد، رشتہ داروں اور سندھیوں کو ملازمتیں دلوانے اور مختلف دیگر ذرائع سے فائدہ پہنچانے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی انھوں نے اپنے بھو لے بھائی عاشق علی بھٹو کو نیشنل شاپنگ کاڈپوزیشن کا "فرسٹ برادر" مقرر کر رکھا تھا اور اس کے ذریعے اس ادارے کے تمام انتظامی اور مالی امور میں مکمل طور پر مداخلت کیا کرتے تھے،

سابق وزیراعظم نے اپنے جن ساتھیوں اور وزیروں کے بارے میں خفیہ فائلیں کھول رکھی تھیں، ان میں ممتاز بھٹو بھی شامل تھے، چنانچہ ممتاز بھٹو کی کرپشن اور غریبوں کی شہادت، وہ خفیہ فائل بھی دستی ہے جس کا ذکر حال ہی میں بارشیل مار حکومت کی جانب سے سپریم کورٹ کے سامنے نہرت بھٹو کیس کے سلسلے میں کیا گیا تھا،

اخبارات کی اطلاعات کے مطابق معلوم ہوا ہے کراچی کے ایک مشہور سنگھ لائسنس شاہ خاں عرف پیارہ میاں سے ممتاز بھٹو کی بڑی دوستی تھی، جب سپیلز پارٹی برسرِ اقتدار آئی اور سندھ کی حکومت کی سربراہ

اور خوب صدمت عورتوں کے پیچھے بھاگنے والا شخص تھا بعض اخبارات کی اطلاعات کے مطابق وہ سنگھنگ کے ذریعے نکلی اور قابل اعتراض جنسی مناظر پر مشتمل بگڑی فلمیں منگواتا تھا۔

ممتاز بھٹو کے بارے میں لاہور کے ہفت روزہ جنگاری کی یہ اطلاع ہے کہ اس نے کراچی کے قریب تعمیر ہونے والی متبادل بندرگاہ پورٹ قاسم کی تعمیر کے سلسلے میں وسیع پیمانے پر دھاندلیوں کا ارتکاب کیا۔ اس بندرگاہ کی تعمیر پر بیس ارب روپے خرچ ہوئے تھے ممتاز بھٹو نے اس کے کئی اتنی منصوبوں کے ٹھیکہ دینے کے سلسلے میں اخباری اطلاعات کے مطابق کم از کم ایک ارب روپے یا تو خورد برد کر لیے یا ضائع کر دیئے انھوں نے ایک بار بلجیم سے ایک ایسا آئل ٹینکر خریدا جو بالکل ناکارہ تھا اور جسے کسی ملک کی بحری کینی خریدنے پر لاد نہ ہو سکتی تھی۔ اس ٹینکر کی خرید میں ممتاز بھٹو کو زرمبادلہ کی صورت میں کس قدر کمیشن ملا، یہ تو معلوم نہیں، البتہ اس قدر سب کو معلوم ہے کہ یہ ٹینکر نیشنل شاپنگ کارپوریشن کے ماہرین کے ممانعے اور پیشگی چھان بین کے بغیر براہ راست آرڈر سے خریدا گیا تھا۔ پورٹ قاسم کے منصوبے میں سرنگوں اور پہلی پیز کی تعمیر کے منصوبے کے ٹھیکے منظور نظر کنسریکٹروں کو عطا کر دیے اور اس طرح لاکھوں روپے ناجائز طور پر کماتے۔

ممتاز علی بھٹو نے ایک دلچسپ کام یہ کیا کہ اپنی حیثیت سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے کراچی پورٹ ٹرسٹ میں ہائیکسویں گریڈ میں ایک شخص کو صرف اس لئے مقرر کیا کہ وہ کبڈی کی ٹیم تیار کرے، لیکن وہ سال گزرنے کے باوجود وہ شخص یہ ٹیم تیار نہ کر سکا، لیکن اس اثنا میں لاکھوں روپے بطور تنخواہ اور الائیڈس سرکاری خزانے سے وصول کر لئے ممتاز بھٹو نے کراچی اور سندھ میں زرعی اراضی اور رہائشی پلاٹوں کی الاٹمنٹ کے سلسلے میں بھی سنگین بدعنوانیوں کا ارتکاب کیا، اپنی منظور

بھٹو کی ذوات کے دور میں بنایا گیا تھا، اس ٹرین کے ذریعے بھٹو کو مارچ کے انتخابات میں پورے ملک کا دورہ کرنا تھا، اس کی خصوصی آرائش و زیبائش پر سرکاری خزانے سے لاکھوں روپیہ خرچ کر دیا گیا۔ بعد میں اپوزیشن کی متوجہ تنقید سے ٹھیکر بھٹو نے اس ٹرین کو استعمال کرنے کا ارادہ ملتوی کر دیا، یہ ٹرین ابھی تک بے مصرف کھڑی ہے اور اس پر خرچ ہونے والا لاکھوں روپیہ بھٹو اور ممتاز علی بھٹو کی بدعنوانیوں کی شہادت دے رہا ہے۔

بعض خبروں سے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ ممتاز علی بھٹو نے ریلوے اور ٹیلی فون کے تعمیراتی اور سہولتی کے ٹھیکوں میں بھی بدترین قسم کے کھیلے کئے اور منظور نظر لوگوں کو نوازنے میں کوئی کسر اٹھا کر رکھی۔ اسی طرح ممتاز علی بھٹو نے بے تحاشانہ ناجائز دولت کمائی۔ لاڑکانہ میں ان کی محل نما کوٹھی کی سجاوٹ اور آرائش و زیبائش پر روپیہ پانی کی طرح بہایا گیا وہ شہزادوں کی طرح زندگی بسر کرنے کے عادی تھے اور ذاتی عیش و عشرت پر روزانہ ہزاروں روپے خرچ کرتے تھے، یہ تمام اخراجات وہ سرکاری حیثیت کے ناجائز استعمال سے پورے کیا کرتے تھے،

**شہر نیلہ کر نیوالے جام**  
**جتوئی، جو نیجو۔**

مصطفیٰ جتوئی جو وزیر اعلیٰ تھے، جام صادق علی جتوئی کے وزیر ہدایات تھے، محمد خاں جو نیجو جو سندھ کے ہوم سیکرٹری تھے،

جام صادق علی کے ہاں یہ بات کسی تردد کے بغیر کہی جاسکتی ہے کہ وہ سندھ میں بھٹو کے سب سے بڑے گماشتے اور بدعنوان ترین وزیر تھے جام صادق

ممتاز علی بھٹو کو ملی تو انھوں نے اس بدنام سسٹم کی اس طرح سرپرستی کی کہ دو دنوں میں کروڑ پتی تاجر اور بزنس مین بن گیا، وہ ہنسنا تیرائی پر دھچکت کا ہنچک ڈائریکٹر بنا اور الاعظم اسٹوائپر سے متصل ہنسنا ہزار بنانے کے لئے ڈی اے کی زمین حاصل کی۔

اخبارات اور دیگر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ ممتاز علی بھٹو نے بطور وفاقی وزیر مواصلات، سنگین نوعیت کی دھاندلیوں کا ارتکاب کیا، وزیر مواصلات کی حیثیت سے ریلوے، ٹیلی فون اور ڈاک ڈپارٹمنٹ کے محکموں پر ان کا براہ راست کنٹرول تھا اور یہ کنٹرول ایسا سخت تھا کہ سر بھٹو بھی ان کے محکموں کے معاملات میں دخل اندازی نہیں کر سکتے تھے، کراچی اور سندھ میں ٹیلی فون کنکشن مل ہی صرف اس صورت میں ہو سکتا تھا جب درخواست کے ساتھ سر ممتاز علی بھٹو کی سفارش بھی ہوتی تھی، یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ ان محکموں میں تمام اہم تبادلے اور ترقیات صرف ممتاز علی بھٹو کی ذاتی کوششوں سے ہوتی تھیں۔

کراچی (لیاقت آباد) کی ایک معروف شخصیت پیر جی اچھن خاں سے ممتاز علی بھٹو کے انتہائی قریبی تعلقات بتائے جاتے ہیں ان پیر جی نے ممتاز بھٹو کی سفارش سے بہت زیادہ فوائد حاصل کیے۔ ممتاز بھٹو اپنے اس دوست کو خوش کرنے کے لئے ہر قسم کی غرض نونی کارروائی کے لیے تیار رہتے تھے۔ اور یہ حقیقت ہے کہ ممتاز بھٹو نے ان پیر جی کے کہنے پر بے شمار لوگوں کو سرکاری ملازمتیں دلوائیں، پیر اور کوٹے دلوائے، ٹھیکے اور لائسنس دلوائے، لیکن پیر جی کی بے وفائی ملاحظہ ہو کہ ہوا کا رخ دیکھ کر اب وہ قومی اتحاد سے اپنا ناظر حور چکے ہیں۔

ذوالفقار علی بھٹو کے لئے لاکھوں روپے کی لا سے تیار ہونے والی خصوصی ٹرین کا منصوبہ بھی ممتاز

اس ذلت کی ایک مثال یہ ہے کہ اپنی فائدہ مند مروجہ کی برسی انھوں نے سرکاری خرچہ بد معافی اس موقع پر کراچی میونسپل کارپوریشن کے ایک افسر جن سومرونے خاص کردار ادا کیا۔ انھوں نے بلدیہ کراچی کے فنڈز سے چار پانچ سو من ہاسمٹی چاول، ۹ ہزار روپے کا گرم مٹھا، ۳۵ کنستریٹ گھی اور دیگر اشیاء فراہم کیں۔ جن سومرون کو ان کی ان خدمات کے عوض بلدیہ میں حیدر آباد میں ڈویلپمنٹ اتھارٹی کا ڈائریکٹر مقرر کر دیا گیا۔

جام صادق کی اخلاقی پستی کی دوسری مثال یہ ہے کہ وہ متعدد سمجھوتوں اور قمار بازوں کے سرپرست ہونے کے علاوہ خود بھی ان ناجائز دھندوں میں حصہ لیا کرتے تھے۔ ان کے استعمال میں کے ایم سی اور کے ڈی اے کی پچاس گاڑیاں رہتی تھیں۔ جن کے لئے پٹرول سرکاری ادارے خریدتے تھے،

اگست ۱۹۷۷ء میں کسٹم حکام کو معلوم ہوا کہ ان کے بگلہ واقع ڈیفنس سوسائٹی میں ایک ایمکنڈیشنڈ پونٹاک کار موجود ہے اس پر ایک فرضی نمبر لگا دیا گیا تھا۔ یہ کار ڈیڑھ مہینوں کے ذاتی استعمال میں تھی اور اسمگلنگ کر کے لائی گئی تھی۔ اس کار کا تو رجسٹریشن کیا گیا اور ڈی اے اس کی انشورنس کہیں ہوئی تھی۔

سندھ کے سابق وزیر بلدیات نے کراچی میں پلاٹوں کی ناجائز الاٹمنٹ کے سلسلے میں بھی ایما نیل کے تمام ریکارڈ توڑ دیئے تھے، روزنامہ صبح اکت کراچی (۵ اگست) کی اطلاع کے مطابق اس سلسلے میں صرف گزشتہ تین سالوں میں، ۳۵ کروڑ کا نقصان کراچی کو پہنچا گیا، ناجائز اور غیر قانونی الاٹمنٹوں کا یہ کام سندھ کے سابق وزیر اعلیٰ، وزیر بلدیات اور سابق وزیر اعظم کے دفتر میں ہوتا تھا، ان الاٹمنٹوں کے سلسلے

میں کسی بھی مرحلے پر کے ڈی اے آرڈر کے مطابق متعلقہ کمپنیوں یا گورننگ باڈی کی منظوری حاصل نہیں کی جاتی تھی۔ ناجائز الاٹمنٹوں کے ناموں کی فہرست بہت طویل

ایسے وزیر تھے جو پمپنگ پارٹی کے دور میں ممتاز مہندس سے لے کر جیو ٹی ٹک ہر کامینٹ میں اپنے عہدے پر مقرر رہے، ایک مرتبہ کراچی میں کئی منزلہ عمارت کے زمین بوس ہو جانے اور بہت سی جانیں ضائع ہوجانے کے حادثے کے بعد جام صاحب کی وزارت خطرے میں پڑ گئی تھی، لیکن جام صادق کو حضور بادشاہ میں جو تقبیر حاصل تھا اس کی بدولت وہ خطرے سے محفوظ رہے اور یہی سبب یہاں وہ خود اعتمادی کے ساتھ کام کر ڈی لگے، کہا جاتا ہے کہ وہ کراچی میں مہندس کی تیسری "بیوی" حسنہ بیگم کے معتبر بلکہ خادم خاص تھے اور ان کی تمام ضروریات پوری کیا کرتے تھے، حسنہ بیگم نے اربوں روپے اور کروڑوں کی جائیداد جام صادق کے تعاون سے بنائی جام صادق نے بارے میں کہا جاتا ہے کہ انھوں نے اڈھا کراچی بچ کھایا، بچی آبادیاں بنام کر دیں۔ ندی نالے اور جو ہرنک فروخت کر دیئے، کراچی میونسپل کارپوریشن اور کراچی ڈویلپمنٹ اتھارٹی کو انھوں نے ذاتی جائیداد ان اداروں کے بجٹ کو شیر بادو سمجھ رکھا تھا وزیر بلدیات ہونے کی حیثیت سے وہ ان اداروں کے فنڈز کل تھے، کراچی کے علاوہ انھوں نے سکریٹریٹ میں کئی حیدر آباد میونسپل کارپوریشن اور حیدر آباد ڈویلپمنٹ اتھارٹی کے مالی اور انتظامی معاملات میں بھی لمبے ہاتھ مارے اور انتہائی سنگین نوعیت کی بدعنوانیوں کا اندیشہ اور غیر قانونی کھیلوں کا ارتکاب کیا۔

دراصل جام صادق نے بدعنوانیوں کے ارتکاب میں ہر قسم کی اخلاقی پابندی، ضمیر کی خلش یا قاعدہ قانون کو پس پشت ڈال دیا تھا، باوجود عیش و عشرت کے مصداق اس نے یہ خیال کر لیا تھا کہ شاید یہ مروجہ پھر کبھی ملے یا نہ ملے، جہاں تک ہو سکے، ملک کے ہر گوشہ کو لٹنے میں کوئی کمی باقی نہیں چھوڑنی چاہیے، اپنے اس واحد اصول پر عمل کرتے ہوئے جام صاحب ہر قسم کی پستی اور ذلت تک قبیل جاتے تھے۔

غلام بخشوں میں کے ڈی اے کے تمام قواعد و ضوابط کی دھجیاں بکھیر دی گئیں اور اس ادارے کو کم از کم ایک ارب روپے کا نقصان پہنچایا گیا، یہ نقصان اس لئے ہوا کہ ان پلانوں کو انتہائی غیر مناسب اور کم قیمتوں پر غیر مستحق اور منظور نظر لوگوں میں تقسیم کر دیا گیا انھوں نے روپے کا ایک پلاٹ چند ہزار روپے میں الاٹ کر دینا ایک معمول بن گیا تھا۔ ایک مرتبہ کراچی کے دورے کے موقع پر سابق وزیر اعظم نے ہستے ہستے جام صادق سے کہا تھا کہ کہیں قائد اعظم کے مقبرے کو الاٹ نہ کر دینا ورنہ تو تم میرے پیچھے بڑ جائے گی۔

بالآخر آئی لینڈ کراچی کا انتہائی مہنگا علاقہ ہے اس علاقے میں بلدیہ کو لپکے کے پاس ہزاروں گز زمین تھی جس کی عام مارکیٹ قیمت دو سو روپے فی گز سے کم نہ تھی لیکن جام صادق نے یہ زمین بھی ۲۵ روپے فی گز کے حصے سے منظور نظر لوگوں اور خاص طور پر افسروں میں تقسیم کر دی اور اس طرح سرکاری خزانے کو کروڑوں روپے کا نقصان پہنچایا گیا۔

جام صادق نے سب سے زیادہ پلاٹ پیلز پارا کے درکروں کے نام الاٹ کیے۔ بعض اوقات رشوت لے کر انھوں نے ایک پلاٹ دو آدمیوں کو الاٹ کر دیا۔ یہ پلاٹ عام طور پر جعلی درخواستوں کے ذریعے دیئے جاتے تھے، کراچی میں سب سے زیادہ پلاٹ حاصل کر لے والے میں خود جام صادق اور اس کے رشتہ داروں کے علاوہ کمال اعظم، این ڈی خاں، قاسم بیٹل، عبداللہ بلوچ، عبدالستار کبیر، پیرزادہ، امجد حسین شاہ، علیف سوبخ، امان اللہ خٹک، شفیع جاموٹ اور ولی محمد لاسی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

بعض افراد کو خوش کرنے کے لئے جام صادق نے قیمتی رہائشی جگہوں پر چار چار پلاٹ دیئے تھے، بعض تعزاتی کمپنیوں کو جام صادق نے منافع میں شرکت کے وعدے پر سستے پلاٹ الاٹ کر دیئے۔ کہتے ہیں کہ ایک

ہے ہم یہاں چند ناموں کا تذکرہ کرتے ہیں۔ مسٹر رفعت امتیاز ڈرگ روڈ کراچی، مسٹر ریاض ایم آغا ڈرگ روڈ کراچی، مسٹر احمد حسین لاسوری ڈرگ روڈ کراچی، مسٹر جاوید مشہدی ڈرگ روڈ کراچی، مسٹر فراد ذوالفقار علی ڈرگ روڈ کراچی، مسٹر ریاض ایم آغا بلاک ۲ کپکشاں، مسٹر نسیم ممتاز بلاک ۳ کپکشاں، مسٹر ذکیہ، مسٹر ایس کے رحیم کپکشاں، مسٹر فضل ڈرگ روڈ کراچی، مسٹر ہزار بھر گری گلشن اقبال، مسٹر ابده حسین بھر گری گلشن اقبال، مسٹر زینہ بھر گری، مسٹر مجید سلطان بھر گری گلشن اقبال بلاک نمبر ۲۔

کراچی میں پلانوں کی الاٹمنٹ کے سلسلے میں حلف نامہ دینا پڑتا ہے کہ درخواست دہندہ کے پاس پہلے کوئی پلاٹ نہیں ہے، لیکن اس قاعدے کی عملی خلاف ورزی کرتے ہوئے مندرجہ ذیل افراد کو دوبارہ اور بار بار پلاٹ الاٹ کئے گئے، فاروق علی خان سابق سپیکر قومی اسمبلی، مسٹر عبدالوحید کپڑ، مسٹر نصرت سلیم، مسٹر محمد خاں جو نیجو، مسٹر اے آراخوند، مسٹر افضل سعید مسماۃ مہر النساء۔

مقررہ منظور نظر افراد کو کوریڈر کے بجائے کمرشل پلاٹ اور پیڑل پرب کے پلاٹ الاٹ کئے گئے، سی ای ڈی بلز پر ایک تحفیہ سیگنر ٹریٹ (عمدہ کا اڈہ) کے ذریعے سینکڑوں پلاٹ ایسے الاٹ کئے گئے، جن کا کوئی وجہ نہ تھا۔ بعد میں وزیر اعلیٰ کا سیگنر ٹریٹ، ٹاؤن پلاننگ کے محکمے کے ذریعے پلاٹ ڈیلیٹ کر اکثر الاٹمنٹ جاری کیا گیا۔ گلشن اقبال میں رہائشی پلاٹوں کی قیمت صرف ۱۲ تا ۱۶ روپے اور کمرشل کی محض ۳۰ روپے کے نزدیک تھی۔ مسٹر امجد علی بھٹو کو پیڑل پرب کا پلاٹ الاٹ ہوا۔ پیڑل ایریا میں مسٹر سعید اللہ خاں اور خلیل احمد خاں کو پیڑل پرب پلاٹ الاٹ ہوئے۔ سابق وزیر اعلیٰ مسٹر کے بھائی ڈاکٹر جتتی، عبد الغفار جتتی کو دو ہزار گز کا پلاٹ کپکشاں میں معمولی نرخوں پر دیا گیا۔ پلانوں کی ان

مرتبہ جام صادق نے ایک قیچی پلاٹ ایک آدمی سے رشوت لے کر الاٹ کر دیا اتفاق سے جب اس شخص کے مئی لفین کو علم ہوا تو انھوں نے جام صادق کو دو گنی رشوت کی پیشکش کر دی اور جام صادق نے انھیں پلاٹ الاٹ کر دیا جب پہلے شخص نے پلاٹ پر حق جتلیا تو جام صادق مکر گئے اور کہا کہ وہ آرڈر جعلی ہے اور اس کو جیل بھجوا دیا۔

اخباری اطلاعات سے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ جام صادق خلی کے پلاٹوں کے دستخط شدہ الاٹ منڈ پر مٹ سندھ سیکرٹریٹ کے پیچھے کھلے عام ایجنٹ لوگ بیچتے پھرتے تھے۔

جام صادق کے زمانے میں کے ڈی اے طرز حیدر ڈویلپمنٹ اتھارٹی کا وجود عمل میں آیا۔ لیکن دوسال میں اس اتھارٹی نے ماسوائے اس کے کوئی قابل ذکر کام نہیں کیا کہ جام صادق کے منظور نظر لوگوں اور سفارت کی فوج ظفر بھرنی کر لی کہا جاتا ہے کہ جام صاحب کی وجہ سے اتھارٹی کو چار کروڑ روپے کا نقصان پہنچ چکا ہے اور کام دھیلے کا نہیں۔

جام صادق نے جو دولت ناجائز ذرائع سے کمائی اس سے اپنے ایک بیٹے کو ابدی طبی میں کاروبار کرایا غالباً آج کل بھی وہ ملک سے فرار ہونے کے بعد اس بیٹے کے پاس رہتے ہیں۔ جام صاحب نے اپنے منظور نظر شخص عمار گوجر دیپتی ترقیاتی پروگرام کا ڈپٹی ڈائریکٹر تھا، بہت نااندہ پنہا یا، اس شخص نے جام صادق کی سرپرستی میں ٹھیکہ داروں سے لاکھوں روپے کمائے اور حکومت کو نقصان پہنچایا۔ پہلے اس شخص کے پاس ذاتی مکان تک نہ تھا، لیکن اب اس نے کراچی کی سٹی الہلال سوسائٹی میں لاکھوں روپے مالیت کا شاندار بنگلا بنوایا ہے عمارت نے متعدد پلاٹ اڈے پونے لے کر ہنگے داموں بیچ دیئے ہیں۔ جام صادق نے اپنے دوستوں اور دیگر دلوں میں بھی دل کھول کر پلاٹ تقسیم کیے تھے، ان میں جام کرم علی اور غلام قادر پنجو سر فہرست ہیں۔

لعل محمد، جام صادق علی کا ذاتی ڈرائیور تھا، جب جام صادق وزیر بنے تو اس کے دن بھی پھرے، اب وہ ایک بس کمپنی کا مالک ہے اور اس کی ماہانہ چالیس ہزار روپے سے زائد آمدنی ہے اس کے پاس بنگلہ ہے کار ہے اور بھی سب کچھ ہے لیکن اس سب کچھ کا باعث جام صادق تھے۔ یہ حقیقت ہے کہ جام صادق کی ذات سندھ میں برائیوں کا سرچشمہ اور رشوت ستانی اور بد عنوانی کا سمبل بن گئی تھی۔ جام صادق کی بد عنوانیاں کھلی کتاب کی طرح کراچی اور سندھ کے عوام کے سامنے ہیں، انھوں نے حوزوں کو شہید کرایا۔ وہ اپوزیشن پر ظلم کرنے میں پنجاب کے کھر اور تارسی سے یازمی لے گئے۔ انھیں اپنے خلاف عوامی رد عمل خوب معلوم تھا اس لئے مارشل لاء لگتے ہی کسی بہانے ملک سے فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے۔ آج کل ان کے خلاف تحقیقات جاری ہیں۔

بعض خبروں سے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ شاید انھیں گرفتار کرنے کے لئے حکومت پاکستان انسپلر کی مدد حاصل کرے گی۔ ان کے خلاف غیر قانونی کارروائیوں، اقرار پوری خویش نوازی، کرپشن، رشوت ستانی، بد عنوانی، قتل اور لوٹ مار، دھوکا دہی، غبن، خرید و کر کے ایسے سنگین الزام ہیں کہ شاید بھارتی یا عمر قید سے کم کوئی سزا مل سکتی۔ سندھ کے وزیر اعلیٰ اور سابق وزیر اعلیٰ اور ذاتی وزیر غلام مصطفیٰ اجتوی بھی پیلز ہارٹی کے دور میں جاری لوٹ کھسوٹ میں حصہ لینے میں کسی سے پیچھے نہ تھے، شروع شروع میں انھیں ذاتی وزیر مواصلات بنایا گیا تھا، تیز سو انسروں کو ناجائز طور پر سبکدوش کر دینے کا اعلان کر دینے کا شرف بھی انھیں حاصل ہوا تھا، وزیر مواصلات کی حیثیت سے انھوں نے اپنے محکموں میں کمی غیر قانونی کاروائیاں کیں۔ بعد میں انھیں ممتاز بھٹو کی جگہ سندھ کا وزیر اعلیٰ مقرر کیا گیا۔ وزیر اعلیٰ کی حیثیت سے غلام مصطفیٰ اجتوی نے انتہائی سنگین بد عمنیوں کا ارتکاب کرنا اپنا معمول بنالیا تھا۔ انھوں نے اقرار نوازی کی،



خویش پروری کی ناجائز ذرائع سے مال و دولت اکٹھی کی۔ غیر قانونی کاروائیاں کیں ملک کے وسائل کو بے دردی سے استعمال کیا، سرکاری خزانے کو اپنی ذات کے لئے استعمال کیا اور اس معاملے میں کسی قسم کی اخلاقی رکاوٹ یا پچھچھاہٹ محسوس نہ کی۔

روزنامہ سیاست لاہور کی ایک اطلاع کے مطابق وزیر اعلیٰ نے اپنی سرکاری بااختیار حیثیت کا انتہائی غلط فائدہ اٹھاتے ہوئے نواب شاہ حسین پور کی مقامی پیر میں محمد بخش دھالو کے ساتھ ملکر لنڈو کے مقام پر مشرقی پنجاب کے ۳۶ مہاجر خاندانوں کی کم از کم چار سو پچاس اعڑا راضی پر زیر دستی قبضہ کر لیا ان لوگوں پر احتجاج اور خرابی کے سارے دروازے بند کر دیئے گئے، اس طرح انھوں نے تیس لاکھ روپے کی املاک حاصل کیں۔

قومی اخبارات میں ایسی بھی خبریں جھپتی رہتی ہیں کہ غلام مصطفیٰ جتوئی نے اپنے ایک بھائی مجتبیٰ جتوئی کے ذریعے اندرون سندھ غریب کسانوں اور ہاریوں کی زمین پر ناجائز قبضہ کر لیا اپنے اس بھائی کو سابق وزیر اعلیٰ نے کئی طریقوں سے نوازا، اسے پلاٹ دلائے اس کی سفارشات پر بھرتیاں کیں یہ بھی خبریں ملی ہیں کہ مجتبیٰ جتوئی لوگوں سے انعام اور رشوت لیکر سابق وزیر اعلیٰ کو سفارشات کیا کرتا تھا اور اصل دودھ بھائیوں نے ملکر کے ڈی اے کو خوب لوٹا اور نہایت قیمتی پلاٹ معمولی نرخوں پر اپنے منظور نظر لوگوں کو دلوائے۔

غلام مصطفیٰ جتوئی ایک شخص ریاض آغا پر خاص طور پر بہت زیادہ مہربان تھے اور انھیں سیاست کا پورے نشین کی جہر ملی پر بھی فائز گزار کھاتھا۔ ریاض آغا پر سابق وزیر اعلیٰ کی اس قدر توجہ اور عنایات کا سبب اس کی بیوی تھی جس کی نیم پر منہ تصادم پر کراچی کے شام کے اخباروں میں آئرشچہا کر تی تھیں۔ ریاض

آغا کو کے ڈی اے دو قیمتی پلاٹ برائے نام قیمت پر مصطفیٰ جتوئی نے اپنے ہاتھ سے الاٹ کئے تھے اور دیگر کئی فوائد سے بھی نوازا تھا، حقیقت یہ ہے کہ جتوئی نے دیا مٹی آغا اور اس کی خوبصورت بیوی کو مالامال کر دیا۔ یہ بھی اخبارات کی اطلاعات سے معلوم ہوا ہے کہ جتوئی اکثر شہر ٹھیکے اپنے خاص لوگوں کو عطا کر دیا کرتے تھے۔ ان ٹھیکوں کے سلسلے میں انھوں نے بہت سا مال کمایا یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ کسی قسم کے ضابطہ کی کاروائی کے بغیر انھوں نے کے ڈی اے کی متعدد زمینوں میں ہزار گز کے متعدد پلاٹ ایسے لوگوں کو الاٹ کر دیئے جو الاٹمنٹ کے قواعد کے تحت اس کے سرگز مستحق نہ تھے اور اس طرح انھوں نے کے ڈی اے لاکھوں روپے کا نقصان پہنچایا، ان مستفیض ہونے والوں میں خوب صورت خواتین یا ان کے بے غیر شرع خاوند اور رشتے دار تھے۔

سندھ کے سابق وزیر اعلیٰ کے زمانے میں سرکاری سکویوں میں ملازمتیں حاصل کرنے کے لئے ایک ہزار سے پندرہ سو روپے تک رشوت دینی پڑتی تھی حتیٰ کہ کالجوں میں داخلے بھی سفارش اور رشوت کے بغیر نہیں ملتے تھے۔

مصطفیٰ جتوئی کے بارے میں یہ بھی مشہور ہے کہ وہ بعض بدمعاش سنگوروں کے بھی دوست تھے اور متعدد جوئے خانے اگر ان کی سرپرستی میں تو کم از کم انکی آئرواد اور اطلاع و علم کے ساتھ چلتے تھے۔ مصطفیٰ جتوئی دراصل ایک عیاش طبع وزیر اعلیٰ تھے اور انھوں نے اپنے زمانے میں ایسے لوگوں کو خاص طور پر بہت فائدہ پہنچایا جو ان کے لئے شراب و شباب کا عملی طور پر بندوبست کر سکتے ہوں۔ اکثر بچے ایمان کار و باری لوگوں کو ان کی یہ کمزداری معلوم تھی انھوں نے اس کمزوری سے خوب فائدہ اٹھایا۔ مصطفیٰ جتوئی پر یہ الزام بھی ہے کہ انھوں نے



متعدد سرکاری فراغات جیسے لائسنس ڈپو اور کوٹے وغیرہ غمبستحق بوگوں کو عطا کیے۔ ان پر پورٹ قاسم کی تعمیر میں گھسیٹ کر نے کا الزام بھی ہے حال ہی میں مصطفیٰ جتوئی نے اپنے اثاثوں کے اعلان میں گراچی میں صرف ایک پلاٹ اپنے ملکیت میں ہونے کا اقرار کیا تھا۔ اس پلاٹ میں یہ بھی بتایا گیا تھا کہ ان کے پاس پانچ لاکھ روپے کا ذخیرہ ہے جس شخص کے پاس اس کے اپنے قول کے مطابق پانچ لاکھ روپے کا فرنیچر ہو، اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اس کے بھگلوں اور ان بھگلوں میں موجود دیگر ساز و سامان کی قیمت کیا ہوگی۔ اب یہ تو تحقیقات سے ثابت ہو سکے گا کہ سندھ کے سابق وزیر اعلیٰ نے اپنی سرکاری حیثیت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کیسے کیسے لمبے ہاتھ مارے اور کتنی دولت جمع کی۔ لیکن اب تک جو اطلاعات سامنے آئی ہیں ان سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے سندھ کے صوبے کو اپنی ذاتی جائگیر سمجھ رکھا تھا جسے وہ خود اور ان کے رشتے دار دونوں ہاتھوں سے لوٹنے میں مصروف ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ سندھ کے اصل حکمران تو مصطفیٰ جتوئی تھے اور نہ جام صادق، بلکہ ایک سرکاری آفیسر مسٹر محمد خاں جو نیچو تھے، اگر اس دعوے میں مبالغہ بھی ہو تو یہ بات پورے وثوق اور اعتماد کے ساتھ کہی جاسکتی ہے کہ محمد خاں جو نیچو کہ سندھ کی انتظامیہ میں انتہائی اہم حیثیت حاصل تھی۔ اس اہمیت کی بنیادی وجہ یہ حقیقت تھی کہ مسٹر جو نیچو سابق وزیر اعظم بھٹو کے بہت قریب تھے اور شاید ان کی خانہ زاد کا بیٹا ہی نہ تھے، مارشل لا کے نفاذ کے فوراً بعد ملک سے فرار ہونے کی کوشش ناکام بنادی گئی اور انھیں متعدد بدعنوانیوں کے الزام میں گرفتار کیا جا چکا ہے۔

محمد خاں جو نیچو نے بطور سیکرٹری محکمہ داخلہ حکومت سندھ، اپنی حیثیت سے بہت زیادہ ناجائز فائدہ اٹھایا، ایک اخبار کے مطابق وہ صوبہ میں سب سے زیادہ

طاقت ور شخصیت اور اختیارات کے مالک تھے۔ سابق وزیر اعلیٰ جتوئی سے لے کر پولیس کے کانسٹیبل تک ہر سرکاری اہل کار کو ان کے اشارے پر چلنا پڑتا تھا، لیکن وہ اکثر وزیر اعلیٰ اور دیگر وزیروں کے احکامات نظر انداز کر دیتے تھے، سابق وزیر اعظم بھٹو سے ان کا براہ راست رابطہ تھا اور انھیں وزیر اعظم نے سیکرٹری داخلہ کے عہدہ پر اپنے تجربی کی حیثیت سے تعینات کیا تھا محمد خاں جو نیچو باقاعدگی کے ساتھ سابق وزیر اعظم سے براہ راست ہدایات لیتے تھے، محمد جو نیچو اپنے انتظامی تجربہ کی بناء پر سیکرٹری داخلہ کے عہدہ پر فائز ہونے کے اہل نہیں تھے، اس لئے انھوں نے سب ڈائریکٹر جنرل مجسٹریٹ کے عہدے سے استعفیٰ دیکر سرکاری ملازمت سے سبکدوشی حاصل کر لی تھی۔ اور اسلامی کالج میں ایڈمنسٹریٹو آفیسر لگ گئے تھے اس طرح سرکاری اعتبار سے ان کا شمار جنرل افسروں میں ہونا چاہئے تھا، لیکن برسرِ اقتدار آنے کے بعد سابق وزیر اعظم نے انھیں براہ راست سندھ کے محکمہ داخلہ کا سکرٹری مقرر کیا اور اس عہدے پر وہ بھٹو کا تختہ حکومت اٹھ چائے تک قائم رہے۔ محمد خاں جو نیچو نہ صرف خود بے انتہا با اختیار بن گئے تھے، بلکہ ان کے عزیزوں اور رشتہ داروں کا بھی ہر سرکاری محکمہ میں زور چلتا تھا۔

محمد خاں جو نیچو دراصل سندھ میں بھٹو کے ذاتی مفادات کی پوری وفاداری کے ساتھ نگہبانی کرتے تھے، انھیں بھٹو کے ایسے راز معلوم تھے کہ ان کے انکشاف ہو جائے تو دنیا حیران رہ جائے، کہا جاتا ہے کہ عطاء اللہ منیگل کا قتل بھی محمد خاں جو نیچو کی ذاتی نگرانی اور ہدایت کے مطابق ہوا تھا اس قتل کے لئے احکام براہ راست سابق وزیر اعظم سے موصول ہوئے تھے بہر حال اس سلسلے میں تحقیق جاری ہے اور پھر بین منگل ہو جانے کے بعد اصل حقائق کا علم ہو سکے

محمد خاں جو نیچو بھٹو کی انتہائی نجی محفلوں میں شرکت کیا کرتے تھے، جہاں شراب و شہاب کی فراوانی ہوتی تھی وہ گراچی کے بعض بدنام نائٹ کلبوں کے سرپرست تھے عیاشی کی ایک حقیقی محفل پر ایک غرض شناس سرکاری انسپرنے چھاپا مارا، اس محفل میں متعدد سیاسی پڑھ لکھنے والے کے علاوہ محمد خاں جو نیچو بھی موجود تھے، اس وقت سب لوگ بہام بدست ساتھی بہ آغوش حضرت آدم کے لباس میں عیش و عشرت میں مستغرق تھے کسی نے سترپشی کی ضرورت محسوس نہ کی، محمد خاں جو نیچو اس بے جا مداخلت پر بھرپور اٹھے اور سرکاری اہل کار کو ڈانٹ پلائی۔ بعد میں اسے نوکری سے نکال دیا۔

محمد خاں جو نیچو نے پیپلز پارٹی کے سنہرے دور میں بہت لمبے ہاتھ مارے، اپنے عزیز واقارب کے نام بلاٹ الاٹ کرائے، سمگلنگ سے دولت کمائی، جام صادق کے ساتھ مل کر اڈھی گراچی کو نیلام کر دیا، الیزین لیڈروں پر ظلم و ستم میں سبٹل کے محاشقوں کو مات کر دیا۔ سندھ میں ماریجنا، ع کے انتخابات میں پیپلز پارٹی کو جیتانے کا ٹھیکہ جو نیچو کے پاس تھا۔ جو نیچو نے بھٹو کو جس انداز میں بلا مقابلہ کامیاب کرایا۔ اس کی انفسوس ناک کہانی جان محمد عباسی پہلے ہی بیان کر چکے ہیں۔ غرض کہ اپنی اس حیثیت سے جو انھیں حاصل تھی جو نیچو نے انسانوں پر ظلم و ستم کرنے اور ناجائز دولت جمع کرنے میں تمام ریکارڈز مات کر دیے۔

اب تک ہم نے بعض... ایسی شخصیات کا پوسٹ مارٹم پیش

## محبلاؤں کا گروہ

کیا ہے جن کا نام پیپلز پارٹی کے عہد میں بدعنوانی اور بدکاری کے ساتھ مخصوص ہو کر رہ گیا، ان چند اسم اور نسبتاً زیادہ بدنام شخصیات کے ذکر کا یہ مطلب ہرگز نہیں

کہ ان کے علاوہ پیپلز پارٹی میں جس قدر لوگ تھے، وہ سب ایماندار یا کم از کم واجبی طور پر کرپٹ تھے، حقیقت یہ ہے کہ بی بی پی تو ہمہ خاندان آفتاب جماعت تھی، اس کا ان نمک میں جو بھی داخل ہوا، وہ نمک بن کر نکلا تھا یہ کہنا زیادہ صحیح ہو کہ لوگ پیپلز پارٹی میں داخل ہی بے ایمانی اور چوری کے ارادے سے جاتے تھے، بی بی پی کے چھ سالہ دور اقتدار میں کوئی شخص اس پارٹی میں نئے سرے سے ایسا داخل نہیں ہوا جس کا مافی الجے داغ ہو، جس کا حال بہتر ہو، جو صرف اس کے منہ سے سے متاثر ہو کر اس میں آیا ہو، پیپلز پارٹی کے منشور سے متاثر ہو کر داخل ہونے والے، اس کے برسر اقتدار آنے سے پہلے اس میں شامل ہوئے تھے، اور بھٹو کی فرعون بننے دیکھ کر زحمت بھی ہو گئے تھے۔ اس کے بعد جو لوگ باقی رہ گئے یا جو نئے شامل ہوئے، وہ سب لوٹ مار اور چوری عیادی کے ادارے سے پارٹی میں رہے اور اپنے اس نیک ادارے کی تکمیل میں انھوں نے کوئی دقیقہ فروگذاشت بھی نہیں کیا۔

پیپلز پارٹی کے کس کس روشن تارے کا ذکر کیا جائے وہاں تو سب ایک سے ایک بڑھ کر آفتاب تھے، فرق اگر کچھ ہے تو وہ نسبت کا ہے کسی کو زیادہ موقع ملا تو زیادہ لمبا ہاتھ مارا، کم موقع ملا تو چند لاکھ تنگ اکتفا کیا۔ ہمارے محتاط اندازہ ہے کہ بی بی پی کے ایک عام اور جاہل ایم پی اے نے بھی کم از کم چالیس پچاس لاکھ روپے کی جائیداد ناجائز ذرائع سے انجم کی۔ پارٹی کے عام چیرمین بھی لاکھوں میں کھیلنے لگے۔ وزیروں کا تو کیا ذکر ہے بہت سے وزیروں کے خلاف محکمہ انفراد رشوت ستانی کے مقدمات بھی زیر سماعت ہیں۔ ابھی تحقیقات مکمل نہیں ہوئی ہیں۔ جب ساری چیزیں قوم کے سامنے آئیں گی تو پھر معلوم ہو گا کہ ایک بے چارے صوبائی وزیر نے بھی چند ماہ کی وزارت میں کس قدر سرمایہ جمع کیا، کتنے قواعد کی دھجیاں اڑائیں۔

کتنی عورتوں کی عصمت دری کی، کتنے سرکاری سٹیٹ ہاؤسوں کو عیاشی کے اڈوں میں بدل کر رکھ دیا۔

سندھ کے سابق صوبائی وزیر حاجی قاسم پیشل کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ حسہ کو انھوں نے ہی بھٹو سے متعارف کرایا تھا۔ لیکن بعد میں جیسے ہی بھٹو صاحب ان کی طرف سے سرزمہری اختیار کرنے لگے تو اس کا اشتقام انھوں نے یوں لیا کہ کراچی کے ایک جلسہ میں بھٹو پر جوتوں کی بارش کرادی۔

حاجی قاسم پیشل کی ناجائز دولت کے بارے میں الف لیلوی کہانیاں مشہور ہیں۔ وہ کے ڈی اے کے گورننگ باڈی کے بھی رکن تھے، اس حیثیت میں "کے ڈی اے" کے کرپٹرزوں کے فنڈز میں زیر دست دھاندلیاں کیں۔ کہا جاتا ہے کہ سندھ میں عہدہ وزارت پر براجمان ہونے سے قبل حاجی قاسم ایک معمولی حیثیت کے آدمی تھے، لیکن آج ایک اندازہ کے مطابق ان کے پاس پچاس کروڑ روپے کے اثاثے ہیں اور متوقع اختساب کے خدشے کے پیش نظر انھیں ان بھاری اور قیمتی اثاثوں کو ٹھکانے لگانے کا مسئلہ درپیش ہے حاجی قاسم پیشل کی ملکیت میں عرشی سینما نام کا ایک سینما تھا جہاں ایکسائز ڈیوٹی کے پھیلے کیے جاتے تھے یہ سینما حال ہی میں آٹمی لاکھ روپے میں کسی تاجسہ کو فروخت کر لیا گیا ہے۔

قاسم پیشل کے بارے میں اخباری اطلاعات سے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ وہ ٹھیکوں کا کاروبار بھی کرتے تھے، اور ان ٹھیکوں میں اپنی ناقص کارکردگی کی بنا پر حکومت کو لاکھوں روپے کا نقصان پہنچا چکے ہیں کراچی کے روزنامہ آغاز (۲۸ اگست) کی اطلاعات کے مطابق:-

باخبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ قاسم پیشل پر جو سرکاری ٹھیکدار بھی ہیں، ناجائز ذرائع سے جائیداد بنانے کا الزام ہے اس کے ساتھ ان کے خلاف تہائی

لینز کمپنی کے رکن کی حیثیت سے دھاندلی کے الزام میں بھی تحقیقات کی جا رہی ہے یہ امر یہاں قابل ذکر ہے کہ لیباری لینز کمپنی میں ان کی دھاندلیوں کے خلاف ان کی اپنی پارٹی کے ترجمان اخبار نے بھی خبر شائع کی ہے جس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ خود ان کے اپنے ساتھی بھی ان کی حرکتوں سے نالاں تھے، اس کے علاوہ مختلف ٹھیکوں میں خورد برد کے الزامات کے سلسلے میں کے ڈی اے اور کے ایم سی وغیرہ سے متعلقہ عملے سے بھی پورا کچھ کی گئی ہے۔

کراچی کے ایک اور اخبار "مداقت" کی ایک اطلاع کے مطابق:-

قاسم پیشل ممتاز بھٹو کے دور میں صوبائی وزیر صلت تھے اور جنوری حکومت میں وزیر صحت رہے بعد ازاں انھوں نے اپنا کاروبار اپنے بیٹے اور بھائیوں کے نام کر دیا۔ قاسم پیشل نے فیڈرل بی اے میں ایک دہرا سینما تعمیر کرایا۔ اس کے علاوہ ریٹائرڈ جنرل نور العارفین کے لیے سیاسی فضا ہموار کرنے کی خاطر اسی اور ایک سو بیس گز کے تیر سو پلاٹ حاصل کر کے ان میں تقریباً چھ سو پلاٹ خورد برد کر لیے ۱۹۷۶ء میں سابق وزیر اعظم کے ایما پر قاسم پیشل کے خلاف تحقیقات اس وقت شروع کی گئیں جب نور العارفین نے بھٹو کو خط لکھا کہ پلاٹوں کی تقسیم کے سلسلے میں اپنی جان چھڑانے کے لئے حسہ شیخ کا سہارا لیا اور اس سے سفارش کرایا تادیبی کارروائی سے بچ گئے۔

یہ تھے حاجی قاسم پیشل جو اپنے اقرار کے مطابق اب کرپٹرزوں کے سرمائے سے کاروبار کر رہے ہیں لیکن ابتداء میں وہ ایک معمولی ٹھیکدار تھے اور سرکاری ادارہ کی خدمت و خوشامد کر کے ٹھیکے حاصل کیا کرتے تھے، انھوں نے وزیر کی حیثیت سے سنگین قسم کی بدعنوانیوں کا ارتکاب کیا اور اپنے رشتہ داروں اور عزیزوں کو ناجائز طور پر فائدے پہنچائے، اب سنا ہے کہ ایف آ

جہان بین گمراہی ہے۔

سندھی کا بینہ کے سابق وزیر صحت عبد الوحید کپڑیہ بھی سنگین قسم کی بے قاعدگیوں اور ناجائز ذرائع سے دولت جمع کرنے کا الزام لگایا جاتا ہے، عبد الوحید نہ صرف کا بینہ کے وزیر صحت تھے بلکہ انھیں سینئر وزیر کا عہدہ بھی حاصل تھا۔ اپنی اس حیثیت کی بنا پر وہ وزیر اعلیٰ کے صوبے سے غیر ضروری کی صورت میں قائم مقام وزیر اعلیٰ بھی بنے تھے، روزنامہ سیاست لاہور کی ایک اطلاع کے مطابق انھوں نے ایک مرتبہ قائم مقام اعلیٰ کی حیثیت سے اپنے اختیارات استعمال کرتے ہوئے ایک سو ست تاسیس قیدیوں اور مجرموں کو رہا کر دیا تھا جنہیں سنگین جرائم کی پاداش میں عمر قید کی سزا ہوئی تھی۔ لیکن رہائی کے احکام کے بدلے انھوں نے ان قیدیوں سے دو کروڑ بارہ لاکھ روپے کی رشوت وصول کر لی۔ صوبہ وزیر صحت تھے تو انھوں نے اپنی سرکاری حیثیت کا غلط فائدہ اٹھاتے ہوئے بعض ناپسندیدہ کردار کی حامل شخصیات کو بعض ضروری ادویات کی امپورٹ اور سپلائی کے پرمٹ جاری کر دیا کرتے تھے۔ مثلاً انھوں نے کراچی میں بلتستان کے عوام کی نامزدگی کا دعوے کرنے والی سوشل خاتون ملکہ بلتستان کو پھینڈین کا پرمٹ عطا کیا تھا۔ یہ دو ادوی پھولوں کے لہ بازوں کے ہاتھوں بہت جلد بک جاتی ہے، اس لئے اس کی فروخت سے بلکہ بلتستانی اور سابق وزیر صحت دونوں نے خوب دولت کمائی، اخبارات میں کپڑے کے خلاف اپنے اختیارات سے تجاوز، اقربا پروری۔ خویش پروری اور ناجائز ذرائع سے دولت کمانے کی اطلاعات شائع ہوتی رہی ہیں۔ سنا ہے کہ وہ بھی تحقیقات کی زد میں ہیں۔

سابق وفاقی وزیر برائے دیوے ڈاکٹر غلام حسین کے بارے میں اکھٹا ہوا ہے کہ انھوں نے بھی اپنے مختصر عہد وزارت میں سنگین بدعنوانیوں کا ارتکاب

کیا اور اپنے دوستوں اور عزیز و اقارب کو نوازنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ ڈاکٹر صاحب کے خلاف یہ الزام عام طور پر لگایا جاتا ہے کہ انھوں نے ریلوے کے معاملے میں انتہائی غیر قانونی کاروائیاں کیں اور پیلیز پارٹی کے افراد اور اپنے دوستوں کو ریلوے اسٹیشنوں پر بے شمار نئے سٹان بنا کر آلات کر دیئے ان الا منیو لاکے سلسلے میں متعلقہ قواعد و ضوابط کو بالکل پس پشت ڈال دیا گیا تھا، انھوں نے لاہور پیلیز پارٹی کی ایک خاتون وکر (جس کے کردار سے اس کا سابق خاوند بھی نالاں رہا ہے) شمیم نیازی کو ریلوے کا ایک دفتر سیاسی سرگرمیوں کے لئے دے رکھا تھا اس دفتر کی آرٹش پر بجاس ہزار روپے کا خرچ سرکاری خزانے سے ادا ہوا۔ شمیم نیازی کے بارے میں معلوم ہوا ہے کہ وہ ریلوے کا ٹیلی فون بھی استعمال کیا کرتی تھی جس کا ہزاروں کا بل ٹکڑے ریلوے کو ادا کرنا پڑتا تھا، شمیم نیازی نے ڈاکٹر صاحب پر اپنا سوخ استعمال کرتے ہوئے اپنی دو بیٹیوں کو تر نیازی، اور اقبال نیازی کو ٹکٹ کلکٹر مقرر کر دیا حالانکہ دونوں لڑکیاں انڈر میٹرک تھیں اور اس لڑکی کے لئے قطعاً اہل نہ تھیں ڈاکٹر غلام حسین نے سیاست میں ہمیشہ سنا تھا کہ دارا داکیا ہے شروع میں مصطفیٰ اکبر کے محتہ ساتھی تھے، لیکن بھٹو صاحب کھر کے خلاف ہوئے تو ڈاکٹر صاحب نے اپنے قبلہ کا رخ کھر کی بجائے طاقت کے اصل چشمہ بھٹو صاحب کی طرف موڑ لیا اور کھر کے ساتھ بے وفائی کے انعام میں وزارت کے مستحق بنے۔ سنا ہے کہ ان کے خلاف بھی بھٹو صاحب کی ذاتی سرگرمیوں میں خفیہ فائل کھلی ہوئی تھی۔

روزنامہ سیاست (۲۲ اگست) کے مطابق

ڈاکٹر غلام حسین کے بارے میں معلوم ہوا ہے کہ وہ ۶۰ کے انتخابات میں قومی اسمبلی کے رکن منتخب ہونے سے قبل جمار گڑھ اور کالا گجراں ضلع جلم میں ۲۰ ایکڑ

اراضی کے مالک تھے۔ چار گڑھ میں ان کے تین بچے مکمل اور دو ٹیکسی دیگن چلتے تھے۔ وہ ایک میڈکال سٹینڈل کے بیٹے تھے ۱۹۷۰ تک ایم بی بی ایس ڈاکٹر کی حیثیت میں منڈی بہاؤالہ میں کلینک کرتے تھے ۱۹۷۰ء میں وہ قومی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے، انتخاب کے فوراً بعد انھوں نے پانچ سو ایکڑ اراضی اپنے نام منتقل کرائی اور اسے بیچا کے نام سے سڑک کی تعمیر کے لئے پنی ڈبلیو ڈی سے ایک لاکھ ۳۴ ہزار روپے کا ٹھیکہ حاصل کیا۔ حیدر آباد میں دو مکمل پلاٹ حاصل کیے۔ پہلا پلاٹ ۷،۷۷،۷۷۷ گز کا ہے اور یہ ۱۹۷۲ء میں ۲۴،۸۸۸ گز میں خریدا گیا جب کہ دوسرا پلاٹ ۱۹۷۶ء میں خریدا۔ اس کی قیمت ایک لاکھ اسی ہزار روپے تھی۔ ڈاکٹر غلام حسین کے دوست ساز کی کے بھٹے ہیں جو ان کے رشتے داروں کے نام سے چل رہے ہیں۔ انھوں نے غلام جعفر کے نام پر اپنے بھائی غلام محمد کے لئے ایک کوٹھی، ایک کوٹلہ کی کان یز پر حاصل کی، زرعی ترقیاتی بینک سے بھٹے حلف ناموں کے ذریعے قرضہ حاصل کیے۔ جہاں نامی شخص کے لئے ڈالڈی کی ایکسی اور راشن ڈیو حاصل کیا۔ مبینہ طور پر ان دونوں ایکسیوں میں ان کا حصہ ہے انھوں نے بہر دینہ احمد ناصر کو جہلم ٹول ٹیکس کا ٹھیکہ دلایا۔ اس میں بھی ان کا حصہ ہے ڈاکٹر غلام حسین نے اپنے بھائی غلام مصطفیٰ کے لئے موٹروں کے فاضل پرزہ جات کے لئے لائسنس حاصل کیا۔ چھ سو کنال اراضی دیہی اسکیم کے تحت اپنے گاؤں میں اپنے نام منتقل کرائی۔ جب کہ ان کا حصہ دو کنال بنا تھا، راجہ تختار اور راجہ نذرنامی دو اشخاص کو نڈال والا سکول کی عمارت کی تعمیر و مرمت کے لئے علی الترتیب ۳۵ ہزار اور ۱۶ ہزار روپے دلوائے جو بے میں خورد برد کر لیے گئے۔ اپنے گاؤں بھار گڑھ میں چار لاکھ روپے کی لاگت سے ٹیلی فون بورڈ لگوا یا جس کے اخراجات محکمہ ٹیلی فون نے برداشت کئے

سہ کار ہی خرچ پر اپنے گاؤں تک سڑک بنوائی جس زمین پر سڑک بنائی گئی، اس کے مالک کو آج تک اس کا معاوضہ نہیں دیا گیا۔ انھوں نے اپنے گاؤں بھار گڑھ میں فیملی پلاننگ کے فنڈز سے ۲۰ ہزار روپیہ کی لاگت سے ریسٹ ہاؤس تعمیر کرایا جس کو ڈاکٹر غلام حسین اور ان کے دوست استعمال کرتے رہے۔ ڈاکٹر غلام حسین نے محمد شفیع نامی ایک بیواری کو اس لئے مصلح کرادیا کہ اس نے بھارت میں تمام ایک جنگی قیدی کی زمین ڈاکٹر غلام حسین کے نام اسے منتقل کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ ٹنٹی منڈی بورڈ جہلم کا ٹول ٹیکس کا ٹھیکہ انھوں نے اپنے آدمی کو صرف ۲۵ ہزار روپے میں دلوا یا جبکہ گزشتہ سال اس ٹھیکہ سے بورڈ کو ایک لاکھ روپے کی آمدنی ہوئی تھی، اسی طرح انھوں نے میل مویشیاں جہلم کا ٹھیکہ عبدالغفار سابق ایم پی اے کو صرف ۲۵ ہزار روپے میں دلوا یا جبکہ اس ٹھیکہ سے عام طور پر ۹۵ ہزار روپے تک کی آمدنی ہوتی تھی۔

پنجاب کے سابق صوبائی وزیر اور صوبے میں پیپلز پارٹی کے کرتا دھرتا، خالد ملک کے بارے میں معلوم ہوا ہے کہ انھوں نے بھی اپنے عہدہ وزارت کے دوران بہت دور دور تک شرکاد کیا اور ناجائز دولت کے سیلاب میں خوب ہاتھ دھوئے خالد ملک کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ بھڑو صاحب کے ایک "نوبارٹ" صاحبزادے کو فلمی اداکارہ بابر شریف کے پاس "تبادلت" کے لئے لے گئے تھے۔ ویسے خالد ملک بڑے کاٹیاں آدمی تھے اور موتے سے فائدہ اٹھانا خوب جانتے تھے، وزیراعظم کے خفیہ فنڈز کے علاوہ انہوں نے بیورو آف انٹیلی جنس کے فنڈز سے بھی ایک لاکھ ساٹھ ہزار روپے کی رقم وصول کی تھی۔ یہ رقم انھوں نے کسی قومی اور ملکی خدمت کے صلے میں نہیں بلکہ صدر پنجاب پیپلز پارٹی کی حیثیت سے محض سیاسی مقاصد کے لئے حاصل کی۔

لاہور کے ہفت روزہ "آثار" کی اطلاع کے مطابق

صرف اپنے خاص لوگوں اور سپلائی پارٹی کے چھجوں کو نواز ان غلطیوں اور دھاندلیوں کی ایک مثال اخباری اطلاعات کے مطابق، ہیرا منڈی لاہور کے مراٹھی گلوکار شوکت علی ہیں جنہیں قائم عوام کی شان میں ووٹ مانگنے اور سمن آباد لاہور کے عوام سے اس کے بدلے جوئے کھاتے کھانے کے بدلے چاول کا پورٹ دیا گیا۔ جس پر انھوں نے بے اندازہ روپیہ کھایا۔

پنجاب کے صوبائی وزیروں، صاحب داد خان اور افضل دلو کے بارے میں معلوم ہوا ہے کہ انھوں نے وزیر برائے ٹرانسپورٹ کی حیثیت کو غلط طور پر استعمال کرتے ہوئے قومی سرمایہ کو خوب لوٹا بعض خبروں سے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ دونوں وزیر حکم ٹرانسپورٹ میں ہر چھوٹے بڑے فیصلے پر رشوت لیا کرتے تھے، ان وزیروں نے اپنی جگہ ٹرانسپورٹ کا مسئلہ حل کرنے کے لئے نئی بسیں خریدنے کا پروگرام بنایا، چنانچہ ان دنوں دلو کے اصرار پر رومانیہ سے ۱۰ ڈھائی سو "سپیشل" بسیں درآمد کی گئیں جن پر پاکستان کا سودا کر وٹ سے زائد روپیہ خریدا اور مبادلہ کی مشکل میں ضائع ہو چکا ہے۔

یہ بسیں کارکردگی کے لحاظ سے نہایت نئی قیمت کے لحاظ سے مہنگی اور ٹرانسپورٹ بورڈ پر بوجھ بن چکی ہے کہا جاتا ہے کہ بسیں خریدنے کے اس سودے پر دس سے بیس فی صدی تک کمیشن لیا گیا، خریداری کے آرڈر کی تکمیل افضل دلو کے زمانہ وزارت میں ہوئی تھی اور رومانیہ سے بسیں خریدنے کے سب سے بڑے موہبہ بھی افضل دلو تھے، افضل دلو نے وزیر اعظم کے خفیہ فنڈز سے ساٹھ ہزار روپے کی رقم بھی وصول کی تھی۔ افضل دلو پر یہ بھی الزام ہے کہ انھوں نے اپنی وزارت میں اقربا پروری اور خولیش نوازی اور رشوت کی ایک معمول بنالیا تھا۔ اسی طرح کے سنگین الزامات صاحب داد خان پر

خالد ملک نے مارچ ۱۹۷۱ء کی انتخابی مہم میں پیپلز پارٹی کے امیدواروں کی کامیابی کے لئے روپیہ پانی کی طرح بہایا لاکھوں روپے کی رقم ادھر سے ادھر کی تھی، ایک مبینہ اطلاع کے مطابق خالد ملک کے ہاتھوں جو رقم انتخاب کے سلسلے میں صرف ہوئی تھی کہ وڑوں کے ہنڈو میں تھی۔ ہیرا منڈی جو کچھ بھی تھا یہ حقیقت ہے کہ خالد ملک لاکھوں اور کروڑوں روپے میں کھیلنے رہے۔

اخبارات کی اطلاع کے مطابق خالد ملک نے دربار سلطانی میں جو تقرب حاصل کر لیا تھا۔ اس کا بڑا سبب ان کی سوشل اور خوبصورت بیگم جنابہ سلویہ تھیں جنہیں پورپ میں بودو باشش کا موقع ابھی مل چکا ہے بہر حال پی پی پی کے صدر اور وزیر کی حیثیت سے خالد ملک نے کافی دولت جمع کی۔ ان کے پاس پارٹی کے کروڑوں فنڈز رہتے تھے اور انھوں نے اس موقع کو ایک ہوشیار شخص کی طرح غنیمت سمجھتے ہوئے خوب فائدہ اٹھایا۔

سابق وفاقی وزیر، انور عزیز صاحب کا عوامی وزارت مختصر سہی لیکن انھوں نے بھی اس زریں موقع سے خوب فائدہ اٹھایا، انور عزیز، مارچ کے انتخابات کے بعد وجود میں آنے والی جعلی قومی اسمبلی کے ممبر تھے اور مارچ سے جولائی تک وزیر رہے وزارت میں آنے سے قبل وہ لائیو سٹاک اینڈ ڈیری ڈیولپمنٹ بورڈ کے مینجنگ ڈائریکٹر تھے اور اس حیثیت میں ان پر قومی سرمایے کے ضیاع، خوردبرد اور غبن کا الزام نافذ کیا گیا لیکن چونکہ وہ پیپلز پارٹی کے سابقہ عافیت ہیں پناہ لے چکے تھے اسی لئے ان الزامات کی کوئی یا قاعدہ انکو اثری نہ ہو سکی، تاہم مرکزی وزیر کی حیثیت سے انھوں نے کروڑوں روپے کے غبن اور خوردبرد کا مقدمہ قائم کر دیا گیا ہے جس کی سماعت کی جا رہی ہے انور عزیز کے پاس چادلوں کے پرمیٹوں کی تقسیم کا حکم تھا۔ انھوں نے ان پرمیٹوں کی الاٹمنٹ میں منظوم شدہ دکانداروں اور تاجروں کو نظر انداز کرتے ہوئے



بھی ہیں جنہوں نے اس سلسلے میں انتہا کر دی تھی۔ راولپنڈی میں بی ڈبلیو ڈی کے ایک ریسٹ ہاؤس کے بین سیرٹ ان کی عشرت سامانیوں کے لئے ہر وقت تک رہتے تھے۔ ان ریسٹ ہاؤسوں میں نہ صرف عصمتوں کی نینا می کے سودے ہوتے تھے، بلکہ ٹھیکوں اور سرکاری کاموں کے سودوں کے لئے مول بھی لے کئے جلاتے تھے۔

اپنے اختیارات کے ناجائز استعمال اور دیگر قسم کی بدعنوانیوں کے الزامات پنجاب کے سابق صوبائی وزیر جننگلات، اکبر منہاس پر بھی ہیں، ان کے خلاف محکمہ انسداد رشوت نے الگ الگ آٹھ مقدمات درج کر رکھے تھے ان پر یہ الزام تھا کہ جب وہ وزیر تھے تو انھوں نے اپنے دور میں متعدد بدعنوانیاں کیں جن میں سرکاری سیٹ ہاؤس کو عیاشی کے اڈے میں تبدیل کرنا بھی شامل تھا۔ اس کے علاوہ انھوں نے مختلف طریقوں سے حکومت کو لاکھوں روپے کا نقصان پہنچایا، سپیشل جج انٹی کرپشن نے ان مقدمات کا فیصلہ سناتے ہوئے، اکبر منہاس کو حال ہی میں چودہ سال قید اور ایک لاکھ ۷۲ ہزار روپے جرمانہ کی سزا سنائی ہے یہ نتیجہ ہمارے وزیر عوام کے کے خادم جن کے کرتوتوں کی داستان اب آہستہ آہستہ منظر عام پر آرہی ہیں۔

پنجاب کے سابق وزیر آبپاشی، نصر اللہ خاں دریشک کے خلاف بھی کرپشن، بدعنوانی، ناجائز احکامات اور اپنے اختیارات کے غلط استعمال کے متعدد الزامات ہیں۔ ان وزیر صاحب کے ایک پرائیویٹ سیکرٹری مسٹر صفدر بھی بدعنوانی میں اپنے وزیر سے پیچھے نہ تھے، بلکہ وہ اپنے محکمے کے افسروں کو براہ راست احکام جاری کیا کرتے تھے، اس زمانے میں یہ کہانی عام طور پر مشہور تھی کہ وزیر سے لے کر ایس ای تک کے تبادلہ کی ایک قیمت مقرر ہے محکمہ آبپاشی میں کوئی بڑا تبادلہ دریشک کی مرضی کے بغیر نہیں ہوتا تھا، افسران، ان کی بے جا مداخلت سے تنگ آئے ہوئے تھے، دریشک نے اپنے اختیارات

کا غلط فائدہ اٹھاتے ہوئے متعدد داد و سیروں کو آپس ڈی او بنوایا۔ حالانکہ کسی کمیٹی نے ان کا کیس منظور نہیں کیا تھا، انھوں نے متعدد ناجائز اور غیر مستحق موہ گئے اور اپنی زمینوں کی آبپاشی میں انتہائی دھاندلی سے کام لیا ان کے زمانے میں چھپرائی تک کی بھرتی ان کی مرضی کے بغیر نہیں ہوتی تھی، جس پر وہ بعض اطلاعات کے مطابق رشوت لیا کرتے تھے، محکمہ آبپاشی کے ٹھیکوں میں بھی انہوں نے مداخلت کی اور کئی منظور نظر ٹھیکداروں کو غلط طریقوں پر ٹھیکے دلوائے۔

اسی طرح کے ایک بدعنوان وزیر، پنجاب کے سابق وزیر بلدیات رئیس شہیر بھی تھے۔ جن دنوں نواب صادق حسین تشریفی پنجاب کی وزارت علیا کے عہدے پر فائز تھے، رئیس شہیر وزیر بلدیات بن کر آئے تھے، رئیس شہیر کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ خاندانی رئیس اور امیر ہیں لیکن اپنے عہد وزارت میں انہوں نے ذاتی نفع کی خاطر جس طرح اپنے سرکاری عہدے اور حیثیت کا غلط فائدہ اٹھایا، اسے دیکھ کر کہنا پڑتا ہے کہ وہ خاندانی چور بھی تھے انہوں نے اپنے عہد وزارت میں میونسپل کمیٹیوں اور کارپوریشنوں میں بے شمار افراد کو کسی قسم کے استحقاق اور اہلیت کے بغیر بھرتی کرایا۔ روزنامہ سیاست لاہور (۶ اگست ۱۹۷۷ء) کے مطابق فقط لاہور میونسپل کارپوریشن میں انہوں نے ایک سو سے زائد سفارشی افراد کو مختلف آسامیوں پر فائز کیا۔ انھوں نے بعض ایسے افراد کو اہم پوسٹوں پر لگایا جو قانونی طور پر ان پوسٹوں کے اہل نہ تھے، کم و بیش ایک سو دس ایسے افراد کو ان حالات میں جبکہ نئی ملازمتوں پر عام پابندی تھی انھوں نے اپنے خفیہ سی احکامات کے تحت بھرتی کرایا، رئیس شہیر نے سب سے بڑی دھاندلی یہ کہ محکمہ بلدیات میں متواری انتظامیہ قائم کر رکھی تھی، جو اس محکمے کے انتظامی سربراہ سیکرٹری کی جگہ اس سے براہ راست احکام حاصل کرتی تھی۔ انھوں نے تمام قواعد کو پس پشت ڈال کر سیکرٹریٹ

دیتے ہیں صادق مستریشی نے شاید اس لئے انہیں وزیر بنالیا ہو کہ ملک صاحب کی طرح نواب صاحب کو بھی گالیاں دینے کی عادت ہے۔

ملک صاحب کو حکم تعلیم دیا گیا تھا، اور ان کے زمانے میں مشہور تھا کہ حکم تعلیم کلی بٹامری نچر کا بھی جائز تھا اور اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک ملک صاحب کی سفارش اس پچار سے کے شامل حال نہ ہو اور یہ سفارش عام طور پر مضبوطی دامتیاں ہوتی تھی، ملک صاحب کے زمانے فیض میں جعلی تعلیمی ڈگریوں کا کاروبار بہت زور دے رہا۔ اور ملک صاحب کا اس سلسلے میں غرض یاد آئے چشم پوشی گویوں کو سمجھ نہ آئی۔ ملک صاحب ہی کے زمانے میں زنانہ کالجوں میں عصمت دہی کے واقعات پیش آئے اور مجرموں کو کیفر کردار تک پہنچانے کی بجائے مقدمات کو غلط رخ پر ڈالنے کی کوشش کی گئی۔ کوئی بھی چھوٹی بڑی آسانی ملک صاحب کے حکم کے بغیر افسر مجاز پر نہیں کر سکتے تھے، تعلیم کا معیار رکھا گیا، تعلیمی اداروں میں بد اخلاقی کا چرچہ بڑھ گیا۔ لوگ ملک صاحب پر بھڑے سے بھڑے معاملے کے فیصلے پر بھی رشوت کا الزام لگاتے تھے، مختصر یہ ہے کہ ملک غلام نبی نے خوب دولت بنائی۔ اخباری خبروں کے مطابق وہ تباہی لے لے کر ایڈ باک تقرری تک پانچ چھ ہزار روپے رشوت بیا کرتے تھے۔ ماڈل ٹاؤن میں چھ کنال پر مشتمل ایک منزلہ پلاٹ پر ان کی نظر تھی، لیکن یہ پلاٹ پہلے ہی کسی شخص کو الاٹ کیا جا چکا تھا، ملک صاحب نے اپنے وزارت میں دباؤ سے کام لے کر یہ پلاٹ اپنی بیوی شمشاد بیگم کے نام الاٹ کر لیا، لیکن ابھی ناجائز قبضہ حاصل نہیں کیا تھا کہ مجوزہ حکومت کی بساط الٹ دی گئی۔

پنجاب کے ایک اور بد عنوان وزیر، رانا شوکت محمود تھے، جو پہلے وزیر مال اور پھر وزیر بحالیات بنے وہ اپنے حکم کے افسروں پر حکم چلانے کے عادی تھے اور

میں حکم بلدیات کے اندر وائس ڈی کی ایک نئی پوسٹ پیدا کروائی اور اس میں پیپلز پارٹی کے گماشتے مسٹر فضل کریم کو مقرر کیا۔ مسٹر فضل کریم حکم بلدیات میں متوازی سیکرٹری کے طور پر کام کرتے رہے اور الٹ ریش مشیر کے احکام انہی کے احکام ہوتے تھے مسٹر کی طرف سے سیکرٹری منظر منیر کو یہ ہدایت تھی کہ وہ ایک معمولی ٹرانسفر کا فیصلہ کرنے سے پہلے بھی فائل فضل کریم کے دکھائی۔ جو ٹھیکوں کے ٹھیکوں سے لے کر بلدیات اور حکم پبلک ہیلتھ انجینئرنگ کے تعمیراتی کاموں کے ٹھیکوں کی منظوری تک، مسٹر فضل کریم ہر معاملے میں مداخلت کیا کرتے تھے اور فیلڈ کے افسران ان کے دفتر کے ارد گرد سارا سامان چکر لگاتے تھے، انہیں معلوم تھا کہ جو کچھ مسٹر فضل کریم کو کہنا ہے وہی ریش مشیر کو کہنا ہے اس طرح مسٹر فضل کریم، حکم بلدیات میں ریش مشیر کے ایجنٹ بھی تھے اور مشیر بھی لوگ عام طور پر یہ کہتے تھے کہ مسٹر فضل کریم ریش مشیر کے لئے مال اکٹھا کرتا رہتا ہے مسٹر فضل کریم نے بھی موقع کو غنیمت سمجھتے ہوئے خوب خوب ہاتھ دھوئے۔ جیسے ہی مارشل لا کی حکومت آئی، مسٹر فضل کریم کی وائس ڈی کی سیاسی آسانی بھی ختم کر دی گئی۔ اس کے ساتھ ہی حکم بلدیات کے افسران نے سکھ کاسٹنس لیا۔ یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ ریش مشیر اور فضل کریم دونوں نے بعض سٹالین انکوائریوں کو پیسے لے کر دبا دیا تھا اور ملزم افسروں کو معافی دے دی تھی۔

سابق پنجاب کا بیسٹ کے ایک وزیر، ملک غلام نبی کا ذکر نہ کرنا بھی زیادتی ہو گی۔ ملک صاحب ویسے تو بڑی خوبیوں کے مالک سمجھے جاتے ہیں۔ لیکن ان کی ایک عادت ایسی ہے کہ، اس کے باعث انہیں ایک مدت تک وزیر نہ بنایا جاسکا اور وہ بھی ان کی گالیاں دینے کی عادت ان کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ اٹھتے بیٹھتے اور مخاطب کی حیثیت سے گالیاں دیتے

حکم عددی کو اپنی شان کے خلاف سمجھا کرتے تھے، چونکہ بنیادی طور پر وکیل تھے، اس لئے اپنے خلاف قانون احکام ضابطہ تحریر میں لانے کی بجائے زبانی دیا کرتے تھے رانا صاحب نے اقر باہوری میں سٹینٹن قسم کی دھاندلیوں کا ارتکاب کیا انھوں نے اپنی برادری کو مالامال کرنے میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑی ان کے حکم پر ہفت روزہ لیل و نہار کے مطابق (ماڈل ٹاؤن کی بستی میں دو تہہ کے پلاٹ میاں نجمی اور بیس اور بشیر احمد کو منتقل کئے گئے۔ ایک پلاٹ کا رقبہ چھ کنال تھا لیکن اسے صرف ۱۸ ہزار روپے میں دیا گیا دوسرا پلاٹ بھی چھ کنال کا تھا اور اسے ۳۶ ہزار روپے میں عطا کیا گیا، ان کی بیگم صاحبہ نے فرضی ناموں پر تین پلاٹ ماڈل ٹاؤن کے بلاک ایچ جی اور ڈی میں منتقل کر لئے۔ ان پلاٹوں کی فائلیں بھی رانا صاحب نے غائب کر دیں۔ رانا صاحب وزیر بحالیات کی حیثیت سے خود کو نصف لاہور کا مالک سمجھنے لگے تھے لوگ کہتے ہیں کہ انھوں نے منتر دکھ جائیداد کے ہیر پھیر میں اتنی دولت کمائی ہے کہ کر دڑپتی بن چکے ہیں پہلے وہ ایک معمولی وکیل تھے۔

سابق پنجاب کا مینہ کے ایک ان پڑھ اور جاہل وزیر ملک حاکمین خان کی حاکمانہ چالاکوں اور دیدہ دلیریوں کا حال کیبل پور کے اکثر عوام معلوم ہے وزیر بننے سے پہلے وہ ایک معمولی ٹھیکیدار تھے اور انہوں کی خوشامد اور دعوتیں کر کے چھوٹے موٹے ٹھیکے حاصل کر لیا کرتے تھے۔ لیکن دیکھتے ہی دیکھتے وہ لاکھوں میں کھیپنے لگے۔ یہ امارت اور تمول سب ان کی وزارت کا اعجاز تھا، ملک حاکمین جب تک وزیر جیل خانہ جات رہے، ہر روز اخبارات میں زیادہ جلیں تیر کرنے کے بارے میں دے دیا کرتے تھے، جیل خالے تیر کرنے کی خواہش انہیں ٹھیکیدار ہونے کے ناطے سے بھی تھی۔ ایک اخبار کے مطابق، آپ جب ۱۹۷۰ء میں اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے تو اس وقت سینڈر ڈونک سمیلپور

کے تقریباً منتر ہزار روپے کے مقروض تھے، لیکن اب مختلف بینکوں میں مختلف ناموں کے ساتھ بے حساب رقم جمع کر رکھی ہے حاکمین خان نے اپنے بھائیوں اور سسرال والوں کو ہزاروں روپے کے ٹھیکے لاکھوں کو حساب سے دلوائے تاکہ وہ زیادہ سے زیادہ کمائی کر سکیں ان کا بڑا بھائی ادب نواز ملک انٹل کمپنی اور چھوٹا لیاقت اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ جیل تعینات ہوا، ایک سال بعد لیسر آفیسر اور ایک سال ایڈی بی ایل میں ملازم کر دیا گیا۔ ان کے علاوہ بعض رشتے دار مثلاً لال محمد اوقات اجازت خان محکمہ جیل میں اعلیٰ عہدوں پر کام کر رہے ہیں، ملک حاکمین خان نے اپنے وزیر وزارت میں اپنے لئے ٹریکٹروں اور کاروں کے پرمٹ نمبر ۵۸ اور ۵۹ حاصل کئے بھائیوں اور سسرال رشتے داروں کو مختلف ترقیاتی محکموں سے ناجائز ٹھیکے دلوائے اپنے لئے موضع شکر دروہیں ایک لاکھ کی زمین خریدی اور لاہور اور کیبل پور میں لاکھوں روپے خرچ کر کے کئی ٹھیکے تعمیر کرائے، پیپلز پارٹی کے اس وزیر نے اسی پر بس نہیں کیا، بلکہ اپنے ایک سالے کو موضع سروالہ میں ٹھیکے کی ایک ایجنسی دلوائی اور ارباب، ٹریڈرز کے مالکان کو بلیک میل کر کے اس میں اپنے والد کو ۱۲ حصہ دار بنایا۔

وغیرہ وغیرہ کہاں تک کہانی بیان کی جائے۔ پنجاب کا مینہ کے سابق وزیر برائے ہاؤسنگ و فریکل پلاننگ، مسٹر عبدالقیوم کے بارے میں بھی بعینہ یہی بات کہی جاسکتی ہے، انہوں نے اپنی سرکاری حیثیت سے بہت زیادہ ناجائز فائدہ اٹھایا۔ وہ مسکانوں کی تعمیر اور کچی آبادیوں کو کچی آبادیوں میں بدلنے کے منصوبوں کے وزیر تھے۔ اس حیثیت میں انھوں نے اپنے منظور نظر لوگوں کو بہترین پلاٹ، معمولی قیمت پر عطا کئے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ انھوں نے اپنے بڑا بیویٹ سکریٹری مسٹر بشیر احمد سے ساتھ مل کر محکمہ ہاؤسنگ میں وسیع

مالی صحت میں افراط فرماتے رہے جو دھڑکا  
طالب حسین، محکمہ بلدیات میں اپنے جوتھر  
اشکار کرتے رہے اور افتخار تاروی، سیاسی  
حقائق کو ڈرانے دھمکانے کے علاوہ بی  
ایمڈ آر کے افسروں کو ڈراتے رہے۔  
ان سب لوگوں نے اپنی اپنی جگہ،  
دولت کمانے اور سرکاری حیثیت کا غلط  
فائدہ اٹھانے میں کوئی کمی باقی نہ رہنے  
دی۔ ایک طرف یہ وزیر پنجاب کو لوٹ  
رہے تھے تو دوسری طرف سندھ،  
سرحد اور بلوچستان میں ان کے بھائی۔  
یہی کام اپنے اپنے صوبے میں انجام دے  
رہے تھے۔

بلوچستان کے سابق وزیر اعلیٰ جام  
غلام قادر کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ انہوں  
نے اپنے زمانہ وزارت میں بدعنوانیوں اور  
دھاندلیوں کی انتہا کر دی تھی۔ ان کے  
بارے میں کہا جاتا ہے کہ انہوں نے اپنے  
اختیارات کا ناجائز استعمال کیا۔ وہاں  
کے حق دار ٹھیکیداروں کے بجائے اپنے  
عزیز و اقارب کو ٹھیکے دیئے، جنھوں  
نے سرکاری رقم کو بڑے پیمانے پر خرد  
کیا، وہ سرکاری زمینوں کو ناجائز طور  
پر قبضے میں لیے ہوئے ہیں۔

جام آف بسبیلہ نے اپنے منظور نظر  
بے تاج بادشاہ میر محمد جاموٹ کو ایک  
سرک کا ٹھیکہ دیا جس پر صرف پانچ ہزار  
روپے لاگت تھی۔ لیکن انہیں سرکاری خزانہ  
سے دو لاکھ روپے دیئے گئے بسبیلہ کے  
عوام کو ناکادہ راتشن سپلائی کی گئی  
جب لوگوں نے اس کی شکایت کی تو انہیں

پہانے پر دھاندلیوں کا ارتکاب کیا اور رشوت وصول  
کی بشیر احمد پر اپنی نوازشات کی انتہا یوں کی کہ انہیں  
بنیادی سولہویں گریڈ سے اٹھا کر پنجاب سوشل سیکوریٹی  
انسٹی ٹیوٹ میں گریڈ ۱۹ کی آسامی پر ڈائریکٹر لگوا دیا۔  
کہا جاتا ہے کہ سر بشیر احمد اگرچہ سرکاری ملازم ہیں،  
لیکن اپنے مرضی وزیر کی دھاندلیوں کا انکشاف اسی لئے  
نہیں کر سکتے کہ وہ خود بھی ان دھاندلیوں میں شریک تھے  
اور انہیں ان کے وزیر نے شادمان کالونی لاہور میں دس  
مرلے کا قیمتی پلاٹ بھی نہایت معمولی مواد فہرے پر دلایا تھا  
عبدالقیوم نے اپنے محکمے میں بے جا مداخلت کا ریکارڈ قائم  
کر دیا اور سرکاری ٹھیکوں سے لے کر افسروں کے تبادلے  
تک سب کچھ ان کی منظوری سے ہوتا رہا، اور اس منظوری  
کے عوض انہوں نے خوب دولت کمائی۔

سابق پنجاب کا میونسپل کورپوریشن کے بہت سے  
دوسرے وزراء مثلاً افتخار احمد قاری، جو دھڑکا  
ارشاد، طالب حسین، حفیظ کاردار، ایس  
ایم مسعود، (جو بعد میں وفاقی وزیر بنے)  
مختار اعوان، اور انور سہاں وغیرہ کے متعلق  
بھی ایسے ہی الزامات لگائے جاتے ہیں۔  
ان سب وزیروں نے اپنے اختیارات  
سے ناجائز فائدہ اٹھایا، انتظامی امور میں  
بے جا مداخلت کی مثالیں قائم کیں افسروں  
کو تنگ کیا اور ان سے غریب نوائی کام  
کروائے، جن افسروں نے ہچکچاہٹ یا  
انکار کیا، انہیں معطل یا سبکدوش کر دیا  
کہا جاتا ہے کہ مختار اعوان، اپنی زرخیز  
وزارت "سٹیلڈنٹ" کے درلیے راتوں  
رات امیر ہو گئے، انور سہاں، پی  
ڈبلیو ڈی کے ٹھیکوں اور پراجیکٹوں میں  
گھسٹ کر رہے جو دھڑکا، محکمہ  
صحت کے طفیل اپنی اور اپنے خاندان کی

ڈپٹی کمشنر کے ذریعے اس بات کی دھمکی دی گئی کہ وہ خاموشی اختیار کرے، ورنہ انہیں بند کر دیا جائے گا۔ انہوں نے اپنے پرائیویٹ سیکرٹری کے ذریعے مقامی لوگوں کو ڈوئی سائیل پانچ پانچ ہزار روپے اور میڈیکل بس داغے کا نوٹہ دو دو ہزار روپے تک فروخت کیا۔

(روزنامہ آغاز)

بلوچستان میں تعلیم عام نہیں اور لوگ عام طور پر جاہل ہیں، اس لیے وہالے دہان "گوشن" کرنا اور بھی آسان ہو جاتا ہے، چنانچہ بلوچستان کے سابق وزیر اعلیٰ، اکبر بختی سے لے کر جام غلام قادر تک سب بدعنوانیاں کیں، خاص طور پر محمد نیازی ٹھیکوں اور لیزروں کے سلسلے میں بے پناہ دھاندلیوں کا ارتکاب کیا گیا، ان دھاندلیوں کے نتیجے میں یہ لوگ کمزوروں کے اثاثوں کے مالک بن گئے۔

سابق مرکزی وزیر برائے سائنس و ٹیکنالوجی، سعید الرشید عباسی کے بارے میں بھی سنگین دھاندلیوں اور بدعنوانیوں کا انکشاف ہوا ہے اخباروں کی اطلاع کے مطابق اپنے عزیز، اسلم عباسی کو کانٹنٹ ٹریڈنگ کا پوریشن میں ڈپٹی سرکل منیجر مقرر کرایا، حالانکہ وہ صرف میٹرک پاس ہے، ان کے پاس سیاحت کے امور کا شعبہ بھی تھا، اور اس حیثیت کی بنیاد پر ان کے قریبی عزیز اور دوستے دار سرکاری ہوٹلوں میں مفت قیام کرتے تھے۔

کراچی ریٹ بینکوں کے قرضے اپنے عزیزوں کو دلو اسے اور اس طرح خویش

پرووری میں شہرت حاصل کی۔

پہلے بارہی کے دور کے بڑے میاں خاں عبدالقیدم خان نے بھی اپنے اختیارات کے غلط استعمال میں کوئی اخلاقی رکاوٹ محسوس نہ کی۔ ان کے پاس امور داخلہ کا حکم تھا اور وہ لوگوں کو ملک سے باہر جانے کے سلسلے میں این او سی جاری کرنے اور پاسپورٹ وغیرہ کے حکموں کے بھی اپنا رخ تھے۔ کہا جاتا ہے کہ انہوں نے پاسپورٹ کے حکم میں بے شمار بے ضابطگیاں کیں، انہوں نے ایسے ایسے لوگوں کو پاسپورٹ انصر بنا دیا جو پہلے کلرک تھے پاسپورٹ کا حکم جب تک خان صاحب کے پاس رہا۔ دھاندلیوں اور رشوت ستانیوں میں مشہور رہا۔ کسی شخص کا پاسپورٹ اس وقت نہیں بن سکا تھا جب تک رشوت کی ایک معقول رقم متعلقہ اہل کار وصول نہ کر لیتا تھا۔

بھٹی کے "خاندانی وکیل" اور سابق اٹارنی جنرل، بھٹی بختیار کے بارے میں اخبارات میں اس نوعیت کی خبریں شائع ہو چکی ہیں کہ ان پر بھٹی کی خصوصی نظر عتقا تھی۔ انہیں مرکزی حکومت میں وفاقی وزیر کے مساوی مقام و مرتبہ اور دیگر مراعات حاصل تھیں کہتے ہیں کہ انہوں نے روزنامہ سیاست لاہور ۱۲ دسمبر ۷۷ء کو کیطابق تیسری جیورسٹ کانفرنس میں تقریراتیں لاکھ روپے کی رقم ہضم کر لی تھی، یہ رقم اس کانفرنس پر ہونے والے سرکاری اخراجات میں سے نیکر رہی تھی۔ لیکن اسے واپس خزانے میں جمع نہیں کرایا گیا تھا

جیکلی بختیار نے مارچ کے انتخابات میں اپنے حلقہ انتخاب میں دھاندلیوں کا ارتکاب بھی کیا تھا۔

لاہور کی گک زنی برادری سے تعلق رکھنے والے پستہ قد کاٹھ، لیکن تیز و طار زبان کے مالک ملک اختر عرف "پستول والے" بھی بھٹو کا مینہ میں وزیر باندیر کے مقام و منصب پر فائز تھے، اپنے عہد وزارت میں جب کوئی سائل ان کے پاس کسی کام سے جانا تو وہ کہا کرتے تھے کہ بھٹی اتنا کیا کم ہے کہ تم نے ایک دفاتی وزرے سے ملاقات کی ہے۔

ملک اختر، پیپلز پارٹی کے دور اقتدار میں فرعون بن گئے تھے، انہوں نے اپنی حیثیت کا غلط فائدہ اٹھاتے ہوئے صرف اپنی ذات اور اپنے نزدیکی و شہرت داروں کو فائدہ پہنچایا انھوں نے اپنے بلیوں اور اقربا کو اپنے عہدوں پر فائز کر دیا، یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ انہوں نے اپنی وزارت کے محکموں میں افسروں کو بہت پریشان کیا اور انہیں متعدد ناجائز احکامات پر عمل درآمد کے لئے مجبور کیا لوگ ملک اختر پر رشوت خواری، بلیک میل اور اسمگلنگ کا الزام بھی لگاتے ہیں، جب مارچ کے انتخابات کی مہم چلائی جا رہی تھی تو ان کے خلاف خود ان کی اپنی برادری میں اس قدر نفرت پائی جاتی تھی کہ ان کے "سنہری کارناموں" کے سلسلے میں ایک دلچسپ کتابچہ شائع شائع کیا گیا تھا کہ ایسے خائن اور لٹیروں کو دوش نہ دیئے جائیں۔

سابق دفاتی وزیر، حسین وٹہ پر

بھی متعدد دھاندلیوں کے ٹھوس الزام منہ جود ہیں، موصوف، ایوب خانی دور میں بھی وزیر تھے، وزارت کا چسکا شاید ان کی گتھی میں پڑا ہے۔ چوں کہ جو خواہند وزارت میں حاصل ہوتے ہیں وہ الیزبت میں کہاں، جناب السین وٹو، عوامی دوست ہیں اس وقت وزیر بنے جب بھٹو حکومت کا زوال ظاہر ہوا شہر درگاہ ہو گیا تھا ان کا دور وزارت مختصر رہا لیکن پھر بھی اس دور کی نعمتوں اور برکتوں میں انہوں نے بھی اپنا حصہ وصول کیا، ان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ انہوں نے بھی اقربا نوازی میں کوئی کسر نہ چھوڑی، اپنے لئے نیشنل بینک کے قرضے سے ایک کار خریدی اور یہ قرضہ ابھی تک واپس نہیں کیا سنا ہے کہ یہ قرض، جو بینک کے ضوابط کے سرسرخ خلاف تھا ادھر سے باؤ اور سفارش کی بناء پر انہیں ملا تھا۔

سابق اسپیکر قومی اسمبلی، فاروق علی خان کی حرص کی کہانیاں ملتان کے عوام کی زبان پر ہیں، انہیں یہ عظیم انسان عہدہ محض بھٹو کی چالیسویں کے صلے میں نصیب ہوا تھا، ورنہ ان کی عوامی مقبولیت کا اندازہ تو صرف اسی بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ مارچ کے انتخابات میں دھاندلیوں کی تمام تر کوشش کے باوجود وہ قومی اسمبلی کا انتخاب ہار گئے تھے۔

صاحب زادہ فاروق علی کا نام بھی اسی فہرست میں شامل ہے جنہوں نے نیشنل بینک کی اسلام آباد شاخ سے کار کے لئے "نا جائز" قرضہ حاصل کیا تھا۔



صوبہ سرحد سے تعلق رکھنے والے سابق وزیر عہد القادری گبول پر بھی اپنی سرکاری حیثیت سے تجاویز اور ناجائز فوائد حاصل کرنے کے الزامات لگائے جاتے ہیں۔ انہوں نے اپنے ذاتی استعمال کے واسطے جیب خریدنے کے لئے نیشنل بینک کی اسلام آباد شاخ سے چوں ہزار سے زائد رقم کا اور ڈرافٹ بھی حاصل کیا تھا جسے ابھی تک واپس بھیج نہیں کیا یا، عبدالستار اس سے پہلے سندھ کی صوبائی کابینہ میں شامل تھے، ان پر سندھ کے بعض علاقوں میں غنڈوں کی سرپرستی اور ناجائز ذرائع سے دولت کمائے الزامات عائد کئے جاتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ وزیر بننے سے پہلے وہ ایک معمولی حیثیت کے آدمی تھے، لیکن آج ان کے پاس پلاٹ، کار، جیب، بنگلہ، وسیع جائیداد اور نقد اثاثہ، غریبیکہ پیپلز پارٹی کا "سب کچھ ہے،

صوبہ سرحد کے سابق گورنر میجر جنرل نصر اللہ خاں بابر اور سابق وزیر یوسف خٹک پر بھی اقربا پروری، ناجائز دولت کے انبار جمع کرنے اور متعدد دھاندلیوں کے سنگین الزامات لگائے جاتے ہیں۔ میجر جنرل (ریٹائرڈ) نصر اللہ خاں بابر پر صوبہ سرحد سے افغانستان کی طرف غلہ اور خوراک کی اسمگلنگ کے الزامات قومی اخبارات میں چھپ چکے ہیں، یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ وہ عمارتی لکڑی کے ٹھیکہ اور پرمیٹوں میں گڑ بڑ کیا کرتے تھے۔

یوسف خٹک کو صوبہ سرحد کی انتہائی

نا پسندیدہ شخصیت شمار کیا جاتا ہے۔ موصوف نے ماضی میں اپنے محسن سے غداری کی اور غدار سے دوستی کے بدلے دولت، پرمیٹ اور جائیداد سمیٹی۔ جن دنوں وہ صوبہ سرحد کے وزیر تھے، انھوں نے ظلم، قتل و غارت، حتیٰ کہ لوگوں کے گھروں کی بے حرمتی سے بھی دریغ نہیں کیا۔ سب سے بڑھ کر ان پر پشاور پولیس کے مشہور اسکینڈل میں ملوث ہونے کا الزام ہے اس اسکینڈل میں صوبائی وزیر حنیف خاں، عبدالصمد اور مرمل شاہ رشتے ہاتھوں پکڑے گئے اور وائس چانسلر عبدالعلی کے ہاتھوں مار بھی کھائی تھی۔

دھاندلیوں، اقربا پروری، خویش نوازی، کرپشن، رشوت ستانی اور غبن کے الزامات صوبہ سرحد کے سابق وزیر اعلیٰ اقبال جہان اور نصر اللہ خاں خٹک پر بھی لگائے جاتے ہیں۔

دوسری بڑی پھیلیں میں پیپلز پارٹی سے تعلق رکھنے والے جن سابق وزیروں پر بے اندازہ دولت جمع کرنے، رشوت ستانی، اقربا پروری اور بدعنوانی کے الزامات عام طور پر عائد کئے جاتے ہیں، ہم ان کارناموں کے ذکر پر اکتفا کریں گے، ان کے خلاف سرکاری سطح پر تحقیقات شروع ہو چکی ہیں، ان انکوائریوں کے نتیجے میں ان مگر پھوں کے سیاہ کارنامے کھرتوت اور واقعات در دات منظر عام آسکیں گے۔

(۱۱) وفاقی وزیر برائے امور خارجہ عزیز احمد ان پر سفارت خالوں کے معاملات اور وزارت

۱۰:- محمد حنیف خاں۔ امیر کشمیر اور قبائلی علاقوں کے وفاقی وزیر رہے اقربا پروری اور کرپشن کے الزام میں موت کہے جاتے ہیں۔

۱۱:- ملک محمد جعفر۔ وفاقی وزیر مملکت و اقربا پروری میں شہرت پائی۔

۱۲:- میاں عطار اللہ وفاقی وزیر مملکت برائے ریلوے تھے اور ریلوے کے سکریٹری سے منافع حاصل کرنے کا الزام سر پر لے بیٹھے۔

۱۳:- چودھری جہانگیر علی، وفاقی وزیر برائے ہاؤسنگ و تعمیرات تھے۔ اپنے وزیر خزانہ محکوموں سے خوب فائدہ اٹھایا۔

۱۴:- ایس ایم مسعود۔ وفاقی وزیر برائے پارلیمانی امور تھے، پھر بھی اپنی اہمیت سے فائدہ اٹھانے میں کسی سے پیچھے نہ تھے۔

۱۵:- فاروق لغاری مختصر عرصے کے لئے وفاقی وزیر تھے اقربا پروری کرتے رہے۔

۱۶:- نیاز محمد زسان۔ سندھ سے تعلق رکھنے والے کم سن وفاقی وزیر برائے سائنس و ٹیکنالوجی۔ بدیع کبیس میں اپنی ہی بدکاریوں کے مناظر پر مشتمل ننگی فلمیں لیے پھرتے تھے۔ کرپشن میں نام پایا۔

۱۷:- طاہر محمد خاں۔ اطلاعات کے وفاقی وزیر تھے، ٹی وی آرٹسٹوں کو نوازنے میں کوثر نیاز سے پیچھے نہ تھے اقربا پروری اور غلط بخششوں میں مشہور ہوئے۔

۱۸:- ادیب محمد جہانگیر خاں۔ مختصر عرصے کے لئے ہاؤسنگ کے وفاقی وزیر تھے۔ لیکن پھر بھی موقع کو غنیمت سمجھتے ہوئے۔

خارجہ کے فنڈز میں گھپلوں اور ناجائز تقریروں کے الزامات ہیں۔

۱۹:- رانا محمد حنیف۔ وفاقی وزیر اول تا آخر تجارت، لوکل گورنمنٹ اور خزانہ کے محکوموں میں ناجائز مداخلت اور اقربا پروری اور بدعنوانیوں کے الزامات ہیں۔

۲۰:- غوث بخش بیسیانی، بلوچستان کے گورنر اور بعد میں وفاقی وزیر رہے۔ سنا ہے کہ انھوں نے بھی بہتی گنگا میں ہاتھ دھونے میں کوئی کمی نہ کی۔

۲۱:- رفیع رضا۔ مشیر سے وزیر تک انھوں نے ہاؤسنگ اور کرپشن کے کئی مرحلے طے کئے۔ بھٹو کے بہت قریب تھے۔

۲۲:- میر افضل خاں۔ پانی، بجلی اور متعلقہ امور کی وزارت کے وزیر رہے واپڈا کی دولت اور اختیارات سے انھوں نے بھی فیض اٹھایا۔

۲۳:- حفیظ اللہ چیمہ۔ نہایت تیز و زور اعلیٰ تھے اور اپنی اہم وزارت میں روپے پیسے کی بہنے والی نہروں میں وہ بھی غسل فرماتے رہے۔

۲۴:- سید قاسم علی شاہ۔ وفاقی وزیر تھے اقربا پروری میں شہرت حاصل کی۔

۲۵:- تاج محمد خاں جمالی۔ بلوچستان سے تعلق رکھتے ہیں، وفاقی وزیر ہونے کی حیثیت سے اپنے قبیلے اور دوستوں کا بہت خیال رکھتے تھے۔

۲۶:- ناصر علی شاہ رضوی۔ وفاقی وزیر تھے پارٹی کے سلسلے میں خفیہ فنڈز سے دس ہزار اور انٹیلی جنس بیورو کے فنڈز سے دو لاکھ دس ہزار روپے کی خطیر رقم وصول کی۔

خوب کام دکھائے۔  
۱۹۔: لڑکیاں خان لون، ثقافت وغیرہ  
وفاقی وزیر تھے، اور ثقافت کی حوصلہ  
افزائی میں کسی ترقی پسند سوشلسٹ سے  
بچھے نہ تھے، اقربا لڑائی اور خولش پروری  
میں بہت نام پیدا کیا۔  
ان بھاری بھر کم شخصیات کے علاوہ

مخدوم حمید الدین (وفاقی وزیر) مخدوم  
محمد امین (وزیر مملکت) مسٹر حبیب اللہ چیمبر  
سبڈٹ، کمال ظفر (صوبائی وزیر سندھ) مسز  
اشرف عباسی (ڈپٹی سپیکر قومی اسمبلی) شیخ  
رفیق (سپیکر صوبائی اسمبلی پنجاب) بدیع الحسن  
(وزیر سندھ) اور بعض دیگر سرکردہ شخصیات  
نے بھی بہت ہی لنگائیں خوب ہاتھ دھوپ دھوئے۔

## چیلنج اور چمکادڑیں

کسی خاص فرد پر ناجائز الزام تراشی مقصود نہیں یہ ایک حقیقت ہے کہ سپلز پارٹی کا شاید کوئی رکن  
ایسا ہو جو ایسے دامن کی صفائی دے سکے۔ اب تک ہم نے اس پارٹی کے چیمبر میں اور وزیروں کی چوری کا  
ذکر کیا ہے، لیکن کیا اس پارٹی کے وزیر ہی حقیقت میں کرپٹ اور بدعنوان تھے۔ دوسرے لوگ خاص  
طور پر ارکان اسمبلی بری الذمہ اور معصوم تھے؟ نہیں۔ بات یہ ہے کہ سپلز پارٹی کے حامیوں میں تمام لوگ  
ہی ننگے تھے کسی ایم پی اے یا ایم این اے کے بائے میں یہ کہنا بہت دشوار ہے کہ اس نے سپلز پارٹی  
کے تعلق کا کوئی فائدہ نہیں اٹھایا۔ حال ہی میں سپریم کورٹ کے سامنے نصرت بھٹو کیس میں جناب  
اے کے بروہی نے وکیل سرکاری کی حیثیت سے بھٹو اور اس کے ساتھیوں کی مبینہ بدعنوانیوں  
کے بارے میں دستاویزی ثبوت پیش کئے تھے۔ ایک فہرست میں ایسے لوگوں کے نام تھے جنہوں  
نے پرائم منسٹر سیکرٹریٹ فنڈز اور بیورو آف اینٹیلی جنس فنڈ سے خطیر رقم قومی مقاصد کی بجائے ذاتی  
اور جماعتی مقاصد کے لئے وصول کی تھیں ایک دوسری فہرست میں ان لوگوں کے نام دیئے گئے ہیں  
جنہوں نے برائے نام ڈیپازٹ کے سہارے محض سرکاری حیثیت کے ناجائز استعمال سے بھاری رقم  
قرضے اور اور ڈرافٹ کی شکل میں کارڈوں اور چیلپوں کی خریداری کے لئے حاصل کی تھیں۔ یہ قرضے بھی  
تک پوری طرح واپس نہیں کئے گئے۔ ہم اس فہرست میں شامل بعض ایم این اے اور سینئر حضرات  
کے نام درج کر رہے ہیں۔

نام رکن اسمبلی : اوور ڈرافٹ کی رقم | نام رکن اسمبلی : اوور ڈرافٹ کی رقم

۲۲۸۲۸/۰	حضرت بخش	۲۰۸۵۶۰۰/۰	ملک محمد صادق
۷۱۲۴۰/۰	میاں احسان الحق	۲۲۸۲۸/۰	میر منظور حسین سمر
۷۱۲۴۰/۰	رانانا ج احمد زون	۲۰۸۵۶/۰	حکیم علی زرداری
۷۱۲۴۰/۰	چودھری منظور حسین	۸۱۷۱۲/۰	غلام رسول جولانی
۶۱۲۶۰/۰	میاں شہادت خاں	۲۲۸۹۱/۰	ملک سکندر خاں
۶۱۲۶۰/۰	شیر محمد خاں	۲۰۸۵۶/۰	میر درد یا خاں کھوسہ
۳۳۰۶۰/۰	کر نل حبیب اللہ	۲۲۸۹۱/۰	علی حسن منگی
۵۵۶۵۰/۰	میاں مسعود احمد	۲۰۸۵۶/۰	پیر عسید القادر شاہ
۵۴۲۸۰/۰	احسان الحق	۲۰۸۵۶/۰	مسٹر اشرف عباسی
۲۸۰۶۰/۰	غلام حسین	۲۰۸۵۶/۰	سید عباس حسین گردیزی
۵۵۶۵۰/۰	صاحبزادہ فاروق علی	۲۰۸۵۶/۰	عبد الحمید مین
۶۱۲۶۰/۰	خواجہ غلام سلیمان	۲۰۸۵۶/۰	سید منظور حسین شاہ
۷۱۶۶۰/۰	ذوالفقار علی شاہ	۲۰۸۵۶/۰	قمر الزماں شاہ
۷۱۲۴۰/۰	محمد نذیر سلطان	۲۰۸۵۶/۰	سید قربان علی شاہ
۳۳۰۶۰/۰	پیر صفی الدین	۲۰۸۵۶/۰	سردار غلام محمد خاں
۳۳۰۶۰/۰	مسٹر سمیع عثمان فتح	۶۱۲۶۰/۰	محمد خاں چودھری
۳۳۰۶۰/۰	ظہیر الحق	۳۳۰۶۰/۰	بیگم نسیم جہاں
۳۳۰۶۰/۰	ملک محمد سلیمان	۳۳۰۶۰/۰	راؤ منظور شید علی خاں
۳۳۰۶۰/۰	نثار احمد پٹیل	۶۱۲۶۰/۰	محمد افضل رندھاوا
۳۳۰۶۰/۰	غلام حسین ڈھانڈہ	۶۱۲۶۰/۰	مسٹر نرگس نسیم
۳۶۳۹۵۰/۰	شیخ محمد خورشید	۷۱۲۴۰/۰	ساجد پدوہ میاں
۳۱۲۰۰/۰	سردار حبیب اللہ	۶۱۲۶۰/۰	سید رفیق محمد شاہ
۷۱۲۴۰/۰	میاں غلام عباس	۲۲۸۲۸/۰	گلاب خاں
۳۳۰۶۰/۰	مسٹر شیریں وہاب	۶۱۲۶۰/۰	نور محمد
۳۳۰۶۰/۰	محمد سردار خاں	۷۱۲۴۰/۰	نیامرت علی شنواری
۳۳۰۶۰/۰	چودھری محمد اسلم	۱۶۶۵۰۲/۰	غلام حمید
۷۱۲۴۰/۰	خان ارشاد خاں	۶۷۷۷۶/۰	میاں حامد حسین
۸۳۵۰۶/۰	رائے شہادت علی	۷۱۲۴۰/۰	ایم ہاشم خاں
۶۰۰۲۸/۰	نذر حسین کیانی	۵۵۶۵۰/۰	خیال سعید
۴۳۰۰۰/۰	ملک مشتاق احمد	۳۳۰۶۰/۰	محمد سلیمان سمید
۴۵۵۷۳/۰	حاجی اکبر خاں	۶۱۲۶۰/۰	عبد الواحد

پیلز پارٹی کے ان ایم این اے اور ایم پی اے حضرات نے ملک میں لوٹ مار کا محاذ کھول رکھا تھا ان کی مبینہ کرپشن کے واقعات اس قدر عام اور مشہور ہو گئے تھے کہ لفظ ایم پی اے چور اور ڈاکو کے مترادف سمجھا جانے لگا تھا۔ اور یہ حقیقت تھی کہ ان معزز اور اراکین اسمبلی نے لوٹ مار اور رشوت خوری کو ہی اپنے الیکشن کا مقصد سمجھ لیا تھا۔ وہ خود کو عوام کے سامنے جواب دہ تر محض سمجھتے ہی نہ تھے۔ اس حقیقت کی طرف تبلیغ اشارہ ایک مرکزی وزیر بات بیکار نے جو خیر سے عالم دین بھی کہلاتے ہیں، فیصل آباد میں اپنی ایک تقریر میں بدیں الفاظ کیا تھا کہ مسٹر بھٹو ایک درخت ہے اور ہم اس کی شاخیں ہیں، وہ سورج ہے اور ہم اس کی کرنیں ہیں۔ منج میں ایک صاحب نے اٹھ کر کہا "مسٹر بھٹو دیگ ہے اور آپ ایک چمچ ہیں۔"

جہاں ذہنیت یہ ہو کہ ہم عوام کے سامنے نہیں مسٹر بھٹو کے سامنے جواب دہ ہیں۔ وہاں ایسے ارکان اسمبلی خلق خدا کو نفع پہنچانے کے بجائے اپنی ذات اور اپنے عزیز و اقارب کو فیض یاب نہیں کریں گے۔ چنانچہ ان محترم اور معزز ارکان نے بالکل وہی کیا جو ایسے حالات میں ان سے متوقع تھا۔ انھوں نے دیکھ لیا کہ ضمنی انتخابات جیتنے نہیں جتائے جاتے ہیں۔ ان کے لئے عوامی نہیں، صرف بھٹو کی تائید کافی ہے چنانچہ ان کی تمام وفاداریاں اپنی یا بھٹو کی ذات کے لئے مخصوص ہو کر رہ گئی تھیں۔ انھوں نے پورے ساٹھ پانچ سال ملک کو لوٹ کر کدکال کر دیا۔ رشوت ستانی میں وہ راشنی اور بے ایمان افسروں کو مات کر گئے۔

ان کے پاس اسلحہ کے لائسنس الٹیور کرنے کے اختیارات تھے اس اختیار کو انھوں نے اس طرح استعمال کیا کہ لی لائسنس پانچ پانچ سو روپے

رشوت ایک معمول بن گیا۔  
راشش ڈپو ان کے اور ان کے رشتہ داروں کے نام الاٹ ہونے لگے۔

کئی ایم پی اے اور ایم این حضرات نے اپنی سیاسی حیثیت سے ناجائز فائدہ حاصل کر لیا ہوئے اپنے سیاسی مخالفین کے خلاف بھوتے مقدما بنوائے، انھیں گرفتار کروایا۔ ان کی عورتوں کی بے عزتی کی۔ ان کی زمینیں اور جائیدادیں زبردستی چھین لیں۔

انھوں نے چاول سمیٹ، آٹے اور دیگر اشیاء کی سیلابی اور نقل و حرکت کے پلاٹ لئے اور لیگر آگے منافع پر بیچ دیئے۔

پلاٹ معمولی قیمت پر حاصل کئے اور آگے مارکیٹ کی قیمت پر لاکھوں روپے کے نفع پر فروخت کر دیئے۔

گاڑیوں اور ٹریکٹروں کے برآمد حاصل کئے اور آگے زبردست منافع کے ساتھ بیچ دیئے بمبیر پال اسکیم کے تحت سبھاوی قرض لیے اور مضحک کر گئے۔

بنکیوں سے جعلی ناموں پر اپنی ذاتی سفارش سے قرضے لیے اور ڈکار گئے اب بنک انھیں ڈھونڈتے ہیں۔ تو جعلی ناموں کا کہیں سراغ ہی نہیں ملتا۔

زرعی قرض لئے اور کھاپی گئے۔  
ٹھیکے حاصل کئے اور ایڈوانس پے منٹ لے کر کام ادھورا چھوڑ دیا۔

افسروں کے متادلوں کے سلسلے میں ان کے رشتہ دار بن کر سفارشیں لیں اور رشوت میں ہزاروں روپے کمائے۔

سرکاری ریسٹ ہاؤس ان کی عیاشیوں کے اڈے بن گئے۔

انٹرکان قسم کے تھے ہوٹلوں میں ان کے لئے کمرے بہت وقت تک رہتے تھے۔ عام طور پر سمجھا جاتا تھا کہ کسی کو کوئی کام کرانا ہو تو وہ کام کتنا ہی جائز کیوں نہ ہو، اس وقت تک نہیں ہو سکتا تھا کہ جب تک کسی ایم پی اے ایم این اے کا دامن نہ پکڑا جائے۔

اسمبلیوں کی سیرجیوں پر سناہ شیروں کے غول منتظر رہتے تھے، ہر سفاکش کی ایک قیمت مقرر تھی پیپلز پارٹی کے ایم پی اے ایم این اے حضرات کی بدعنوانیوں کی داستانیں بے شمار ہیں اور ہر داستان کسی دوسری داستان سے کم دلچسپ اور غیر متوجہ نہیں۔ ہم یہاں محض چند مثالوں پر اکتفا کریں گے۔

سابق ایم پی اے (پنجاب) سیہ منیر احمد کے بارے میں اخبارات کی اطلاعات سے معلوم ہوا ہے کہ انھوں نے ملتان میونسپل کارپوریشن میں اودھم مچا رکھا تھا۔ انھوں نے اپنی حیثیت سے ناجائز فائدے اٹھاتے ہوئے بلدیہ کے متعدد تعمیراتی ٹھیکے حاصل کیے اور سرکاری خزانے سے پیسے وصول کر کے ہضم کر گئے۔ مظفر گڑھ کے ایم پی اے ابراہیم بڑی نے بیشمار دھاندلیوں کے علاوہ اپنے ایک نانائٹ بیسے کو براہ راست مرکزی سیکرٹریٹ میں ڈپٹی سیکرٹری بنوایا۔

سابق ایم پی اے عبدالغنیہ ڈوگر نے اطلاعات کے مطابق اپنے علاقے میں دس مرچ زرعی اراضی تاجاڑ طور پر حاصل کر لی اور وہاں پر قابض مزارعین اور کسانوں کو مار بھگایا کہ وہ اراضی اپنے رشتہ داروں میں بانٹ دی، حالانکہ اس اراضی کی الاٹمنٹ کسی بھی اصول کی رو سے ان کے عزیزوں کا کوئی حق نہ تھا۔ سینیٹر قمر الزماں نے سندھ میں مخالفین کی زرعی اراضی کے وسیع رقبوں پر ناجائز قبضہ کر لیا۔ ان سے بہت سی دیگر دھاندلیوں بھی منسوب کی جاتی ہیں۔

اپنے عزیزوں کو انھوں نے بڑے بڑے عہدوں پر لگایا اور ناجائز ذرائع سے خوب دولت کمائی تو سپریم کورٹ کی عیاشی کی داستانیں بھی زبان زد خلالتی ہیں۔

بہت سے ایم این اے اور ایم پی اے حضرات اپنے حلقوں میں پیپلز ورکس پروگرام کے قطعی چیرمین تھے۔ اور حکومت نے ان کے اختیار میں پیپلز ورکس پروگرام کے متعدد منصوبوں (جن میں آب سانی، سڑکیں، پل اور تعلیم بالغان شامل تھے) پر عمل درآمد کے سلسلے میں لاکھوں روپے کے بجٹ دے رکھے تھے لیکن ان معزز اراکین نے ان منصوبوں پر اس طرح عمل کیا کہ ٹھیکے اپنے عزیزوں کو عطا کر دیے اور سارا بجٹ خود ہضم کر گئے۔ اعداد و شمار میں جو ٹھیکہ دکھایا جاتا تھا، وہ صرف کاغذی منصوبے تھے۔ فی الحقیقت۔

بہت کم منصوبوں پر عمل درآمد ہو سکا اندازہ ہے کہ اس ہیر پھیر میں کم از کم کروڑوں روپے خرچ ہو گئے صرف چھ منصوبوں کے سلسلے میں پنجاب کے معزز اراکین اسمبلی نے دو کروڑ روپے کے سرکاری فنڈز ہضم کر لیے۔ تعلیم بالغان کے سلسلے میں وسیع پیمانے پر دھاندلیاں

کی گئی تھیں جن دلوں پر پروگرام شروع کیا گیا تھا ہمیں پتا چلا کہ تعلیم بالغان کے مراکز کے بجٹ اور اس سلسلے میں اساتذہ کی بھرتی ایم پی اے ایم این اے حضرات کے اختیارات میں دیدی گئی تھی معزز۔ ارکان کروڑوں روپے کے اس قومی منصوبے پر بھوک چیلوں کی طرح چھپتے۔ ہم نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ ایک ایم پی اے مکمل طور پر جاہل یا اندر دیرک نوجوان ریکروٹنگ کمپنی کے سامنے پیش کرنے گیا اور کمپنی نے انھیں ان پر بھالوں کو بڑھانے کے لئے متعدد ایم اے اور بی اے کے نوجوانوں کو چھوڑ کر منتخب کیا۔

ان مکمل طور پر غیر تربیت یافتہ اور نرسٹرک نوجوانوں نے تعلیم بالغان کے سلسلے میں جو کارنامے دیے



گئے ہوں گے، ان کا فقط تصور ہی طبیعت پر کونا گوار  
نہ رہتا ہے۔

سچی بات یہ ہے کہ جاہلوں کو پڑھانے والے ان جا  
اساتذہ نے آج تک کسی ایک بالغ دیہاتی یا شہری کو  
بھی پڑھنے کے قابل نہیں بنایا۔

دوسری طرف ہزاروں ایسے کام چور اور جاہل  
اساتذہ مفت میں ہر ماہ ڈیڑھ دو سو کے الاؤنس اور  
دیگر مراعات سے بہرہ مند ہوتے رہے، تعلیم بالغان کے  
مرکز میں قضا کی کمی کام نہ ہوتا تھا یا ان کے حاضری  
کے رجب سب جعلی ہوتے تھے۔ خود ان کے بالاکو بھی  
اس جعل سازی کی حقیقت معلوم تھی، لیکن وہ کچھ نہ  
کر سکتے تھے، کیونکہ یہ تمام جعلی اساتذہ کسی ایم بی اے  
یا ایم این اے کے رشتہ دار ہوتے تھے، اور انہیں۔  
پھیرنے کا مطلب ملازمت سے ہاتھ دھونا تھا۔

سیلاب زدہ لوگوں کے لئے امدادی سامان اور  
غریب لوگوں کے لئے مکان بنانے کے لئے پانچ چھ ہزار  
روپے فی کس قرضے کے سلسلے میں بھی ان معزز ارکان  
اسمبلی نے اسی منہ مندی کا مظاہرہ کیا جیسے وہ تعلیم بالغان  
اور بھٹی پال سکیم کے معاملے میں بری کامیابی کے ساتھ  
استعمال کر چکے تھے۔ بیشتر سیلابی امداد جس میں گرم  
کپڑے، لباس، سامان خور و نوش بھی اور جھوک دودھ  
وغیرہ شامل تھا ضلعی سطح پر ان غریب ارکان اسمبلی  
کے درمیان ہی تقسیم ہو گیا۔ نئے مکانوں کی تعمیرات  
اور مرمت کے سلسلے میں لینے والے بیشتر قرضے بھی  
جعلی اور فرضی ناموں پر انہی ایم پی اے اور ایم این  
اے حضرات ان کے رشتہ داروں اور دوستوں نے  
تنگل لئے۔ غریب لوگ ویسے کے ویسے منہ دیکھتے  
ہی رہ گئے۔

یہ ایک دل خراش حقیقت ہے کہ ۱۹۷۳ء کے  
سیلاب میں لاکھوں خاندان بے گھر ہو گئے۔ لیکن  
جیسے ہی سیلاب کا پانی اترا، سردی کا موسم شروع

ہو گیا۔ ایک طرف پنجاب کے لاکھوں دیہاتی باشندے  
سخت سردی میں مکانوں سے محروم و خطوں کے  
پینچے بوسیدہ گدے اور ٹاٹ بچھا کر زندگی کے ساتھ  
جدوجہد کرنے میں مصروف تھے۔ دوسری طرف  
بھٹیہ حکومت کے گماشتے اپنے محل نگاہروں میں  
مڈل الیٹ اور یورپ سے کرداروں روپے کی امداد  
سے بھی کے چراغ جلاتے تھے۔ سیلابی امداد میں آنے  
والے گھٹی کے ڈبے آج بھی بازار میں پھرتے روپے پار  
کلوگرام کے حساب سے فروخت ہو رہے ہیں۔ لیکن  
بڑا اکل مکا بچھہ ہمارے غریب اور سیلاب زدہ عوام  
تک بھی نہ پہنچ سکا شاید وہ اس بیرونی امداد کے تحت  
بھی نہ تھے۔

کچھ ایسی ہی صورت حال ٹوبہ دیل لگا کے  
میں حکومت کی مفت امداد کے سلسلے میں ہمیں  
دکھائی دیتی تھی۔ اسکیم خوش نما تھی۔ مقصد یہ تھا  
درمیانے طبقے سے تعلق رکھنے والے کسان جو اتنے  
متمول اور سرمایہ دار نہیں تھے کہ خود ایک میٹر  
ویل قائم کر سکیں، حکومت کی پانچ چھ ہزار کی مفت  
جائداد اور کچھ اپنے پلے سے ڈال کر ٹوبہ دیل لگا  
تصدیق مقامی اہل کاروں کو کرنی تھی، لیکن ہوا  
کہ نصف نصف پر سودا طے ہو گیا، یہ امداد یوٹیل  
کی طرح غیر مستحق لوگوں میں معزز ارکان اسمبلی  
سفارشوں سے تقسیم ہو گئی۔ زیادہ تر امدادی رقم  
انہی ارکان یا ان کے رشتہ داروں اور دوستوں  
نے دوسرے لوگوں کے نصف شدہ ٹوبہ دیل وک  
کر ہڑپ کر لی۔

ان ارکان اسمبلی کے کردار پر کہاں تک بچہ  
کی جائے۔ وہاں تو ہمہ خانہ آفتاب والی بات تھی  
یا لوگوں کے ہاں لائسنس، پرمٹوں کا بھاد مہ  
تھا۔ کوئی سائل خالی ہاتھ واپس نہیں جاتا تھا۔ مگر  
یہ تھی کہ اس کے پاس روپیہ ہو یا کوئی خوب صورت

چرو عیاظی اور یہ عنوانی کی انتہا ہو گئی تھی۔ جھوٹ اور فریب سکرا سچ الوقت ٹھہرا۔

ایم بی اے اور ایم این اے حضرات کی دیکھا دیکھی پیپلز پارٹی کے عام رکن بھی "صل من غریب" کانٹہ ستانگانے لگے، ان لوگوں کی کارستانیوں کی شہادہ استان کا ہر شہری دے سکتا ہے زیادہ تر ڈپلہ اور سرکاری محکمے کے ٹھیکے انہی غریب کارکنوں کو ملے۔ یہ لوگ چور بھی تھے اور دس گیر بھی ان میں سے بیشتر مقامی تھانوں کے بدنام سٹری شیٹر تھے، ان لوگوں نے سٹریٹوں پر عرصہ حیات پہلے ہی تنگ روکھا تھا۔ اب بالکل ہی دلیر ہو گئے۔ ان میں طاقتور جید بٹ ایسے افراد بھی شامل تھے جنہوں نے لاکھوں روپے ناجائز طریقے سے کمائے جو سرآباد کے ورکر نثار احمد امیر نے ستر لاکھ روپے مالیت کا ۲۲- پکڑ زرمعی رقبہ صرف دو لاکھ روپے میں الاٹ کرالیا۔ اس طرح کی ناجائز الاٹمنٹوں، پرمٹوں اور لوٹوں کے سلسلے میں بے شمار پارٹی ورکروں کے اسم لیے جاسکتے ہیں۔ دراصل ملک کے تمام وسائل پکڑ پارٹی کے لئے وقف ہو کر رہ گئے تھے۔

پیپلز پارٹی کو اس طرح پاؤں پھیلانے دیکھ کر افسر شاہی کس طرح خاموش اور قانع رہ سکتی تھی۔ جتنا پیچیدہ بہت سے افسروں نے ہوا کا رخ دیکھ کر پیپلز پارٹی کو اپنا مسجود و مقصود ٹھہرا لیا اور پھر جو س کی پناہ میں لوٹ مار شروع کی تو خود پیپلز پارٹی نے بعض انتہائی چالاک کارکنوں سے بھی ہانڈی لے گئے۔ ان افسروں نے اپنے سفر کا آغاز جابلوسی و رشاد سے کیا اور انتہائی گریڈوں میں ترقی کے نام میں اضافے اور اپنے لئے ناجائز دولت اندازی پر مبنی۔ ایسے افسروں کی تعداد بے شمار ہے لیکن ہم صرف چند بڑی مچلیوں کا ذکر کریں گے۔ سب سے اہم غالباً ڈاکٹر نصرت تھے۔

ان کی بھٹی کے ساتھ دوستی مشہور تھی۔ وہ بھٹی کے ذاتی معالج بھی تھے بعض خبروں سے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ انھوں نے بھٹی کی ختنہ بھی اس وقت کیا تھا جب وہ وزیر خارجہ تھے۔ بہر حال یہ ایک حقیقت ہے کہ نصرت کی بھٹی کی نجی زندگی میں بہت کچھ دخل تھا اور اس دخل کا انھوں نے اس طرح فائدہ اٹھایا کہ ڈریگ ایکٹ ۱۹۷۶ء کے منظور کردہ ایڈا اور اس طرح ملک میں جعلی دو اسار کمپنیوں کی بھٹی کے حسنا سے لائسنس دلو کر ملک کو مجموعی طور پر دس کروڑ روپے کا نقصان پہنچایا۔ نصرت شیخ سرگز میں ڈائریکٹر جنرل ٹیلیفون تھے۔ ایک اخباری اطلاع کے مطابق انھوں نے مبینہ طور پر دو دن ان ساز اداروں اور متعدد دو ڈاکٹر وٹوں سے ناجائز طور پر کئی کروڑ روپے کی رشوت وصول کی۔ علاوہ ازیں وہیں انھوں نے ایک شخص کے ہاتھ ڈیڑھ کروڑ روپے پیش کر دیے۔ فروخت کی جسے نشہ کے حادی لوگ ہاتھوں ہاتھ لیتے ہیں۔

بھٹی کے آبائی ضلع لاڑکانہ کے ڈپٹی کمشنر خالد احمد بھی بہت باختیار افسر سمجھے جاتے تھے۔ ان کے بارے میں اطلاعات شائع ہوئی ہیں کہ انھوں نے سندھ کے زرگان کی امداد کے سلسلے میں ایک کروڑ روپے کا غبن کیا۔ علاوہ دو ایمرکنڈیشنز ایک کارجن کی کل مالیت ۶ لاکھ روپے تھی خرید و کر لی۔

سیاحت کارپوریشن کے چیئرمین آغا یاض سابق سیکرٹری داخلہ سندھ محمد خاں کے بارے میں ہم پہلے بھی ذکر کر چکے ہیں۔ ایف ایس ایف کے بعض افسران جن میں ڈائریکٹر محمد عباس، ڈائریکٹر جنرل مسجود محمد، چیف سیکرٹری آفیسر سعید احمد خاں، بھٹی کے پرائیویٹ سیکرٹری ڈاکٹر رشید، صدر پنجاب کے سابق چیف سیکرٹری بریجی، بریٹنظر احمد اور سب سے بڑھ کر سابق سکرٹری اسٹیٹمنٹ

ارکان، خصوصاً ان کے وزراء کے کھیلوں پر سے ہارنے پر کاٹے، لیکن کیا یہ سب لوگ محض ایک اتفاق سے، چوری اور بد عنوانی کے نیکے اتفاق سے اکٹھے ہو گئے تھے جو اب یہ ہے کہ انھیں اکٹھا کیا گیا تھا۔ جس طرح سے ڈاکو اور ٹھکوں کا سردار اپنے ارد گرد چوروں کی جماعت اکٹھی کیا کرتے ہیں۔ اس طرح اسے دو فائدہ حاصل ہوتے ہیں۔ چوروں کے تعاون سے اس کی اپنی دولت میں اضافہ ہوتا ہے، اگر فتاری کا خطرہ مجموعی طاقت سے زیادہ ہونے کی بنا پر کم ہونے لگتا ہے۔

بھٹو نے ملک کو بڑی بے دردی سے لٹا، اقربا زاری میں وہ کسی سے پیچھے نہیں رہا۔ انھوں نے اپنے بہنہ فی اور سندھ میں الہلال کنسرکشن کمپنی کے کرتادھرتا نسیم الاسلام کو ساٹھ ہزار ٹن سمیٹ کی فراہمی پر خصوصی پروٹ عطا کیا جس کا کوئی ریکارڈ نہ رکھا گیا۔ اس طرح ان کے بہنہ فی نے لاکھوں روپے کما لیے علاوہ ازیں سمیٹ کی بلیک مارکیٹ سے بھی نسیم الاسلام نے کافی پیسہ کمایا۔ بھٹو کی ایک بہن ہے جو کہ راجی میں رہتی ہے اپنی اس بہن (اختر بیگم) کو انھوں نے راجی کی فیشن ایبل کالونی میں تین قیمتی پلاٹ دلوائے۔ یہ پلاٹ کے ڈی لے کے تمام قواعد و ضوابط کو مکمل طور پر نظر انداز کر کے دیے گئے تھے اور اختر بیگم نے اس سودے میں خوب دولت کمائی۔

بھٹو کے باپے میں مزید یہ انکشاف بھی ہوا ہے کہ انھوں نے ایک شخص کی جو عیسیٰ خیل کا رہنے والا تھا، ریلوے سکرٹپ کے ٹھیکے کی درخواست پر لکھا۔ درخواست دہنہ میرے لے ڈی سی کا بھائی ہے، اسے ریلوے کالونیا دیے دیا جائے، چنانچہ اسے ایک ہزار ٹن سکرپ کی نیا پانچ سو روپے کے حساب سے دیا گیا، حالانکہ بازار میں تین ہزار پانچ سو روپے کی قیمت مقرر کی تھی، بعد میں اس

دقت اخراج کا شمار بیوروکریسی کے ان کارسے افسروں میں ہوتا ہے جنھوں نے اپنے ضمیر کو پس پشت ڈال کر صرف بھٹو کی چاہلیسی کو اپنا ایمان ٹھہرایا تھا اور ترقی کی متعدد منازل طے کر رہے تھے۔ ان افسروں نے پلاٹ حاصل کیے، بنگلے بنوائے، کادیں حاصل کیں۔ بنگلوں سے موٹے قرضے حاصل کیے۔ مفت میں زرعی اراضی الاٹ کروائی اور یہ تمام فوائد انھوں نے اس طرح حاصل کیے کہ انھوں نے بھٹو کی ذات کو اپنا رزق تصور کر لیا تھا، اور اس بھٹو نے رزق نے ان کے لئے رزق کے تمام دروازے کھول دیے تھے۔ متعدد افسروں کو راتوں رات زمین سے اٹھا کر آسمان تک پہنچا دیا گیا۔ بعض کو ہمرکابی کا شرف بخشا گیا۔ بعض کو سفیر بنا کر باہر بھیجا دیا گیا۔ صوبہ پنجاب میں سابق چیف سیکرٹری کے لئے علاوہ فضل کریم (ادالیں ڈی) بنی بخش بھٹی (پرائیویٹ سیکرٹری وزیر اعلیٰ) اور راجہ سلیم اختر (سیکرٹری وزیر اعلیٰ)۔ کافی طاقت و راسخے جاتے تھے۔ ان افسروں کے خلاف اقربا پروری اور ناجائز منفعت کے متعدد الزامات ہیں۔ محکمہ زراعت میں ڈاکٹر نسیم اور صادق قریشی سیاہ سفید کے مالک تھے۔ اور بھی متعدد افسر تھے جنھوں نے شاہ کج کلاہ کی جانب اپنا قبلہ راست کر کے اپنی اور اپنے عزیزوں کی دنیا سازی تھی۔ لیکن کہاں تک تفصیلات بیان کی جائیں۔ اس افسانے کا تذکرہ فی انجام ہی نہیں۔

## چوروں کا سردار

کتاب کے آغاز میں ہم نے "چوروں کے سردار" کے عنوان سے بھٹو کی بعض بد عنوانیوں کی مثالیں پیش کی تھیں۔ اس کے بعد ہم نے ان کی حکومت کے

اکثریت کو بھر بھی مہذب بنایا جاسکا، اس لئے یہ گوی  
انہیں بھر بھی نہ مل سکی

ان کے ایک ولایتی نسل کے کتے کا روزانہ کا خرچ  
پانچ سو روپے بتایا جاتا ہے۔ یہ کتا جولاڈکان میں بھٹی  
صاحب کی کوٹھی میں فروکش بنایا جاتا ہے اور کنڈیشن  
کمرے میں رہتا ہے اور درآمدی غذا اہل گزارا کرتا ہے  
بھٹی صاحب کے زمانے میں ملک ۴۳ لاکھ

روپے کا مقروض ہو گیا۔ دوسری طرف ان کی فضول  
خرچیوں کا یہ عالم تھا کہ ایک کتے کی غذا پورے روزانہ  
پانچ سو روپے خرچ کئے جاتے رہے بھٹی صاحب کی  
انتخابی مہم کے لئے ناکھوں روپے کے خرچ سے ایک خصوصی  
ایر کنڈیشنڈ ٹرین بھی تیار کی گئی تھی جس کا تذکرہ  
ہم پہلے کر چکے ہیں۔

بھٹی کی کہانی ایک نئے فرعون اور ایک نئے  
مشاد کی کہانی ہے اس کہانی میں حسرت اور عبرت  
کے کئی پہلو چھپے ہوئے ہیں جو فقط اہل نظر ہی دکھائی  
دے سکتے ہیں۔ سوال تو یہ ہے کہ بھٹی تو جاچکا ہے اور  
شاید اپنی سیاسی موت بھی ہمیشہ کے لئے سرچکا کیا  
ہوئے آئندہ کے سیاست دان اس فرعون اور مشاد  
کے انجام پر غور کریں گے، کیا وہ بھی بھٹی کی طرح اپنے  
اقتدار کے دائمی اور لافانی سمجھ لیں گے اور ناجائز دولت  
سمیٹنے میں مصروف ہو جائیں گے؟ اگر اس عبرت انگیز  
داستان کا تذکرہ بھر بھی ہو تو شاید پاکستان کا پورا  
ہمیشہ کے لئے خزاں رسیدہ ہو جائے۔ خدا نہ کرے  
ایسا دن ہمیں دیکھنا نصیب ہو!

یہ تمام الزامات جن کا ذکر اوپر بیان کیا گیا، ملکی  
اخبارات میں اسے اوزان میں سے بعض کے بارے میں حسابی  
کاروائی بھی ہو رہی ہے۔ ہو سکتا ہے ان میں سے بعض الزامات  
درست نہ ہوں یا ان میں مبالغہ ہو، اسکا صحیح فیصلہ عدلیہ کے  
اذا ہے ہی کر سکتے ہیں، البتہ ان الزامات کا دس فیصد بھی  
حقیقت پر مبنی ہو تو بیشتر مذاک اور افسوس ناک ہو گا۔

نے سیل آرڈر جاری کر کے آٹھ لاکھ روپے کا نفع کمایا  
اسی طرح بھٹی کے برائیتیں سیکرٹری کے ٹیلی فون پر  
افضل ٹریڈنگ کارپوریشن کو ریلوے سکرپ کا  
ٹھیکہ ملا جس کی تفصیل لاہور ہفت روزہ ”چنگاری“  
نے بیان کی ہے۔

بھٹی نے اپنے خادم خاص نوے (۹۰) روپے (نور محمد مغل)  
کو بہت سے روپے دیے تھے، اسے سینکڑوں ایکڑ  
ارضی، پلاٹ اور ناجائز دولت کے بے شمار رائج  
بھٹی صاحب نے عطا کئے اور وہ جو ایک معمولی لاکر  
تھا، چند دنوں میں کم و بیتی امیر بن گیا۔

اخبارات کی اطلاعات سے معلوم ہوا ہے،  
کہ بھٹی صاحب نے ایک ٹرسٹ کے فنڈز سے  
اپنی کراچی اور لاڈکانہ کی کوٹھلیوں کی آرائش اور  
مرمت کے لئے ایک شخص رکن دین کو ساٹھ لاکھ  
روپے کا ٹھیکہ دیا تھا۔ مسٹر رکن دین کا بھٹی صاحب  
سے بہت قریبی تعلق بتایا جاتا ہے۔

اخبارات کی خبروں سے معلوم ہوا ہے کہ انھوں  
نے سوات کے زلزلے (دسمبر ۶۷) کے سلسلے میں  
موصول ہونے والی غیر ملکی امداد میں سے کوئی اچھا  
کوڑ روپے ہضم کر لیے، کیوں کہ زلزلہ زدگان کو  
بالکل ہی کوئی امداد نہیں دی گئی۔

بھٹی کے بارے میں یہ بھی اکشتاف ہوا ہے کہ انھوں  
اسٹیٹ بینک سے مبینہ طور پر نوے کروڑ روپے قرض  
لئے اور ہضم کر گئے (موزنامہ سیاست ۲۲ نومبر  
۱۹۷۷ء)

بھٹی صاحب نے برطانیہ کی مشہور رینیرسٹی  
آکسفورڈ سے ڈاکٹریٹ کی اعزاز دی ڈگری کے  
حصول کے لئے ۱۹۷۵ء میں لندن کے سفارت خانہ  
کی وساطت سے کوئی تین کروڑ روپے کی رقم مبینہ  
طور پر یونیورسٹی کی متعلقہ ایوارڈ کمیٹی کے ارکان  
کو رشوت دینے کے لئے خرچ کی لیکن ممبروں کی

حسن احمد صدیقی

پہلی قسط

## جادو، بھار پھونک، تعویذ گندو کی غیر ملکی عالمانہ مخالفت کا جائزہ

اس کار دیکھا جائے۔ لیکن تجلی کے ایک کوم فرما کی خوشی و فرمائش کا احترام کرتے ہوئے ہم طوطا کو ہڈا اس موضوع پر قلم اٹھا رہے ہیں، اور اس مضمون کا رد کرنے کی ٹھان چکے ہیں جس کے نسوانی دلائل کسی بھی طور قابل التفات نہیں ہیں حق والوں کی کسی بات پر گرفت کرنے سے قبل ہم بطور تمہید یہ عرض کر دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ تعویذ گندوں کے نام پر جو مکرو فریب اور دھاندلی پورے معاشرے میں بکھری ہوئی ہے اس کے ہم بھی سخت مخالف ہیں تعویذ گندوں کی اونچی اونچی دکانیں اور لمبے بوتے کار و بار جو شہر در شہر گاؤں در گاؤں وجود میں آچکے ہیں اس سے ہم بھی بے گشتگی و بے زاری کا اظہار کرتے ہیں۔ اور ان حوام و خاص کا بھی ساتھ دینے کے لئے تیار نہیں کہ جو تعویذ گندوں کی ذلت کو غیر کے کچھ اس طرح اسیر ہو کر رہ گئے ہیں کہ جب قید

جی رہا باد سے شائع ہونے والے "ماہنامہ الحق" کی اشاعت، خاص ہمارے سامنے ہے اس میں جادو کو لے کر اور بے حقیقت ثابت کرنے کے ساتھ بھار پھونک اور تعویذ گندوں کی پر زور مخالفت کی گئی ہے۔ کسی بھی مسئلہ کی پر زور مخالفت فی نفسہ عجیب نہیں کہلا سکتی اگر وہ معروف طرز فکر اور معقول دلائل سے آراستہ ہو، لیکن اگر طرز فکر کے نام پر غبار سادہ لوحی اور دلائل کے نام پر تک بندلیوں کا جمع غنیمت کاغذ پر پھیر لگیا ہو تو پھر پر زور مخالفت تو درکنار معمولی درجہ کا اختلاف اور جھگڑا اس قابل نہیں ٹھہر سکتی کہ کوئی فہیم انسان اسے گوارہ کرے۔

ماہنامہ الحق والوں نے اپنے موقف کو صحیح ثابت کرنے کے لئے دلائل کا جو ڈھیر لگایا ہے وہ ریت کی دیوار سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا۔ اور وہ ہمارے نزدیک اس لائق بھی نہیں ہے کہ باقاعدگی کے ساتھ

کے سلسلے میں بھی امت نے توسط کی راہ چھوڑ کر افراط کا جو راستہ اختیار کیا ہے وہ ناجائز و بھی ہے اور مفرت رساں بھی ہے لیکن صرف تعویذ گنڈوں میں ..... افراط و تفریط ناجائز اور مفرت رساں نہیں بلکہ افراط و تفریط کا تلوث اور اعتدال و توسط سے بیزار ہی جہاں جہاں بھی ہے وہاں ذہان مفرت ہے ناجائز و دیت سے نقصانات ہیں۔

کچھ لوگ تبلیغ کے سلسلے میں افراط کا شکار ہیں کچھ تو سنگ عبادات کہنے میں اعتدال کی ڈگر سے ادھر ادھر ہو گئے ہیں۔ کچھ لوگ اور دوسرے معاملات میں افراط و تفریط کے زرخیز غلام بن کر رہ گئے ہیں۔ یہ سبھی لوگ اس قابل ہیں کہ انھیں ڈالنا جائے۔ اور انھیں افراط و تفریط کی خاردار راہوں سے واپس بلانے کی کوشش کی جائے تو اصل جرم افراط ہے نہ کہ تعویذ گنڈوں سے عقیدت رکھنا، اور جب اصل جرم افراط ٹھہرے تو پھر ماہنامہ الحق والے بھی اس جرم سے آبروی الذمہ قرار نہیں پاسکتے۔ اس لئے کہ انھوں نے تعویذ گنڈوں کی مخالفت میں افراط سے کام لیا ہے، اور افراط بہر حال افراط ہے خواہ وہ کسی امر کی موافقت میں ہو یا مخالفت میں۔

الحق کی اس اشاعت خاص میں پہلا مضمون محمود قیصر صاحب کی فہم کا دیوں کا نتیجہ ہے انھوں نے جادو پر تبرا کرتے ہوئے یہ بات ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ جادو کی سرے سے کوئی حقیقت ہی نہیں۔ اور اگر حقیقت ہے تو صرف اتنی ہے کہ دیکھنے والی آنکھیں متاثر اور متغیر ہو جاتی ہیں اور بس۔ مضمون کی ابتداء سطور میں انھوں نے تعویذ گنڈوں پر حملہ کرتے ہوئے یہ فرمایا ہے کہ چوں کہ تعویذ گنڈے حقائق سے گریز کا رجحان پیدا کرتے ہیں اور مصائب و نایب اور امراض و علل کا مردانہ

حیات سے نجات ملے گی تب ہی اس زلف گمہ گیر سے چھٹکارا حاصل ہو گا وہ نہ چھٹکا ہے کا کوئی سوال ہی نہیں۔ ایسے نام لوگوں کا حال یہ ہے کہ سر کے درد کو یہ ایڑی اثر کا نام دیتے ہیں۔ ٹانگ میں اگر موج آجائے تو یہ کچھ فکر لے یہ یقین کر بیٹھتے ہیں کہ کسی نے کچھ کر دیا ہے میاں بیوی کی تنگداری جہاں ذرا مطلق ہوئی تو یہ یقین کر لیا جاتا ہے کہ بوز ہو کسی نے تعویذ گنڈے دیئے ہیں۔ بالاتفاق دو چار روز جسم کے کسی حصہ میں درد ہو جائے تو پھر یہ تصور قائم و دائم ہو جاتا ہے کہ حضرت اسب جسم کے اندر حلول کر چکے ہیں۔ یہ سب باتیں یقیناً قابل گرفت ہیں لیکن ان خرافات کو آڑ بنا کر تعویذ گنڈوں کے پیچھے لائیں گے کہ دوڑ پڑنا دین و دانش سے کوئی تعلق نہیں رکھتا۔

کسی دنیا میں اگر ایسے دہی لوگ پیدا ہو جائیں جو طبیعت کے متوالی اضمحلال کے بڑا مرض خیال کر لیں۔ اور اسی طرح کی معمولی سستی اور تھکان کو عذرت عظیمہ سمجھ کر طبیعوں کا ناک میں دم کر دیں تو مزاج بدسی ان ہی دہمیوں کی ہونی چاہیے نہ کہ یہ سارا نزلہ علاج و تشخیص پر بہہ جائے، اور اطباء کے ظرافت نعرے بلند کئے جانے لگیں۔

دیکھا جائے تو اصل خرابی تعویذ گنڈوں میں نہیں بلکہ اس افراط میں ہے کہ تعویذ گنڈوں پر یقین رکھنے والے جس کا شکار ہو کر رہ گئے ہیں۔ اور سوچا جائے تو صرف ایک تعویذ گنڈوں کا معاملہ ہی ہے نہ کہ ایسا نہیں ہے کہ جہاں افراط کی گھنگھور گھٹائیں لہرا رہی ہوں۔ بلکہ اور بھی ہزاروں مسائل ہیں۔ کہ جن میں امت مسئلہ افراط و تفریط میں بڑی طرح ملوث ہے۔

اعتدال اور توسط کے میلن راستہ کہ جب بھی مسلمانوں نے ترک کیا ہے ماسٹرے میں فتنہ و فساد کی ریل پیل ہو کر رہی ہے تعویذ گنڈوں



ہے کہ فرعون کے ماہر جادو گردوں (سجادہ عظیم) کی مٹی وہ کہ شش حضرت موسیٰ کے مقابلہ میں سوائے اس کے کچھ نہ تھی کہ ان کی لاکھیاں اور رسیاں دوڑتے ہوئے ساپوں کی طرح نظر آنے لگی تھیں۔ اور جادو کے ماہرین کی جماعت حضرت موسیٰ کی کوئی نقصان نہ پہنچا سکی۔

جہاں تک نقصان نہ پہنچانے والی بات تھی اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اجماع موسیٰ کے سامنے جادو گردوں کی جادو گردی پہنچ ہو کہ وہ گئی۔ اور وہ موسیٰ کا بال بھی ہر گز نہ سکے۔ لیکن اس سے یہ نتیجہ اخذ کرنا کیسے درست ہو سکتا ہے کہ جادو اپنے اندر کوئی اثر نہیں رکھتا۔ بندہ حق کی ایک گز انسان کی جان لے لیتی ہے لیکن بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ انسان کا سینہ گولیوں سے پھلنی ہو جاتا ہے لیکن اس کے باوجود بھی اس کی موت واقع نہیں ہوتی۔ تو کیا اس سے یہ نتیجہ برآمد کیا جاسکتا ہے کہ کارہ تیس میں حقیقتاً کوئی اثر ہوتا ہی نہیں۔

ابراہیم علیہ السلام کو دھکتی ہوئی آگ میں پھنسا دیا گیا تھا۔ لیکن آگ ان کے جسم میں معمولی درجہ کی سوزش بھی پیدا نہ کر سکی، تو کیا اس واقعہ کو دلیل بنا کر یہ کہنا صحیح ہو گا کہ آگ میں جلانے کی تاثیر سرکے جسم ہی نہیں اور اگر ہوتی تو آگ کے بھڑکتے ہوئے شعلے ابراہیمؑ کو جلا کر راکھ کر دیتے۔ صحیح اور قرین عقیدہ بات یہ ہے کہ آگ ہو یا آن صی، کارہ تیس ہو یا جادو، ان میں سے کوئی بھی چیز خداوند عالم کی رضا کے بغیر کسی کو گزند پہنچا ہی نہیں سکتی۔ موسیٰ علیہ السلام کو جادو گردوں کی جماعت اگر کوئی نقصان نہ پہنچا سکتی تو اس کا سیدھا مناد و مطلب صرف یہ تھا کہ اللہ کی قدرت موسیٰ کا ساتھ دے رہی تھی۔ اور اللہ کی قدرت کے

مقابلہ کرنے سے روکتے ہیں لہذا ان کی قابحتوں کو واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ گویا کہ محمود صاحب یہ کہنا چاہتے ہیں کہ بیماریوں کا علاج دراصل ایک طرح کی بزدلی اور کم ہمتی ہے۔ بلند ہمتی اور مردانگی تو یہ ہے کہ اگر بخدا آئے تو آدمی اس سے کشتی لڑتا ہے اور اسے دفع دفع کرنے کے لئے علاج و معالجہ کی طرف مائل نہ ہو۔ یہ شوشہ بھڑکنے کے بعد انھوں نے سحر کو بے حقیقت اور بے اثر ثابت کرنے کے لئے آیات و روایات کے ساتھ کھلواڑ کیا ہے اب ذرا اسے بھی ملاحظہ فرمایا لیجئے۔

اولاً محمود قیصر صاحب نے قرآن حکیم کی یہ تین آیتیں پیش کی ہیں

(۱) قَالَ الْقَوَّامُ قُلْنَا  
الْقَوَّامُ وَآغْنِ  
النَّاسَ وَاسْتَسْر  
هَبُوا لَمْ وَجَاءُوا  
بِسِحْرِ عَظِيمِهِ

(۱۶ لاصراف)

موسیٰ نے کہا بلکہ تم ہی پہلے ڈالو پس یکا یک ان کی رسیاں اور لاکھیاں ان کے جادو سے موسیٰ کے خیال میں ایسی معلوم ہونے لگیں جیسے دوڑتی ہیں پس موسیٰ کے دل میں خوف پیدا ہوا۔

(۲) قَالَ بَلْ الْقَوَّامُ  
فَإِذَا جَبَّاهُمْ وَ  
عَصِيَّهُمْ يُخِيلُ  
مِنْ سِحْرِ دَمِهِ  
أَنَّهُمْ لَشَيْ

(۶۶ لہ)

(۳) فَإِذَا جَسَّ فِي  
نَفْسِهِ خَيْفَةً مَوْسَى

(۶۷ لہ)

ان آیات قرآنیہ کو نقل کرنے کے بعد محمود صاحب نے یوں گل فشانی کی ہے۔

سبق و سابق کے تحت ان آیات قرآنی پر غور کیا جائے تو یہ امر واضح ہو جاتا

اس "منہ مودہ" سے متفق ہو جاتا ہے تو اس کے لئے ضروری ہو گا کہ وہ اسلاف کی آرا اور تفاسیر کو دریا برد کر دے۔ اس لئے کہ ان کی موجودگی میں محمود صاحب کی رائے صحت مند کہلانے کی حقدار نہیں ہو سکتی۔

آئیے یہ بھی دیکھتے چلیں کہ قابل اعتماد مفسرین نے ان آیات کے ضمن میں کیا فرمایا ہے۔ اور سحر و نظر بندی کے سلسلے میں ان کی کیا رائے ہے۔ سورہ اعراف دانی آیت کے ضمن میں مولانا شبیر احمد عثمانی فرماتے ہیں کہ

ساحرین فرعون نے اس وقت جو شعبہ دکھلایا تھا، اس میں فی الواقع قلب ماہیت نہیں ہوا، بلکہ وہ محض تخنیل اور نظر بندی تھی اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ تمام اقسام سحر اسی میں منحصر ہوں شاید انھوں نے یہ گمان کیا ہو کہ ہم اتنی ہی سی کاروائی سے موسیٰ کو دبا لیں گے۔ اور کچھ گنجائش ملتی تو ممکن تھا کہ وہ اس سحر عظیم سے بڑا کوئی اور سحر عظیم دکھلاتے تو مگر اعجاز موسیٰ نے سحر کو پہلے ہی موردِ چرما یوس کن شکست دے دی آگے موقتہ ہی نہیں رہا کہ مزید مقابلہ جاری رکھا جاتا۔

(ترجمہ شیخ الہند)

اسی آیت کے ذیل میں مولانا اخرف علی تھانوی کا ارشاد گرامی یہ ہے کہ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ سحر کا منہ اتنا ہی ہے کہ نظر بندی ہو جاتی ہے بلکہ بعض انواع سحر سے تبدیل۔ حقیقت ممکن ہے۔ (بیان القرآن)

آگے نہ جادو کی کوئی حقیقت، نہ فرعون کے لالہ لشکر کی۔ ان آیات سے یہ استدلال کہ نا غلط در غلط ہو کہ جادو اپنے اندر کوئی تاثیر نہیں رکھتا۔ اور وہ ایک بے اثر اور بے حقیقت چیز ہے محمود صاحب نے یہ لکھ کر معاملہ دینے کی کوشش کی ہے کہ جادو کی موجودگی کی متوہ کہ شش بجز اس کے تھی ہی کیا نہ اچھی لکھا اور رسیاں موسیٰ کو اور تمام تارکین کید و پتے ہوئے سانپ محسوس ہوئے لگیں۔

محمود صاحب نے تو یہاں بلاوجہ خاموشی کی ذمہ داری ہے۔ قرآن تو خود ہی یہ کہہ رہا ہے کہ سحر و اٰغیٰ الشیطان یعنی ان جادوگروں نے لوگوں کی آنکھوں پر جادو کر دیا تھا۔ گریبا جادوگر صرف نظر بندی کی تھی۔ ممکن تھا کہ وہ اس کے بعد بھی کچھ حرکت کرتے اور موسیٰ علیہ السلام کو مرعوب و مغلوب کر دیتے مگر خداوند قدوس نے موسیٰ کی مدد کی اور جس نظر بندی سے انھوں نے لوگوں کو متاثر کرنا چاہا تھا۔ اسی نظر بندی کے ذریعہ انھیں سزا دینے لگا۔ اور وہ مزید حرکتیں کرنے سے باز آئے۔ حیرت ہے کہ محمود صاحب نے منقول بالا آیات سے یہ مطلب کیسے بچوڑ لیا کہ جادو کی حقیقت فقط اتنی ہے کہ وہ انسان کی آنکھوں کو فریب اور دھوکے میں مبتلا کر سکتا ہے، اپنے بچنے ہوئے اسی مطلب میں اور زیادہ تراوٹ پیدا کرنے کے ساتھ انھوں نے ذرا آگے چل کر ایک جگہ پھر یہ فرمایا ہے کہ

جادو کی حقیقت نظر بندی کے سوا کچھ اور نہیں جادو سے انسان کی صرف نظر متاثر ہوتی ہے۔

اور یہ ایسی بات ہے کہ کوئی بھی صاحب علم جس سے متفق نہیں ہو سکتا۔ اور اگر کوئی

صاحب روح المعانی کی رائے بھی ملاحظہ فرمائیے۔  
انہوں نے اسی آیت کے ضمن سحر کے موضوع پر  
کلام سرماتے ہوئے یہ تفصیل پیش کی ہے۔

واستدال بالآیۃ من قال کالمعتزلۃ ان السحر لا حقیقۃ لہ واندھاہو لجر د تخفیل و فیہ انہم ان ابادوا ان ما وقع فی القصۃ من السحر کان کذا الذی مسلمہ و لایۃ نذل علیہ وان ارادوا ان کحل سحر تخفیل - فہم نوع و الایۃ لا تدل علیہ .

والذی ذہب الیہ جمہور اہل السنۃ ان السحر اقسام وان منہ ما لا حقیقۃ لہ ومنہ ما لہ حقیقۃ (روح المعانی جلد ۹)

اس آیت کی تشریح میں اقوال تیار اور بھی ایسے نقل کئے جاسکتے ہیں جن سے دوا اور چارہ کی طرح جادو کی حقیقت کا اثبات ہو جاتا ہے۔ مگر

کیا فائدہ کا غد سیاہ کر لے سے۔ ہمارے خیال میں تین قابل اعتنا و تفسیروں کی رائے جاننے۔ بعد اس کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی کہ مزید تفصیل کی درجہ دانی کی جائے، تفسیر کشف، بیضا خازن وغیرہ تفاسیر میں سے کوئی تفسیر بھی ایسا نہیں ہے جس میں سحر کی حقیقت کا مذاق اڑایا گیا ہو۔ اور محمود قیصر صمدی کی طرح جادو کو بے اثر ثابت کرنے کے لئے حقائق سے روگردانی کی گئی ہو۔

ذرا آگے چل کر محمود صاحب نے موضوع سے متعلق تشریح ان کی چند آیات نقل کی ہیں۔ اور اس کے بعد خالص فلسفیانہ انداز میں یوں لب لکھا ہے۔

بلاشبہ یہ واقعات اس حقیقت کو واضح گواہ کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ہستی نافع و ضار نہیں۔

خدا جانے ان سے یہ کس نے کہہ دیا ہے کہ بھارت بذات خود نافع و ضار ہے یہ تو ایک ظاہری بات کہ ہر معاملہ میں کار ساز حقیقی خدا ہی ہوتا ہے۔ جیسا کہ شاہل حال تہو تو دنیا کی کوئی چیز نہ پہنچا سکتی ہے اور نہ نقصان۔ یہی حال جادو کا ہے۔ وہ بھی خدا کی مرضی کے بغیر اپنا کوئی اثر قائم نہیں کر سکتا۔ تاہم اگر دنیا میں ایسے لوگ بھی موجود ہوں جو جادو کو بذات خود نافع اور ضار سمجھیں ہوں تو پھر ان کے کافر و مشرک ہونے میں کوئی شبہ نہیں کیا جاسکتا۔ لیکن سوال تو یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایک جادوگر کی کیا تخصیص دنیا کی کسی بھی چیز اور کسی بھی ہستی کے بارے میں کسی انسان کا یہ تصور کہ وہ بذات خود نفع اور نقصان پہنچا سکتی ہے اس کے کافر و مشرک ہونے کے لئے کافی ہے، الف اگر اس کا خیال میں مبتلا ہے

مگر جو چیز ہزار سال سے  
انسان کے تجربے اور مشاہدے  
میں آ رہی ہو، اس کے وجود  
کو جھٹلادینا کھن ایک دھری  
ہے۔  
(تفہیم القرآن جلد ششم)

اس سلسلے میں مولانا حفص الرحمن کیوں رقم طراز  
ہیں۔

جمہور علماء اہل سنت کی  
یہ رائے ہے کہ سحر واقعی ایک  
حقیقت اور مصرت رساں  
اثرات رکھتا ہے حق تعالیٰ  
نے اپنی حکمت باللہ اور مصلحت  
کا ملہ کے پیش نظر اس میں  
اس طرح مفسر اثرات دکھلا کر  
ہیں۔ جس طرح زہر میں یا دوسرے  
نفقات رساں ادویہ ہیں۔

(قصص القرآن جلد اول)

علامہ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں ابو عبد اللہ  
قرطبی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ ہمارے نزدیک سحر  
حقیقت ہے اور واقعاً ایک شے ہے برہرہ و جادو  
اس ذریعہ سے جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ فتح الباری  
کی دسویں جلد میں حافظ ابن حجر عسقلانی پر  
تحریر فرماتے ہیں۔

واختلف فی السحر اور سحر کے بارے میں اختلاف  
فقہی ہو تخیل ہے کہ بعض نے کہا ہے کہ وہ  
فقط دلائل حقیقہ بس تخیل ہے اور اس کی  
لہ و ہذا اختیار کوئی حقیقت نہیں اور اسی  
ابن جعفر الاستر رائے کو اختیار کیا ہے ابو  
ابادی من المشافہ جعفر شافعی اور ابو بکر رازی

کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم یا حضرت علی رضی  
عناہ کل اور مشکل کشا ہیں۔ تو اس کے شرک  
ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ جیم اگر اس عقیدے  
کا مشکا ہے کہ بزرگمان دین بذات خود ہر قسم  
کا نفع پہونچا سکتے ہیں۔ تو اس کے بھی غیر معنی  
ہونے میں کوئی کلام نہیں۔ وال اگر یہ دعویٰ  
کرتا ہے کہ آگ اللہ کے اذن کے بغیر بھی  
جلا ڈالنے کی صلاحیت رکھتی ہے تو اسے بدعقیدہ  
کہے بغیر چارہ نہ ہوگا، تو پھر آخر ایک جادو کے بارے  
میں یہ فرما دینا کیا معنی رکھتا ہے کہ وہ بذات  
خود نافع و ضار نہیں ہے بلکہ نافع و ضار تو صرف  
قدرت خداوندی ہے؟

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جادو کی حقیقت  
کے بارے میں علماء کے اختلاف چلا آ رہا ہے بعض  
لوگ اس کی حقیقت کو تسلیم کرنے میں تذبذب  
کا شکار ہیں جبکہ اکثریت شدت سے اس بات کی  
تائید ہے۔ کہ جادو اپنے اندر حقیقت بھی رکھتا ہے  
اور اثرات بھی۔ روح المعانی کی عبارت ہم ابھی  
نقل کر چکے ہیں۔ اس میں بالمراحت پر فرما دیا۔  
گیا ہے کہ جمہور علماء جادو کی حقیقت کو تسلیم کرتے  
ہیں۔

مفکر اسلام مولانا ابوالاعلیٰ مودودی نے  
جادو کے موضوع پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا  
ہے۔

بلاشبہ یہ بات اپنی جگہ  
بالکل درست ہے کہ بندوق  
کی گولی اور ہوائی جہاز سے  
غم نے والے بم کی طرح جادو  
کا موثر ہونا بھی اللہ کے اذن  
کے بغیر ممکن نہیں ہے

دابی بکر الدازی من الحنفیۃ وابن حزم الظاہری و طايفة قال النوی والصحیح ان له حقیقة و بعد قطع الجہور و علیہ عامة العلماء

حنفی نے اور ابن حزم ظاہر اور ایک چھوٹی سی جماعت کی بھی یہی رائے ہے نو دی فرماتے ہیں کہ صحیح بات یہ ہے کہ سحر ایک حقیقت ثابتہ ہے اور جمہور علماء کی قطعیت کے ساتھ یہی رائے ہے اور مسلک ہے عام علماء کا ہے ہمارے خیال میں یہ تفصیل یہ سمجھانے کے لئے بہت کافی ہے کہ سحر صرف خام خیالی اور نظر بندی کا نام نہیں بلکہ سحر کی ایک مسلمہ حقیقت ہے اور سحر کے ذریعے نفع بھی پہنچایا جاسکتا ہے اور نقصان بھی، لیکن یہ کیا ضروری ہے کہ جو تفصیل ہمارے لئے اور تمام قارئین کے لئے کافی ہو اسے محو و قیصر صاحب بھی اپنے لئے کافی سمجھیں، لہذا دل چاہتا ہے کہ کچھ تفصیل اور پیش کر دی جائے، ممکن ہے کہ اس تفصیل پر نظر ڈالنے کے بعد وہ ان خیالات سے رجوع کر لیں جو جمہور اہل سنت سے متصادم ہے۔

جادو کو بر حقیقت اور پڑا اثر ثابت کرنے کے لئے ہمارے پاس سب سے بڑی دلیل بخاری کی وہ روایت ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کئے جانے اور جادو ہو جانے کی خبر دی گئی ہے یہ روایت حضرت عائشہ رضہ حضرت زید ابن رقم اور حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما جلیل القدر صحابہ سے مروی ہے۔ اور اس روایت کو مختلف سندوں کے ساتھ بخاری، مسلم، نسائی، ابن ماجہ، احمد، عبد الرزاق حمیدی ابن سعد طبرانی، بیہقی، حاکم وغیرہ جیسے قابل اعتماد محدثین نے

نقل کیا ہے اس روایت کے ہوتے ہوئے جادو کی حقیقت و تاثیر کا انکار عین دوپہر میں سورج کے انکار کے مترادف ہے روایت یہ ہے،

عن عائشہ قالت سرحد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رجل من نبی زریق یقال له لبید بن الاعصم حتی کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یخيل اليه ان یفعل الشئ وما فعله حتی اذا کان ذات یوم اذ ذات لیلة و هو عندی لکنہ دعاه و دعاه قال یا عائشہ اشعرت ان اللہ افتانی فیما استفتیت فیہ تانی رجلان فقعد احدهما عند راسی و الآخر عند رجلی فقال احدهما لصاحبة ما وجع الرجل؟ قال مطون قال من طبعہ قال لبید بن الاعصم قال فی ای مشی قال فی مشط و مشطه و جب

حضرت عائشہ رضہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو جو اس سے آپ کی یہ حالت ہو گئی کہ جس کا منہ آپ نے نہ کیا ہوتا اس کو کرتے کا گمان ہو جاتا ایک دن یا ایک رات آپ میرے پاس تھے، لیکن دعا کرتے رہے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ اے عائشہ کیا تمہیں معلوم ہے کہ اللہ نے مجھ کو بتا دیا ہے جو میں نے معلوم کرنا چاہا تھا، میرے پاس دو شخص آئے اور ان میں سے ایک میرے سر کے پاس اور دوسرا میرے پاؤں کے پاس بیٹھ گیا پھر ایک نے اپنے ساتھی سے پوچھا کہ اس آدمی کو کیا تکلیف ہے؟ دوسرے نے کہا کہ اس پر جادو کیا گیا ہے پہلے دے شخص نے پوچھا کہ جادو کیا کس نے ہے دوسرے شخص نے

طلم لخللة ذكبر  
قال ذا بن هزقل  
في ثري اوردان  
فاتا هار سول  
الله صلى الله عليه  
وسلم في اناس  
من اصحابه فجا  
فقال عائشة  
كان ماء لها  
نقاعة الهناء  
ادكان برؤس  
لخدها رؤس  
الشياطين فقلت  
يا رسول الله صلى  
الله عليه وسلم انلا  
استخرجته قال  
تد عافاني الله  
فكرهت الثور  
على الناس فيه  
شرا فامر بها  
فدانت

(بخاری جلد ۱)  
(دوم)

❖ ❖ ❖  
❖ ❖  
❖  
❖ ❖  
❖  
❖  
❖

کہا کہ لبید ابن اعصم نے پہلے والے شخص نے پوچھا کہ جادو کس چیز پر کیا گیا ہے دوسرے نے جواب دیا کہ کنگھی، سر کے بال اور تروتازہ کھجور کے خول میں پہلے نے دریافت کیا یہ چیزیں ہیں کہاں؟ دوسرے نے جواب دیا زرواں کے کندھیں میں پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چہنہ صحابہ کے ساتھ اس کنگھی میں کے پاس پہنچے۔ پھر واپس تشریف لائے اور فرمایا کہ ابے عائشہ کہ کنگھی میں کاپانی مہندی کے بخور کی طرح سرخ ہو گیا ہے اور اس کنگھی کے پاس والے درخت کا سر شیطاں کے سروں کی مانند تھا قلت یا رسول اللہ۔ حضرت عائشہ نے فرماتی ہیں کہ میں نے کہا کہ یا رسول اللہ کیا میں اس کی تحقیق نہ کروں آپ نے فرمایا کہ مجھے اللہ نے عافیت دیدی اس لئے میں نے بڑا محسوس کیا کہ لوگوں میں اس کی برائی نہ پھیلاؤں پھر آپ نے اس کنگھی کو دفن کرنے حکم دیا اور وہ دفن۔

کر دی گئی۔

جہود علماء اور مفسرین اس بات کے قائل ہیں کہ اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کیا گیا تھا، اور اس کے دفاع کے لئے "مکودین" نازل کی گئی تھیں۔ ان کے دروسے اللہ نے آپ کو جادو کے اثرات سے نجات عطا فرمائی۔ لیکن، وایتی دانش مندوں کا خیال یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کا اثر اس محال ہے۔ اور محمود قدیم صاحب جیسے ادیب فہم کا تصور یہ ہے کہ جادو کی کوئی حیثیت نہیں خواہ حدیث سے ثابت ہو یا قرآن سے۔ ایسے فہم اور دانش مند لوگ دراصل اپنے توہمات و مفروضات کے کچھ دھاگوں میں اسی درجہ بھڑکے ہوئے ہیں کہ انھیں ہر حقیقت وہم اور ہر سچائی خیال خام محسوس ہوتی ہے آنحضرت پر جادو کا اثر نہ خلاف عقل ہے اور منافی نبوت لیکن کہا گیا جائے دنیا میں کچھ ایسے ضرورت سے زیادہ سمجھدار اور محقق لوگ موجود ہیں کہ جو حقائق کو مانتے ہیں۔ اور نہ صحابہ کرام جیسے احتیاط پسندوں کی بات کو۔ ایسے لوگوں کے نزدیک ہر وہ چیز وہم ہے جسے وہم سمجھ لیں اور ہر وہ چیز ہر وہم ہے جسے وہم سمجھ لیں۔

جو حضرات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کے اثر کو مانتے ہیں ان کی خدمت میں اس قدر عرض ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں جن حقائق و اقبات کو بیان فرمایا ہے کیا وہ غلط ہیں؟ کیا اللہ کی کتاب کے مقابلہ



میں تادریح ذر و آیات کی۔  
صحبت کو مانا جاسکتا ہے؟  
جن کہ ہمارے ہی طرح کے  
انسانوں نے مرتب و جمع کیا  
ہے؟

(۹)

کاش کوئی محمود صاحب کے کان میں یہ  
بات ڈال دے کہ محترم قرآن حکیم ان پر براہ راست  
نازل نہیں ہوا، بلکہ یہ کتاب ان ہی لوگوں کی  
توسط سے ان تک پہنچا ہے جنہیں وہ ایسے جیسا  
انسان کہہ کر ان کے مقام کو گھٹانے کی کوشش  
فرما رہے ہیں۔ صحابہ کرام اس اعتبار سے یقیناً مجبور  
صاحب جیسے تھے کہ ان کے بھی محمود صاحب  
کی طرح ایک ناک تھی دو کان تھے۔ دو آنکھیں  
تھیں۔ دو ٹانگیں تھیں، دو ہاتھ تھے ایک  
پٹ تھا۔ وغیرہ۔ لیکن کیا اخلاق و کردار  
احتیاط و تقویٰ، اور ایمان و ایقان کے اعتبار  
سے بھی وہ محمود یا حسن جیسے لوگ تھے۔ کیا  
ان اور ہم میں کوئی فرق نہیں۔ کوئی تفاوت  
نہیں۔ مغالطہ یہی کی انتہا ہے کہ محمود صاحب نے  
صحابہ کرام کو اپنا جیسا انسان کہہ کر یہ ثابت  
کرنے کی کوشش کی ہے کہ احادیث کا ذخیرہ قابل  
اعتبار نہیں۔ لیکن مغالطہ دیتے وقت وہ یہ بھول  
گئے کہ قرآن حکیم لوح محفوظ سے براہ راست  
ان پر نازل نہیں ہوا بلکہ یہ آنحضور صلی اللہ  
علیہ وسلم پر اتر اور صحابہ کرام ہی کے توسط سے  
ساری دنیا تک پہنچا۔ اگر صحابہ کرام کی بیان  
کردہ احادیث ناقابل اعتبار ہیں تو پھر اس  
قرآن ہی کا کیا اعتبار ہو سکتا ہے جسے ہم اللہ  
کی کتاب سمجھ کر سینے سے لگائے ہوئے ہیں۔ اس  
کے ایک ایک حرف اور ایک ایک نقطہ کے

کے بارے میں ہمارا یہ عقیدہ کیوں ہے کہ یہ برحق  
ہے برصحت ہے کیا خداوند عالم نے ہوا و ہست  
ہمارے دلوں میں اس کی حقانیت کے ثبوت پر  
کہہ دیئے ہیں۔ کیا ہر تیل امین نے ہمارے کندیاں  
کھٹ کھٹا کر فرذا فرذا یہ اطلاع دی تھی کہ جس  
کتاب کو ہم خدا کی کتاب سمجھتے ہیں وہ واقعی خدا  
کی کتاب ہے اور واقعی اس کا ایک ایک حرف  
حرف اور ایک ایک لفظ لفظ برحق ہے۔ ظاہر ہے  
کہ نہیں بلکہ اس کو برحق سمجھنے کی ایک ہی دلیل  
ہمارے پاس ہے۔ اور وہ یہ کہ جن مبارک باتوں  
سے ہم تک پہنچا ہے۔ وہ دین اور روایات کے  
مطابق ہیں۔ احتیاط، احتیاط، کہلانے کے مستحق  
تھے۔ دین کی باتیں نشر کرنے کے معاملہ میں وہ  
جتنے محتاط تھے، اتنا محتاط کوئی مسلمان تیرہ سو  
سال میں پیدا ہوا اسے نہ پیدا ہو سکتا ہے۔ ان کے  
بارے میں یہ فرما دینا کہ وہ ہمارے ہی طرح کے  
انسان تھے۔ گورا فریب ہے ورنہ پھر جہالت  
فاحشر!

محمود قیصر صاحب دراصل یہ فیصلہ کر چکے ہیں  
کہ وہ جادو اور اس کی حقیقت کو غلط ثابت کر کے  
رہیں گے خواہ الیسا کرنے کے لئے عقائد کی بنیادیں  
ڈھانی پڑ جائیں۔ اسی چکر میں آکر انہوں نے  
احادیث پر اپنی دانش مندی کا آرا جلا دیا ہے۔  
اور اپنے قارئین پر یہ تاثر چھوڑنے کی کوشش  
کی ہے کہ قرآن میں جادو کی حقیقت کا ان کا کیا  
گیا ہے اور صحابہ کرام یعنی ہم جیسے انسان چیخ  
برج کر کہہ رہے ہیں کہ جادو برحق ہے اور اس کا  
امداد قوت ہے۔ حالاں کہ قرآن حکیم میں بھی جادو  
جادو اور اس کے اثر کو بے حقیقت نہیں کہا گیا ہے  
ہم محمود صاحب سے گزارش کرتے ہیں کہ وہ

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم  
پر جادو کیا اور حضور کے  
جسم مبارک اور اعضاء  
ظاہرہ پر اس کا اثر ہوا۔

اعضائے ظاہرہ کی قید نہ یہاں بلا وجہ  
لگا دی گئی ہے، صحیح بات تو یہ ہے کہ حضور انور  
کا قلب بھی جادو سے متاثر تھا، البتہ آپ کا  
عقیدہ اور آپ کی نبوت جادو کے اثر سے بالکل  
محفوظ تھی۔ روایات میں آپ کے بارے میں یہ  
آتا ہے کہ جن دنوں آپ پر جادو اثر انداز ہو رہا  
تھا، ان دنوں آپ انکسیر کاموں کے بارے میں  
معالطہ اور نسیان کا شکار ہو جاتے تھے جن کاموں  
کی نہ کیا ان کے بارے میں یہ گمان ہوتا تھا کہ میں  
انہیں کر چکا ہوں، بعض اوقات یہ بھی ہو اکر ذرا  
مضطرب سے خلوت نہیں کی۔ لیکن یہ وہم ہو رہا جو  
کہ شاید خلوت کر چکا ہوں، اس قسم کی باتیں یہ  
ثابت کرتی ہیں۔ آپ کا قلب مبارک بھی جادو  
کی لپیٹ میں تھا البتہ یہ ایک یقینی بات ہے کہ  
آپ کی نبوت اور آپ کا ایمان کلیتہً محفوظ  
تھے، انہیں کوئی آغ نہیں آئی تھی، کسی رویت  
سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اس زمانہ میں آپ  
نے قرآن کو غلط سلا انداز میں پڑھا ہو یا  
آپ کی زبان پر ناروا باتیں آئی ہوں۔ یا اور  
حرکت آپ سے اس طرح کی سرزد ہوئی ہو جو  
دین و شریعت کے خلاف پڑتی ہو، لہذا یہ  
وہم کرنا درست نہیں ہے کہ مسحہ ہونے کی  
حالت میں آپ کی نبوت بھی ضرور متاثر ہوئی  
ہوگی۔

اس واقعہ جادو کو مولانا مودودی نے  
بڑی تفصیل کے ساتھ بایں الفاظ بیان کیا۔  
ہے۔

قرآن کریم کی کسی آیت سے یہ ثابت کریں کہ  
جادو قطعاً بے اثر ہوتا ہے۔ اور اس کی کوئی حقیقت  
نہیں ہوتی۔

موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں جو ساحرین لائے  
تھے ان کے ایک کرتب کو نبوت بنا کر یہ یقین کر بیٹھنا  
کہ جادو کی حقیقت نظر بندی کے سوا کچھ نہیں۔ ناجی  
ہے، یہ تو بالکل ایسا ہی ہو گیا جیسے اثرات بیماری  
کا خالف دوسرے دوسرے دوچار ہونے کے بعد یہ ثابت  
کرنے کی فکر میں اٹھ کھڑا ہو کہ بیماری کی حقیقت  
اس سے زیادہ کچھ نہیں کہ سرد کھنکھانے لگتا ہے، ایک  
عام سہی بات ہے کہ بیماری کا لفظ تمام بیماریوں پر  
محیط ہوتا ہے۔ درد سہرہ پر بھی، تب و ثقب پر بھی  
کھانسی نزلہ پر بھی، چھک اور کینسر پر بھی، گویا کہ بیماری  
کا لفظ بول کر بھی بیماریاں مراد لی جاسکتی ہیں۔  
اب اگر کوئی شخص دوسرے کے بارے میں یہ خیال  
کر بیٹھے کہ بس بیماری کا کل جزا فیہ یہی ہے،  
تو یہ بالکل ایسا ہی ہو گا کہ جیسے محمود قصیر صاحب  
نظر بندی اور مشبہہ گری کو کل جادو سمجھ بیٹھے  
ہیں۔

قابل تجویز بات یہ ہے کہ محمد نجیم الدین۔  
جیسے لوگ، جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نور  
کی مخلوق سمجھتے تھے، جادو کے قاتل اسی حقیقت  
کو تسلیم کرتے تھے، کہ نبی کریم پر جادو کیا گیا اور آپ  
اس کا نہ بردہت اثر ہوا تھا۔ اور آپ اس کے  
اثر سے نہ صرف پریشان تھے بلکہ مسلسل اس سے  
نجات پانے کی دعائیں کیا کرتے تھے، چنانچہ  
احمد رضا خاں صاحب کے ترجمہ پر حاشیہ آرائی  
کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں۔

لبید ابن اعصم یہودی نے  
اور اس کی بیٹیوں نے حضور

صلح حدیبیہ کے لیے جو بنی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ دہیں  
تشریف لائے تھے محرم ۱۰ھ میں خیر سے پہلے دہلیوں کا  
ایک وفد آیا۔ اور ایک مشہور جادوگر کہید بن اعصم  
سے ملا جہ انصار کے قبیلہ بنی زریق سے تعلق رکھتا  
تھا ان لوگوں نے ان سے کہا کہ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم)  
نے ہمارے ساتھ جو کچھ کیا ہے وہ تمہیں معلوم ہے ہم  
نے ان پر بہت جادو کر کے ان کی کوشش کی مگر  
کوئی کامیابی نہیں ہوئی۔ اب ہم تمہارے پاس  
آئے ہیں۔ کہیں کہ تم ہم سے بڑے جادوگر ہو  
یہ تین اسٹہر فیاں حاضر ہیں۔ انہیں قبول  
کر دو اور محمد پر ایک زور کا جادو کرو، اس زمانے  
میں حضورؐ کے ہاں ایک یہودی لڑکا خدمت گزار  
تھا، اس سے سنا نہا کر کے ان لوگوں نے حضورؐ  
کی کنکھی کا ایک ٹکڑا حاصل کر لیا۔ جس میں آپؐ  
کے موئے مبارک تھے، انہی باتوں اور کنکھی سے  
دندانوں پر جادو کیا گیا۔ بعض روایات میں یہ ہے  
کہ کہید بن اعصم نے، خود جادو کیا تھا، بعض روایات  
میں یہ ہے کہ اس نے نہیں اس سے زیادہ جادوگر نبی  
تھے، ان سے اس نے جادو کر دیا تھا، بہر حال ان  
دونوں صورتوں میں سے جو بھی صورت ہو، اس  
جادو کو ایک نہ بچو کے خوشے کے غلاف میں رکھ  
لے بنی زریق کے کنز پر ڈروان یا ذی ازدان  
نامی کسی تہ میں ایک پتھر کے بیچے دبا دیا۔ اس جادو

کا اثر بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوتے ہوئے پورا  
ایک سال لگا۔ دوسری ششماہی میں کچھ تغیر مزاج  
عصر سے ہونا شروع ہوا، آخری چالیس دن سخت  
اور آخری تین دن زیادہ سخت گزے، مگر اس کا  
زیادہ سے زیادہ جو اثر حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوا  
وہ یہ تھا کہ آپؐ کھلتے چلے جاتے تھے، کسی کام  
کے متعلق خیال فرماتے کہ وہ کر لیا ہے، مگر نہیں کیا  
ہوتا تھا، اپنی ازداج کے متعلق خیال فرماتے کہ آپؐ  
ان کے پاس گئے ہیں۔ مگر نہیں گئے ہوتے تھے، اور  
بعض اوقات آپؐ اپنی نظر پر بھی شبہ ہوتا تھا کہ کسی  
چیز کو دیکھا ہے مگر نہیں دیکھا ہوتا تھا۔ یہ تمام اثرات  
آپؐ کی ذات تک محدود رہے حتیٰ کہ دوسرے لوگوں  
کو یہ تک معلوم نہ ہو سکا کہ آپؐ کیا کر رہے ہیں۔  
رہی آپؐ کی نبی ہونے کی حیثیت تو اس میں آپؐ کے  
فرائض کے اندر کوئی خلل پیدا نہ ہونے پایا کسی  
روایت میں یہ نہیں ہے کہ اس زمانے میں آپؐ قرآن  
کی کوئی آیت بھول گئے ہوں، یا کوئی آیت آپؐ  
نے غلط پڑھ ڈالی ہو۔ یا اپنی صحبتوں میں اور اپنے  
وعظوں اور خطبوں میں آپؐ کی تعلیمات کے اندر  
کوئی فسق واقع ہو گیا ہو، یا کوئی ایسا کام  
وحی کی حیثیت سے پیش کر دیا ہو، جو فی الواقع  
آپؐ پر نازل نہ ہوا ہو، یا نماز آپؐ سے بھٹ  
گئی ہو اور اس کے متعلق بھی آپؐ نے سمجھ لیا ہو کہ

بعض روایوں نے اسے یہودی کہا ہے اور بعض نے منافق اور یہود کا حلیف۔ لیکن اس پر سب متفق ہیں  
کہ وہ بنی زریق میں سے تھا، اور یہ سب کو معلوم ہے کہ بنی زریق یہودیوں کا کوئی قبیلہ نہ تھا، بلکہ خزرج میں سے انصار  
کا ایک قبیلہ تھا، اس لئے یا تو وہ ان لوگوں میں سے تھا جو اہل مدینہ سے یہودی ہو گئے تھے، یا یہود کا حلیف ہونے کی  
بجائے بعض لوگوں نے اسے بھی یہودی شمار کر لیا۔ تاہم اس کے لئے منافق کا الفاظ استعمال ہونے سے یہ معلوم ہوتا  
ہے کہ بظاہر وہ مسلمان بنا ہوا تھا۔

۱۱۔ ابتدا میں کچھ دکان خورشید ایک غلاف کے اندر ہوتا ہے اور نہ کچھ کے غلاف کا رنگ انسان کے رنگ سے  
مٹا جاتا ہے اور اس کی بو انسان کے مادہ مذہب جیسی ہوتی ہے۔

محسن الزرقی (یعنی بنی زریق کے یہ دو اصحاب) بھی شامل ہو گئے، لیکن میں حضورؐ خود بھی جن اصحاب کے ساتھ وہاں پہنچ گئے، یا نبیؐ نکالا گیا اور وہ غلا برآمد کر لیا گیا۔ اس میں کنگھی اور بالوں کے ساتھ اور ایک تانت کے اندر گیارہ گھر ہیں پڑی ہوئی تھیں، اور ایک موم کا پتلا تھا جس میں سوئیاں چھوٹی ہوئی تھیں، جب میل علیہ السلام نے آکر بتایا کہ آپؐ معذرتیں بردھیں۔ چنانچہ آپؐ ایک ایک آیت پڑھتے جاتے اور اس کے ساتھ ایک ایک گھر کھولی جاتی اور پتلے میں سے ایک ایک سوئی نکالی جاتی رہی۔ خاتمہ تک پہنچتے ہی ساری گھر صلیں کھل گئیں، ساری سوئیاں کھل گئیں، اور آپؐ جادو کے اثر سے نکل کر ایسے ہو گئے جیسے کوئی شخص بندھا ہوا تھا کھل گیا، اس کے بعد آپؐ نے لبید کو بلا کر باز پرس کی۔ اس نے اپنے قصور کا اعتراف کر لیا اور آپؐ نے اسے چھوڑ دیا۔ کیوں کہ اپنی ذات کے لئے آپؐ نے کسی انتقام نہیں لیا۔ یہی نہیں بلکہ آپؐ نے اس معاملہ کا چرچہ کرنے بھی یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ مجھے اللہ نے شفا دی ہے دی ہے اب میں نہیں چاہتا کہ کسی کے غلات لوگوں کو مہر کاؤں۔

(تفہیم القرآن)

پڑھ لی ہے مگر نہ پڑھی ہو، ایسی کوئی بات ماذ اللہ پیش آجاتی تو دھوم مچ جاتی، اور پورا ملک عرب اس سے واقف ہو جاتا کہ نبیؐ کو کوئی طاقت جوت نہ کر سکتی تھی۔ اسے ایک جادوگر کے جادو نے جوت کر دیا۔ لیکن آپؐ کی حیثیت بنوت اس سے بالکل غصہ متاثر نہ ہوئی، اور صرف اپنی ذاتی زندگی میں آپؐ اپنی جگہ اسے محسوس کر کے بدیشان ہوتے رہے۔ آخر کار ایک روز آپؐ حضرت عائشہؓ کے ہاں تھے اگر آپؐ نے بار بار اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی کہ اسی حالت میں نیند آگئی، یا غنیمت کی طاری ہوئی، اور پھر آپؐ نے بیدار ہو کر حضرت عائشہؓ سے کہا کہ میں نے جو بات اپنے رب سے پوچھی تھی، وہ اس نے مجھے بتادی ہے، حضرت عائشہؓ نے عرض کیا کہ وہ کیا بات ہے؟ آپؐ کے فرمایا دواؤں (یعنی فرشتے دواؤں میں) کی صورت میں) میں نے پاس آئے۔ ایک سرھانے کی طرح ہوا، اور پائنتی کی طرح، ایک نے پوچھا انہیں کیا ہوا؟ دوسرے نے جواب دیا ان بارہ جادو ہوا ہے اس نے پوچھا کس نے کیا ہے؟ جواب دیا لبید بن اعصم نے۔ پوچھا کس چیز میں کیا ہے؟ جواب دیا کنگھی اور بالوں میں ایک ترکچہ کے خوشے کے غلات کے اندر پوچھا وہ کہاں ہے؟ جواب دیا بنی زریق کے کنیز ذی ذی اور دان (یا ڈوڈان) کی تہ کے پھتر کے نیچے پوچھا اب اس کے لئے کیا کیا جائے؟ جواب دیا کہ کنویں کا پانی سیرت دیا جائے اور پھر پھتر کے نیچے سے اوتار نکالا جائے، اس کے بنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ، حضرت عمار بن یاسرؓ اور حضرت زبیرؓ کو بھیجا، ان کے ساتھ جبر بن جابرؓ، یاس الزرقی اور قیس بن۔

علیہ السلام کو بشر سمجھتے ہیں۔ لیکن جو لوگ انبیاء کو بشر ہی تصور نہیں کرتے شاید انہیں مندرجہ بالا تفصیل مطمئن نہ کر سکے، جو لوگ تفہیم المستمران کو ترجیحی نظروں سے دیکھتے ہیں، اور مولانا مودی کے افکار و خیالات سے مطمئن نہیں ہو پاتے ان کے لئے مفتی شفیع کے مندرجہ ذیل تحریر کا کافی ہو سکتی ہے مفتی صاحب سحر کے موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

سحر و حقیقت اسباب

طبیعی ہی کا اثر ہوتا ہے اور

انبیاء علیہم السلام اسباب طبیعی

کے اثرات سے متاثر ہوتے

ہیں، یہ تاثر نشان نبوت کے

خلافت نہیں جیسے ان کا بھوک

پیاس سے متاثر ہونا بیماری

میں مبتلا ہونا اور شفا پانا۔

ظاہری اسباب سب جانتے

ہیں۔ اسی طرح جادو کے باطنی

اسباب سے بھی انبیاء متاثر

ہو سکتے ہیں۔ اور تاثر نشان

نبوت کے منافی نہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم پر یہودیوں کا سحر کرنا

اور اس کی وجہ سے آپ پر

بعض آثار کا ظاہر ہونا اور

ادب بذریعہ وحی اس جادو کا

پتہ لگنا۔ اور اس کا ازالہ کرنا

احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔

اسناد القرآن جلد اول

آدمی فیکل اوہٹ دھرم نہ ہو تو اس تفصیل کے بعد اسے یقین کر لینا چاہئے کہ جادو ایک حقیقت کا نام ہے یہ حقیقت عوام و خواص میں درکنار انبیاء پر اثر انداز ہو سکتی ہے، حقیقت یہ ہے کہ جادو کو برحق ثابت کرنے کے لئے اس مضبوط ترین دلیلوں کے بعد کسی دلیل کے بیان کی احتیاج محسوس نہیں ہوتی۔

ایک جگہ محمود قیصر صاحب نے جادو والی۔

روایات کا نو طریقوں سے رد کیا ہے ملاحظہ فرمائیے۔

سب سے پہلے وہ یہ تحریر فرماتے ہیں۔

جادو سے حضورؐ کی شخصیت

جب ایک سال تک متاثر رہی

تو لازماً نفسِ راسالت

کا متاثر ہو جانا بھی لازمی ہے

کیوں کہ جادو سے پہلے نظر متاثر

ہوتی ہے پھر ذہن متاثر ہوتا

ہے یہ تہ الشکر کی بات ہے۔

جس کے خلاف کوئی بات قابل

قبول نہیں ہو سکتی، جادو

کے اثر سے فرائض رسالت

کو غیر متاثر ثابت کر لے کے

لئے حضورؐ کے بیمار ہونے اور

زخمی ہونے کی دلیل بھی صحیح

نہیں کیوں کہ زخمی اور بیمار

ہونے کی حالت میں بھی آپ

کاذبہن صحیح و سلامت

رہا ہے کیا ان صورتوں میں بھی

حضورؐ کے ذہن کی یہی کیفیت

ہو گئی تھی، جو جادو کے اثر

سے ہونا بیان کیا گیا ہے۔

دنیا میں ان گنت لوگوں کے ہاں یہ سننے میں آیا ہے کہ ان پر سحر کیا گیا ہے، لیکن آج تک یہ بات کسی کے ہاں نہیں سمجھی سننے میں نہ آسکی کہ فلاں سحر زدہ شخص نے بوجہ سحر اپنے نظریات تبدیل کر لئے۔ اور وہ اپنے نظریات کے خلاف اُدا زبند کرنے لگا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر سحر کا یہ مطالبہ نہ کرنا غلط ہے کہ ان کے نظریات جو بحالت سحر ملت کے سامنے آئے وہ مشکوک ہیں۔ پھر اس سلسلے میں ایک عقلی دلیل اور بھی ہمارے پاس ہے جس کا سہارا لے کر یہ دعویٰ کیا جاسکتا ہے کہ سحر کا اثر آپ کی ذات تک محدود رہا اور آپ کی شانِ نبوت یکسر اس سے محفوظ رہی۔ دلیل یہ ہے کہ ہم وہ دگاہ عالم نے قرآن کے الفاظ و معانی کے تحفظ کا وعدہ فرمایا ہے کہ ہم ہی نے اسے نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ بھی ہیں۔ اس وعدے اور دعوے پر ایمان رکھنے کے بعد عقل خود یہ کہتے پر مجبور ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تکالیف کے کسی بھی اسٹیج سے گزرتے جاتے لیکن ان کی شانِ نبوت پر کوئی آپٹ آنے والی نہیں تھی۔ یہاں تو اللہ کی قدرت اور زیادہ کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ ایک نبی پر جادو کا اثر ہو رہا ہے اس کا ذہن بھی متاثر ہے اور قلب بھی۔ جسم کا رُواں رُواں جادو کی لپیٹ میں ہے لیکن اس کے باوجود اس کی زبان کوئی بات خلاف دین خارج نہیں ہوتی، اور یہ اس بات کا بین ثبوت ہے کہ کوئی غیبی طاقت ہمہ وقت اس دینِ نبوی کے تحفظ میں لگی رہتی تھی، جو بندہ یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں پھیلا جاتا تھا۔

نمبر ۲ کے تحت محمود صاحب رقم طراز ہیں۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کے اثر کو ثابت کرنے کے لئے

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خوف کھانے کے واقعہ کو پیش کیا جاتا ہے حالانکہ یہ صحیح استدلال نہیں ہے کیوں موسیٰ علیہ السلام اس وقت اور اسی جگہ موجود تھے، جہاں جادو کے ذریعہ رسید کو سناٹا دکھایا جا رہا تھا لیکن حضور نہ تو جادو کرنے کے وقت اس مقام پر تشریف فرما تھے اور نہ ہی جادو کرنے والا سامنے تھا، اور نہ ہی اس کا آپ کو علم تھا، روایات تو یہ بتلاتی ہیں کہ آپ کے سر کے بالوں اور آپ کے پتلے پر جادو کیا گیا تھا جو سوچنے کی بات ہے جو سحرے جادو کا قائل نہ ہو

تو فی الواقعہ عمر بھر سوچنے کے بعد بھی اس کے یہ بات سمجھ میں نہیں آسکتی کہ دوزیوں اور فاضلوں کے ہوتے ہوئے کسی کو گزند کیسے ہو کیا جاسکتا ہے۔ جو لوگ عقل اور ظاہر پرستی کی حق میں مبتلا ہیں۔ ان کو سمجھانے کا ابھی کوئی ایسا طریقہ ایجاد نہیں ہو سکا جس کا سہارا لے کر انھیں جادو جیسی چیزوں پر مطمئن کیا جاسکے۔

نمبر ۳ کے ذیل میں محمود صاحب نے یہ گل افشانی کی ہے۔

ان روایات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ آپ پر جادو کا اثر ہوتے ہوئے پورا ایک سال لگا جس کی تفصیل یہ ہے کہ پہلی ششماہی میں آپ غیر متاثر رہے البتہ دوسری ششماہی



کے آغاز سے مزاج میں تغیر  
ہونا شروع ہوا، یعنی شک  
اور بھول پیدا ہو جائے۔  
آخری چالیس دن بالخصوص  
آخری تین دن زیادہ سخت  
گزرتے لیکن موسیٰ علیہ السلام  
بہادور کا اثر صرف وقتی تھا

اگر محمود صاحب جازو اور اس کی چھوٹی  
بڑی قسموں سے واقف ہوتے، تو ایسی بات  
تک سے لٹکا لینے کی جسارت نہیں کر سکتے تھے کہ جسے  
پڑھ کر منہ پھیر نہ بنے۔

موسے علیہ السلام کے ساتھ جو واقعہ پیش  
آیا تھا، وہ جادو ضرور تھا لیکن صرف نظر بدی کی  
حد تک بالفاظ دیگر یوں سمجھئے کہ وہ جادو کا پہلا  
اسٹیج تھا، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ السلام کیساتھ  
پیش آنے والا حادثہ اس سے کھلی مختلف تھا  
یہ جادو کا تیسرا چوتھا اسٹیج تھا۔ اس کی نوعیت  
بھی مختلف تھی، اور اس کی تاثیر بھی، ان دونوں  
واقعات کی بیان کر کے حقیقت سحر کا مذاق اڑانا  
یا حقیقت سحر کے بارے میں ترہ و تشکیب کا اظہار  
کیا گیا اسی شخص کا شیوہ ہو سکتا ہے جو حقائق کے  
صغیر و کبر اور ان کی لم اور کمر نہ واقف ہو  
نمبر ۴ کے ضمن میں موصوف نے جو کچھ فرمایا  
ہے اسے پڑھ کر ہلکی سی بھڑک بھڑک کر دنا آیا۔

ارشاد ہوتا ہے،

اگر واقعی ایسا ہوا ہے (یعنی اٹھو)  
صلی اللہ علیہ السلام پر سحر کا اثر  
واقع ہوا ہے، تو فراموش رسالت  
ہی نہیں بلکہ دین کا جادو کے  
اثر سے پاک ہونا ثابت کرنے  
کے لئے وحی الہی کے سوال اور

کوئی بھی دلیل قطعی ناکافی ہے  
ہم پھر یہ عرض کریں گے کہ جو لوگ کسی  
بھی وجہ سے احادیث کے بارے میں محضہ کا شکار  
ہوں ان کے لئے وحی الہی پر یقین کر لینا کس دلیل کا  
بنا کر درست ہے وحی الہی براہ راست نہ محو  
صاحب پر اتاری ہے اور نہ ہی کسی ایسے علما  
کے نقیب متردد پر کہ جو معمولی باتوں کی وجہ  
سے تاریخ و سیر کی جھلک کے لئے نقل و کتب  
لیتا ہو،

وحی الہی اسی پیغمبر کے قلب مبارک پر نازل  
ہوتی تھی، کہ مسجور سمجھ لینے کے بعد جس کی نبوت  
محمود صاحب کے نزدیک قابل اعتبار نہیں  
رہتی۔ افسوس خالافسوس محمود صاحب نے  
جادو کو بے حقیقت ثابت کرنے کے لئے احادیث  
کے ذخیرہ کو "پیچ" بنا کر رکھ دیا ہے، لیکن ثا  
وہ اس بات سے واقف ہیں کہ احادیث کے ذخیرہ  
بمذہب ایمان نہ لانے والے کسی بھی فرد کو اس بات  
کا حق نہیں پہنچتا کہ وہ قرآن کے کل پر تو  
در کثرت قرآن کے کسی بھی جز پر ایمان لانے  
دعوے کرے، ان پر ہر قسم کے زبان درازی  
کہہ سکتے ہیں کہ پروردگار نے قرآن حکیم کی حفاظت  
کا وعدہ تو فرمایا ہے لیکن کسی بھی آیت قرآنی  
یہ واضح نہیں ہوتا کہ اس لئے احادیث و سنن  
کے تحفظ کی ذمہ داری بھی لے لی ہو۔ تو ایسے  
حضرات سے ہمارے مؤدبانہ گزارش ہے کہ جس  
آیت میں قرآن کے تحفظ کی بات ارشاد فرمائی  
گئی ہے وہاں اس بات کی وضاحت نہیں ہے  
کہ حفاظت کا وعدہ اور دعویٰ قرآن کے الفاظ  
کے بارے میں کیا گیا ہے، یا قرآن کے معانی کے  
بارے میں۔ دونوں میں سے کسی ایک چیز کی حفاظت  
کا کھلا مطلب تو یہ ہو گا کہ اللہ نے حفاظت کے ضرور

عدم اعتقاد کا اعلان بھی کریں اس لئے کہ احادیث کے مرث جانے کا مطلب یہ ہے کہ قرآن کے معانی محو ہو چکے ہیں۔ اور ایک مسلمان کے نزدیک یہ بات کیسے قرین قیاس ہو سکتی ہے کہ بڑے دگاہ عالم جس کے تحفظ کا عہد فرمالیں وہ چیز دنیا سے نسبت ہو جائے۔

(جدا رکھو)

نہ مانی لیکن نامکمل۔ ظاہر ہے کہ مکمل حفاظت تو اسی صورت میں کہلائے گی۔ جب الفاظ کے ساتھ معانی اور معانی کے ساتھ الفاظ بھی محفوظ کر دیئے جائیں۔ احادیث کے منہا ہو جانے کا مطلب یہ ہے کہ قرآن کا نصف حصہ تباہ ہو چکا ہے۔ فلہذا ہر مسلمان کے لئے یقین رکھنا ضروری ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر گز رکنی ہو۔ ہر آفت سے محفوظ رہی۔ جو لوگ کسی بھی وجہ سے حدیث رسول نا قابل یقین قرار دے دیں۔ ان کے لئے ضروری ہو گا کہ وہ قرآن

## خواتین اور طالبات کو پاکیزہ ڈائجسٹ

# حجابِ رامپو

نے ایک عظیم حاصل شاعت ”رسم و رواج نمبر“ پیش کیا ہے۔ دیس دیس کے بھارت بھارت کے دنیا بھر کے عجیب و غریب ہی نہیں انوکھے نرائے ہی نہیں۔ اچھوتے ذاتیات۔ روجوں کو کرمانے والے۔ افسانے اور سچے واقعات، دلوں کو تڑپانے والی۔ غلیں و نظلیں آسان زبان و کچھ انداز بیان آفیت کی طباعت رنگین ٹائٹل ضخامت ۲۲۴ صفحات قیمت صرف پچھ روپے ۶/-، حجاب کے سالانہ خریداروں کو ان کے سالانہ چندے ہمیں دیا جائے گا۔ اگر آپ سالانہ خریدار نہیں ہیں تو بیج بھیج کر یہ عظیم ”رسم و رواج نمبر“ مفت حاصل کریں۔ یا پھر مقامی نیو ز پاپر ایجنسیوں و کتب گھروں سے طلب فرمائیں۔

نوٹ:- ”دسم در و ام نمبر“ کی مہرشی کیلئے 2-50 مزید بھیجیں۔

پتہ:- ماہنامہ ”حجاب“ رامپو، پن (یو پی) 244901

# اسلام کا انسان مطلوب

ان جناب سید اسعد گیلانی صاحب

• (یہ تقریر ویدئو کویت کی اردو سروس میں ۸ اگست ۷۷ء کو نشر کی گئی) •

گیا ہے کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلیں اور آپ کے اسوۂ مبارک کی پیروی کریں۔  
لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ  
حَسَنَةٌ "تمہارے لئے رسول اللہ کی ذات میں  
بہترین نمونہ پیش ہے۔"

اس طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات  
میں علی طور پر انسان مطلوب کا یہ مثالی اور کامل  
نمونہ پیش کرنے کے بعد ترانہ میں اللہ تعالیٰ نے  
اپنے پسندیدہ انسان کے خدو خالی اور اوصاف  
کو بھی جا بجا بیان کیا ہے۔ اگر ہم "اسلام کا مطلوبہ  
انسان" کا عنوان دے کر قرآن کا مطالعہ کرتے  
چلے جائیں اور قرآن میں جا بجا مومن کی ساری گئی ہے  
صفات کو اس عنوان کے تحت لکھتے چلے جائیں۔

اسلام کا انسان مطلوب مسلمان ہے اور اس  
کا بے خطا کامل ترین اور بے مثال نمونہ حضور اکرم  
صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے انسان کا پورا خاکہ  
قرآن مجید میں دے دیا گیا ہے گویا قرآن مجید  
کی مطلوبہ انسان کا مستند مرقع ہے اسی لئے ام  
المومنین حضرت عائشہ صدیقہ منہ سے جو لوگوں نے  
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف کے بارے  
میں سوال کیا تو انہوں نے فرمایا۔

"کیا تم نے قرآن مجید کا مطالعہ نہیں کیا۔ حضور  
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق قرآن ہی ہے۔  
گویا قرآن کے مثالی اور کامل نمونہ انسان کی  
معیاری صورت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی  
ذات مبارک ہے اسی لئے تمام مومنین کو حکم دیا

تہا لا خسر میریت، اعمال، کردار، افکار داد و دینا  
کا ایک ایسا خاکہ تیار ہو جاتا ہے، جسے ہم اسلام  
کے انسان مطلوب، کا خاکہ کہہ سکتے ہیں۔ اور اگر  
ان صفات کو اپنے کردار و اعمال میں جذب کرنے  
کی کوشش کریں تو ہم کے انسان مطلوب کے  
نقشے میں حسب حیثیت، اور بقدر صلاحیت ہنگ  
بھر سکتے ہیں۔ یہ رنگ جو قرآن کے بتائے ہوئے  
نقشہ کے مطابق کسی کردار میں بھرا جاسکتا ہے۔  
صبغة الله کہلاتا ہے اور جس قدر صبغة الله گہرا  
ہوتا جاتا ہے۔ اسلام کے انسان مطلوب کے نقش  
و نگار نکھرتے چلے جاتے ہیں۔

اسلام کا انسان مطلوب کسی نماز میں نہیں پایا  
جاتا بلکہ دنیا بھر پور مصروفیات میں رہ کر وہ کا  
دنیا کو خدا کی پراپرٹ کے مطابق سرانجام دیتا  
دیکھائی دیتا ہے۔ وہ دنیا سے فراد ہو کر کسی خانقاہ میں  
گزین نہیں ہوتا، بلکہ دنیا کو خدا کی بندگی میں لانے  
کی سعی کرتا ہے، وہ مارکس کا مادی حیوان نہیں ہوتا  
بلکہ وہ ایک معتدل، معقول، خدا ترس، سنجیدہ اور  
ادر متوکل انسان ہوتا ہے جسے خدا کی ذات اور پھر  
اپنی ذات پر اعتماد ہوتا ہے۔ وہ لمپے آپ کو پورے  
مشور کے ساتھ جانتا ہے اور اسی مشور کی مدد سے  
وہ اپنے مالک اور خالق کو بھی پہنچاتا ہے۔ وہ حضرت  
علی رضی اللہ عنہ کے قول مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ  
کے مصداق اپنی ذات کے عرفان کی  
رہنمائی میں اپنے مالک کو پہنچاتا ہے اور اس کے  
حقوق ادا کرتا ہے وہ خدا کا ایک ایسا سیدھا سادہ  
شریف اور با اصول بندہ ہوتا ہے جو نہ کسی کو دھوکا  
دیتا ہے نہ کسی سے دھوکا کھاتا ہے، اور نہ کسی سے  
خوف اور طمع کا تعلق رکھتا ہے وہ بقول حضرت  
عبید بن جراحؓ کہ تر سے زیادہ معصوم اور سادہ سے  
زیادہ ہوشیار اور چوکنا ہوتا ہے۔ اسی لئے حضورؐ

اکرم نے فرمایا تھا کہ:

مومن کی بصیرت سے ذرہ خدا کے نور سے  
دیکھتا ہے۔

اور یہ کہ:

”مومن ایک بل سے دو بار ڈسا نہیں جاتا۔“

اسلام کا انسان مطلوب، مسلمان ایک  
خاص وضع کا انسان ہوتا ہے ظاہر ہے کہ حضرت  
آدمؑ کی اولاد بنی نوع انسان ہے اور اس پوری  
نوع کے مختلف گروہوں میں سے مسلمانوں کو چھانٹ  
چھانٹ کر علیحدہ کر کے ایک گروہ بنا دیا گیا ہے،  
كُنْتُمْ بَشَرًا مِثْلَ بَشَرٍ اُخْرٍ حَتَّٰلَئِنْ  
تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْثِ وَتَنْهَوْنَ عَنْ الْمُنْكَرِ  
وَتُوْمِتُوْنَ بِاللّٰهِ۔ یعنی مسلمان ایک بہترین امت  
ہیں جسے لوگوں کی خاطر کھڑا کیا گیا ہے اس کا کام  
نیکی کا حکم بدی کی ممانعت اور خدا کا کلمہ بلند کرنا  
ہے۔

اسلام کے انسان مطلوب میں تین بنیادی۔

شرائط کا پایا جانا لازم ہے۔

۱۔ وہ سخت قسم کا مومن خدا انسان ہوتا ہے  
وہ خدا کی ذات کے ساتھ کسی کسی کو شریک نہیں  
بناتا اور اپنی تمام قوتات اور عبادات صرف  
اسی سے وابستہ رکھتا ہے۔

۲۔ وہ سب انبیاء کو مانتا ہے اور حضور اکرم  
کی ہدایات کا پابند اور علمبردار ہوتا ہے۔

۳۔ وہ خدا کے سامنے حاضر ہو کر اپنے دنیا  
کے تمام اعمال و افکار کے لئے جوابدہی کا شاید  
واضح شعور رکھتا ہے۔

یہ تینوں صفات اسی میں بنیادی حیثیت  
رکھتی ہیں۔ اس کے بغیر اسلام کے انسان مطلوب  
کا ہونی تیار نہیں ہو سکتا۔

اس کے بعد پھر وہ اضافی صفات ہیں جن

کی مدد سے وہ بہتر سے بہتر اور اعلیٰ سے اعلیٰ درجہ حاصل کرتا چلا جاتا ہے جس کے سبب وہ معیاری اور مثالی نمونے کے قریب تر ہوتا چلا جاتا ہے۔ قرآن نے مختلف سورتوں میں مختلف مقامات پر مفصل اور مشادات ان صفات کو بیان کرنے کے لئے وقف کرے ہیں جو سورہ بنی اسرائیل، سورہ الفرقان، سورہ لقمان، سورہ انعام، سورہ المؤمنین میں ہم کو ملتی ہیں، اس کے علاوہ احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی اس کی پوری تصویر کشی کی گئی ہے۔ سورہ الفرقان میں اسلام کے انسان مطلوب کی تصویر یوں پیش کی گئی ہے،

وہ زمین پر نرم روی کی چال اختیار کرتے ہیں جو کبر و غرور اور جبر و تشدد کے منافی ہے۔ وہ جہلا سے واسطہ پڑ جائے تو سلام کہہ کر پہلو تہی کر لیتے ہیں۔

وہ راتوں کو جاگ جاگ کر اللہ کی عبادت اور بنی گئی بجالاتے ہیں۔

خارج میں نہ اسب راہ کرتے ہیں اور نہ بجلی بلکہ میانہ روی اختیار کرتے ہیں۔

وہ خدا کے ساتھ کسی کو دیکار کر اسے خدا کا شریک نہیں بناتے۔

وہ ناحق کسی کی جان ہلاک نہیں کرتے۔ وہ دانا ہے اجتناب کرتے ہیں

وہ بھونکی گویا ہی نہیں دیتے۔ وہ فضولیات اور نولیات کے ہجوم میں

باقادار طریقے سے گزر جاتے ہیں۔ سورہ المؤمنین میں اس انسان کی تصویر

یوں دی گئی ہے۔ ان کی نمازوں میں خشیت الہی کا رنگ غالب ہوتا ہے۔

وہ اپنی آبر و اور عصمت کی حفاظت کرتے ہیں۔

وہ مانتوں اور دھندوں کا مین اور نما ہوتے ہیں۔

پھر سورہ لقمان میں ان کی جھلک یوں دکھائی گئی ہے،

وہ زمین پر نیکر اور کشی سے نہیں چلتے۔ وہ معاملات میں اعتدال اختیار کرتے ہیں۔

وہ اپنی آواز کو غیر سنجیدہ طریقے پر بلند نہیں کرتے بلکہ دھیمی رکھتے ہیں۔

سورہ توبہ میں ان کے بارے میں فرمایا گیا:

وہ اپنے گناہوں پر توبہ کرنے والے ہوتے ہیں۔

وہ خدا کی حمد کے خواگم ہوتے ہیں۔ وہ اللہ کی راہ میں گھر سے نکلتے ہیں۔

وہ رکوع و سجود کرتے ہیں۔ وہ بدیوں کی روک تھام کرتے ہیں۔

وہ اللہ کی مقرر کردہ حدود کے سختی سے پابند ہوتے ہیں۔

یہ وہ چند سرآنی خدو خال ہیں جو اسلام کے انسان مطلوب میں کسی نہ کسی درجے میں ہونے ضروری ہیں۔ چنانچہ انہی کی روشنی میں اسلام کے معلمین اخلاق نے پھر مزید صفات اور بھی بیان کئے ہیں مثلاً

وہ صحبت صالح اختیار کرتے بھلے لوگوں کے ساتھ رفاقت رکھتے ہیں۔

وہ نیک لوگوں کے اچھے اعمال کو اپنے لئے مثال بناتے اور ان پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔

وہ اللہ کے کلمے کو بلند کرنے کی جدوجہد کرتے ہیں۔

کوئی انسان اپنے اندر پیدا کرے تو وہ حقیقی طور  
اسلام کا انسان مطلوب بن جاتا ہے۔

## چند اہم اور قابل مطالعہ کتابیں

۱۔ **ہدایۃ اسلام** :- (از عبد العلی فاروقی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں کی زندگی کے  
حالات اور اہم کارنامے۔ انداز بیان سہل، اسلوب انوکھا اور

کتبت و طباعت معیاری، قیمت 3/-

عورت اور کپڑے :- جناب عبدالعلی فاروقی کے قلم سے  
پڑھ کر موضوع پر ایک مستند اور معیاری کتاب قیمت

مرتب 1/25

تحقیق مزید :- جناب محمود احمد عباسی کی مقبول کتاب

تصنیف جو ایک نکتہ سے نمایاں

تھی، تازہ ڈیشن، کتب معیاری، کاغذ عمدہ اور

طباعت نفیس قیمت 20/-

زفر لہ در زفر لہ :- زفر لہ کے نام سے اٹھایا

گئے جو بیرونی فتنہ کا بھرپور اور کامیاب تعاقب، مفید،

دقیق، اور بکچر ہونے کے ساتھ ساتھ اثر انگیز بھی ہے۔

اس کتاب کا اجمالی تعارف۔ اسی کتاب کے بارے میں

مشہور عقیدت قاضی الطبر صاحب نے روزنامہ انقلاب لکھا

کی ایک اشاعت میں یہ تحریر فرمایا تھا کہ یہ کتاب

زفر لہ کے جواب میں لکھی گئی تمام کتابوں سے بہتر اور

مفید ہے پہلا ڈیشن ختم ہو جانے کی وجہ سے کتاب

مارکیٹ سے غائب رہی، اب جس اہتمام کے ساتھ اسے

بھر عجا یا گیا ہے،

طباعت و کتابت عمدہ کاغذ معیاری

قیمت 6/50

مکتبہ تحلی - دیوبند 247554

۱۔ وہ علم کے طالب حق کے جو یا اور پرستار  
بیت خیر کے حامل اور بیدار ضمیر ہوتے ہیں۔

۲۔ وہ بلند اخلاق، ستر اخ و صلہ، فیاض  
مخبر، حسان اور دین کی قرب رکنے والے ہوتے

۳۔ وہ باہمی محبت کرنے والے، خدا ترس

مسک، حق گو، نفاق سے پاک، صابر و شاکر

فاشعار اور ہر وقت توبہ و استغفار کرنے والے

ہوتے ہیں۔

ان خوبیوں کے ساتھ میں برائیوں سے وہ

بچتے ہیں ان کا بھی بجا ذکر کیا گیا ہے

وہ بخش، محبوب، غیبت، بدگہائی، بدگمانی

اور خلائی، الزام، تراشی، خوشامد، بخل، غیظ

غضب، بغض، کینہ، فضول خرچی، اور حسد سے

ن طرح بچتے ہیں جس طرح ساری انسان ساری

سے بچتے ہیں۔

غرض اسلام کا انسان مطلوب کوئی۔

ہو کا چھپا انسان نہیں ہوتا۔ وہ مباشرے میں

پنے اطوار و اعمال سے جانا پہچانا انسان ہوتا

ہے۔

۴۔ وہ دین سے مخلصانہ محبت کا حامل ہوتا

ہے اور اس کے لئے ہر قربانی دے سکتا ہے

۵۔ وہ دین کی معرفت، یعنی علم دین حاصل

رہا اور خدا رسول کے احکام سے آگاہ ہوتا ہے۔

۶۔ وہ دین کی حفاظت کرتا اور اس کو اپنے

کمال میں محفوظ کرتا ہے،

۷۔ وہ دین کے راستے میں ہر مشکل کے وقت

مقاومت کا راستہ اختیار کرتا ہے،

۸۔ اور وہ دینی خدمات میں مسابقت کر کے

دوسروں سے زیادہ سے زیادہ آگے بڑھنے کی سعی

رہتا ہے۔ یہ ہیں وہ چند صفات مطلوب، جو اگر





# پندرہویں اجتماعِ دیوبند

انتہائی آب و تاب، شائستگی اور وقت کی پابندی کے ساتھ ہر  
انگریزی مہینہ کی پہلی اور پندرہ کو منظر عام پر آ رہا ہے

اس جریدہ کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ اسکی سطر سطر پر گمان ہوتا ہے  
ہمارے ہی دل کی بات کہی گئی ہو نہ تو ان ایک سال کیلئے صرف وہی  
رکھا گیا ہے تاکہ شائقین کی جلیبوں پر گراں نہ گذرے،

## پندرہویں اجتماعِ دیوبند

## بھٹو کو معاف کرنے کا مشورہ دینا

### سنگدلی اور سفاکی کی سرپرستی ہے

ہولناک دور

بھٹو کو سزا دے موت

مسٹر بھٹو نے اپنی مملکت کے قائد کی حیثیت سے اسے سیاسی انتظامی اور اقتصادی لحاظ سے جس سطح پر لاگرایا وہ اپنی جگہ ایک اندوہناک حادثہ تو ہے ہی لیکن جو اخلاقی دیوالیہ بین انہوں نے اپنے دور میں پیدا کیا ہے وہ سب سے زیادہ دردناک سانحہ ہے، ان کی شخصیت اور ان کی پارٹی نے جس طرح پوری مملکت کے وسائل و ذرائع کو اپنی تعیشات کا قلم بنا کر رکھ دیا تھا اس کے بغیر تعیشات اور وہشت کی ایسی ہولناک گھنٹن وہاں پیدا ہو گئی تھی جو کسی ایسے ملک ہی میں دیکھی جاسکتی ہے جس میں پوری آبادی غلاموں کی طرح زندگی گزار رہی ہو۔ اپنے سیاسی حریفوں کو تباہ و برباد کرنے کے لئے انہوں نے جو کھیل فیصلہ نہ انتہائی شرمناک تھے۔ ہمارے ملک میں جس طرح دلی اور اس کے اطراف میں لوگ ایک سنجے گاندھی اور اس کے حواریوں کی سنگدلی سے عاجز تھے، اس سے کہیں زیادہ وہاں غالباً ہر ہر قصبر اور محلے میں سینکڑوں بے پناہ ہو چکے تھے جو عوامی پارٹی کے نام سے جو چاہتے تھے کر گزرتے تھے، لوگوں کی عزت و آبرو اور جان و مال سب ہی طرح کے خطرات سے گزرتا پڑ رہا تھا جو اس درجہ میں ہمارے یہاں ہر حال نہیں تھا۔

سیاسی محاذ کی خواہش

بعض ہندوستانی اخبارات یہ تاثر دینا چاہ رہے ہیں

پاکستان کے سابق وزیر اعظم مسٹر ذوالفقار علی بھٹو کو موت کی سزا سنائی گئی تھی یہ فیصلہ ہائی کورٹ کے پانچ ججوں کی ایک بیچ نے مستند طور پر دیا ہے ان پر الزام تھا کہ انھوں نے ایک سیاسی خریف مسٹر احمد رضا قصوری کو قتل کرنے کے لئے خفیہ پولیس کو پابند کیا لیکن مسٹر قصوری فوج گئے اور ان کے والد اس سزا دہش کا نشانہ بن گئے۔ مسٹر بھٹو اور ان کے مداحوں نے اس مقدمے میں اپنی صفائی پیش کرنے کی بجائے اسے سیاسی رنگ دینے اور سیاسی دباؤ ڈالنے کی کوشش کی۔ کبھی ان کی صاحبزادی نے یہ دھمکی دی کہ اگر بھٹو صاحب کا بال بھی جینکا ہوا تو پاکستان کے دریاؤں میں خون ہی خون بہے گا تبھی ان کے مداحوں نے ججوں کے گھروں کو لیاں چلا کر انھیں فیصلہ بدلنے کے لئے آمادہ کیا اور کبھی خود مسٹر بھٹو نے یہ دھمکی دی کہ ان کو سزا دینے کا نتیجہ پاکستان میں افراتفری پر منبج ہوگا

یہ بات اپنی جگہ صحیح ہو سکتی ہے کہ اس سزا کی تعمیل ہو تو اس کا سیاسی رد عمل اتنا ہی شدید ہو جتنا کہ اس کی پیشین گوئی کی گئی ہے لیکن اس کا یہ پہلو حد درجہ خطرناک ہے کہ سیاسی اثرات کا دباؤ ڈال کر کوئی شخصیت اپنے آپ کو قانون کی گرفت سے آزاد کرانے کی کوشش کرے

جن کو ان کے ملکوں نے اپنا بھروسہ اور اعتماد سونپا لیا  
دونوں نے اپنی شخصیتوں کے گرد اپنی پوری مملکت  
کی مشینری کو گھما دیا، البتہ دونوں ہی مندی تھے  
دونوں ہی کے ذہن میں یہ خیبط سما گیا تھا کہ ان کے  
ساتھ ان کی مملکتوں کا مستقبل وابستہ ہے، البتہ  
ان میں سے ایک اپنی صنفی کمزوری اور اپنی بڑی  
ترہیت کی بنا پر سنگدلی کی وجہ حدیں پار نہیں کر سکتا  
جو پاکستانی شخصیت سے منسوب کر جا رہی ہیں۔ یہ  
فروجرم میں اگر اخلاقی زوال اور ظلم و شقاوت  
قتل و غارتگری کی داستانیں نہ ہوتی تو شاید  
ہم بھی یہ کہتے کہ اسے سیاسی موت مرنے دیا جائے  
لیکن اس نے جو لرزہ خیز جراثیم لئے ہیں اس  
کے بعد ایسا مشورہ دینا سنگدلی اور سفاکی کے  
کے ہم معنی ہے۔ (ایشیادان مور)

## قال بیانیت کے چب پیاں

مکولانعام عثمانی

کے مؤثر قلم سے شاد بیانیت کے تار

پود کا قلم قلم۔ ادرات کے

نظریات پر عالمانہ ضرب کادی

قیمت صرف سواتین روپے

مطبوعہ کا پتہ

مکتبہ تجلی دیوبند

کہ اس مسئلے کو سیاسی نقطہ نظر سے دیکھا جاتا ہے  
اور یہ بات بدیہی ہے کہ ایک اخلاقی جرم کو سیاسی  
مصالح کا تابع بنا دیا جائے تو بھر جرم کی شخصیت  
کو سامنے رکھ کر اس کے ہر جرم کی پروروشی  
ہو جانا لازمی ہے۔ ہم اگر ہندوستان میں یہ بات  
پسند نہیں کرتے کہ اخلاقی جرائم کو معاف کیا جائے  
خواہ کارکناب کسی بڑی سے بڑی شخصیت سے  
ہو اور انصاف کا تقاضا ہے کہ اسی غلطی سے  
ہم دوسرے ملکوں کے حالات پر بھی نظر ڈالیں  
اپنے لئے ایک پیمانہ مقرر کرنا اور دوسرے کے لئے  
دوسرا بار رکھنا انصاف پسندی سے بعید ہے۔  
مگر بھٹو نے اپنے مداحوں کو جس طرح سرکاری  
ملازمتوں، سجاوٹ، کارپوریشنوں اور و اخلاقی  
خارجہ کے ایک بڑی انصاف پر قائم کیا تھا اس  
کے انہیں یہی توقع تھی کہ اب ان کے ہاتھ سے  
اقتدار کو چھیننے والا کوئی نہیں رہا لیکن حالات  
کے ایک موڑ سے انہیں اس سطح پر اترنے کے لئے  
مجبور کر دیا کہ فوج اگر اپنے ہاتھوں میں اگر اقتدار  
نہ لے لیتی تو عوام بھٹو اور بھٹو نوازوں کی لگا بولی  
کر ڈالتے یہ اور بات ہے کہ بعد میں متحدہ محاذ اپنے  
انخاد کو ہائی نہ رکھ سکا اور اس میں پھوٹ پڑ گئی  
یا کچھ بیرونی عناصر اور مقامی شاہراہ صاف میں  
پھوٹ ڈالنے میں کامیاب ہو گئے، پھر یہ بھی اپنی  
جگہ ایک حقیقت ہے کہ کسی بار مارشل کے نفاذ  
نے پاکستان میں فوجی اقتدار کا رعب داب ختم  
کر دیا ہے اور ہر جزل ضیاء الحق ایک نیک طبع  
شخصیت ہونے بنا پر اپنے ہی عوام کو جبر و استبداد  
کی نئی زنجیر و لڑیں مضبوطی کے ساتھ جکڑنا نہیں چاہیے  
بھٹو اور اندرا

بھٹو اور اندرا اس برصغیر کی دو ایسی شخصیتیں رہیں



اپنے اخلاق و محبت سے اُن کے دلوں کو جیتنے کی کامیاب کوشش کی۔ پھر رفتہ رفتہ خفیہ طور پر ملقبین حق کرنے لگے، لوگوں کو ان کی گھایوں اور برائیوں پر ٹوکنے لگے۔

ایک دن آپ نے تمام قبیلے و گروہوں کے رشتے داروں اور عزیزوں کو جمع کیا۔ اور پھر سے جمع میں آپ نے فرمایا کہ :-

”اے لوگو! میں خدا کی طرف سے رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ مجھے میرے خدا نے تم میں اس لئے بھیجا ہے کہ میں تم تک خدا کا پیغام پہنچاؤں۔ تمہیں اس دن سے آگاہ و خبردار کروں جس دن ہم کو، تم کو اور ساری کائنات کے بسنے والوں کو اُس کے پاس جانا ہے اور ہر ایک کو اُس کے عمل کے مطابق سزایا جائے گی۔ لہذا اے لوگو! کان کھول کر سن لو۔ اب تک جو کیا سو کیا۔ اب ان حرکتوں سے باز آ جاؤ۔ ان بنوں کو نوٹ ڈالو۔ یہ پتھر کے بت تو اتنی بھی قدرت نہیں رکھتے کہ اپنی جگہ سے ہل سکیں، یہ تو خود محتاج ہیں۔ ان سے تمہاری کیا مدد ہو سکے گی۔“

پس آپ کا یہ کہنا تھا کہ پورا مجمع منتشر ہو گیا، چاروں طرف کھرام مچ گیا، وہی جو کل تک اُن کی سچائی اور دیانت داری کے صدق دل سے قائل تھے آج دشمن جان بن گئے۔ کہاں تو کل تک وہ اس بات کی تشہیریں لگے ہوئے تھے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) قریش کے سب سے زیادہ ذی رائے اور صاحبِ فہم

رجم و عذاب کو ختم کرنا چاہتا ہے یہ ہمارے پڑاؤں کے قائم رکھے ہوئے مذہب کو مٹا رہا ہے۔ ہم نے طاہر جس نگر میں جا کر کی تبلیغ و دعا کی اُس نگر کے سارے باسی دوڑ پڑے اگلے کر پھر

(طاہر ظہری)

اب آپ ذرا اتنا رخ کے اُس نازک مقام پر آ جائیے۔ جب پوری دنیا میں عموماً اور ملک عرب میں خصوصاً طرح طرح کی مذہبی، اخلاقی اور سماجی برائیاں پھیلی ہوئی تھیں، ان لوگوں کی زندگیاں اُن کے لئے کھلونوں کی حیثیت رکھتی تھیں، عورتوں کے وجود کو خدا ندان کے حق میں بدنام و اغ تصور کیا جاتا تھا، کسی گھر میں لڑکی پیدا ہو جاتی تھی تو لوگ اسے نحوست سے تعبیر کرتے تھے اور کئی کئی دنوں سوگ منائے جاتے تھے عموماً انھیں پیدا ہونے ہی زندہ درگور کر دیا جاتا تھا اُن کے مرجانے پر والدین کو مبارکبادیاں ملتی تھیں۔ غلاموں کی تجارت عام تھی، حالتِ نشتر میں وہ ایسی ایسی غیر انسانی حرکتیں کرتے تھے کہ اُن کے ذکر ہی سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ مردوں کی دیکھا دیکھی عورتیں بھی بیک وقت کئی کئی مردوں سے رشتہ زوجیت قائم کر لیتی تھیں اور اسی قسم کی دوسری بہت ساری برائیوں کو لیشن اور تقاف قرار دے لیا گیا تھا۔

اُس وقت کی اسی افسوس ناک حالت اور بگاڑ کو دیکھ کر ساری دنیا کے مالک و حاکم نے اُن کی بگڑی ہوئی حالت میں سدھار پیدا کرنے کیلئے انھیں تاریکی سے روشنی میں لانے کے لئے اور اُن کی اصلاح اور رہنمائی کے لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا رسول اور پیغامبر بنا کر بھیجا

آپ نے اس دنیا میں اگر سب سے پہلے لوگوں کو

درست انسان ہیں اور کہاں آج انہیں کی زبان سے اپنے اس محدود کے لئے پاگل، مجنون اور نہ جانے کیسے گھٹیلے لفاظ خارج ہونے لگے۔ پورا اٹھان ان فریض ان کی جان کا بھوکا اور بدخواہ دشمن ہو گیا۔

آپ جانتے ہیں کہ ایسے عالم میں غیر نو غیر اپنے عزیز اور رشتہ دار تک ساتھ دینے میں نہ صرف یہ کہ ہچکڑا ہٹ محسوس کرتے ہیں بلکہ سماج کی خوشنودی کے لئے یہ لوگ دشمنانہ سلوک پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ اس لئے کہ وہ یہ بات بھی اچھی طرح جانتے ہیں کہ اگر میں نے قتل شخص کی تائید و تصویب میں ایک لفظ بھی تہد یا تو زندگی کے لالے پڑ جائیں گے، خواہ دل میں اس مظلوم شخصیت کے لئے کتنی غم و ہمدردی کیوں نہ ہو۔

لیکن نہ ہے جرأت ابو بکر رضی اللہ عنہ

اب ملک شام

کے طویل سفر کے بعد آپ مکہ واپس آئے اور گھر پہنچے ہی تھے کہ ابو جہل، عتبہ اور شیبہ وغیرہ نے انہیں یہ خبر دی کہ ابوطالب کے ستم بھتیجے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے، کہتے ہیں کہ مجھ پر خدا کی طرف سے وحی نازل ہوئی ہے، میں پوری قوم کی ہدایت کے لئے بھیجا گیا ہوں۔ مجھ کو بتائیے یہ مجنونانہ باتیں ہیں یا نہیں۔ عرب کا کون عقلمند ان کی اس قسم کی باتوں کو قابل توجہ سمجھے گا؟ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ خاموش ان کی تمام باتیں سنتے رہے۔ اور دل ہی دل میں کچھ سوچتے رہے۔ کیونکہ

یہ نام (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) ان کے لئے کوئی اجنبی نہیں تھا۔ بلکہ وہ اس نام اور نام والے دونوں سے پوری طرح نہ صرف واقف و متعارف

تھے بلکہ اس عظیم مقدس شخصیت کے خصوص و امتیاز اور دوستانہ طور پر بقول کے دل سے گردیدہ تھے۔ عرب سے باہر تجارتی اسفار میں اکثر و بیشتر ایک دوسرے سے ملنے ملائے اور دیکھنے پر کھلنے کے مواقع فراہم ہوتے رہے ہیں، اور آگے چل کر آئے دن کی ملاقاتوں نے دوستی اور یگانگت کی شکل اختیار کر لی تھی۔ وقتاً فوقتاً دونوں ایک دوسرے کے یہاں آنے جانے بھی لگے تھے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ان سب کی باتوں کو سنا اور بلا کسی تردد کے وہ اس نتیجہ پر پہنچے کہ انہوں (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) نے جو کچھ بھی کہا ہے صحیح کہا ہے اس میں ذرہ برابر بھی جھوٹ اور فریب کی آمیزش نہیں ہو سکتی۔ جب ابو جہل، عتبہ اور شیبہ وغیرہ اپنی بات ختم کر چکے تو ان کے دل میں مزید اشتیاق پیدا ہوا۔ اور ان سب کو نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ رخصت کرتے خدمت مبارک میں حاضر ہوئے، بشت کے تعلق دریافت کیا اور اسی نشست میں قبول اسلام کر لیا۔ اس سلسلہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں نے جس شخص کے سامنے اسلام پیش کیا اس میں ایک قسم کی جھجک اور تردد فکر ضرور پائی مگر ابو بکر! کہ جس وقت میں نے ان کے سامنے دعوت اسلام پیش کی انہوں نے بے جھجک قبول کر لی، اس بات میں تو اختلاف ہے کہ اسلام لانے میں اولیت کاشرف کسے حاصل ہے اس لئے کہ بعض کا کہنا ہے کہ حضرت ابو بکر نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا ہے۔ اور کچھ کا قول ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سب سے پہلے اسلام سے مشرف ہوئے۔ لیکن قبول فیصل یہ ہے کہ بالغ مردوں میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ، لوگوں میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ



محض اسلام قبول کر لینے کی وجہ سے ظلم و ستم کی کڑیاں توڑی جا رہی تھیں،

معوذہ بنوک کے موقع پر جو کچھ تھا سب لاکر حاضر کر دیا۔ حضور نے اسے دیکھا اور فرمایا —

اے ابو بکر! بال بچوں کے لئے کیا چھوڑا ہے؟ — جواب میں عرض کیا اللہ اور اس کے رسول کو چھوڑا ہے۔ حضرت ابو بکر اپنی جان و مال کو اپنی ملکیت نہیں تصور کرتے تھے، بلکہ دونوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ملکیت جانتے اور مانتے تھے، جب ایک مرتبہ زبان رسول سے یہ کلمات ادا ہوئے کہ: جو نفع مجھے ابو بکر کے مال سے دیا ہے اور کسی کے مال نے نہیں دیا، تو حضرت صدیق اکبر نے رد کر عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا میں اور میرا مال آپ کے نہیں ہیں؟ (سیرۃ النبی ص ۱۸۵)

حضرت ابو بکر رضی کی جان نثاری و عشق نبوی کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ قریش کا ایک سردار عروہ ایک اہم مسئلہ پر گفت و شنید کرنے کی غرض سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ گفتگو شروع ہوئی۔ گفتگو کے دوران عروہ نے بیگستاخانہ جملے بھی منہ سے نکالے کہ: اگر قریش کے ساتھ آپ کی مصالحت نہ ہوئی تو آپ اور آپ کے تمام ساتھی گرد کی طرح فضاؤں میں اڑ جائیں گے اور پھر ان کا نام نشان تک باقی نہ رہ سکے گا۔

ان جملوں کا سنا تھا کہ حضرت ابو بکر رضی طیش میں آ گئے، اُن کی رگ جاں نثاری بھر پور اٹھی۔ اور انہوں نے اُسے ایسا منہ توڑ جواب دیا کہ وہ سخت متحیر ہوا۔ اُسے اس بات کا وہم و گمان تک نہ تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے چاہنے والوں اور جاں نثاروں میں اس قسم کے لوگ بھی ہیں۔ اُس (عروہ) نے اپنی

عورتوں میں حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور غلاموں میں زید بن حارثہ سب سے اول مشرت بہ اسلام ہوئے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی وحی نازل ہونے کے ساتویں روز دائرہ اسلام میں داخل ہوئے تھے۔ اُن سے پہلے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت علیؓ دو دولت ایمان حاصل کر چکے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ بہ اسلام

سے قبل مکہ کے بڑے اور صاحب حیثیت تاجروں میں شمار ہوتے تھے، کپڑوں کی تجارت کرتے تھے، اسلام کے بعد اپنی ساری دولت اسلام کے راستے میں وقف فرمادی جس کے نتیجے میں آپ پر ایک ایسا وقت بھی آیا کہ پہننے کو ایک کونٹا اور تہمت تک نہیں رہا۔ ایک کہیں اولاد نہ ہوئی بسر کیا۔ غرضیکہ قبول اسلام کے بعد ان کی پوری زندگی ارشاد خداوندی پر یا کتبہ کا لفظ یعنی اے ایمان والو! اَدْخُلُوا فِي السِّلَاحُ كَانَتْ لَكُمْ (یعنی اے ایمان والو! اسلام میں پوری طرح داخل ہو جاؤ) کی تفسیر و مکمل تصویر تھی۔ جسم، جان، شان، عقل و فراست، اولاد و مال، جائیداد اور آرام و آسائش جو کچھ بھی اُن کی بساط میں تھا وہ سب کچھ خدا اور اس کے رسولؐ کے حکم پر قربان تھا۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت علی رضیؓ نے متفقہ طور پر فرمایا تھا کہ: "ما استبقنا الی خیر قط الا سبقنا ابو بکر اہم ہمیں نیکی کی طرف چھوٹے اُس میں ابو بکر رضی ہم پر سبقت لے گئے، اپنی وجاہت کے اثر سے عرب کے ادبے ادبے بچے قوموں کو خدمت رسولؐ میں لاکر مشرف بہ اسلام کرایا، مال و منال خدمت اسلام کے لئے وقف کر دیا، مالی سرمایہ آخر عمر تک تجارت کے ذریعہ بڑھایا اور اُسے راہ اسلام میں صرف کیا، اُن کمزور اور غریب لوگوں کو خرید خرید کر اُن کے ظلم آقاؤں کے پیچھے جبر و تشدد سے نجات دلائی جو

اس حیرت و تعجب کا اظہار جا کر اُن پر باب قریش کے سامنے کیا جنہوں نے اسے بھیجا تھا۔ اور اس نے کہا۔ جو ہزیرہ عشق و جاں نثاری مجھے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے چاہنے اور سامنے والوں میں ملاوہ میں نے بڑے سے بڑے بادشاہوں کے درباروں میں بھی نہیں پایا۔

جیسا کہ اوپر عرض کر چکا ہوں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ممتاز و مستحول لوگوں میں سے تھے۔ بڑے عیش و عشرت کی زندگی بسر کر رہے تھے لیکن عام امرا و رؤسا کی طرح شراب نوشی، جھوٹ، دغا اور فریب جیسے بڑے گناہوں کا ارتکاب کبھی نہیں کیا۔ آپ کی شرافت عدل و انصاف، محبت، مروت، اخلاق اور غربانہ ایمان جاہلیت میں بھی مشہور و معلوم تھی۔ یہی وجہ ہے کہ کفار مکہ ایمان لانے کے بعد اُن کے ساتھ وہ سفاک برتاؤ کرنے سے احتراز کرتے تھے جو دوسرے مسلمانوں کے ساتھ بڑی بے رحمی و سنگدلی کے ساتھ روا رکھے جاتے تھے۔

خروج اسلام میں تھری پانچ سال تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ اسلام کا کام خیر انجام دیا۔ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی پوشیدہ طور پر خدمت اسلام کرتے۔ لیکن جب نبوت کے جو تھے سال خدا کی طرف سے یہ آیت نازل ہوئی۔

فَاَصْلَحَ بَهَا تَوَدَّ اَعْرَضَ عَنِ الْمَشْرِكِينَ  
 (تم کو جو حکم دیا جاتا ہے اس کو اعلانیہ بیان کرو اور  
 مشرکوں کی طرف سے مخفی چھپو۔)

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت حق کا کام اعلانیہ شروع کر دیا اور کھلم کھلا شرک و جہل کی مذمت کرنے لگے۔ اس بات سے مشرکیوں عرب مشتعل ہو گئے۔ اُن کا اشتعال و حبشہ انداز اختیار

کر گیا۔ رسول اللہ کو ہر قسم کی اذیت دینے لگے۔ ان اذیتوں میں حضرت صدیق اکبر بھی شامل تھے۔ ایک مرتبہ حرم کعبہ میں کفار و مشرکین کا کثیر جم گھٹا تھا۔ تذکرہ اس بات کا ہو رہا تھا کہ اس نئے نبی نے ہمارے معبودوں کی توہین و تکلیف کیے اور کیونکر کی۔ اتفاقاً اسی اثنا میں طواف کعبہ کی غرض سے حضور داخل حرم ہوئے۔ حضور کو دیکھنا تھا کہ اُن کا شعلہ قہر بھڑک اٹھا۔ اور اُن میں سے ایک شخص نے بڑھ کر آپ سے دریافت کیا۔ "اے شخص تو ہی ہے وہ جو ہمارے بتوں کو جھٹلاتا ہے؟" آپ نے جواباً ارشاد فرمایا۔ "بلے شک۔" یہ سنتے ہی تمام مجمع آپ پر ٹوٹ پڑا۔ وہ سفاک آپ کو زد و کوب کرتے جاتے اور یہ کہتے جا رہے تھے کہ:۔ اَتَجْعَلُ الْاِلٰهَةَ اِلٰهًا وَّاجِدًا (کیا تو رب خداؤں کو ایک خدا کر دے گا) آپ بے ہوش ہو کر زمین پر گر گئے۔ کسی نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جاکر اطلاع دی کہ حضرت صدیق دوڑتے ہوئے آئے اور بے تحاشہ کفار کے مجمع میں گھس گئے۔ اور یہ فرماتے جا رہے تھے:۔ وَبَلَّغَكُمْ اَتَقْتُلُونَ رَجُلًا اَنْ يَقُولَ رَبِّيَ اللّٰهُ وَقَدْ جَاءَكُمْ بِالْبَيِّنَاتِ مِنْ رَبِّكُمْ (انہوں نے تم پر کہ تم ایک شخص کو محض یہ کہنے پر مارے ڈالتے ہو کہ میرا رب اللہ ہے۔ حالانکہ وہ تمہارے پاس خدا کی طرف سے روشن دلیلیں لیکر آیا ہے)

یہ مداخلت اُن لوگوں کو نہ صرف پسند نہیں آئی بلکہ وہ سارے کے سارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر انھیں پر ٹوٹ پڑے عتبہ بن ربیعہ نے اپنے مضبوط تلے دار جو تلوں سے انتہائی سفاکی اور بے رحمی سے پیش کیا اور اتنا مارا کہ سر جھٹ گیا۔ لہذا وہاں ہو گئے۔ کچھ بااثر عزیزوں نے آکر

اس میں اس بات کا اظہار فرمایا کہ جس نے ہمارے ساتھ کوئی احسان کیا ہم نے اس کا بدلہ چکا دیا۔ سوائے ابو بکرؓ کے ان کی خدمات کا بدلہ قیامت کے دن ان کے خدا کی طرف سے ملے گا۔

لاریب اصحاب رسولؐ میں خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیقؓ کا مقام سب سے بلند و ارفع ہے۔ خدائے قدوس نے آپ کو عدل و انصاف و دفا داری و علم و تدبیر اور فکر و فکر کی جس بیکرا دولت سے مالا مال کیا تھا وہ انبیاء کو مستثنیٰ کر دینا کے کسی دوسرے انسان کے حصے میں نہیں آتا۔ اُن کی بلندی و رفعت کے لئے یہ ثبوت ہی کا ہے کہ اجماع امت کی طرف سے انھیں افضل و بعد الانبیاء (نبیوں کے بعد انسانوں میں سب سے افضل) کہا گیا ہے۔

یاد پڑتا ہے کہ کسی مضمون میں ایک انجریز کا قول بیان کیا گیا ہے کہ اس نے سیرت نبویؐ اظہار خیال کرنے ہوئے کہا تھا کہ محمد صلی اللہ وسلم کی بنو علورہ پیغمبر خدا ہونے کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ ابو بکر حبیبیاذہیں وہیم اور صائب رائے رکھنے والے انسان نے ان کی نبوت کو تسلیم کیا ہے۔

حضرت صدیق اکبرؓ کی شخصیت سے متعلق و کے بڑے بڑے رہنما یا قوم و مصلحین وقت نے ان خیالات کا اظہار کیا ہے۔ اور اس بات کا اعتراف ہے کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ دنیا کے عظیم و لافانی اث میں سے تھے۔ میں وقت کی کمی کا لحاظ رکھتے ہو نیچے صرف چند معزز و مقدس ہستیوں کے اقوال کر لے پر اکتفا کروں گا۔

دنیا کے سب سے عظیم و رفیع انسان اور نبیوں کے خاتم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رفیق غار حضرت صدیق کے بارے میں ا

بچایا۔ آپ چلتے جا رہے تھے اور زبان سے یہ کلمات فرماتے جا رہے تھے: یَا ذَا الْجَلَالِ وَ الْاِکْرَامِ (اے عزت و جلال والے تیری ذات بہت بابرکت ہے)۔ حضرت عائشہ کا قول ہے کہ اس واردات کے بعد جب حضرت ابو بکر صدیقؓ گھر پہنچے ہیں تو حالت یہ تھی کہ سر پر جہاں بھی ہاتھ لگتا بال آگ ہو جاتے، آپ بے حس و حرکت ہو جتے تھے۔ سب یہ سمجھ رہے تھے کہ انتقال ہو چکا ہے انھیں گھر پہنچا کر بنی تیم پھر مسجد میں آئے اور یہ اعلان کیا کہ فی الواقع ابو بکر سرگئے تو ہم عتبہ بن ربیعہ کو قتل کے بغیر نہیں مانیں گے۔ (تیم حضرت صدیق کے خاندان کا نام تھا)۔

یہ اعلان کر کے وہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے پاس واپس آ گئے۔ یہ سب کے سب اور ان کے والد ابو قحافہ عثمان اعا کے سر ہانے کھڑے رہے۔ تھوڑے تھوڑے وقفے کے بعد آواز بھی دیتے رہے۔ کافی دیر کے بعد حواس لوٹے۔ شام تک کہیں اس قابل ہو سکے کہ کچھ بولی سکیں۔ اس طویل تشویشناکیلے ہوشی کے بعد سب سے پہلے جو بات ان کی زبان سے نکلی وہ یہ کہ ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیسے ہیں؟“ یہ بات بنی تیم کو بڑی معلوم ہوئی۔ وہاں سے چلے گئے۔ لیکن آپ نے جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات نہیں کر لی برابر یہی دریافت فرماتے رہے اور اپنا یہ قطعی فیصلہ سنا دیا کہ جب تک میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ مل آؤں کچھ بھی نہ کھاؤں گا۔ اسی قسم کے نہ جانے کتنے واقعات تاریخ کے صفحات میں بکھرے پڑے ہیں جن سے حضرت صدیق کی بے پناہ محبت رسولؐ اور غیر معمولی جذبہ حق پرستی کی سند ملتی ہے۔ آنحضرتؐ نے وفات سے پانچ دن پہلے جو خطبہ پیش کیا تھا

میں ابو بکر ہم سے سبقت لے گئے۔

(۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ابو بکر اور عمر سب آدمیوں سے بہتر ہیں۔ میری محبت اور ان دونوں شخصیتوں سے بغض کسی مومن کے دل میں نہیں جمع ہو سکتا۔

(۳) اللہ عزوجل نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قربانی ابو بکر کا نام صدیق رکھا ہے۔

لفظ صدیق کے معنی بہت زیادہ سچا بولنے والے کے ہیں۔ حضرت مولانا عبد الباقی کو فاروقی نکھڑی اپنی کتاب صدیق اعظم صفحہ ۲ کے حاشیے میں رقم طراز ہیں کہ ”صدیق کے معنی بڑا سچا اور شریعت میں خاص مرتبہ ہے جس کی سرحد نبوت کی سرحد سے ملی ہوئی ہے“ آپ کا ایک لقب ”عقیق“ بھی ہے جس کے معنی عذاب آخرت سے بری ہونے کے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن جعفر طیارؓ نے اوصاف صدیق کا ذکر بایں طور فرمایا ہے :-  
”ابو بکر ہم پر دالی ہوئے تو اس شان سے کہ مخلوق الہی میں سب سے بہتر تھے اور ہم پر سب سے زیادہ مہربان“

جناب محمد حبیب الرحمن خاں شیردانی نے اپنی کتاب سیرۃ صدیق میں :- حضرت ابو مریمؓ کا بیان بایں انداز نقل کیا ہے :-

ابو مریم کا بیان ہے کہ میں کوفہ میں تھا۔ حسن بن علی نے کھڑے ہو کر خطبہ دیا اے لوگو! رات میں نے ایک عجیب خواب دیکھا میں نے رب کرم کو عرض پر دیکھا۔ اسی عرصہ میں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور عرض کے ایک پائے کے پاس قیام فرمایا پھر ابو بکر آئے اور دوش باز رکھ کر پرہا تھا رکھ کر کھڑے ہو گئے پھر عمر آئے اور ابو بکر کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کھڑے

خیالات کا اظہار ان لفظوں میں کیا ہے :-  
وَإِنِّي لَأَعْلَمُ أَحَدًا كَانَ أَفْضَلَ فِي الصُّلَحَةِ عِنْدَ عَائِشَةَ مِنِّي لَوْ كُنْتُ مُتَّحِدًا أَخِيكَ

(۱) لَا تُحَدِّثُ أَبَا بَكْرٍ خَلِيلًا۔ میں کسی کو نہیں جانتا جو میرے نزدیک رفاقت میں احسانات کے اعتبار سے ابو بکر سے افضل ہو۔ پس اگر میں کسی کو قلبی دوست بنانے والا ہوتا تو ابو بکر کو

بناتا۔  
(۲) أَرْحَمُ أَهْلِي يَا مُصَبِّیْ أَبُو بَكْرٍ۔ میری امت میں میری امت پر سب سے زیادہ مہربان ابو بکر ہیں۔

(۳) ایک مرتبہ اور کسی موقع پر آنحضورؐ نے فرمایا تھا کہ :-

”کوئی نبی ایسا نہیں ہے جس کے دو وزیر اہل آسمان میں سے اور دو وزیر اہل زمین میں سے نہ ہوں۔“

دو وزیر آسمان والوں میں سے جبریل میکائیل ہیں اور زمین والوں میں سے ابو بکر اور عمر۔ خلیفہ دوم حضرت عمر فاروقؓ کے خیالات بایں الفاظ ملاحظہ فرمائیے۔

(۱) ابو بکر ہمارے سردار ہیں  
(۲) ابو بکرؓ کا ایمان زمین کے سارے اہل ایمان سے تولا جائے تو ابو بکرؓ کے ایمان کا پلہ بھاری رہے گا۔

(۳) سوائے انبیاء کے کبھی سورج کسی ایسے شخص پر طلوع یا غروب نہیں ہوا جو ابو بکر سے افضل ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے برادر محترم زاد حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ :-  
(۱) قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ ہم جس نیکی کی طرف بھی بھٹے اس

خدا ہم سب کو صدیقیت کا علمبردار اور ایثار و ناداری کا پیکر بنائے۔

مومن کوئی صدیق سے بہتر نہ ہوا  
بہتر تو بڑی بات ہے ہمسرن ہوا  
صدیق تو دنیا میں ہوتے اور بھی چند  
لیکن بجز ان کے کوئی اکبر نہ ہوا  
(اشہار صدیقی)

یہ مقالہ سہ ماہی کے بزم صدیق امر دہا کی بزم مقالات  
میں پڑھا گیا۔ (تالش عاشری)

ایک مدت سے نعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسے مجموعے  
کی ضرورت محسوس کی جا رہی تھی جو مفید و دل آویز اور  
متاثر کن ہونے کے ساتھ ساتھ کم قیمت بھی ہو۔  
الحمد للہ ادارہ صحلی نے اس ضرورت کو پورا کیا اور

## سرود حجاز کے نام سے

اس نوعیت کا ایک مجموعہ شائع کرنے کا شرف  
حاصل کیا اس مجموعہ میں مولانا عامر عثمانی، مولانا ابرار اللہ  
اور علامہ اقبال جیسے صحیح العقیدہ اور ماہرین فن حضرات  
کی پر مغز کادشیں اور کیف آور نعتیں شامل ہیں۔

۱/- قیمت :- صرف ایک روپیہ

جو لوگ اس سہ ماہی کو مفت تقسیم کرنا چاہیں  
ان کے لئے ۶۰/- روپے سیکڑہ۔

ملنے کا پتہ :- مکتبہ تجلی دیوبند دیوبند

ہو گئے۔ پھر عثمان آئے ان کے ہاتھ میں  
ان کا مرتبہ تھا۔ عرض کی الہی اپنے بندوں  
سے پوچھ کہ انہوں نے مجھ کو کس قصور  
میں قتل کیا۔ اس کہنے پر آسمان سے  
خون کے دو پرنا لے زمین میں بہنے لگے  
یہ خطبہ سکر لوگوں نے حضرت علی سے کہا  
”یکم“ آپ دیکھتے ہیں حسن کیا کہتے ہیں۔  
فرمایا ”جو دیکھا وہ کہتے ہیں۔“

حضرت امام باقر حضرت شیخین (صدیق و عمر) کے  
متعلق اپنے خیالات کا اظہار یوں فرماتے ہیں :-  
”میں نے کسی کو اپنے اہل بیت میں سے نہیں  
دیکھا جو ان دونوں اور حضرت صدیق و حضرت عمر سے  
محبت نہ رکھتا رہا ہو۔“

انہیں بزرگ یعنی حضرت امام باقر کا ایک  
قول اور ملاحظہ فرمائیے فرماتے ہیں :-  
”جو شخص حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کو نہیں  
جانتا وہ سنت کو نہیں جانتا۔“

ایک مرتبہ کسی شخص نے حضرت امام زین العابدین سے  
استفسار کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے  
نزدیک ابو بکر اور عمر کا کیا مرتبہ تھا۔ آپ نے  
فرمایا ”یہ مرتبہ تھا جو اس وقت بھی ہے یعنی روضہ  
مقدس میں سب سے زیادہ قرب حاصل ہے۔“  
میں نے مقالے کے شروع میں تمہیداً نبوت  
کے دور اذل کا بھی اجمالی ذکر کر دیا ہے۔ اس  
سے شاید آپ میں سے بعض حضرات یہ خیال کریں  
کہ آخر مقالہ حضرت صدیق سے متعلق  
ہے اس میں نبوت کے ذکر کی کیا ضرورت تھی۔  
اس سلسلے میں عرض یہ ہے کہ جس طرح سے سیرت  
رسول بغیر ذکر صدیقین کے ناقص اور بے ربط نظر  
آنے لگتی ہے اسی طرح سے سیرت صدیق کے لئے  
بھی نبوت کے دور اذل کا تذکرہ کرنا ناگزیر ہے

# افکار و تقسیم

ایک صاحبِ جماعت اسلامی ہند کے رائے عقیدت  
ما کہتے ہیں اپنے ایک حالیہ مکتوب صیدریافت کے ترجمہ میں

”میں سوچ میں پڑ جاتا ہوں کہ اس کی اصل وجہ  
کیا ہے؟“

مزید فرماتے ہیں:-

”دوسری اہم بات یہ ہے کہ تبلیغی جماعت  
کے حضرات جگہ جگہ جماعت اسلامی کی نہایت گھٹائی  
مخالفت کرتے ہیں۔ کیا جماعت کے ذمہ دار حضرات  
ان کے ذمہ داروں سے اس موضوع پر تبادلہ خیال  
نہیں کر سکتے؟“

جواب:- سب سے پہلے آپ اس حقیقت کو اچھی  
طرح ذہن نشین کر لیجئے کہ کتنی جماعت اور اس کی  
دعوت کو پرکھنے کا معیار اس کے افراد کی کثرت  
تعداد اور اس کے اجتماعات میں مشرکات کرنے  
والا حجم وغیرہ نہیں ہے۔ اصل سچ جو دیکھنے کی ہے

”میں نے جماعت اسلامی کے لٹریچر کا بغور  
مطالعہ کیا ہے اور جب تو نیت قرآن حکیم اور احادیث  
کا مطالعہ بھی کرتا رہتا ہوں۔ مجھے جماعت کی دعوت  
اور اس کے طریقہ کار سے کلی طور اتفاق ہے مگر  
ایک بات میری ذہنی الجھن کا باعث بنی ہوئی ہے  
وہ یہ کہ اس قدر صاف اور واضح اور برحق  
ہونے کے باوجود کیا وجہ ہے کہ عام طور پر لوگ  
اس کی طرف متوجہ نہیں ہوتے، حیرت میں دیکھتا  
ہوں تبلیغی جماعت کی طرف لوگ جو حق و برحق  
آتے ہیں، ان کے معنوی معنوی اجتماعات میں بلا  
مبالغہ لاکھوں کی تعداد آٹا فانا کچا ہو جاتی ہے۔  
مگر جماعت اسلامی کے ڈیڑھ لاکھ اجتماعات ہر  
میں تعداد مشرکات چار چھ سو سے زائد نہیں ہوتی



وہ یہ کہ کیا آپ کی دعوت ٹھیک و ہی دعوت ہے جو قرآن حکیم اور سنت رسول صلی اللہ علیہ میں پیش کی گئی ہے، آپ دین کے اسی تصور کے حامل ہیں جو تصور اللہ نے اپنی کتاب کے اندر اور اللہ کے رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مبارک زندگی کے اندر پیش فرمایا ہے اور جس کے علمبردار صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور آپ کے بعد ملت کے تمام بزرگان دین۔ ائمہ کرام اور علماء حق رہے ہیں۔

دوسری بنیادی بات یہ کہ اللہ اور اس کے رسول نے ہمیں صریح دین اور تصور دین ہی نہیں دیا ہے بلکہ اس دین کی اقامت، اس کی حفاظت، اس کی خدمت، اور اس کی دعوت و تبلیغ کا اب واضح اور بے آمیز طریقہ کار بھی عنایت فرمایا ہے جو دین اسلام کے مزاج سے پوری طرح ہم آہنگ ہے۔

ان دو حیثیتوں سے اگر آپ اللہ و اس کے رسول کے قلب حاصل ہے تو تیسری بات یہ دیکھنے کی ہے کہ دین حق کے علمبرداروں، اس تصور دین کو قبول کر نیوالوں اور اس کی دعوت و تبلیغ کا فریضہ انجام دینے والوں میں جو بنیادی صفات رہنا ہونی چاہئیں۔ وہ رہنا ہر رہی ہیں یا نہیں انہیں اپنے کارکنوں میں پیدا کرنے، پر دان چڑھانے اور مستحکم بنانے کا اہتمام پورے طور پر ہونا چاہیے یا نہیں۔

اس کے ساتھ ساتھ اس بات کا بھی جائزہ لینا چاہیے کہ انتہائی بگڑے ہوئے ماحول اور ناسازگار حالات کے اندر جب دین اسلام اپنی حقیقی تصویر کے ساتھ بندگان خدا کے سامنے پیش کیا گیا۔ تو داعیان حق کو کس طرح کی دشواریوں کا اور مخالفینوں کا سامنا کرنا پڑا ہے، باطل

اور بے خدا اقتدار نے خدا پرستی کی دعوت اور داعیان حق کے ساتھ کیا سلوک کیا وقت کے بگڑے ہوئے مذہبی رہنماؤں اور اقتدار وقت کے وادہ برادر علماء و مفتیان کرام نے اس دعوت اور اس کے داعیوں کے ساتھ کیا طرز عمل اختیار کئے انہیں اور محمد و مذہبیت کے نام بیوا اور شکر و نعم سے عاری، اپنے شیوخ کو حق و باطل کا معیار تصور کرنے والے عوام کا اس دعوت حق اور اس کے علمبرداروں کے ساتھ کیا رول ہوا ہے

قرآن حکیم اور احادیث رسول کے اندر یہ حقائق سورج و زیادہ روشن نظر آتے ہیں۔ انبیاء کرام نے بندگان خدا کے سامنے کیا دعوت پیش کی انکی دعوت کا اندازہ کیا رہا، ان کے ساتھ ان کی قوم کے بڑوں، اور اس وقت کے حکمرانوں، مذہبی پیشواؤں اور دینی متاع فکر و فہم کو اپنے شیوخ کے ہاتھوں میں رہن رکھ دینے والے عوام نے ان انبیاء کرام اور داعیان حق کے پیغام اور دعوت کے ساتھ اور خود ان مبارک سہیتوں کے ساتھ کیا کچھ نہیں کیا ہے، سنت قرآن حکیم اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ہر وہ شخص یا ساذ دیکھ سکتا ہے جو فی الحقیقت دیکھنا اور سمجھنا چاہتا اگر ان سب پہلوؤں کو سامنے رکھتے ہوئے آپ پر تائید رکھتے ہیں کہ جماعت اسلامی کی دعوت ٹھیک و ہی دعوت ہے، جس کے داعی انبیاء کرام اور ان کے مبارک ساتھی تھے، اس کا پیغام ہی ہے جو بندگان خدا میں بھی علماء حق، ائمہ کرام اور بزرگان دین، خلق خدا کے سامنے پیش ہے کہ یہ قرآن و حدیث سے ہی ماخوذ ہے تو آپ کو یہ بات بھی پتا سانی سمجھ لینی چاہیے کہ یہ کام انتہائی مشکل کیوں ہے کہ لوگ جو حق و جوق اس کام میں لے لیں کیلئے آمادہ نہیں ہوتے۔

یہ تبلیغی جماعت پر کوئی الزام نہیں ہے کہ اس کا سب سے بڑا طرہ امتیاز یہی ہے کہ وہ دین اسلام کے رائج الوقت تصور اور مفہوم کی علم بردار ہے نہ کہ اس دین کی جو اپنے کارکنوں اور علم برداروں کو معرکہ حق و باطل میں کھڑا کرتا ہے جو زندگی کی تقسیم کو باطل قرار دیتا ہے جو انسان کے لیے کم و کاست زندگی میں اس کی بھرپور رہنمائی کرتا ہے جو امر بالمعروف کے ساتھ ساتھ نہی عن المنکر کو بھی ایک اہم فریضہ قرار دیتا ہے۔

تبلیغی جماعت کے دوستوں کی دینی معاملات کا محور، ماخذ اور منہج، ”تبلیغی نصاب“ نام کی ایک کتاب ہے یہی کتاب ان کے اجتماعات میں پڑھی پڑھائی جاتی ہے۔

مسجدوں میں نہایت اہتمام کے ساتھ یہی کتاب آپکو رکھی ہوئی ملیگی، حیرت انگیز بلکہ افسوسناک بات ہے کہ اسی حلقہ اثر کے بعض ممتاز اور معروف علماء دین کی توہماتی میں نہایت عمدہ کتابیں لکھی ہیں مثلاً مولانا ابوالحسن علی ندوی، مولانا محمد منظور نعمانی وغیرہ کی کتب جن سے دین کا فہم حاصل ہو سکتا ہے اس جماعت میں ان کتب کی کٹوتی۔ اہمیت نہیں ہے بلکہ آپ معلوم کر کے دیکھ لیں کہ اس جماعت کے نوے فی صد افراد ان بزرگوں کی کسی ایک کتاب کا نام بھی نہیں بتا سکتے، ”تبلیغی نصاب“ کیا کچھ ہے ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی۔ تبلیغی جماعت شاید مسلمانوں کی وہ واحد تنظیم ہے جس میں قرآن حکیم اور احادیث رسول کے مطالعہ کا اہتمام بالکل نہیں ہوتا، بلکہ میں عرض کروں تو مباخذ نہ ہو گا کہ وہاں تو لوگوں کو قرآن حکیم کے مطالعہ سے باز رکھا جاتا ہے اور برجستہ کہا جاتا ہے اگر ترجموں کی مدد سے قرآن کا مطالعہ کیا جائے گا تو آدمی گمراہ ہو

جائے گا۔

تبلیغی جماعت کی اجتماعی معاملات و مسائل سے کبھی کوئی دلچسپی نہیں رہی، باطل اذکار و نظریات کے غلبہ و تسلط سے اسے کبھی کوئی تشویش نہیں ہوتی، وہاں تو ہر رخصت کی دوا ”نفاصل“ اور تبلیغی نصاب“ کا بڑا صفایہ صاف ہے، تبلیغی جماعت اپنے کارکنوں کو خصوصیت سے ہدایت دیتی ہے کہ وہ بھی اپنی تقریروں اور گفتگوؤں میں ہر سرائق دار گروہ یا حکومت پر کوئی تنقید نہ کریں، سنت اسلامیہ کے کسی بھی مسئلہ پر کبھی اظہار خیال نہ کریں جو وہ دینی تعلیم کا مسئلہ ہو، مسلم پرسنل لا کامنڈ ہو، مظلومین کی امداد کا مسئلہ ہو یا کوئی اور مسئلہ ہو۔

ایمر جنسی کے دور میں اس جماعت ذمہ داروں تک کا یہ رویہ اکثر مقامات پر دیکھا گیا کہ وہ ہمارے کارکنوں کے پاس آئے اور سہرا لیا کہ آپ لوگ تبلیغی جماعت میں آجائیں تو ہم آپ پر سے کیس کو ختم کر ادیں گے، حکومت کو پھر کوئی شکایت نہ ہوگی، ہمارے ارکان نے شکر یہ کہ سابقہ ان کی اس پیش کش کو نظر انداز کر دیا، اور اس واپناہ گاہ، میں پناہ لینا گوارہ نہیں کیا۔

آج جانتے ہیں کہ ان دوستوں نے یہی نہیں کیا۔ بلکہ ان کے عظیم شیخ شیخ الحدیث نے ایمر جنسی کے آغاز میں جب کہ جماعت اسلامی خلافت قانونی قرار دیدی گئی تھی اور اس کے کارکنوں کو بڑی تعداد میں آہنی سلاخوں کے پیچھے دھکیل دیا گیا تھا۔ وقت۔ اور غالباً تبلیغ کا یہ اہم تغاضد تصور کیا کہ اپنی اس تحریر کو جو اس میں مولانا قدوسی کے نام انھیں جماعت سے باز

رکھنے کے لئے لکھی گئی تھی کتابی شکل میں "فتنہ مودودیت" کے نام سے شائع کرایا اور تبلیغی جماعت کے دوستوں کے ذریعہ اس کی تقسیم و تشہیر کی "مقدس مہم" چلائی۔

تبلیغی جماعت جس دعوت و تبلیغ کی علمبردار اور داعی ہے اس میں غیر مسلموں کے لئے کوئی۔ نہیں ہے اس کی دعوت رضا کی دعوت ہے نماز روزے اور کلمے کی دعوت ہے اس نماز روزہ اور اس کلمے کی جس میں اجتماعی معاملات و مسائل کے لئے کوئی رہنمائی نہیں ہے۔

آپ کو شکایت ہے کہ تبلیغی جماعت، جماعت اسلامی کی مخالفت کر رہی ہے اس کی مخالفت، ناجواب دیا جائے۔ آپ کی بات درست ہے ہم جانتے ہیں کہ تبلیغی جماعت کے دوستوں کی طرف سے جماعت اسلامی کی مخالفت آج نہیں بلکہ کافی عرصہ سے جاری ہے مگر آپ جواب کس بات کا اور کس لئے چاہتے ہیں آپ بھی اچھی طرح جانتے ہیں کہ ان دوستوں میں ذاتی صلاحیت ہے اور نہ اتنی جرأت کہ یہ کوئی بات کھل کر کہہ سکیں، جماعت کی گھناؤنی مخالفت ان کے یہاں "کانا چھوٹسی" کے انداز میں ہوتی ہے اور جب آپ ان سے بات کیجئے تو نہایت، معصومانہ انداز میں ارشاد ہوتا ہے کہ "ہم بحث میں نہیں پڑتے"، بعض مقامات پر ان کے ذمہ داروں نے "فقہ مودودیت" کی تشہیر و تقسیم کی اور دہاں کے ہمارے افتخار نے جب ان سے بات کی تو ارشاد ہوا کہ "ہم کچھ جانتے یہ سب تو علماء جانتے ہیں۔"

میرا اندازہ تو یہ ہے کہ تبلیغی جماعت کے دوستوں کی بڑی اکثریت ایسی ہے جس نے اپنے شیخ کی کتاب "فتنہ مودودیت" خود بھی نہیں پڑھی

ہے اور وہ اس کی ضرورت بھی محسوس نہیں کرتے البتہ چونکہ وہ کتاب شیخ کی طرف سے ہے اس لئے وہ اس کی تقسیم کو کار ثواب ضرور تصور کرتے ہیں بلکہ میرا تو خیال یہ ہے کہ حضرت شیخ نے بھی خواہ مخواہ کا تکلف نہ کیا کہ ایک کتاب شائع کرانی وہ تو صرف اس قدر عرض کر دیتے کہ "(کہ جماعت اسلامی گمراہ اور بے دین ہے" تو یہی بات ان دوستوں کے لئے سرور بصیرت بنجانی، اور شیخ کا منشاء بھی پورا ہو جاتا، مگر نہیں حضرت شیخ کی اس کتاب کا مارکیٹ میں آجانا ان لوگوں کے لئے یقیناً عبرت کا باعث بنا جو خدا کی دی ہوئی عقل و بصیرت کو کسی کے ہاتھ رہن رکھنے کے عادی نہیں ہیں۔ وہ اس کتاب کو پڑھ کر باسانی انداز لگا سکتے ہیں کہ جس جماعت کا شیخ جماعت اسلامی کی مخالفت میں عدل و دیانت اور تقویٰ و تفقہ کو داؤں پر لگا سکتا ہے اس جماعت کے لوگ۔ جماعت اسلامی کے خلاف کیا کچھ نہیں کر سکتے۔

آپ کے علم میں یہ بات آگئی ہو گی کہ حضرت شیخ کی اس کتاب پر ایک بے لاگ تبصرہ "رد فتنہ" کے نام سے مکتبہ الحسنات نے شائع کیا ہے اس کتاب سے اتنا فائدہ تو ضرور ہو سکتا ہے کہ تبلیغی جماعت سے تعلق رکھنے والے وہ لوگ۔ جنکی تعداد بھی خاص ہے۔ جو کسی کی اندھی عقیدت میں گرفتار نہیں ہیں، اور حق و باطل میں تمیز کی صلاحیت رکھتے ہیں، اس کتاب کا مطالعہ کر کے صحیح صورت حال سے آگاہ ہو سکتے ہیں۔

آپ کی الجھن پر جو کچھ میں نے تبلیغی جماعت کے تعلق سے کیا عرض ہے اس کو عرض کرتے ہوئے خدا جانتا ہے کہ مجھے کوئی خوشی نہیں ہے کاش کہ تبلیغی جماعت کے رفقاء اور ان کے ذمہ دار حضرات جماعت اسلامی کے سلسلہ میں

حسن احمد صدیقی

دوسری قسط

# مولانا اخلاق حسین قاسمی صاحب کے مضمون پر کی گئی تنقید کی دوسری قسط

اس بات کی عملیت سمجھا جائے گا کہ آدمی  
نفسی ہٹ اور ہڈی ہٹ اور ہڈی ہٹ اور ہڈی ہٹ  
ہٹ اور ہڈی ہٹ اور ہڈی ہٹ اور ہڈی ہٹ  
کی مانتا ہے اور نہ راویوں کی۔  
مولانا مودودی نے اس موضوع پر  
گفتگو کرتے ہوئے پہلے تو یہ فرمایا ہے۔  
وہ (عبد اللہ ابن مسعودؓ)

ان سورتوں کو مصحف

سے ساقط قرار دیتے تھے

بلکہ یہ بھی بیان کیا گیا ہے

کہ وہ کہتے تھے کہ قرآن

کے ساتھ وہ چیزیں

نہ ملاؤ جو قرآن کا جز نہیں

ہیں، یہ دونوں قرآن

میں شامل نہیں ہیں۔ یہ

انہوں نے (مولانا مودودی نے) یہاں دیے  
لفظوں میں یہ ثابت کیا ہے کہ اگر بہ مان لیا جائے  
کہ حضرت عبد اللہ ابن مسعودؓ نے جو کچھ فرمایا  
ہے وہ درست اور صحیح ہے تو یہ وساوس دل  
میں انگڑائیاں لینے لگتے ہیں کہ قرآن حکیم  
تخریف سے محفوظ نہیں رہا ہے۔ آخر ایسی کتاب  
لو تخریف سے محفوظ کیسے مان لیا جائے جس  
کے بعض اجزاء کے بارے میں یہ شبہ پیدا  
ہو جائے کہ یہ اس سے متعلق نہیں ہیں۔  
اگر یہ کہہ کر بات ٹال دی جائے کہ عبد اللہ  
بن مسعودؓ نے معوذتین کی قرآنیت کا  
انکار سرے سے کیا ہی نہیں تھا، بلکہ  
بعض غیر معتبر لوگوں نے ان کی طرف ایک  
لٹا بات منسوب کر دی ہے تو یہ تاریخ  
روایات کے ساتھ مذاق ہو گا۔ اور

صور میں ہی ممکن العمل ہیں نمبر ایک ہے کہ ان تمام روایات کی تکذیب کو دی جائے، جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ عبد اللہ ابن مسعودؓ معوذتین کی قرآنیت کے قائل نہیں تھے۔ اور یہ یقین کر لیا جائے کہ جن محدثین نے یہ روایات نقل کی ہیں وہ بدت زیادہ محتاط اور قابل اعتماد نہیں ہیں۔ مولانا اخلاق حسین قاسمی صاحب کی رائے بھی یہی ہے وہ اپنے مضمون میں رقم طراز ہیں۔

یہ روایت کسی مستند محدث نے نقل نہیں کی  
بزاز، طبرانی، ابو یعلیٰ  
ابو نعیم وغیرہ اس  
درجہ کے محدث نہیں  
ہیں کہ جن کی نقل کو وہ  
روایات کو ایک ایسے  
مسئلہ میں اہمیت دی  
جائے جو مستند روایات  
اور اجماع امت سے  
ثابت ہو چکا ہے  
(ماہنامہ دارالعلوم)

لیکن مشکل یہ ہے کہ اگر عبد اللہ ابن مسعودؓ کی طرف منسوب کی گئی اس روایت کو غیر معتبر اور غیر مستند قرار دے دیں تو بخاری جیسی کتاب کی ثقاہت پر آج آتی ہے، اس لئے کہ امام بخاریؒ نے اپنی بخاری میں ایک ایسی روایت تخریج کی ہے جس سے حدیثی حدیث ثابت ہوتا ہے کہ عبد اللہ ابن مسعودؓ معوذتین کی قرآنیت کے قائل نہیں

ایک حکم تھا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا گیا تھا کہ آپ ان الفاظ میں خدا کی پناہ مانگیں۔ لیکن روایات میں ان پر یہ اضافہ بھی ہے کہ وہ ان سورتوں کو نماز میں نہیں پڑھتے تھے۔

اس کے برعکس مولانا مددودی نے یہ فرمایا ہے کہ۔

ان روایات کی بنا پر پر مخالفین اسلام کو قرآن کے بارے میں یہ شبہات ابھارنے کا موقع مل گیا کہ محاذ اللہ یہ کتاب تحریر سے محفوظ نہیں ہے بلکہ ان میں جب دو سورتیں عبد اللہ ابن مسعودؓ جیسے صحابی کے بیان کے مطابق الحاقی ہیں تو رد معلوم کیا گیا حدیث اور اضافے اس کے اندر ہوئے ہوں گے۔  
(تفہیم القرآن جلد ششم)

یوں سمجھئے کہ ایک طرف مجموعہ قرآن کی صحت کا معاملہ ہے اور ایک طرف تنہا ایک صحابی کی رائے ہے۔ صحابی یقیناً جلیل القدر اور عظیم المرتبت کہلانے کے حقدار ہیں۔ لیکن اگر ان کی رائے کو مان لیا جائے۔ تو قرآن کی صحت کے ساتھ ساتھ اجماع صحابہ پر بھی حرف آتا ہے۔ لہذا اب تین

تھے۔

روایت یہ ہے۔

حدثنا عاصم  
عن ابن جریر قال سألت  
ابن کعب قلت  
یا ابا المنذر ان  
اخاك ابن مسعود  
يقول کذا وکذا  
فقال ابی سالت  
رسول الله صلی  
الله علیه وسلم  
فقال لی قیل لی  
فقلت قال فحن  
نقول کما قال  
رسول الله صلی  
الله علیه وسلم  
(بخاری جلد ثانی)

✽ ✽

عاصم زہراوی ہیں۔  
بیان کرتے ہیں کہ میں  
نے ابی ابن کعب سے  
کہا کہ اے ابو المنذر  
تمہارے بھائی ابن  
مسعود ایسا کہتے  
ہیں (یعنی موزعین)۔  
قرآن میں شامل ہیں)  
تو ابی نے کہا کہ میں  
نے رسول اللہ صلی  
اللہ علیہ وسلم سے  
سوال کیا تھا تو آپ  
نے مجھ سے فرمایا تھا  
مجھ سے کہا گیا تھا کہ ایہ  
قرآن میں شامل ہیں)  
تو میں بھی وہی کہتا ہوں  
ابی نے کہا اور ہم بھی وہی  
کہتے ہیں جو رسول اللہ  
صلی اللہ نے فرمایا ہے

اس روایت سے یہ بات بالکل ثابت  
ہو جاتی ہے کہ عبد اللہ ابن مسعود اپنی  
حکومت و عظمت کے باوجود اس غلط  
نہی کا شکار ہو گئے تھے کہ موزعین قرآن  
حکیم کا جز نہیں ہیں۔ اگر ظرافی اور بزار وغیرہ  
کی نقل کردہ روایت کو مولانا احلاق  
قاسمی کے کہہ بیٹے کی وجہ سے غیر مستند  
مان لیں تو بخاری کی مذکورہ روایت  
باعث تردید نہ رہ جاتی ہے اور پھر اس  
تردد کو رفع کرنے کی صورت اس کے

سوا اور کچھ نظر نہیں آتی کہ بخاری کی اس  
روایت کو بھی جھٹلا دیا جائے اس اعلان  
دو ضاحت کے ساتھ کہ جس روایت  
سے مولانا مودودی کے موقف کی تائید  
ہو گی۔ ہم اسے مستند اور معتبر ماننے کے  
لئے تیار نہیں۔

بات اگر صرف تفہیم القرآن سے متعلق  
ہوتی تو چلے ہم  
دیوار پر دے مارتے کہ یہ ان مودودی  
صاحب کی رائے ہے جنہیں ہم خصوصیت  
کی نظروں سے دیکھتے ہیں۔ لیکن ان تفاسیر  
کے ساتھ کیا رویہ اختیار کیا جائے جن پر  
ہمیں ناز ہے اور جن کی سطر سطر کو ہر اڑے  
وقت ہم بطور ہتھیار استعمال کرتے ہیں۔۔  
روح البیان کی چوتھی جلد اسٹاکر دیکھئے تو  
مندرجہ ذیل عبارت نظر آئے گی۔

انہ کان لا یعد  
المعوذتین من  
القرآن وکان  
لا یکتبھا فی مصحفہ  
لقول انہما منہ  
لتان من السماء  
ہما من کلام رب  
العالمین و لکن  
النبی صلی اللہ علیہ  
وسلم کان  
یرقی ویعوذ بہا  
قاسمہ علیہ  
افہما من القرآن

✽ ✽

عبد اللہ ابن مسعود رضی  
موزعین کو قرآن میں  
شمار نہیں کرتے تھے  
اور ان سورتوں کو اپنے  
مصحف میں نہیں لکھتے تھے  
ان کی رائے یہ تھی کہ یہ  
دونوں سورتیں آسمان  
ہم سے نازل ہوئی ہیں  
اور رب العالمین ہی کا  
کلام ہیں لیکن رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم بطور  
رقیہ اور بطور تعوذ ان  
کا ورد رکھتے تھے شبہ  
یہ پیدا ہو گیا کہ یہ بھی  
قرآن ہی کا حصہ ہیں  
(جاری ہے)





# رواداد بئلا احمد الفاضل

## شجرہ جتنا خلیلہ الحامد

۱۹۶۵ء میں جب سید قطب اور اخوان المسلمون کے دیگر افراد کو جمال عبدالناصر کے حکومت نے گرفتار کیا تھا، ان میں سے ایک صاحب احمد رائف بھی تھے، جو ستمبر ۱۹۶۲ء تک جیل میں رہے۔ دھانے کے بعد انہوں نے اپنے ایاہ ۱۴ سیری کے حالات کتابی صورت میں شائع کئے ہیں کتاب کا نام "البوابۃ السوداء" (سیاہ دروازہ) ذیل میں اس کے کتاب کا ترجمہ "رواداد بئلا" کے نام سے شائع کیا جا رہا ہے۔ مترجم۔

میں امریکی مصنف جان چائیک کا ڈرامہ "آدمی اور چوہے" پڑھ کر فارغ ہو چکا تھا۔ رات کا ایک بج چاہتا تھا، کہ دروازے کی گھنٹی بجی، رات کے اس ہو لیاک سے میں دستک دینے والے صاحب سمب الہفینی تھے، ان کا چہرہ بڑا مُردہ تھا، زگایں سمبٹتی ہوئی، انہیں اور وہ سر اسٹیک میں ڈالے ہوئے تھے، ہم پاس پاس بیٹھ گئے۔ انہوں نے نئی خبریں سنائی شروع کر دیں۔ بتانے لگے کہ ہمارے دوست یحییٰ حسین

"صرف پانچ منٹ..... ابھی ہم واپس آجائیں گے"

میر محمد عبدالغفار ترک نے مجھے گھر سے گرفتار کرنے کے بعد یہ الفاظ کہے، ۲۵ اگست ۱۹۶۵ء کی صبح کو یہ گرفتاری عمل میں آئی۔ مجھے یہ کہنے میں کوئی ہلکا نہیں کر سکتا۔ کارویہ میرے ساتھ شریفانہ تھا، اس شخص دن کا سورج چڑھنے کے ساتھ ہی اس نے مجھے قلعہ کے حوالات (جس میں سیاسی نظر بند رکھے جاتے ہیں) کے سپرد کر دیا۔

جو ایر کمپنی میں پائلٹ ہیں۔ حوطوم کے راستے اویس  
ابا با جا رہے تھے، جب انہوں نے اپنا حوطوم میں  
اتار اتار دیاں سے وہ ریکا ایک غائب ہو گئے ہیں۔  
— یہ خبر سنتے ہی مجھ پر سراسیمگی چھا گئی، میں نے  
سوچا یہ ہمارا دوست یحییٰ حسین جس نے زرعی  
کالج سے فراغت حاصل کی، پھر شہری ہوا بازی  
کے انسٹی ٹیوٹ میں داخل ہوا۔ اور پائلٹ بن گیا  
اسے ابھی خاصی آمدنی ہونے لگی۔ کالج کی ایک ہم  
سبق لڑکی کے ساتھ اس نے شادی کر لی۔ اب اس  
کے یہاں دو پیارے سی بچیاں ہیں۔ ان میں  
سے ایک کا نام میری یادداشت کے مطابق سمیرہ  
ہے، یہ نوجوان بڑی پرسکون زندگی بسر کر رہا  
ہے، کوئی بات اس کے عیش کو منحصر کرنے والی  
نہ تھی، میرے علم کے مطابق اسے کوئی مسئلہ  
درپیش نہ تھا،

میں نے سمیرہ سے پوچھا: یہ خبر آپ کو کیسے  
معلوم ہوئی؟ اس نے جواب دیا: میں اپنے بہنوئی  
محمد الغنام اور ضیاء طویچی کے پاس بیٹھا تھا، ان  
لوگوں نے یہ واقعہ بیان کیا ہے، میں نے پھر پوچھا  
کہ: یحییٰ حسین پر آخر کیا افتاد پڑی؟ سمیرہ نے  
مجھے حسرت دہندہ میں ڈوب کر جواب دیا:  
مجھے کچھ معلوم نہیں ہے یہ لوگ مختلف باتیں اور  
قیاس آرائیاں کرتے رہے ہیں۔ سب سے اونٹنی  
قیاس آرائی یہ کی گئی ہے کہ سسی آئی اے نے  
اسے اغوا کر لیا ہے؟ یہ کسی کو معلوم نہیں ہے۔  
کچھ لوگ کہتے ہیں کہ وہ حوطوم ایر پورٹ کے  
ٹریفک ٹیریا میں قہرے کی ایک فحش پینے کے لئے  
گیا اور وہاں اس پر ریکا ایک میزہ نشی کا دورہ پڑ  
گیا۔ یا عارضی طور پر اس کی قوت یادداشت  
منسوب ہو گئی۔ ایسی بات نے ایک رخ اور اختیار  
کر لیا ہے،

سمیرہ نے کہا: یہ بڑی بختہ خبر پھیل رہی ہے  
کہ حکومت اخوان المسلمون کے لوگوں کو گرفتار  
کر رہی ہے میں یوں سوچنے لگا کہ حسین کی گمشدگی  
کا کہیں گرفتاریوں کی خبر سے تو تعلق نہیں ابھرا  
ہم ادھر ادھر کے تیرتکے چلاتے رہے اور لا حاصل  
تجزیے، تاویلیں اور قیاس آرائیاں کرتے رہے  
اسی میں صبح کے تین بجنے لگے۔ میرے دوست  
نے مجھ سے واپس جانے کی اجازت مانگی۔ مجھے  
یہ فکر انگیز خبر سننا نہ چلا گیا۔ اور میں نے اپنے  
آپ کو نیند کے حوالے کر دیا۔

تھوڑی سی دیر ہوئی تھی کہ دیننگ روم  
میں کھڑکھڑاہٹ ہوئی اور میرے آنکھ کھل  
گئی، میں نے دیکھا کہ دیننگ روم کی روشنی جل  
رہی ہے میرا خالہ زاد بھائی رمزی جس کے ہاں  
میں رہ رہا ہوں، وہاں کھڑا ہے۔ اور اس کے  
چہرے پر دہشت، ہیرت، اور اضطراب کے  
آثار طاری ہیں۔ مکان کا دروازہ زور سے بجا  
رمزی نے میرے کان میں سرگوشی کرتے ہوئے  
کہا: "یہ خفیہ پولیس کے لوگ ہیں۔ اب کیا خیال  
ہے؟ دروازہ کھول دینے کے سوا اور کیا خیال  
ہو سکتا تھا، نیند آنکھوں سے اڑ گئی، پولیس  
افسران درگھس رہا ہے اور اس کے ساتھ  
سیاہیوں مخبروں کا ایک کالج ہے جنہوں  
نے ریلوے دہشت گردانہ رکھے ہیں۔ میں حواس باختہ  
ہو گیا۔ خفیہ پولیس یہاں کیسے۔ یہ کیا چاہتے ہیں  
کیا ان کی آمد یحییٰ حسین کے واقعہ سے متعلق تھی  
ہے مجھے یوں محسوس ہوا کہ میں کوئی ڈراؤنا خواب  
دیکھ رہا ہوں، ان لوگوں کے پیچھے پیچھے بچا ہاشم  
جو کبھی ابھی اندر گیا۔ یہ چوکیدار بھی  
مفر کا بارشندہ ہے ساری طرح کچھ نہیں جانتا تھا  
کہ یہ سب کچھ کیا ہو رہا ہے۔

رمزی نے پولیس افسر سے پوچھا کہ آپ کون ہیں؟  
پولیس افسر! میں ہوں میجر عبدالغفار ترک  
رمزی! میں آپ کا شناختی کارڈ دیکھ  
سکتا ہوں؟

اس سوال پر سپاہیوں اور مجرموں کی ٹولی  
میں بڑی غصہ بکڑا کر دنگا ہوں سے دیکھنے لگی  
میجر نے کارڈ دکھلا دیا اور ہمارے آنکھوں کے سامنے  
اسے گردش دی۔ ہم اس میں سے کوئی چیز نہ  
پڑھ سکے، ہمارے نظریں پھمکا چکی تھیں۔ اور  
کارڈ کی سیاہی اور سفیدی میں تمیز نہ کر رہی  
تھیں۔ پولیس نے چچا ہاشم کو باہر نکال دیا۔  
جو سخت پریشان تھا، اور ایک سیاہی کو حکم  
دیا۔ کہ دو واڑہ بند کر دو، حیرت زدہ لگا ہوں  
بند تو خاموشی چھا گئی تھی، مگر وہ اچک اچک  
کر بھی دیکھ رہی تھیں۔ سانس کی بے ترتیبی  
صاف سنی جا رہی تھی۔ پولیس افسر کی آواز نے  
مہر سکوت توڑ دی، وہ میسرانام لے کر پچھنے  
لگا، آپ میں سے رائف کون ہے؟  
میں ہوں۔

تمہارا کمرہ کونسا ہے؟  
میں نے کمرے کی طرف خاموشی کے ساتھ  
اشارہ کر دیا۔  
وہ کمرے کی طرف منہ کر کے وہ کہنے لگا:

ہم اس کی تلاشی لے سکتے ہیں!  
رمزی نے اسے روکنے کی کوشش کی اور  
ادارتش کے احکام کا مطالبہ کیا۔ پولیس افسر  
نے ایک تلخ اور تسخیر انگیز مسکراہٹ کے سوا اور  
کوئی جواب نہ دیا۔ میں نے رمزی کو اس بے فائدہ  
کوشش سے روک دیا۔  
تلاشی کے لئے ہم سب کمرے میں داخل ہو گئے

سپاہی کے گھر کے کونے کونے کے اندر پھیل گئے  
میں پولیس افسر سے دریافت کرنے لگا کہ کیا میں  
اس تمام کاروائی کی وجہ معلوم کر سکتا ہوں؟ یہ  
تو معلوم ہونا چاہئے کہ آپ لوگوں کو کس چیز کی تلاش  
ہے؟ میرے ذہن میں یہ مجبوزانہ خیال آیا کہ شاید  
یہ لوگ یحییٰ حسین کی تلاش میں ہیں لیکن اسے  
کیوں ڈھونڈ رہے ہیں؟ خفیہ پولیس سے کیا تعلق  
ہے؟ کیا یہ سب کہا فی اخوان کے لوگوں کو گھر فٹا  
کرنے کے لئے تھیں؟ پولیس افسر کے جواب  
پر جو تک پڑا، اس کا جواب نہایت ہی شریفانہ  
لیج میں تھا: ہم تمہاری کتابوں اور کاغذات پر  
ایک نظر ڈالنا چاہتے ہیں،

یہ سن کر ہی میں طیش میں آ گیا۔ کتابیں! میری  
زندگی کا سب سے مقدس ترین سرمایہ ہیں۔ میں  
نے انہیں نہایت محفوظ مقام پر رکھا ہے۔ انہیں  
چھپڑنے کی کسی کراہت نہیں ہو سکتی۔ مجھے  
شاید غصہ آیا۔ مگر اسے پی لیا۔ اور اس وقت  
غصہ پی لینے کے سوا چارہ بھی کیا تھا۔ ایک گھنٹہ  
سے زیادہ کتابوں اور کاغذوں کو الٹ پلٹ  
کیا جاتا رہا۔ انہوں نے مختلف علوم و فنون کی  
کتابوں میں سے ایک نہایت قیمتی ڈھیر جن لیا  
اور انہیں بوڑوں میں رکھ لیا۔ جو نیچے مکان کے  
سامنے کھڑی تھیں، بعد میں مجھے مخدوم برکات  
لوگ جب ہمارے گاؤں میں میرے چچو لے جھانکی  
کہ گھر فٹا کرنے کے لئے گئے تھے، تو وہاں بھی۔  
انہوں نے میری کتابوں کے آٹھ صندوق  
جو میں نے وہاں محفوظ رکھے ہوئے تھے۔ اٹھا لیے  
تھے۔ بہر حال تلاشی مکمل ہو گئی۔ میں یہ اندازہ  
رگانے لگا کہ اب اس کے بعد کیا ہو گا۔ اتنے میں  
پولیس افسر بولا۔

آپ کپڑے پہن سکتے ہیں؟



ایک اور بد قسمت انسان کی کہانی سن لیجئے۔  
 یہ ایک ہی عمارت میں ایک فوجی افسر کے بڑے دوست  
 میں رہتا تھا، ایک مرتبہ اس کی بیوی اور فوجی  
 افسر کی بیوی باہم لڑ پڑیں، فوجی افسر نے اس  
 سے انتقام لینے کی چٹان لی، چنانچہ وہ ۱۹۵۴ء  
 میں عام پکڑ دھڑ شروع ہوئی تو وہ شخص بھی  
 گرفتار کر لیا گیا۔ فوجی افسر کے انتقام لینے کا مقصد  
 ہاتھ آ گیا۔ ایک مرتبہ اچانک اس کے فوجی جیل  
 کے صحن میں اپنے بڑے دوست کو دیکھ لیا۔ چنانچہ اس  
 نے متعلقہ دیکھا، اس کا نام بھی درج کر دیا۔  
 چنانچہ وہی شخص گھر سے گئے کہ اس شخص کو بھی دوسرے  
 لیے شہرہ نظر بندوں کے ساتھ فوجی تھک میں  
 لاد کر فوجی عدالت (جسے پیپلز کورٹ عوامی  
 عدالت کہا جاتا ہے) بھیج دیا گیا۔ اس کی بد نصیبی  
 میں مزید اضافہ یہ ہوا کہ اس نے فوجی عدالت  
 کی طرف سے کسی کاروائی کے بغیر ہی ملازموں کو  
 سزا میں سنا دی تھیں۔ تمام ملازموں کو خود  
 دوسرے اس کی فضا میں دو قطاروں میں کھڑا  
 کر دیا گیا۔ ایک فوجی سپاہی آیا اس لیے ہر قطار  
 کے لوگوں کے نام ایک فہرست میں درج کر کے  
 اور پھر ایک حوالدار آیا اور اس نے ہر نام  
 طریقے سے با آواز بلند یہ اعلان کیا کہ دائیں بازو  
 والی قطار کے اندر جو لوگ ہیں عدالت نے انہیں  
 دس سال بامشقت کی سزا دی ہے۔ بائیں بازو  
 والی قطار کے لوگوں کو مزید پانچ سال سزا سنائی  
 ہو گی۔ یعنی ۱۵ سال اس روز یا اس سے اگلے روز  
 مذکورہ بالا فوجی افسر کا مسکین ہمسایہ لیمان خرہ  
 کی جیل میں ڈال دیا گیا جہاں وہ برسوں جیل قلم  
 کے دامن میں سورج کی شدید تمازت کے اندر  
 پتھر توڑنے کی مشقت سرانجام دیتا رہا۔  
 خیر..... ہم ۲۵ اگست ۱۹۷۵ء کی بج

ہو سکتا ہے کہ اس مسکین کا بیان لے لیا جائے اور  
 یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کا کوئی بیان نہ لیا  
 جائے اور وہ سالوں جیل میں سڑتا رہے  
 ان سنگین ایام میں سب سے زیادہ ہجرت  
 انگریز جو صورت پیش آیا کرتی تھی۔ وہ یہ تھی کہ کوئی  
 شہری جب انکو اتنی افسر کے سامنے پیش ہوتا  
 ہے تو اس سے پوچھا جاتا ہے کہ اسے کیوں گرفتار  
 کیا گیا ہے؟ اس کے لئے یہ ضروری تھا کہ وہ اپنی  
 گرفتاری کا خود ہی کوئی وزنی اور معقول سبب  
 بتائے، ایسا نہ کرنے والے کو عذاب الیم ہے۔ جی  
 ہاں ایسی ہی صورت حال سے انسان گزار رہے  
 تھے،  
 بعد میں مجھ پر جو کچھ گزری اسی زمانے کی بات  
 ہے کہ میں فوجی جیل میں ملری انٹیلی جنس کا  
 لیمان تھا ایک روز دفتر کے باہر اپنی تحقیق  
 کے انتظار میں بیٹھا ہوا تھا، ایک آدمی کو طلب  
 کیا گیا۔ اور متعلقہ افسر کی طرف سے اس کی  
 گرفتاری کی وجہ پوچھی گئی۔ اس نے جواب دیا  
 کہ مجھے یہ معلوم نہیں۔ اور وہ بیچارہ واقعی اپنی  
 گرفتاری کی وجہ سے بے خبر تھا۔ افسر تحقیق نے  
 تہذیب دینے والے سپاہیوں کو حکم دیا کہ اس  
 شخص کو ذرا سزا چکھاؤ۔ چنانچہ اسے آٹھ گھنٹے تک  
 اسے کبھی کوڑوں سے مارا گیا۔ اور کبھی لوہے کی  
 سلاخوں سے داغا گیا اور وہ بیچارہ حقیقت حال  
 سمجھنے کی کوشش کرتا رہتا کہ اسے کوئی ایسا  
 جواب الیقا ہو جائے جسے پیش کر کے وہ اس  
 دوزخ سے نجات پاسکے۔ جس کے دروازے  
 رکاب اس کے لئے کھول دیئے گئے ہیں۔ اتنے  
 میں مجھے ایک انکو اتنی افسر کے پاس بھیج دیا گیا  
 مگر مجھے کچھ معلوم نہ ہو سکا کہ اس کے ساتھ  
 کیا گزری۔



کہاں؟

جہاں تم مجھے لے جاسے ہو؟  
پہرے دار نے مجھے ٹھکی ہوئی نظروں سے دیکھا۔  
اور کہا کیا تم پہلی بار گر نثار ہو رہے ہو؟  
اب بات کھلی کہ میں گر نثار ہو چکا ہوں مگر  
سبب گر نثاری کا کیا ہے؟ کچھ معلوم نہیں۔ "گر نثار"  
کالفا میرے کانوں کے لئے سخت غیر مانوس تھا۔

اب میں نے اس صورت حال کا گھر آ جا کر لہذا  
کیا، میجر نے کہا تھا کہ پانچ منٹ میں واپس آنا  
ہیں۔ مگر اس کی بات درست نہیں ہے۔ پہرہ  
کی آواز پر پھر پورنگا۔ بہر حال اب مدت ٹھیک  
میں نے کہا: کیوں نہ گھبراؤں؟ کہنے لگا: معمولی مار  
دی جائے گی۔ یا الہی یہ کیا ماجرہ ہے۔ اس پھٹ  
سے میں کیسے نکلوں، معمولی مار؟ معمولی مار اور  
معمولی مار میں کیا فرق ہے؟ اس وقت تک یہ  
معمولی مار اور غیب معمولی مار میں فرق نہ کر سکا  
تھا، مگر بعد میں میں سمجھ گیا کہ "معمولی مار" اور "غیب"  
معمولی مار" میں زمین و آسمان کا فرق ہے آ  
میں بتاؤں گا کہ کیا فرق ہے۔

میجر جس کمرے میں داخل ہوا تھا۔ مجھے بھی  
اسی کمرے میں داخل کر دیا گیا۔ مجھے بیٹھنے کا حکم  
دیا گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے صبح کی نماز  
پڑھنے کی اجازت چاہی۔ مجھے یہ اجازت نہ  
دی گئی، میں نے میجر سے قبل کا رخ دریافت  
کیا، اس نے لاعلمی کا اظہار کیا مجھے یاد آ گیا کہ یہ  
موقع پورچس سمیت بی اے اے ملینان ہو جائے میں  
نماز پڑھ سکتا ہوں۔

میجر نے ان تمام خطوط اور کتابوں کو اور  
مقامات کی، جو میں نے تاریخ اسلامی کے بارے میں  
لکھے تھے، اور میری جائے قیام سے قبضہ میں لے  
لئے گئے تھے۔ ایک فہرست تیار کی، پھر مجھے قلم

ذکر کرتے ہیں۔ ہم ملری انٹیلی جنس کے دفتر  
میں پہنچ چکے تھے۔ میجر اور اس کے حوالے سپاہی  
پھرنی کے ساتھ سپر حیدوں پر چڑھ گئے۔ میں  
بھی ان کے ساتھ تھا، مگر قدم بھاری ہو رہے  
تھے، میں قلق و اضطراب میں مبتلا تھا۔ مجھے محسوس  
ہو رہا تھا کہ میں کسی ایسے انجام کی طرف بڑھ رہا  
ہوں۔ جس کے بارے میں مجھے کچھ علم نہیں ہے۔  
اس وسیع و عریض عمارت کے اندر ایک انسان  
بھی نظر نہ آ رہا تھا۔ کیا یہی انٹیلی جنس کا مرکز ہے  
جس کا نام سنسنے والی بہادر سے بہادر انسان کا پتہ  
بھی پائی ہو جاتا ہے۔ میں نے میجر کو چیخ کر کہا کہ تم  
مجھے کہاں لے جا رہے ہو، اور کیوں لے جا رہے ہو؟  
میجر نے میری چیخ دیکھ کر ہلچل مچا دی۔

وہ اب اور ہی انسان بن چکا تھا، کچھ دیر پہلے  
تک وہ مجھ سے بڑی نرمی اور مہمٹاس سے باتیں  
کر رہا تھا، مگر اب اس کا طرز بدل چکا تھا۔ وہ  
مجھے دو محافظوں کے حوالے کر کے خود ایک کمرے  
میں چلا گیا۔ میں دیر تک وہاں کھڑا رہا خاموش  
اور مضطرب میرے قہقروں میں یہ تھا کہ اتنی بڑی  
بلڈنگ "بے رحم پہرہ داروں" اور "شہاب  
ثاقب" سے بھری ہوئی ہوگی۔ مگر وہاں ایسی  
کوئی چیز دکھائی نہ دے رہی تھی۔ تاہم میں  
سوچ رہا تھا، کہ یہ خوفناک سناٹا یقیناً اپنے اندر  
کوئی بات پنہاں رکھے ہوئے ہے جس کی تہ میں  
نہیں سمجھ رہا ہوں، اور میری اس فحش  
حالت نہ ہوگی۔ جب جاؤں اس طرف سے میرے اوپر  
بلا میں ٹوٹ پڑیں گی۔

میں نے ایک پہرہ دار کو دیکھا وہ مجھے ٹھوہر  
ٹھوہر کر دیکھ رہا تھا۔ میں نے اس سے بخود ہی  
کے عالم میں یہ سوال کر ڈالا۔  
کیا وہاں تعذیب دی جاتی ہے؟

تھماتے ہوئے کہنے لگا، اس فہرست پر دستخط کر دو میں نے دیکھا کہ جہ کتنا میں اس نے میرے ہاں سے اٹھائی تھیں ان میں سے اکثر اس فہرست میں درج نہیں ہیں۔ میں نے کوئی کوجہ نہ دی۔ اور پورے سکون اور دلچسپی سے اس پر دستخط کر دیئے چند منٹوں کے بعد ہم دوبارہ گاڑی میں سوار ہو گئے اور قافلہ سر کی مختلف سڑکیں عبور کر گئے، یلیجر نے ڈرائیور کو حکم دیا کہ وہ ہمیں "اد پر" لے چلے۔ یہی لفظ تھے،

قلعہ کے بیچ نمودار ہوئے، ادوت یہ ہوتے گئے، یہاں تک کہ وہ میری نظروں میں یوں جھلکنے لگے، جیسے کوئی دیو آسمان کی سیڑگ ماوراء ہو۔ نہ معلوم مجھے کیوں اس وقت یہ محسوس ہوا، کہ حضرت عمر و بن العاص کی روح میرے سامنے جلوہ افروز ہے اس عظیم انسان کی بیخ جس نے مصر کی مہر کی رومن سلطنت کو نظام سے نجات دلائی تھی۔ اور اس عظیم انسان کی برکت سے میں آج مسلمان ہوں۔ اسی وقت مجھے یہ بھی محسوس ہوا کہ اسلام کی روح سنگین حالات اور کمٹھن آزمائشوں کے باوجود قافلہ کے درو دیار پر چھائی ہے گی۔

گاڑی عجیب و غریب طبعی انداز پیدا کر گئی کے اندر سے گزرتی رہی اور میں ایک ایسی جگہ پہنچ گیا جہاں اب کوئی عام شخص ادھر ادھر چلتا نظر نہیں آتا تھا۔ سرنگیں صاف سیاہیوں سے بھری ہوئی تھیں۔ جنہوں نے رائفلیں اٹھا رکھی تھیں۔ اور ان کی لڑکیوں پر چمکتی ہوئی سنگین آویزاں تھیں۔ انہوں نے سروں پر آہنی خودادھ رکھے تھے گویا وہ کہیں جنگ کو جا رہے ہیں۔ ایک دروازے کے پاس پہنچ کر ہم گاڑی سے اتر گئے۔ میں۔

نے اندازہ لگایا کہ میرے ساتھیوں کا سلوک اب میرے ساتھ زیادہ سخت ہو تا جا رہا ہے۔ ہم اسی جگہ داخل ہو گئے جیسے ہم کسی پرانے محل کے اندر کسی قدیم قبر کے اندر ہو رہے ہوں۔ ہم دراصل قلعہ کی جیل کے دروازے پر تھے۔ اسی جیل میں البسا خون آشام ڈرامہ لکھا جو عہد گذشتہ میں محمد علی پاشا کے خونی ڈراموں سے بھی زیادہ انسانیت سوز تھا۔ مجھے یاد ہو کہ اس جیل میں نے اگلے ہی روز ایک انسان کی لاش اپنے کندھوں پر اٹھائی تھی۔ جو۔ اس خون آشام ڈرامہ کی بھینٹ چڑھ گیا تھا۔ اس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

(باقی)

### بقیہ بہ افہام و تفہیم.....

سلسلہ میں اپنی اس شرمناک روش سے باز آ کر کیوٹی کے ساتھ اپنی "چھ باتوں" پر عمل پیدا ہوتے۔ اگر واقعی انہیں جماعت اسلامی پر کوئی اعتراض ہے تو براہ راست جماعت کے ذمہ داروں کی طرف رجوع کرتے۔ اور سنجیدگی اور شجاعت کے ساتھ سامنے آئے۔

### پندرہ روزہ "اجتماع"

کا ماہر القادری نمبر یکم فروری ۱۹۷۹ء کو منظر عام پر آ رہا ہے اس کی قیمت 2/50 ہوگی لیکن سالانہ خریداروں کو یہ نمبر مفت دیا جائے گا۔ اجتماع کا سالانہ چندہ دس روپے ہے۔

### مینجر اجتماع دیوبند ۱۹۷۹ء

اچھی کتابوں کا مطالعہ بہترین نعمت ہے،  
لیکن۔ اس نعمت کا بدار صحت مند آنکھوں پر ہے  
اور آنکھوں کی صحت کیلئے سرمہ صلا



آپ کا چھتیس سالہ پرانا خادم

مضبوط شیشی مضبوط خول تازہ اور محفوظ

ڈاکٹر  
دھانی روپے

۶ ماشہ  
پانچ روپے

ایک تولہ  
نور روپے

خالص جستی کیما فی سلائی تین بیسے

تین بیسے ایک تہ منگانیوالے کو ڈاکٹر صلا

اپنے یہاں کے ایجنٹ سے خریدیے اس میں ڈاک چارج نہیں دینا پڑیگا، اگر نہ مل سکے تو اس پتے سے طلب:

دار الفیصلہ جمانی دہلی (یو پی)

مستقل عنوان

# سیدنا کے نام

از علامہ ابن العربی مکی

”استغفر اللہ کیا کفر بکرتے ہو، وہ شاہ بختیاری بلیل تھے زبردست مجذوب تھے، انکی قطبیت تو مشرق و مغرب کے تمام دنیاؤں نے تسلیم کی ہے“

”بیشک بے شک معلوم ہوتا ہے مولوی نفیس احمد بھی ہیں، وہی کہہ رہے تھے کہ درگاہ فلعلی میں جو قبر ہے اس میں ابکا پاگل دفن ہے جو انیم کھا کھا کر پاگل ہو گیا تھا“

”تم ایسے مردوں کی صحبت میں نہ بیٹھا کرو، وہی مولوی نفیس احمد ہیں ناجور عظامیں بکا کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم“

”لاجول ولا قوتہ۔ وہ تو پیدائشی دہائی ہے بخت ناتواں رسول کو حاضر و ناظر مانتے ہے زاد لیا ر اللہ کے قدموں میں حاضر دیتا ہے، پرکا جھٹی ہے“

اس دن سے مجھے اطمینان ہو گیا تھا کہ نماز صبح کی خاطر کی قوالی اور دیگر اشغال مخصوصہ کا ترک نقصان کا سودا ہے عرض پر کر رہا تھا کہ ٹھیک سات بجے لحاف کھینچ لیا گیا، کھینچنے خود ایدہ پیر تجلی تیر نہیں تھے، مگر کارفرمانی یقیناً صحن کی تھی کہ والا ایک ایسا شخص تھا جسے آپ میری بیوی بھی کہہ سکتے ہیں! بھیا یعنی مدیر تجلی کی موجودگی میں میری بیوی نہیں رہتی بلکہ ”شخص“ بن جاتی ہے شخص کا لفظ میں حضرت پر دیز صاحب کی جدید لغات القرآن کی رو سے بول رہا ہوں۔ اس بے مثال لغت نے الفاظ کی معانی لینے کی جو لطیف ترکیب سمجھائی ہے اس کے اعتبار سے ”شخص“ ایسے جاندار کو کہیں جسے خود اعتمادی ربوبیت کا ملکہ کا مظہر اتم ہونے کے باوجود داخلی طور پر جو ہر حیات کے شعور و ادراک سے ہی مایہ

بقول ایک ترقی پسند شاعر کے معشوقہ نہار کے دانتوں میں ابھی مشاطہ خادر کی زندگار کرکڑوں نے خیال نہیں شروع کیا تھا کہ ندوی کا لحاف کھینچ لیا گیا اردو میں بیوں کھینچنے کا ابھی حرفت سات بجے تھے اور حضرت کی مطابقت طلوع شمس میں بھی دس منٹ باقی تھے لیکن ندوی کا سورج موم سرمایہ اب نو بجے سے پہلے طلوع نہیں ہوتا۔ اب سحر ادیب ہے کہ عالیہ دو سالوں سے قبل ندوی بھی صبح خیزی کے مرض میں مبتلا تھا، لیکن خدا بھلا کرے صوفی نجیب الحسن بختیاری رحمۃ اللہ علیہ کا، جب ان سے ملاقات ہوئی تو کتنے ہی حقائق کا انکشاف ہوا، وہ عاجز کو ازراہ بندہ نوازی اپنے ساتھ درگاہ میں لجاتے تھے وہاں ختم شریف ہوتا، پھر بارہ بجے تک قوالی کا دور چلتا۔ واپسی میں مجھے ایک بچہ جاتا اور سونے کی نوبت دو بجے آتی نتیجہ ظاہر ہے سحر خیزی کا پرانا مرض آپ سے آپ کا فوہ ہو گیا نو بجے آنکھ کھلی تو درس بجے ناستہ ہوتا، موصوف سے شکوہ کیا کہ حضرت درگاہ کی عبادتیں صبح کی نماز کو کھائی ہیں۔ جواب ملا ”درگاہ میں گذار ہوا ایک ایک لمحہ ہزار سال کی عبادتوں کے برابر ہے قرآن میں نہیں پڑھا“ **ذَلَّلْتُ الْقَدْرَ خَيْرٌ** **قِنْ أَنْعَبَ شَمْعُ** ندوی جو نکر عربی سے کورا ہے آیت کا مطلب دریافت کیا فرمانے لگے،

”اللہ جل شانہ حبیب پاک کے صدقے سے فرماتا ہے کہ ایک لیلۃ القدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے لیلۃ القدر سے مراد اہل سنت و الجماعت کے علماء حق کے نزدیک وہی رات ہے جو لوایا اللہ کے قدموں میں گڈھے“

”نار ندوی نے سنا ہے کہ درگاہ فلعلی میں کوئی دیوانہ دفن ہے“

تین منٹ میں پڑھتا ہوں، کیوں کہ سپرد مرشد صوفی بنجریا الحسن رحمت اللہ علیہ کی رفتار یہی تھی۔ ان کا وعدہ تھا کہ مرشد کے نقش قدم پر چلو گے، تو یہ حساب جنت میں پہنچاؤں گا، لیکن آج تقریباً پندرہ منٹ اس خیال سے لگا گئے کہ ایڈیٹر تجلی کی بدنامی کچھ لوگم ہوئے ایک الگ بات ہے کہ جب فرض کا پہلا رکوع کرتے ہوئے کنکھیوں باور چماخانے کی طرف دیکھا تو دیوار پر لرزتی ہوئی سولج کی کرن صاف نظر آرہی تھی۔

بائے سلام علیک ہوئی وہ دباہیوں کے انداز میں رد مال لپیٹے چائے کی چسکیاں لے رہے تھے کٹا پھنسا جواب سلام ادیکر غائب "شرم آئی چاہیے نہیں۔ اتنی بڑی رات ہوتی ہے اور پھر نماز فجر کی تو یقین نہیں۔"

جی میں تو اتنی ترکی پر ترکی کہ دوں۔ صاف کچے جتنا میں دہا بی نہیں ہوں کہ اس کڑا کے کی سردی میں کان جھنسی نعمت ربانی کا حق شکر ادا کرنے کے عوض ہوا پھانکنا تسبیح و تحویل اور روحانیت کا سارا سراپہ ناک سے یا نی بنا کر بہا دوں۔ "مگر زبان ان کی سامنے چل سکتی تو روانہ ہی کس با کا تھا، بمشکل عرض کیا۔

"تہجد کے بعد ذرا اونگھ اٹگی تھی۔  
"اب شاید اشراق پڑھ کر آئے ہو، انیسویں جہل سال عمر عزت گذشتہ....."  
ان کا لہجہ بڑا دردناک تھا۔

"میں قسم کھا سکتا ہوں جناب" میں نے انکا موڈ بدلنے کی سعی کی "میری عمر ابھی پینتیس سے آٹھ نہیں بڑھی تو چند ہی عہد کو پینتیسواں پورا ہو گا،

"خیر خیر" وہ ہزاری سے بولے "تمہاری قبر میں مجھے نہیں سونا" یہ بولہ..... "انھوں نے ایک لفاظہ مجھے پکڑ لیا "آنے والے تجلی کیلئے اس پر کچھ لکھ لو۔ آج ہی کاتب کو دینا ہے۔  
میں نے لفاظہ کھولا۔ اس میں ایک عدد دو سو تھکا اور ایک خط "لیکن اس میں تو آپ سے مشورہ طلب کیا گیا ہے" میں نے خط پڑھ کر کہا۔  
"ہاں۔ مگر میں تمہارے سپرد کر رہا ہوں، انسانیت کے دائرے میں رہ کر لکھنا۔"

ویسے شخص کے ایک یہ معنی بھی منہاں اللغات میں آتے ہیں کہ ہاتھوں سے مائے اور آنکھوں سے معافی مانگے۔ بیگم صاحبہ کی یہی کیفیت تھی لحاف تو مہکتا کے آرڈر پر انھوں نے کھینچ لیا تھا لیکن آنکھوں میں استغفار اور تہرے پر ہوا نیاں صاف نظر آرہی تھیں۔ پہلے ہی دہلی میں مجھے خیال ہوا کہ یہ فتوہ کی حرکت ہے فتوہ عاجز کا خاندانی لازم ہے اس بچائے کے والدین اسی وقت فوت ہو گئے تھے، جب دو اسی سال کا تھا اب اس کی عمر پینسٹھ ہے لیکن عقل کے اعتبار سے آج بھی وہ نابالغ ہی ہے، جب کبھی میں اس کی کسی حماقت پر برسنا شروع ہوتا ہوں تو بیگم صاحبہ ترسیلے بلکہ در دلیہ لہجے میں فرماتی ہیں۔

"پتھ پتھ۔ رہنے دیکھے بیچارہ یتیم و یتیم رہے،  
میسر تن بدن میں آگ لگ جاتی ہے۔  
میں اس سے بھی بڑا یتیم و یتیم ہوں بیگم" میں جھلا کر کہتا ہوں "میرے والدہ تو میری پیدائش سے دس سال پہلے فوت ہو گئی تھیں۔"

تو میں سمجھا کہ بیگم کے سکھائے پڑھائے میں آکر فتوہ لحاف کھینچ بیٹھتا ہے بیگم کی دباہیت اکثر میری رات کو اتواری بازی سے بڑی چڑھتی میں ان کے نہیں بند کئے سے فرط غضب میں دباڑا،  
لیکن آنکھیں کھلتے ہی بیگم بد نظر بڑی تو طبیعت چوریگ ہو گئی نکلا ہرے میو یوں صدمی کا سرپ سے بڑا دہا بی ایڈیٹر تجلی اس پاس ہی نہیں موجود تھا ورنہ اسکی بہن، جسے نیزنگ زمانہ سے میری بیوی کہا جاتا ہے، ستر برس بھی لحاف کھینچنے کی جرأت نہیں کر سکتی تھی۔

"اب اٹھ جائیے جہاں منظر بیٹھے ہیں" وہ جلدی سے لب کشا ہوئی۔

"کہاں بیٹھے ہیں..... پاگل ہوئی ہو ادھی رات کو تمہارے جہاں کہاں سے آگئے؟"

"یتیم انھی سے پوچھ لو... باورچی نانے میں چائے پی رہے ہیں؟  
"استغفر اللہ"

میں مجبوراً اٹھ کھڑا ہوا، جلدی جلدی وضو کر کے بہت دنوں میں نماز فجر علی الحساب پڑھی، مگر پڑھی عام طور پر چار رکعتیں میں

ہوتا ہے پاگلوں کی محل انسانیوں پر دل برداشتہ ہونا خود ایک پاگل پن..... اور میرا مطلب ہے آپ کیوں ملول ہوئے ہیں؟

لیکن وہ جتنی دیر بیٹھے افسردہ ہی ہے افسردگی کی وجہ سے ایک کی بجائے دو پڑھ پایا لی گئے۔ جب چلے گئے تو میں نے ملائن کی خبر لی "کیوں جی تمہیں یہ خیال نہیں آیا کہ کھات کھینچ لینے سے مرنیہ بھی ہو سکتا ہے۔"

"بھیا کا حکم چل جائے تو خیال و خیال کا کسے ہوش رہتا ہے؟"

بس تو بھیا کے حکم پر مجھے کسی دن زنج بھی کر دینا پھر بھیا سے کہنا گو نذر کا کر کر دن جوڑ دیں۔

محل تو میں اپنا کاٹوں گی جانی غلیل کہہ رہے تھے کہ اب درگاہ میں تو المی پڑھنے رنڈیاں بھی آنے لگی ہیں۔

"تو بے کر و شکم تو بے اسے وہ رنڈیاں ہیں جانتی ہوں شہناز بانو اجمیر شریف کی ڈیوڑھی دیکھے ہوئے ہے اور یا سید تو کلیر لے میاں کی بلبل ہے ہی۔....."

بس بس رہنے دیکھتے ہیں انھیں بھی جانتی ہوں اول آپ کو بھی اچھا قسم کھانے بتائیے کل شہناز حرانہ کی بھولہ راز میں نہیں گئے تھے۔

"اے تم سے کس نے کہ دیا۔ الا قسم شہناز سے تو میں تین دن سے نہیں ملا۔ وہ بھولہ رازی اس کی چھوٹی بہن کی ہے۔"

بیگم نے کھانے والی نظروں سے مجھے گھورا "تو یوں کہتے چھوٹی بہن سے بھی پیٹگیں۔ رڑھ رہی ہیں۔"

"العیاذ باللہ" میں نے عین اور ذال کو قلب کی گہرائیوں سے دکالتے ہوئے کہا "وہ بچاری تو بڑی معصوم ہے اس کے بھائی نے کہا ہے کہ میں اسے دو چار چیزیں پھر کدار یا کداروں کل وہ چیز یاد کراتی ہے وہ ہے نا دنیا کا نصیبہ جاگواہانی دم و باکر بھاگا....."

نصف گھنٹے ہم میں اسی نوع کا تبادلہ خیال ہوتا رہا، قریب تھا کہ وہ ناراض ہو کر اپنے گھر چلی جائیں۔

میں نے پوسٹر پڑھا، انسانیت کی بھونک تو اس کے عنوان ہی پڑھ کر نکلنے لگی، آگے جوں جوں پڑھا اندر کا پڑانا ملا جانے لگا، مردی کا فور ہو گئی، ریڑھ کی ہڈی میں جیونیاں رینگنے لگیں۔

"انسانیت کی قید تو بڑی سخت ہے" میں نے احتجاج کیا "یہ پوسٹر کسی انسان کا نہیں صوفی کا لکھا ہوا ہے۔"

ان کے لبوں پر پھسکی سی ہنسی آئی "تم تو صوفی نہیں ہو۔"

"برابر ہوں، آپ کو معلوم ہے پہلے میرے پیر پو قلب رحمۃ اللہ علیہ، پھر وہ اصل بحق ہوئے تو میں نے خواجہ نجیب الحسن بختیار ی....."

"بھو اس بند کرد، مضمون شام تک کاتب کو پہنچ جائے۔"

"پہنچ جائے گا، مگر آپ افسردہ کیوں ہیں؟"

"پھر کیا ایسے پوسٹر دیکھ کر ہلاک ہونا چاہیے؟"

"ماحول والا بھلا ان پوسٹروں کی پروا اور آپ؟"

"بھوڑو۔"

"نہیں جناب اگر آپ بھی ان ہفتات و ہذیانات سے متاثر ہونے لگے تو میں کتنوں کی طرح بھونکنا شروع کر دوں گا۔"

"کیا بات ہوئی؟"

یہ بات ہوئی کہ حب بھی میں دفتر کی طرف جاتا ہوں لالہ قصائی کا کتا بھونک بھونک مجھے چیلنج کرتا ہے لالہ قصائی کا دعویٰ ہے کہ میرا کتا سات برس دوں میں ہاویو کو پہچان لیتا ہے۔"

"میں اس وقت تمہاری طرافت سے غلط فہم نہیں ہو سکوں گا۔ یزیم زمانے کی نزاکت دیکھو اور ان بریلہ یوز کے ویلے ملاحظہ کرو۔ یہ تو اتنا بھی نہیں دیکھ سکتے کہ امت مسلمہ کو اس وقت کن نازک مسائل کا سامنا ہے۔"

"معاذ اللہ! آپ تو اس طرح کہہ رہے ہیں کہ جیسے۔۔۔"

بریلہ یوز کے بھی آنکھیں سوئی ہیں۔

"کچھ بھی ہو ہیں تو وہ مسلمانوں ہی میں شامل۔"

"ہوں گے، آدمی کے دماغی اسکرودھیلے ہو جائیں تو میرے نزدیک وہ مسلمان ہندو کچھ نہیں ہوتا صرف پاگل۔"



یہ سرفہرست مطبوعہ رنگت شیخ  
تبلیغی جماعت کے متعلق سرکار پٹنہ کا  
ایک نہایت اہم پیغام  
متوسلین، معتقدین، مریدین، اور تمام سنی مسلمانوں کے نام!

جسٹ کے مسلمانوں کو یاد ہو گا کہ آج سے چند سال  
پیشتر یہاں کے ائمہ مساجد نے جماعت اسلامی کو  
خلاف ایک اشتہار شائع کیا تھا جس میں  
مسلمانوں کو متنبہ کیا تھا کہ جماعت اسلامی گمراہ  
اور باطل جماعت ہے، کلی طور پر اس کا یا نہ کیا  
کرنا چاہئے، لہذا جن بنیادوں جماعت  
اسلامی کا وہ اشتہار شائع کیا گیا تھا تنبیہ  
اسی بنیاد پر تبلیغی جماعت کے خلاف عارف  
زمانہ قطب دوراں، تاج المشائخ، فخر بہار  
حضرت مولانا سید شاہ فدا حسین مدنی  
قبلہ سرکار پٹنہ کا یہ ضروری پیغام قوم کے نام  
نشر کر رہا ہوں۔

(سکرٹری بزم صوفیہ)

.....

مُسْلِمًا دَحْمَدًا اَوْ مُصَلِّيًا!  
میں نے اپنی کتاب "راہ حق نما" میں اپنے بھائیوں  
کی ہدایت کے لئے دیوبند کے گمراہ کن اور باطل عقیدوں  
کی قرآن وحدیث کی روشنی میں واضح طور پر تردید  
کی ہے تاکہ لوگ ان کے شر سے اپنے آپ کو بچائیں۔  
اس وقت ہندوستان میں تبلیغی جماعت کا  
ایک نیا فتنہ سرا اٹھارہا ہے جس کے پیچھے وہابی عقیدے  
کے لوگ کام کر رہے ہیں ان کا مقصد یہ ہے کہ کلمہ و نماز  
کے نام پر مسلمانوں کو جمع کر کے ان کا عقیدہ خراب کریں  
اور اہل سنت والجماعت کے عقائد و اعمال کے

میں نے بڑی خوبصورتی سے گفتگو کو بین الاقوامی مسائل کی  
طرف پھیر دیا عالمی سطح پر انھیں یہ یاد کرنا کہ آج کے دور پر  
امشب میں ہمارا باہمی اتحاد و اتفاق بہت ضروری ہے لگرنہ  
سواروں سے سوائین روئے من پر پہنچ چکی ہے اور گٹھکا  
میں وہ مار کاٹ بجی ہے کہ برتن کی سہ حدود پر پھیری ہوئی  
روسی اور امریکن فوجیں شراب کی جگہ اب زمزم کی مانگ کر  
رہی ہیں!

یہ کم سے تو جوں توں بننا و ہونا لیکن یہ جان کا لاگو  
پوسٹر کیسے اپنے گھائیہ سچ میں نہیں آ رہا، یہ سٹریٹ خط نقل  
کرتا ہوں آپ ہی کچھ مشورہ دیں۔

خط بنام ایدہ پیر تجلی

مدیر "ماہنامہ تجلی" — السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ  
میں آپ کی توجہ جنوبی سنٹھال پرگنہ (صوبہ بہار)  
کے ایک مقام کرماناڈ کی طرف منعطف کرانا چاہتا ہوں  
جہاں پر کافی مسلمان آباد ہیں، اس علاقے میں پڑھے  
لکھے لوگ بہت کم ہیں تاہم جماعت اسلامی اور تبلیغی  
جماعت کی کوشش سے یہاں کے لوگ بہت متاثر ہیں  
اکثر صوم و صلوة کے پابند نظر آتے ہیں۔ اور آپ کا ماہنامہ  
تجلی بھی پہنچتا ہے لیکن ادھر چند مہینوں سے بریلوی  
حضرات نے اس علاقے میں ادھر نماز کھا ہے ہر ہفتہ  
جلوس کا ایک مستقل سلسلہ قائم کر دیا ہے،  
بطور نمونہ ایک اشتہار بھیج رہا ہوں جس سے آپ  
کو اندازہ ہو جائیگا، یہ اشتہار ہر شاہراہ ہر نگر پر  
جگہ جگہ چسپاں کیا گیا ہے، ہم لوگ اس سلسلے میں ماہنامہ  
تجلی کے ذریعے آپ سے مفید مشورہ چاہتے ہیں اس کا  
جواب دینا دینی فرض ہے،

منظر جواب ہارون رشید ڈکھانہ کرماناڈ  
ضلع سنٹھال پرگنہ (صوبہ بہار)

فیصلے کے خلاف کچھ کہنا بہت بڑا خطرہ مول لینا ہے  
سرکار عدالت قرار دے سکتی ہے مقدمے چلا سکتی  
ہے کچھ بس نہ چلے تو یعنی "ایکٹ کے تحت دھر سکتی  
ہے،

وہ آپ نے سنا ہو گا یا اٹھل خانے میں ایک جھگڑا  
چمک رہا تھا،

"میں پیغمبر ہوں۔ مجھ پر ایمان نہیں لائے تو بھسم  
سومائے،"

ساتھ ہیوں بے ازراہ احترام سر جھکا دیے، داد کے  
دور بہ چند اونچے قیمتی اداے، سین ایک قطب لا دھا  
تسم کا پاگل ادب پر ٹانڈا پر چڑھا بیٹھا تھا اس نے سوچا  
میں ادب ہوں یہ نیچے ہے نیچے والا پیغمبر ہو تو میرے  
خدا ہونے میں کیا شک ہے فوراً ترخا

"اے بھائی میں نے تو تجھے باجوت نہیں کیا پھر  
تو پیغمبر کہاں سے ہو گیا؟"

یہ نارنجی قصہ مجھے لفظ سرکار پر مجھے یاد آگیا  
ہے مزا ہی آجائے اگر لوک سمجھا کہ کوئی ممبر سرکار پٹنہ سے  
سوال کر بیٹھے کہ لے بھائی! ہم نے تو تمہیں سرکار بنایا  
نہیں پھر تم سرکار کہاں سے بن بیٹھے؟

خیر یہ تو اپنی اپنی بالیسی ہے فدوی خود فکر میں  
ہے کہ اگر چند روز کے لئے تجلی آنس یا اور کوئی آنس  
قیغے میں آجائے تو سائے چہر اسلیوں اور کلرکوں کو لائن  
میں کھڑا کر کے صاف صاف کہہ دوں کہ اے حکم کے علاوہ  
آج سے تم ہمیں ہر ہائینس کہو گے، مائی لارڈ بھی کہہ  
سکتے ہو، حضور عانی بھی چلے گا، زیادہ بہتر سرکار عالی

جاہ رہیگا، لیکن اس سے بہتر یہ ہے کہ عالم بٹاہ یا سلطان  
زمین کہا کر دے، ہماری تصویر رکھا کر ایک بڑا سا پوسٹر  
چھاپو جس میں ہماری طرف سے اعلان کر دو کہ اللہ جل  
شاد نے ہمیں عرش پر بلا کر اطلاع دی ہے کہ عرب و غم  
کے سائے مسلمان کافر ہو گئے کیوں کہ انھوں نے اپنے

وقت کے قطب و مجدد ملا ابن العرب کی کو نہیں پہچانا

خلاف نفرت کا بیج بویں اہد جماعت حق جب رشتہ کرے  
ہائے، تو رسول خدا، اولیائے کرام کی بارگاہوں میں گستاخ  
بنادیں۔

باوثوق ذرائع سے مجھے معلوم ہوا ہے کہ تبلیغ کے پردے  
میں دہائی عقائد پھیلانے کے لئے تبلیغی جماعت کی تجدیدی  
کامیابی حکومت سے کافی مالی مدد ملتی ہے اور اسی پل پر  
وہ برطانوی دینی ایشاد کی نمائش کرتے پھرتے ہیں، لہذا  
میں اپنے تمام مذہبیلین منتقد ہیں، مریدین کو خصوصاً  
اور تمام شستی احزاب کو عمومی مستند کرتا ہوں کہ تبلیغی  
جماعت کے کلمہ و نماز کی نمائش سے بھی دھوکہ نہ  
کھائیں، ان کے فتنہ و شر اور فریب دہی سے خود کو بچیں  
اور اپنے دوست و بھائیوں کو بھی بچائیں، ان کے اجتماع  
اور تبلیغ گشت میں ہرگز شریک نہ ہوں، میں اپنے  
مشارع سلاسل کے روحانی فیضان کی روشنی میں  
ہر شئی مسلمان کو یقین دلاتا ہوں کہ اور خدا اور رسول کی شئی  
ہوئی عرفانی ضیاء میں ہر خاص و عام کو مطمئن کرتا ہوں  
کہ اسی میں ایمان کی سلامتی، عقیدے کی خیر، آخرت  
کی بھلائی اور بزرگان اسلام کے ساتھ روحانی  
تعلقات کی حفاظت اور خدا اور رسول کی خوشنودی  
ہے،

آخر میں دل کی گہرائیوں سے دعا کرتا ہوں کہ خدا  
پاک تبلیغی جماعت اور اس کے مثل تمام فرقہ ہائے باطلہ  
کے شر و فساد سے مسلمانوں کو بچائے۔ آمین بھاکا

حبیب بہ مسیّد اللہ سلین

فقیر فدا حسین کان اللہ

سجادہ نشین خانقاہ فیاضیہ، سہلی۔ پٹنہ سٹی

شائع کردہ :- خاکسار نور محمد، ابو الاعلائی منامی۔

جزل سکریٹری۔ بزم مؤنید۔ صدر دفتر جگسلائی، جمشید پور

اس پوسٹر پر عاجز کا کچھ کہنا گویا سورج کو چراغ

دکھانے کے مراد ہو گا، سورج کو چراغ آسانی سے

دکھایا جاسکتا ہے لیکن "سرکاری" اعلان اور

اب بھی موقع ہے کہ وہ ملائے آستلے پر سر جھکا لیں، اس کی جوتیاں رسیدھی کریں اور جتنا نان نفقہ پورے کے اس کے گھر پہنچائیں، اس اعلان میں ہمارے نام نامی اسم گرامی کیساتھ کم سے کم ذیل کے القاب و اداب پونے اور بس ضروری ہیں۔

زبدۃ الاولیاء، شیخ الاقتیاء، روح حق  
ارداح اللہ عالم پناہ، دعائی جاہ، وزیر الوہاب  
اصیوا (اصراء)، قطب الاقطاب، ہستی نایاب  
لحزن الہیہ کارم، سب سے بڑا عالم، شاہد ہفت  
قلیدہ، اخذ بالہ من الشیطان الرحیم، وغیرہ  
وغیرہ۔

لیکن یہ تو سب خواب کی باتیں ہیں، جن کی تعبیر جوتیاں جھٹانے کے سوا کچھ نہیں، غور طلب مسئلہ یہ ہے کہ اب اس جنت کی ویرانی کا کیا ہوگا جن پر پندرہ سینوں نے قبضہ کیا اور اندر سے دروازہ بند کر لیا ہے دیوبندی بھی گمراہ، جماعت اسلامی بھی گمراہ، جماعت تبلیغی بھی گمراہ اہل حدیث بھی گمراہ یہاں تک کہ حجاز والے بھی گمراہ رہ گیا کون، صرف سرکار پٹنہ ان کے مریدین و معتقدین بہت ہوا تو مولوی رفعا خاں مرحوم کے متوسلین کو بار مل جائے گا، اتنی بڑی جنت اور یہ مسیحی بھر آدمی۔ دوسری طرف جہنم کی دھوکا پیل الامان و الحفیظ عاجز کار خیال ہے، اگر اللہ میاں کسی بریلوی شیخ یا سرکار پٹنہ سے مشورہ کر کے جنت و دوزخ بناتے تو جنت کے لئے چند سوا بیکہ زمین بہت تھی۔ اس میں کچھ شاندار کوٹھیاں بن جاتیں، جس میں چودھویں صدی کے مادر زاد سنی رہا کرتے، دس یا سچا اسٹیج بن جاتے جن پر میاں کی بلبلیں ناچتیں، قوال گاتے اور دھویار رقص کرتے، دو چار قبریں بنادی جاتیں۔ جن پر ہر جمعرات کو عرس ہوا کرتا۔ بس

بس باقی سب زمین جسے فی الحال جنت کا حصہ بنایا گیا ہے، جہنم میں شامل کر دی جاتی اور قبوری شریعت کے مسیحی بھر ستوا کے سوا سارے عالم کو دوزخ کی طرف ہڑکا ہوئے فرشتے کہتے۔ چلیو پیارے تم نے صوا کا بہت دل دکھایا ہے، تم دہابی ہو۔ دیوبند، چکھو مزار۔

آغاز اسلام میں مسلمانوں کا رعب اہل کفر پر کچھ ایسا چھایا تھا کہ جہاں انھوں نے سنا مسلمانوں کے شکر آ رہے ہیں، پڑے "دیواں آمدند" — کچھ ایسا معاملہ فدوی کو فی زمانہ نظر آ رہا ہے کہ شریعت کے حاملوں پر دہابیت کا کا سوار ہو گیا ہے، پتا کھڑکا اور چیخ "دہا آمدند"

میں اپنے پیر بوقلندر رحمۃ اللہ علیہ کے فیضان روشنی میں قسم کھا کے عرض کرتا کہ چودھویں صدی کے سینوں نے اگرچہ کار دروازہ گھیر لیا تو میں اور آپ کس شمار میں صحابہ و تابعین کو بھی داخل نہیں ملے گا، ہم و تابعین وغیرہ کے اعمال و عقائد ہیں۔ وہ ٹھیک وہی ہیں جن پر یہ مادر سنی دہابیت اور گمراہی کی پھٹی چسپ کرتے ہیں۔ آثار و تواریخ کو چھان مای کسی صحابی، کسی تابعی، کسی امام و مجتہد یہاں ان حرکات ناشائستہ کی پر سجا بیٹو نہیں ملے گی۔ جو آج کل کے مردہ پرستوں کی دین دایمان بنی ہوئی ہیں۔ قوالی صحابہ و تابعین کے فرشتوں نے بھی نہیں سنی، و راگ و رنگ کی آواز پر لا حول پڑھ کر کا میں انگلیاں دے لیتے تھے، عرس کس

کا نام ہے، یہ تمہیں کسی صحابی و تابعی کو چھو کر بھی نہیں گیا، قبروں پر دعوتی رمانا اور مردوں سے امدادیں چاہنا کسی کا خیر کچھ لیا جائے گا، یہ بات خراب میں بھی صحابہ و تابعین نہیں سوچی تھی، وہ سب آجکل کے نکالیں سنتوں کے نقطہ نظر سے بکے وہابی تھے، وہ اگر سن لیتے کہ کوئی مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب اور حاضر دناظر کہہ رہا ہے تو چائنا مار دیتے، چائنا کیا مار دیتے کیڑے مار مار کر تمہیں بھر دیتے، اس کی قدرت نہ ہوتی تو زندگی بھر کے لئے کنارہ تو ضرور کر لیتے یہی عس قوالیوں کی محفلیں تو ان کا نام و نشان تک چھٹی صدی ہجری سے پہلے نظر نہیں آتا۔

عاجزہ کو تو اندیشہ یہ ہے کہ اگر نہ من تیل ہوتا اور رادھاناچ جاتی تو آجکل کے نکالیں سنتی وحشی بزرگ اللہ میاں تک کہ لوگوں سے باز نہ آتے وہ تیور ہی چڑھا کر کہتے،

”دیکھئے اللہ میاں اور آپ جو چاہے اپنے رسول سے کہلوائیں۔ مگر اِنَّمَا اَنَا نَبَشْرٌ مِّثْلُکُمْ مِت کہلوائیں، بھلا اتنا بڑا رسول اور بشر! یہ کیسے ممکن ہے؟“

پھر تین دفعہ انگلیوں کی نوکیں چوم کر کہتے،

”دیکھئے اللہ میاں! یہ جو آپ مار مار کہہ جاتے ہیں کہ ہمارے سوا کوئی غیب نہیں جانتا یہ بھی مناسب نہیں۔ آپ کو پتا نہیں آپ کا آخری پیغمبر تو رکا عالم الغیب ہے۔ حاضر دناظر

ہے آپ کو یہ بھی پتا نہیں کہ وہ ہر مصیبت زدہ کی دستگیری کرتا ہے اور جہاں سے چاہے اسے رکاوٹ نہ فوراً مٹاتا ہے وہ تو کیا اس کے معمولی خادم بھی — یعنی ادبیار اللہ غوث دستگیر ہیں، آپ شاید معرودیت میں دیکھ نہیں پاتے ہیں کہ ہماری مدد تو صد ہا سال پہلے کے ادبیار بھی برابر کئے جا رہے ہیں اور نوکری سے لے کر اولاد تک ہر چیز بچھنے میں یہ

خلاصہ مطلب یہ کہ فلم ”دال میں کالا کے ایک ماسٹر پیس گانے پر خدوی اپنی بجواس ختم کرتا ہے،

میں بھی کافر تو بھی کافر، کافر کل منہاں سکھری کافر کل سنسار

جو پا جی در بخت طریقت منفق لائے کتابی سمجھو دد شیطان کا چیلہ ہے بے دین وہابی اس پر خدا کی مار سکھری ری، اس پر خدا کی مار سکھری ری کافر کل سنسار

(ملا زندہ صحبت باقی)

### قرآن اور حدیث

قرآن و حدیث میں کیا ربط ہے سنت کا مفہوم اور مقام کیا ہے؟ رسالت اور منصب نبوت کسے کہتے ہیں؟ ان ہی جیسے سیوں سوالوں کا مدلل جواب مولانا مودودی کی نوثر اور دلنشین تحریر میں ملاحظہ فرمائیں گے۔

قیمت ساڑھے پانچ روپے  
تین نسخے منگوانے والے کے لئے معمول ڈاک منات

ملنے کا پتہ: مکتبہ جلال دین دہلوی

آٹھویں صدی ہجری کے مشہور اسپینی مؤرخ

علامہ عبدالرحمن بن خلدون المتوفی سنہ ۸۰۶ھ کتاب الفی

آلخا ابراهيم خاوند

جو بیک وقت تاریخ عالم بھی ہے اور تاریخ اسلام بھی۔ علامہ ابن خلدون اسپن کا وہ عربی النسل مؤرخ ہے جس سے یورپ نے تاریخ سیکھی۔ تاریخ ابن خلدون کے مطالعہ سے ماضی کے تجربے، حال کے مسائل اور مستقبل کے اندیشے بیک نظر سامنے آجاتے ہیں۔ اس سے آپ کو قوموں کے عروج و زوال کے حقیقی اسباب معلوم ہونگے، یہ علم تاریخ کی کبھی اور فن تاریخ کی رہنمائی ہے جو عہد جاہلیت، دور رسالت، خلافت راشدہ، خلافت بنو عباس اور خلافت بنو امیہ کی مکمل تاریخ ہے جن میں علامہ ابن خلدون نے مصر، ایران اور روم و یونان کی قدیم تہذیبوں کا صحیح تجزیہ پیش کیا ہے۔ تاریخ ابن خلدون کے مطالعہ کے بغیر تاریخ کی مطالعہ نامکمل ہے،

اشاعتی پروگرام :- اس عظیم تاریخ کی جلدیں قسط وار پیش کی جائیں گی ہر قسط کا چھ دن پہلے مستقل ممبران کے لئے مخصوص کیا جائے گا۔ ممبر بننے کیلئے صرف ایک کارڈ لکھ دیجئے، آپ کو ہر تیسرے ماہ دن پہلے کی وی، پی ارسال ہوگی جس کا وصول کرنا آپ کا شرعی اور اخلاقی فرض ہو گا۔

تاریخِ خلدون کے عظیم الشان ذخیرے کو ملت کے سامنے پیش ہے

کرنے اور پائیہ تکمیل تک پھر نچانے کیلئے ادارہ کیساتھ تعاون و درحقیقت

ایک علی اور قومی خدمت ہے خود مہر بننے اور دوسروں کو مہر بنانے۔ —

بہارِ مقام: (قادی) اخلاق احمد صدیقی ناظم ادارہ درس قرآن ولیونہ

الحاج ذریعہ اس امر میں قاضی ہیں

ایویں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ



سفر حق کے ۲۹ دیے منزل

انتیسویں منزل گاہ ہوان افسلام

فی شہادۃ ————— ڈھائی روپے  
اس شمارے کی قیمت ————— تین روپے



عمومی زرتعاون چھ ماہ کیلئے... تیر روپے

ایک سال کیلئے... چوبیس روپے

دو سال کیلئے... بیالیس روپے

تین سال کیلئے... ساٹھ روپے

چار سال کیلئے... پچھتر روپے

پانچ سال کیلئے... نوے روپے

خصوصی زرتعاون حسب ہمت اور حسب توفیق (یعنی  
مئی زیادتی دنوں گوارہ غیر مالک سے پذیر لیج بکری ڈاک و فونڈ

○ اس دائرہ میں سرخ نشان کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے سال بھر کیلئے  
ازراہ تعاون جو رقم ارسال کی تھی، اس کی مدت ختم ہو چکی ہے سبھی کو اگر  
آپ نے اپنے اور اپنے اہل خانہ کے لئے مفید محسوس کیا ہو تو چوبیس روپے  
رواد کر کے تعاون کی مدت میں توسیع کرنے کی اجازت دیں، ورنہ بذریعہ  
خط تجلی سے اپنا رشتہ منقطع کرنے کی اطلاع کر دیں، اگر آپ نے کوئی  
جواب دیا تو اگلا شمارہ ہم دیکھنی کر دیں گے اور دیہی وصول کرنا  
آپ کا اخلاقی سرعہ ہو گا۔



# تجلیات

۵	مولانا عامر عثمانی	دستک
۶	ادارہ	احوال واقعی
۹	حسن احمد صدیقی	آغاز سخن
۱۱	سید ابوالاعلیٰ مودودی	اخلاقی تعلیمات (۱۲)
۹	محمد عبدالرحمن	ایک مراسلہ
۱۱	سہ روزہ دعوت	تبلیغی جماعت کا اجتماع اور کارکنان جماعت اسلامی
۵	بہ شکر یہ مباحثہ ملتان	کوریت میں جشن مودودی
۷	اشفاق حسین	ارشاد القادری کی شریعت کا جائزہ (۱۳)
۱۳	ابن رشید صدیقی	ہندومت اور اسلام کا اعتراج
۱۷	نجیب حسن احمد صدیقی	ایک مکتوب بمع جواب
۳	حسن احمد صدیقی	مولانا اخلاق حسین قاسمی پر تنقید کی تیسری قسط
۷	مترجم خلیل الحامدی	رودادِ ابتلا (۲)
۱	مولانا منظور نعمانی	معاملات و معاشرت
۳	مولانا حبیب اللہ	حسن سلوک
۱	تجملہ حسین	افہام و تفہیم، بسلسلہ قادیانیت
۱	ملا ابن العربی	مسجد سے میخانے تک
۱	تالش عامری	کھرے کھوٹے

# حیثیت

## نقاد اعظم، مولانا، عامر، عثمانی، نور اللہ صرقدہ

اسلام کے کسی بھی اقدار کے سمجھنے کیلئے ضروری ہے کہ پہلے خود اسلام کی آفاقی حیثیت کو سمجھ لیا جائے، اسلام کسی خاص قوم یا فرد کا وضع کردہ مذہب نہیں وہ خدا کا نازل کردہ مذہب ہے اور خدا کسی ایک ملک اور قوم کا خدا نہیں، بلکہ ساری زمین اسی کی ہے، لہذا جس طرح پاکستان آئین کا اطلاق فقط کراچی یا راولپنڈی تک محدود نہیں ہے بلکہ پورے پاکستان کا چپہ چپہ اس کے دائرے میں آتا ہے، اور اس آئین کو نافذ کرنے والی ٹیم کے ایک ایک فرد کی کوشش اور خواہش یہی ہونی چاہیے کہ ملک کے کسی بھی کونے میں آئین شکنی نہ ہو بنادیت کے جراثیم پرورش نہ پائیں ملک کی سالمیت کو خطرے میں ڈالنے والی سرگرمیاں جنم نہ لیں اسی طرح امت مسلمہ کی بھی کوشش اور خواہش لازماً یہی ہونی چاہیے کہ اس پوری سرزمین میں کہیں اس قانون کو نہ توڑا جائے جو اس زمین کے مالک اور آقا کا قانون ہے ایک ایک چپہ پر اسی آئین کا تسلسل ہو کیوں کہ ہر چپہ اسی آئین کے رفیع کرنے والے خدا کی سلطنت میں ہے مسلمانوں کی حیثیت اس باب میں ایسی ہی ہے جیسے دنیاوی سلطنتوں کے آفیسروں کی ہوتی ہے کہ وہ لوگوں سے قانون کا احترام کرنے اور قانون شکنوں کو داروغہ کے شکنجے میں کھنچے پھانسی دے دیں وہ اگر اپنے بس بھر کوشش نہیں کریں گے اور خلافت آئین سرگرمیوں کی طرف سے غفلت برتیں گے تو انھیں فرض ناشناس سمجھا جائیگا اس طرح امت مسلمہ اگر اپنی استقامت اور وسائل کی حد تک دعوت اسلام اور آئین اسلامی کے نفاذ و اچھار کی سعی نہیں کرے گی تو وہ مجرم قرار پائے گی۔

ۛ

(۱ از تجلے جون ۱۹۶۷ء)



اللہ کا فضل و احسان ہے کہ خاص نمبر پر  
خط تعریف و تحسین پر مشتمل ہمیں موصول ہو چکے ہیں۔ ان غلطوکاریوں کے اندر ایک نئی روح چھونک دی  
ہے اور اب ہم یہ عزم کرنے پر مجبور ہو گئے ہیں کہ تجلی کو زیادہ دلچسپ اور معیار بنانے کی جدوجہد  
کریں۔ تارین خدا سے دعا کریں کہ یہ نیا سال تمام مسلمانوں کے لئے بہر اہتمام و درخشاں ثابت ہو، اور تجلی  
کے لئے بھی یہ سال ترقی و معیار کے انمول خزانے سے بھر آیا ہو، ہماری زندگی کی سب سے اہم آمد زدی ہی ہے کہ  
تجلی پائندہ اور تابندہ رہے اور اس کے ذریعہ حق و اسلام کی ٹوٹی چھوٹی خدمت کرتے ہوئے ہم موت  
سے ہمکنار ہو جائیں، تارین یہ بھی دعا کرتے ہیں کہ ہمارے حالات سدھارے اور ہم تجلی  
کی بروقت شائع کر کے سرخروئی حاصل کر سکیں، اور روز روز کی معذرتوں اور سہ مندی کے غلوں سے  
آئندہ ہمیں دو چار نہ ہونا۔ بڑے۔ کتابت و طباعت کی اخلاط پر اگرچہ بڑی حد تک قابو پالیا ہے، لیکن آہری  
حد تک اب بھی نہیں، اب بھی بعض غلطیاں ایسی باقی رہ جاتی ہیں جو تارین کو کوفت اور جھلاہٹ میں  
مبتلا کر دیتی ہوں گی۔ اور وہ ہماری نااہلی پر دو چار فقرے ضرور کس دیتے ہوں گے۔

خاص نمبر کے سوا کالم نمبر کی آخری سطریں پریس والوں کے رحم و کرم کا شکار ہو گئیں جسکی وجہ سے  
مضمون میں اہمال پیدا ہو گیا ہے۔ فائل رکھنے والے حضرات اس خالی جگہ پر مندرجہ ذیل عبارت لکھ لیں۔

یہ تفصیل انھیں حضرات کے لئے مفید ثابت ہوگی جن کا عقیدہ کسی

توہم کا شکار نہیں، اور جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کے بعد سب

سے ارفع ماننے والے ہوئے پیکر خاکی اور تمام انبیاء (فقط)

ہیں احساس ہے کہ تجلی کی ڈاک اور کھرے کوٹے جیسے اہم عنوانات کسی دفعہ سے پھیکے پھیکے چل رہے ہیں، اور  
تجلی کی ڈاک تو اس شمارے میں نہ آ رہی ہے تارین کسی برگمانی کا شکار نہ ہوں، انشاء اللہ اگلے ماہ سے تجلی کی  
ڈاک پر خصوصی توجہ دی جائے گی۔ اور کھرے کھوٹے کے کالم کو بھی سونا نہیں چھوڑا جائے گا۔

# اعجازِ سرگشت

حسن احمد صدیقی

دجلن سے بریز، ہر طرف رنج و الام کی خاردار جھاڑیاں اور  
مرد میوں کے اند و ہنک گھرے، البسی ناگفتہ بہ صورت حال  
حکمت و سیاست کا تقاضہ تو یہ ہے کہ سب سے گنتی پر جو ماحول  
رج بس چکا، اسی میں فرق ہو جاوے۔ بے حیائی کے حمام میں  
پرے اتار پھینکے۔ اور الحاد اور خدا بیزاروں سے ہم فروش  
ہو جاوے جس کی چمک دمک نے نگاہ ایمان کو خیرہ کر دیا ہے  
اور ادب اب ایمان کے قدم ڈگ مگنا دیتے ہیں۔

اگر ہم سیاست و حکمت کے تقاضوں پر لبیک کہہ  
دیتے تو کچھ بعید نہیں اگر تجلی کے لئے عروج و ترقی کی راہیں  
کشادہ ہو جاتیں، اور اس کی تقدیر بھی غریاں اور حیا سوز  
ماہناموں کی طرح تابناک ہو جاتی۔ تجلی بھی انتہائی آب  
و تاب اور سول سنگھار کے ساتھ۔ سچ و صبح کہ ماد کیٹ  
میں جلوہ گر ہو کر تا اور شائقین اس پر اس طرح ۔۔۔  
ٹوٹا کرتے جیسے دنیا دار دنیا پر نہ ٹوٹ پڑتے ہیں۔ لیکن ہم  
نے اپنے گناہوں کی فہرست میں اس گناہ کا حصہ نہیں کیا  
ہم نے سیاست و حکمت کے تمام تر تقاضوں کو اپنے  
پیروں سے روند ڈالا، ہم نے عقل و دہائی کو تہ تیغ کر دیا  
اور اس عروج و ترقی کے نظر انداز کر دیا، ہم ایمان و عقیدہ  
کے حق میں سب سے کم درجہ نہیں رکھتے، ہم نے اس راہ  
کو اپنا لیا جس میں ہم کو کم درجہ ہے، ہم جبرائیل ہیں۔  
طنز کی ضرورت نہیں، ہم خود واقف ہیں کہ کفر و الحاد

سلسلہ ادارہ تجلی کے لئے بڑا ہی صبر آزما اور بڑا ہی حوصلہ  
شکن ثابت ہوا، اس سال ہم نے جن بدیشیائیوں، جگہوں اور الجھنوں  
کا سامنا کیا ہے خدا ان سے کسی دشمن کو بھی دو چار نہ کرے، تکالیف  
دشنامہ اور مصائب و الام کا ایک لاقہائی سلسلہ تھا جس نے دل و  
دماغ کی چولیں ہلا کر رکھ دی تھیں، کئی بار تو ایسا ہوا کہ اس کا دامن  
ہاتھ سے چھوٹنے لگا۔ اند فلک ایمان پر مایوسی کے سیاہ بادل چھانکے  
لیکن پھر فوایدی علم دین کی ضیاءوں نے یادری کی اور باطن کی  
گہرائیوں سے یہ آواز آتی محسوس ہوئی کہ اے ناشکرے اور بے  
ظلم و جہول انسان! تو مرد میوں اور تکلیفوں پر گڑھنٹا ہے  
سے مایوس ہوتا ہے اور یہ دیکھنا اور سوچنا گوارہ نہیں کرتا کہ  
اُن مصیبتوں اور طوفانوں کی کثرت میں تیرے چراغ کا جلتا ہی  
ہوتا تیرے بکا دہ بے کمر اس فضل اور بے پایاں احسان ہے جس  
کی کوئی قیمت تجھ جیسے بے سرو سامان انسان سے ادا نہیں ہو  
سکتی۔

باطن کی گہرائیوں سے آنے والی آواز کے بعد ہمارے پردہ  
دماغ پر ان احوال و کمالات کی فلم چلتی لگتی ہے جس سے ہم سال  
مہر تک دو چار رہے، اس فلم کا ہر برسین اور ہر منظر ہمیں  
یہ احساس دلاتا ہے کہ واقعتاً تجلی کی زندگی اور بقا صرف  
رب العالمین کا فضل و انعام ہے، ماحول نامسا زگار، دسلا  
نادر، ہمدردیاں مفقود، حوصلہ شکن سب، معاون کوئی  
نہیں، غیروں کی آنکھوں میں بدگمانی اینٹوں کے دل حد

کے بڑے بڑے اور سیاہ درسیاہ اندھیروں کے گلے ٹھونٹ سکتے ہیں اور جا بجا نہر حق کی اجارہ داری قائم کر سکتے ہیں۔ ہم یہ دعویٰ نہیں کر سکتے کہ تجلی نے ان گنت دلوں کی دنیاؤں میں حق کے دیپک روشن کر دیئے ہیں ہم اس دعوے کی ضرورت بھی محسوس نہیں کرتے، اس لئے کہ ہمارا کام چراغ جلانا ہے دنیا اس سے فائدے حاصل کرے یا نہ کرے، ہم بہر صورت کامیاب ہیں، اور انشاء اللہ کفر والحاد کے ہیبت ناک اندھیروں میں ایک ٹٹھاتا ہوا دیا جلانے کی مکافات ہمیں مل کر ہی رہے گی۔

بات کہاں سے شروع کی گئی تھی اور کہاں تک پہنچ گئی بتانا ہم یہ چاہ رہے تھے کہ شعاع نے تجلی کو در و غم اور مصائب و ذوائب کے ماسوا کچھ بھی نہیں دیا، اس سال جد و جہد اور بھاگ دوڑ کے باوجود صرف چھ ۶ شکائے ہم قارئین کی خدمت میں پیش کر سکے، اذعان ہو بھی وہ سب کچھ موجود نہیں تھا، جس کی قارئین ضرورت محسوس کرتے تھے، اور جو سب کچھ تجلی کو دوسرے مذہبی ماہناموں سے ممتاز کرتا تھا، — اس وقت عالم یہ ہے کہ قارئین کی شکایتوں کا ایک کوہِ مگر ان ہمارا سماعت پر رکھا ہوا ہے اتنی شکایتیں اور گلے کہ سننے والے کے ہوش و حواس مختل و مقلط ہو جائیں، مگر قیادت ایماں اور استعدادِ علم ہمیں سہارا دیتی ہے اور اس عقیدے کہ تو ذرا ذکر کرتی رہتی ہے کہ **سنة ان مع العبد لیبر** ۱۰۰ سختی کے ساتھ کچھ آسانیاں ہیں، ہرالم کے بیخوشیوں سورج کا طلوع ہوتا ہے، جن دلوں سے آنکلیوں کی ہلندہ ہوتی ہیں۔ وہاں سے قہقہے بھی ابلتے ہیں، ہم آج مجھ ہیں بے کس رہے بس ہیں بے نوا ہیں لیکن انشاء اللہ والی کل ہمارے لئے مسرت و طمانیت کی پیش ہا دولت

اور بے شرمی و بے غیرتی کے گھٹا ٹپ اندھیائے میں۔ ہمارے اس تجلی کی حیثیت ایک معمولی سی دیے کی سی ہے جو سیاہ رات میں ”جنگلوں“ سے زیادہ روشنی فراہم کر سکتے ہو تا قدر نہیں ہو سکتا۔ اس سے راہیں اُجاگر نہیں ہو سکتیں، اس موقع مارکیٹیاں خوف زدہ نہیں ہو سکتیں جو اپنی تمام تر پشت پناہیوں کیلئے ایمان و اسلام کا چراغ نکل کرنے کی فکر میں سرگرداں ہیں۔ لیکن مایوسی اور نامرادی کے اس تہہ در تہہ دریائیں اُمید کی ایک کرن بھی پوشیدہ ہے وہ یہ کہ ہمارے پالنے والے کا اعلان ہے **لا یكلف الله نفقا الا وسعها**۔ اللہ نے کسی بھی انسان پر اس کی طاقت و استطاعت سے زیادہ ذمہ داری نہیں ڈالی ہے۔ لہذا ہم سے سختی میں یہ باز پرس نہیں ہو گی کہ دنیا میں جو اندھ صیغے بکھرے ہوئے تھے تم نے انہیں روشنیوں میں کیوں تبدیل نہیں کیا؟

بلکہ غور اس پر ہو گا کہ اندھیروں سے ہم کس حد تک برسرِ پیکار رہے اور لڑحق پھیلانے کی کوششیں ہم نے کس حد تک کیں۔ اور ہماری زندگی کی اکثر ساختیں کن مصروفیات میں کٹیں۔ الحمد للہ ہم مطمئن ہیں کہ ہمارے پروردگار نے ہمیں جتنی طاقت، اور استعداد عطا کی ہے اس کے بقدر ہم کفر والحاد کے اندھیروں سے لڑ رہے ہیں، اور حق کی روشنی کو پھیلانے کی کوششیں و کاوشیں میں لگے ہوتے ہیں، کوششیں کرتا رہی ہمارا فرض منصبی ہے۔ نتائج و عواقب کی باگ ڈور مشیت کے اختیار میں ہے مشیت چاہے تو خشکی میں، سفینے چل سکتے ہیں، مشیت چاہے تو سمندر میں اُگ بھر مار سکتی ہے مشیت چاہے تو الاؤ میں طرار کھل سکتے ہیں اور مشیت چاہے تو تجلی جیسے معمولی چراغ کفر والحاد

شع جلانے کی کوشش کی آنہ حبیب

سے نہ جبریت پائے تو اس میں ہمارا

کیا قصور؟

(از تجلی نوبہر ستمبر ۱۹۷۷ء)

ان چند جہلوں میں بڑی حکمت و فراست سمٹی ہوئی ہے یہ جملے مولانا مرحوم کی ہمت و استقلال اور ایمان و یقین کا ثبوت دیتے ہیں، انھیں پڑھ کر کوئی مایوسی مایوسی نہیں رہتی، بلکہ ہر مایوسی کے اندر امید و آس کی پریا رقص کرتی ہوئی نظر آتی ہیں، دل و دماغ کے احاطہ میں سکون و طمانیت کی چاندنی بکھر جاتی ہے اور روح سجدے میں گر کر چیخ اٹھتی ہے کہ اے پروردگار تیرا شکر اور تیرا ثناء و تحمید کہ تو نے ایک ناکارہ بندے کو اپنے دین کی خدمت کے لئے منتخب کیا اور اسے الٰہ کی کالی ٹیڑھی میں حق و صداقت کے دیپ روشن کرنے کی توفیق و صلاحیت نصیب کی۔

~~~~~

اپریل ۱۹۷۷ء میں راقم الحروف نے تجلی کے سلسلہ میں ایک سفر بھی کیا تھا جو بعض مجریوں کی وجہ سے مکمل نہیں ہو سکا تھا، اس سفر کی غرض و غایت بھی یہی تھی کہ غلط و محسن حضرات کو ہم ادارہ تجلی کے حالات سے روشناس کرائیں اور ان سے دعاؤ خیر کی استدعا کریں، دوران سفر جن حضرات نے محبت و احسان کا ہوتاؤ کیا تھا، اس فہرست تو بہت لمبی ہے لیکن ان حضرات کا ذکر نہ کرنا تو نا ساسی ہو گا جنہوں نے تجلی کے سلسلہ میں بھاگڑ کی اور تجلی کے خاصے خریدار مہیا کر کے دیئے ان میں جو و صاحبہ کے قاری فرید الحسن صاحب، احمد آباد امیر الحسنی صاحب، گلاب احمد خاں صاحب لہور

کے آئے گی، تجلی کا معیار بلند ہو گا، تجلی وقت پر چھے گا قارئین خوش ہوں گے اور شکایتیں خود بخود ماضی کے قبرستان میں دفن ہو جائیں گی، مایوسی کفر ہے اور کفر سے بدترین برائی کوئی بھی نہیں، اللہ ہمیں بھی اس برائی سے محفوظ رکھے اور ہمارے تمام قارئین کو بھی اس برائی سے محترمہ رہنے کی توفیق دے،

تجلی کی ہاگ دور جس وقت ہمارے ہاتھ میں آئی تھی، اس وقت اندیشوں اور رکرات کی رنگ برنگی منطق نے ہمارے حوصلوں کو لپیٹ اور عزائم کو کھوکھلا کر دیا تھا،

دشمن پسینے کے لئے منتظر تھے کہ تجلی بند ہو گیا، لیکن اللہ کا فضل و احسان ہے کہ اس نے ہم جیسے بے عا بے بغاوت بے علم اور زار و خجعت ان کی ہمت بخشی اور اس چراغ میں صلاحیتوں کا تیل ڈالتے رہنے کی توفیق دی، حبیب کوئی دشمن۔ یا دوست ہماری ناقص صلاحیتوں کا مذاق اڑاتا ہے تو ہم مولانا عامر عثمانی کا قصہ جواب پڑھ کر مطمئن ہو جاتے ہیں، جو انھوں نے تجلی کی ابتدائی زندگی میں متفرقین کو دیا تھا۔ محترمین کیا تھا کہ مذہبی پرچے زیادہ دنوں تک نہیں چل سکتا اس لئے کہ حالات سازگار نہیں ہیں، تو اس وقت مولانا عامر عثمانی نے ایمان و یقین سے بھرے ہونے کو فرمایا تھا کہ

حالات کی ذمہ داری ہم پر نہیں  
خدا نے کہا ہے کہ اپنی سی کوشش کرو  
نتیجہ ہم پر چھوڑ دو، رسالہ چلا تو ہم حشر  
میں کہیں گے کہ ہم نے اُنہی میں



مالک شریف صاحب، بمبئی کے عہدہ اللہ اتار لے صاحب  
غنی بھائی اٹلس لکھنؤ وغیرہ کا بنکر ہیں۔ ان صوبہ کا رسمی شکر یہ ادا  
کرنے کے بجائے ہم نے ان کے حق میں دعا و خیر کی حتیٰ اؤ  
یہ حضرات آئندہ بھی دعا و خیر میں یاد رہیں گے،

آخیر میں قارئین سے کچھ کہنے سننے کی بجائے ہم پر دُعا  
کے حضور میں یہ دعا کریں گے کہ۔

اے پروردگار عالم! ہمارے ہمیں اپنی بے مانگی اور تنگ  
دامانی کا احساس ہوتا ہے، اور سفینہ اکان یا سہی و قنوط کے  
بھنور میں پھنس جاتا ہے ایسے اوقات میں تو ہماری یاد و ری  
کر اور ہمیں صبر و تحمل اور ضبط و استقلال کے سرمایہ لازم  
سے مالا مال کر دے،

اے باوہا ایم لاکھ پریشانیوں اور صعوبتوں سے  
دوچار ہوں، لیکن ہمارے تیرے در کے سوا کہیں نہ بھٹکنے  
پاسے، ہمارا دامن پھیلے تو صرف تیرے آگے ہم دست  
سوال دراز کریں تو صرف تیرے آگے، بھیک مانگیں تو صرف  
تجہ سے، اپنی بے بنیادی اور تنگ دامانی کا اظہار کریں تو بس  
تیرے روبرو،

اے رب العالمین! ہم زندگی بھر تیری عنایتوں کے  
محتاج رہیں۔ مصائب کے وقت صرف تجھے پکاریں اور  
ہر ہر آٹے وقت میں تجھ ہی سے مدد چاہیں، تیرے ہی ہمارا  
آقا اور مولیٰ ہے تو ہی ہمارا ناصر و مددگار ہے تو ہی ولی و پوتہ  
داتا۔

اے رب ذو الجلال ہمارا ایمان ہے کہ تیرے مرضی  
کے بغیر کسی درخت کا پتہ تک نہیں کھٹکتا کائنات میں تیرے سوا  
کسی کو قدرت و دسترس حاصل نہیں ہے تو ہی قادر مطلق  
ہے اور تیرے ہی فضل و کرم، تیری قدرت و معبودیت میں کھنڈ

بشریک و ہمیں نہیں، عزت و فخر، عظمت و قنا  
خوبت و امانت کی کل کھنیاں تیرے قبضہ قدرت میں  
ہیں، تو جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے رسوا کر  
جسے چاہے مال و منال بخشے جسے چاہے افلاس کی  
تاریکیاں ڈالے اللہ ہمیں عزت و سرخروئی کے ساتھ  
زندہ رکھے اور حمیت و فخر داری کے ساتھ موت دے  
اور ہمارا امر ناجینا خالص اپنے لئے کر دے،

اے رب! دو جہاں ہم تجھ سے دنیا کی راحتیں بھی مانگی  
ہیں، اور دین و آخرت کی سر فرازیاں بھی مانگی  
اللہ ہمیں توحید خالص کا پستہ بنا، اور  
ہمیں اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت  
و سیر پر عمل پیرا ہونے کی توفیق دے،

اے ہمارے پالنے والے ابدی عزت و خرافات کے  
اندھیلے دور کرنے کے لئے مولانا عامر عثمانی نے  
نے جو چہ راغ جلایا تھا، اسے باقی رکھ، اس کی لومبر  
اعضا نہ کر دے اور ہر قدم پر اس کی دستگیری فرما،  
ہماری بے جان صلاحیتوں میں رُوح پھونک دے  
تاکہ ہم تجلی کے ایک ایک صف کو نکھار کر پیش  
کر سکیں، اور اپنے قارئین کی جملہ شکایات کو  
دور کر سکیں،

اے بنا تقبل منا انک

انت السمیع

العلیم



## اخلاقی تعلیمات

یہ سلسلہ سیرت سرورِ عالم

تاریخ انسانی سے اچھا اور برب کر داروں کی مثالیں | اسباب ضلالت کی یہ تفصیلات جو قرآن میں یہاں تک گئی تھیں یہ سب قریش اور عرب کے معاشرے میں پائی جاتی تھیں اور ایک ایک شخص جو ان کو سنتا تھا وہ سمجھ جاتا تھا کئی اواقعہ ہمارے اندر گمراہی کے یہ سارے اسباب کا رفرما ہیں۔ اس کے بعد قرآن مجید نے تاریخ انسانی سے پے درپے ایسے کر داروں کی مثالوں کو بھی نمایاں کر کے بیان کیا جو بہترین یا بدترین تھے تاکہ لوگ اچھی طرح سمجھ لیں کہ اسلام کیسے انسان بنانا چاہتا ہے، اور کیسے انسان اس کے نزدیک ناپسندیدہ ہیں جن کی یا تو اصلاح ہونی چاہیے یا پھر ان کے وجود سے معاشرے کو پاک کر دینا چاہیے، یا جن کو اللہ تعالیٰ ہی نے اپنے غضب کا نشانہ بنا کر اس دنیا میں تباہ کر دیا۔ قرآن کے اس بیان کو ذرا سلسلہ وار تاریخی ترتیب کے ساتھ دیکھتے جاتے۔

آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں کا واقعہ | سب سے پہلا عبرتناک واقعہ جو تاریخ انسانی میں پیش آیا وہ آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں کا ہے جس میں دو کر دار ایک دوسرے کے مقابلے میں سامنے آتے ہیں۔ دونوں بھائی قربانی کرتے ہیں۔ ایک کی قربانی مقبول ہوتی ہے، دوسرے کی نہیں ہوتی۔ وہ خند میں آکر اپنے بھائی سے کہتا ہے کہ میں تجھے مار ڈالوں گا۔ اس کا بھائی کہتا ہے کہ اللہ کو پرہیزگاروں کی قربانی قبول کیا کرتا ہے (یعنی تیری قربانی قبول نہ ہونے میں میرا کوئی قصور نہیں، تو اپنے اخلاق و اعمال کی اس خامی کو دور کرنے کی فکر کر جس کی وجہ سے تیری قربانی نہیں ہوتی) لیکن اگر دوسرے قتل ہی کے درپے ہو گا تو میں تیرے قتل کے درپے نہیں ہوں گا، کیونکہ میں اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں۔ بجائے اس کے کہ تجھ سے رو کر میں بھی نیرے ساتھ فحش واقعے کے گناہ میں شریک ہوں میں اس کو ترجیح دوں گا کہ میرے اور اپنے گناہ کو تو خود ہی سمیٹ لے۔ آخر کار اس ظالم بھائی نے اپنے نیک بھائی کو قتل کر دیا اور پھر اس پر بہت چڑھتا ہوا۔ یہ واقعہ بیان کرنے کے بعد دیکھیے کہ عرب کے اس ماحول میں، جہاں انسانی جان کی کوئی حرمت نہ تھی اور ہر طرف گھٹت و خون کا بازار گرم تھا، قرآن نے کتنی عظیم بات کہی کہ ”جس نے کسی انسان کو خون کے بدلے یا زمین میں فساد پھیلانے کے سوا کسی اور وجہ سے قتل کیا اس نے گویا تمام انسانوں کو قتل کر دیا، اور جس نے کوئی ایک جان بچائی اس نے گویا تمام انسانوں کو زندگی بخش دی“ المائدہ آیات ۳۲ تا ۳۴۔

حضرت نوح اور ان کی قوم | تاریخ کی پہلی قوم جس نے زمین میں سرکشی کا طوفان اٹھایا وہ حضرت نوح کی قوم تھی قرآن میں گئی جگہ اس کا قصہ بیان کر کے ایک طرف اس قوم اور اس کے سرداروں کا کردار پیش کیا گیا جس کی وجہ سے آخر کار وہ سب مبتلائے غدا ہوئے، اور دوسری طرف خود حضرت نوح کے کردار کی دستخشاں مثالیں پیش کی گئیں۔ سورہ عنکبوت میں بتایا گیا کہ انتہائی شدید مخالف و مزاحمت کے مقابلے میں ساڑھے نو سو برس تک وہ انتہائی صبر کے ساتھ اس قوم کی اصلاح کے لئے کوشش کرتے رہے (آیت ۱۲) انہوں نے ہر ممکن طریقے سے نہایت درد مندگی کے ساتھ لوگوں کو راہ راست دکھانے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا، مگر قوم کے سرداروں نے ان کی ایک نہ چلنے دی (سورہ نوح ص ۱۱) ان کو محض ڈانٹ پھانسی کی گئی (الفرق ۹)۔

ان کی اور ان پر ایمان لانے والے عزیز لوگوں کی تہلیل کی گئی (ہود - ۲۶ - الشعراء - ۱۱۱)۔ ان کو دھکی دی گئی کہ تم اگر باز نہ آؤ گے تو تمہیں سنگسار کر دیا جائے (الشعراء - ۱۱۶)۔ مگر انہوں نے ڈٹ کر کہا کہ اگر میں موجود اور میری نصیحتیں تمہارے لئے ناقابل برداشت ہیں تو جو کچھ تم کر سکتے ہو وہ میرے خلاف کر ڈالو اور مجھے ہرگز مہلت نہ دو، میرا بھروسہ اللہ پر ہے (یونس - ۷۱)۔ پھر جب کشمکش انتہا کو پہنچ گئی تو ان کی قوم نے کہا کہ جس طوفان کا تم ڈراؤ اہمیں دیتے ہو وہ آنے والا ہے چنانچہ حضرت نوحؑ نے ان کی آنکھوں کے سامنے وہ کشتی بنانی شروع کی جس میں بیٹھ کر وہ اور ان کے ساتھ اہل ایمان اُس آنے والے طوفان سے بچنے والے تھے، مگر ان کی قوم کے لوگ انہیں کشتی بناتے دیکھ کر ان کا مذاق اڑاتے پھرتے تھے کہ بڑے میاں کی دیوانگی آخر یہاں تک پہنچ گئی کہ کشتی پر جہاز چلانے کی تیاری کر رہے ہیں، اور انہیں کچھ پتہ نہ تھا کہ عتق رب ہی کشتی ایسا سمندر بننے والی ہے جہاں ایک ایک موج پہاڑوں کے برابر ہوگی، جس میں خود حضرت نوحؑ کے بیٹے سمیت سب عرق ہو جائیں گے، اور یہی سطح زمین پر رکھی ہوئی کشتی بخودی پہاڑ پر جا ملے گی (ہود ۲۲ تا ۲۴)۔

آخری منظر اس قحط کا یہ پیش کیا گیا کہ حضرت نوحؑ نے جب اپنے بیٹے کو بھی دوسرے کافروں کے ساتھ ڈوبتے دیکھا تو بشریت سے مغلوب ہو کر اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ اُس کو بچا لیا جائے، مگر اللہ تعالیٰ نے ان کو ڈونٹ دیا کہ جاہل نہ بنو، یہ تمہارا بیٹا ہی سہی، لیکن تمہارا اہل نہیں ہے بلکہ عمل غیر صالح ہے، اس لئے ایسی درخواست مجھ سے نہ کرو۔ اس پر حضرت نوحؑ نے فوراً معافی مانگی اور عرض کیا کہ ”اے میرے پروردگار! میں تیری پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ وہ چیز تجھ سے مانگوں جس کا مجھے علم نہیں، اگر تو نے مجھے معاف نہ کیا اور مجھ پر رحم نہ فرمایا تو میں برباد ہو جاؤں گا“ (ہود - ۴۵ تا ۴۷)۔

قوم عاد اور حضرت نوح علیہ السلام (عرب کی مشہور قوم، عاد جس سے اہل عرب کا بچہ بچہ اُس زمانے میں واقف تھا، اور جس کے متعلق لوگ یہ بھی جانتے تھے کہ وہ خدا کے عذاب سے تباہ ہوئی تھی) اس کے بارے میں قرآن مجید بتایا کہ شرک و بت پرستی کے ساتھ اُس کے اندر کیا اخلاقی عیوب پائے جاتے تھے۔ سورۃ حم السجدہ میں ہے کہ انہوں نے زمین میں حق کے بغیر ٹیکڑ کیا اور کہا کون ہے ہم سے زیادہ زور آور؟ (آیت ۱۵)۔ سورۃ فجر میں ہے کہ انہوں نے ”دنیا میں بڑی سرکشی و کھائی اور بہت فساد برپا کیا“ (آیات ۶ تا ۱۲)۔ سورۃ شعراء میں ہے کہ حضرت ہودؑ نے ان سے فرمایا ”تمہارا کیا ڈھنگ ہے کہ ہر اونچے مقام پر لٹا حاصل ایک یا دو گار عمارت بنا ڈالتے ہو، اور بڑے بڑے قصر تعمیر کرتے ہو گویا تمہیں ہمیشہ رہنا ہے، اور جب کسی پر ہاتھ ڈالتے ہو، جتنا رہن کر ڈالتے ہو“ (آیات ۱۲ تا ۱۴)۔ سورۃ ہود میں ہے کہ ”انہوں نے ہر جبار دشمن حق کے حکم کی پیروی کی“ (آیت ۵۹)۔ حضرت یونسؑ نے ان کو سمجھانے کی جتنی کوششیں کیں ان سب کا جواب وہ تمرد اور عناد اور مخالفانہ چالوں ہی کے ساتھ دیتے چلے گئے، حتیٰ کہ حضرت نوحؑ کی طرح انہیں بھی اپنی قوم سے کہنا پڑا کہ ”تم سب مل کر میرے خلاف اپنی کرتی میں کوئی کسر اٹھانہ رکھو اور مجھے ذرا مہلت نہ دو، میرا بھروسہ اللہ پر ہے جو مرارب بھی ہے اور تمہارا رب بھی کوئی ہاتھ دیا ایسا نہیں جس کی جوتی اس کے ہاتھ میں نہ ہو“ (ہود - ۵۵ - ۵۶)۔ آخر کار انہوں نے خدا کے پیغمبر سے کہہ دیا کہ ”اگر تو سچا ہے تو لے آؤ عذاب جس سے تو ہمیں ڈراتا ہے“ پھر جب وہ عذاب سامنے سے آتا نظر آیا تو وہ بیوقوف یہ سمجھ کر یہ بادل ہے جو ہمارے دلوں کو سیراب کرے گا، مگر وہ ایک تباہ کن کٹکڑی تھی جس نے ہر چیز کو تباہ کر کے رکھ دیا (الاحقاف - ۲۲ تا ۲۵)۔

شہود اور حضرت صالح علیہ السلام اُعاد کے بعد شہود عرب کی اقوام قدیمہ میں سے مشہور ترین قوم تھی جس کے چھوڑے ہوئے آثار پورے شمالی حجاز میں پھیلے ہوئے ہیں۔ قریش کے تھارتی قافلے ان پر سے گزرتے ہوئے شام کی طرف جاتے تھے۔ یہ بھی سب کو معلوم تھا کہ ایک خوفناک زلزلے نے اس قوم کو تباہ کیا جس کے اثر سے اس علاقے کے پہاڑ آج تک بھیل بھیل ہو رہے ہیں۔ قرآن میں بتایا گیا کہ اس قوم نے خدا سے بغاوت کر کے عرف شرک و بت پرستی کا جرم ہی نہیں کیا تھا بلکہ خدا کی زمین میں سرکشی اور فساد کا طوفان بھی برپا کیا تھا (الحجر آیات ۶۴ تا ۷۵۔ الاعراف ۷۴) اُس کے سردار عد سے گزرے ہوئے مفسد لوگ تھے جن کے ہاتھوں کوئی اصلاح کا کام نہ ہوتا تھا (الشعراء ۱۵۱-۱۵۲)۔ وہ اپنے عیش اور اپنی شان دکھانے کے لئے فیدانی علاقوں میں قصر اور پہاڑوں کو تراش تراش کر عمارتیں بناتے تھے (الاعراف ۷۴۔ الشعراء ۱۲۹)۔ یہ ایک جگہ سے ہوئے معاشرے کی خصوصیت ہوتی ہے کہ ایک طرف غریب لوگ سرچھپانے کو ڈھنگ کی جگہ تک نہیں پاتے اور دوسری طرف بڑے لوگ شاندار محل تعمیر کرتے ہیں۔ ان بڑے لوگوں کے نزدیک حضرت صالحؑ اس لیے ایمان لانے کے قابل نہ تھے کہ اُن پر غریب لوگ ایمان لائے تھے (الاعراف ۷۵-۷۶)۔ حضرت صالحؑ نے جب ان کو خدا پرستی کی دعوت دی اور ظلم و فساد اور عیش پرستی سے روکا تو اُن کے بڑے بڑے نفسد قبائلی جتھے دایروں نے آپس میں مشورہ کیا اور کہا "خدا کی قسم کھا کر فیصلہ کر لو کہ رات کو صالحؑ اور اس کے گھروالوں پر خون ماریں گے، پھر صالحؑ کے ولی (یعنی اُن کے قبیلے کے سردار) سے کہہ دیں گے کہ ہم اُس کے خاندان کی ہلاکت کے موقع پر موجود نہ تھے اور ہم بالکل صحیح کہہ رہے ہیں" (النمل ۳۸-۴۰) لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کی اس چال کو ناکام کر دیا۔ انہوں نے حضرت صالحؑ سے معجزے کا مطالبہ کیا اور ان کے اپنے مطالبے ہی پر اللہ تعالیٰ نے ایک اونٹنی ان کے سامنے لا کر رکھ دی جس کا وجود خود ایک مرتبہ معجزہ تھا۔ اس کے بعد حضرت صالحؑ کے ذریعہ سے ان کو خبردار کر دیا گیا کہ یہ اونٹنی تمہاری زمینوں میں جہاں چاہے گی چرتی پھرے گی اور ایک دن تنہا یہ پانی پیے گی اور دوسرا دن تم سب اور تمہارے جانوروں کے لئے ہے۔ اس کو تم نے بری نیت سے ہاتھ لگایا تو پھر تمہارے اوپر عذاب آجائے گا (الاعراف ۷۳-۷۴۔ الشعراء ۱۵۵)۔ کچھ مدت تک وہ لوگ اس اونٹنی سے ڈرتے رہے۔ آخر کار انہوں نے یہ جانتے ہوئے کہ یہ اونٹنی ایک معجزہ ہے، اپنے ایک سب سے زیادہ سر پھرے سردار کو پکارا کہ اس بلا سے ہمارا پیچھا چھڑا، اور اُس نے اس کام کا بیڑا اٹھا کر اسے مار ڈالا (القم ۲۹۔ النمل ۱۲-۱۳)۔ یہ سرکشی دکھا کر انہوں نے حضرت صالحؑ کو چیلنج دیا کہ اُو وہ عذاب جس سے تم میں ڈراتے تھے (الاعراف ۷۷)۔ حضرت صالحؑ نے کہا بس اب تین دن اپنے گھروں میں مرنے کرو۔ اس کے بعد وہ زبردست کڑا کے دار زلزلہ آیا جس نے حضرت صالحؑ اور اہل ایمان کے سوا پوری قوم کو ہلاک کر دیا اور اُن کے گھر اس طرح پڑے رہ گئے کہ گویا وہاں کبھی کوئی بسا ہی نہ تھا۔ (الاعراف ۷۸۔ ہود ۶۵ تا ۶۸۔ القمر ۳۱)۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام سب سے بڑا مثالی کردار قرآن میں حضرت ابراہیمؑ کا پیش کیا گیا جنہیں اہل عرب اپنے دین کا پیشوا مانتے تھے، اور جن کے ساتھ نسبت ہی پر قریش کے سارے غر و ناز اور سوخ و اثر کی بنا قائم تھی قرآن نے اُن کو بتایا کہ ابراہیم علیہ السلام کی وہ کیا خوبیاں تھیں جن کی بنا پر اللہ رب العالمین نے اپنے اُس بندے کو اپنا خلیل (دوست) قرار دیا (النساء ۱۲۵) اور فرمایا کہ میں تمہیں تمام انسانوں کا امام بنانا ہوں۔ (البقرہ ۱۲۴)۔ اُن پر جب یہ حقیقت منکشف ہو گئی کہ اللہ کے سوا کوئی رب اور مالک نہیں ہے

اور ان کا باپ اور ان کی قوم سب گمراہ ہیں تو انہوں نے باپ داد کی اندھی تقلید کو چھوڑنے اپنے قومی مذہب کو ترک کر دینے اور باطل کیسو ہو کر صرف خالق ارحم الراحمین کی بندگی اختیار کر لینے میں ایک لمحہ کی دیر بھی نہیں کی، اور صرف اپنی جگہ خالص خدا پرست بن کر رہ نہیں گئے، بلکہ علی الاعلان اپنے باپ اور اپنی قوم کے لوگوں سے کہہ دیا کہ میں تمہارے اس دینِ شرک سے بیزار ہوں اور میرے نزدیک تم صریح گمراہی میں پڑے ہوئے ہو (الانعام ۷۴ تا ۸۱)۔ انہوں نے باپ سے صاف صاف کہا کہ تو اندھے بہرے بے اختیار معبودوں کی بندگی کر کے دراصل شیطان کی بندگی کر رہا ہے، اور باپ نے انہیں سختی کے ساتھ جھڑک کر گمراہی سے لکال دیا (مریم ۳۴ تا ۴۴)۔ انہوں نے جب قوم کو دلیلوں سے سمجھانے کی کوشش کی اور وہ نہ مانی تو موقع پا کر اس کے ثبوت خانے میں گھس گئے، اور اس کے بتوں کو توڑ کر عملاً اسے یہ رکھا دیا کہ جن کی وہ بندگی کر رہی ہے وہ اُس کو تو کیا، خود اپنے آپ کو بھی بچانے پر قادر نہیں ہیں (الانبیاء ۵۳ تا ۶۰، الصافات ۵۵ تا ۶۴)۔ ان کو ملک کے بادشاہِ نمرود کے سامنے پیش کیا گیا جو رب ہونے کا مدعی تھا۔ انہوں نے بالکل بے خوف ہو کر کہا کہ میں اُس ہستی کے سوا کسی کو رب نہیں مانتا جس کے ہاتھ میں زندگی و موت ہے۔ نمرود نے کہا زندگی و موت میرے ہاتھ میں ہے۔ انہوں نے یہ منہ توڑ جواب دے کر اسے مبہوت کر دیا کہ تو سورج کو مشرق سے نکال کر دکھا دے (البقرہ ۲۵۸)۔ اُن کے لیے آگ کا لاف تیار کیا گیا، اور فیصلہ کیا گیا کہ انہیں اس میں پھینک کر زندہ جلا دیا جائے۔ مگر وہ پھر بھی باطل کے آگے نہ ہٹکے اور حق کی خاطر جل مرنے پر تیار ہو گئے۔ یہ اللہ کا فضل تھا کہ اُس نے آگ کو ٹھنڈا کر دیا اور اسے ان کے لیے بے ضرر بنا دیا۔ مگر انہوں نے اپنی طرف سے یہ ثابت کرنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی کہ وہ آگ میں پھینکا جانا قبول کر سکتے ہیں مگر حق کو چھوڑ کر باطل کی بندگی کرنا قبول نہیں کر سکتے۔ (الانبیاء ۶۸ تا ۷۷)۔ الصافات ۹۷-۹۸)۔ آخر کار جب اُن کے لئے اپنے دین اور اپنے وطن دونوں میں سے کسی ایک کو چھوڑنے کے سوا کوئی چارہ نہ رہا تو انہوں نے دین کو نہ چھوڑا اور گھر، خاندان، قوم اور وطن سب کو ہمیشہ کے لیے چھوڑ کر خدا کے بھروسے پر نکل کھڑے ہوئے، اور یہ جانتے ہوئے کہ غریب الوطنی کیا چیز ہوتی ہے بے تلفت کہہ دیا کہ ابی ذابٹ ابی ذبی نینف دیق میں اپنے رب کی طرف جاتا ہوں، وہ ضرور میری رہنمائی فرمائے گا (الصافات ۹۹)۔ جو صحابہ کی عمر میں جب بڑی دعاؤں اور تمناؤں کے بعد اُن کے ہاں ایک لڑکھنڈا ہوا تو اُن کے رب نے اُن کو ایک اور سخت آزمائش میں ڈالا۔ اُنہیں اشارہ کیا گیا کہ اس دودھ پیئے بچے کو اس کی ماں کے ساتھ لے جا کر مکہ کی سناناں بے آب و گیاہ وادی میں اُس جگہ چھوڑ دو جہاں ہم اپنا گھر بنانا چاہتے ہیں۔ وہ اس حکم کی تعمیل کے لیے بھی بلا تامل آمادہ ہو گئے اور فلسطین سے جہاں وہ رہتے تھے، سیکڑوں میل دور لے جا کر بیوی اور بچے کو بالکل خدا کے بھروسے پر چھوڑ دیا (الحج ۲۶-۲۷)۔ ابراہیم (۲۷)۔ پھر ایک اور اس سے بھی زیادہ شدید آزمائش کی گئی۔ جب وہی بڑا بچہ ہو کر اس عمر کو پہنچ گیا کہ باپ کے ساتھ دوڑ دھوپ کر سکے تو اشارہ کیا گیا کہ اسے ہمارے لیے ذبح کر دو۔ وہ اس فرمان پر بھی عمل کرنے کے لیے آمادہ ہو گئے اور بیٹے کے گلے پر چھری پھرنے والے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی قربانی قبول فرما کر ایک ذبحِ عظیم کو اس کے ذریعے میں دے دیا (الصافات ۱۰۷ تا ۱۰۸)۔ خدا اور اسکے دین کے معاملے میں وہ کسی کے ساتھ کوئی رد و رعایت کرنے کے لیے تیار نہ تھے۔ وطن چھوڑتے ہوئے انہوں نے صاف صاف اپنی قوم سے کہا کہ ہمارے اور تمہارے درمیان ہمیشہ کے لئے عداوت ہو گئی اور میریڑ گیا جب تک تم اللہ واحد پر ایمان نہ لاؤ (الممتحنہ ۴۷)



اپنے باپ سے انہوں نے دعا کی مغفرت کا وعدہ کیا تھا، اور دعا کی بھی، مگر جب انہیں احساس ہوا کہ وہ حق اللہ کا دشمن تھا تو انہوں نے اس سے محنت کا یہ تعلق بھی ختم کر دیا (التوبہ ۱۱۳)۔ یہ بھی وہ سیرت اور یہ تھا کہ وہ جسے دعوت اسلامی نے مرنے کے طور پر لوگوں کے سامنے پیش کیا۔

حضرت لوط اور قوم لوط حضرت لوط علیہ السلام کے بھتیجے تھے اور ان کے ساتھ ہی ہجرت کر کے فلسطین کی طرف آئے تھے۔ یہاں جس جگہ انہوں نے اپنا مسکن بنایا تھا اس کے قریب ہی ایک نہایت غیث قوم آباد تھی جو دنیا میں غیث کے اعتبار سے اپنی فیر نہیں رکھتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت لوط علیہ السلام کو اس کی اصلاح کا کھن کام سپرد کیا اور انہیں نبی بنا کر اس کے علاقے میں بھیج دیا۔ اس قوم کا حال یہ تھا کہ اس میں مرد کی مرد سے مہارت عام تھی جس کا ارتکاب چھپ کر بھی نہیں بلکہ علانیہ ایک دوسرے کے سامنے اور بھری مجلسوں میں کیا جاتا تھا۔ اس پر مزید وہ ایک ریزن قوم تھی، کسی شخص یا قافلے کا اس کے علاقے سے بھرت گزر جانا ممکن نہ تھا (النمل ۵۲)۔ حضرت لوط نے رسول اس کو خدا سے ڈرایا اور ان حرکتوں سے باز آ جانے کی تلقین کی، مگر اس کا جواب یہ تھا کہ "اے لوط، اگر تو نے یہ باتیں نہ چھوڑیں تو ہم تجھے اپنے ہاں سے نکال دیں گے" (الشعراء ۱۶)۔ حضرت لوط نے ان دھمکیوں کی پرانہ کی اور اپنی تبلیغ جاری رکھی تو ان لوگوں نے آپس میں طے کیا کہ آل لوط کو اپنی بستی سے نکال باہر کرو، یہ بڑے پاک ہاں بنتے ہیں" (الاعراف ۸۲)۔ (العنکبوت ۵۲)۔ آخر کار اللہ تعالیٰ نے ان کو سزا دینے کا فیصلہ فرما دیا اور اس پر عملدرآمد کے لیے ایک عجیب طریقہ اختیار کیا۔ چند فرشتے خوبصورت لڑکوں کی شکل میں حضرت لوط کے ہاں مہمان بنا کر بھیج دیے گئے۔ ان کا آنا تھا کہ سارے شہر میں خوشی کی ایک لہر دوڑ گئی اور لوگ جو حق درحق حضرت لوط کے گھر کی طرف چڑھ دوڑے تاکہ ان لڑکوں کے ساتھ فعلیہ بد کریں۔ حضرت لوط نے ان کی بے انتہا محنت کا جت کی کہ میرے مہمانوں کے معاملہ میں مجھے رسوائی نہ کرو، کیا تم میں کوئی بھلا آدمی نہیں ہے؟ مگر ان لوگوں پر ایک نشہ سا سوار تھا، انہوں نے حضرت لوط کی ایک نہ سنی بلکہ اٹھ اٹھ ان کو ڈانٹا کہ "کیا ہم ہمارا ہاتھ نہیں منع نہیں کر چکے ہیں کہ دنیا بھر کے ٹھیکیدار نہ بنو" (الجم ۷۱)۔ تب فرشتوں نے حضرت لوط سے کہا کہ "ہم خدا کے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں اور ان پر عذاب نازل کرنے کے لیے بھیجے گئے ہیں، اب صبح سے پہلے پہلے اپنے گھر والوں کو لے کر یہاں سے نکل جائیں۔ جو لوگ ان کے مکان پر چڑھ آتے تھے ان کو تو اسی وقت اندھا کر دیا گیا (الفرع ۳۷) اور صبح سویرے باقی ساری قوم کا غمخ الٹ دیا گیا، اس کی بستیاں تپٹ کر دی گئیں اور اس پر ایسے پتھروں کی بارش کی تھی جن میں سے ہر ایک نشان زدہ تھا کہ کس کو ان میں سے کس آدمی کا غمخ کرنا ہے (ہود ۸۲-۸۳)۔ یہ ایسی بد بخت قوم تھی کہ اس کے پورے علاقے میں ایک حضرت لوط کے گھر کے سوا کسی با ایمان کا گھر نہ پایا جاتا تھا (الذاریات ۳۶) اور اس ایک گھر میں بھی خود حضرت لوط کی بیوی بے ایمان تھی جس کے متعلق ان کو حکم دیا گیا کہ اسے ساتھ نہ لے جائیں، کیونکہ اسے بھی مبتلائے عذاب ہونا ہے (ہود ۸۱)۔ قرآن میں یہ قصہ جگہ جگہ بیان کر کے لوگوں کو بتایا گیا کہ ایک بد کردار قوم کیسے ہوتی ہے اس کا انجام کیا ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں نے کیسے کیسے سخت حالات میں کام کیا ہے۔

قصہ یوسف علیہ السلام اس کے بعد تاریخی اعتبار سے حضرت یوسف علیہ السلام کے قصے کی باری آتی ہے جس پر ایک پوری سورۃ قرآن میں نازل کر کے اچھے اور برے کردار ایک دوسرے کے با مقابل پیش کر دیے گئے۔ اس میں ایک طرف برادرانہ یوسف کا کردار ہے، جنہوں نے صرف اس لیے کہ والد ماجد حضرت یعقوب علیہ السلام



اپنے کم سن بیٹے یوسف سے زیادہ محبت کرتے ہیں آپس میں ملے کیا کر ان کو قتل کر دیں یا کہیں پھینک دیں اور اس کے بعد صالح لوگ بن جائیں باپ کو دھوکا دیکر بھائی کو سیر و تفریح کے بہانے لے گئے، اس کو اندھے کنویں میں ڈال دیا، پھر جھوٹ موٹ کا خون اُس کے قیص پر لگا کر لے آئے اور باپ سے کہا کہ اسے تو بیڑیے نے بھاڑ کھا یا ماس تجارتی قافلہ والوں کا کردار ہے جنہوں نے حضرت یوسف کو اندھے کنویں میں پایا تھا۔ انہوں نے اُس مظلوم بچے کو اپنے لیے مال تجارت بنالیا اور مصر لے جا کر بیچ ڈالا۔ عزیز مصر کی بیوی کا کردار ہے جس کے شوہر نے حضرت یوسف کو خرید لیا تھا اور جس کے گھر میں مل کر وہ جوان ہوئے تھے۔ اس کی بے شرمی کا حال یہ تھا کہ اس نے ان کو گناہ کی دعوت دی، وہ انکار کر کے بھاگے تو ان کا پیچھا کیا، عین اس موقع پر اس کا شوہر آگیا تو انہیں ان پر الزام لگا کہ وہ اس کی عصمت حزاب کرنا چاہتے تھے۔ اس کا جھوٹ جب صریح طور پر ثابت ہو گیا اور شہر کے اونچے طبقوں کی عورتوں میں اس کے عشق کا چرچا ہونے لگا تو اس نے انہیں اپنے ہاں دعوت پر بلا کر حضرت یوسف کو ان کے سامنے یہ بتانے کے لیے پیش کیا کہ ایسے حسین جوان پر میں مردہ مفتی تو اور کیا کرتی، اور بے تکلف بھری مجلس میں کہا کہ اگر یہ میرے ساتھ ناجائز تعلق پر راضی نہ ہوا تو میں اسے قید کرادوں گی۔ مصر کے اونچے طبقے کی عورتوں کا کردار ہے جنہوں نے اس محفل میں حضرت یوسف کا حسن دیکھ کر اپنے ہاتھ کاٹ لیے تھے۔ وہ بھی ان کے پیچھے پڑ گئیں اور انہیں اپنی طرف مائل کر کے کی گوشش کرنے لگیں۔ مصر کے حاکموں کا کہ ہے جنہوں نے اپنی عورتوں کے اخلاق لگاڑ کی سزا لائی حضرت یوسف کو دی اور بے قصور انہیں قید کر کے برسوں جیل میں ڈالے رکھا۔ اس کے مقابلے میں دوسری طرف حضرت یوسف کا کردار ہے جس میں اخلاق کی پاکیزگی کا ایک سے ایک بہتر نمونہ سامنے آتا ہے۔ انہوں نے قید ہو جانا گوارا کر لیا مگر اپنے دامن کو گنا سے داغدار کرنا گوارا نہ کیا۔ اس پر بھی انہیں اپنے تقویٰ کا کوئی زعم لاحق نہ ہوا بلکہ انہوں نے بڑی حاج کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اے میرے پروردگار قید مجھے اُس چیز سے زیادہ محبوب ہے جس کی طرف یہ لوگ مجھے دعوت دے رہے ہیں، اور اگر تو نے ان عورتوں کی چالوں کو مجھ سے دفع نہ کیا تو میں ان کی طرف جھک پڑوں گا اور جاہلوں میں شامل ہو رہوں گا۔ انہوں نے جیل میں بھی خدا کے بندوں کو وعظ و نصیحت کی راہ درست دکھانے کی گوشش کی اور تبلیغ حق کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ اس کا صرف ایک واقعہ سور یوسف میں آیت ۳۶ سے ہم تک بیان کیا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اپنی قید کے اس طویل زمانے میں وہ کس طرح دعوت الی اللہ کا فریضہ ادا کرتے رہے۔ پھر جب بادشاہ مصر کے ایک خواب تعبیر انہوں دی اور بادشاہ نے اُس سے متاثر ہو کر انہیں رہا کرنا اور اپنے پاس بلانا چاہا تو انہوں نے اس وقت تک رہائی قبول نہ کی جب تک عزیز مصر کی بیوی اور اس کے ساتھ کی دوسری عورتوں نے اُن کی پاک دامنی اور خود اپنے قصور دار ہونے کی شہادت نہ دے دی۔ اس کے بعد وہ دور آیا جب مصر میں انہیں شاہا اقتدار حاصل ہو گیا۔ اُس زمانے میں ان کے وہی بھائی جنہوں نے ان کو اندھے کنویں میں پھینکا تھا ان پاس بار بار غلہ مانگنے کے لیے آتے رہے اور وہ انہیں غلہ دیتے رہے اور ایک مرتبہ بھی ان کے دل میں یہ نہ آیا کہ اُن سے اُس ظلم کا بدلہ لیں جو انہوں نے ان کے ساتھ کیا تھا۔ اول اول تو یہ بھائی اس بات سے ناواقف تھے کہ مصر کے جس فرمانروا سے وہ غلہ حاصل کر رہے ہیں وہ کون ہے اور صرف حضرت یوسف ہی ان کو پہچان رہے تھے۔ مگر جب تیسری مرتبہ وہ آئے اور حضرت یوسف نے انہیں بتایا کہ میں تمہارا وہی بھائی ہوں جس۔

ساتھ تم نے وہ ظلم کیا تھا جو تم جانتے ہو، اور انہوں نے اپنے خطا کار ہونے کا اعتراف کیا، تو حضرت یوسف کا جواب یہ تھا کہ لَا تَنْتَفِعْ عَلَيْكُمْ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللَّهُ لَكُمْ وَهُوَ أَرْحَمُ الرَّحِيمِينَ۔  
 ”آج تم پر کوئی گرفت نہیں، اللہ تمہیں معاف کرے، وہ سب سے بڑھ کر رحم فرمانے والا ہے۔“ پھر صرف یہی نہیں کہ انہوں نے اپنے والد ماجد حضرت یعقوب علیہ السلام کو وطن سے معر بلوایا، بلکہ ان بھائیوں کو بھی ان کے مائے اہل حیا و محبت و مکر وہی عفت کے ساتھ آباد کیا۔ آخری شان اس عظیم انسان کے کردار کی سورۃ یوسف میں یہ دکھائی گئی کہ اپنے اس عروج پر وہ کسی فخر و غرور کا اظہار نہیں کرتا، بلکہ اللہ تعالیٰ کے آگے سر بندگی خم کر کے عرض کرتا ہے کہ ”اے میرے رب، تو نے مجھے حکومت بخشی اور مجھ کو باتوں کی تہہ تک پہنچا سکھایا۔ زمین و آسمان کے بنانے والے، تو مجھ کو دنیا اور آخرت میں میرا سر پرست ہے، میرا خاتمہ مسلم و فرمانبردار اس کی حیثیت سے کر اور مجھے صالحین کے ساتھ ملا۔“

حضرت شعیب علیہ السلام اور اہل مدین و اصحاب الایمہ اقرآن مجید میں اہل تہذیب و ادب اور اصحاب الایمہ کا حال بھی لوگوں سے بیان کیا گیا جن کا علاقہ شمالی حجاز میں واقع تھا۔ ان کے متعلق بتایا گیا کہ خدا کے سوا دوسروں کی عبادت کے ساتھ جو اخلاقی خرابیاں ان کے اندر خصوصیت کے ساتھ پھیلی ہوئی تھیں وہ یہ تھیں کہ وہ ناپ تول میں کمی کرتے تھے، ربزں لوگ تھے اور انہوں نے بڑا فساد برپا کر رکھا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیب علیہ السلام کو مدین میں اپنا نبی بنا کر مبعوث کیا اور ایک والوں کی اصلاح کا کام بھی ان کے سپرد فرمایا۔ وہ مدتوں ان لوگوں کو خدا کا خوف دلا کر ان برائیوں سے باز آنے کی تلقین کرتے رہے مگر صرف ایک قلیل تعداد ان پر ایمان لائی اور باقی سب اپنے کرتوتوں پر اڑے بہے مدین کے سرداروں نے حضرت شعیب سے کہا ”کیا تمہاری نماز تمہیں یہ حکم دیتی ہے کہ ہم اپنے باپ دادا کے مسمودوں کو چھوڑ دیں، یا یہ کہ ہم اپنے مالوں میں جو کچھ کرنا چاہیں وہ نہ کریں؟“ (ہود ۸۷)۔ بالفاظ دیگر انہیں اس بات پر بھی اصرار تھا کہ خدا کے سوا دوسرے معبودوں کی بندگی صرف اس وجہ سے کی جائے کہ باپ دادا ان کی بندگی کرتے رہے ہیں، اور وہ اس بات پر بھی متبر تھے کہ اپنے مالوں میں انہیں اپنی مرضی کے مطابق ہر طرح کے تصرف کی آزادی ہونی چاہیے خواہ وہ لوٹ مار ہو، یا تجارت میں بے ایمانی ہو، یا کمزور لوگوں پر ظلم و ستم ہو۔ انہوں نے اپنی قوم کے لوگوں سے کہا کہ ”اگر تم نے شعیب کی پیروی کی تو برباد ہو جاؤ گے“ (الاعراف ۹۰)۔ گویا ان کے نزدیک قوم کا پھلنا پھولنا اسی پر منحصر تھا کہ وہ ہر طرح کے ناجائز طریقوں سے مال و دولت حاصل کرے، اور صرف جائز طریقوں کی پابندی قبول کرنے کے معنی یہ تھے کہ قوم برباد ہو جائے انہوں حضرت شعیب کو دھمکیاں دیں کہ ہم تمہیں اور تمہارے ساتھ ایمان لانے والوں کو نکال باہر کریں گے“ (الاعراف ۸۸) اور ان سے کہا کہ ”تم کو تو ہم اپنے دریا کے ایک کزور آدمی دیکھتے ہیں۔ اگر تمہارا قبیلہ نہ ہو تو ہم تمہیں سنگسار کر دیتے۔ تمہارا اپنا بل بوتہا اتنا نہیں ہے کہ ہم پر تم بھاری ہو“ (ہود ۱۱۹)۔ اس پر حضرت شعیب نے یہ فرما کر انہیں شرم دلائی کہ ”میرا قبیلہ کیا تمہارے مقابلے میں اللہ سے زیادہ طاقت ور ہے؟ اس کو تم نے بالکل پس پشت ڈال دیا“ (ہود ۹۲)۔ ایسا ہی رویہ اصحاب اویک نے بھی حضرت شعیب کے ساتھ اختیار کیا۔ ان کی کسی نصیحت کو انہوں نے قبول نہ کیا اور حجاب دیا تو یہ کہ اگر تم بچے ہو تو ہم پر آسمان کا کوئی ٹکڑا گرا دو“ (الشعراء ۸۷) آخر کار دونوں قومیں خدا کے عذاب میں گرفتار ہوئیں اور تباہ کر کے رکھ دی گئیں۔ قریش کے لوگ اپنے تجارتی سفروں میں شام جاتے ہوئے ہمیشہ ان علاقوں سے گزرتے تھے جہاں یہ قومیں مبتلائے عذاب ہوئی تھیں، اس لیے وہ قرآن کے اس بیان سے اثر لیے بغیر نہ رہ سکتے تھے۔

اپنے کم سن بیٹے یوسف سے زیادہ محبت کرتے ہیں آپس میں ملے گیا کہ ان کو قتل کر دیں یا کہیں پھینک دیں اور اس کے بعد صالح لوگ بن جائیں باپ کو دھوکا دیکر بھائی کو سیر و فطرح کے بہانے لے گئے، اس کو اندھے کنویں میں ڈال دیا، پھر جھوٹ موٹ کا خون اُس کے قیص پر لگا کر لے آئے اور باپ سے کہا کہ اے تو بھیڑیے نے بھاڑ کھایا یا گس تجارتنی قافلہ والوں کا کردار ہے جنہوں نے حضرت یوسف کو اندھے کنویں میں پایا تھا۔ انہوں نے اُس مظلوم بچے کو اپنے لیے مالی تجارت بنالیا اور مصر لے جا کر نکھڑ ڈالا۔ عزیز مصر کی بیوی کا کردار ہے جس کے شوہر نے حضرت یوسف کو خرید لیا تھا اور جس کے گھر میں مل کر رہ جواں ہوئے تھے۔ اس کی بے شرعی کا حال یہ تھا کہ اس نے ان کو گنہگار کی دعوت دی، وہ انکار کر کے بھاگے تو ان کا پیچھا کیا، عین اس موقع پر اس کا شوہر آگیا تو ان ان پر الزام لگایا کہ وہ اس کی عصمت حجاب کرنا چاہتے تھے۔ اس کا جھوٹ جب صریح طور پر ثابت ہو گیا اور شہر کے اونچے طبقوں کی عورتوں میں اس کے عشق کا چرچا ہونے لگا تو اس نے انہیں اپنے ہاں دعوت پر بلا کر حضرت یوسف کو ان کے سامنے یہ بتانے کے لیے پیش کیا کہ ایسے حسین جواں پر میں مرید متقی تو اور کیا کرتی، اور بے تکلف بھری مجلس میں کہا کہ اگر یہ میرے ساتھ ناجائز تعلق پر راضی نہ ہوا تو میں اسے قید کر دوں گی۔ مصر کے اونچے طبقے کی عورتوں کا کردار ہے جنہوں نے اس محفل میں حضرت یوسف کا حسن دیکھ کر اپنے ہاتھ کاٹ لیے تھے۔ وہ بھی ان کے پیچھے پڑ گئیں اور انہیں اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش کرنے لگیں۔ مصر کے حاکموں کا کردار ہے جنہوں نے اپنی عورتوں کے اخلاق بگاڑ کی سزا اٹھی حضرت یوسف کو دی اور بے قصور انہیں قید کر کے برسوں جیل میں ڈالے رکھا۔ اس کے مقابلے میں دوسری طرف حضرت یوسف کا کردار ہے جس میں اخلاق کی پاکیزگی کا ایک سے ایک بہتر نمونہ سامنے آتا ہے۔ انہوں نے قید ہو جانا گوارا کر لیا مگر اپنے دامن کو گناہ سے داغدار کرنا گوارا نہ کیا۔ اس پر بھی انہیں اپنے تقویٰ کا کوئی زعم لاحق نہ ہوا بلکہ انہوں نے بڑی عاجزی کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اے میرے پروردگار قید مجھے اُس چیز سے زیادہ محبوب ہے جس کی طرف یہ لوگ مجھے دعوت دے رہے ہیں، اور اگر تو نے ان عورتوں کی چالوں کو مجھ سے دفع نہ کیا تو میں ان کی طرف جھٹک پڑوں گا اور جاہلوں میں شامل ہو رہوں گا۔ انہوں نے جیل میں بھی خدا کے بندوں کو وعظ و نصیحت کے راہ رست دکھانے کی کوشش کی اور تبلیغ حق کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ اس کا صرف ایک واقعہ سورۃ یوسف میں آیت ۳۶ سے ہم تک بیان کیا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اپنی قید کے اس طویل زمانے میں وہ کس طرح دعوت الی اللہ کا فریضہ ادا کرتے رہے۔ پھر جب بادشاہ مصر کے ایک خواب تعبیر انہوں نے دی اور بادشاہ نے اُس سے متاثر ہو کر انہیں رہا کرنا اور اپنے پاس بلانا چاہا تو انہوں نے اس وقت تک رہائی قبول نہ کی جب تک عزیز مصر کی بیوی اور اس کے ساتھ کی دوسری عورتوں نے ان کی پاک دامنی اور خود اپنے قصور دار ہونے کی شہادت نہ دے دی۔ اس کے بعد وہ دور آیا جب مصر میں انہیں شاہانہ اقتدار حاصل ہو گیا۔ اُس زمانے میں ان کے وہی بھائی جنہوں نے ان کو اندھے کنویں میں پھینکا تھا ان کے پاس بار بار غلہ مانگنے کے لیے آتے رہے اور وہ انہیں غلہ دیتے رہے اور ایک مرتبہ بھی ان کے دل میں خیال نہ آیا کہ ان سے اُس ظلم کا بدلہ لیں جو انہوں نے ان کے ساتھ کیا تھا۔ اول اول تو یہ بھائی اس بات سے ناواقف تھے کہ مصر کے جس فرمانروا سے وہ غلہ حاصل کر رہے ہیں وہ کون ہے اور صرف حضرت یوسف ہی ان کو پہچان رہے تھے۔ مگر جب تیسری مرتبہ وہ آئے اور حضرت یوسف نے انہیں بتایا کہ میں تمہارا وہی بھائی ہوں جس کے

ساتھ تم نے وہ ظلم کیا تھا جو تم جانتے ہو، اور انہوں نے اپنے خطا کار ہونے کا اعتراف کیا، تو حضرت یوسف کا جواب یہ تھا کہ لَا تَنْتَهِبْ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ وَهِيَ آيَةُ الرَّحْمَنِ۔  
 ”آج تم پر کوئی گرفت نہیں، اللہ تمہیں معاف کرے، وہ سب سے بڑھ کر رحم فرمانے والا ہے۔“ پھر صرف یہی نہیں کہ انہوں نے اپنے والد ماجد حضرت یعقوب علیہ السلام کو وطن سے معر بلوایا، بلکہ ان بھائیوں کو بھی ان کے سارے اہل و عیال سمیت بدمذہب عورت کے ساتھ آباد کیا۔ آخری شان اس عظیم انسان کے کردار کی سورہ یوسف میں یہ دکھائی گئی کہ اپنے اس عروج پر وہ کسی فخر و غرور کا اظہار نہیں کرتا، بلکہ اللہ تعالیٰ کے آگے سر بندگی قائم کر کے عرض کرتا ہے کہ ”اے میرے رب، تو نے مجھے حکومت بخشی اور مجھ کو باتوں کی تہہ تک پہنچنا سکھایا۔ زمین و آسمان کے بنانے والے، تو بخدا دنیا اور آخرت میں میرا سر پرست ہے، میرا خاتمہ مسلم و فرمانبردار اس کی حیثیت سے کر اور مجھے صالحین کے ساتھ ملا۔“

حضرت شعیب علیہ السلام اور اہل مدین و اصحاب الایکملہ قرآن مجید میں اہل نذین اور اصحاب الایکملہ کا حال بھی لوگوں سے بیان کیا گیا جن کا علاقہ شمالی حجاز میں واقع تھا۔ ان کے متعلق بتایا گیا کہ خدا کے سوا دوسروں کی عبادت کے ساتھ جو اخلاقی خرابیاں ان کے اندر خصوصیت کے ساتھ پھیلی ہوئی تھیں وہ یہ تھیں کہ وہ ناپ تول میں کمی کرتے تھے، ربزین لوگ تھے اور انہوں نے بڑا فساد برپا کر رکھا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیب علیہ السلام کو مدین میں اپنا نبی بنا کر مبعوث کیا اور ایک والوں کی اصلاح کا کام بھی ان کے سپرد فرمایا۔ وہ مدتوں ان لوگوں کو خدا کا خوف دلا کر ان برائیوں سے باز آنے کی تلقین کرتے رہے مگر صرف ایک قلیل تعداد ان پر ایمان لائی اور باقی سب اپنے کرتوتوں پر اڑے بہرے مدین کے سرداروں نے حضرت شعیب سے کہا ”کیا تمہاری نماز تمہیں یہ حکم دیتی ہے کہ ہم اپنے باپ دادا کے سمودوں کو چھوڑ دیں، یا یہ کہ ہم اپنے مالوں میں جو کچھ کرنا چاہیں وہ نہ کریں؟“ (ہود ۸۷)۔ بالفاظ دیگر انہیں (سب بات پر بھی اصرار تھا کہ خدا کے سوا دوسرے معبودوں کی بندگی صرف اس وجہ سے کی جائے کہ باپ دادا ان کی بندگی کرتے رہے ہیں، اور وہ اس بات پر بھی متبر تھے کہ اپنے مالوں میں انہیں اپنی مرضی کے مطابق ہر طرح کے تصرف کی آزادی ہونی چاہیے خواہ وہ لوٹ مار ہو، یا تجارت میں بے ایمانی ہو، یا کمزور لوگوں پر ظلم و ستم ہو۔ انہوں نے اپنی قوم کے لوگوں سے کہا کہ ”اگر تم نے شعیب کی پیروی کی تو برباد ہو جاؤ گے“ (الاعراف ۹۰)۔ گویا ان کے نزدیک قوم کا پہلنا پھولنا اسی پر منحصر تھا کہ وہ ہر طرح کے ناجائز طریقوں سے مال و دولت حاصل کرے، اور صرف جائز طریقوں کی پابندی قبول کرنے کے معنی یہ تھے کہ قوم برباد ہو جائے انہوں نے حضرت شعیب کو دھمکیاں دیں کہ ہم تمہیں اور تمہارے ساتھ ایمان لانے والوں کو نکال باہر کریں گے“ (الاعراف ۸۸) اور ان سے کہا کہ ”تم کو تو ہم اپنے درمیان ایک کمزور آدمی دیکھتے ہیں۔ اگر تمہارا قبیلہ نہ ہوتا تو ہم تمہیں سنگسار کر دیتے۔ تمہارا اپنا بل بوتہا اتنا نہیں ہے کہ ہم پر تم بھاری ہو“ (ہود ۱۱۹)۔ اس پر حضرت شعیب نے یہ فرما کر انہیں شرم دلائی کہ ”میرا قبیلہ کیا تمہارے مقابلے میں اللہ سے زیادہ طاقتور ہے؟ اس کو تم نے بالکل پس پشت ڈال دیا؟“ (ہود ۹۲)۔ ایسا ہی رویہ اصحاب الایکملہ نے بھی حضرت شعیب کے ساتھ اختیار کیا۔ ان کی کسی نصیحت کو انہوں نے قبول نہ کیا اور جواب دیا تو یہ کہ ”اگر تم مجھے ہو تو ہم پر آسمان کا کوئی ٹکڑا گرا دو“ (الشعراء ۸۷) آخر کا دونوں قومیں خدا کے عذاب میں گرفتار ہوئیں اور تباہ کر کے رکھ دی گئیں۔ قریش کے لوگ اپنے تجارتی سفروں میں شام جاتے ہوئے ہمیشہ ان علاقوں سے گزرتے تھے جہاں یہ قومیں مبتلائے عذاب ہوئی تھیں اس لیے وہ قرآن کے اس بیان سے اثر لیے بغیر نہ رہ سکتے تھے۔

حق و صداقت کا بے باک ترجمان اور مستہ تنقیدوں کا امین

## پندرہ روزہ اجتماع

وقت کی پابندی اور کتابت و طباعت کی شائستگی کے ساتھ چھپ رہا ہے مگر اہی اور ضلالت بدعت و مخرافات کے خلاف کھلا جہاد کرنے والے اس اخبار سے رشتہ قائم کر کے حق پرستی اور حق پسندی کا ثبوت دیجئے آنے والے شمارہ سے جماعت اسلامی کے خلاف چھپے ہوئے ایک پوسٹر پر سلسلہ وار تنقید شائع ہو رہی ہے۔ شائقین حضرات تجلی کے ایجنٹوں سے رابطہ قائم کریں یا سالانہ چندہ دس روپے ارسال کر کے ایک سال کی خریداری قبول فرمائیں۔ عنقریب ہی دارالعلوم دیوبند کے صد سالہ جشن پر بھی بے لاگ اظہار خیال ملاحظہ فرمائیے مدارس عربیہ کے اندر جو گندی سیاست پھیل پھول رہی ہے اس پر بھی جلد ہی مفصل گفتگو کی جائے گی۔ ہر شہر اور ہر گاؤں کے باشندوں سے گزارش ہے کہ وہ اپنے یہاں ہونے والی مخرافات سے آگاہ کریں تاکہ ان کے خلاف لکھکروگوں کی اصلاح کی جائے۔

مینجر اجتماع دیوبند



# بات و اسلہ

محمد عبد الرحمن  
ناظم حلقہ طلباء  
(کھم)

ہفتہ وار ”بلٹن“ بروز سنیچر بتاریخ ۲۰ مئی ۱۹۷۸ء کے صفحہ ۵ پر مولانا اشفاق احمد صاحب کے مضمون بہ عنوان ”کیا تفہیم القرآن“ قرآن پاک کی تشریح ہے ؟ میں مولانا مودودی صاحب بانی جماعت اسلامی پر جو کچھ اچھالی گئی ہے اسکے ازالے کیلئے ماہنامہ ”تجلی“ میں میری نیچے دی ہوئی تحریر کو شائع کریں تو عام لوگوں میں جو بد فہمی پھیلی ہے وہ دور ہو جائے گی۔

سے میں دنیا کے اس بگاڑ کو درست کر سکوں، فوٹس اور معاصی کے اس سیلاب کو روک سکوں اور تیری قانون عدل کو جاری کر سکوں، یہی تفسیر ہے اس آیت کی جو حسن بصری اور قتادہ نے کی ہے اور اسی کو ابن جریر اور ابن کثیر جیسے جلیل القدر مفسرین نے اختیار کیا ہے اور اس کی تائید بنی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث کرتی ہے کہ **إِنَّ اللَّهَ لَيَزْعُمُ يَا سُلْطَانُ مَا لَكَ يَزْعُمُ يَا قُرْآنُ**، یعنی ”اللہ تعالیٰ حکومت کی طاقت سے ان چیزوں کا سد باب کر دیتا ہے جن کا سد باب قرآن سے نہیں کرتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اسلام دنیا میں جو اصلاح چاہتا ہے وہ صرف وعظ و تذکیر سے نہیں ہو سکتی بلکہ اسکو عمل میں لانے کیلئے سیاسی طاقت بھی درکار ہے جبکہ یہ دعاء اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ کو خود سکھائی ہے تو اس سے یہ ثابت ہوا کہ طاقت

آیت: **وَقُلْ رَبِّ ادْخُلْنِي مَدْخَلَ صِدْقٍ وَأَخْرِجْنِي مَخْرَجَ صِدْقٍ وَاجْعَلْ لِي مِنْ لَدُنْكَ سُلْطٰنًا نَصِيْرًا** (یعنی اسرائیل آیت ۸) ترجمہ: اور دعا کرو کہ پروردگار! مجھ کو جہاں بھی تولے جا سچائی کے ساتھ لے جا اور جہاں سے بھی نکال سچائی کی ساتھ نکال، ۹۹ء اور اپنی طرف سے ایک اقتدار کو میرا مددگار بنادے تلہ (ترجمہ مولانا مودودی صاحب) تفسیر ۹۹ء اس دعا کی تلقین سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ہجرت کا وقت اب بالکل آگیا تھا۔ اس لئے فرمایا کہ تمہاری دعا یہ ہونی چاہیئے کہ صداقت کا دامن کسی حال میں تم سے نہ چھوٹے، جہاں سے بھی نکلنا صداقت کی خاطر نکلنا اور جہاں بھی جاؤ صداقت کے ساتھ جاؤ۔ تفسیر تلہ یعنی یا تو مجھے خود اقتدار عطا کر یا کسی حکومت کو میرا مددگار بنادے تاکہ اسکی طاقت



کو ایسی غلط فہمی کیسے ہو گئی ہے کہ مولانا مودودی صاحب  
ہی نے اپنی تفسیر میں حکومت کی مدد طلب کے بارے  
میں لکھے ہیں۔

(۲) مولانا مودودی صاحب کی تفسیر جو تحریر کی گئی  
ہے اس میں کہیں بھی یہ بیان نہیں ہے کہ کسری یا روم  
کی حکومتوں کو میرا مددگار بنادے مولانا اشفاق احمد  
صاحب نے ہفتہ وار بدلتے ہوئے صفحے پر قیصر و کسری کے  
الفاظ پر مدد کر مولانا مودودی کو مطعون کرنے کا ناپاک  
کوشش کی ہے جس کی جواب دہی انھیں آخرت میں کرنی  
پڑے گی۔

(۳) مولانا اشفاق احمد صاحب کو شاید یہ نہیں معلوم  
کہ شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسنؒ ہیں اور وہ اخبار  
میں شیخ الہند مولانا احمد حسین مدنیؒ کو لکھ گئے ہیں۔

## جلی

آخرت کی جواب دہی تو بعد کی چیز  
ہے۔ مولانا مودودی کے بیشتر مخالفین  
کا عالم تو یہ ہے کہ وہ آدمیت اور شرم  
دنیا سے بھی محروم ہو چکے ہیں۔ ایسے لوگ کچھ بھی کر گزریں اور  
کسی پر کچھ بھی الزامات عائد کر دیں خلاف توقع نہیں۔ یہی  
مشکل یہ ہے کہ جب سے مولانا مودودی جماعت اسلام  
کی مخالفت فیشن میں داخل ہوئی ہے تب سے وہ حضرات بھی  
زبان درازی کرنے میں لگے ہوئے ہیں جو اردو کی چند  
سطریں بھی صحیح طور پر نہیں لکھ سکتے۔ اب اس کے سوا  
کوئی چارہ نہیں کہ صبر کیا جائے اور ایسے تمام حضرات کے  
حق میں دعا و خیر کی جائے۔

جہاں تک مولانا مودودی کی عزت و عظمت کا معاملہ  
ہے تو اس پر پھر کوئی آئین نہیں آسکتی۔ بزرگوں نے فرمایا  
ہے کہ چاند کا حقو کا ہمیشہ اپنے منہ پر گرتا ہے۔ یہ بات  
عام مشاہدہ میں آچکی ہے مولانا مودودی کو کورسوا کرنے  
والے حضرات اب خود رسوائی اور بدنامی سے دوچار ہیں۔  
اس کے باوجود کسی اشفاق صاحب کا اول قول بکنا باعث  
افسوس کم اور باعث ہجرت زیادہ ہے۔

دین اور نفاذ شریعت اور اجرائے حدود اللہ کیلئے  
حکومت چاہنا اور اسکے حصول کی کوشش کرنا نہ صرف  
جائز بلکہ مطلوب و مندوب ہے اور وہ لوگ عکلی پر ہیں  
جو اسے دنیا پرستی یا دنیا طلبی سے تعبیر کرتے ہیں۔ دنیا  
پرستی اگر ہے تو یہ کہ کوئی شخص اپنے لئے حکومت کا  
طالب ہو۔ رہا خدا کے دین کے لئے حکومت کا طالب  
ہونا تو یہ دنیا پرستی نہیں بلکہ خدا پرستی ہی کا بین تقاضا ہے۔  
(مفسر مولانا مودودی صاحب)

(تفہیم القرآن جلد دوم صفحہ نمبر ۶۳۱ اور ۶۳۸)

اسی آیت کا ترجمہ حضرت شیخ الہند مولانا  
محمود حسن صاحب نے یوں کیا ہے۔ اور کہہ اسے ب  
داخل کر مجھ کو سجاد داخل کرنا اور نکال مجھ کو سجاد نکالنا  
ورعطا کر دے مجھ کو اپنے پاس سے حکومت کی مدد سے۔

تفسیر نہ دے۔ یعنی جہاں مجھے پہنچانا ہے (مثلاً مدینہ میں)  
ہدایت آبرو اور خوبی و خوش اسلوبی سے پہنچا کر حق کا بول بالا  
رہے۔ اور جہاں سے نکالنا یعنی علیحدہ کرنا ہو (مثلاً مکہ)  
سے تو وہ بھی آبرو اور خوبی و خوش اسلوبی سے ہو کہ دشمن  
لیل و خوار اور دوست شاداں و فرہاں ہوں اور بہر  
سورت سچائی کی فتح اور جھوٹ کا سر نیچا ہو۔

تفسیر ۲:- یعنی غلبہ اور تسلط عنایت فرما جس کے  
ساتھ تیری مدد و نصرت ہو تاکہ حق کا بول بالا رہے اور  
عائدین ذلیل و پست ہوں دنیا میں کوئی قانون ہو سہاوی  
اور حسی اس کے نفاذ کیلئے ایک درجہ میں ضروری ہے کہ  
حکومت کی مدد ہو جو لوگ دلائل و براہین سننے اور  
فتاب کی طرح حق واضح ہو چکنے کے بعد بھی ضد و عناد  
پر قائم رہیں انکے ضرر و فساد کو حکومت کی مدد ہی روک  
سکتی ہے۔ (مفسر حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانیؒ)

(۱) مولانا مودودی صاحب کی تفسیر نمبر ۱۷ میں حکومت  
کی مدد طلب کرنے کا بیان ہے اور حضرت مولانا شبیر احمد  
صاحب عثمانیؒ کی تفسیر حاشیہ نمبر ۱۷ میں حکومت کی مدد  
طلب کرنے کا بیان ہے۔ پھر مولانا اشفاق احمد صاحب

# تبلیغی جماعت کا اجتماع اور کارکنان جماعت اسلامی

از سہ روزہ دعوت دہلی۔

قصبہ وزیر پور ضلع سواتی مادھوپور میں ۱۶/۱۷ دسمبر کو ضلع کی سطح پر تبلیغی جماعت کا اجتماع منعقد ہوا۔ ضلع کے قصبات و دیہات سے تقریباً پانچ چھ سو مسلم افراد نے شرکت کی۔ اجتماع کے تمام انتظامات قیام، طعام، دفنی و شامیانہ پانی و فرش وغیرہ کارکنان جماعت اسلامی کے ہاتھوں انجام پاتے دیکھ کر شرکائے اجتماع حیرت زدہ تھے۔ تمام ذمہ داریاں محسن خونی امیر اجتماع حاجی فیاض صاحب جے پور کے زیر نگرانی کارکنان جماعت اسلامی اور ایس آئی ایم کی مقامی یونٹ کے طلباء و نوجوان پڑی سرگرمی سے انجام دے رہے تھے۔ چھوٹے چھوٹے بچے اس موسم سرما کی راتوں میں رات کے ۱۲-۱۲ بجے تک فرش و برتن کی صفائی اور مہالوں کو چائے پلاتی دوڑ دوڑ کے کرتے نظر آئے۔

شرکائے اجتماع کا ایک عام تاثر یہ تھا کہ ہم تو وزیر پور کے بارے میں بڑے خائف تھے اور سوچ رہے تھے کہ یہاں تبلیغی جماعت کا اجتماع کیسے ہو گا یہ تو جماعت اسلامی کا گڑھ ہے لیکن جب افواہوں کے برخلاف یہ مشاہدہ ہوا تو ہماری حیرت کی انتہا سن رہی کہ یہاں تو سارا نظم ہی جماعت اسلامی کے کارکنان پوری ذمہ داری سے سنبھالے ہوئے ہیں۔ بیشتر افراد

نے اپنے تاثرات کا اظہار جب سوالیہ انداز میں جماعت اسلامی کے ذمہ داران سے کیا تو انکا ایک ہی جواب تھا ہم ہر بھلائی کے کام میں تعاون و اشتراک کی پالیسی روفد اول سے اپنائے ہوئے ہیں تبلیغی جماعت کے افراد تو ہماری دینی بھائی ہیں اور یہ ایک دینی اجتماع ہے۔ ہم تو اپنے غیر مسلم بھائیوں کے ساتھ بھی بھلائی کے کاموں میں تعاون پیش کرتے رہے ہیں۔

تبلیغی جماعت دین کا ایک کام کر رہی ہے اسکا اپنا ایک طریقہ کار ہے جماعت اسلامی ہند میں دین اسلام کی اقامت کا فریضہ انجام دے رہی ہے۔ اور وہ اپنا ایک طریقہ کار رکھتی ہے اس حیثیت سے جماعت اسلامی اور تبلیغی جماعت میں ٹکراؤ یا مخالفت کا کوئی سوال ہی نہیں ہونا چاہیے۔ اس قسم کے پروپیگنڈہ کرنے والے اشخاص یا تو نادان قسم کے لوگ ہیں یا پھر وہ دینی جماعتوں کے باہمی ٹکراؤ ہی میں اپنا مفاد سمجھتے ہیں اس لئے ایسی باتیں پھیلاتے رہتے ہیں امت مسلمہ ایک ہی جسم کی حیثیت رکھتی ہے ہم سب اسکے اعضاء ہیں ہمیں مل جل کر اللہ کے دین کی سر بلند کا فریضہ انجام دینا چاہیے۔

تبلیغی جماعت کے کئی ذمہ داران و نمائندے جے پور

پوری پوری ذمہ داری سے انھیں انجام دیں اور دینی کاموں میں ایک دوسرے کا تعاون اور مسابقت کا جذبہ زیادہ سے زیادہ پروان چڑھائیے۔ قرآن کی یہ واضح ہدایت ہر وقت سامنے رہنی چاہیئے۔ کہ نیکی کے کاموں میں تعاون کرو اور بدی و بغاوت کے کاموں سے دور رہو۔

اس موقع پر ایس آئی ایم کی مقامی یونٹ کی جانب سے ایک بک اسٹال اور ایک ٹی اسٹال کا بھی اہتمام کیا گیا تھا۔ ٹی اسٹال پر چھوٹی چھوٹی عمر کے طالب علم بڑی مستعدی سے جہازوں کو اس سردی بھری رات میں چائے پلائی کرتے نظر آئے۔ دوسری جانب بک اسٹال پر بڑے سنجیدہ لوجوان دیکھے گئے۔ ان کا یہ شباب اور اس قسم کے کاموں میں دلچسپی اور انہماک، میرے لئے ایک سوالیہ نشان بن گیا۔ محو حیرت ہو کر سوچنے لگا کہ اس ہر فتن گندے ماحول اور مادہ بر سمت ولذت پسند دور میں یہ کتنا سنگین مقابلہ ہے کہ یہ لوجوان ایک صالح لوجوان کی حیثیت کو اجاگر کر رہے ہیں ان کے لسانی چہرے، معصوم نگاہیں، حلاوت آمیز گفتگو اور پرکشش انداز، لوگوں کو کھینچ کر بک اسٹال پر لا رہا تھا۔ نہایت منانت و سنجیدگی سے معتزین کے اعتراضات پر خاموشی اور انہماک و تفہیم کی غرض سے آنے والے حضرات کو مدلل گفتگو سے مطمئن کرنا انکا طرز کلام تھا کارکنان کے نظم و ضبط اور وسیع نظری کا یہ عالم بھی دیکھا گیا کہ اجتماع کی کارروائی کے دوران بک اسٹال پر پردہ ڈال دیا جاتا ہے۔ بک اسٹال پر تحریک اسلامی سے متعلق لٹریچر ہندی، اردو، انگلش میں تھا معلوم ہوا کہ ایک ہزار روپیہ سے زائد کا لٹریچر فروخت ہوا مزید خوشی کا باعث یہ بات رہی کہ کسی نہ کسی متعدد غیر مسلم تعلیم یافتہ لوجوالوں نے کافی مقدار میں لٹریچر خریدا۔

ہندی ترجمہ قرآن مجید کے نسخہ صرف دو ایک ہی

سے بھی تشریف لائے تھے۔ اور اسی موقع پر جماعت اسلامی سوائی مادھوپور کے ناظم ڈیویزن بھی تشریف لائے اور بے پور سے دفتر جماعت اسلامی حلقہ راجستھان کے سکریٹری بھی جو اسی بستی کے رہنے والے ہیں پہلے ہی موجود تھے ہر دو جماعت کے نمائندوں نے باہمی صلہ و مشورہ سے اجتماع کلہوگرام ترتیب دیا۔ سکریٹری جماعت اسلامی نے اجتماع کی کارروائی شروع ہونے سے پہلے جامع مسجد میں نماز جمعہ سے قبل اہل بستی سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ لوگوں نے جس فرخ دلی سے اجتماع کیلئے کثیر چندہ پیش کیا ہے یہ دین سے محبت کا ایک ثبوت ہے لیکن محض اجتماع کر لینا ہی آپکا مقصد نہیں ہونا چاہیئے بلکہ اس اجتماع میں آپ کی زندگی گزارنے کے بارے میں اسلام کی جو ہدایات سامنے آئیں انھیں زندگی کے ہر شعبہ میں نافذ کرنے کی پوری پوری جدوجہد میں لگ جائیئے۔ آپ نے کلمہ طیبہ کے اقرار میں تمام انہوں کا انکار کیا ہے آپ یہ کلمہ پڑھ کر ایک اللہ اور ایک ہادی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور فرمانبرداری کا نعرہ لگا رہے ہیں بلاشبہ مسلمان حضرت ابراہیمؑ کے بڑے بنوں سے تو بخوبی واقف ہیں اور ان کی پرستش و اطاعت کو شمرک سمجھتا ہے لیکن اس دور کے جدید بنوں کی اطاعت و بندگی لاشعوری طور پر پوری طور پر اس طرح کر رہا ہے کہ اس میں گناہ تک نہیں سمجھتا آپ دین کا شعوری علم حاصل کیجئے اور زندگی کے ہر معاملے میں آخری رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے طریقے سے روشنی حاصل کیجئے۔ دین و دنیا کی تفریق و تقسیم کا نظریہ جو عام ہو گیا ہے اسے ختم کیجئے اور متحد و متفق ہو کر اللہ کی رسی کو مضبوط تھا مئے اور دین اسلام کی سر بلندی کے لئے زیادہ سے زیادہ قربانی دینے کا جذبہ پیدا کیجئے۔ آپ نے جماعت اسلامی کے کارکنان کو ہدایت کی کہ اجتماع سے متعلق جو امور آپ کے سپرد ہوئے ہیں۔

دیں گے جو اللہ کی رسی کے بجائے اپنی قیادت کی رسی کو مضبوطی سے تھامنے کی تلقین کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔

## تجلی

قابلِ شکر ہے یہ بات کہ تبلیغی جماعت کے اجتماع میں جماعت اسلامی والوں نے بھاگ دوڑ کی اور اس بھاگ دوڑ کو تبلیغی جماعت کے افراد پسندیدگی کی نظروں سے دیکھا۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر تبلیغی جماعت اور جماعت اسلامی اپنے فروعی اختلافات کے ہوتے ہوئے بھی ازراہ اسلام اور ازراہ اخوت ایک دوسرے کو گوارہ کرنے لگیں تو ملت اسلامیہ میں پھیلی ہوئی بے چینی اور ناچارگی کافی حد تک ختم ہو جائے۔

کون شخص اس کا انکار کر سکتا ہے کہ ان دونوں جماعت کے غیر محدود اختلافات نے کتنے ہی صلح پسند افراد کو لڑاکو بنا دیا ہے۔ یہ لوگ شریف اور اعتدال پسند ہونے کے باوجود اپنے اپنے نظریات کی خاطر ہمہ وقت برسرِ پیکار ہی نظر آتے ہیں۔ اور ان میں سے ہر ایک کی خواہش یہ ہوتی ہے کہ دنیا پر اسی کے نظریات کا سکہ جمار ہے۔

اپنی جماعت کو وسیع اور مضبوط کرنے کی خواہش غلط نہیں غلط یہ ہے کہ آدمی وسعتِ جماعت کی خاطر غلط طور طریقے استعمال کرے اور اپنا قد اونچا کرے کیلئے دوسروں کی گردنیں کاٹنے پر تیل جائے۔

جماعت اسلامی اور تبلیغی جماعت فروعی اختلاف کے ہوتے ہوئے بھی ایک دوسرے کی ہمنوائی کر سکتی ہیں جیسا کہ اس ہونے والے اجتماع میں ہوا ہے۔ بس ضرورت اس بات کی ہے کہ ہر جماعت اسلام کی اشاعت کو اہل مقصد تصور کرے۔ اور صرف اپنے نظریات میں الجھ کر نہ رہ جائے۔ ہم تبلیغی جماعت کے تمام افراد سے یہ گزارش کریں گے کہ وقتاً فوقتاً خود اپنا احتساب کرتے رہیں کہ وہ کسی غلطی اور خطا کا شکار

نہیں اس لیے یہ مانگ غیر مسلم حضرات کی دہوری نہ ہو چکی اس بستی میں غیر مسلم حضرات کو کئی بار جماعت اسلامی کے پلیٹ فارم سے خطاب کیا جا چکا ہے اس لئے اس موقع پر بھی بڑے اشتیاق سے غیر مسلم حضرات کی کافی تعداد شریک اجتماع رہی لیکن تھوڑی دیر بیٹھ کر ہی واپس ہو گئے ان کا تاثر یہ رہا کہ یہاں تو صرف مسلمانوں ہی سے کچھ باتیں کہی جا رہی ہیں۔ یہ لوگ سمجھتے تھے کہ غیر مسلموں سے بھی خطاب کیا جاتا۔

راحم ایک مشاہد کی حیثیت سے شریک اجتماع رہا۔ یہاں دو دینی جماعتوں کے باہمی اشتراک و تعاون کا منظر دیکھ کر بے حد متاثر ہوا۔ میں ملت اسلامیہ کے تمام اکابرین کی خدمت میں پر خلوص درخواست پیش کرتا ہوں کہ کاش ملت کے تمام ہی افراد و پارٹیاں، انجمن و ادارے اسی طرح ایک دوسرے کا تعاون و اشتراک بر خیر کے کاموں میں پیش کرنا اپنا لائحہ عمل لیں تو مجھے یقین کامل ہے کہ ہم علیحدہ علیحدہ جماعتوں میں رہتے ہوئے بھی اللہ کی رضا حاصل کرنے کیلئے دین اسلام کی سر بلندی کے نصب العین کو زیادہ سے زیادہ قوت بہم پہنچانے میں مدد و معاون بن سکتے ہیں اس اجتماع میں میرے لئے جماعت اسلامی اور تبلیغی جماعت کے کارکنان کا باہمی اشتراک و تعاون اور خلوص و محبت بڑی مسرت اور تسکین کا باعث بنا اور میں خدا سے گڑگڑا کر دعائیں کرنے لگا کہ بارِ الہ تمام مسلم تنظیموں کو یہ توفیق عطا فرما کہ وہ اس چھوٹے سے نمونے سے سبق حاصل کریں اور ملت کے اتحاد و اتفاق کی ایک بہت بڑی مثال دنیا میں کر دکھائیں تاکہ ملت کی زبوں حالی و انتشار دور ہو اور حقیقی معنی میں ایک جسد واحد بن کر دین اسلام کے غلبہ کی جدوجہد میں لگ جائیں۔ خدا انخواستہ ملت کی اس اہم ضرورت کی طرف اکابرین نے توجہ نہ فرمائی تو بے مخلص کارکنان جو ہر جماعت میں محض اللہ و رسول کی محبت میں ساتھ ہیں روزِ حشر ایسے تمام قائدین کا دامن تار تار کر

تو سو کر نہیں رہ گئے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی جو حاسبوا قبل ان تحاسبوا اپنا حساب خود ہی کر لو اس سے پہلے کہ آخرت میں تم سے باز پرس ہو، اپنا احتساب کرنے سے تبلیغی جماعت والوں کو خود اپنی بعض غلطیوں کا احساس ہو گا اور وہ لامحالہ انہیں رفع کفر کی کوشش کریں گے۔

ادھر جماعت اسلامی والوں سے ہماری گزارش یہ ہو کہ وہ تبلیغی جماعت والوں سے ربط مضطر رکھیں اور ان کی کمزوریوں کو یہ سوچ کر گوارہ کر لیں کہ کمزوریاں تو خود ان کے اندر بھی موجود ہیں۔ اور دنیا کا کوئی انسان ایسا نہیں ہے کہ جو انسانی کمزوریوں سے متبرک ہو اور کوئی جماعت ایسی نہیں ہے جسکے طور طریقوں میں کچھ جھول نہ ہو۔

اگر اس انداز میں سوچ کر دونوں جماعتیں ایک دوسرے کو گوارہ کرنے کی روش اپنائیں تو معاشرے میں پھیلے ہوئے اختلافات کے بھیانک اندھیرے انشا اللہ بڑی حد تک چھٹ جائیں گے۔ اور اشاعت اسلام کیلئے راہیں اور زیادہ ہموار ہو جائیں گی۔ ■ ■

### بقیہ . . حسن مودودی

سب گندے کام ہیں۔ اور اس طرح رشوت جیسے مرض کو ان لوگوں میں پھیلا یا جا رہا ہے۔ جہاں یہ ابھی عام نہیں ہے۔ دوسری طرف روزگار دلانے والے ایجنٹوں کا حیا ہونا چاہیئے۔ یہ لوگ پاکستانیوں کو بھیٹر بکریوں کی طرح سوار کرتے ہیں اور ان کی تنخواہیں بہت کم مقرر کرتے ہیں۔ دونوں طرف سے کیشن کھاتے ہیں اور بعض اوقات پاکستانی مزدوروں کی زندگی بھر کا اثاثہ ہٹپ کر جاتے ہیں اور ان کو بے یار و مددگار چھوڑ دیتے ہیں انہی جھگڑوں میں ملوث سینکڑوں مزدوروں جن کو کویت سے واپس بھیجا جا رہا ہے وہ دس دس پندرہ پندرہ ہزار روپے دیگر ملازمت کرنے آتے ہیں۔ اور بعض نے اپنے مکان

اور زمین تک فروخت کر دی تھیں۔ طرفہ تماشہ یہ کہ نام لیڈروں کو لڑا بھڑا کر ملک بدر بھی کر رہے ہیں۔ حکومت پاکستان کو بھی خون پسینے کی کاڑھی کا پیچھے والے ان پاکستانیوں کی طرف سے اتنی غفلت نہیں برتنی چاہیئے۔ کہ بس گا ہے بگا ہے کسی وزیر نے ایک بار دے دیا کہ اتنا مزید سامان لے جانے کی اجازت ہے یا سرمایہ کاری کی ایک سکیم زیر غور ہے وغیرہ وغیرہ بلکہ اس بات کی ضرورت ہے کہ بیرون ملک پاکستانیوں کی ایک علیحدہ وزارت بنائی جائے اور اگر یہ کسی وزارت کے ساتھ منسلک ہے تو اس کی تنظیم نو کی جائے جہاں جہاں بڑی تعداد میں پاکستانی برسر روزگار ہیں وہاں وزارت کے دفاتر قائم کئے جائیں جن کا کام ان کے تمام مسائل اور معاملات کی نگہداشت ہونا چاہیئے یہ روزگار سے متعلق ہوں۔ پاکستانیوں کی ہر طرح رہنمائی ہونی چاہیئے بنگلہ میں بھی روزگار میں بھی تنازعات میں بھی، قانونی معاملات میں بھی اسی طرح کے دفاتر اگر سرگرم عمل ہو جائیں تو نام نہاد ایجنٹوں کا خاتمہ ہو سکتا ہے۔ یا کم از کم ان کے گندے کاروبار کو کنٹرول کیا جاسکتا ہے۔ سفارت خانوں کی اضافی ذمہ داریاں بھی کم ہو سکتی ہیں۔ تاکہ وہ اپنے فرائض منصبی تندہی سے انجام دیں۔ ■ ■

### خلافت و ملوکیت نمبر، مجلد ریگنیزین

صرف دو عدد موجود ہیں، اگر کوئی صاحب اپنی ذاتی لائبریری کی ضرورت پوری کرنے کے خواہش مند ہوں تو ہم سے رابطہ قائم کریں۔ ڈاک خرچ منگالے والے کے ذمہ ہو گا قیمت بارہ روپے

ادارہ تجلی دیوبند



مکتوب کویت

# کویت میں جشن مودودی کی تیاریاں

بہت سے آدمی مارے گئے، جن کو خفیہ طریقہ سے کویت میں دبا دیا گیا ہے تحاشہ لوگ زخمی ہوئے اور اس سے پہلے بھی اس قسم کی کارروائیاں ہوتی رہیں ہیں، سفار خانہ اس سلسلے میں کچھ نہیں کر رہا ہے اور پاکستانی مزدور یہاں بے یار و مددگار ہیں۔

راحم الحروف نے جائے وقوع پر جا کر حالات کا جائزہ لیا۔ مزدوروں سے ملاقات کی اور پاکستانی سفارت خانے سے معلومات حاصل کیں تو پتہ چلا کہ جھڑپ ضرور ہوئی تھی مگر معمولی سی جیسے بعض لیڈری چمکانے والوں نے بڑھا چڑھا دیا تھا۔ ایسی ہی دو تین جھڑپیں اس سے قبل بھی ہو چکی ہیں۔ ہمارا خیال ہے کہ اگر اس سلسلے میں کوئی مستقل تذکرہ یا ان جھگڑوں کا سد باب نہ کیا جائے تو ہو سکتا ہے کہ چند مفاد، موقع پرست، اور حتمی لوگ ہیں اس حساس مسئلے کو نازک نہ بنادیں۔

واقعہ بہت معمولی تھا۔ اس علاقے میں صرف ایک بقالہ تھا۔ بقالہ یہاں پر چون فروش کو کہتے ہیں رمضان کا زمانہ تھا ایک تو اس دکان پر سودا پہلے حاصل کرنے پر اکثر جھگڑا رہتا تھا دوسرے چونکہ سب مزدور ایک ہی سائٹ پر کام کر رہے تھے۔ اور اللہ کے فضل سے پاکستانی مزدوروں کی کارکردگی دوسرے مزدوروں سے ہمیشہ اچھی ہوتی ہے تو یہ بات بھی اکثر جھگڑا کا باعث بنتی تھی ساتھ ہی نام نہاد لیڈروں مزدوروں کو اکٹھے کرنے کا کام بھی انجام دیتے رہتے تھے۔ ان سب وجوہات نے مل کر جھگڑے

خاص طور پر کویت کی مسجدوں اور بازاروں میں جگہ جگہ بھی موضوع چھڑا رہتا ہے سب لوگ دعار کرتے ہیں کہ اللہ پاکستان میں سلامی ام کے قیام میں مدد دے اور لوگوں کو بہت واسطوں سے جنہوں نے اس بات کا بیڑا اٹھا رکھا ہے۔ اللہ کا لاکھ شکر ہے کہ اس نے سید مودودی کی زندگی میں اے افکار و نظریات کی عملی تعبیر کا موقع فراہم فرمایا۔ جشن مودودی دراصل اسی رچل عظیم کو خراج عقیدت شکر کرنے کیلئے منایا جا رہا ہے۔ اس میں ہر طبقہ خیال لوگ شامل ہیں کیونکہ سید مودودی کی شخصیت آنکھوں سے سامنے آجاتی ہے پاکستان سے۔ اس پروگرام میں رکت کرنے کیلئے مولانا کے پرائیوٹ سکریٹری خلیل مدی اور شعلہ بیان مقرر اور جماعت اسلامی پاکستان نے نوجوان رہنما منور حسن شریف لارہے ہیں۔ جشن اصدارت کویت کے معروف وزیر اکرام کریں گے اور ایوں کی نمائش کا افتتاح عالم اسلام کے ایک مشہور عالم دین فرما رہے ہیں جشن کیٹی جلد ہی ایک کتابچہ شائع رہا ہے جس میں پروگرام کی تفصیلات ہونگی۔

گذشتہ دنوں کویت کے ایک نوجوان علاقے میں لسانی مزدوروں کی عرب مزدوروں سے خوفناک لڑائی افواہیں بڑی تیزی سے گشت کرتی رہیں۔ افواہ بازوں نے خوب مرجعہ لگا کر اپنی افواہ کو موثر بنایا عربوں نے پاکستانیوں پر اچانک حملہ کیا اور ان کے



کی صورت اختیار کرنی تھی۔ مگر ہم نے پیشہ ورانہ طور پر اس کو تسلیم نہیں کیا۔ بڑھ سکا اور بڑی خوش اسلوبی سے حاصل کر لیا گیا۔ پہلا موقع ہے کہ ہمارا سفارت خانہ بروقت میدان میں آیا۔ اور اسکے کارکنوں نے سفیر کی رہنمائی میں مثبت رد عمل ادا کیا۔ پاکستانیوں کا نقطہ نظر پیش کیا۔ مسائل کے حل کے لئے علیحدہ کمیٹیوں اور دوکان کھلوائی۔ کام کاج کے سلسلے میں قابل عمل فارمولا انتظامیہ سے منظور کرایا اور کئی سو پاکستانی مزدوروں کا ——— اخراج کو روک دیا۔ ہم امید کرتے ہیں کہ ہمارا سفارت خانہ آئندہ بھی پاکستانیوں کے ساتھ اس طرح تعاون کرتا رہے گا اور پرانے سیاسی گماستوں کی طرح صرف ثقافتی مجلسوں اور شراب و کباب کی رنگ رلیوں ہی میں مسرت نہیں رہے گا۔ کویت میں بھی والے پاکستانیوں نے سفیر پاکستان اور قونصلر کی کوششوں کو سراہا ہے۔

ہماری اپنے پاکستانی بھائیوں سے بھی دردمندانہ گزارش ہے کہ وہ جب غیر ملک میں مزدوری کرنے آئیں تو حالات کے فرق اور تبدیلی کو ضرور مد نظر رکھیں۔ کویت میں لوگ ”ہٹھڑتال“ کے لفظ سے نا آشنا ہیں۔ نہ یہاں موخر طور پر کوئی ٹریڈ یونین میں سرگرمی ہے۔ آجروں مستاجر کا معاملہ اس معاہدہ کی روشنی میں طے پاتا ہے۔ جو دو نو کے درمیان ہو چکا ہو۔ اسلئے پہلے تو یہ کوشش کرنی چاہیے کہ بہتر سے بہتر شرائط پر ملازمت حاصل کی جائے آپ جس ملک میں جا رہے ہیں وہاں کی اجرتوں کا معیار ضرور معلوم کر لیجئے یہ کوئی مشکل کام نہیں ہے اور مزدوری اس طرح نہیں طے کرنی چاہیے کہ روپوں میں کیا ملے گا۔ آپ کو یہ سوچنا چاہیے کہ آپ اپنے محبوب وطن کو چھوڑ رہے ہیں۔ اپنے بال بچوں اور دوست احباب سے جدا ہو رہے ہیں۔ اس سب اثاثہ کی کوئی قیمت ہے۔ آپ خدمت خلق کے کام سے دوسرے ملک میں نہیں جا رہے ہیں۔ آپ کو بیا عزت طور پر نوکری کرنی ہے۔ اور انھیں شرائط پر کرنی ہے جو اس ملک میں مروج ہیں ایسا نہ ہو کہ آپ معلومات نہ

کم اجرت طے کر لیں اور یہاں آکر آپ کو پریشانی ہو یہ ہم اسلئے کہہ رہے ہیں کہ بعض اوقات ہمارے بھائی بہت کم اجرت، اور غلط معاہدے پر باہر چلے آتے ہیں بہت کم لوگوں کے پاس ضروری کاغذات بھی نہیں ہوتے کاش حکمران اور سفارت خانوں کی مداخلت اور مدد سے پہلے آپ خود اپنے طور پر لوٹ مار کر نیوالے ایجنٹوں اور استحصال کرنے والوں کے حربوں کو ناکام بنائیں۔

دوسری اہم بات یہ ہے کہ کام کاج کرتے ہوئے یہاں بالکل دوسرے مزدوروں کے ساتھ بھائیوں کی طرح رہیں۔ یہاں کی حکومت پاکستانی کارکنوں کا بہت خیال رکھتی ہے۔ اور دوسرے عرب مزدور بھی پاکستانی مزدوروں سے ایسی محاسمت نہیں رکھتے جسکا پروپیگنڈہ کیا جاتا ہے زبان کی عدم واقفیت کی وجہ سے بدگمانیاں بردہ رس پاتی ہیں۔ دیگر عربوں کو جب یہ معلوم ہوتا ہے کہ پاکستانی ان کا کتنا خیال کرتے ہیں اور انکو بالکل بھائیوں کی طرح سمجھتے ہیں تو ساری غلط فہمیاں دور ہو جاتی ہیں اس سلسلے میں ہمارا سفارت خانہ مناسب کردار ادا کر سکتا ہے۔ لیڈری چکالے والوں کو لڑائی بھگڑے کر اگر پاکستانیوں کو بے روزگار کرانے کی بجائے یہ کام سرانجام دینا چاہیے۔ تاکہ انکے ملک کا وقار بھی بلند ہو اور پاکستانیوں اور عربوں کے تعلقاً اچھے ہوں نہ کہ خراب اس سارے عمل میں پاکستانیوں کی عزت اور وقار نہیں بھی مجروح نہیں ہونا چاہیے ویسے تو یہ سب کچھ آدمی کے اپنے انفرادی رویہ پر ہوتا ہے مگر سفارت خانہ اور یہاں رہنے والے معزز پاکستانی بہت کچھ کر سکتے ہیں۔ یہاں پاکستان کا احترام کیا جاتا ہے اور دوسرے ملکوں کی طرح مزدوروں کا معاملہ بھی محکمہ ہے ہمارا خیال ہے کہ اسکو برقرار رکھا جائے اور جھوٹے آقاؤں، پاسپورٹوں، سندوں اور چال بازوں سے اسے خراب نہ کیا جائے کچھ لوگ عربوں میں بھی رشوت عام کر رہے ہیں۔ دیک پر مٹوں کو خریدنے اور بیچنے کا کام شروع ہو چکا ہے۔ ظاہر ہے یہ

اشفاق حسین

(تیسری قسط)

# اکشلا لقادری

## شریعت کا جائزہ

ہرٹ و صرمی کا پتہ چلتا اور ان کی باطل پرستی کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے،

حضور ص سو جاہلانہ عقیدت | مولانا ارشد القادری

نے مولانا پالن حقانی کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ایک اور خود ساختہ گستاخی کی تشہیر کی ہے، حقانی صاحب کی تحریر ہے،

”پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام سورہ کیف لیکرنازل ہوئے اس میں انشاء اللہ کہنے پر آپ کو ڈانٹا (ص ۱۷۰) اس پر ارشد صاحب مضموعی اور بناؤنی انداز میں ایک بے جان مسئلہ میں جان ڈالنے اور بات کا پتھر بنانے کیلئے ان الفاظ میں تنقید کرتے ہیں۔

”خدا کی پناہ کیلچہ کا نپ گیا۔ اس — جملہ پر حقانی صاحب نے ڈانٹا گیا کالفظ، اپنی طرف سے صرف اس

اہل حق سے عناد | قرآن مجید کے تراجم کا ایک

دوسرے سے مقابلہ اور موازنہ

کیا جائے تو محسوس ہوگا کہ ان میں بہت سارے مقامات پر اختلاف موجود ہیں۔ ہر عالم نے اپنے مطالعہ و فہم کے مطابق الفاظ کے معنی اور مفہوم کو ظہار کیا ہے، لیکن علمائے حق کا یہ دھڑلہ اور طرز عمل ہے کہ اس فسق اور علمی و فکری اختلاف کا وہہ سنجیدگی سے اظہار کرتے ہیں، نیت اور عقیدہ پر جاہلانہ اور جارحانہ حملہ نہیں کرتے، لیکن مولانا ارشد القادری کی یہ کم ظرفی، گھٹیا پین، اور گندی ذہنیت ملاحظہ ہو کہ ان کے پاس علم و فہم کا فطری فرق اور اختلاف کوئی چیز ہی نہیں بلکہ وہ ہر فسق، اور ہر غلطی اور ہر سہو کہ مشدید ترین فضالت و گمراہی، کفر اور بددیانتی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تحقیر و توہین پر محمول کرتے ہیں جس سے ان کی حق اور اہل حق سے عناد و دشمنی، تو صوب اور

بڑھایا ہے تاکہ رسول کی تحقیر ہو (شریعت ص ۳۴)  
حالانکہ مفسرین نے یہاں ڈنٹا کے دیگر ہم معنی  
اور مترادف الفاظ استعمال کئے ہیں، یہ اور بات ہے کہ یہ  
لفظ ذرا موٹا ہے در نہ اس میں جو مفہوم مفسر ہے اس سے رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہرگز نہیں ہوتی، بلکہ  
امرداقتہ اور حقیقت کا اظہار ہوتا ہے یہ تو ابھی کچھ بھی نہیں  
تشریح میں متعدد ایسی آیات ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم کے حق میں اس سے بھی زیادہ سخت اور شدید  
ہیں۔

”اے محمدؐ! اگر آپ شرک کریں گے تو آپ کے اعمال  
جسٹ در باد ہو جائیں گے“

ارشاد صاحب اپنے کلیجہ کو کاٹنے مت دیجئے اور  
نہ خدا کی پناہ مانگئے کہ یہ حقانی صاحب یا کسی دیوبندی  
عالم کا جملہ نہیں، بلکہ ارشاد ربانی اور آیت قرآنی ہے جو  
سورہ زمر کو شروع نمبر میں موجود ہے،

”اور اگر یہ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) ہمارے ذمہ  
کچھ جھوٹی باتیں لگا دیتے تو ہم ان کا داہنا ہاتھ پھینک دیتے  
پھر ہم ان کی رگ و لکڑی کاٹ ڈالتے“  
پھر یہی ذرا جگہ مت تمام لیجئے کہ یہ کسی دیوبندی  
یا حقانی کا بیان نہیں، بلکہ خدا کا کلام ہے جو سورہ قلم  
... میں موجود ہے،

ارشاد صاحب ایک اور آیت خون کے آنسو سے  
جگر تمام کر پڑھیں۔

”اے نبی! جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے  
حلال کیا ہے آپ اس کو کبھی حرام فرماتے ہیں اپنی...  
بیویوں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے، (تحریم)  
اگر اس آیت کے ترجمہ کو ارشاد القادری کے سامنے  
حقانی صاحب یا کسی دیوبندی عالم کی تحریر کے طور  
پر پیش کر دیا جائے گا انھوں نے اپنی فظاں کتاب میں ایسا  
لکھا ہے تو اس پر وہ برا فروختہ اور لالہ جگوڑہ ہو کر اٹھیں  
اکثر اکابرین کا زور دار فتویٰ داغ دیں کہ دیکھنا یہ

حقانی یا دیوبندی نے خاک بدین رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم کو خدا کی حلال کردہ چیز کو حرام کر لینے والا اور  
وہ بھی اپنی اذواج کی خاطر قرار دیا ہے اس سے بڑھ کر ادا  
کیا توہین اور کیا تحقیر کی جاسکتی ہے وغیرہ وغیرہ۔ سورہ تحریم  
کی اس آیت کے اخیر الفاظ ہیں کہ اللہ بخشنے والا مہربان ہے  
اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نافرمانی یا خطا و نسیان  
کا قصہ رہو اسی نہیں تو پھر یہاں کس بخشش اور معافی  
کا ذکر ہو رہا ہے،  
علامہ سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں۔

”عام روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے  
مدینہ میں اگر صحابہ سے مشورہ کیا کہ اسیران جنگ کے معاملہ میں  
کچھ کیا جائے، حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا کہ سب اپنے  
ہی عزیز و اقارب ہیں۔ فدیہ لے کر چھوڑ دیئے جائیں لیکن  
حضرت عمرؓ کے نزدیک اسلام کے مسئلہ میں دوست  
و دشمن، عزیز و بیگانہ کی تمیز نہ تھی، اس لئے انھوں نے  
پورے دی کہ سب قتل کر دیئے جائیں، آنحضرت صلی  
اللہ علیہ وسلم نے صدیق اکبرؓ کی رائے پسند کی اور فدیہ  
لیکر چھوڑ دیا، اس پر خدا کا عتاب آیا اور یہ آیت اتری  
اگر خدا لو شتہ پہلے نہ لکھا جاسکتا ہوتا جو کچھ تم نے  
لیا اس پر بڑا عذاب نازل ہوتا۔ (انفال-۹)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکرؓ  
یہ سنکر رو پڑے (ریض النبی، جلد اول)

اگر ارشاد القادری اور علماء بریلوی کا بس  
چلے تو وہ ان تمام آیات کو تہ آن سے (نوذ باللہ)  
دکال پھینک دیں اس جا بلا نہ تصور کی بنا پر اللہ میا  
نے ان آیات میں حضورؐ کی توہین و تحقیر فرمائی ہے۔  
**ایک لطیف** ایک اور لطیف سنئے، لیکن منستے  
نہیں بلکہ ارشاد صاحب کی عقل پر  
روئے کہ وہ لکھتے ہیں:

”اور مان لیا حضورؐ کی دیر کے لئے کہ خالق و مالک  
ہونے کی حیثیت سے اس نے ڈانٹا بھی تو کیا ایک عاقل

متی کا یہی بشیروہ ہونا چاہیے کہ تشریح کرتا چھوے" (شریعت ص ۳۲)

تو کیا ایسی آیات کو قرآن سے نوز بالشد نکال بھینک دینی چاہیے، ان کی تلاوت اور ان کی حفظ نہ کرنا چاہیے اور ان کی تفسیر نہ کرنی چاہیے، اور کیا ان کی عوام سے چھپانا اور پوشیدہ رکھنا چاہیے، اور کیا کوئی آیت اُحد اور سُنّت چھپائے چھپ بھی سکتی ہے اور اس کی تفسیر اور وضاحت نہ کی جائے تو وہ گنہگار کے سر دھانے میں پڑی رہ جائے گی؟ اور کیا قرآن وحدیث میں ایسی کوئی بات بھی ہو سکتی ہے جس کی تشریح وتوضیح اور تبلیغ نہ کی جائے؟ ہر الہی اور نبوی تعلیم میں ایک حکمت اور مصیحت ہوتی ہے جسے ارشاد النفا درمی محسوس نہیں کر سکتے اور مانے شرم کے چھپانا چاہتے ہیں تو دوسروں کی عقل بھی قریب دستی اور مزاروں کی آمدنی سے ماری نہیں گنتی ہے کہ خواہ مخواہ انھیں چھپایا اور عوام سے پوشیدہ رکھا جائے قرآن مجید کے مطالعہ سے اس امر کی وضاحت ہوتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور بعض دیگر انبیاء درسل اور بررگوں سے لفظوں اور قصوروں کا صدر رہا تھا اللہ تعالیٰ نے ان پر سختی سے گرفت فرمائی ہے اور عقبہ فرمایا اور خطا و نسیاں کی ذمیت کے لحاظ سے سزا بھی دی گئی اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں انبیاء درسل کی علمی اور بشری کمزوریوں مختلف امور میں ان کی بے اختیار سی، مجبوری اور عدم قدرت ان کی بیماری، بے کسی، غربت اور ہمہ اقام کی کمزوریوں کا ذکر کیا ہے یہ اس لئے نہیں کہ ان پر گزیرہ ہستیوں کو توہین اور تحقیر کی جائے، بلکہ انہیں کے ذریعہ اللہ تعالیٰ عقیدہ توحید کا تحفظ اور شرک و غلو کا سد باب اور تدارک کرنا چاہتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام اگرچہ کہ خدا کے محبوب اور برگزیدہ ہستیاں تھے ضرور ہوتی ہیں۔ لیکن وہ بہر حال خدا کی کمزوری و خلوق اور بے اختیار بندے ہی تھے، ان حقائق کے پیش نظر

انھیں مجبور و مستعان، نافع و خسار اور مصرت کائنات نہ بنائے کہ انہیں یسابقین کہ ان کی امتوں نے ان کی عظمت کے پیش نظر انھیں خدا کا اوتار، خدا کا بیٹا اور خدا کی مضاف اختیارات کے حامل، مالک اور مختار قرار دے کر ان پر دعائیں اور قربادیں کرنے لگتے تھے۔

**کیا رسول اللہ بشر نہ تھے؟** | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت اور انسانیت کی وضاحت کرتے ہوئے حقانی صاحب لکھتے ہیں۔

"ہمارا مقصد صرف اتنا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انسان نہیں تھے تو پھر جو تاسی لینا، کپڑا سی لینا اور بکری کا دودھ دودھ لینا یہ سب کام انسان کے ہیں یا اور کسی کے؟" (شریعت یا جہالت ص ۱۹۲)

جاہل عوام کہ حقانی صاحب سے نکلنے کے لئے مذکورہ بیان کا ارشاد صاحب اپنی جرب زبانی اور مکاری کے ذریعہ یوں تجزیہ کرتے ہیں۔

"حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جو تاسی لینا، کپڑا سینے والا اور دودھ دودھ دینے والا ثابت کر کے حقانی صاحب کا کھجور ٹھنڈا ہو گیا۔" (شریعت ص ۳۶)

لیکن اے قارئین کرام! یہ بات حقانی صاحب نہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں خود آپ کی چہتی بی بی حضرت صدیقہ فرماتی ہیں۔ یہ حدیث پڑھیے۔۔۔ "کوشش کیجئے، خون کے آنسو سے پڑھ کر ضرورت نہیں کہ یہ حدیث ہے۔"

حضرت عائشہ صدیقہ کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جوتیاں خود سی لیتے تھے اپنے کپڑا خود سی لیتے تھے، اور اپنے گھر کا کام اسی طرز کرتے تھے، جس طرح تم اپنے گھروں میں کرتے ہو اور عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ کہا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آدمیوں میں سے ایک آدمی ہی تھے، اپنے کپڑوں میں جوتیوں خود دیکھ لیتے تھے، اور اپنی بکری

کے زیر عنوان ایک اور نئی بحث کا آغاز کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم یہ الزام عائد کیا جاتا ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو انسانیت کے درجہ سے برتر قرار دیتے ہیں، لیکن علامہ دیوبند اپنی جماعت کے بزرگوں کے بارے میں غلو آمیز تعریف کرتے اور انھیں فرشتہ اور انسانیت سے ماوراستی قرار دیتے ہیں انھوں نے اس سلسلے میں بہ طور ثبوت بعض تحریریں دل کو پیش کیا ہے

یہاں بھی ارشد صاحب نے چالاک اور عیاری سے کام لیتے ہوئے بھولے اور ناسمجھ غوام کو فریب میں مبتلا کرنے کی کوشش فرماتی ہے بھلا شاعرانہ اور ادیبانہ انداز بیان سے بھی اہل قلوبانی رکات اخذ کئے جاسکتے ہیں؟ اگر کوئی شخص کسی کی تعریف میں یہ کہے کہ وہ تو فرشتہ ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ کافر شریعت پر نہیں ہوتا، بلکہ مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ انتہائی نیک شریعت اور پاکیزہ طبیعت انسان ہے کسی کی بد اخلاقی اور بدکاری کا اظہار مقصود ہو تو عموماً کہا جاتا ہے کہ وہ بھی کوئی انسان ہے؟ اس جملہ کا معنی قلوبانی مطلب تو یہ ہوتا ہے کہ وہ انسان نہیں بلکہ کوئی اور مخلوق ہے کیا فی الواقع کہنے والے کا یہی مطلب ہوتا ہے اس کا فیصلہ سیاق کلام اور سلسلہ بیان سے بخوبی کیا جاسکتا ہے درحقیقت مولانا ارشد قادری اس بات میں علامہ دیوبند کو بدنام کرنے کے لئے بعض اکابر دیوبند کے بارے میں شاعرانہ انداز کے چن چرنی جملوں کو لئے آئے اور ان کے قلوبانی رکات اخذ کر کے داد دیا جاتا ہے پس کہ دیکھو اپنے گھر کے بزرگوں کی شان میں ایسا ویسا کہا گیا ہے حالانکہ جن علامہ کی جذباتی تحریریں دل پر ارشد صاحب نے گرفت فرمائی اور ان سے زبردستی جو عقائد اور قلوبانی رکات کو چھوڑ کر ان کے سر تعویذ دیا ہے، وہ ان علامہ کی دیکھئے سنجیدہ تحریریں ان کے برعکس عقائد پر مبنی ہیں۔ لیکن اس کے برخلاف اہل بدعت رسول اللہ

کا دودھ دودھ لیتے تھے، اور اپنی خدمت خود کر لیتے تھے، (مشکوٰۃ جلد دوم)

ایسی ہی ایک اور حدیث شہاب ثریا میں بھی موجود ہے، جسے حقانی صاحب نے اپنی کتاب "شریعت یا جہالت" کے ص ۱۹۱ پر درج فرمایا ہے،

ان ہی امور کی بنیاد پر ارشد صاحب، حضرت حقانی پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کا بہتان لگاتے ہیں، لیکن چونکہ یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کردہ حدیث ہے، پالنہ حقانی کی دل سے گھڑی ہوئی بات نہیں۔ اس لئے اس الزام کی زد میں حضرت عائشہ صدیقہؓ اور وہ تمام محدثین اور علماء بھی آجاتے ہیں، جنھوں نے اس حدیث کو اپنی کتابوں میں درج کیا ہے اس روایت کے ذریعہ حضور اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاموشی زندگی، اندرون خانہ مصروفیات اور عادت شریفہ کو منظر عام پر لانے کے لئے کئی اغراض و مقاصد ہیں جن میں سے غلو، شرک اور غرور کا ابطال اور سد باب بہت اہم ہیں، اس روایت میں حضورؐ کی سادگی زندگی کو بیان کیا گیا ہے تاکہ آپ کی امت بھی اس سذگت اور اسوۂ حسنہ کی اختیار کر سکے اور اپنے کام کا ج خود اپنے ہاتھوں سے انجام دے لینا عار نہ سمجھے اس حدیث سے ہمیں یہ سبق بھی ملتا ہے کہ جس انسان کو گھریلو اور فطری ضروریات سے معزز تھا، جس انسان کے سر، جسم اور کپڑوں میں جو میں، پیر میں اور وہ انھیں لاش کر کے نکالتا اور ختم کرتا ہو جو اپنے جوتے دو کپڑے سی لیتا اور بکری کا دودھ دو دو لیتا ہو، ہلا اس قدر بے اختیار مجبور اور بے بس انسان مرنے کے بعد کس طرح متعزت کائنات، ساری مخلوقات اس پر دعا اور نافع و فیاض ہو سکتا ہے؟

مولانا ارشد  
الغادری

ماحب اپنی کتاب کے ص ۳۷ سے "الزام الٹ گیا"



درمائل کے زیر عنوان علمی مسائل پر جاہلاد اور عقائد بحث کا آغاز کیا ہے،

**دہانی کا چکر؟** موصوف لکھتے ہیں کہ عقائدی صاحب

لفظ "دہانی" کو گالی سے تعبیر کرتے ہیں، لیکن اکابر دیوبند اور تبلیغی جماعت کے ممتاز علمائے اس لفظ کو اپنے لئے فخریہ اور بخوشی استعمال فرمایا اور خود کو بخوشی "دہانی" قرار دیا ہے، چنانچہ اس سلسلہ میں انھوں نے حضرت اشرف علی تھانویؒ اور مولانا منظور نعمانیؒ کے بیانات کو نقل کیا ہے ملاحظہ ہو (ص ۴۲)

اور ہم اصل حقیقت پر سے پردہ اٹھاتے ہیں تاکہ قارئین کرام ارشد صاحب کی ایک اور شاندار عیاری اور مکاری پر عیش عیش کریں،

حقیقت محتاج و مضاحت نہیں کہ اہل بدعت اور حاکمین قبوری شریعت، محمد بن عبد الوہاب نجدی صلی اللہ علیہ وسلم کو کافر اور نئے دین و ایمان کے خالق، مبلغ تصور کرتے ہیں اور جو مسلمان عرس، فاتحہ، قبروں پر سجدہ و طواف، نذر و نیاز اور دعا و فریاد جیسے شرکیات اور بدعات کے منکر ہیں، انھیں "دہانی" کے لقب سے یاد کرتے ہیں کہ محمد بن عبد الوہاب کے یہی عقائد اور تصورات تھے! گویا کہ "دہانی" کا لفظ لغت یا خطاب ان کے نقطہ نظر سے ایک شرعی گالی اور بھتی ہے اہل بدعت جب حاکمین توحید و سنت کو دہانی کہتے ہیں تو گویا وہ انھیں شدید ترین گمراہی میں ملوث سمجھتے ہیں۔

لیکن اس کے برخلاف جو حضرت محمد بن عبد الوہابؒ نجدی کے طرز فکر و عمل کو عین حق اور اسلام قرار دیتے ہیں وہ اگر خود کو یا آپس میں ایک دوسرے کو دہانی کہتے ہیں تو یہ گالی نہیں بلکہ قابل تحسین اور اچھی بات ہو گی کہ ہم محمد بن عبد الوہابؒ جیسے صحیح العقیدہ مصلح کے فکر و عمل کے حامل اور مبلغ ہیں، عرض کہ لفظ "دہانی"

علی اللہ علیہ وسلم اور بزرگان دین کے بارے میں جو کچھ غلوئے عقیدت اور افراط محبت میں لکھتے ہیں وہ محض شاعری اور جذباتی باتیں نہیں بلکہ ٹھوس اور مستقل عقائد ہیں جن سے اسلام کے مسلمہ تصورات پر کاری ضرب پڑتی ہے اور بری طرح مجروح و پامال ہو جاتے ہیں اور طفت کی بات تو یہ ہے کہ ارشد صاحب نے علمائے دیوبند کی بس غلطی پر گرفت فرمائی ہے۔ بریلوی لکھتا ہے کہ اس قسم کی غلطیوں سے بھرپور اسے خود ارشد القادری کی ایک کتاب "تبلیغی جماعت" کے پیش لفظ کے آخر میں علامہ مفتی عبدالمنان صاحب اعظمی ان کی تشریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"نئی پلود کے اندر حق پرست اور شوریدہ سروں کے قافلہ سالار ہیں، بلکہ خود قافلہ بھی اب تیرا انتہا اور انتہا سب انہی پر ختم ہے اور یہ کوئی اپنے خیمے کی بات نہیں، (ص ۱۲)

اگر یہاں کوئی قافلہ فی ربان میں یہ کہہ دے کہ ارشد صاحب تو فرد واحد ہیں بھلا قافلہ کیسے ہو سکتے ہیں؟ قافلہ تو وہ ہوتا ہے جس میں سینکڑوں اور ہزاروں افراد ہوں، تو یہ بات انہیں کیسے لگے گی؟ اور پھر ارشد صاحب کے بارے میں یہ جو لکھا گیا ہے،

"اب تو ابتداء اور انتہا ان ہی پر ختم ہے اور یہ کوئی اچھے کی بات نہیں ہے؟"

اگر کوئی سر پھر ارشد القادری کے انداز اور تکنیک سے اس تحریر پر گرفت کرنا چاہے تو اس میں سینکڑوں کیڑے نکال سکتا ہے! اس طرح سے وہ اپنی ہی قائم کردہ سرخی "الزام الٹ گیا" کی زد میں آجاتے ہیں، بلکہ بڑے عجیبے کہ جو جاں انھوں نے دوسروں کو بچرہ نے کئے لئے بنایا تھا اس حال وہ خود ہی بری طرح پھنسن گئے ہیں۔

مولانا ارشد القادری کا قلم جالیں صفحات تک حرام خوری کرنے اور غلاظت اٹکنے کے بعد دلائل و



اطفال بنائے مجبور کر دیا وہ فقہ کی مستند کتابوں اور مسئلہ کو نظر انداز کرتے ہوئے اپنی احمقانہ اور بے علمی منطق کا لوں مظاہرہ کرتے ہیں، کہ جب اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دے رہا ہے کہ آپ ان کافروں سے کہہ دیجئے کہ ”کہ اے کافر! لیکن حقانی صاحب کافر کو کافر کہنا حرام قرار دیتے ہیں۔

در حقیقت یہاں حقانی صاحب کوئی غلطی اور متضاد بیانی کا صدور نہیں ہوا بلکہ یہ ارشد صاحب کے دماغ اور نیت کا فنور اور قصور ہے جسے اہل حق کی ہمت میں ٹیڑھ اور کجی نظر آتی ہے، سورہ کافروں کی پہلی آیت قل یا ایہا الکفرہون سے انھوں نے جو من لمانا مفہوم اخذ کیا ہے وہ تلہیس ابلیس کا ایک شاندار نمونہ ہے قرآن مجید میں تنہا ایسی متعدد آیات ہیں، جن سے کوئی مکمل مفہوم، معنی اور حکم نہیں واضح ہوتا، بلکہ اس سے پہلے یا بعد کی آیات سے کوئی واضح بات اور مکمل حکم یا عقیدہ سامنے آتا ہے، مثلاً سورہ عصر کی پہلی اور مکمل آیت والذہب یعنی ”زمانہ کی قسم“ ہے، جس کا کوئی مستقل بالذات مطلب نہیں، سورہ قارع کی پہلی آیت کا ترجمہ ہے ”کھڑکھڑانے والی“۔ دوسری آیت کا ترجمہ ہے ”کھڑکھڑانے والی کیا ہے؟“ تیسری آیت سے ان دونوں آیات کا مفہوم واضح ہوتا ہے، جس میں کہا گیا ہے کہ وہ تیا مدت ہے اسی طرح سورہ رحمن کی آیت ۸۵ کا ترجمہ ہے ”گویا وہ یا قوت اور مرجان ہیں“ آیت مکمل ہے لیکن بات اور مفہوم نامکمل اور غیر واضح ہے یا قوت اور مرجان کسے کہا گیا ہے اس کا ذکر سورہ رحمن آیت ۵۶ میں کہا گیا ہے کہ یہ جنت کی حوریں ہیں، اسی طرح سورہ الکفرہون کی زیر بحث یہ پہلی آیت قل یا ایہا الکفرہون ان کافروں سے کہہ دیجئے کہ اے کافر! کوئی مستقل بالذات اور مکمل حکم نہیں۔ بلکہ اس آیت کے مفہوم اور مراد الہی کی تکمیل بعد کی اس آیت لا عبداً دن ما تعبدون یعنی میں ان کی عبادت

کی پشت پر جو تصور، نیت اور مفہوم ہو گا اس لحاظ سے اس کی حیثیت اور حقیقت متعین ہو گی، لیکن قرآن مجید کے شیطان کے ماروں اور عقل و توجہ کے دشمنوں کے دماغ میں اتنی سیدھی اور واضح حقیقت بھلا کیسے سما سکتی ہے یا تو جان بوجھ کر عدم کو عمدہ گول پھرایا اور بیوقوف بنایا جاتا ہے یا یہ پیچارے خود اتنے عقل کے کورے اور محذور ہیں کہ معاملہ کی تہہ تک اور روح کو وہ سمجھ ہی نہ سکے،

## کافر کو کافر کہنے کی بحث

کے زیر عنوان ارشد صاحب نے ایک اور نیزھی اور بے علمی بحث اٹھائی اور ایک واضح حقیقت کو غبار آلود کرنے کی سعی فرماتی ہے، اہل بدعت اور علمائے سورہ صحیح العقیدہ اور حقیقی مسلمانوں کو نام بنام کافر اور خلیج از اسلام کہتے ہیں، بلکہ حو مسلمان انھیں کافر نہ سمجھیں، انھیں بھی کافر قرار دیا جاتا ہے، مولانا پالن حقانی نے اپنی کتاب میں یہ تلقین فرماتی ہے کہ جب کھلے کافروں کو کافر کہنا منع ہے تو مسلمانوں کو ان کا نام لے کر کافر کہنا بدرجہ اولیٰ منع ہے اور اس سلسلہ میں انھوں نے قرآن حدیث اور فقہ کی مشہور و مستند کتابوں جیسے عین الہدایہ، دُرِّ مختار، فتاویٰ عالمگیری اور تفسیر ابن کثیر وغیرہ سے دلائل و دشاہ پیش فرمائے ہیں جس سے خود ارشد صاحب اور ان کے ہم عقیدہ افراد کو بھی اذکار نہیں ہو سکتا، اگر حقانی صاحب کافر کو کافر کہنے کے حق میں ہوتے تب بھی ان کے خلاف یوں داد ملا جاتا ہے کہ دیکھو! حقانی نے فقہ کے مسلک اور متفقہ مسئلہ کے خلاف یہ عقیدہ اس لئے گھڑا ہے کہ ہم ”اہل سنت“ کی تکفیر کی جلتے،

قرآن کو باز پچھ اطفال بنا کر | مولانا پالن حقانی کی متضاد بیانی پکڑنے کے جذبہ باطل نے انھیں آیات قرآنی کو باز پچھ

ہیں کہ تاہم جن کی عبادت تم کرتے ہو" سے ہو جاتی ہے ان دونوں آیتوں کو ایک دوسرے سے مربوط کرنے سے جو مکمل مفہوم اور حکم اخذ ہوتا ہے وہ یوں ہے کہ "اے نبی! آپ ان کافروں سے کہہ دیجئے کہ میں ان کی عبادت نہیں کرتا جن کی تم عبادت کرتے ہو، یہاں کسی کافر کو اے کافر کہنے کا حکم نہیں دیا گیا اور نہ حضورؐ نے اس آیت کے نزول کے بعد ابوجہل کو "اے کافر" اے کافر ابوجہل، فرمایا۔

قرآن مجید میں بعض آیات ایسی بھی ہیں جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "قل یا ایہا من" اے انسانو، کہ دنیا بجائے خود کوئی حکم نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ "اے نبی!" آپ انسانوں سے کہہ دیجئے کہ (جو حکم بھی ہے) یہی مفہوم قل یا ایہا الکفر دہن کا بھی ہے۔

**میلاد کی باتیں** | مولانا ارشد القادری کی زیر تبصرہ کتاب "شریعت" کا ایک عنوان "میلاد کی بحث" ہے مولانا حقائق اپنی کتاب میں لکھتے ہیں۔

میلاد میں قریب قریب سب ہی لوگ جاہل سوتے ہیں، شریعت کا پابند شاید ہی اس میں سے کوئی ملے نہ تو میلاد پر چھنے والوں میں شریعت کی پابندی ہوتی ہے اور نہ گھر والوں میں اور نہ ہی سننے والوں میں کیوں میلاد پر حضورؐ والے بھی رسمی طور پر پڑھتے ہیں اور ہر پڑھنے والے بھی جہالت سے پڑھتے ہیں۔ (شریعت یا جہالت، ص ۱۸۰) نے ارشد صاحب کی اس برہیلی گرفت جو دھبیلی ہو کی وجہ سے چھوٹ گئی ہے یہ ہے،

شاہد! یہ سب میلاد کے حرام ہونے کی دلیل، اب آپ ہی بتائیے اسے دلیل کہیں کہ دلائل۔

یقیناً وہ حضرات جنہوں نے مولانا حقائق کی اس کتاب کا مطالعہ نہیں کیا، ارشد صاحب کی اس تنقید اور گرفت سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے لیکن آپ یہ ہم آپ کو بتلائیں کہ حقائق صاحب کے پیش کردہ دینی اور حقیقی دلائل کا سامنا کرنے سے وہ کس طرح کتراتے اور بے ہودہ ہکو اس کو تے

ہیں،

حقانی صاحب نے اپنی کتاب "شریعت یا جہالت" میں میلاد اور قیام کے موضوع پر تقریباً ۲۵ صفحات پر مشتمل چھ ابواب میں تفصیلی گفتگو کی اور مختلف نوعیت کے دلائل پیش فرمائے ہیں اس طویل بحث اور کثیر دلائل کو تو انہوں نے نظر انداز کر دیا کہ ان میں اتنی ہمت اور علمیت نہیں کہ ان کا سامنا کر سکیں اور جواب دے سکیں، اس لئے حقائق صاحب نے میلاد کے آداب و شرائط کے سلسلے میں "تین شرطیں" کے زیر عنوان جو کچھ لکھا، ان میں سے ارشد صاحب نے چند سطور کو لے لیا اور اسے بقلم خود "دلیل" کا نام دیکر اس پر زور دیا تبصرہ جھاڑ دیا کہ ان کے نادان اور جاہل معتقدین جو حق دہاٹل میں تمیز نہیں رکھتے اور علمی فریب اور منافطوں میں جلد گرفتار ہو جاتے ہیں، تالی ہیٹ دیں، جو بات آداب و فطر کے تحت کی گئی ہے اسے دلیل قرار دینا اور پھر اس کا مٹھکا اڑانا۔ بکارت خود ایک مضحکہ خیز بات ہے ان کا یہ طرز عمل ایسا ہی ہے جیسے کہ ایک شکست خوردہ پہلوان اپنے نڈ مقابل سے کھائے ہوئے کئی کاری ضربوں اور زخموں کو چھپا کر اپنے لوگوں میں صفت ایک چھوٹا سا زخم دکھائے کہ بس مجھے اتنی ہی چوٹ آئی ہے،

مولانا حقائق صاحب نے مذکورہ بیان میلاد کے خلاف کوئی دلیل تو نہیں جیسا کہ اس کے عنوان سے ہی ظاہر ہے البتہ واقعات کی سچی تصویر ضرور ہے انہوں نے ان حقائق کا اظہار کیا ہے جس سے کسی کو انکار اور اختلاف نہیں ہو سکتا جو نمازیں بیک رسماً اور عادتاً پڑھی جا رہی ہیں تو پیرائے میوں۔ حقائق صاحب میلاد یوں پر تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

ان لوگوں کا یہ حال ہے کہ وہ نماز تک نہیں پڑھتے اور اگر نماز پڑھتے ہیں تو روزے نہیں رکھتے، اور اگر نماز روزے کرتے ہیں تو شریعت کے مطابق شکل یا لباس نہیں پہن گاتا اور اگر یہ بات ہوگی تو اخلاق تو شاید ہی کسی

کے ٹھیک ہوں گے۔ (شرعیات یا جہالت۔ ص ۲۶۸)  
اس پر ارشد القادری کا شراغیز تبصرہ یہ ہے۔  
”داد دیکھتے تلاش کرنے والی اس دگاہ کا جسے  
زندگی کا کوئی گوشہ تک نہیں چھوڑا ہے،

(شرعیات۔ ص ۲۷۷)

آج یہ حقیقت محتاج وضاحت نہ رہی کہ عرصہ دراز  
سے مسلمان شریعت کی پابندی نہیں کر رہے ہیں، جس کی  
وجہ سے ان کا ظاہر دباطن غیر اسلامی ہو گیا ہے خود ارشد  
القادری بھی اپنی کتابوں میں مسلمانوں کی بے عملی اور بے کداری  
کا اعتراف کرتے آئے ہیں پھر حقانی صاحب مسلمانوں  
کی اسلام سے دوری کا رد کرتے ہیں تو انھیں کیوں غصہ  
آتا ہے؟ حضرت عبدالقادر جیلانیؒ جنھیں اہل بدعت  
اینا مجبور، سمع الدعا، نافع و فہار اور معترف کائنات  
سمجھتے ہیں آج سے تقریباً آٹھ سو قبل مسلمانوں کو اے کافرو  
اے مشرکوں اے منافقوں اے بیکاروں اے جاہلوں غافلوں اے  
اے نفس کے بندوں سے خطاب کرتے ہیں، اور آج کے یہ قوال  
اور میلاد خواں حضرات آسمان سے تو نہیں اترے اور  
معصوم تو نہیں ہو گئے، جو ان گنہگاروں سے پاک ہوں یہ  
حقیقت ہے کہ قوال ہوں کہ میلاد خواں، علمی دینی اور اخلاقی  
محاذ سے انتہائی گھٹیا اور پست ہوتے ہیں، محض چاہے  
اور چار پیسوں کی خاطر گلا بچھاڑ بچھاڑ کر بیچتے چلاتے اور شرکانہ  
کلام راگ راگینوں پر گاتے پھرتے ہیں اگر انھیں اسلام  
سے کچھ بھی لگاؤ اور حقیقی دلچسپی ہوتی تو وہ دن رات بھر  
گلا بچھاڑ کر عین نماز فجر کے وقت خراٹے بھرتے سو نہ  
جاتے جیسا کہ عموماً یہ دیکھا جاتا ہے،  
حقانی صاحب بیان کرتے ہیں۔

”آپ نے دیکھا ہوگا کہ گھر کے اندر میلاد پڑھی  
جاتی ہو تو باہر بیٹھنے والے مزے سے باتیں کرتے رہتے  
ہیں۔ (شرعیات یا جہالت ص ۲۸۱)

اس اقتباس میں حقانی صاحب نے میلاد کے دوران  
ہونے والی بد عملیوں اور عدم احترام کا ذکر فرمایا ہے اور

کی یہ تحریر ”تین مشرطیں“ کے عنوان کے تحت ہے جس  
سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ یہ کوئی دلیل نہیں بلکہ علمی  
اور عدم احترام پر تنقید ہے لیکن ارشد القادری کا شر، مکر و  
فریب ملاحظہ ہو کہ وہ اسے بھی میلاد کے حرام ہونے کی  
دلیل قرار دیکر جھوٹ کرتے ہیں۔

مولانا حقانی نے میلاد کے دوران ہونے والی جن  
خرافات کی طرف اشارہ فرمایا ہے وہ واقعی قابل اعتراض  
اور لائق اصلاح و توجہ ہے اکثر مسلمانوں میں یہ عقیدہ پایا جاتا  
ہے کہ محفل میلاد منعقد کرانے سے خیر و برکت حاصل ہوتی  
ہے، اس لئے عموماً نئے مکانوں، دوکانوں کے افتتاح کے  
وقت، اور شادی بیاہ کے موقعوں پر میلاد خوانی کے انتظام  
کیا جاتا ہے کہ اس سے خیر و برکت اور ترقی ہو گی بگڑے کام  
نہیں گے اور افلاس و بلائیں دور ہوں گی اس لئے اسے  
غور اور توجہ سے سننے کے جذبات مفقود ہیں کہ اشوک  
اور منتر بھی کہیں غور سے سنے جاتے ہیں؟ یہ تو محض بوجا  
پاٹ اور خیر و برکت کے لئے بڑھے جاتے ہیں، حصول علم و  
ہدایت کا تصور تو کسی کے دل و دماغ میں موجود نہیں ہوتا۔

حقانی صاحب نے میلاد کے بارے میں فقہ حنفی کی ایک  
قدیم محروفات اور مستند عربی کتاب سے فتویٰ نقل کیا ہے  
اس فتویٰ کی اہمیت کو جہلا میں گرانے اور بدنام کرنے  
کے لئے ”عین الہدایہ“ جیسی علمی حلقوں میں محروفات  
مستند ترین کتاب کے بارے میں یہ تاثر دیتے ہیں کہ یہ ایک  
یونہی سی کوئی اردو کی معمولی کتاب ہے اگر ان میں رفق  
بمابر بھی ہدایت کی طلب اور آخرت کی فکر ہوتی تو ”عین  
الہدایہ“ جیسی فقہ کی شہرہ آفاق کتاب کی تحقیر اور تذلیل نہ کرتے  
ایسا دراصل انھوں نے اس لئے کیا کہ حقانی صاحب کی دلیل  
کہ مکرور اور بے اثر قرار دیا جائے جس کے لئے انھیں اسلام  
کی عظمت کو بھاروندنا اور پامال کرنا پڑا، قوی سے  
قوی دلیل اور مستند ترین مسئلہ کو چوت کر کے اس کا خون  
ناحق کرنے میں ارشد صاحب کو ماہرانہ صلاحیت  
”شیطان داد“ طور پر حاصل ہے جس کا ہم تنہا دل سے

اعتراض کرتے ہیں۔

**"عین الہدایہ" کا فتویٰ** عین الہدایہ کا فتویٰ

"جو لوگ مجلس میلاد میں راگ کے اشارے پر جیتے ہیں تو بڑھنا اور سننا حرام ہے اور بڑھنے والوں پر خوف شدید ہے (کفر کا)"

(شریعت یا جہالت ص ۱۷۷)

مولانا ارشد القادری کی اعتراض ہے کہ حقانی صاحب نے اپنی طرف سے بریکٹ میں "کفر کا" کے الفاظ کا اپنی طرف سے اضافہ کیا ہے لیکن واقعی یہ کہ حقانی صاحب نے الفاظ کا نہیں بلکہ بریکٹ کا بلا ضرورت اضافہ فرمایا ہے اگر وہ بریکٹ نہ دیتے تو یہی مناسب تھا۔ اور فقہ کے اس فتوے کا مفہوم یہی ہے۔ چنانچہ اس فتوے کو انھوں نے اپنی اسی کتاب کے ص ۸۷ پر بھی نقل کیا ہے لیکن تو میں نے بغیر کیا ارشد صاحب سے یہ بتا سکتے ہیں کہ اس فتوے میں کس بات کے شدید خوف کا اظہار کیا گیا ہے؟ دراصل یہاں کفر ہی کے خوف شدید کا اظہار کیا گیا ہے،

**اندھی مخالفت** مولانا ارشد القادری نے بعنوان "قیام کی بجٹ" زیر گفتگو موضوع

سے متعلق حقانی صاحب کی غلطیوں پر گرفت کرنے کی سعی کا نامشکور فرمائی ہے۔ ان کے دل و ماخ پر مولانا پالن حقانی کی مخالفت کا اتنا بڑا بھوت سوار ہے کہ وہ حقانی صاحب کو گرائے اور عوام میں بدنام کرنے کے لئے احادیث نبویؐ اور معروف و مستند کتب فقہاء اور جلیل القدر علمائے سلف کی عظمت، علمیت اور رفعت کو بھی روندتے چلے جاتے ہیں وہ اس سلسلے میں منکرین حدیث کی طرح احادیث کو ایک دوسرے سے ٹکراتے اور ان کے متضاد کو واضح کرتے اور فقہاء کی آراء کو اس طرح پامال کرتے ہیں کہ اہل حدیث تنہا بھی دانتوں میں انگلی دبائیں، وہ تمام حقائق اور مسلمات کو بری طرح نظر انداز کرتے اور بیانیہ اور کلامی میدان چھوڑ

بیں جاتے چلے جاتے ہیں، چنانچہ حقانی صاحب نے اپنی کتاب میں میلاد سے متعلق تمام مفاسد اور گمراہیوں کی قرآن و حدیث اور فقہ کی روشنی میں بہت عمدہ وضاحت فرمائی ہے لیکن افسوس کہ ارشد صاحب حالت اس شخص کی سی ہے جو دریا کے کنارے بھی پیاسا ہی دم توڑ دے۔

**مروجہ سلام** "مروجہ سلام" میں درود و سلام

پر مشتمل نعتیہ کلام ہوتا ہے جو مساجد میں اجتماعی طور پر بلند آواز سے پڑھا جاتا ہے اور پڑھتے وقت ادب اور تعظیم کے خیال سے قیام بھی کیا جاتا ہے درود و سلام اور نعت شریف کا پڑھنا بجائے خود حرام، اور منع نہیں، لیکن اہل بدعت جو سلام پڑھتے ہیں، اس میں شرک کا اظہار ہوتا ہے، صحابہ کرام نے بھی درود و سلام پڑھا اور انھوں نے نعت لکھی اور سنائی لیکن مساجد میں اجتماعی طور پر بلند آواز سے نہیں، تمام جلیل القدر علمائے سلف اور فقہاء نے مذکورہ تمام صورتوں کو حرام اور منوع قرار دیا ہے۔

فقہ حنفی کی مشہور و معروف کتاب "المحرمات" میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے سنا کہ فلاں مسجد میں کچھ لوگ جمع ہوئے ہیں اور ذکر (لا الہ الا اللہ اور درود شریف بلند آواز سے پڑھتے ہیں، حضرت ابن مسعودؓ نے سنا کہ اس مسجد میں پہنچے اور ان لوگوں سے فرمایا کہ تم نے یہ طریقہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں نہیں پایا میں تم کو اس عمل کی وجہ سے بدعتی سمجھتا ہوں۔

صاحب "بزیہ" امام بزازؒ کی حنفی لکھتے ہیں۔

"حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے صحیح روایت کیساتھ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ انھوں نے ایک جماعت کو مسجد سے محض اس لئے نکال دیا تھا کہ وہ بلند آواز سے (لا الہ الا اللہ اور بلند آواز سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھتی تھیں، اور فرمایا کہ میں تمہیں بدعتی ہی خیال کرتا ہوں۔ (شامی جلد ۵)

جب بلند آواز سے مسجد میں اجتماعی طور پر درود شریف

تو ذکر رسول، درود و سلام اور نعمت کا بیج چھو کر بڑھنا کیسے صحیح  
درست ہو سکتا ہے؟ اور جو لوگ سنت رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم اور اسوۂ حسنہ صحابہ کرام اور جلیل القدر علماء اور فقہاء  
کی مخالفت کرتے ہیں وہ بھلا کیسے عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم  
ہو سکتے ہیں۔

علامہ علی حنفی لکھتے ہیں۔

”حضرت امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ بلند آواز کیساتھ  
ذکر کرنا بدعت ہے اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے خلاف  
ہے کہ تم اپنے رب کو عاجز مٹا کر اور چپکے چپکے پکارو“  
(کبیری)

مشہور حنفی عالم ملہ علی قادری لکھتے ہیں۔

”ہمارے بعض علماء نے صراحت سے یہ حکم بیان کیا  
ہے کہ مسجد میں آواز بلند کرنا اگرچہ ذکر کے کیساتھ ہو حرام ہے۔“

(مرقات، مشیح جلد دوم)

اور یہی بات امام غزالیؒ نے احیاء العلوم میں دراماد بغیر  
نے شرح السنہ میں لکھا ہے۔

بعض مساجد میں عموماً فجر کی دعا کے نوری بول بلند آواز  
سے سلام پڑھا جاتا ہے حالانکہ اس وقت فجر کا وقت باقی رہتا  
ہے اور دیر سے اگر نماز پڑھنے والوں کی نمازوں میں یہ عام  
بری طرح عمل اور خارج ہوتا ہے بعض لوگ قرآن کی تلاوت کرنا  
اور بعض حضرات فجر کے بعد کچھ اور ادا اور وظائف پڑھنا چاہتے  
ہیں لیکن براہِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نام نہاد جھوٹی  
جاہلی شیطانی اور بے لگام عشق و محبت کا کہ وہ ان تمام انیالیوں اور  
اجمی باتوں میں مداخلت بے جا کی بری طرح مرکب ہوئی اور  
تمام حاضرین مسجد پر اپنا اسلام مسلط کر دی ہے

**قیام بوقت سلام** | بریلوی اور بدعتی حضرات کا یہ عقیدہ  
باطل بھی ہے کہ سلام پڑھتے وقت

مغل سلام میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے ہیں۔ یا  
آپ کی روح مبارک آتی ہے اس لیے آپ کی تعظیم کے لئے  
سلام کے وقت قیام کرنا چاہیے اور ان میں سے بعض حضرات  
آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے حضور کے نور سلام کے

بڑھنا بدعت ہے تو سلام جس میں درود کے علاوہ نصیہ کلام  
بھی ہوتا ہے وہ بھی قیام کے ساتھ پڑھنا کس طرح صحیح و  
درست ہو سکتا ہے،

فقہ حنفی کی ایک اور قدیم اور مستند کتاب ”فتاویٰ  
قاضی خاں“ میں ہے،

”بلند آواز سے ذکر کرنا اور دعا کرنا حرام ہے کیوں کہ  
ابن مسعودؓ سے صحیح روایت سے ثابت ہے کہ انھوں نے ایک  
جماعت کو مسجد سے خارج کر دیا تھا کیوں کہ وہ جماعت بلند آواز  
سے لا الہ الا اللہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف  
پڑھتی تھی اور ان سے فرمایا تھا کہ میں تو تمہیں بدعتی ہی سمجھتا  
ہوں۔“

(بحوالہ شاہی حنفی، فتاویٰ برازیہ)

لیکن آج معاملہ اس کے برعکس یوں ہے کہ مذکور بدعت  
پر عمل کرنے والے تو مسجد میں بیٹھ بیٹھ کر سلام پڑھتے اور اس بدعت  
کی مخالفت کرنے والے صحیح فکر مسلمان مسجدوں سے نکال دیئے  
جاتے اور مسجد دھونے کی فکر کی جاتی ہے حالانکہ انھیں چاہئے کہ  
قرآن کے آبِ باہمی سے اپنے مشرکانہ دل دواغ کو پاک  
کر لیں جو گلا بھار پھار کر اور کھڑے ہو کر سلام پڑھتے ہیں وہ عاشق  
رسول صلی اللہ علیہ وسلم کہلاتے ہیں اور جو اس بدعت کی..  
مخالفت کرتے ہیں وہ ذاکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یاد رکھتے  
جاتے ہیں حالانکہ فقہ کی قدیم معرود و مستند کتابوں میں اس کی  
مخالفت کی گئی ہے بھلا وہ حضرات جو اسلاف کی راہ پر چلتے  
ہیں کیسے شاکم رسولؐ کہلا سکتے ہیں۔

”مرقات“ جلد اول اور الاعتصام میں لکھا ہے

”مسجدوں میں آواز بلند کرنا تو، دین کے اندر جھکرا“

کرنے کیلئے بدعت گھڑی گئی ہے،

”بحر التوق“ میں لکھا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام میں مزین پر آواز  
بلند کرنے کو مکر وہ سمجھتے تھے ان میں سے ایک وقت ذکر اللہ  
کا ہے،

جب حمد باری تعالیٰ اور ذکر الہی بلند آواز سے منع ہے،



وقت قیام کو حضور کے ادب و تعظیم کا قرار دیتے ہیں حالانکہ یہ دونوں باتیں بھی بے دلیل اور باطل ہیں۔

یہ عقیدہ بالکل غلط اور گمراہ کن ہے کہ محفل سلام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس یا آپ کی روح مبارک تشریف لاتی ہے وفات کے بعد کسی کی روح یا جسم کا اس دنیا میں لوٹ کر آنے کا تصور بالکل باطل ہے، چنانچہ مشہور حنفی عالم ملا علی قاری کہتے ہیں۔

”یہ خیال صحیح نہیں ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک مومنوں کے گھروں میں موجود ہے۔ بلکہ بتوسط ملائکہ آپ تک سلام پہنچایا جاتا ہے

(شرح شفاء)

اب آئیے قیام بوقت سلام کی طرف اس کا فیصلہ تو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں ہی ہو چکی اور صحابہ کرام نے اس پر عمل بھی فرمایا، مشہور حدیث ہے ”حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی سے بڑھ کر اور کوئی محبوب نہ تھا، لیکن جب وہ آپ کو دیکھتے ہیں تو قیام نہ کرتے تھے کیوں کہ وہ جانتے تھے کہ آپ اس قیام کے عمل کو مکروہ سمجھتے تھے،

(مسند احمد و آداب المسافر، امام بخاری)

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم بھی ہے اور صحابہ کرام کا اس حدیث اور حکم رسول کی مطابقت عمل بھی جس سے اس حدیث کا حکم متعین ہو جاتا ہے اور کسی تاویل کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی، اس حدیث کی شرح میں حضرت مولانا سر فراز خاں صفدر فاضل دیوبند بڑی اچھی اور دل لگتی بات کہی ہے۔

اس حدیث سے یہ ثابت ہو گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے لئے قیام کو پسند نہ کرتے تھے اور یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام یا وجودیکہ ان کو آپ سے انتہائی محبت تھی، قیام نہ کرتے تھے عجیب بات ہے کہ جس چیز کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پسند نہ کرتے تھے، اور کمال محبت

کے باوجود صحابہ کرام بھی اس پر عمل نہ کرتے ہوں جب کہ بنفس نفیس آپ موجود بھی تھے اور صحابہ کرام کو نظر بھی آتے تھے تو پھر آج جب کہ آپ نہیں مجلس میلاد نظر آتے ہیں تو پھر کس طرح قیام کو جائز اور مستحب قرار دیا جاتا ہے اور قیام نہ کرنے والے کی تکفیر کی جاتی ہے۔

(المنہاج الواضح ص ۲۵۸)

زیر غفلت میں محدث سے قیام تعظیمی کی ممانعت جو اخذ ہوتی ہے اس کی تصدیق اور تائید درج ذیل ایک اور حدیث سے بھی ہو جاتی ہے،

”حضرت ابو بکر صدیقؓ ایک مرتبہ ایک مجلس میں تشریف لائے ہیں ایک شخص انہیں دیکھ کر کھڑا ہو جاتا ہے آپ اس پر ناراض ہوتے ہیں، اور فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے۔

(البدایہ)

”برہان“ شرح مواہب الرحمن، حنفی مذہب کی لایک مشہور کتاب میں ہے کہ تعظیم کے طور پر کھڑا ہونا مکروہ ہے علامہ شامیؒ لکھتے ہیں۔

”الشرحوں کی عادت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کا بیان سن کر کھڑے ہو جایا کرتے ہیں یہ قیام بدعت ہے جس کی کوئی دلیل نہیں۔

(بشیر شامی)

”چلی“ حاشیہ شرح وقایہ میں ہے کہ تعظیم کے لئے قیام کرنا مذکور نہیں۔

یعنی مذکور نہ ہونا اور حکم و اجازت کا نہ پایا جانا بجا ہے خود قیام تعظیمی کی مخالفت کے لئے کافی ہے، اور قرآن مجید کے متعدد مقامات پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعوث اور فضیلت کا ذکر موجود ہے جن کی ہم تلاوت کرتے ہیں لیکن اس وقت سلام پڑھنے کے دوران تعظیمی قیام کرنے والوں کے دماغ میں کھڑے ہونے کا ادنیٰ سا تصور بھی نہیں آنے پاتا اس کے علاوہ ہم سیرت کی کتابیں اور واقعات بیٹھ کر پڑھتے اور سنتے



ہیں اس وقت بھی نہیں ہوتے اور ہمیشہ شعراء غنیہ کلام بیٹا کر اور کھڑے ہو کر بڑے جتنے اور سادہ معین تو اس وقت بیٹھے ہی رہتے ہیں، قیام نہیں کرتے لیکن بعض مخصوص شعراء کا مخصوص سلام، مساجد میں مخصوص اوقات میں ہی قیام کے ساتھ پڑھا جاتا ہے، ظاہر ہے کہ یہ عقیدت کی نہیں بلکہ جہالت اور نرمی محانت کی بات ہے جس میں شرارت کا عنصر بھی موجود ہوتا ہے،

**چند مزید وضاحتیں** | یہ حقیقت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات

طیبہ میں قیام تعظیمی کو ناپسند فرمایا ہے اس سلسلے میں بہت سی احادیث اور آثار صحابہ موجود ہیں جنہیں حقائق میں نے اپنی کتاب میں پیش فرمایا ہے اگرچہ ایک دو احادیث اس کے برعکس بھی ہیں، لیکن ان کی حیثیت واقعات کی سی ہے، جنہیں ارشد صاحب نے اپنی کتاب میں پیش کیا ہے جب کہ ممانعت کی احادیث سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد اور صحابہ کرام کو قائل کا اظہار ہوتا ہے، اور توئی احادیث کو واقعی احادیث پر اس وقت جارحانہ لگ جاتے ہیں، جبکہ اس کی تصدیق اور تائید میں صحابہ کرام کا اجتماع عمل بھی موجود ہے، ہو سکتا ہے کہ قیام تعظیمی کو برعکس جو احادیث ہیں وہ منسوخ شدہ میں یا مسئلہ کی خاص اور استثنائی صورت ہو سکتی ہے ہمارا یہ خیال اور موقف اقوام سابقہ کی گمراہیوں اور شہرک و غلو کے پیش نظر بھی یعنی برحق و حکمت ہے متعدد ایسی احادیث ہیں جن میں سہ باب ذریعہ شرک کے طور پر غلو سے عقیدت، اور افزائے محنت سے منع کیا گیا ہے اور قیام تعظیمی بھی اسی سلسلہ کی ایک ٹوٹی ہے، کہ جب زندگی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم قیام تعظیمی سے منع فرماتے تھے تو آپ کی یا آپ کے کسی امتی کی قبر پر سجدہ کیسے جائز ہو سکتا ہے؟ بہر حال زہرِ بحث مسئلہ میں حقائق صاحب کا موقف ہی سببی برحق ہے جس کی تائید و وضاحت میں انہوں نے مختلف النوع

اور بحیرت و دلائل پیش فرمائے ہیں چند دلائل کی کمروری اور ایک آدھ تضاد بیانی سے سہرا قیام اور حقیقت نفس الامر کا میں کوئی فرق واقع نہیں ہو سکتا، حق کی رسائی کے دہان لوگ ٹھوکر کھاتے ہیں لیکن حق تک پہنچنا اور منزل مقصود کو پانا بہر حال کامیابی ہے ایک شخص کسی مسئلہ میں دس دلائل پیش کرتا ہے اور نو دلائل بھی غلط ثابت ہو جائیں اور ایک دلیل کی صحت اٹل ہو اور جس کا رد کیا جائے تو اس کی بات صحیح ہوگی، اس وقت تک اس کی بات غلط نہیں قرار دی جاسکتی جب تک کہ اس کے پیش کردہ تمام دلائل کا ابطال نہ کیا جائے،

لیکن ارشد القادری صاحب کی یہ خوش فہمی اور نادانی ملاحظہ ہو کہ وہ دلائل کے کثیر اعداد میں سے ایک دو پر جا ہٹا اور عامیانہ تعقید کر کے تالی پریٹ دیتے ہیں کہ میں نے حقائق کے عقیدہ اور اس کے دلائل کو پاش پاش کر ڈالا یہ بات ایسی ہی بات ہے جیسے کوئی شخص تناور درخت کی کسی کمزور ڈالی کو توڑ کر مسرت سے چنچ اٹھے کہ میں نے سارے درخت کو اکھاڑ پھینکا ہے،

مولانا پالن حقانی نے میلاد و قیام کی نفی اور تردید میں کافی، ثنائی اور دانی دلائل دستاورد پیش فرمائے ہیں اس سلسلے میں چند مزید نکات اور دلائل پیش خدمت ہیں۔

رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی وقت عرب میں شعر و سخن کا کافی چرچا تھا اور گویا عرب کا بچہ اس سن کا دل دادا تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اچھے کلام اور اس کے اثرات کی تعریف بھی فرمائی ہے لیکن بادیہ صحابہ کرام کا شاعری سے اتنا شغف و تعلق اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دافر عشق و محبت رکھنے کے انہوں نے کبھی بھی اجتماعی طور پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش حیات طیبہ اور وفات کے بارے میں اشعار نہیں گائے۔ جب دور صحابہ میں محفل میلاد کے تمام اسباب درمحرکات بدرجہا دلی و دائم موجود تھے، لیکن اس کے باوجود اس دور

علامہ ذہبیؒ المتوفی ۷۴۸ھ نقل کرتے ہیں  
 ”وہ ہر سال میلاد (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) پر تقریباً  
 تین لاکھ روپے خرچ کرتا تھا، دول الاسلام، جلد دوم  
 (بحوالہ المنہاج، لواء ص ۱)

اور جس عالم نے اس بادشاہ کو اس کا مشورہ اور فتویٰ  
 دیا تھا اس کے بارے میں حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: ”  
 ”وہ دین اور اسلاف کی شان میں بہت ہی گستاخی  
 کیا کرتا تھا، گندی زبان کا مالک تھا، بڑا حق اور منکر تھا  
 دین کے کاموں میں بڑے پردہ اور مست تھا،

(لسان المیزان جلد چہارم)  
 حضرت مجدد الف ثانی حنفیؒ مکتوبات حصہ پنجم ص ۲۳  
 میں محفل میلاد کی مذمت اور مخالفت کرتے ہیں اور علامہ  
 ابن امیر الحاج لکھتے ہیں

”اور تمام مذکورہ بالا مفاسد سے محفوظ رہنا  
 بھی وہ دین کے اندر ایک جدید امر کا اضافہ کرنا ہے جو سلف  
 صاحبین کے عمل میں نہ تھا، حالانکہ اسلاف کے نقش قدم پر  
 چلنا اور ان کی پیروی کرنا ہی زیادہ بہتر ہے“  
 (المدخل، ابن الحاج)

امام حلال الدین سیوطیؒ المتوفی ۹۱۱ھ قیام میلاد کی  
 حرمت بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں۔

”اس کے جواز پر نص تو کوئی نہیں البتہ قیاس ہے۔  
 (حسن المقصد عمل المولود بحوالہ المنہاج لواء ص ۱)

اور امام ذہبیؒ، امام سیوطیؒ، اور صاحب لہد لعل وغیرہم  
 نہ سمجھتے تھے، نہ دہانی اور نہ دیوبندی۔

مولانا ارشد القادری لکھتے ہیں،

”سوال یہ ہے کہ حقانی صاحب کی تحریک کے مطابق  
 جب حدیثوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے قیام  
 کی گمانت ثابت ہے، تو فقہائے احناف نے امتی  
 کے لئے کیوں اسے جائز قرار دیا کیا اس بات سے فقہاء  
 پر رسولؐ کی نافرمانی کا الزام نہیں عائد ہوتا؟“  
 (سیرت ص ۵۲، ۵۳)

سود میں اس کا رواج نہ تھا، تو پھر آج شدید گریز میں اور  
 اختلافات کے درمیان اس پر عمل اور سر نہنا ہم دبعیرت  
 اور عقل و دیانت کی کونسی قسم ہے؟ اگر میلاد و سلام  
 کے وقت قیامِ حبیبِ نبویؐ کا منظر اور عشقِ رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم کا تقاضا اور طریقہ ہوتا جیسا اس کے قائلین کا تصور  
 ہے تو اللہ تعالیٰ کی بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توقیر کرنے کے  
 لئے نماز کا نظام اور طریقہ کچھ اس طرح مقرر کرتا کہ درود ابراہیم  
 جسکی حیثیت ایک اسلام کی ہے۔ بجائے تاجدہ کے قیام میں  
 بڑھنے کا حکم دیتا، اگر اللہ تعالیٰ نماز کا طریقہ فی الواقع اسی  
 طرح مقرر فرماتا تو یقیناً اہل بدعت اور قائلین قیام اس سے  
 یہ استدلال کرتے کہ دیکھو! کہ خود اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ کی  
 تعظیم و احترام کرانے کے لئے درود ابراہیم حالت قیام میں  
 بڑھنے کا حکم دیا اور نماز کا طریقہ مقرر فرمایا ہے اس لئے..  
 سلام کے وقت کھڑا ہونا ضروری ہے۔ قرآن مجید میں حضرت  
 آدم علیہ السلام کی تخلیق کا ذکر موجود ہے، کیا رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم قرآن کی ان آیات کی تلاوت اور دنیا کے سب سے  
 پہلے قرآن، پہلے نبی اور ساری انسانیت کے مدد سے... کی  
 ولادت اور ذکرِ خیر کے وقت تعظیماً کھڑے ہوتے یا صحابہ کرام  
 کو اس کی ہدایت و تلقین فرماتے تھے؟ یہ حقیقت ہے کہ حضرت  
 آدم علیہ السلام کی تخلیق کا ذکر موجود ہے، کیا رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم کی تخلیق کا ذکر موجود ہے؟ یہ حقیقت نہیں کہ باب بہر حال باپ  
 ہی ہے آخر چودھویں صدی کے یہ نام نہاد عاشقانِ رسولؐ  
 کس کھیت کی مولیٰ اور کس درخت کی ڈالی ہیں کہ ان کو غانی  
 جاہلی اور مشرکانہ دعاگوں کی ہر اکل پچو بات اور دہام و  
 خرافات پر آنکھ بند کر کے ایمان لایا جائے علامہ شامی اہل بدعت  
 اور ان کے قیامِ تعظیمی کے بارے میں کہتے ہیں۔

”جب وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کا ذکر  
 سنتے ہیں تو سر دھنسنے میں، کھڑے ہو جاتے ہیں، حالاں کہ  
 یہ حرکت قیام، بدعت ہے جس کی کوئی اصل دین میں نہیں۔

(رست شامی)

جس بادشاہ نے محفل میلاد کا آغاز کر دیا اس کے بارے میں

یا ایک انتہائی مجبوزی منطقی اور بحیثیت طرز فکر ہے اگر  
ہر مسئلہ میں اس انداز سے سوچا جائے تو کوئی صحابی، امام اور  
عالم بھی احادیث سے انحراف ادا اللہ اور اس کے رسول صلی  
اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کے الزام سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔  
نظامی مسائل میں فریق ثانی کے اختلاف کی بنیاد احادیث  
اور سنت رسول ہی تو ہے اور متعدد احکام و مسائل میں  
ائمہ اربعہ کے درمیان کافی اختلاف پایا جاتا ہے یہ تو  
حق ایک عمومی اور اصولی بات مولانا یحییٰ حقانی کی اس  
بات کا کہ جب حدیثوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے  
لئے قیام کی مخالفت ثابت ہے تو فقہائے احناف نے امتی  
کے لئے کیوں اسے جائز قرار دیا؟ ”جواب یہ ہے کہ آخری  
نبوی خصوصیات اور فضائل بھی تو کیونچیز ہے، مثلاً  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نماز تہجد فرض تھی، آپ کے  
عقد میں چار سے زائد بیبیاں تھیں اور آپ کے وصال کے  
بعد ازدواجی عملات کا عقد ثانی حرام قرار دیا گیا۔ آپ سے  
متعدد معجزات اور خرق عادات قسم کے امور سرزد ہو جاتے  
اور تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ جو ہستی بھی غیر معمولی  
صفاء اور خصوصیات کا حامل رہی، اسے جاہلوں، نادانوں اور  
غلوطینہ طبیعتوں نے خدائی میں شریک و ذخیل قرار دے دیا  
ان ہی حقائق کے پیش نظر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی  
زندگی میں یہ دعا مانگا کرتے تھے کہ اے اللہ میری قبر کو بت نہ بنے  
دینا جس کی پوجا کی جائے، آپ ہود و نصاریٰ پر لعنت بھیجا  
کرتے تھے کہ انھوں نے اپنے انبیاء کو کارساز اور ان کی  
قبروں کو صنم کہہ کر اور بت خانہ بنا دیا تھا، چنانچہ رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قبر کو شرک سے محفوظ رکھنے کیلئے  
یہ وصیت بھی فرمادی تھی، کہ مجھے کھلے مقام پر نہ دفن کیا  
جائے آپ کو اپنی ذات کے تعلق سے یہ خدشہ لاحق تھا کہ لوگ  
کہیں فرط عقیدت اور غلو سے عبادت کے سبب مجھ کو دینا  
بیٹھیں، اس لئے آپ نے سب باب .... کے طور پر اپنی  
حیات طیبہ ہی میں شرک کے اسباب محرمات اور متعلقات  
پر امتناع عائد فرمادیا کہ آج میری زندگی میں تعظیماً کفر

ہوں گے تو کل میری وفات کے بعد قبر پر تعظیماً مسجد و طواف  
بھی کرنے لگیں گے، جب زندگی میں ہی تعظیماً کفر و کفر  
سے منع کر دیا جائے تو مرنے کے بعد قبر پر مسجد کا سوال  
ہی پیدا نہیں ہو سکتا چوں کہ انبیاء کے مقابلہ میں علماء  
ادبزدگوں کا وسیلہ شرک بننے کے نسبتاً کم امکانات ہیں  
اس لئے بعض فقہاء نے ان کی تعظیم کے لئے قیام کی اجازت  
دے دی۔

رہا زیارت قبر نبویؐ کے وقت قیام کا مسئلہ تو یہ کوئی  
خاص بات نہیں، جبکہ فرد کسی قبر کی زیارت کیلئے جاتا  
ہے خواہ وہ قبر کسی عالم و بزرگ کی ہو یا والدین کی یا بال بچوں  
اور دوستوں کی، ہر صورت میں ہر شخص قبرستان میں  
کھڑا ہی رہتا ہے وہ مقام اور ماحول ہی کچھ ایسا ہوتا ہے  
کہ وہاں بیٹھنے کا تصور ہی نہیں کیا جاسکتا۔

**حقائق سے فرار** | مولانا ارشد القادری بیان کرتے ہیں کہ،

”یونہی حقانی صاحب کا یہ الزام بھی ہم پر نہایت  
جھوٹا و فترا ہے کہ میلاد کی محفل میں ہم اس لئے کھڑے ہوتے  
ہیں کہ حضور تشریف لاتے ہیں۔ یہ اگرچہ ناممکن ہے لیکن  
اس اعتقاد کو قیام کی بنیاد بنانا غلط ہے۔“

(شریعت، ص ۵۶)

یہاں بھی ارشد صاحب حقائق کا سامنا کرنے کی  
ہمت نہ کر سکے، اور اپنے ہی حلقہ کے ایک مشہور و معروف  
عقیدہ کا انکار کر بیٹھے، یہ ان کی عیارانہ معصومیت اور تجاہل  
عارفانہ ہے۔ حالانکہ ہم از کم احتیاطاً وہ یہ بھی کہہ سکتے تھے کہ اگرچہ  
کفرض سر بھروں اور جاہلوں کا یہ عقیدہ ہے لیکن ہم علماء اسے  
صحیح تسلیم نہیں کرتے وہ ایسا اس لئے کہہ سکتے کہ اس  
تحریر کی زد میں ان کے اکابر آجاتے ہیں، اس سلسلے میں  
زیادہ نہیں صرف دو ہی، لیکن اہم شہادتیں پیش کی جاتی ہیں  
”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے ذکر کے  
وقت قیام کرنا واجب ہے،“

(الانوار ساطعہ ص ۸۰ بحوالہ المنہاج الواضح)

بدعتی حلقوں کی ایک اور مشہور کتاب مجبورۃ فتاویٰ السنی غایتہ الاحرام میں لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر محفل میلاد میں تشریف لاتے ہیں، تعلیم کے واسطے کھڑا ہونا فرض ہے قیام نہ کرنے والا کافر ہے،

(بحوالہ المنہاج الواقع ص ۲۵۹)

علمائے بدعت کے مذکورہ بیانات مطلب الکل واضح اور صاف صاف ہے جن کی مزید وضاحت کہ کے علامہ موصوف کو شرمندہ کرنا چاہتے ہیں۔

**کیا رسول اللہ ہمارے بھائی نہ تھے؟** ارشد القادری

صاحب علمائے دیوبند پر یہ فرد جرم بھی عائد کرتے ہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فقط اپنا بھائی سمجھتے ہیں۔ "عالم اسلام کی طرف سے دیوبندی جماعت کے علماء پر سالہا سال سے یہ الزام عائد ہے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا بھائی کہتے ہیں بھائی کے مفہوم میں چونکہ برابر کا تصور شامل ہے اس لئے نبی کو بھائی کہنا نبی کی تحقیر شان ہے (شرعیات، ص ۵۷)

"عالم اسلام کی طرف سے" والی بات بھی خوب رہی! انھیں معلوم ہونا چاہیے کہ صرف برصغیر ہی میں بریلوی نسل کے گدھے پائے جاتے ہیں گدھوں کی یہ قوم اللہ کے فضل سے ہندو پاک کے باہر مفقود ہے اور آج عالم اسلام "وہابی" سعودی اور دیوبندی عقائد مکتب فکر جو حدیث کتاب و سنت اور توحیدِ صالح کا علمبردار اور بدعتات و مشرکیات اور قبوری خرافات کا شدید مخالف ہے، سرانگھوں پر بٹھاتا اور عزت و قدر کی نگاہ سے دیکھتا تو جب عرس فاتحہ اور راز دنیا ز وغیرہ کی دافتر دروغ غداں مدہ میں ہڑ جاتی ہیں تو متفنن گیس پیچھے سے مگراتی اور قلم سر بھی گلی باتیں لگتے لگتے ہیں جس کا ایک شاندار نمونہ مولانا ارشد القادری کا مذکورہ اقتباس ہے،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف بھائی یا بڑا بھائی یا ہم جیسا انسان ہی سمجھنے والا اور کہنے

والا دنیا میں آج تک کوئی مسلمان پیدا نہیں ہوا، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی کئی حیثیتیں ہیں۔ جن میں سے ایک یقیناً بھائی کی بھی حیثیت ہے حضور بلاشبہ ایک انسان، آدمی اور عبد تھے، کسی کے بیٹے کسی کے باپ، کسی کے شوہر، کسی کے بھائی اور کسی کے بھتیجے تھے، آپ کی حیثیت نبی اور رسول کی ہے اور آپ افضل البشر سید الانبیاء و رشتہ الرسل بھی ہیں اور تمام اہل ایمان اور مسلمانوں کے دینی بھائی بھی جو ان تمام حیثیتوں اور حقیقتوں کو تسلیم کرے اور جس کا اس پر ایمان و اعتقاد ہو وہ بعد از خدا بزرگ توفیقی قصہ مختصر!

اور اس کے ساتھ ساتھ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھائی بھی سمجھے تو ایسی واضح صورت میں ضروری و ادویلا بچا سکتا ہے جس کا دماغ سرسٹھ محل کر نباہ اور ناکار ہو چکا ہو،

قرآن پاک اس امر کا اعلان کرتا ہے کہ انما المؤمنون اخوة تمام مسلمان آپس میں بھائی ہیں اور حدیث اس بات کی شہادت دیتی ہے کہ المسلم اخو المسلم ہر مسلمان دوسرے کا بھائی ہے کیا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مومن و مسلم نہ تھے؟ ایک موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "تم میرے بھائی ہو، اور میں تمہارا بھائی ہوں دین اسلام میں۔ (زرقانی جلد سوم)

مشاہدہ کی ایک حدیث ہے کہ بعض صحابہ کرام حضور کو سجدہ کرنا چاہتے تھے، تو آپ نے انھیں سمجھایا کہ بندگی کرو اپنے رب کی اور تعلیم کرو اپنے بھائی کی، اگر کوئی مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مذکورہ تمام حیثیتوں اور حقیقتوں کو تسلیم نہ کرتے ہوئے صرف بھائی قرار دے تو ظاہر ہے کہ یہ صرف گمراہی ہوگی بلکہ صریح کفر بھی، لیکن غرض تماشہ ملاحظہ ہو کہ اہل بدعت اور حاطین قبوری شریعت نبی کا ترجمہ "غیب کی خبر دینے والے" کرتے ہیں، چنانچہ تمام بریلوی مترجمین قرآن مجید میں جہاں جہاں لفظ "نبی" آیا

لیکن یہ ظلم اور دھاندلی  
وہ قتل بھی کرتے ہیں

صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمدان اور کامل غیب داں  
ثابت کرنے کا بھوت اہل بدعت پر اس قدر سوار  
ہے کہ وہ آیات قرآنی اور اسلامی مسلمات پر ہاتھ صاف  
کرتے ہیں بھی شرم و عار اور تکلف محسوس نہیں کرتے  
ان کی دُصنائی ملاحظہ ہو کہ وہ اس سلسلے میں "نبی"  
کا ترجمہ (قرآن مجید میں جہاں جہاں بھی یہ لفظ آیا  
ہے) "غیب کی خبر دینے والا" کرتے ہیں گویا  
نبیؐ کی حقیقت، فضیلت، عظمت، وقعت، اہمیت  
اور منصب فقط اتنا ہی محدود ہے کہ وہ صرف  
غیب پر مطلع اور محفیات سے آگاہ اور خبردار کر لے والا  
ہے حالانکہ "نبی" ایک وسیع المفہوم اور پر عظمت  
اصطلاح ہے جس میں عظمتوں کے لیے کراں سمندر  
پوشیدہ ہیں نبیؐ صرف غیب کی خبر دینے والا  
ہی نہیں ہوتا بلکہ کتاب علم و حکمت اور دانائی کی  
تعلیم دینے اور اس کے مطابق انسانوں کی اصلاح و  
ترہیت اور ان کے قلوب کا تزکیہ کرنے والا حق کو غالب  
اور باطل کو مغلوب کرنے والا بھی ہوتا ہے اسی طرح  
قرآن مجید میں انبیاء رسول کے سینکڑوں مناسب، فضائل  
اور فرائض بیان کئے گئے، لیکن حاملین قبوری شریعت  
کو تو نبیؐ کی صرف ہمدانی اور غیب دانی ہی سے  
دبچپی ہے، یہی وجہ ہے کہ انھیں اس  
بھوت نے عرش سے فرش پر لا بٹھا دیا اور  
لفظ نبیؐ کی عظمت کو پامال کر دیا ہے،

ہے وہاں انھوں نے اس کا ترجمہ بھی کیا ہے کیا نبیؐ کو  
صرف غیب کی خبر دینے والے کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم  
کی توہین کرنا نہیں؟

رسول خدا صرف بھائی نہیں

صاحب نے ایک دعویٰ یہ بھی کیا ہے کہ علمائے دیوبند  
حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بھائی کہتے ہیں، لیکن  
حقاً فی صاحب اس کی نفی اور انکار کرتے ہیں کہ دیوبندی  
علماء حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھائی نہیں کہتے،  
(ملاحظہ ہو رشیدیہ ص ۶۰)

در حقیقت حقاً فی صاحب نے اس بات کا انکار  
اور تردید فرمائی ہے کہ علمائے دیوبند رسول اللہ صلی  
اللہ علیہ وسلم کو صرف بھائی ہی سمجھتے ہیں اس کے سوا  
اور کچھ نہیں سمجھتے چنانچہ خود ارشد صاحب نے مولانا  
حقانی کا اپنی کتاب میں یہ بیان نقل کیا ہے،  
"آج ہندوستان میں بعض جگہ اس بات پر  
مجھڑے چل رہے ہیں کہ فلاں فلاں لوگ حضور صلی اللہ  
علیہ وسلم کو اپنے بڑے بھائی کے برابر سمجھتے ہیں۔ یہ  
بات عقل کے خلاف ہے کہ فی شخص مسلمان ہو کر لیا  
کلمہ بھی زبان سے نہیں نکالی سکتا۔"

(اشریعت یا جہالت ص ۲۱۶)

یعنی کوئی مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو  
صرف اپنے بڑے بھائی کے برابر اور مماثل نہیں سمجھتا  
بلکہ آپؐ کی ان تمام حیثیتوں، حقیقتوں، مرتبوں اور  
فضیلتوں پر ایمان رکھتا ہے جن کا ذکر قرآن وحدثہ  
اور فقہ کی کتابوں میں بکثرت موجود ہے، اس کے  
بعد بھی اگر کوئی اہل حق پر توہین انبیاء اور خدا  
رسولؐ کا احقاقانہ الزام عائد کرتا ہے تو ایسے شخص  
کو ہمارا ہمدردانہ مشورہ ہے کہ وہ کسی ماہر امراض  
دماغی سے رجوع کرے اور اپنے دماغ کی خرابی کو  
دوسروں کے اوقات اور عقائد پر باوجود کرے،



ابن رشد صدیقی

## ہندومت اور اسلام کا امتزاج؟



بڑی خوشی کی بات ہے کہ جناب شمس نوید عثمانی  
ہندوستان کے قدیم مذاہب کا تحقیقی مطالعہ کر رہے ہیں۔  
امتِ اذمانہ کی وجہ سے جو باطل نظریات ان میں شامل ہو چکے  
ہیں انہیں چھان بھونک کر مذہب کی اصل اور الحاقی اجزاء  
سے پاک الہامی بنیادوں کو سامنے لانے کی کوشش لائقِ ستائش  
ہے لیکن ظاہر ہے کہ یہ کام بڑا دقیق طلب اور صبرِ آراء پر  
سے گذارنے والا ہے۔ یہ ایک امر واقعہ ہے کہ ہر قوم میں  
اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہادی اور رسول و پیغمبر آئے رہے ہیں۔  
ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ ”وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ“ سورہ رعد ۱۰  
”وَلِكُلِّ أُمَّةٍ رَسُولٌ“ سورہ یونس ۱۰۷ ”مَنْ أَمْسَرَ الْأَخْلَاقُ  
نَذِيرًا“ سورہ فاطر ۲ ”وَلَوْ شِئْنَا لَافْتَنَّا فِي كُلِّ قَوْمٍ  
نَذِيرًا“ سورہ فرقان۔ اور اس بنا پر ہم یہ کہیں تو غلط نہ  
ہوگا کہ ہندوستان میں بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول بھیجے  
ہوں گے۔ ہمارے محققین کے کرنے کا اصل کام یہ ہے کہ وہ  
حق کو باطل سے جھانٹ کر الگ کر دکھائیں۔

جناب شمس نوید عثمانی کے مضمون کی بنیاد دو یگانہ جہی کے خط کے ایک مختصر سے اقتباس پر رکھی گئی ہے اور وہ یہ کہ ”ہماری مادر ارض کی بھلائی اس میں ہے کہ اسکے دونوں مذہب (ہندو اور اسلام) مل کر ایک ہو جائیں ویدک ذہن اور اسلامی جسم کے امتزاج سے جو مذہب قائم ہوگا وہی بھارت ورش کی امید ہے۔ معلوم نہیں اس اقتباس سے کیوں صاحب مضمون اس قدر متاثر ہوئے کہ اس پر ایک خیالی عمارت تعمیر

کر کے اپنے تاثرات کچھ اس نیاز مندانه انداز میں پیش کیے  
ہیں جیکے لئے مجھ جیسے عالمی کو بھی کوئی جواز نظر نہیں آتا۔  
کفری اپنے رب کے تعلق سے اپنی جگہ درست لیکن دین کے  
معاقلہ میں اس طرح کی حد سے بڑھی ہوئی خوش گمانی سخت  
نا پسندیدہ ہے۔ ویسے تو پورا مضمون ہی قصیدہ خوانی سے  
کم نہیں۔ پھر بھی نمونے کے طور پر چند فقرے پیش ہیں۔  
مثلاً ”یہ ہیں وہ تاریکی الفاظ جو دو یکانندی جیسے پر جلال،  
دور اندیش اور محکم ایثار ہندو نے اپنے ایک خط میں تحریر  
کئے تھے“ چند سطور کے بعد اس طرح رقم طراز ہوئے کہ  
”آہ! کیا مخلص تھا وہ دو یکانند کہ جس کی مذہبی فکر کا یہ  
انداز تھا؟“ آگے پھر تحریر فرمایا بہ اخلاص اور نورانیت  
لئے اس چہرہ کو کیسا منظور کر دیا ہو گا جس کے منہ سے ایسے  
بے غرضانہ الفاظ نکلے ہونگے جن طاقتوں سے مجھے دینی مذہب  
حاصل نہ ہو کہ صرف شہرت ہی حاصل ہوا انکی مجھے ضرورت  
نہیں یہ میں اگر اس وقت موجود ہوتا تو شدت جذبات میں  
اسلام کی جانب سے اس ویدانتی چہرہ کو جوم لینا اپنا مذہبی  
فریضہ تصور کرتا“

اس مضمون میں مندرج باتوں کا تاریخی حقائق سے کوئی تعلق نہیں ہے اس لئے فاضل مضمون نگار ہندو مذہب، سناں دھرم اور ویدک دھرم میں فرق نہ کر سکے۔ بات دراصل یہ ہے کہ ہندوستان کا قدیم ترین مذہب سناں دھرم کہلاتا ہے اور یہ کبھی بھی عالمی مذہب ہونے کا دعویٰ نہیں رہا۔ ہندوستان کا دوسرا مذہب ویدک مذہب ہے۔ یہ مذہب

وہ سنا توں دھڑ سے ہاں اگلے اور اس سے مختار تصدیق پر مبنی ہے۔ ان دونوں مذہب کو ایک سمجھا دینے سے نہیں۔

۱۰ دو یگانہ جی کا تعلق ویدک دھرم سے نہیں ہے وہ ہندو مذہب کے ماننے والے اور اسکے پرچوش مبلغ رہے ہیں



ان دو مذاہب کے علاوہ آج کل بھی ہندو مذہب کہا جاتا ہے وہ اپنی اصل کے اعتبار سے کوئی مذہب ہی نہیں ہے بلکہ یہ ایک مشترک و مرکب تہذیب ہے جو سماجی دھرم اور ویدک دھرم اور ویدک دھرم کے امتزاج سے تشکیل دی گئی ہے۔ "ہندو" نہ تو کسی ہندوستان زبان کا لفظ ہے اور نہ ہی ہندوستانی قدیم ہندی کتابوں میں کہیں استعمال ہوا ہے۔ یہ باہر کا لفظ ہے جو اسکے اپنے معنوں کے اعتبار سے ہمارے ملک کو باہری اقوام نے مخاطب کرنے کے لئے استعمال کیا ہے اس طرح اس ملک کا نام ہندوستان پڑ گیا۔ اور ای مناسبت سے وہ تہذیب جو ستان دھرم اور ویدک دھرم کے امتزاج سے تشکیل دی جا چکی تھی ہندو تہذیب اور بعد میں ہندو دھرم کہلائی۔ چنانچہ ماضی قریب کی تاریخ میں اس ہندو تہذیب و مذہب کے خلاف سرسوتی دیانند جی نے علم بغاوت بلند کیا اور ویدک دھرم کو ہندو دھرم سے الگ کرنے کی کوشش کی۔ آج بھی اپنی محسوس یک (آریہ سماج) اس مشن کو پورا کرنے میں لگی ہوئی ہے۔ اسکے برعکس ہندو مذہب اور اس کے احیاء کے لئے چاہتا ہے کہ اس کی ممتاز شخصیتیں کام کرتی رہیں اور جن میں سوامی رام کرشن یرم ہنس اور سوامی دیوانند جی کا ایک خاص مقام ہے وہیں آج بھی انکی تحریک کو بڑھا دینے کیلئے سینکڑوں مدارس اور اعلیٰ تعلیمی ادارے کھلے ہوئے ہیں۔ اس تاریخی پس منظر میں دیوانند جی کے خط کے اس اقتباس پر نظر ڈالیں تو چند حقائق بڑی آسانی سے سامنے آسکتے ہیں وہ یہ کہ ہندو تہذیب جو اپنے اصل میں کوئی مذہب نہیں ہے بلکہ ستان دھرم اور ویدک دھرم کا امتزاج ہے، اس کو دیوانند جی ایک مذہب تسلیم کرتے ہیں اور صاحب مضمون کچھ اور آگے ہی نظر آتے ہیں جو تحریر فرماتے ہیں کہ "ہندومت تمام مذاہب

کی ابتداء ہے اور اسلا اس کا آخر" حالانکہ اگر صحیحی نظر سے دیکھا جائے تو ہندو مذہب کے ہانی کی نشاندہی مشکل ہے اور ساتھ ہی ایسی ہندو مذہب سے منسوب و تعلق کسی ایسی مذہبی کتاب تک رسائی بھی ممکن نہیں ہے جس میں لفظ ہندو کسی بھی معنی میں استعمال ہوا ہو۔ بہر حال ان حقیقتوں کو سامنے رکھتے ہوئے مذہبی تاریخ کے ریسرچ کرنے والے طالب علموں کو یہ کموجنا ضروری ہو جاتا ہے کہ یہ "ہندو" والی اصطلاح کب اور کیسے ہمارے ملک میں وارد ہوئی اور مذہبی تقدس کا مقام حاصل کر پائی و دیوانند جی کا یہ فرمانا کہ "ویدک ذہن اور اسلامی جسم کے امتزاج سے جو مذہب قائم ہو گا وہی بھارت ویش کی امید ہے" جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا ہے یہ بات صاف ہو گئی کہ ویدک دھرم (ذہن) ستان دھرم سے بالکل الگ اور آزاد وجود رکھتا ہے۔ و دیوانند جی خود ویدک دھرم پر ایمان نہیں لاتے اور نہ ہی ستان دھرم کو اپنی قدیم شکل ہی میں ماننے کو تیار ہیں بلکہ وہ اس ہندو مذہب کے نہ صرف ماننے والے ہیں بلکہ اس کے بہت بڑے علمبردار بھی ہیں جو ستان دھرم اور ویدک دھرم کے امتزاج کا نتیجہ ہے۔ اس ذہنی پس منظر میں موصوف کا یہ کہنا کہ "دونوں مذاہب (ہندو اور اسلام) مل کر ایک ہو جائیں" اور ویدک ذہن اور اسلامی جسم کے امتزاج کی بات خود اپنے اندر زبردست تضاد رکھتی ہے۔ و دیوانند جی کی اس آرزو کا سیدھا سادھا مطلب یہ ہوا کہ موصوف ویدک ذہن کو اسلام کے جسم میں داخل کرنا چاہتے ہیں۔ ذہن (ویدک) جو جسم پر غالب ہے وہ اسے بے جان جسم (اسلام) میں داخل کر کے اسے "ویدک ذہن" کے زیر اثر حرکت دینا چاہتے ہیں کیا اس آرزو کی تکمیل اسلام کے مفاد میں ہے اور کیا کوئی اسلام کی جانب سے

۱۔ سرسوتی دیانند جی ۱۸۸۲ء تا ۱۸۸۳ء ویدک دھرم کے مبلغ۔

۲۔ سوامی رام کرشن یرم ہنس ۱۸۳۴ء تا ۱۸۸۴ء ہندو دھرم کے مبلغ۔

۳۔ سوامی دیوانند جی ۱۸۳۹ء تا ۱۹۰۲ء سوامی رام کرشن یرم ہنس کے شاگرد۔

۴۔ مذہبی کتاب، مونا ایک مقنن ہے، منو سمرتی ہندومت کا مقد اور ہندو تہذیب کی اساس مانی جاتی ہے۔

ایسے ویدانتی چہرہ کو جو ہم لینا اپنا مذہبی فریضہ تصور کر سکتا ہے؟ ظاہر ہے کہ اس کا جواب صرف نفی ہی میں دیا جاسکتا ہو۔  
دو دیکھنا مذہبی کی اس طرح کی آرزو اور خواہش ایک مغالطہ کے سوا کچھ نہیں۔ لائق مضمون نگار ذرا دیر رک کر اگر اس "آرزو" کا تجربہ کرتے اور اس کے مضمون تک پہنچنے کی کوشش کرتے تو انہیں صاف نظر آتا کہ یہ دو دیکھنا مذہبی جیسے پُر جلال دور اندیش اور محسوس ایثار ہندو نے کہا ہے اس قابل نہ تھی کہ نیاز مندانہ طریقہ اپنا کر کچھ دل خوش کن تصورات کے محل تعمیر کر لیے جاتے۔ اب اسی سادہ لوحی کو کیا کہتے؟ آج خود اس امتزاجی ہندو مذہب کی ایک ممتاز شخصیت (سر سوتی دیا مذہبی) نے اس مذہب سے برأت کا اظہار کیا ہے بلکہ اس کی موجودہ ہیئت سے بغاوت کر ڈالی۔ اس نے دیکھا کہ اس طرح کے امتزاجی فعل نے ویدک دھرم کی حقیقت ہی کو بدل کر رکھ دیا ہے۔ وحدت اور انسانی مساوات کی جگہ ہندو مذہب کی بنیادوں پر آشرم پر رکھی گئی ہے جو نسلی تفوق اور انسانی درجہ بندی کو انسانی سوسائٹی کی بنیاد بنا رہا ہے۔ اس طرح کے امتزاجی مذہب یا تہذیب کی جو صداغزائی تو کجا اس کا تصور کرنا بھی کار عبث کے سوا کچھ نہیں۔ ویدک ذہن کا اسلام کے جسم میں داخل کر کے نہ تو آج کی دنیا کی سسکتی ہوئی انسانیت کی ہم کوئی خدمت کر سکتے ہیں اور نہ ہی اسلام کی۔

تاریخ انسان گواہ ہے کہ جب بھی الہامی دین میں روایات و خرافات کو دخل اندازی کا موقع ملا اور اس کے ماننے والوں نے رواداری کا غلط اور خود ساختہ عمل اختیار کیا تو اصل دین ان روایات و خرافات میں کھو کر رہ گیا۔ خود دین محمدی کی تاریخ میں بار بار ایسے مواقع آتے رہے ہیں۔ ایسے ہر موقع پر دین اسلام کے سچے علمبردار باطل نظریات سے اسلام کو پاک کھانے کے لئے میدان میں اتر پڑے اور اس راہ میں اپنا نصب کچھ قربان کر دیا۔ ان عظیم الشان ہستیوں کو دنیا مجددین

اور مجددین کے نام سے یاد کرتی ہے۔ وحدت مذاہب کا ذکر ہو، یا وحدت ادیان کا نعرہ، امتزاج کی باتیں ہوں یا اتصال کا تذکرہ، اس طرح کی تمام اصطلاحیں تیرا فریب ہیں اور کچھ نہیں۔ ستم طریق ہے کہ اسلام کی ترقی اور پھیلاؤ کا حد سے بڑھا ہوا غیر متوازن جذبہ باقی رویہ رکھنے والے ایسے اشخاص کی ہماری صفوں میں کی نہیں جو متحدہ قومیت، مشترک تہذیب اور قومی دھارے کی باتیں کرنا دین مذہب کی خدمت سمجھتے ہیں۔ کیا اس طرح کی باتوں کو کسی بھی درجہ میں دین و مذہب کی خدمت کہا جاسکتا ہے؟ میری نظر میں یہ انداز فکر ذہنی کمزوری کا شاخسانہ ہے۔

اس سلسلہ میں صاحب مضمون کا ایک اقتباس پیش ہے وہ اپنی بات کو ان الفاظ پر ختم کرتے ہیں یہ پھر ایک روز ایسا حیرت انگیز خیال آیا جس نے ان دونوں ہی کو نہیں سارے عالم کے مذاہب کی وحدت کا فردوسی دروازہ میری تمناؤں پر وا کر دیا اور یہ تھا خیالات کی جگہ ان مفکرین (اشخاص) کی تلاش جو ان دونوں ہی کو نہیں ساری دنیا کے بڑے مذاہب میں یکساں طور سے تمام انسانوں کو ایک خون اور ایک خدا کی دہری بنیاد پر عالمی وحدت کے لئے آدم (پہلا مرد) (نوح و آدم ثانی) اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نام کے تین انسانوں کو پیش کرتے ہیں۔ اگر ہندو مت میں آدم، منو اور برہما۔ مندرجہ بالا تینوں ناموں کے بھارتی نام ہیں ہندو دھرم کو عالمی مذہب کے قیام کی۔ انسانی بنیادوں پر ایک طرف خون کی وحدت کی بنیاد پر ابتدائی مرد پہلے اور دوسرے تک ساری انسانیت کو پہچاننے والا ہو۔ تب دوسری طرف ان تینوں خاص طور پر حضرت ابراہیم کے ذریعہ ایک ہی اصل علم الہی کو اور ایک ہی خدا کو حاصل کرنا چاہئے والا ہے۔

سب جانتے ہیں کہ حضرت آدم، نوح اور ابراہیم جلیل القدر پیغمبر ہیں۔ ان کے مقابلہ میں ہندو مت میں آدم، منو اور برہما کے ناموں کو پیش کرنا ایک عجیب سی بات ہے

گرام کے مقابلہ میں ہندو مت پرین کے کارناموں میں زیادہ دیکھائی دیتی ہے۔ خاص طور پر راجہ رام موہن رائے، سنت گیا نیشور سنت نایدو، سنت ایکناٹھ، سنت گاڑے، جیوتی یا پھولے، بابا صاحب امڈکر اور گاندھی جی کے نام نمایاں حیثیت کے حامل ہیں۔ ان حضرات کی کوششیں بھی ہندو سماج کو بدلنے میں بری طرح ناکام ہیں۔ بعض حضرات نے ہندو تہذیب کے ورثہ آئندہ کا حل سیاست کے ذریعہ حاصل کرنے کی کوشش کی حالانکہ یہ ایک اٹل حقیقت ہے کہ سیاست کسی تہذیب کو نہ تو جہم دے سکتی ہے اور نہ ہی سماجی خرابیوں کو پسے دین سے اکھاڑ سکتی ہے۔ ان حضرات کی یہ کوششیں تجربہ کے مراحل سے گزر رہی ہے اور ہمیں یقین ہے کہ یہ تجربہ ناکام ہی رہے گا۔

اس صدی کی ابتدائی تاریخ پر ہم سرسری نظر ڈالیں تو ہمیں پہلے سے کچھ زیادہ کام ہوتا ہوا دیکھائی پڑتا ہے۔ پھر بھی ہندوستانی تہذیب پر اطمینان بخش توجہ نہیں دی گئی۔ جماعتی اور تنظیمی سطح پر اگر ہم دارالندوہ اور جماعت اسلامی کی طرف نگاہ اٹھائیں جو اپنے لڑچکر کی وجہ سے ایک نمایاں مقام رکھتے ہیں وہاں بھی ہر قسم کا خصوصاً مادی تہذیب اور اس کی بنیاد پر اٹھائی جانے والی سیاسی تحریکات وغیرہ پر بھرپور تنقیدی لڑچکر ملتا ہے، اگرچہ ملتا تو وہ ہے ہندوستانی مذاہب اور ان پر اٹھائی گئی تقریبوں پر۔ اس صدی میں غازی محمد دھرم پال اور صدیق دیندار وغیرہ حضرات نے اس میدان میں ضروری پیش قدمی کی ہے ان کی اس طرح کی کوششیں ایک محدود حلقہ میں کیوں نہ ہوں موثر ثابت ہوئی ہیں۔ آج بھی پنڈت الکاالدین راکھری باوجود ضیف العمری کے اس کام میں لگے ہوئے ہیں۔ انکی کاوشوں نے بھی مثبت نتائج برآمد ہوئے ہیں گوکہ ان حضرات کے انداز بیان میں مناظرہ کی شان چھلکتی ہے جو آج اپنی افادیت کھو چکا ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ نئے اسلوب میں اپنی بات کو

جب کہ آدم کا لفظ ہندو مت میں مستعمل ہی نہیں ہے۔ منو کی حیثیت مقلد کی ہے اور منو سمرتی (منو کی تصنیف) ہندو مت کا ماخذ اور ہندو تہذیب کی اساس مانی جاتی ہے۔ ہر ہندو ہندو مت میں خالق کائنات کیلئے بولا جاتا ہے۔ ہندو مت اور اسلام میں اس طرح کے بے بنیاد اشتراک انکشاف کرنا ایک زبردستی کی بات ہے۔

اسلام ایک عالمگیر اور آخری الہامی دین (نظام حیات) ہے جو ہر اعتبار سے مکمل اور افراط و تفریط سے پاک ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ موجودہ زمانہ کے تقاضوں اور اس کے پیچیدہ تر مسائل کا حل ہم اسلام ہی میں تلاش کریں اور اسلام کو انتہائی حکمت کے ساتھ بلا تکلف بے لاگ طریقہ سے پیش کرے کا طریقہ اپنائیں۔ ہمیں یہ بھی دیکھنا ہوگا کہ اس وسیع و عریض دنیا میں مختلف علاقوں میں مختلف مذاہب اور ان کی بنیاد پر استوار کی جانے والی تہذیبوں کا عمل دخل ہر جس سے انسانی سوسائٹی مختلف خانوں میں تقسیم ہو کر رہ گئی ہے۔ امت مسلمہ کی یہ ذمہ داری بھی ہے کہ وہ جس ملک میں ہو اس ملک کی تہذیب کا گہری نظر سے جائزہ لے اور ان کی نفسیات کا گہرائی سے مطالعہ کر کے اپنی بات کو کچھ اس ڈھنگ سے پیش کرے کہ جن تک بھی ہماری دعوت پہنچے وہ اسے اپنا کھویا ہوا سرمایہ سمجھیں۔ اس سلسلہ میں پہلا کام ان میں اصل دین کی طلب اور خواہش کو پیدا کرنے کا ہوا اور یہ کام مخلصانہ اور بے لاگ تنقید کے بغیر ممکن نہیں۔ ہمارے صوفیاء گرام اور علماء دین نے مختلف علمی و عملی طریقہ ہائے کار اختیار کر کے اپنے طور پر کوششیں تو کیں لیکن ہمارے اطراف پھیلی ہوئی تہذیب پر مناسب حد تک تنقیدی کام کا کوئی تحریری ریکارڈ نہیں بھی ہے۔ ایسا کیوں ہوا؟ یہ سوال اپنے اسباب کی تلاش کے لئے آج بھی اسکا لہر کو دعوت حقیقی دیتا ہے۔

ہندوستانی تہذیب کی اساس یعنی ورثہ آئندہ (چار ذیلیں) کی کھلی مخالفت و مزاحمت صوفیاء و علماء پیش کرنے کا تجربہ کریں۔ کیا اس ضرورت کی تکمیل وقت کا تقاضہ نہیں ہے؟

مکتوب نگار

قاری فرید الحسن جو دھور

محب

حسن احمد صدیقی

## ایک مکتوب بمع جواب

\*\*\*\*\*

کہ ہم ان خطوں کو چھاپ دیں لیکن پھر معافیہ خیالی بھی آیا کہ ان کی اشاعت تبلیغی جماعت کے حلقہ میں مزید بدگمانی پیدا کر دے گی اور وہ ہمیں اپنا پکا مخالف بلکہ معاند سمجھ بیٹھیں گے۔ بعض خطوط ہمیں ایسے بھی موصول ہوئے کہ جن میں اگرچہ ہمارے احساسات کی تائید و تصدیق نہیں تھی لیکن اندازہ مخاطب نرم اور مصلحانہ تھا جبکہ بعض امرائے ہمیں ایسے بھی ملے جن میں یوں صاف اردو میں لٹا کر آگیا تھا۔ کفر کے فحشے بھی جڑے گئے تھے۔ اور سورت کے ایک صاحب نے تو ہمارے بارے میں یہ فیصلہ بھی کر دیا تھا کہ ہم "ناری" ہیں اور ہماری بخشش کا کوئی سوال ہی نہیں بلکہ یہ بات یہ نہیں تھی کہ انہوں نے ہمیں دوزخی کہہ دیا بلکہ تکلیف دہ اور شرمناک بات یہ تھی کہ انہوں نے مولانا عامر عثمانی مرحوم کے بارے میں یہ فرمایا کہ وہ بھی دوزخ میں اپنے کرتوت کی سزا بھگت رہے ہیں۔ حالانکہ ان کے بارے میں یہ بے ہودہ گوئی بے وقت کی راگنی کے سوا کوئی درجہ نہیں رکھتی تھی۔ خیر ہم ان تمام حضرات کے شکر گزار ہیں جنہوں نے ہماری بعض غلطیوں کا احساس دلا کر ہمیں اسی زندگی میں غورو فکر اور معافی تلافی کرنے کا موقعہ دیا۔ اور ان تمام حضرات کو معاف کرتے ہیں جنہوں نے گروہ پرستی کی وجہ سے ہمیں کافر یا دکر رکھے جنہی کے خطاب سے لے لڑا۔ اللہ بھی انہیں معاف کرے اور انہیں اس بات کی توفیق بخشنے کہ وہ

مئی و جون ۱۹۷۸ء کے شمارہ میں تجلی کی ڈاک کے تحت امیر الحسینی صاحب کا ایک خط شائع ہوا تھا۔ اس خط کے ذریعہ انہوں نے ہمیں اس بات کی اطلاع دی تھی کہ گودھرا میں تبلیغی جماعت کا اجتماع ہوا تھا اس میں جماعت اسلامی کے افراد کے ساتھ یہ زیادتی ہوئی کہ انہیں تبلیغی جماعت والوں کی طرف سے کتابوں کا اسٹال لگانے کی اجازت نہیں مل سکی صرف یہی نہیں بلکہ ان کے ساتھ ایک گھناؤنی حرکت اور بھی ہوئی کہ ان کی کتابوں کو چھین کر اپنے قبضہ میں کر لیا گیا اور اجتماع کے اختتام تک بھی ان کی کتابیں واپس نہیں کی گئیں۔ ممکن تھا کہ امیر الحسینی صاحب اس خط لکھنے کی بجائے فریاد کسی اور سے کرتے لیکن انہوں نے غالباً مدیر تجلی کے وجدان پر دستک دینے کو ترجیح محض اس لئے دی کہ وہ فروری مارچ ۱۹۷۸ء کے تجلی میں گودھرا کے اجتماع پر تحریر مضمون لکھ چکا تھا۔ اور اپنے تبلیغی بھائیوں کی جدوجہد کو خراج تحسین پیش کر چکا تھا۔

امیر الحسینی صاحب کے خط کا جواب دیتے ہوئے ہم نے ذرا سخت انداز میں تبلیغی جماعت کو تنبیہ کر دیا تھا۔ اس کا نتیجہ یہ سامنے آیا کہ دسیوں خطوط ہمارے دفتر میں نازل ہو گئے۔ ان میں بعض خط تو ایسے تھے کہ ان میں ہمارے لب و لہجہ کی سختی پر تو افسوس کا اظہار کیا گیا تھا لیکن بحیثیت مجموعی ہماری بات کی تائید کی گئی تھی۔ ایک بار غپاٹ ہوا تھا

پرورد اور تمہارا متعلقہ مطر جب دس  
لاکھ سے زیادہ انسان تڑپتے ہوئے  
دل اور زندگی ہوئی آواز میں الہی خطاب  
کا اعتقاد کر کے پروردگار عالم سے  
اس کی رحمت و مغفرت کی بھیک مانگ  
رہے تھے۔

صرف ہی نہیں بلکہ ہم نے تو یہاں تک لکھ دیا تھا کہ  
تبلیغی جماعت دین اسلام کی جو خدمت  
انجام دے رہی ہے وہ کسی اور اسلامی  
جماعت کے بس کا کام نہیں دیہاتوں و  
رتیلے علاقوں اور پہاڑوں کے دامنوں  
تک پہونچ کر حق کی آواز پہونچا دینا اتنا  
سہل نہیں ہے کہ جسے ہر گروہ اور ہر جماعت  
نبھالے۔ قابل تعریف ہے تبلیغی جماعت  
کہ اس نے سنگلاخ اور خاردار وادیوں  
میں پہونچ کر اسلام کی روشنی کو فروغ بخشا۔  
(جلی فروری و مارچ ۱۹۷۹ء)

ان سطور کو پڑھنے کے بعد کون انصاف پسند  
مسلمان یہ کہنے کی جسارت کر سکتا ہے کہ ہم تبلیغی جماعت  
کے مخالف ہیں۔ ہاں یہ بات ضرور ہے کہ ہم تبلیغی جماعت کے  
اندھے معتقد بالکل بالکل نہیں۔ یعنی ان لوگوں میں شامل  
نہیں کہ جو تبلیغی جماعت کو "گروہ صحابہ" سے تشبیہ دینے میں  
فدا نہیں ہو چکے تھے۔ اور جو تبلیغی جماعت کی کسی بھی کوتاہی  
کو بدعنوانی سے تعبیر کرتے ہوئے اس طرح لہر لڑ جاتے ہیں  
جیسے ذکر انسانوں کا نہیں۔ فرشتوں کی جماعت کا ہوتا ہے  
اور کی سطور سے یہ بات دو اور چار کی طرح واضح ہو جاتی  
ہے کہ ہم تبلیغی جماعت کی واقعی تعریف سے گریز نہیں کرتے  
جو خود بیان اس میں موجود دیکھا ان کا ہم بیانگ دہل اعتنا  
کرتے ہیں بلکہ جو اچھائیاں اس کے اندر نہیں ملیں گا  
سہرا ہم اس کے سر پہ باندھ کر ان اندھے عاشقوں کی  
پیروی نہیں کر سکتے جنہوں نے اپنے کاسہ دماغ میں یہ

اپنی جماعت کی خاطر عداوت و محبت کرنے کی بجائے اسلام  
کی خاطر دشمنی و دوستی کریں اور آئندہ کسی مسلمان کو دوزخی اور  
ناری کہنے کی غلطی کے مرتکب نہ ہوں۔

فرد آفری بھی ہم کی خطوط کا جواب دے چکے ہیں۔  
لیکن نظر مکتوب میں چونکہ اس بات کا اصرار کیا گیا تھا کہ اس  
کا جواب تجلی کے ذریعہ دیا جائے لہذا اس کا جواب ہم تجلی  
ہی کے ذریعہ دے رہے ہیں۔ امید ہے کہ اس جواب کو دوسرے  
حضرات بھی مستفیض ہوں گے۔ جواب دینے سے پہلے ہم  
الشرب العزت سے یہ دعا کریں گے کہ وہ ہمیں حق بات  
کہنے کی اور مکتوب نگار کو حق بات مان لینے کی توفیق دے۔  
مکتوب نگار نے المقاب و آداب اور مروجہ تسلیم و  
نیاز کے بعد خط کی ابتداء ان سطور سے کی۔

گذشتہ اشاعت میں آپ نے گودھرا کے  
اجتماع پر جو کچھ لکھا تھا۔ بالخصوص دعا  
کے بارے میں جن تاثرات کا اظہار کیا تھا  
وہ اپنی مثال آپ ہی تھا۔

قارئین کی رسائی اس جملہ کے مفہوم تک نہیں ہو سکتی  
جب تک وہ اقتباس ہی ان کی نظروں کے سامنے نہ جائے  
جس کی طرف مکتوب نگار نے اشارہ کیا ہے۔ لیکن یہ ہے  
وہ اقتباس۔

علاوہ ازیں اور بھی بہت سی چیزیں  
ایسی ہیں کہ جنہیں بطور خاص ذکر کیا جاسکتا  
ہے ان میں اصل ادا ہم چیز ہائے نزدیک  
یہ بھی کہ ذکر و اذکار اور وعظ و تقریر کے  
دوران مسلسل سکوت چھایا رہا۔ ایک  
عجیب طرح کی سکینیت تھی جس نے سارے  
ماحول کو لورانی بنا کر رکھ دیا تھا ایک عجیب  
قسم کا کیف تھا جو احساسات کی دنیا میں  
اپنا جادو بکھیر رہا تھا اور یہ سکینیت و  
کیف اس بات کی علامت تھی کہ فضل  
ایزدی اجتماع کے ارد گرد موجود تھا۔ کتنا



بات بٹھالی ہے کہ مسیحا کھلانے کا واحد مستحق تبلیغی جماعت ہے۔ اور یہ ایک ایسی جماعت ہے کہ جس کا دامن زندگی ہر قسم کے داغ دھبوں سے پاک صاف ہے۔ ہم کھلے طور پر اس بات کو بھی مانتے ہیں کہ تبلیغی جماعت میں ایک دو نہیں بے شمار لوگ ایسے بھی ہیں جو دلی اور پاک باز کھلانے کے سولہ آنے حقدار ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہمیں یہ کہنے میں بھی کوئی باک نہیں کہ اسی جماعت میں کچھ ایسے لوگ بھی گھس پڑے ہیں کہ جن کا وجود نہ صرف اس جماعت کے لئے بلکہ پورے اسلام کے لئے باعث رسوائی بنا ہوا ہے۔ جس طرح تالاب کی مڑی ہوئی ایک مچھلی تالاب کے کنارے ہی پانی کو گندا اور متعفن بنا دیتی ہے اسی طرح ان لوگوں نے پوری تبلیغی جماعت کا علیہ بگاڑ کر رکھ دیا ہے۔ اور بے شمار لوگ ان اور ان ہی جیسے افراد کی وجہ سے تبلیغی جماعت سے بدگمان ہو گئے ہیں۔ ہر ذی فہم آدمی اس بات کو تسلیم کرتا ہے کہ نمازی بھی جو نہیں ہو سکتا۔ البتہ چھ نمازی بن کر مسجد میں آجاتا ہے اور نمازیوں کے جوئے اٹھا کر لے جاتا ہے۔ بالکل اسی طرح ہر فہم و عظیم آدمی کو یہ بھی پان لینا چاہیے کہ دین ہدیٰ کی دعوت پیش کرنے والا کوئی بھی شخص نہ بد اخلاق ہو سکتا ہے نہ جھگڑالو نہ فرقہ پرست ہو سکتا ہے نہ لکیر کا فقیر۔ البتہ بد اخلاق اور فرقہ پرستی جیسی معیوب صفاتوں سے متصف لوگ داعی اذ مبلغ بن جاتے ہیں اور اپنی جہالت و سفاہت سے نہ صرف اپنے طائفہ کو بدنام کرتے ہیں بلکہ کل مذہب اسلام کو نکتہ چینی کا ہدف بنا دیتے ہیں۔ اور ہمیں شکایت تبلیغی جماعت سے نہیں ان ہی حضرات سے ہے جو اپنی کج فکری اور جہالت خالصہ کی وجہ سے تبلیغ کے نام پر اضطراب اور خداترسی کے نام پر فرقہ پرستی کو فروغ دے رہے ہیں۔ اور شدت کے ساتھ اس خوش گمانی میں مبتلا ہیں کہ ہم ”چلوں“ میں نکل کر نام تبلیغ جو کچھ بھی کریں گے وہ سب خیر ہی خیر ہوگا۔ اسی خوش گمانی نے ایسے ایسے فتنے رونمائے ہیں کہ بس اللہ کی پناہ۔ جھوٹی روایات بیان کرنے کا مسلم معاشرہ میں

ایک ایسا لائق تباہی سلسلہ قائم ہو گیا کہ جس کے سید باب کی اب کوئی سبیل نظر نہیں آتی۔ مخیر کائنات اور خیر البشر علیہ السلام نے بالفاظ صریح یہ فرمایا تھا کہ جس نے کوئی جھوٹ اور غلط بات میری طرف منسوب کی اس نے اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالیا (او کیا قال) اس فرمان تکے ہوتے ہوئے دنیا دار مسلمانوں کی تو کبھی مجال نہیں ہو سکتی کہ وہ آنحضورؐ کی طرف غلط سلط باتیں منسوب کر دیں البتہ دین پھیلائے والے حضرات نے ہر اس چیز کو حضورؐ کی طرف منسوب کیا جس کی فوری فضیلت انہیں ثابت کرنی ہوئی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ فضائل کے دفتر کے دفتر مرتب ہو گئے۔ اور جن موضوع روایات کا نقل کرنا اسلاف کے نزدیک متفقہ طور پر حرام اور ناجائز تھا بلکہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کے مترادف تھا وہ روایات انتہائی آب و تاب حسن و شائستگی کے ساتھ چھپ کر منظر عام پر آئیں اور عوام المسلمین تو درکنار خواص المسلمین انہیں اپنے سینہ سے لگالیا۔ صرف اس ناقص دلیل کی بنا پر کہ فضائل میں سب جلتا ہے۔ اور سب گواہ ہے۔ پھر بات یہیں تک محدود نہیں رہی کہ آنحضورؐ کی طرف غلط باتوں کا انتساب کر دیا گیا بلکہ یار لوگوں نے تبلیغ کو فروغ دینے کے لئے اور لوگوں پر اپنا سکھانے کے لئے ایسی ایسی کذب بیانیات اور دروغ بائعیاں کیں کہ جن کی توقع کسی دنیا دار مسلمان کو بھی نہیں کی جاسکتی۔ فی الحال جھوٹی روایات اور من گھڑت کہانیوں کی تفصیل بیان کرنے کا موقع نہیں ہے کہنے کا منشاء صرف یہ ہے کہ تبلیغ کے نام پر جانے والی ہر غلطی کو جائز سمجھ لینے کی روش چل پڑی۔ اور وہ لوگ جو اردو زبان بھی صحیح طور پر نہیں پڑھ سکتے کٹھا کھٹ روایات بیان کرتے نظر آتے۔ اس سے بے نیاز اور بے پرواہ ہو کر کہ جو میں بیان کر رہا ہوں اس میں صداقت اور واقعیت کسی درجہ میں ہے بھی یا نہیں۔ تبلیغ دین کی خاطر کذب بیانی کے اس فتنے نے ایسے ایسے کذاب پیدا کئے کہ جن کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی۔ دہ بند کے قریب ایک شہر مظفر نگر ہے یہاں ایک



رہی تو برائے اصلاح اس موضوع پر گفتگو ہوگی سر دست  
توان اعتراضات سے نمٹ لیں جو ہماری تحریر پر وارد  
کئے گئے ہیں۔

مکتوب نگار رقم طراز ہیں۔

اس مضمون میں بھی آپ نے تبلیغی جماعت  
کی بعض باتوں پر گرفت کی تھی اور انہیں  
کچھ مشورے دیئے تھے لیکن ان میں غلط  
بیانی نہیں تھی۔

لگے ہاتھوں قارئین۔ یہ مشارک الیہ بھی ملاحظہ  
فرمائیں۔ تاکہ بات عیاں بیان ہو جائے۔

(تبلیغی جماعت کے) پچاس فی صد افراد  
غلط روش اختیار کئے ہوئے ہیں جو بہر  
اعتبار ان کے لئے اور ان کی جماعت کے  
لئے ضرر رساں ہے۔ ایسے افراد کے لئے  
ہمارا مشورہ یہ ہے کہ وہ اپنی خصلتوں کو  
بدلیں اور ہر قادم دین سے اسی طرح محبت  
کریں جس طرح وہ ان حضرات سے کرتے  
ہیں جو ان کے شانہ بشانہ تبلیغی جماعت  
میں کام کر رہے ہیں، تبلیغی جماعت میں  
چلے دینے والے لوگوں سے محبت و عقیدت  
اور دوسرے طریقوں سے دین اسلام  
کے خدمت کرنے والے حضرات سے اظہار  
بیزاری ذی علم اور ذی فہم حضرات کے  
دل و دماغ میں یہ تاثر پیدا کرتا ہے کہ  
شاید اسلام اور تبلیغی جماعت دو الگ  
الگ مذہب ہیں۔ اگر یہ تاثر غلط ہے اور  
یقیناً غلط ہے تو پھر ہمارے تبلیغی بھائی ان  
حضرات سے محبت و عقیدت کا اظہار کیوں  
نہیں کرتے جو اپنے انداز میں اسی اسلام کی  
خدمت میں لگے ہوئے ہیں جس کی خدمت  
کے لئے تبلیغی جماعت کی داغ بیل ڈالی گئی ہو  
(بجلی فروری ۱۹۶۸ء)

ماہر روحانیت کا دعویٰ یہ ہے کہ ان کے گھر ایک جن  
صحابی تشریف لاتے ہیں اور یہ فرماتے ہیں کہ اس وقت  
صرف تبلیغی جماعت ہی حق پر ہے۔ سہارنپور میں ایک ایسے  
صاحب رہتے ہیں جو بسا اوقات اپنی تقاریر میں یہ فرما  
تے ہیں کہ جو حضرات دین کے لئے وقت نہیں دیتے حضرت مسیح  
کی بددعائیں ان کا بیچھا کرتی ہیں۔

ایک صاحب کو ہم نے خود اپنے کانوں سے یہ کہتے  
ہوئے سنا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح خواب میں  
دیکھا کہ ان کے سینے پر ایک پتھر رکھا ہوا ہے۔ مختلف  
جماعتوں کے لوگ آ رہے ہیں اور اسے پٹانے کی کوشش  
کر رہے ہیں لیکن وہ پتھر کسی سے ہلاتک نہیں۔ پھر آنحضور  
نے از خود یہ فرمایا کہ تبلیغی جماعت والوں کو بلاؤ چنانچہ  
جماعت کے لوگ حاضر باش ہوئے اور انہوں نے ذرا  
سی ہی کوشش سے پتھر کو ہٹا دیا۔ وغیرہ

خدا کو حاضر و ناظر جان کر یہ بتایا جائے کہ کس قسم  
کے واقعات حقائق کی کسوٹی پر پورے اترتے ہیں۔ کیا  
کمزور سے کمزور عقل انہیں درست ملے گی۔ اور کیا قرآن و  
حدیث ان پر صاف کر دیں گے؟ اور صرف اسی پر قناعت  
نہیں بلکہ کشف و کرامات کے عجیب و غریب ایسے قصے  
سنائے جاتے ہیں کہ جسے سن کر عقل بھی حیران رہ جائے  
اور علم بھی۔ اور یہ قصے جنہیں مستحکم خود بھی مبنی پر صحت  
نہیں سمجھتا محض اس لئے سننا معین کے کلاں میں لٹکتا  
ہے کہ وہ ان ہی سے متاثر ہو کر دین کے لئے وقت دے  
دیں۔ کچھ طبیعتیں دنیا میں ایسی بھی ہے کہ حمد و مالا لا واقعات  
کو سن کر دین کے لئے وقف ہو جاتی ہیں۔ لیکن سوال  
تو یہ ہے کہ انہیں دین کے لئے وقف کرنے والا توازراہ  
جھوٹ گناہ گار رہا۔ اسے وبال گناہ سے نجات دلانے  
کی سبیل کیا ہو؟ الغرض کذب بیانی کے فتنے نے اتنا  
زور پکڑ لیا ہے کہ اگر پروردگار عالم اپنے فضل سے کام  
نہ لے تو اسی ایک خیر الہی کی وجہ سے لینے کے دینے پڑ جائیں  
اور سارا اجر و ثواب غتر بود ہو کر رہ جائے۔ زندگی

ہی نہیں، قصور تو فی الواقع ان حضرات کا ہے جن کے طرز فکر اور طرز عمل کی یہ نقل کر رہے ہیں۔ مکتوب نگار خود اس بات کے معترف ہیں کہ تبلیغی جماعت میں جو کچھ بھی ہو رہا ہو وہ سینہ بہ سینہ ہو رہا ہے۔ ورنہ نہ ان لوگوں کا کوئی اخبار ہے نہ کسی قسم کا لٹریچر۔ اس کے بعد مکتوب نگار نے ہماری مندرجہ ذیل عبارت کو اعتراض کا نشانہ بنایا ہے۔

آپ نظام الدین اولیاء سے رابطہ قائم کریں اور بعض حضرات جیوں کی توجہ اس طرف مبذول کرائیں امید ہے کہ خاطر خواہ نتیجہ برآمد ہو گا اور دفن شدہ کتابوں کا کچھ حرجانہ تبلیغی جماعت کے مرکز سے مل جائیگا لیکن اگر حضرت جیوں نے ہی اس ٹوٹ مار کا کوئی نوٹس نہیں لیا تو پھر یقین کر لیجئے کہ نظام الدین اولیاء کے ارد گرد جو بندگی بکھری ہوئی نظر آتی ہے وہ سیاست ہے قریب ہے ڈھونڈنے سے حق اور حقیقت سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ کوئی واسطہ نہیں۔

یہاں واقعی ہم سے تلخ کلامی کا گناہ سرزد ہو گیا اس انداز میں بات کرنا ہم جیسے بے علم انسان کو زیبا نہیں دیتا لاکھ ہم کسی جماعت کی ناگہی پر دایا کر رہے ہوں لیکن میں تلخ کلامی اور کسی جماعت کے بزرگوں کے بارے میں تو زین امیر الفاظ کہنے کا کوئی حق نہیں۔ ہم اس سلسلہ میں صرف مکتوب نگاری سے نہیں ان تمام حضرات سے معافی کے طلب گار ہیں جنہیں نظام الدین کے بزرگوں سے عقیدت ہے۔ لیکن ہم اسی کے ساتھ ساتھ یہ بھی عرض کریں گے کہ اس عبارت میں ہماری تلخ کلامی تو مسلم لیکن غلط بیانی اس میں بھی موجود نہیں ہے۔ مثلاً اسی بات کو بائیں الفاظ کہا جاتا تو اس میں غلط بیانی نہ ہوتی۔

آپ نظام الدین سے رابطہ قائم کریں یقین ہے کہ وہ حضرات کتابیں غصہ کر لیں والوں کی گوشمالی کریں گے اور کسی بھی عداوت

غیبت کچھ کہ مکتوب نگار نے ان خیالات کو غلط بیانی کی تعبیر نہیں کیا۔ حالانکہ تبلیغی جماعت کے بعض حساس لوگ تو ان خیالات کی وجہ سے بھی ہم سے خفا ہیں، اور اس بارے میں بھی میں کئی تنقید نامے مل چکے ہیں۔ آگے بڑھ کر مکتوب نگار نے ہمارا مندرجہ ذیل جملہ نقل کیا ہے۔

ان نونہالوں کا کوئی تصور نہیں انہیں تو بڑے ہی یہ تعلیم دیتے ہیں کہ اپنے سوا کسی کو خدا ترس سمجھو نہ دیندار بلکہ یہ سمجھو کہ تم ہی حق پرست ہو تم ہی دانش مند ہو اور تم ہی جنت کے مستحق۔ (مئی و جون ۱۹۸۸ء)

یہ عبارت نقل کرنے کے بعد انہوں نے فرمایا ہے کہ آپ نے یہاں پر غلط بیانی سے کام لیا ہے اور تبلیغی جماعت کے بزرگوں پر الزام تراشی کر کے سنجیدگی کے دامن کو چھوڑ دیا۔ غالباً مکتوب نگار کو غلط فہمی لفظ تعلیم سے ہوئی۔ وہ تعلیم سے ٹھیک تعلیم مراد لے بیٹھے۔ جو طالب علم کو اپنے سامنے بیٹھا کر دی جاتی ہے۔ حالانکہ تعلیم سے ہماری مراد یہ تھی کہ ان کے بڑوں کا طرز فکر اور طرز عمل کچھ اس طرح کا ہے جو خواہی بخوابی یہ تاثرات پیدا کرتا ہے کہ ماسوا ہمارے کوئی حق پرست اور حق نگر نہیں۔ اور جب واحد حق پرست ہم ہوئے تو لامحالہ ہمشیت کے واحد حقدار بھی ہم ہوئے۔

کسی گھر کے بڑے اگر ہر وقت برسرِ پیکار رہتے ہوں تو ان کے بارے میں یہ کہنا حق بجانب ہو گا کہ یہ لوگ اپنے چھوٹوں کو نفرت و خصومت اور تکرار و جھڑپ کی تعلیم دیتے ہیں۔ انسان کا طرز عمل ایک طرح کا درس ہی ہے کہ ہر وقت دیکھنے والے جس کا اثر قبول کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ ہم نے تبلیغی جماعت کے کئی بڑے حضرات کو اس انداز میں کرتے ہوئے دیکھا جیسے وہ اس گھمنڈ میں مبتلا ہوں کہ بس ہمارا تو بیڑا پار ہو رہی گیا۔ ایسے حضرات کے ماتحت لوگ اگر تبلیغ کے دوران جھلا کر اپنا ساتھ نہ دینے والوں کو کوسنے اور بددعا میں دے ڈالیں تو ہمارے نزدیک تو ان کا کوئی قصور

کے ساتھ زیادتی کرنے پر روک لگائیں گے اور جماعت اسلامی کے افراد کا جو بھی نقصان ہوا ہے اس کی تلافی کریں گے اور انہوں نے بھی اس سلسلہ میں کچھ توجہ نہ دی تو یہ اس بزرگی اور عظمت کے شایان شان نہ ہوگا جس سے وہ بہرہ ور سمجھے جاتے ہیں۔

اب تک کی اطلاع کے مطابق نظام الدین اولیاء کے بزرگوں نے اس نقصان کی کوئی تلافی نہیں کی۔ اور نہ ہی کسی اخبار و رسالہ کے ذریعہ اس ہونے والی حرکت پر شرمندگی کا اظہار کیا۔ فلہذا ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ نظام الدین اولیاء کے بزرگوں نے اپنی جماعت کے افراد کی ایک ایسی حرکت کو گوارہ کر لیا ہے جو دین و دنیا کے قانون کی رو سے مستوجب سزا تھی۔

مکتوب نگار فرماتے ہیں۔

میں خود گودھرا گیا تھا خدا شاہد ہے کہ کوئی جھلسہ کسی بھی ذمہ دار نے ایسا نہیں کہا تھا کہ جس سے ذرا بھی اس بات کی بو آتی ہو کہ بس تم ہی سب کچھ ہو۔ بلکہ تقریروں میں یہاں تک کہا گیا کہ عاجزی و انکساری کو اپنا واکرام مسلم کو ضروری سمجھو اور جب لوگ تمہارے دعوت پر لبیک نہ کہیں تو اپنا ہی قصور خیال کرو اور اسے اپنے غلوں کی کمی سمجھو۔

واقعی کتنی عمدہ اور سچی باتیں کہی ہیں مولانا پالنپوری صاحب نے۔ لیکن ہمیں یہ بتایا جائے کہ ان ہدایات پر عمل کیوں نہیں ہوتا۔ اور جو لوگ ان ہدایات کے خلاف عمل پیرا ہوتے ہیں کیا وہ اپنے عمل سے اپنے بزرگوں کے اقوال کی دمج باہ نہیں بکھیر دیتے۔ افسوس ہے کہ ان مسلمانوں پر کہ جنہیں ایک جیسے میں اکرام مسلم اور عاجزی و انکساری کی تاکید کی جائے اور وہ اسی جیسے میں عاجزی

و انکساری تو برطرف، اخلاقی عامہ اور احتساب آخرت سے بے نیاز ہو کر مسلمانوں کی املاک لوٹ لیں۔ اور ذرا نہ شرمائیں۔ نہ پھر بھی اس سے تائب ہوں، آخر یہ کیسے لوگ ہیں؟ یہ ان حضرات کی بات بھی نہیں مانتے کتنی تقاریر سننے کیلئے یہ دوز دراز سے آتے ہیں۔ گھر بار چھوڑ کر آتے ہیں۔

اپنی ذمہ داریوں کو نظر انداز کر کے آتے ہیں۔ اس کے بعد مکتوب نگار نے تحریر فرمایا ہے کہ۔

حضرت مولانا عمر پالن پوری کو روانہ کرتے وقت کچھ ایسی نصیحتیں کیں کہ مجھے بھی جماعت کے بعض نادان لوگوں سے سنی ہوئی باتوں کو جو تشویش تھی وہ رفع ہو گئی۔

گویا کہ مکتوب نگار نے یہ تسلیم کر لی یا کہ تبلیغی جماعت میں کچھ ایسے نادان لوگ ضرور موجود ہیں کہ جن کی باتوں سے تشویش پیدا ہو ہی جاتی ہے۔ اور پھر یہ تشویش اس وقت تک رفع بھی نہیں ہوتی جب تک تبلیغی جماعت کے کسی ذمہ دار کی تقریر نہ سن لی جائے۔ اب دنیا کے انصاف پرست لوگ ہیں یہ بتائیں کہ جب مکتوب نگار بعض نادان مبلغین کی ہفوات سن کر تشویش میں مبتلا ہو جائیں تو وہ قصور دار نہیں ہوتے۔ لیکن جب مدیر تخلی اور اس ہی جیسے کچھ لوگ کچھ نادانوں کی نادانیاں دیکھ کر تشویش میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور رفع تشویش سے قبل اگر کچھ لکھ مارتے ہیں تو وہ قصور دار کس دفع کے تحت مان لئے جاتے ہیں؟ کیا تشویش میں مبتلا ہونے والے لوگوں کو دو پیمانوں سے ناپا جاتا ہے؟

پھر حیرتناک بات یہ ہے کہ جہاں تشویش پیدا ہوئی چاہے تھی وہاں ان کی تشویش رفع ہو گئی۔ انہوں کا توں کو مساکہ اگر کوئی تمہاری ترغیب پر جلد نہ دے تو اسے اپنا ہی قصور سمجھو اور مسلمانوں کے احترام کو ضروری سمجھو اور عاجزی و انکساری کا دامن نہ چھوڑو۔ اور مکتوب نگار اپنی آنکھوں سے ان ہدایات کی خلاف ورزیاں بھی دیکھ چکے ہیں۔ کہ چلوں کی تشکیل کرتے وقت کیا کیا کارنامے رونما ہوتے ہیں۔ اور ساتھ نہ دینے والوں کے ساتھ کس انداز کا

برتاؤ کیا جاتا ہے۔ تو مکتوب نگار ہی ہمیں بتائیں کہ ہدایات سے کھلم کھلا انحراف پر تشویش پیدا ہوتی چاہیے یا رفع؟ یہ بات تو تشویشناک ہوتی کہ تبلیغی جماعت کے عوام تبلیغی جماعت کے خواص کی بات نہیں مانتے۔ اور دوران کارگذاری میں اپنی من مانی کرتے ہیں۔

مکتوب نگار نے ایک جگہ جذباتی ہو کر یہ بھی فرمایا ہے۔

غالباً امیرالحسنی صاحب نے جل کر آپ کو خط لکھا ہے۔ انہوں نے اتنا بڑا مجمع بھی نہ دیکھا ہوگا۔ اور اتنا بڑا مجمع نہ کبھی جماعت اسلامی نے اکٹھا کیا اور نہ جمعۃ العلماء نے نہ مسلم لیگ نے اور نہ کسی بھی مسلم جماعت

نے۔

اگر بالفرض امیرالحسنی صاحب نے کثرت افراد سے جل کر ہمیں خط لکھا تھا تو پھر ان کی نادانی مسلم۔ اس لئے کہ جماعت اسلامی جیسی ٹھوس جماعت سے وابستہ ہونے کے بعد بھی اگر وہ کسی جماعت کے پلیٹ فارم پر لگی ہوئی کھینچ سے متاثر ہو بیٹھے تو واقعی ان کی بھول ہے لیکن امیرالحسنی صاحب کی نیت پر گفتگو کرنے سے بہتر تم یہ سمجھتے ہیں کہ مکتوب نگار کے لاشعور نے افراد کی کثرت پر جو عیش عیش کی ہے اسے چھینٹ دیں اور یہ بتائیں کہ کسی جلسہ میں افراد کی کثرت دنیاوی لحاظ سے خواہ جلسہ کی کامیابی پر معمول کر لی جائے لیکن اخروی اعتبار سے اسے کامیابی کی دلیل نہیں بنایا جاسکتا۔ جو جماعت صرف حصول ثواب اور خوشنودی رب کی خاطر جدوجہد کر رہی ہو وہ اگر اپنے ارد گرد کے جمع غفیر کو یہ سمجھ لے کہ ہم سب سے زیادہ کامیاب ہیں کیونکہ سب سے زیادہ افراد ہمارے پلیٹ فارم پر جمع ہو گئے ہیں تو یہ اس کا بہت بڑی سہو ہوگا۔ افراد کی کثرت ہی کو اگر معیار بنالیا جائے تو پھر قبوری شریعت کے حاملین سب سے زیادہ برحق ہیں اس لئے کہ ہندوستان میں ان ہی کی برادری کثیر ہے۔ ہم قلت کو بھی معیار نہیں کہہ سکتے ورنہ پھر قادیانی جیسے گمراہ حضرات فرمائیں گے کہ ہم ہیں سب

سے زیادہ ہم لہذا ہم ہی ہمارے سب سے زیادہ برحق۔ حقیقت یہ ہے کہ نہ قلت کو حق کا معیار کہا جاسکتا نہ کثرت کو بلکہ معیار حق تو قرآن و حدیث ہی ہیں۔ جس جماعت کے نظریات قرآن و حدیث کی کسوٹی پر پورے نہ اتر سکیں وہ بہر حال ناکام ہے خواہ وہ ساری دنیا کو اپنے پلیٹ فارم پر کھینچ لے۔ اور جس جماعت کے نظریات اور طور طریقے قرآن و حدیث سے ہم آہنگ ہیں وہ بہر حال کامیاب ہے خواہ وہ اپنے اجلاس میں درجن بھر افراد جمع کرنے پر بھی کامیاب نہیں ہو سکی ہو۔ گذارش کرنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ تبلیغی جماعت حق پر نہیں۔ بلکہ کہنے کا منشا یہ ہے کہ تبلیغی جماعت کی حقانیت کا اصل وجہ یہ نہیں ہے کہ اس کے اجلاس میں سب سے زیادہ افراد جمع ہو جاتے ہیں بلکہ اس کی حقانیت کی اصل وجہ یہ ہے کہ اس کے عقائد قرآن و حدیث کے قرین ہیں۔ جب معیار حق اور معیار کامیابی افراد کی قلت و کثرت نہیں بلکہ قرآن و حدیث عظمیٰ ہے کسی شخص کا یہ کہنا کہ ہماری جماعت جتنے افراد جمع کر سکتی ہے دوسری جماعتیں نہیں کر سکتیں کوئی معنی نہیں رکھتا۔ بالفرض اگر بقیہ مسلم جماعتیں یہ دعویٰ کر بیٹھیں کہ تبلیغی جماعت کے اجلاس میں جو حضرات شرکت فرماتے ہیں ان کی حیثیت تو ریزگاری کی ہے تو دینی ہوتی ہے لیکن حقیقتاً و زنتاً نہیں ہوتی۔ تو مکتوب نگار اس کا کیا جواب دیں گے؟ یہ تو ظاہر کی بات ہے کہ ایک ہزار کا ایک رٹ ایک لاکھ پیسوں پر بھاری ہوتا ہے۔ حالانکہ وہ جیب کے ایک گوشہ میں پڑا رہتا ہے۔ اور ایک لاکھ پیسوں کو اگر آپ سیٹھ بولگائیں تو تین گنا چہترہ تیار ہو جاتے۔

مکتوب نگار فرماتے ہیں۔

تبلیغی جماعت کا نہ اپنا کوئی پرچہ ہے نہ اشتہاری چرچہ ہے نہ یہ چندے کی قائل ہو اس کے باوجود دنیا بھر کے لوگ کہنے چلے آتے ہیں۔ صرف دینی نسبت پر۔

یہاں مکتوب نگار یہ بتانا چاہ رہے ہیں کہ تبلیغی جماعت

جماعت اسلامی کا اسٹال لگانے کی اجازت  
 نہیں دی اور کتابیں فری تقسیم کرنے کی  
 بھی اجازت نہیں دی گئی۔ تو آخر جماعت  
 اسلامی والوں کو ضرورت ہی کیا تھی اسٹال  
 لگانے کی جبکہ انھیں منع کر دیا گیا تھا۔

قابل افسوس بات یہ ہے مکتوب نگار نے تبلیغی  
 جماعت کی محبت میں عدل اور انصاف کو کلیۃً نظر انداز  
 کر دیا ہے بجائے اس کے کہ وہ تبلیغی جماعت کے ان افراد  
 کو متنبہ کرتے جنھوں نے جماعت اسلامی والوں کے ساتھ  
 غیر شریفانہ اور غیر مسلمانہ برتاؤ کیا وہ آٹا جماعت اسلامی  
 ہی کو قصور وار ٹھہرا رہے ہیں۔ سوچنے کی بات ہے کہ اگر  
 تبلیغی جماعت کے کچھ مخلص لوگ زید کے محلہ کی مسجد میں  
 تبلیغ کی غرض سے آئیں اور زید انھیں تبلیغ کی اجازت  
 نہ دے وہ پھر بھی نہ مانیں تو زید ان کا سامان ضبط کر لے  
 اور انھیں وہاں سے بھگادے۔ اس کے بعد تبلیغی جماعت  
 والے بکر کی عدالت میں فریاد رکھیں گے کہ مقدمہ دائر کر لیں  
 تو کیا بکر کا یہ فیصلہ کر دینا درست ہو گا کہ قصور وار زید نہیں  
 بلکہ خود تبلیغی جماعت ہے۔ جب اسے تبلیغ سے روک دیا گیا  
 تھا تو اس نے تبلیغ کی جرأت کی کیوں؟ اگر بکر کا کیا ہوا  
 فیصلہ مبنی پر انصاف نہیں کہہا سکتا تو پھر مکتوب نگار کے  
 رائے کو کس طرح مبنی انصاف سمجھ لیں؟ مکتوب نگار  
 نے فرمایا ہے کہ جماعت اسلامی والوں کو اسٹال لگانے کی  
 کیا ضرورت تھی جب انہیں منع کر دیا گیا تھا۔ ہم یہ کہتے  
 ہیں کہ تبلیغی جماعت والوں کو منع کرنے کی کیا ضرورت تھی  
 کیا گودھرا کی ساری زمین ان کے نام لکھ دی گئی تھی۔ اللہ  
 کی بنائی ہوئی زمین پر جتنا حق انہیں حاصل تھا اتنا ہی حق  
 جماعت اسلامی والوں کو بھی حاصل تھا۔ تبلیغی جماعت  
 والے دین کے واحد اجارہ دار تو ہیں کہ ان کے سوا کسی کو  
 اپنے انداز پر کام کرنے کی اجازت ہی نہ دیکھتے۔ اور جو ان  
 کی اجازت کے بغیر کچھ کرے تو اس پر جیل کوڑوں کی طرح  
 ٹوٹ پڑو۔ اودان کا سامان تک ہتھیالو۔ لا حول ولا قوۃ۔

اپنے اجتماعات کا پروپیگنڈہ تک نہیں کرتی اس کے باوجود لوگ  
 جوق در جوق چلے آتے ہیں۔ سوال تو یہ پیدا ہوتا ہے کہ تبلیغی  
 جماعت کو ہر جوں اور ہر چوں کی ضرورت ہی کیا ہے۔ جس  
 جماعت کی جماعتیں ہر وقت گردش میں رہتی ہوں اور جس  
 جماعت کو سینہ بہ سینہ اور واسطہ در واسطہ خبریں پہنچانے  
 کی سہولتیں حاصل ہوں اسے کیا ضرورت ہے کسی اخبار  
 وغیرہ کے سہارا لینے کی۔ رہی دینی نسبت پر جمع ہونے والی  
 بات تو وہ بڑی حد تک درست ہے۔ لیکن کاش یہ دیکھنے میں  
 آتا کہ جس دین کے لئے لوگ اپنا گھر بار اور راحت و آرام  
 چھوڑ کر ایک جگہ جمع ہو جاتے ہیں اس دین کی خاطر وہ ان  
 مسلمانوں سے محبت کا معاملہ کرتے جو ان کی جماعت سے  
 متعلق نہ ہونے کے باوجود لے ہیں اسی دین کے خدام۔  
 دینی نسبت پر صرف وہ کام کرنا جسے اپنا نفس مرغوب سمجھے  
 حق پرستی کی اعلیٰ انہیں ادنیٰ قسم ہے۔ خدا ترسی اور تقویٰ کی  
 معراج تو یہ ہے کہ آدمی اپنے مخالفین کی عزت اپنے موافقین  
 سے زیادہ کرے۔ اور انہیں یہ تاثر دے کہ ہمارے نظریات و  
 احساسات ایک دوسرے سے مختلف اور متفرق ہی لیکن  
 ہیں ہم ایک ہی ڈھانچے کے دمنٹ دیا۔ اور ایک ہی درخت  
 کی شاخیں۔ یہ شکایت ہمیں صرف تبلیغی جماعت ہی سے نہیں  
 تقریباً سبھی مسلم جماعتوں سے ہے کہ وہ خیر خواہ امت کی  
 دعویدار ہونے کے باوجود صرف ان لوگوں کو اپنے التفات کا  
 مستحق سمجھتی ہیں جو ان کے ہم نوا اور ہم رنگ ہوں۔ کاش  
 ایسا ہوتا کہ مسلمانوں کی ایک جماعت نظریات و فروعیات  
 کے اختلاف کے باوجود دوسری جماعت کے حق میں تنگی  
 تلوار کی بجائے شام گل ثابت ہوئی۔ اور ہم فخر کے ساتھ  
 یہ کہہ سکتے کہ مسلمان دینی نسبت پر کام کرتے ہوئے  
 موافقین ہی کو نہیں مخالفین کو بھی سینہ سے لگانے کا جہز  
 رکھتا ہے۔

مکتوب نگار نے خط کے اخیر میں جو کچھ فرمایا ہے اسے  
 پڑھ کر ہمیں بڑی حیرت ہوئی۔ وہ فرماتے ہیں کہ  
 بات صرف اتنی ہی تو تھی کہ انہوں نے



مکتوبات نگار نے اس کے بعد یہ بھی لکھا ہے کہ ان کی جامعیت اسلامی اپنے اجلاس کے دورانیہ تبلیغی جماعت کو تشکیل کی اجازت دے گی۔ ہر جماعت کا اپنا طریقہ کار ہے۔

یہ کہنا تو اس وقت درست ہوتا جب جماعت اسلامی کا کوئی فرد اس سب پر جا کر مانگ چھین کر تقریر شروع کر دیتا۔ یا جماعت اسلامی کے نظریات بیان کرنے لگتا۔ تو پھر بیشک یہ کہنا صحیح ہوتا کہ اسے مسٹر تمہارے جلسوں میں جا کر تم پر مسلط نہیں ہوتے تم کیوں اپنے نظریات ہمارے کانوں میں ٹھوسی رہے ہو۔ لیکن یہاں تو بات ہی دگرگوں تھی وہ تو پہلے چارے اپنی کتابیں سمجھنے کے ارادے سے آئے تھے، ان پر اچھے تاثرات چھوڑنے کی بجائے تبلیغی جماعت کے بعض افراد نے کچھ ایسا ردیہ اختیار کیا کہ اختلاف کی صلح اور وسیع ہو کر رہ گئی۔ اور یہ ثابت ہو گیا کہ دہلی کے نام پر کام کرنے والے لوگ بھی صرف ان حضرات کو گوارہ کر سکتے ہیں جو ان کے نظریات کے حامی ہوں۔ اور جو لوگ ان کے نظریات کے حامی نہیں وہ دین پرکتے ہی فریفتہ کیوں نہ ہوں لیکن دینی نسبت پر بھاگ دوڑ کرنے والوں کے نزدیک ان کی کوئی وقعت نہیں ہوگی بلکہ کاروائی بات کے سلسلہ میں عرض یہ ہے کہ اسلام طریقہ کار کو وہ اہمیت تو نہیں دیتا جو اہمیت اس کے نزدیک مقاصد کی ہوتی ہے لیکن طریقہ کار اور مقاصد اصلہ میں وہ ہم رنگی اور یک جہتی کو ضروری سمجھتا ہے اچھے مقصد کے لئے وہ اچھے ذرائع اور اچھے وسائل کو پسند کرتا ہے۔ اس کے نزدیک یہ ادا نامہ یوم اور ناپسندیدہ اور ناقابلِ اجر ہے کہ آدمی منزل پر تک پہنچنے کے لئے غلط راہیں اور ناروا طور طریقہ اختیار کرے۔ یہی تائی اور بیواؤں اور مفلوک الحال انسانوں کی مدد اور شیر خواہی کا عدد رہے تاکید کی گئی ہے اور جو لوگ انسانوں کے ہمدرد وہی خواہ ہوں انھیں بڑے بڑے اجر و انعام کے بشارتیں دی گئی ہیں لیکن انسانوں کی نصرت و مدد کی خاطر غلط ذرائع اختیار کرنے اور ناجائز کاروبار کی

دامغ بیل ڈال لینے کو قطعی طور پر حرام قرار دے دیا گیا ہے۔ اسلام کے نزدیک یہ طریقہ قابلِ قبول اور لائقِ مکافات نہیں ہو سکتا کہ بیواؤں اور مجبور و بے کس انسانوں کی امداد کی غرض سے شراب کی بھی کھول لی جائے یا سنیہا ہال قائم کر لیا جائے۔ شراب کی بھی سنیہا ہال کا قیام اگرچہ انسانی ہمدردی کے لئے تھا اور انسانی ہمدردی کا جذبہ دین کی نسبت ہی کی وجہ سے پیدا ہوا تھا لیکن اسلام نے اسے مذموم اور ناقابلِ اجر قرار دیا۔ بلکہ ایسا کرنے والوں کو خاٹی اور گناہگار سمجھا کیونکہ ان کا رو باروں سے خدا کے ان گنت بندے غلط راہوں پر پڑ جائے ہیں۔ اندازہ یہ ہوا کہ جائز مقصد کے لئے طریقہ کار کا جائز ہونا بھی ضروری ہے۔ کسی بھی جماعت یا فرد کو بلا حادہ حاصل نہیں ہے کہ اشاعتِ اسلام کی خاطر کوئی ایسا طریقہ کار بنائے جو دوسروں کے لئے باعثِ اذیت اور مستوجبِ نقصان ہو۔ مثلاً تبلیغی جماعت اسی کو اپنا طریقہ کار بنائے کہ ہمارے اجتماع گاہ میں کوئی دوسری جماعت اپنا اسٹال لگائے تو اسے لوٹ لیا جائے تو اس طریقہ کار کو اچھی لنگا ہوں سے کیسے دیکھا جاسکتا ہے۔ تبلیغی جماعت کا معروف طریقہ کار یہ ہے کہ وہ اپنے سامعین کو چٹوں پر لگاتی ہے اور مختلف طریقوں سے چٹوں کی اہمیت کو واضح کر کے انھیں گھر بار چھوڑ دینے کی ترغیب دیتی ہے۔ اس میں کوئی مضائقہ نہیں اس لئے کہ چٹے دینا سنت و مستحب نہ ہوتے تھے یہی ناجائز بالکل نہیں۔ بلکہ عام طور پر مفید ہی ثابت ہوتا ہے لیکن تشکیل کے وقت جماعت والوں کی زور زبردستی اور اکراہ و استکراہ اور یہ فرمانا کہ جو وقت نہ دے گا وہ ہدایت سے ہٹ جائے گا وغیرہ غلط طرزِ عمل ہے۔ جو اس اجرو ثواب کو بھی غارت کر دیتا ہو گا جو جلد کشی اور تبلیغ دین کی وجہ سے واجب ہوتا ہے۔ بعض نادان فہم کے مبلغ جو شِ اسلام میں پوشِ اسلام کو نظر انداز کر دیتے ہیں اور یہ بھول جاتے ہیں کہ جس ذات نے ہم پر ابلاغ و تبلیغ کی ذمہ داریاں ڈالی ہیں وہ اپنے گناہگار



جماعت کا اپنا اپنا طریقہ کار ہے آخر اسلام پرستی کے کس  
 یہ حق دے دیا جائے کہ وہ اپنے بنائے ہوئے طریقہ پر عمل  
 کرنے کے لئے آزاد ہے کوئی اس سے باز پرس اور چٹیں  
 چٹاں کرنے والا نہیں تو پھر بریلوی حضرات ہی کا کیا قصور  
 ہے؟ پھر تو انہیں بھی طریقہ کار پر عمل کرنے کے لئے کھلی  
 چھٹی دے دی جاوے۔ اگر بریلوی حضرات تشدد اور  
 ظلم کی وجہ سے راہِ حق سے بھٹک جائیں تو پھر کوئی اور  
 جماعت تشدد اور ظلم کی راہیں اختیار کر کے قابلِ اجر  
 و انعام کی مستحق کیسے ہو سکتی ہے۔

مکتوب نگار نے خط کے اختتام پر یہ بھی تحریر فرمایا ہے۔  
 کیا آپ کی دیانت داری کا تقاضہ یہی ہے کہ  
 آپ چند آدمیوں کی زیادتی کو بڑوں کے سر  
 مٹا دیں اور پوری جماعت کو موردِ الزام  
 ٹھہرائیں اور تبلیغی جماعت کی خدمات کو  
 یکسر بے کار اور جماعت کو ننگی باور کرانے  
 لگیں۔

اللہ ہی جانتے کہ مکتوب نگار کے قلم سے یہ عبارت کن  
 وجوہات کی بناء پر نکل گئی ہے۔ ہم نے تو اپنے جواب کو بار  
 بار پڑھا نہیں تو تلاشِ بسیار کے باوجود اپنی تحریر میں ایسا  
 کوئی جملہ ہاتھ نہیں لگا جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ تبلیغی جماعت  
 جو خدمات کر رہی ہے وہ یکسر بے کار ہے۔ اس کی خدمتوں  
 کو ہم نے بار بار سراہا ہے اور بار بار ہم نے کھلے لفظوں میں  
 یہ لکھا ہے کہ تبلیغی جماعت ایک مخلص جماعت ہے اور  
 وہ جو جدوجہد کر رہی ہے وہ قابلِ قدر بھی ہے قابلِ تحسین  
 بھی قابلِ اجر بھی ہے۔ مکتوب نگار نے یہ بھی غلطی نہ لکھا  
 ہے کہ ہم ساری ہی تبلیغی جماعت کو ننگی اور بے کار سمجھتے ہیں۔  
 ہم بار بار یہ وضاحت کر چکے ہیں کہ تبلیغی جماعت میں بیشتر  
 افراد انتہائی مخلص، دیانت دار، اور ذی فہم ہونے کیساتھ  
 مخلوقات سے گہری ہمدردی رکھتے ہیں اور ان کے درد کو اپنے  
 دل کی گہرائی میں دھڑکن ہوا محسوس کرتے ہیں۔ ہم نے

اور نافرمان بندوں کے حق میں بھی انتہاء سے زیادہ نرم  
 اور مہربان واقع ہوا ہے۔ اس لئے از خود یہ فرمایا ہے کہ  
 لا اکراہ فی الدین۔ دین میں کسی قسم کی کوئی تسخیر نہیں  
 ہے۔ گمراہی اور ہدایت کی حقیقتیں ایک دوسرے سے ممتاز  
 کر دی گئی ہیں۔ نور و ظلمت کے مابین واضح لکیریں کھینچ  
 چکی ہیں اس کے بعد اب ضرورت باقی نہیں رہ جاتی اس بات  
 کی کہ لوگوں کو پکڑ دھکڑ کر اور کھینچ تان کر حق کی راہوں میں  
 ڈال دیا جائے۔ حق اور باطل صاف صاف ایک دوسرے  
 سے ممتاز ہو چکے ہیں اب جس کا دل چاہے وہ حق کے راستہ کو  
 اختیار کر لے اور جس کا دل چاہے وہ باطل کی سڑی ہوئی دلدل  
 میں ہاتھ پیر مارتا رہے۔

پھر یہ بھی تو ایک واضح حقیقت ہے کہ تبلیغی جماعت  
 غیر مسلمین میں نہیں بلکہ مسلمانوں کے اندر تبلیغی جدوجہد کرتی  
 ہے یعنی اُن لوگوں میں دین کی خدمت کا کام انجام دے رہی  
 ہے جو ایمان و ہدایت کا دولت سے نصیبور ہیں۔ اور اُن  
 میں کہ بعض مسلمان بد اعمال اور بد کردار بھی لیکن بعض  
 ایسے بھی ہیں کہ جن کی پاکیزگی نقاست اور تقدس و طہارت  
 کی قسمیں تک کھائی جاسکتی ہیں۔ ان سب مسلمانوں کو محض  
 اس لئے حقارت کی نظروں سے دیکھنا یا محض اس لئے کمتر  
 سمجھنا کہ انھوں نے چلہ کشی کی خود ساختہ سنت، ادا نہ کی  
 تجاہل نہیں تو بوجہی ضرور ہے۔ ورنہ پھر سو نمبر کی سادہ لوحی  
 ہے۔ ہم بار بار تجلی میں اس بات کی وضاحت کر چکے  
 ہیں کہ چلہ کشی کا مروجہ طریقہ سنت و استحباب سے تو کوئی  
 تعلق نہیں رکھتا البتہ یہ یہ مباح اور اسے اختیار کرنے  
 میں قطعاً کوئی مضائقہ نہیں بشرطیکہ اسے ضروری اور نا  
 گزیر سمجھ کر نہ اختیار کیا جائے۔ اس لئے کہ دین میں کسی بھی  
 نئے طریقہ کو ضروری سمجھ لینا متفقہ طور پر مجملہ بدعت ہے۔  
 اتنی جھک کرنے کے بعد ہمیں کہنا یہ تھا کہ ہر جماعت کو اپنے  
 طریقہ کار پر عمل کرتے ہوئے کم از کم یہ تو سوچ لینا چاہیے  
 کہ ہم خدا اور رسولؐ کے کہنے ہوئے حصار سے باہر تو نہیں  
 چلے گئے۔ صرف ادا تے بے نیازی کے ساتھ یہ کہہ دیتا کہ ہر

نہیں کی۔ جس سے اس بات کا اندازہ ہوا کہ مکتوب نگار کے نزدیک ان واقعات کی صداقت امر محال نہیں۔ ان واقعات کو بھی مقدار میں بچ مان لینے کے بعد بعض تبلیغی جماعت والوں کی کم علمی اور بے شعوری پر ایک سطر بھی نہ لکھنا حیرتناک حد تک قابل افسوس ہے۔ مکتوب نگار ہماری معروفات ملاحظہ فرمائے کے بعد سو فی صد یہ یقین کر بیٹھیں گے کہ ہم جماعت اسلامی کے آدمی ہیں اسی لئے ہم اس کی حمایت پر کمر بستہ ہیں۔ حالانکہ ایسا سوچنا ہمارے حق میں ایک ظلم ہوگا۔ ہم نہ جماعت اسلامی کے رکن ہیں اور نہ اس سے کسی حد تک وابستہ۔ بس ہمارا جرم تو یہ ہے کہ ہم اسے گمراہ سمجھنے کی دانش مندی میں مبتلا نہیں۔ جماعت اسلامی کو ہم اس دور کی سب سے زیادہ مظلوم جماعت سمجھتے ہیں۔ یہ بے چاری وہ جماعت ہے جس سے اپنے بھی خفا ہیں اور بیگانے بھی ناخوش۔ تبلیغی جماعت سے بعض اپنے تو خفا ہیں لیکن الحمد للہ بیگانے ناراض نہیں۔ ایمر جنسی کے نحوس دور میں بھی تبلیغی جماعت کو اپنا مشن چلانے اور مژگشت کرنے کی کھلی اجازت ان بیگانوں کی طرف کھلی رہی جنہوں نے جماعت اسلامی کے تمام افراد کو جیلوں میں ٹھوس دیا تھا۔ اور آج بھی کوئی دشمن اسلام تبلیغی جماعت کو ترہمگی نظروں سے نہیں دیکھتا جبکہ جماعت اسلامی کو مسلمان بھی فہر آلود نظروں سے دیکھنا اپنے عقائد کے حق میں مفید سمجھتے ہیں اور غیر تو ہیں اس کی جان کے دشمن۔ ان حقائق کی بناء پر مکتوب نگار یہی کہیں ہر سلیم الطبع اور حسد انسان کو یہ بات تسلیم کرنی پڑے گی کہ فی زمانہ سب سے زیادہ مظلوم اور قابل رحم جماعت جماعت اسلامی ہے۔ پھر فرمائیے مظلوم کا ساتھ دینے میں زیادہ اجر ہے یا غیر مظلوم کی حمایت کرنے میں؟ مظلوم اور غیر مظلوم کی بحث کو بھی چھوڑیے اور معاملہ کو صرف گودھرا میں ہونے والے حادثہ تک محدود رکھیے اور الفاف سے بنائیے کہ کیا جماعت اسلامی والوں کے ساتھ زیادتی نہیں ہوئی کیا تبلیغی جماعت کے بعض افراد نے مساوات اسلامی کا خون کر کے برہنہ

جب، تنقید کی ہے صرف ان حضرات پر کی ہے جو علم سے نابلد ہونے کے ساتھ پرلے درجہ کے بے شعور بھی ہیں۔ جنہیں نہ اسلام کی تعلیم سے واقفیت ہے نہ اسلام کے مزاج سے۔ یہی لوگ فتنے پیدا کرتے ہیں یہی لوگ دوسری جماعتوں کے ساتھ نامناسب برتاؤ کے مرتکب ہوتے ہیں یہی لوگ پسندیدہ میں مبتلا ہوتے ہیں کہ امر یا معروف کے اصل اور قائل قبول ٹھیکدار ہم ہی ہیں ان ہی حضرات کے نادیدہ خواب اور لن ترانیاں معاشرے کے اندر فتنہ و فساد کے ایسے درخت اگاتی ہے کہ جن کی ہر شاخ پر افتراق و انتشار اور مناکرے مہا جتے باہم آنکھ چولی کھیلنے نظر آتے ہیں۔ ایسے ہی چند در چند حضرات کا نام اگر ”پوری تبلیغی جماعت“ ہے تو پھر تو ہم واقعی قصور وار ہیں کہ ہم نے سچ بول کر اتنے بہت سارے افراد کو ٹھیس کیوں پہونچائی۔ لیکن اگر تبلیغی جماعت کا جغرافیہ ان چند معدودے افراد کی ردحوں میں سمٹا ہوا نہیں ہے تو پھر مکتوب نگار کار لکھ دینا کہ ہم نے کل تبلیغی جماعت کی ہر خدمت کو بے کار قرار دے دیا ہے چر معنی دارد؟

رنج ہیں اس بات پر ہوا کہ مئی و جون ۱۹۷۸ء کے تجلی میں جو دو سوالنامے شائع ہوئے ہیں ان کے بارے میں موصوف مکتوب نگار دو دو لفظ کہنے کی بھی زحمت گوارہ نہیں کی۔ ان میں کا ایک سوالنامہ امیر الحسینی صاحب نے احمد آباد سے ارسال کیا تھا جس میں اس بات کی اطلاع دی گئی تھی کہ گودھرا کے اجتماع میں جماعت اسلامی والوں کے ساتھ یہ یہ درگھٹنا پیش آئی۔ اور یہ یہ ان کا حشر ہوا۔ دوسرا سوالنامہ سید آصف علی صاحب نے ہمارا شٹر سے روانہ کیا تھا اور اس میں انہوں نے ایک صاحب کا یہ واقعہ بیان کیا تھا کہ وہ گودھرا کے اجتماع میں اپنی والدہ کی علالت کی وجہ سے شرکت نہ کر سکے تو کسی تبلیغی فنکار نے ان سے یہ فرمایا تھا کہ اجتماع میں شرکت ضروری تھی خواہ تمہاری ماں مر بھی جاتی۔

مکتوب نگار نے ان دونوں واقعات کی تردید بھی

کے ساتھ ساتھ ہماری چند گزارشات یہ ہیں۔

(۱) جگہ کشی از روئے شرع نہ فرض ہے نہ سنت نہ مستحب۔ البتہ جگہ کشی بعض حالات میں مفید ضرورت ثابت ہوئی ہے لہذا جگہ کشی کی تلقین و ترغیب میں کوئی حرج نہیں۔ بس زور زبردستی سے احترام کیا جائے لوگ مان جائیں تو کیا کہنے۔ کسی مجبوری کی وجہ سے اگر عذر پیش کریں تو ہاتھ دھو کر ان کے پیچھے پڑنے کی ضرورت نہیں۔ تفصیل کے وقت اگر نام لکھوائے والے حضرات سے اس بات کی بھی تحقیق کر لی جائے کہ ان پر دین و دنیا کی ذمہ داری تو نہیں؟ ان کے گھر میں کوئی بیمار تو نہیں تو پھر یہ سببت رسول کے عین مطابق ہوگا۔

(۲) دوسری بات یہ ہے کہ جو لوگ تبلیغی جماعت کے طریقہ کار سے متفق نہیں ہیں انھیں حقارت سے دیکھنا یا ان کے بارے میں لمحہ بھر کے لئے بھی یہ سوچنا کہ راہ ہدایت پر گامزن نہیں۔ بہت بڑی جہالت ہے۔ ورنہ ایسی سادہ لوحی ہے کہ بروی قیامت جس پر اللہ میاں کو ہنسی آجائے تو معافی کا امکان ورنہ گرفت لازمی۔ جو لوگ تبلیغی جماعت کے طریقہ کار سے تو متفق ہوں لیکن دنیاوی جھیلوں کی وجہ سے جگہ کے لئے وقت نہ نکال سکیں انھیں بھی برا کہنا اور برا سمجھنا غلط ہے۔ اس بات کو پیش نظر رکھنا چاہیے کہ بعض مرتبہ یگی نہ کرنے والا فائدہ میں رہتا ہے اور نیکی کرنے والے کے ہاتھ کچھ بھی نہیں لگتا۔ اس سلسلہ میں ایک واقعہ اور ایک مقولہ سنئے۔ واقعہ تو شیخ سعدی سے متعلق ہے وہ شب بیدار آدمی تھے پھر ان کے ساتھ ان کے صاحب زادے بھی تہجد کے لئے اُٹھنے لگے ایک بار صاحب زادے نے اپنے ارد گرد خراٹے لینے والوں کے بارے میں فرمایا کہ ابا جان ہم اللہ کو راضی کرنے کے لئے مشقت اٹھا رہے ہیں اور ہمارے یہ اہل خانہ نیند اور غفلت میں غرق ہیں۔ شیخ سعدی صرف بزرگ نہیں تھے بلکہ

کا ثبوت فراہم نہیں کیا؟ یہی ظلم اگر جماعت والوں کے ساتھ ہوتا اور زیادتی اور ظلم کرنے والے جماعت اسلامی والے ہوتے تو ہم اس وقت بھی خاموش نہیں بیٹھ سکتے تھے بلکہ تبلیغی جماعت کے آنسو پونچھتے اور جماعت اسلامی والوں کو لٹا کر انہیں شرم دلانے کی کوشش کرتے اس لئے کہ ظلم ہر حال میں ظلم ہے خواہ اس کے کرنے والے جماعت تبلیغی سے منسلک ہوں یا جماعت اسلامی سے۔ خدا کرے محترم مکتوب نگار نے ہمیں خط لکھنے کے ساتھ نظام الدین اولیاء کے بزرگوں سے بھی رابطہ قائم کیا ہو اور انھیں اس بات کا احساس دلایا ہو کہ تعلیم و تربیت سے بے بہرہ لوگوں کی شمولیت نے تبلیغی جماعت کو ایک نازک موڑ پر پہنچا دیا ہے۔ اگر اس طرف توجہ مبذول نہ کی گئی اور تبلیغی جماعت کے بعض افراد نے تشدد، غلو اور خود پرستی جیسے مصائب کو طلاق مغلفہ نہ دی۔ اور اپنی جماعت کے ماسوا مسلمانوں کو نرچھی نظروں سے دیکھنا نہ چھوڑا۔ اور پھر سوئے اتفاق سے گودھرا میں ہونے والی زیادتی کے بہن بھائی اور چند اجتماعات کے بطن سے پیدا ہو گئے تو پھر اندیشہ اس بات کا ہے کہ دوسری جماعتوں کے نادان اور کم علم لوگ اینٹ کا جواب پتھر سے دینے کو اپنی روش نہ بنالیں۔ اگر خدا نخواستہ ہمارا یہ اندیشہ رنگ لے آیا تو شاپلین کے گھروں میں عید آجائے گی کہ چلو وہ تمام حضرات بھی اب ایک دوسرے کی ڈاڑھیاں نوچنے کی خدمت انجام دینے لگے ہیں جس کے بزرگوں نے رور و کر احترام مسلم اور ماسوا شرافت سے کٹ جانے کی ہدایت کی تھی۔ محترم مکتوب نگار اگر خدا کی گواہی کو معتبر مان لیں تو ہم خدا کو گواہ بنا کر یہ کہتے ہیں کہ تبلیغی جماعت سے ہمیں کوئی بغض ہے نہ عداوت۔ ہم تبلیغی جماعت کو اسلام کی بہترین خادمہ تصور کرتے ہیں۔ اس کے بہت سی اداہیں ہمیں محبوب ہیں۔ اس کے بہت کچھ اطوار سے ہمیں دلی لگاؤ ہے۔ اس کے حاملین کی اکثریت سے ہمیں عقیدت بھی اور انسیت بھی۔ وہ ہمارے بھائی

عالم دین بھی تھے۔ انہوں نے اپنے بیٹے کی بات سن کر اسے لٹاڑا اور فرمایا کہ وہ سونے والے تجھ سے بہتر ہیں تو مصلے پر بیٹھ کر ان کی غیبت کر رہا ہے اور اس غرہ میں مبتلا ہے کہ میں عبارت گذار ہوں۔ جبکہ وہ لوگ نہ غیبت کے مرتکب ہو رہے نہ اس تکبر کا شکار ہیں کہ ہم عابد و متواضع ہیں۔

مقولہ حضرت علیؑ کا ہے انہوں نے فرمایا تھا کہ نیکی نہ کر کے شرمسار رہنا بہتر ہے بہ نسبت اس کے کہ آدمی نیکی کرنے کے بعد اس غرور میں مبتلا ہو جائے کہ ہم پاکباز ہیں۔ اور دوسروں سے بہتر ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ بعض حضرات چلے دیکر اپنی آخرت سنوار لیتے ہیں۔ اور یہ بھی حقیقت ہی ہے کہ بعض لوگ تبلیغی جماعت میں چلے دیکر اپنی عمر ضائع کرنے کے سوا کچھ نہیں کر پاتے۔ وہ چلے دینے کے ساتھ ساتھ بعض حرکتیں اس طرح کی کر گزرتے ہیں کہ ثواب کے بجائے عذاب لازم ہو جاتا ہے۔ جبکہ بعض لوگ چلے نہ دیکر بھی چلتوں کا ثواب کما لیتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہوتے ہیں کہ جنہیں اپنی مصروفیت کی وجہ سے چلے کسی کا موقع نہیں ملتا۔ لیکن یہ خواہش مند ہونے کے ساتھ اپنی بے توفیقی اور عدیم الفصحتی کی وجہ سے نادم و شرمندہ رہتے ہیں۔ تبلیغی جماعت کے تمام افراد کا فرض ہے کہ وہ کسی بھی مسلمان کو اپنے سے حقیر نہ خیال کریں مگر یہ ہے کہ وہ کچھ نہ کر کے بھی عظیم المرتبت ہو اور ہم بہت کچھ کرنے کے بعد بھی خالی دامن ہی رہیں۔ تیسری بات یہ ہے کہ مسلمانوں میں سب سے زیادہ تبلیغی جماعت والوں کو شیطان سے ہوشیار رہنا چاہیئے۔ اس لئے کہ نیکیوں کا اسٹاک ظاہراً ان ہی کے پاس سب سے زیادہ ہے۔ اور قاعدہ یہ ہے کہ جہاں مال زیادہ ہو گا وہاں پر خطرہ ہے۔ ان کے امکانات بھی وہیں زیادہ ہوتے ہیں۔

زید اگر مفلس قنلاش ہے اور ایک بھونی ٹوڑی اس کے جیب میں نہیں تو وہ اپنے گھر کے دروازے بھی

نہ بند کرے تو کوئی خلاف عقل بات نہیں۔ کون بے وقوف شخص چوری کی نیت سے اس کے گھر آنے کی جھٹ گواہ کرے گا لیکن اگر وہ بکر اپنے گھر کی کیواڑ کھول کر اور بے پرواہ ہو کر سو جائے تو کھینچتی اور کڑوڑتی ہو تو اسے حماقت کبریٰ کے سوا اور کیا کہیں گے؟ مسلمانوں میں بے شمار نفوس ایسے بھی ہیں جن کے دامن ایمان میں ایک نیکی بھی نہیں۔ شیطان ایسے لوگوں کے لئے اپنا وقت خراب نہیں کرتا وہ تو خود ہی برباد ہیں لیکن ان حضرات کا شیطان سے غافل اور بے پرواہ ہو جانا جن کے دامن ایمان میں ڈھیروں نیکیاں موجود ہوں تعجب خیز ہے۔ پھر ہمارے مذہب نے تو ہمیں یہ بھی بتایا ہے کہ اگر ہم نے نیکیوں کا اسٹاک جمع کر کے کسی کے ساتھ زیادتی کی تو ہماری نیکیاں اسی کو مل جائیں گی جس کے مال کو ہم نے دنیا میں ہتھ لیا تھا۔ یا جس کو ہم نے کسی اور انداز سے پریشان کیا تھا۔ کتنے نادار ہیں وہ لوگ جو مشکل سے نیکیاں کماتے ہیں اور آسانی سے دوسروں کے حوالہ کر دیتے ہیں۔

چوتھی بات یہ ہے کہ دروغ گوئی اور غلط بیانی سے احتراز کیا جائے خواہ معاملہ روایات کا ہو یا عام واقعات کا۔

پانچویں بات یہ ہے کہ صرف اپنی کتابوں ہی کو لائق التفات نہ سمجھا جائے۔ نہ یہ عقیدہ بنالیا جائے کہ جو کتابیں ہمارے بزرگوں نے لکھی ہیں وہ تو ہیں حق اور مفید۔ باقی سب باطل اور مضر ہیں۔

اور آخری بات یہ ہے کہ دوسری جماعتوں کے اجتماعات میں خندہ پیشانی کے ساتھ شریک ہونا چاہئے۔ اور ان کی کتابیں بھی پڑھی جائیں اس لئے کہ وہ بھی اسلام کی اشاعت ہی کے لئے لکھی گئی ہیں۔ گو دھرمیں جماعت اسلامی کی کتابیں لوٹ کر تبلیغی جماعت کے لوگوں نے خود اپنے ہی ساتھ زیادتی کی تھی۔ انہوں نے یہ تاثر قائم کر دیا تھا کہ ان کے دلائل کمزور اور اضعاف ہیں

حضرت یہ شستر مرزا کی پالیسی درست نہیں ہے اگر وہ خود جواب دیے کی پوزیشن میں نہیں تھے تو کوئی جواب اور ہر مشکل کا حل ضرور ہی پیش کر دیتے ان کی کمزوری کا یہ مطلب، ہرگز نہیں ہے کہ قادیانی حضرات کا موقف غلط ہے، جماعت کے کوئی اور بزرگ قسلی بخش جوابات عنایت فرما سکتے تو اس خاک رکو آخر اتنا معقول کیوں سمجھ لیا کہ اتنی صاحب کے غالب ہو جانے کی صورت میں وہ بتا لیاں بجانے لگتا تو قادیانی مار گئے،

بہتر حال اب کوئی اور بزرگ تمام بوا کا مطالعہ کر کے یعنی سر میں میرے جواب اتنی صاحب کو مطالعہ کر کے مجھے پھر سے جواب عنایت فرمائیں۔ مشکور ہوں گا۔

بہت جلد اسلامی کے دلائل کے لئے ضروری کچھ ان لوگوں کی ہوا کسی کو نہ ملنے دو ورنہ جماعت اسلامی کا سکیم جائے گا اور ہمارے کتابوں کی قلعی کھل جائے گی جس دکاندار کے پاس مال اچھا اور خالص ہوتا ہے اسے اس کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی کہ دوسرے لوگ بھی کچھ جیتے پھر رہے ہیں لیکن جس دکاندار کے پاس مال گھٹیا اور بیکار ہوتا ہے اسے فکر لاحق ہو جاتی ہے اور وہ فطری طور پر یہ چاہتا ہے کہ اچھا مال رکھنے والی تمام دکانیں نذر آتش ہو جائیں یا ان تک لوگوں کی رسائی نہ ہو ورنہ اپنی دکانداری تو ہو جائے گی گھٹ۔ تبلیغی جماعت والوں کو اگر اپنے بزرگوں کے دیئے ہوئے دلائل پر بھروسہ ہے کہ وہ مضبوط ہیں تو پھر انھیں جماعت اسلامی کی کتابوں پر پابندی عائد نہیں کرنی چاہیے۔ ورنہ کھدار لوگ یہ یقین کرنے پر مجبور ہو جائیں گے کہ یہ لوگ مارکیٹ میں گھٹیا مال کی کچھت کے لئے خالص اور عمدہ مال کی مخالفت کر رہے ہیں۔ بایں تو ابھی اور بھی قابل بحث و نظر ہیں لیکن صفحات کافی سیاہ ہو چکے ہیں لہذا اب مکتوب نگار سے اجازت چاہیں گے۔ اس شرح و بسط کے باوجود بھی اگر مکتوب نگار کی غلط فہمی رفع نہ ہو سکی تو پھر مزید مغز زنی کرنے کی بجائے ہم غالب کا یہ شعر پڑھ کر صبر کر لیں گے۔

یارب نہ وہ کہے ہیں نہ سمجھیں کے میری بات  
دے اور دل ان کو جو نہ دے مجھ کو زبان او

شیشہ

ماہنامہ "مارگ دیپ" ہندی رامپور غیر مسلم برادری تک خدا کا آخری پیغام پہنچانے والا خالص تحریری و تبلیغی ماہنامہ جو ٹھوس اور تحقیقات اور ریسرچ کی بنیادوں پر اپنے انکشافات سے مسلم اور غیر مسلم دونوں حلقوں کو جو نکار رہا ہے کہ سناتن ہندو مت کی تعلیمات بھی وہی تھیں جس کی آخری شکل "سام" پانچ روپے سالانہ سے پچاس اور سو روپے یا حسب توافق سالانہ تعاون کر سکتے ہیں۔

ہندی ماہنامہ "مارگ دیپ"

روشنی پبلشنگ ہاؤس کے بی روڈ رامپور

خط و کتابت کرتے وقت خریدار حضرات خریداری نمبر ضرور ڈال دیا کریں۔

منیجر تجلی دیوبند



حسین (رحمہ اللہ) صدیقی

# مولانا اخلاق حسین قاسمی صاحب

## مضمون پر کی گئی تنقید کی تیسری قسط

الی عبد اللہ بن مسعودؓ سورہوں کے جزو قرآن ہونے  
خلاف ہذا تفسیر کو بتلاتی ہے۔ اور اس روایت  
(خازن جلد ۱۱) میں رد کیا گیا ہے اسکا جواب  
خلاف عبد اللہ بن مسعودؓ  
.....  
کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔

صاحب خازن نے یہ نہیں فرمایا کہ عبد اللہ بن  
مسعودؓ کی طرف جو کچھ منسوب کیا جاتا ہے وہ جھوٹ اور  
غلط ہے۔ بلکہ اس کی تصدیق کرتے ہوئے یہ فرماتے ہیں  
کہ معوذتین قرآن ہی کا حصہ ہیں اور فلاں روایت ان کے  
جزو قرآن ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ اگر ان کے نزدیک  
عبد اللہ بن مسعودؓ کی طرف منسوب کردہ روایت میں  
گھڑت اور بے بنیاد ہوتی تو مذکورہ بالا روایت نقل  
کرنے کی بجائے وہ کوئی ایسی روایت نقل کرتے جس سے  
یہ ثابت ہو سکتا کہ عبد اللہ بن مسعودؓ دونوں کو قرآن کا  
جز سمجھتے ہیں۔ یا پھر یہ فرماتے کہ ان کی طرف ایسی  
بات کا انتساب کرنا جارحانہ قسم کی الزام تراشی ہے۔  
لیکن انہوں نے نہ تو کوئی ایسی روایت نقل کی جس سے  
یہ ثابت ہو سکے کہ عبد اللہ بن مسعودؓ ان دونوں سورہوں  
کی قرآنیت کے قائل تھے۔ اور نہ ہی ان کی روایت کو

علامہ علاؤ الدین علی ابن محمدؒ نے اپنی شہرہ  
آفاق تفسیر "خازن" کی چوتھی جلد میں اسی موضوع پر  
کلام کرتے ہوئے مندرجہ ذیل روایت نقل کی ہے۔  
عن عقبہ ابن عامر عقبہ ابن عامر راوی ہیں فرماتے  
ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تو نے غور نہیں  
آیات انزلت ہذا کیا ان آیات کے بارے میں  
اللیل لم یر مثلہن جو آجکی رات نازل ہوئیں۔ ان  
قط قل اعوذ برب جسی آیات کبھی نہیں دیکھی گئی  
الفلق و قل اعوذ بربہ (اور وہ آیات یہ ہیں)  
رب الناس الی قل اعوذ برب الفلق اور قل  
آخرہ۔ اعوذ برب الناس الی آخرہ۔  
یہ روایت نقل کرنے کے بعد صاحب خازن  
فرماتے ہیں۔

فیہ بیان عظیم اس روایت میں ایک عظیم  
فضل ہاتھن السودین بیان مخفی ہے جو دونوں سورہوں  
رفیہ دلیل واضح کی فضیلت پر دلالت کرتا ہے۔  
علیٰ کو نصا من القرآن و اور روایت میں ایک ایسی واضح  
فیہ من علی من نسب دلیل موجود ہے جو ان دونوں



جسٹایا جو جمہور صحابہ کی رائے کے برخلاف ان کی طرف منسوب ہوئی چلی آ رہی ہے۔

علم قرآن کے موضوع پر علامہ جلال الدین سیوطیؒ کی تالیف ”الاتقان“ کو ایک خاص مقام حاصل ہے۔ اصول تفسیر کے موضوع پر گفتگو کرنے والے حضرات اکثر و بیشتر الاتقان سے استفادہ کرتے ہیں۔ قرآن کے مختلف موضوعات پر علم و تحقیق کے انبار لگانے کیساتھ انہوں نے اس موضوع پر بھی سیر حاصل بحث کی ہے اور اکثر اقوال نقل کر کے یہ ثابت کیا ہے کہ بڑے بڑے جلیل القدر محدثین و مفسرین نے اس بات کو بنی برصحت تسلیم کیا ہے کہ عبداللہ ابن مسعودؓ معوذتین کی قرآنیت کے قائل نہیں تھے۔ علامہ سیوطیؒ نے الاتقان میں ایک جگہ مندرجہ ذیل باب قائم کیا ہے۔

النوع التاسع عشر انیسواں موضوع قرآن حکیم فی عدد سورۃ و آیاتہ کے حروف اسکی آیات و کلمات و کلماتہ و حروفہ اور اس کی سورتوں کی تعداد کے بارے میں۔

اس باب میں انہوں نے قرآن کے رکوع، اس کے حروف اس کی آیتیں، اور اس کی سورتوں کی تعداد بیان کی ہے اور اس سلسلہ میں جو محدثین و مفسرین کے مابین اختلاف رہا ہے اس کی وضاحت کی ہے۔ اس باب میں وہ مختلف لوگوں کے جمع کردہ مضمون کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

وفی مصحف ابن مسعودؓ عبداللہ ابن مسعودؓ کے مائتۃ و اثنا عشر سو و ستم مصحف میں ایک سٹو بارہ لائے لم یکتب الموعذتین سورتیں تھیں۔ اس لئے کہ (الاتقان جلد اول) انہوں نے معوذتین کو درج نہیں کیا تھا۔

علاوہ ازیں علامہ سیوطیؒ نے اپنی الاتقان ہی میں مشکل القرآن کے حوالہ سے عبداللہ ابن قتیبہؒ کی یہ روایت نقل کی ہے۔

ثم ابن مسعودؓ ان الموعذتین عبداللہ ابن مسعودؓ کا لگانا لیستامن القرآن لافہ لہی یہ تھا کہ معوذتین قرآن میں الیٰ الہی صلی اللہ علیہ شامل نہیں ہیں اس لئے کہ وسلم تعوذ بہا انہوں نے دیکھا تھا کہ نبی کریم الحسن والحسین لاقلمہ صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں علی ظنہ ولا نقول انہ سورتوں کے ذریعہ (فواسے) صاب فی دلالہ و اخطاء للہاج حسن وحسین کے لئے پناہ والا نضر۔ چاہتے تھے بس وہ قائم ہو گئے

اپنے گمان پر۔ اور ہم نہیں (الاتقان جلد اول) کہتے کہ اس بارے میں انکی رائے مبنی برصحت تھی اور ہمارے ہا جرین و انصار نے (معوذہ) کو قرآن کا حصہ سمجھ کر غلطی کی تھی۔

اس تفصیل سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ عبداللہ ابن مسعودؓ کے بارے میں مولانا مودودی کی رائے ”تفرّد“ کا درجہ نہیں رکھتی بلکہ بیسیوں قابل اعتماد مفسرین و محدثین نے اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ عبداللہ ابن مسعودؓ ان دونوں سورتوں کو قرآن کا حصہ نہ سمجھنے کی غلط فہمی میں مبتلا تھے۔

حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں فرمایا ہے۔ قد صح ابن مسعودؓ عبداللہ ابن مسعودؓ نے ان انکار ذالک فاخرج سورتوں کے قرآن ہونے کا احمد و ابن حبان عنہ انکار کیا ہے اور احمد و ابن کان لا یکتب الموعذتین حبان سے مروی ہے کہ وہ فی مصحفہ انہیں اپنے مصحف میں نہیں لکھتے تھے۔

علاوہ ازیں طبرانی وغیرہ نے بسند صحیح روایت کیا ہے کہ عبداللہ ابن مسعودؓ ان دونوں سورتوں کو اگر کسی مصحف میں دیکھتے تو متاثر دیتے تھے۔ اس طرح کی روایات کے ہوتے ہوئے اگر مولانا مودودی نے

لیکن یہ مانتے کے لئے تیار نہ ہو کہ صحابہ بھی انبیاء کے بعد سب سے بہتر اور سب سے زیادہ متقی ہونے کے باوجود تھے اپنا ہی۔ انسانی کمزوریاں ان میں بھی موجود تھیں۔ تعقل کی کمی زیادتی ان میں موجود تھی۔ سہوان سے بھی ہو جاتا تھا۔

ہم نے ادھر جن تفاسیر و کتب کے حوالوں سے گفتگو کی ہے ان سب کا شمار وہ خاص قسم کی کتابوں میں ہوتا ہے۔ یعنی یہ تفاسیر و کتب عوام کے ہاتھوں میں نہیں پہنچ پائیں اور تفہیم القرآن بقول مولانا قاسمی کے عوامی تفسیر ہے۔ لہذا ان کے نزدیک اس تفسیر میں یہ بحث نہیں آتی جہاں سے تھی کہ عبداللہ ابن مسعود معوذتین کو شامل قرآن نہیں سمجھتے تھے۔ مولانا قاسمی صاحب اپنے مضمون میں فرمایا ہے۔

یہ مسئلہ اس قابل نہیں تھا کہ عوام کے ہاتھوں میں جانے والی تفسیر میں اس کا ذکر کیا جاتا۔

گویا کہ بات تو اپنی جگہ درست ہی ہے لیکن یہ بات عوام تک نہیں پہنچی جاتی اور نہ ہی اس کا ذکر ایسی تفسیر میں ہونا چاہیے جسے صرف عوام ہی خریدنے کی غلطی کرتے ہوں۔ چلتے خریدنے کے لئے کہ تفہیم القرآن کو خواص چھوٹا بھی پسند نہیں کرتے عوام ہی اسے خریدتے ہیں اور عوام ہی اس سے استفادہ کرتے ہیں۔ لیکن یہ فرض کرنے کے بعد ہمارا دعویٰ ہو کہ تفہیم القرآن عوام کے اندر اس درجہ رائج نہیں جس درجہ رائج مولانا شبیر احمد عثمانی کی وہ تفسیر ہے جو ترجمہ شیخ الہند کے حاشیوں پر چڑھی ہوئی ہے۔ ترجمہ شیخ الہند تفہیم القرآن کے مقابلہ میں زیادہ چھپا ہے اور عوام ہی نے اسے زیادہ خریدا ہے۔ اس لئے کہ اس کی تفسیر عام فہم ہونے کے ساتھ ساتھ محل اور مختصر بھی ہے اب ذرا ملاحظہ فرمائیے کہ مولانا شبیر احمد

یہ لکھ دیا کہ ابن مسعود معوذتین کی قرآنیت کے منکر تھے تو اس میں کوئی ایسی آفت برپا ہو گئی کہ ان کے خلاف نعرے بلند کرنا ضروری ہو گیا ہو۔ متعدد روایات سے یہ بات ثابت ہے کہ ابن مسعود معوذتین کو قرآن کا جزو نہیں سمجھتے تھے۔ اور جب متعدد روایات سے یہ بات ثابت ہو گئی تو پھر لا محالہ یہ کہنا پڑے گا کہ ان سے بات کو سمجھنے میں چوک ہو گئی۔ اور وہ اپنی عظمت اور جلالت علی کے باوجود اس غلط فہمی کا شکار ہو گئے کہ یہ دونوں سورتیں صرف "تعوذ" کے لئے اتاری گئی تھیں۔ ان کی تلاوت کرنا اور انھیں نماز میں پڑھنا خلاف احتیاط ہے۔ اگر انھیں غلط فہمی کا شکار نہ پائیں تو اجماع صحابہ پر حرف آنے کے ساتھ ساتھ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سوچ بوجھ بھی مشکوک ہو جاتی ہے۔ اس لئے کہ یہ بات متعدد روایات سے ثابت ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ان سورتوں کو قرآن کا جزو سمجھتے تھے اور انھیں نہ صرف نماز میں پڑھتے تھے بلکہ دوسروں کو نماز میں پڑھنے کی تلقین و تاکید کیا کرتے تھے۔ چنانچہ ان کی ایک روایت ہے کہ عقبہ ابن عامر سے یہ ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دونوں سورتیں صبح کی نماز میں پڑھیں۔ ابن حبان نے ان ہی عقبہ ابن عامر سے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ اگر ممکن ہو تو تمہاری نمازوں سے ان دونوں سورتوں کی قرات چھوٹنے نہ پائے وغیرہ۔

اب آخر یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک صحابی کی رائے کو تقویت دینے کے لئے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام صحابہ کی رائے کو نظر انداز کر دیا جائے۔ یا یہ کہ ایک صحابی کو معصوم عن الخطا ثابت کرنے کیلئے تمام روایات صحیحہ کو روند دیا جائے۔ ہمارے سمجھ میں نہیں آتا کہ عقیدت و احترام کی یہ کوئی قسم ہیکہ آدمی حقائق و شواہدات کو جھٹلانے پر کمر بستہ ہو جائے۔

عثمانی نے اس موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے کیا ہے۔  
ہے۔ یعنی وہ لکھتے ہیں۔

معوذتین کے قرآن ہونے پر تمام صحابہ  
کا اجماع ہے اور ان کے عہد سے آج تک  
بتواتر ثابت ہے صرف ابن مسعود سے  
نقل کرتے ہیں کہ وہ ان دونوں سورتوں  
کو اپنے مصحف میں نقل نہیں کرتے تھے۔

اب ہم مولانا قاسمی صاحب سے یہ دریافت کرنے  
کی گستاخی کریں گے کہ کیا آپ کے یہاں حق و باطل طور  
پر مناسب اور نامناسب کو ناپنے کے پیمانے دو ہیں۔  
ایک سے آپ اپنا اور اپنے بزرگوں کا عقیدہ ناپتے اور  
دوسرے سے صرف مولانا مودودی کا۔ آخر کیا وجہ ہے  
کہ ایک بات کو دوا آدمی کہتے ہیں تو ایک آپ کی نظروں میں  
قصود واپس ہوتا ہے اور دوسرا بے قصور۔ بلکہ عظیم ترین۔  
معوذتین پر گفتگو کرتے ہوئے اگر مولانا مودودی نے  
ایک علمی بحث چھیڑ دی تو وہ مجرم ہو گئے۔ اور ان پر  
تنقید کے ستھروں کے بارش شروع ہو گئی۔ اور وہی  
بحث مولانا شبیر احمد عثمانی نے چھیڑی تو ”شیخ  
الاسلام“ سمجھ گئے اور کسی ہاشمی واقسی نے ان پر  
اعتراض کرنے کی جسارت نہیں کی۔ اگر مولانا اخلاق  
صاحب اپنے موقف میں مخلص تھے۔ اور واقعہ اوہ  
چاہتے تھے کہ یہ خاص موضوع عام تفسیر میں بیان  
نہ کیا جائے تو پھر انہیں مولانا مودودی کے ساتھ ساتھ  
مولانا شبیر احمد عثمانی کو بھی تنقید کا نشانہ بنانا چاہیے  
تھا۔ اور ان تمام حضرات اکابر کو بھی تنقید کا نشانہ  
بنانا چاہیے تھا جو ببانگ دہل یہ فرماتے ہیں کہ ابن  
مسعود معوذتین کو خارج از قرآن سمجھتے تھے۔

مولانا اخلاق حسین قاسمی صاحب نے مولانا  
مودودی کی نیت پر حملہ کرتے ہوئے یہ تاثر دینے کی  
بھی کوشش کی ہے کہ انہوں نے یہ بحث محض صحابہ  
کرام پر تنقید کرنے کے لئے اور یہ فرمانے کے لئے

چھیڑی تھی۔ کہ

صحابہ کرام کو بے خطا کہنا اور  
مکروہوں سے سبتر سمجھنا کتنی بڑی  
عظمتی ہے اور صحابہ کرام کی کسی بات کو  
لئے غلط کالقب سننے ہی تو بین صحابہ  
کا شور مچانا کس قدر بے جا حرکت ہے  
ہم یہ عرض کریں گے کہ یہاں مولانا قاسمی صاحب  
نے کھلی خیانت سے کام لیا ہے۔ خیانت کا لفظ سن کر  
وہ چراغ پا ہو جائیں گے۔ لیکن یہ واضح حقیقت ہے کہ  
انہوں نے مولانا مودودی کا ادھورا جملہ نقل کر کے  
خیانت ہی کا ثبوت پیش کیا ہے۔ اگر وہ پورا جملہ نقل  
کر دیتے تو کوئی ہوش مند آدمی مولانا مودودی کے بارے  
میں غلط فہمی کا شکار نہیں ہو سکتا تھا۔ جبکہ مذکورہ  
بالا ادھورا جملہ پڑھ کر اس غلط فہمی کا شکار ہو سکتا  
ہے کہ مولانا مودودی صحابہ کرام کی عظمت و رفعت  
کے قائل نہیں۔ مولانا مودودی نے مذکورہ بالا جملہ کے  
متصلاً یہ بھی فرمایا ہے۔

یہاں آپ دیکھ رہے ہیں کہ عبداللہ ابن  
مسعود جیسے جلیل القدر صحابی سے قرآن  
کی دو سورتوں کے بارے میں کتنی بڑی پو  
ہو گئی اسی چوک اگر اتنے عظیم مرتبہ کے  
صحابی سے ہو سکتی ہے تو دوسروں سے بھی  
چوک ہو جانی ممکن ہے۔ ہم علمی حقیقت کیلئے  
اس کی چھان بین بھی کر سکتے ہیں۔ اور کسی  
صحابی کی کوئی بات یا چند باتیں غلط ہوں  
تو انہیں غلط بھی کہہ سکتے ہیں۔ البتہ  
سخت ظالم ہو گا وہ شخص جو غلط کو غلط  
کہنے سے آگے بڑھ کر ان پر زبان طعن  
درا کرے۔ (تفہیم القرآن جلد ششم)

اس پورے عبارت سے کون ہوش مند یہ کہنے  
کی جرأت کر سکتا ہے کہ مولانا مودودی صحابہ کرام کی

ہیں اور انسانی کمزوریاں ان میں اور انکی تخلیقات میں موجود ہیں۔ کمال تو یہ ہے کہ آدمی اپنے بزرگ کے بارے میں یہ عقیدہ رکھے کہ وہ انسان ہے اور انسانی کمزوریوں سے پاک صاف کہلانے کا حقدار نہیں۔

اسی مضمون میں ایک جگہ انہوں نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ۔

مصحف کا یہ دستور رہا ہے کہ وہ توجہ دلانے پر قابل اصلاح مقامات کی اصلاح کر دیتے ہیں اگرچہ اعتراف و اعلان کو مصنف کا علمی پندار پسند نہیں کرتا۔

میں قاسمی صاحب سے یہ دریافت کروں گا کہ ان کے حلقہ میں کون ایسا آدمی ہے۔ یا کون ایسا بزرگ ہے جو اپنی غلطی کو تسلیم کر لیتا ہو اور اپنی تصنیف کے نئے ایڈیشن میں رد و بدل کر لینے کی نیکی کا مظاہرہ کر گزرتا ہو۔ کوئی ایک نام بھی اگر وہ

بتا دیں تو میں ان کا ممنون ہوں گا۔ مجھے تو دور دور تک۔ بزرگان دین کی صف میں بھی کوئی ایسا شخص نظر نہیں آتا جو ثابت ہو جائے کہ پر بھی اپنی کمزوریوں کی اصلاح کر لیتا ہو۔ بلکہ دیکھنے میں یہ آیا ہے کہ جتنا جتنا دنیا ثابت کرتی جائے گی حضرت بزرگ اتنی اتنی ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کرتے رہیں گے۔ ایسی صورت حال میں اگر مولانا مودودی کسی کے توجہ دلانے پر قابل اصلاح مقامات کی اصلاح اور درستی کریں تو تنہا وہی مبارکباد کے حقدار ہیں۔

قاسمی صاحب نے یہ بھی فرمایا ہے کہ وہ (مولانا مودودی) قابل اصلاح مقامات کی اصلاح تو کر دیتے ہیں لیکن اعتراف و اعلان نہیں کرتے۔ یعنی کہ قاسمی صاحب کا مطلب یہ ہے کہ مولانا مودودی شہر در شہر، اور گاؤں در گاؤں دھندورے پٹوا کر

غفلت کے قائل نہیں ہیں۔ یہ عبارت واضح طور پر یہ بتا رہی ہے کہ وہ صحابہ کرام عظیم المرتبت اور رفیع الشان تصور کرتے ہیں۔ لیکن انھیں بشریت سے مادری نہیں سمجھتے۔ انھیں انسان اور انسانی کمزوریوں سے بہرہ ور خیال کرتے ہیں۔ جو عقیدہ کی رو سے غلط نہیں ہے۔ نیز وہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ وہ شخص صرف گناہ گار نہیں۔ بلکہ ظالم یعنی آخری درجہ کا خطرہ کار ہے جو صحابہ کرام کی بھول چوک پر علی انداز کی گفتگو کرنے کی بجائے ان پر کسی قسم کا طعن کرے یا ان کی توہین کا مرتکب ہو۔ اس واضح تحریر کے باوجود بھی کسی مولانا کا یہ سمجھنا مولانا مودودی صحابہ کرام کی احترام نہیں کرتے کہ ان کا تعصب ہے جو عداوت مودودی کی کوکھ سے پیدا ہوا ہے الفت صحابہ کے بطن سے نہیں۔

مولانا اخلاق حسین قاسمی صاحب۔ مولانا مودودی کی تعریف میں چند جملے اگل کر یہ بھی فرمایا تھا کہ

لیکن مصنف بہر حال انسان ہیں اور ضروری تھا کہ ایک انسانی تالیف میں کچھ نہ کچھ کمزوریاں موجود ہوں۔

بات سولہ آنہ درست۔ ہم تفہیم القرآن کو اسمانی صحیفہ نہیں سمجھتے۔ لہذا غلطیوں سے سبزا ہونے کا کوئی سوال ہی نہیں۔ لیکن یہ بات صرف مولانا مودودی ہی کے حق میں سچ نہیں ہے بلکہ ہر مولانا کے بارے میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ انسان ہے اور انکی تالیفات انسانی کمزوریوں سے غیر مبرا ہیں۔ قاسمی صاحب کو ہم غلط اور دیانت دار اس وقت سمجھیں گے جب تک وہ یہ کہہ کر دکھلائیں کہ مولانا حسین احمد مدنی بھی انسان تھے اور انسانی کمزوریاں ان کی تالیفات میں موجود ہیں۔ دوسروں کے بزرگوں کے بارے میں یہ کہہ دینا کوئی کمال نہیں کہ وہ انسان

یہ نمل کے گی۔

## قرآن اور حدیث

قرآن و حدیث میں کیا ربط ہے سنت کا مفہوم اور مقام کیا ہے؟ رسالت اور منصب نبوت کے کہتے ہیں؟ ان ہی جیسے رسیوں سواوٹوں کا مدلل جواب مولانا مودودی کی مؤثر اور دلنشین تحریر میں ملاحظہ فرمائیں گے۔

قیمت ساڑھے پانچ روپے  
تین نسخے منگانے والے کیلئے محصول ڈاک معاف۔

ملنے کا پتہ: مکتبہ تجلی دیوبند یوپی

## پندرہ روزہ اجتماع

کا مآثر القادریؒ نمبر یکم فروری ۱۹۷۹ء کو  
منظر عام پر آگیا ہے اس کی قیمت ۲/۵  
ہوگی لیکن سالانہ خریداروں یہ نمبر مفت  
دیا جائے گا۔ اجتماع کا سالانہ چندہ  
دس روپے ہے۔

مینجبر: اجتماع دیوبند  
۲۲۷۵۵۲

یہ اعلان بھی کر لیا کرتے کہ بھائیوں فلاں صاحب کے  
توجہ دلانے سے میں اپنی فلاں غلطی کا معترف ہو گیا  
ہوں اور اگلے ایڈیشن میں فلاں عبارت میں رد و  
بدل کر رہا ہوں۔ لا حول و لا قوۃ، مولانا اخلاق  
قاسمی جیسے دانش مند آدمی سے ہم جیسے طالب علم  
کو یہ کہنا پڑ رہا ہے کہ کتاب کے نئے ایڈیشن میں  
عبارت کو بدل ڈالنا بجائے خود غلطی کا اعتراف اور  
غلطی کا اعلان ہے۔ جو لوگ سخت و پندار میں  
بتلا ہوتے ہیں وہ کسی کی سنتے ہی نہیں رد و بدل تو  
درکنار۔ مونی سی مثال ہم مولانا زکریا صاحب کی  
دیں گے ان کی غلطیاں پچاس بار بڑی گنتیں  
لیکن انھیں آج تک اس بات کی توفیق نہ ہو سکی  
کہ وہ تبلیغی نصاب کی بعض عبارات کو بدل دیں۔  
اور بعض موضوع روایات کو خارج از کتاب کر دیں۔  
پندار تو صحیح معنوں میں ان لوگوں کو ہے اور انھیں  
پندار کا حق بھی ہے اسی لئے کہ قوم نے انھیں ہر طریقہ  
سے نواز رکھا ہے یہ جتنا بھی غرور کریں کم ہے۔ مولانا  
مودودی جیسے لوگوں کو غرور و پندار کا کیا حق۔  
وہ تو عاجزی و انکساری کا مظاہرہ کر کے بھی ملا متوں  
کا نشانہ بنتے ہیں۔ اور پندار و انانیت کے مجرم  
گردانے جاتے ہیں۔

آخر میں میں مولانا اخلاق قاسمی صاحب سے  
یہ گزارش کروں گا کہ وہ مولانا مودودی کی کتابوں  
میں غلطیاں تلاش کرنے کی بجائے جمیعۃ العلماء کی  
نقص پر ہاتھ رکھیں۔ وہ موت سے بیمار ہے۔ اور اس کا  
علاج اس لئے ضروری ہے کہ اس کے مریض ہو جائے  
کی وجہ سے پوری قوم کا دماغ بیمار ہو کر رہ گیا ہے۔  
اگر آپ نے جمیعۃ العلماء کی گہرائیوں میں جھانک کر  
دیکھا تو وہاں آپ کے اتنا کوڑا کرکٹ نظر آئے گا کہ آپ کی  
ساری عمر اسی کی صفائی کرنے میں کھپ جائیگی اور  
مولانا مودودی کے مکان میں جھاڑو لگانے کی نہایت



دوسری قسط

# روزِ ابتلا: احمد امجدی

## ترجمہ جناب خلیل حامدی

وقت میں اس طرح کی حکمتوں اور فلسفوں پر کیا عملدرآمد کر سکتا ہوں، اندر ایک چھوٹی سی میز رکھی ہوئی تھی، جس پر گہرے رنگ کی پالش کی ہوئی تھی، لکڑی کے اندر متعدد دمام کھدے ہوئے تھے، اسی طرح کے رجسٹر جو بالعموم تھانوں کے اندر ہوتے ہیں، میز کے ایک پہلو میں سبز رنگ کا لوہے کا ایک بہت بڑا سیف رکھا ہوا تھا جس کا دستہ چمکدار تانبے کا تھا، مجھے وہ ہم ہوا کہ مجھے اسی سیف کے اندر قیامت تک کے لیے بند کر دیں گے، اے کاش وہ ایسا کر دیتے۔ میز کے پیچھے ایک چھوٹی سی چارپائی رکھی تھی جس پر ایک قومی بسکٹ انسان سویا ہوا زور زور سے خراٹے رہا تھا، وہ اس قدر لمبا تھا کہ اس کی ہڈیاں چارپائی سے نیچے ٹک رہی تھیں

پھر محمد عبدالغفار ترک نے برآمدے کا دروازہ کھٹکھٹایا، دروازہ ایک شخص نے کھولا جس نے غیر فوجی لباس پہن رکھا تھا، اس کی آنکھیں آگ برسا رہی تھیں، بیوقوفی اور سنگدلی کی علامات صاف جھلک رہی تھیں، اس نے پیچھے کو فوجی مانند میں سلام کیا، اور یہیں اندر آنے کی اجازت دیدی۔ یہ جگہ ایک تنگ کوٹھڑی سی تھی، جیسے جیل کی کوٹھڑی ہوتی ہے جس دروازے سے ہم داخل ہوئے تھے، اس کے بالمقابل ایک دروازہ تھا جو بہت ہی چھوٹا تھا اور مقفل تھا، اسے دیکھ کر مجھے دانشمندیوں کا یہ مقولہ یاد آیا کہ لا ست خلو من الباب الضيق (تنگ دروازے سے کبھی داخل ہو) میں اب اس تنگ



ہائے داخل ہونے کے باوجود وہ نیند سے ڈاٹھا وہ یوں نظر آتا تھا جیسے کسی ٹھوس اور سرد چٹان کا ٹکڑا رکھا ہوا ہو، نیز کے ساتھ ایک اور فوجی انسر بیٹھا ہوا تھا جس نے اپنا کوٹ قریب والی کسی برائے رکھا تھا اور اس کے کوٹ کے کندھوں پر تین ستارے اس بات کی علامت تھے کہ یہ کمیشن کے عہدے کا انسر ہے اس نے میجر ترک کا استقبال کیا اور وہ دونوں آپس میں گفتگو کرتے گئے، اور میں گویا وہاں موجود ہی نہ تھا۔

مجر ترک اور اس کے ساتھی جلدی واپس چلے گئے، اور اب میں نے فوجی انسر کی تحویل میں تھا، اور اس کے بالکل سامنے بیٹھا ہوا تھا، اس نے کسی توقف کے بغیر مجھ سے سوالات شروع کر دیے، پے در پے بڑی سرعت کے ساتھ تمہارا نام کیا ہے، تمہاری عمر کیا ہے، تمہارا پیشہ کیا ہے تمہارا پتہ کیا ہے کیا تمہارے پاس کوئی چیز ایسی ہے جسے یہاں بطور امانت رکھنا چاہتے ہو، پتی اتار دو عینک بھی اتار دو۔ میں نے اعتراض کیا کہ عینک تو میرے لئے بڑی ضروری ہے، اس وقت مجھے یہی محسوس ہوا کہ عینک میرے لئے بڑی ضروری ہے وہ دیو ہیکل انسان جو چار پائی برسورہ ہوا تھا اور تھوڑی دیر پہلے بیدار ہو چکا تھا، اس نے گرجتی ہوئی آواز سے کہا۔ تمہارا فائدہ اسی میں ہے کہ عینک اتار دو۔

میں نے کہا اس سے تمہارا کیا مطلب ہے، وہ بولا: اس دروازے کے اندر جو چیز تمہارا انتظار کر رہی ہے تم اسے نہیں جانتے؟ یہ سنکر مجھ پر شاید مردنی چھا گئی، میں نے روتے ہوئے ہاتھوں کے ساتھ عینک اس کے حوالے کر دی، کیا چیز میرا انتظار کر رہی ہے اور۔ کیوں؟ مجھے محمد علی پاشا اور مالک کا زمانہ یاد

آگیا۔ اسی قلعہ میں محمد علی پاشا کی پتھر کی سیڑھی تھی وہ اپنی سفید ڈاڑھی اور عقابی نگاہوں کے ساتھ یہاں بیٹھتا تھا، امین بک شاہن یاد آگیا۔ میری ہر چیز جب کمیشن اور اس کے دیو ہیکل کارندے نے لی لی اور مجھے بالکل خالی ہاتھ کر دیا تو مجھے تیزی کے ساتھ تنگ دروازے کی طرف دھکیل دیا گیا۔ اندر قدم رکھتے ہی ایک ایسا منظر دکھائی دیا جسے میں کبھی فراموش نہیں کر سکتا، اور مجھے یقین ہے کہ میری زندگی کے آخری لمحات تک یہ منظر میرے ذہن سے محو نہ ہوگا۔

دروازے کے اندر میں نے قدم رکھا ہی تھا کہ اسے بند کر دیا گیا، میرے قدموں نے محسوس کیا کہ آگے دو پیچھ کی سیڑھیاں ہیں، میں سنبھلتے سنبھلتے ان پر اتر گیا، میں نے سامنے کھلی جگہ پر نظر دوڑائی، دھوپ داخل ہونے کی کوشش کر رہی تھی، دونوں طرف چھوٹی چھوٹی گودھریاں تھیں جن کے دروازے کھلے ہوئے تھے، ہر گودھری کی پیشانی پر نمبر درج تھے، انسانوں کا ایک عجیب و غریب گروہ قطار اندر قطار کھڑا تھا بعد میں معلوم ہوا کہ یہ مجبور انسان قلعہ کی عملات میں تشدد و تیزی کی بھرپور رات گزارنے کے بعد اب بیت الخلا جانے کے لئے اپنی اپنی باری کا انتظار کر رہے ہیں۔

یہ سہنس یا جاکسین آدمی ہوں گے ان میں سے ہر شخص درد سے شہراہ رہا تھا، ان پر جو وحشیانہ طریقے سے تشدد کیا گیا تھا اس کی وجہ سے ان کے چہرے مسخ ہو رہے تھے، ان میں سے دو آدمیوں نے ایک تیسرے شخص کو ہاتھوں پر اٹھا رکھا تھا جس کے دونوں پاؤں بڑی طرح سوچ رہے تھے، جسم کے مختلف حصوں کی پھٹی ہوئی کھال میں سے پیپ ٹپک رہی تھی، چہرہ بڑی طرح

نوجوان کس طرف سے آیا، مجھے نہیں معلوم ہو سکا  
میں اس قطار کو دیکھنے میں منہمک تھا جو بیت الخلا  
کے انتظار میں لگی ہوئی تھی، یہ نوجوان میری طرف  
بڑھا، بالکل میرے سامنے آکر کھڑا ہو گیا، اور گہری  
نظروں سے تاکنے لگا گو یا کہ وہ یہ مطالعہ کر رہا تھا  
کہ میرے ظاہر کے پیچھے میرا باطن کیسا ہے میں بھی  
اُسے غور سے دیکھنے لگا، اور پھر مجھ سے اس  
نے پوچھ ہی لیا۔ کیا تم احمد رائف ہو؟  
جی ہاں میں احمد رائف ہوں، یہ جواب سننے ہی  
اس نے بجلی کی طرح اچانک میرے منہ پر زور سے  
ایک تحفہ رسید کیا، میری آنکھوں سے غصے کے  
شرابے پھوٹنے لگے، پھر اس کے منہ سے موسلا دھوا  
بارش کی طرح گالیاں برسنے لگیں۔ اور گالیوں  
کی دکشتری میں — اگر ایسی کوئی دکشتری دنیا  
میں موجود ہے جس میں سب سے زیادہ غلیظا اور  
مقبہل گالیاں ہو سکتی تھیں وہ اس نے مجھے پیش  
کیں۔ میں نے شعوری کے عالم میں اس کا گریبان  
پکڑ لیا اور اعصابی حالت میں بغیر دیکھے بھلے اسے  
دیوار کے ساتھ دے مارا، اور اسے ڈانٹ کر کہا  
تم مجھے اس طریقے سے کیوں مارتے ہو؟ تم  
یقیناً پاگل ہو اس ملک کا ایک دستور ہے، قانون  
ہے، پارلیمنٹ ہے، اگر تم ان چیزوں کو بھول رہے  
ہو تو کیسے کامزاج کھو گے!! — ان دنوں میں  
یہ بات میرے حاشیہ خیال میں بھی نہ آ سکتی تھی  
کہ میرے ملک کے اندر انسانوں سے ایسا بھی سلوک  
کیا سکتا ہے اچھینے کی بات یہ ہے کہ یہ سب کچھ  
ہو تا رہا اور پانس کھڑے ہوئے نظر بندوں میں  
سے کسی نے میرے طرف توجہ نہ کی۔ ان میں سے  
ہر ایک کو اپنی ہی بڑی ہوئی تھی۔  
چند سیپاہی میری طرف فوراً لپکے —  
میرے ہوش بھی ٹھکانے آ گئے — اور یہ تلخ

سو جا ہوا تھا، اسے جگہ جگہ سے لڑ جا گیا تھا اور اس  
کی وجہ سے بے شمار سُرُخ اور نیلے نشان پڑے  
ہوئے تھے، اسی وجہ سے اس کے چہرے کے  
نقش و نگار واضح نہ ہو رہے تھے، یوں نظر آتا  
تھا جیسے اس انسان نے کوئی غلیظ اور بد نما  
لباس اوڑھ رکھا ہو تاکہ اس سے دوسروں  
کو خوف زدہ کیا جائے، ایک اور شخص نظر آیا۔  
اس کا سر بڑی طرح پھٹا ہوا تھا اور سرخ  
خون کی دماریں اس کے سیاہ بالوں میں سے  
گذر رہی تھیں، گویا تلوار کے ساتھ اس کے سر  
میں چھید کئے گئے ہوں، ایک چو تھا انسان پیٹ  
کے بل رنگ رہا تھا، اس کے پاؤں پر اور  
دوسرے حصوں پر اس قدر شدید ضربیں  
لگ چکی تھیں کہ اس سے چلانہ جارہا تھا، اسے  
اٹھانے والا بھی کوئی شخص نہ تھا، سب لوگ  
ان افراد کو اٹھا رہے تھے، جن میں رہینگے کی سکت  
بھی نہ تھی، — یہ مٹی وہ معمولی مار، جس کے  
ہائے میں پہرہ دار نے مجھے پہلے آگاہ کر دیا تھا اور  
یہی وہ ”معمولی مار“ اس نئی دنیا کے کے انجانے  
سفر میں میرا شدت انتظار کر رہی تھی،  
میں چپ چاپ کھڑا ان مناظر کو دیکھ رہا تھا  
ان کی ہولناکی کی وجہ سے میری زبان خشک  
ہو رہی تھی، لیکن یہ بھی دیکھ پ پلہ ہے کہ میرے  
اندر خوف باقی نہ رہا تھا، مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ یہ  
حالات دیکھتے ہی میرے دل سے خوف زائل ہو گیا  
تھا اور ابھی تک میں اس امر کی کوئی توجیہ نہیں کر سکا  
کہ کیوں خوف کی جگہ بے خوفی نے میرے دل میں  
یکایک گھر کر لیا اچانک میرے سامنے ایک نوجوان  
آیا۔ گندمی رنگ کا، عمر تقریباً ۳۰ سال اس کی بالائیک  
باریک اوپر کو اٹھی ہوئی موچھیں جیسے نیا  
سوڈانی کوڑا جسے اب تک استعمال نہ کیا گیا ہو، یہ

کیساتھ میرا جائزہ لے رہا تھا، اس کے لبوں پر مسخر  
انگیز تبسم تھا، اس نے جب مجھے  
وہیں جانک کی بیرک کو تاکتے ہوئے دیکھا تو اپنے  
ہاتھ سے بیرک کے اندر موجود لوگوں کی طرف اشارہ  
کیا۔ یکدم میں نے شور و غل سنا۔ شدید شور  
و غل، درد و کرب سے لبریز آوازیں، انسانوں  
کی چیخیں جو دردندوں کے آگے آگے دوڑتے تھے  
اور وہ مسلسل ان کے درپے تھے، اب مجھے خوف  
محسوس ہوا،

یہ سب کچھ کیا ہے؟ ایک اور منظر۔ انسان  
بیرک کے طول میں گھوم گھوم کر دوڑ رہے ہیں، ان  
کے لباس اتارے ہوئے ہیں۔ بالکل مادہ زاد جنگے  
انسان، ان کے ہاتھ آہنی زنجیروں میں بندھے ہیں  
بیرک کے ہر گوشے میں تین سپاہی کھڑے ہیں  
ہر سپاہی کے ہاتھ میں لاشی ہے، جو اس کے قد  
سے زیادہ لمبی ہے ان بد نصیب انسانوں پر یہ  
سپاہی لاشیوں کی بارش کر رہے تھے، میں  
نے سراسیمگی اور حواس باختگی کے عالم میں احمد اسخ  
کو دیکھا، ایک زہریلی مسکراہٹ کے ساتھ اس  
نے مجھ سے پوچھا:

ان لوگوں میں سے کسی کو آپ جانتے ہیں؟

نہیں!

اچھی طرح نظر ڈالیں۔

میں نے از سر نو نظر دوڑائی، اور بکبارگی صد  
کی وجہ سے میں زمین پر گر اچا ہتا تھا، فی الواقع  
ان بد نصیب انسانوں کے اندر تین میسٹر دوست  
تھے جنہیں میں پہلی نظر میں پہچان نہ سکا تھا اس  
لئے کہ سب لوگ برہنہ تھے، احمد اسخ نے مجھے  
چہرہ دکھاتے ہوئے کہا۔ دیکھ لیا آپ نے ملکی دستور  
اور قانون اور پارلیمنٹ ہے ان غرافات کی  
کوئی حقیقت میں محفوظ رکھا۔ مجھ سے کوئی جواب

اور ہونا ک حقیقت مجھ پر عیاں ہو گئی کہ اب میں  
ایسی جگہوں جہاں میں کچھ نہیں کر سکتا اور اپنی  
ذات کیلئے کسی نفع یا نقصان کا مالک نہیں ہوں  
اس کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے کہ اللہ کی مرضی کے  
آگے ہر تسلیم خم کر دیا جائے، وہ ذات بزرگ  
و برتر جو چاہے کرے، سپاہی میری ٹکا بونی  
کرنا چاہتے تھے، مگر اس فوجوان نے انہیں روک  
دیا۔ جس نے مجھے تجھڑ مارا تھا، بعد میں مجھے معلوم  
ہوا کہ اس کا نام احمد اسخ تھا، جب مجھے کچھ سکون  
نصیب ہوا تو وہی فوجوان مجھ ہاتھ سے پکڑا کر آگے  
لے چلا، ہم راستوں اور گلیوں سے گزر رہے تھے  
جن کے دونوں طرف تنگ و تاریک کوٹھڑیاں  
بنی ہوئی تھیں، جیسے موت کے سایے لہرا رہے ہوں  
تھا اس المناک قلعے کا آغاز۔ گلی کے خاتمے پر  
لگڑائی کی سیڑھی تھی جو دوسری منزل پر جانے  
کے لئے استعمال ہوتی تھی۔ اس فوجی افسر کے  
پچھے پچھے میں بھی سیڑھیاں چڑھ گیا، یہ خوفناک  
اور دلگداز مناظر دیکھ کر ہونٹوں پر ہر لگ  
چکی تھی، جذبات منجمد ہو گئے تھے، احساس و شعور  
کی رگ سرد پڑ چکی تھی،

سیڑھی ختم ہوتے ہی ایک چھوٹا سا کمرہ سامنے  
آیا۔ یہ کمرہ دو بڑی بیرکوں کے درمیان واقع تھا  
ان میں سے ایک بیرک تقریباً ۱۰۰ میٹر لمبی اور  
دس میٹر چوڑی تھی، میں نے بائیں طرف مڑ کر  
دیکھا کہ بیرک میں کوئی فرنیچر وغیرہ نہیں ہے  
صرف ایک لگڑائی کا تخت، دو پائین کرسیاں  
اور ایک چھوٹی سی میز جو بالعموم اسکولوں میں  
ہوتی ہے وہاں کوئی شخص موجود نہیں تھا۔  
البتہ دیواریں مدھم خون کے ذاروں سے لگی تھیں  
تھیں، وہاں میں نے موت کی بو محسوس کی۔  
پھر دائیں طرف جھانکنے لگا، احمد اسخ بھی خاموشی

زین پڑا یہ معاملہ جواب اور دلیل سے بالاتر ہے اس نے دوبارہ اپنی بات دہرائی، اس بار اس کی آواز زیادہ گرجدار تھی اور ہر طرف سے گونج رہی تھی۔ کہنے لگا:

آدھم چاہتے ہیں کہ کچھ بتاؤ؟

میں نے بے ساختہ کہا: کیا بتاؤں؟

معلوم ہوتا ہے تم کچھ تھکے ہوئے ہو۔

ہرگز نہیں آپ سوال کریں۔ میں جواب دوں گا۔ میں نہیں سمجھتا کہ کوئی بات آپ سے چھپا کر رکھوں۔

اے بد بخت! ابھی ہم دیکھ لیتے ہیں۔

اس وقت تک مجھے کچھ معلوم نہیں تھا کہ

یہ کیا قصہ ہے؟ کیا چیز ان لوگوں کو بتاؤں؟ لیکن اندازہ ہو گیا کہ اگر میں نے ان لوگوں سے کوئی بات نہ کی تو مجھے مارا مار کر ختم کر دیں گے، اور میں نے زندگی میں آج تک زور و کوب کا مزہ نہ چکھا تھا، صرف وہ ایک مجنونانہ تھپر جو احمد راسخ نے مجھے مارا تھا ان دنوں وہاں انسانوں پر جو کچھ بریت رہی تھی، اس کے مقابلہ میں وہ تھپر تو ایک معمولی بات تھی۔

احمد راسخ مجھے الٹے ہاتھ بیرک کی طرف لے گیا اور لکڑی کے پنج پر بیٹھ کر مجھ سے کہنے لگا۔ کہو، کیا کہتے ہو؟ میری زبان پھر خشک ہو گئی۔ میں انتہائی بد حالی اور خستگی میں مبتلا ہو گیا اس کے چہرے پر میری زکامیں گر گئیں، ایک لفظ بھی میرے منہ سے نہ نکل سکا، میں یہ نہ جانتا تھا کہ کس موضوع پر کیا کہوں۔ میں نے دہی زبان سے احمد راسخ سے کہا: کیا یہ ممکن ہے کہ آپ مجھ سے پوچھیں اور میں آپ کے ہر سوال کا جواب دیتا جاؤں اور اس نے ایک خوشنک اور کرمخت قہقہہ لگایا اور پھر مٹا پھاڑ کر جلا دکو بلایا، اتنا

کہنا تھا کہ چار جلا دلیک پڑے، ان کی آنکھوں سے طلیخا آنسو دسڑائے برس رہے تھے، ہاتھوں میں آنکھوں نے ویسی ہی لالٹھیاں اٹھا رکھی تھیں جن کا میں ابھی ذکر کر آیا ہوں۔ ان کے چہروں سے پتہ چل رہا تھا کہ وہ اس کام کو بخوبی سمجھ رہے ہیں جو ان سے کروایا جانے والا ہے۔

آدھے منٹ کے اندر میرے کپڑے اتار کر مجھے ننگ دھڑنگ کر دیا گیا تعذیب کے کوہو میں مجھے جوت دیا گیا ہر طرف سے مجھ پر لالٹھیاں برسنے لگیں گویا کمر کی چھت لالٹھیوں اور آگ کے کوڑوں کی بارش کر رہی تھی۔ یہ ضربات مجھے اس قدر شدید اذیت دیتیں کہ بیان سے باہر ہے مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا کہ میرے جسم اور میری جان کو ٹکڑے اڑا کر ہوا میں تحلیل ہو رہے ہیں اور اس عذاب الیم کے دھوئیں کا جز بن رہے ہیں جس سے پوری بیرک بھری ہوئی تھی۔ خیال ہے کہ پولیس ایک گھنٹہ تک زور و کوب کا سلسلہ جاری رہا، یہ گھنٹہ بھی میرے لئے صدیوں سے کم نہ تھا خستہ دور ماندہ زمین پر گر گیا، ایک بے جان لاش۔ بایں ہمدردیوں نے مجھے نہ بھوڑا۔ اپنی لالٹھیاں اور تازیانے لے کر میرے ارد گرد جمع ہو گئے، اور مجھے مارنے لگے۔ بالکل اس طرح جیسے قصاب ذبح شدہ دنبے کو لٹکا کر اس میں ہوا بھرتا ہے اور پھر اسے ڈنڈے سے مارتا ہے تاکہ آسانی سے اس کی کھال اتاری جاسکے۔ ہماری کھال اتارنے کا یہ فعل انیلی جنس والوں کی اصطلاح میں "تحقیق و تفتیش" تھا چند لمحات گزرے ہوں گے کہ احمد راسخ نمودار ہوا، اس کے کشادہ قدموں کے سامنے تعذیب کے آلات چھوڑ رہا تھا جنہیں وہ گھسیٹ کر لا رہا تھا۔ ان آلات سے جو جھڈکار اٹھ رہی

تھی وہ جبری سے جبری انسان کے بدن میں بھی پھر  
جھڑی پیدا کر دینے والی تھی، وہ بڑی درندگی اور  
سنگدلی کے ساتھ مجھ سے کہنے لگا،  
اؤ ہم چاہتے ہیں کہ کچھ بتاؤ۔

میرے جواب کا انتظار کئے بغیر اس نے  
مزید کہا: فیلڈ مارشل نے ہمیں اجازت دے  
دی ہے کہ تم میں سے پچاس کتوں کو ہم مارنا  
چاہیں تو مار ڈالیں۔

میرا ذہن غبار آلود ہو گیا، لیکن میں نے اپنے  
بدن کے اندر ایک لذیذ مستی سراپت کرتی ہوئی  
غسوس کی۔ سوچا لو اب مجھ کا قریب تر ہو گیا  
ہے چند لمحوں کی بات ہے یہ انسان نکاح و ندرہ مخلوق  
میرے قتل کا فیصلہ کر دے گی، اور میں انہیں۔  
پاؤں سے مسلما ہو اللہ تعالیٰ کی دسلیج بارگاہ میں  
پہنچ جاؤں گا، سوچ کے چند حیرت انگیز لمحات مجھ پر  
طاری ہو گئے۔ کیا جب میں مر جاؤں گا تو شہادت  
نصیب ہوگی؟ میں ان پاکیزہ و بلند خیالات میں محو  
تھا کہ تعذیب کا سلسلہ شروع ہو گیا یہ مار پیٹ  
کا نیا دور تھا مگر اب زیادہ درندگی اور وحشتناکی  
کا مظاہرہ کیا گیا۔ میں جان لیوا ضربات کے اندر اس  
سے کہہ رہا تھا مجھے بتاؤ دو کس موضوع کے بارے  
میں تم چاہتے ہو کہ میں بات کروں؟ اس نے ایک  
لفظ کہا جس سے بات کا راستہ کچھ واضح ہوا، مگر وہ  
لفظ سننے ہی مجھے پھر تاریکی نے دیوبند لیا، وہ ایک  
ہی لفظ تھا، مگر اس میں تیزی تلوار کی دھار سے بھی  
زیادہ تھی، وہ تھا ”اخوان المسلمون“ میں نے حیرت  
کے ساتھ اس سے کہا: اخوان المسلمون کی کونسی  
بات کے بارے میں کہیں؟ اس نے کہا ”ان کی  
تنظیمیں۔ سازش، ہتھیار، ٹریننگ دینے والے  
ہر چیز کے بارے میں بتاؤ“ — یہ کہا اور پھر  
زد و کوب بڑی سخت تند اور روح فرسا۔

اس حالت میں کتنا وقت گزرا، میں کچھ نہیں  
جانتا، مجھ پر غنودگی چھائی رہی، جب آیا تو یوں  
غسوس ہوا کہ میں عالم خواب میں ہوں، دن اور  
گزر چکا تھا، احمد راسخ بیرک سے جا چکا تھا، وہ  
متحدہ فوجی افسر آچکے تھے، سہا سہی اسی طرح  
ڈیسک لے آئے جو اسکول کی کلاسوں میں ہوتا  
ہیں۔ پھر فوجی افسر بیرک کے ایک کونے میں جا  
میرے جیسے دوسرے نظر بندوں کو ایک ایک  
فوجی افسر کے سامنے پیش کیا جاتا رہا، مجھے انہوں  
کچھ دیکھ کے لئے نظر انداز کر دیا۔

یہ نازک اور جان گسل دن گزر نے سے پہلے  
ہی میں ”تحقیقاتی کاروائی“ کے دوران اصل  
کچھ چکا تھا، فوجی افسران ملزموں سے یقین کیا  
کہہ رہے تھے اخوان المسلمون نے ضرور کوئی سازش  
تیار کی ہے مگر ملازم بے خودی اور وارنٹی کی حالت  
میں مبتلا تھے وہ سب لوگ گور اخوان المسلمون  
ارکان تھے، مگر انہیں فوجی افسروں کی یقین  
دہانی کے باوجود اس امر کا قطعاً علم نہ تھا  
اخوان نے جمال عبدالناصر کی حکومت کے خلاف  
کوئی سازش تیار کی ہے اور شمس بدران (سا  
وزیر جنگ) کی سرپرستی میں ملٹری اینٹلی  
جنس نے اسے بروقت پکڑ لیا ہے خود رسول اینٹلی  
جنس کو ایسی کسی سازش کا کوئی علم نہیں تھا  
یہ معاملہ بنیادی طور پر ملٹری اینٹلی جنس کی نگرا  
میں تھا اور جنگی جیل کے اندر اصل تحقیقاتی  
کاروائی کی جا رہی تھی، ملٹری اینٹلی جنس کے لوگ  
اس بات کی اجازت نہ دے رہے تھے کہ اس  
کہانی کے بارے میں کسی قسم کی معلومات سوا  
اینٹلی جنس کے افسران تک پہنچ جائیں، کہیں اب  
نہ ہو کہ رسول اینٹلی جنس کے لوگ بھی ہر ایرے  
کو پکڑ لیں اور اس معاملہ کے بارے میں وہ بھی کو



جھوٹی باتیں وہ اپنی طرف منسوب کر رہا ہے۔ ان میں اگر کوئی غامی یا خلا رہ گیا ہے تو اسے اچھی طرح پڑ کرے۔ اس خون آشام دن میں میں نے وہاں جو کہا نیاں خود گئیں اور جو میرے سامنے روایت کی گئیں ان میں سے ایک کہا "جادو کی پوری" کے عنوان سے مشہور ہوئی۔ وہ کہا

یہ تھی مصلح زریق نامی مزدور ایک ایسی کمپنی میں مزدور کا کرتا تھا، جو ملک کے مختلف حصوں میں۔ یہ کمپنی بچتہ کرنے کا کام کرتی ہے ۱۹۶۰ء کی بات ہے یہ کمپنی دنیا کا شہر کے قریب کسی سڑک کو بچتہ کر رہی تھی، یہ پورا علاقہ اچھی قسم کے چاؤل پیدا کرنے میں شہرت رکھتا ہے مصلح زریق جب اپنے کام سے فارغ ہوا اور قاہرہ واپس لوٹنے لگا تو اس نے اپنے ایک ساتھی احمد السید اسماعیل کے سامنے یہ تجویز رکھی کہ قریبی قصبہ جس کا نام کفر البطحہ ہے سے گزر چلیں، وہاں چاؤلوں کا ایک تاجر رہتا ہے عبدالفتاح اسماعیل، اسی محلہ سے وہ مشہور تھا، عبدالفتاح اسماعیل اخوان المسلمون کی تیسری نسل کے لیڈروں میں سے تھا، مسکین مصلح زریق کے ذہن سے یہ پہلو اوجھل ہو گیا مصلح اور اس کا ساتھی احمد السید اسماعیل کفر البطحہ کی طرف چل دیئے تاکہ دنیا کے اعلیٰ قسم کے چاؤلوں کی ایک پوری خرید سکیں مگر ان کو دونوں انسانوں کو یہ خبر ہوئی کہ اس شوق کے سبب ان پر کیا وبال ٹوٹنے والا ہے تو وہ نہ صرف اپنے آپ پر چاؤل حرام کر لیتے بلکہ اپنے بعد آنے والی نسلوں پر بھی قیامت تک چاؤل حرام ٹھہراتے۔

دونوں ساتھی کفر البطحہ پہنچ گئے اور عبدالفتاح اسماعیل کا پتہ دریافت کرنے کے لئے شوقی قسمت

کوئی نتیجہ اخذ کرنے کی پوزیشن میں ہوں، ان دنوں فوج کی کریمینل اینٹیلی جنس کا شعبہ مصر کا اصل حکمران ادارہ تھا، اس کے فیصلے قضاء اور قانون کا درجہ رکھتے تھے، مصری عدلیہ کے فیصلوں کو چیلنج کیا جاسکتا تھا اور اس کے احکام کو رد کیا جاسکتا تھا، مگر اس شعبے کا کوئی فیصلہ رد نہیں کیا جاسکتا تھا، اس شعبے کا سربراہ۔ بریگیڈیئر سعد زغلول عبدالکریم تھا جو براہ راست شمس بدران کے ماتحت تھا، شمس بدران فیصلہ مارشل عبدالکیم عامر کے دفتر کا انچارج تھا، اور چونکہ عبدالکیم عامر شدید ذمہ داریوں کے اندر دبا ہوا تھا، اس لئے اس نے تمام اختیارات اپنے دفتر کے انچارج کو دے رکھے تھے تاکہ وہ مصر کی "ہیبو د فلاح" کے لئے جو مناسب اقدام ہو کر آہو شخص بالکل مطلق العنان تھا، خلق خدا کے ساتھ جو سلوک چاہتا تھا کرتا تھا۔ عبدالکیم عامر کی نظر رجوع کرنے یا اس سے کوئی بات دریافت کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتا تھا،

بیرک کے فوجی افسروں کے پاس ایک ایک شخص کو تحقیقات کے لئے بلایا جاتا اور اسے اس قدر مارا جاتا کہ وہ حواس کھو بیٹھتا۔ وہ کچھ بات بھی نہ کر سکتا تھا کیوں کہ اسے کہا ہی نہیں سے معلوم نہ تھی، پھر دوسرا شخص بلایا جاتا اور اس کے ساتھ بھی یہی داستان دہرائی جاتی۔ پھر تیسرا..... پھر چوتھا۔۔۔

سب اسی نوعوں کو بہت شدت کے ساتھ مارتے تھے یہاں تک کہ لوگ یہ اقرار کر لیتے کہ وہ واقعی مجرم ہیں۔ تحقیقاتی افسر صرف اس بات پر اکتفا کرتا کہ کسی شخص نے اقرار جرم کر لیا ہے بلکہ اس شخص کا یہ فرض تھا کہ وہ تحقیقاتی افسر کو اپنے مجرم ہونے کا پوری طرح قائل کرے اور جو



کہیں یا تھکے کہ وہ دونوں ایٹلی جنس کے کسی کارندے سے ملے جو اتفاق سے انہیں راہ چلتے مل گیا اس سے وہ عبد الفتاح اسماعیل کا یہ بھی پوچھنے نہ پائے تھے کہ اس نے دونوں سے پوچھ کچھ شروع کر دی اور ان سے مشناختی کا رونا لے کر ان کے نام ڈائری میں نوٹ کرنے شروع کر دیے پھر ان کی آمد کا سبب پوچھ کر انہیں نیچت کی کہ وہ وائس لوٹ جائیں اور آئندہ اس بستی میں نہ آئیں، ایٹلی جنس کے کارندے نے اس کی رپورٹ لکھی اور اپنے دفتر کو پیش کر دی۔ چونکہ یہ واقعہ معمولی اور بچہ تھا، اس لیے اس رپورٹ پر دھیان دینے کی ضرورت نہ محسوس کی گئی۔ البتہ عبد الفتاح اسماعیل کی فائل میں اسے متھی کر دیا گیا۔ مصلح اور احمد السید اسماعیل اٹے پاؤں واپس چلے گئے اور پھر یہ بات بھی نسبتاً مہینوں کی

نئی سال گزر گئے ۱۹۶۵ء کا سال آگیا۔ عبد الفتاح اسماعیل گرفتار کر لیا گیا، اور تحقیقاتی کاروائی کے لئے اسے جلی جیل میں بند کر دیا گیا۔ یعنی ملری ایٹلی جنس کے پاس، پول ایٹلی جنس جو اس پوری کہانی سے بے خبر تھی آخر کار جب اس کے علم میں یہ مسئلہ آیا تو اس نے بھی اس کا مطالعہ اور تحقیق شروع کر دی عبد الفتاح اسماعیل کی فائل میں منسلک رپورٹوں کے اندر جن لوگوں کے نام درج تھے ان سب کو گرفتار کر کے ان کے خلاف تحقیقات شروع کر دی مصلح اور اس کے ساتھی بہ بھی وہ بھری آدھ دھوئی جو ان کے حاشیہ خیال میں بھی نہ تھی، یہ دونوں بھی گرفتار ہو چکے تھے، فوجی افسران یہ کوشش کرتے رہے کہ مصلح ذریعہ بتائے کہ چند سال پیشتر کفر اعلیٰ جا کر وہ

عبد الفتاح اسماعیل کو کیوں تلاش کر رہا تھا؟ وہ کیا کر رہا تھا؟..... مسکین بالکل آسان مسید جا سادھا سا جواب دے دیتا تھا کہ وہ اس ساتھی و میاٹ کے چاول خریدنے کے لئے گئے تھے، مگر اس کا یہ جواب اس کے عذاب میں کمی کے بجائے اضافہ کر دیتا، اس مسکین کے سر پر عذاب و اذیت کی آگ کی بارش کی گئی، کبھی لائیو کی بارش ہوتی کبھی ٹوبہ کے علاقے یا سوڈان کے گندھے ہوئے تاز تازیانوں کی، مصلح مسکین بڑی چیمیں مارتا، اس کی زبان سے مختلف الفاظ نکلتے، کچھ بامعنی اور کچھ بے معنی، جو ایسی زبان سے تعلق رکھتے جنہیں انسانی مخلوق نہیں سمجھتی۔ یَا بَیْتِہِ الْمَوْتِ مَرَجِیْکَ مَسْکَانَ دَمًا یَمُو بِمَنْیَتِ (مرط سے موت اور اس پر حملہ کر فی مکر وہ نہ مریا) جب جلاوت خذیب کی کاروائی سے ہائب جاتا، اور کچھ سستانے لگتا تو مصلح بلند آواز سے داد ملا کرتا، خدائے عظیم کی قسم ہم نے صرف چاول خریدنے کی خاطر عبد الفتاح اسماعیل کا پتہ پوچھا تھا، حضور، ہم صرف ایک بوری چاولوں کے لئے وہاں گئے تھے ہاں ہی بوری کی بوری لیے؟ مصلح ذریعہ نے جب یہ جواب سنا تو اسے عذاب سے جان چھڑانے کا موقع ہاتھ آ گیا۔ وہ پورے زور سے چیخا کہ یا اس پر پائل بن کا دورہ پڑ گیا ہو،

”حضور آپ نے کیا فرمایا؟ ہتھیاروں کی بوری؟ جی..... جی..... ہم جب کفر اعلیٰ گئے تھے تو یہی چیز ہمارے پیش نظر تھی، حقیقت بہر حال کھل کر رہتی ہے ہم ہتھیاروں کی بوری کی خاطر وہاں گئے تھے، ہاں بے شک یہیں ہتھیاروں کی بوری چاہئے تھی، مصلح اس حالت جنوں میں نہیں بھی دیا۔ تھذیب کا کہہ پورک گیا، تحقیقاتی

طرح یاد نہیں ہے۔ چنانچہ ان تینوں کو فیوم جیل سے یہاں قلعہ میں لایا گیا، اوزان تینوں کو بڑی زہرہ گداز اور بہیمانہ تہذیب دی گئی۔

تینوں اسی تہذیب میں شہید کر دیے گئے، ان میں یہ تینوں مار مار کر شہید کر دیے گئے، مگر انہیں تادم آخریں ہتھیاروں کی پوری کا قصہ معلوم نہ ہو سکا وہ اس کہانی سے بالکل بے خبر تھے، رب جیل والوں کا طریقہ یہ تھا کہ جو نظر بند تہذیب سے مر جاتا کا غذات میں اس کے نام کے آگے ”مفرد“ کا لفظ لکھ دیا جاتا، جیل کا ریکارڈ جب پڑھیں والوں کو پہنچتا تو وہ نوگ ”مفرد“ کے گھر بڑھ جائے والے گھر کا ساز و سامان توڑ پھوڑ دیتے، پورے گھر میں تباہی مچا دیتے جو ملتا اسے زود کو بکرنے لگتے۔ بعض اوقات گھر کے مردوں اور عورتوں تک کو جیل میں لے آتے، اس الزام میں کہ ان لوگوں نے ”مفرد“ کو بھاگنے میں مدد دی ہے۔

اور ”مفرد“ بے چارہ زندگی کی آزمائشوں اور بوجھوں سے نجات حاصل کر کے اپنے رب کے حضور پہنچ چکا ہوتا تھا، رہا مصلح زریقی، تو وہ اور اس کا ساتھی قلعہ سے جنگی جیل بھیج دیئے گئے وہاں ملٹری ایٹلی جنس کے افسروں نے۔ جو مصر کے اصل صحابہ اقتدار دار باب جام تھے۔ چند روز کے بعد ہی ان دونوں کو رہا کر دیا۔

میں وہ تاریخی لحاظ نہیں بھول سکتا جب میں قلعہ میں ایک مرتبہ دیکھ کر کہ نگران فوجی افسر دوپہر کے کھانے کے لئے چلا گیا ہے مصلح زریقی کے قریب ہو گیا اور اس سے کہا:

جوابات ابھی ابھی تمہارے منہ سے نکلی ہے (یعنی ”اقبال جرم“) اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ غلط ہے۔ لیکن یہ بھی امکان ہے کہ یہ بیان تمہیں لیماں طرہ کی جیل میں پہنچائے،

کارروائی کا رخ بھی بدل گیا، اب وہ دوسرے رخ پر چل پڑی، عجب ستم ظریفی دیکھنے میں آئی یہ المیہ بھی تھا اور طریقہ بھی۔ یہ تمیز کرنا مشکل ہے کہ المیہ تھا یا طرہ بہ مصلح کی بیڑیاں کھول دی گئیں، عذاب بھی ختم ہو گیا کیوں کہ اس نے تسلیم کر لیا کہ اس نے ہتھیاروں کی پوری کفر الباطن سے سسکی اور جگہ منتقل کی تھی۔ احمد اسید اسماعیل نے بھی مصلح کی روایت کی بڑے جوش و جنون کے ساتھ توثیق کر دی۔ دونوں کے سامنے سوال یہ تھا کہ وہ اس کہانی کی توثیق کرنا پسند کرتے ہیں یا موت!

وزارت داخلہ میں تبدیلی آچکی تھی، سول انٹیلی جنس بھی حرکت میں آگئی محقی قلعہ کی جیل میں کرنل احمد صالح داؤد آیا جو سول انٹیلی جنس کا رکن رکین سمجھا جاتا تھا، وہ بذات خود تحقیقات کی نگرانی کے لئے آیا۔ مصلح کے لئے اب یہ ناگزیر ہو گیا کہ وہ ان ہتھیاروں کا پتہ بتائے جن کے بارے میں اس نے اعتراف کر لیا ہے۔ جھوٹا اعتراف۔ کہ وہ اس نے کفر الباطن سے باہر منتقل کیے ہیں۔ مصلح نے فوری طور پر اس کا جواب بھی سوچ لیا۔ یہ قصہ چونکہ اخوان المسلمون سے متعلق ہے لہذا یہ ہتھیار بھی ان کے قبضے میں ہی ہونے چاہئیں۔ اس کے ذہن میں اخوان کے دو آدمی آئے گئے جو اس کے محلے میں رہتے تھے، اور یہ دونوں ابھی ابھی ۱۹۶۲ء میں جیل سے رہا ہوئے تھے۔ ایک احمد شعلان اور دوسرا زکریا المشولی۔ ہم تیسرے کا بھی ذکر کیے دیتے ہیں۔ بدر القصبی اللہ تعالیٰ ان تینوں پر اپنی رحمت و مغفرت کی بارش برسانے۔

مصلح نے یہ بیان دیا کہ ہتھیار ان تینوں کو یا ان میں سے کسی ایک کو دیئے گئے ہیں، پوری

ہیٹ طعام و شراب سے پڑتے، اور مظلوم قیدیوں کو تعذیب کی وجہ سے جو طاقت وہ کھو چکے تھے وہ اب عود کر چکی تھی۔

جواب میں قابل ذکر ہیں ان میں سے ایک بات یہ بھی ہے کہ ان دنوں احمد صالح داؤد فوجی افسروں سے ملاقات کے لئے قلعہ آیا تاکہ وہ یہ معلوم کر سکے کہ تحقیقات کی رفتار کیا ہے اور ان کا رج کدھر ہے طویل اجتماع کے بعد، احمد صالح داؤد جیل کے صحن میں ایک افسر کے ساتھ باتیں کرنے کے لئے کھڑا ہو گیا، مجھے جہاں عذاب دیا جا رہا تھا یہ جگہ وہاں سے صرف چند میٹر کے فاصلے پر تھی میں نے احمد صالح داؤد کو یہ کہتے سنا، ”دوستو! یہ لازمًا پیش نظر رکھو کہ ایک ایسی تنظیم ضرور پائی جاتی ہے جس میں اخوان المسلمون کے تمام افسر شامل ہیں۔“ دو سکر فوجی افسر نے اسے جواب دیا: ”پاشا صاحب! اب تک تحقیقات کے جو نتائج برآمد ہوئے ہیں، ان سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی“ پاشا صاحب نے تندی کے ساتھ اسے لڑکتے ہوئے کہا: ”صدر صاحب فرماتے ہیں: ملک میں ایسی تنظیم ضرور پائی جاتی ہے۔ ایسی تنظیم ہونی چاہئے، مجھے آپ اسی نتیجہ پر یقین جاری دینی چاہئے۔ غم لوگوں کے حوصلے کہاں گئے؟ میں دیکھ رہا ہوں کہ بعض نظر انداز بھی ملک پاؤں کے بل چل پھر رہے ہیں؟“

احمد صالح داؤد کے دورہ کے بعد تعذیب کی مردانگی چکی پھر چل پڑی، جو افسروں کی باجملاقات کے دوران کچھ دیر کے لئے رُک گئی تھی اب اس چکی کی سنگینی اور درندگی اور زیادہ پڑھ گئی تھی، تاکہ آئندہ کوئی پاؤں کے بل بھی نہ چل سکے، یہ لوگ تمام نظر بندوں کو موت کے گھاٹ اتارنے پر تل گئے تھے۔ گویا ان...

مصلح نے بھٹی ہوئی نظروں سے مجھے دیکھا اور دلا: آپ کا کیا مطلب؟

میں نے ازراہ تعجب اس سے کہا: تمہارا ”اقبال برم“ ۲۵ سال قید با مشقت سے عبارت ہے، اب اس نے مجھے ذرا سنجیدہ اور خوش سے رزقی ہوئی نظروں سے دیکھا اور پوچھا: ”وضاحت سے بتائیں کہ آپ مجھ سے کیا پامتے ہیں؟“

میں نے کہا: جب یہ واقعہ ہی پیش نہیں آیا۔ یعنی چادلوں کی بوری کی بجائے ہتھیاروں کی بوری وصول کرنے کا، تو تمہیں لازماً اپنے بیان سے رجوع کرنا پڑے گا۔

اس کی لگا میں جو خوف و ہراس سے لرز رہا تھا، اب وہ حقارت کا پیکر بن گئیں۔ اس نے مجھے باواز بلند کہا: آپ بیوقوف معلوم ہوتے ہیں۔

میں نے اسے کہا: اچھا تو کیا تو مجھے یہ اجازت دے گا کہ میں فوجی افسر کو اصل واقعہ سمجھا دوں اپنی یہ کہ ہتھیاروں کی بوری وصول کرنے کا قصہ جھوٹ (ہے)؟

وہ یہ سن کر بے تحاشہ رونے لگا، اور مجھے خدا کا واسطہ دے کر کہنے لگا کہ میں ایسی کوئی بات افسروں سے نہ کہوں۔ اور آخر مجھے ان افسروں سے بات بھی کیا کہنی تھی، میں خود مصائب و شدائد اور آفات و بلیات کے تجربے میں تھا، میری اور مصلح کی گفتگو یکدم منقطع ہو گئی۔

کیوں کے جیل کے افسر واپس آ گئے۔ اب ان کے

روز ہائے سیاہ میں زمانے کی رفتار ختم ہو چکی تھی!!  
تفیشی بیرک اندر میں تین روز پڑا رہا کبھی میں تو ذیاب کا نشانہ بنا دیا جاتا اور کبھی مجھے فراموش کر بیٹھتے۔ وہ جب مجھے مبول جاتے تو میں اس دقت بیرک کے فرش پر ننگ دھڑنگ بیٹھا ہوتا یقین جانے۔ مادر زاد ننگا۔

(باقی)

## چند مفید اور قابل مطالعہ کتابیں

|     |                          |     |                                 |     |                                   |
|-----|--------------------------|-----|---------------------------------|-----|-----------------------------------|
| ۷۰۔ | مولانا عبید اللہ سندھی   | ۷۰۔ | تصوف کی حقیقت                   | ۷۰۔ | اسلام اور کفر کی حقیقت            |
| ۷۱۔ | درس عبرت                 | ۷۱۔ | سیرت ختم الرسل                  | ۷۱۔ | پلاخ المبین                       |
| ۷۲۔ | گلدستہ حدیث              | ۷۲۔ | عہد نبوی کے میدان جنگ           | ۷۲۔ | فتوح الغیب                        |
| ۷۳۔ | مختصر احکام حج           | ۷۳۔ | جنت اور دوزخ                    | ۷۳۔ | شرک اور بدعت کے چور دھانے         |
| ۷۴۔ | راہ حق کے دو مسافر       | ۷۴۔ | مومن کی زندگی قرآن کی روشنی میں | ۷۴۔ | روح تصوف                          |
| ۷۵۔ | دائی اعظم                | ۷۵۔ | صراطِ مستقیم                    | ۷۵۔ | آداب زیارت قبور                   |
| ۷۶۔ | چلتی کلیاں               | ۷۶۔ | صدائے جمہور                     | ۷۶۔ | اسلامی خطوط نویسی                 |
| ۷۷۔ | شہسوار                   | ۷۷۔ | شیر شاہ سوری                    | ۷۷۔ | بیمہ زندگی                        |
| ۷۸۔ | اسلامی معاشرہ            | ۷۸۔ | شیخو سلطان                      | ۷۸۔ | اپنی اصلاح آپ                     |
| ۷۹۔ | خطبات حنفیہ              | ۷۹۔ | محمد ابن قاسم                   | ۷۹۔ | تقلید کیا ہے؟                     |
| ۸۰۔ | خطبات غوث اعظم           | ۸۰۔ | طارق ابن زیاد                   | ۸۰۔ | اسلامی نظام کی کیوں؟              |
| ۸۱۔ | حیات طیبہ                | ۸۱۔ | داتا گنج بخش                    | ۸۱۔ | عورت کیا کچھ کر سکتی ہے؟          |
| ۸۲۔ | کتاب الصوم               | ۸۲۔ | حضرت موسیٰ علیہ السلام          | ۸۲۔ | قرآن و حدیث                       |
| ۸۳۔ | اسلامی فقہ مکمل          | ۸۳۔ | حضرت عیسیٰ علیہ السلام          | ۸۳۔ | تلاش راہ حق                       |
| ۸۴۔ | درق درق روشن             | ۸۴۔ | مہاتما بدھ                      | ۸۴۔ | کثرت آبادی کا علاج                |
| ۸۵۔ | فیوض یزدانی              | ۸۵۔ | جہانگیر                         | ۸۵۔ | قافلہ سخت جاں                     |
| ۸۶۔ | تیسیر القرآن اول         | ۸۶۔ | نور جہاں                        | ۸۶۔ | کیا پردہ ملک ترقی میں رکاوٹ ہے؟   |
| ۸۷۔ | کلید تیسیر القرآن اول    | ۸۷۔ | زرتشت                           | ۸۷۔ | مولانا مودودی سے ملنے             |
| ۸۸۔ | سیکولر جمہوریت اور اسلام | ۸۸۔ | خالد ابن ولید                   | ۸۸۔ | مولانا مودودی ۸۰ علماء کی نظر میں |
| ۸۹۔ | خدا کا انکار کیوں؟       | ۸۹۔ | توضیح البیان                    | ۸۹۔ | حدیث دفاع                         |
| ۹۰۔ | خدا ہے                   | ۹۰۔ | سکھ اور جنگ آزادی               | ۹۰۔ | مکتوبات حضرت علیؑ                 |

|       |                             |       |                             |      |                            |
|-------|-----------------------------|-------|-----------------------------|------|----------------------------|
| ۱۶/-  | موطار امام مالک اردو        | ۱۶/-  | ذکر البنی                   | ۱۶/- | کیا خدا کی ضرورت نہیں؟     |
| ۸/-   | انتخاب صحاح ستہ اردو        | ۱۶/-  | صیغہ المستقیم               | ۱۶/- | طہدین کے شبہات             |
| ۴/۵۰  | شیطان کی سوانح عمری         | ۱۶/-  | مقبول نماز مترجم جلد ریگزیں | ۱۶/- | خدا پرستی طہدین کی نظر میں |
| ۴/۵۰  | جنات کے پراسرار حالات       | ۶/۸۰  | قبر کا عالم                 | ۱۶/- | دعوت حق غیر مسلموں میں     |
| ۴/۵۰  | آسمانی سفر نامہ             | ۱/-   | کیا تبلیغ تعلیم سے بھی      | ۶/۴۰ | بچوں کے لئے اقبال کی نظیں  |
| ۴/۵۰  | غیبی آواز                   | ۱/-   | زیادہ ضروری ہے؟             | ۶/-  | سیرت رسالت                 |
| ۴/۵۰  | خواجہ قریب نواز             | ۱۵/-  | حیات جاوید                  | ۶/-  | مخزن معلومات               |
| ۴/-   | روح تصوف                    | ۱۵/۹۵ | توحید و معرفت               | ۱۶/- | اصلاح انقلاب               |
| ۱۶/-  | نقاد اللغات                 | ۹/-   | اورنگ زیب اور شکر جی        | ۶/۵۰ | ولی کامل                   |
| ۹/-   | فتویٰ آستانہ مکمل           | ۶/-   | دیوان حالی مع شرح           | ۱۶/- | حیات امام اعظم             |
| ۴/۵۰  | واقعات الصالحین             | ۶/-   | یاد اقبال                   | ۹/-  | تذکرہ مولانا محمد یوسف     |
| ۱۵/۵۰ | تاریخ اسلام                 | ۶/۵۰  | اقبال اور تصوف              | ۶/-  | تفسیر رشیدی                |
| ۳/-   | بہادر شاہ کی کنیز           | ۱/۵۰  | مقامات اقبال                | ۶/-  | مخدوم صابر کلیری           |
| ۳/-   | دارا شکوہ کی رقاصہ          | ۱۶/-  | عرفان اقبال                 | ۱۶/- | اسلاف کے حیرت انگیز        |
| ۲/-   | فرعون کا معاشقہ             | ۱۲/۵۰ | ذکر اقبال                   |      | کارنامے                    |
| ۳/-   | اسپین کا مرد مجاہد          | ۹/-   | ولی سے اقبال تک             | ۶/-  | قصص الانبیار               |
| ۶/۵۰  | صحبت با اولیاء              | ۱۶/-  | پیام اقبال                  | ۶/-  | حضرت حسن                   |
| ۶/-   | مکتوبات خواجہ معصوم         | ۶/-   | ترقی پسند ادیب              | ۶/-  | حضرت حسین                  |
| ۱/۵۰  | طریق القلندر                | ۱۲/۵۰ | سر سید احمد خاں اور         | ۶/-  | تعلیم ہدایت                |
| ۱/۲۵  | طہارت                       | ۶/-   | ان کے نامور رفقاء           | ۶/۵۰ | ترجمہ کافن اور روایت       |
| ۶/۷۵  | حضرت ابو بکر صدیق           | ۶/-   | اردو کی تین ٹنویاں          | ۱۶/- | فریب تمدن                  |
| ۱/۵۰  | حضرت عمر فاروق              | ۴/۵۰  | یادگار غالب                 | ۲۵/- | صحیفہ ابرار                |
| ۶/۷۵  | حضرت عثمان                  | ۶/۵۰  | داستان زماں اردو            | ۳۶/- | مومن اور مطالعہ مومن       |
| ۶/۷۵  | حضرت علی                    | ۳/۵۰  | آپ تقریر کیسے کریں؟ مکمل    | ۱۶/- | تاریخ محمودی               |
| ۴/۵۰  | مقدمہ شعر و شاعری           | ۴/-   | التوحید                     | ۸/۵۰ | صحائف معرفت                |
| ۴/۵۰  | رحمت عالم                   | ۹/۵۰  | وسیلہ کی حقیقت              | ۲/۵۰ | رمضان کیا ہے؟              |
| ۴/-   | کیا مقتدی پر فاتحہ واجب ہے؟ | ۵/-   | سیرت خلفاء راشدین           | ۱۶/- | ہدعت کی باتیں              |
| ۲/۷۰  | ڈاڑھی اور انبیاء کی سنتیں   | ۱۲/-  | تجربہ بخاری شریف            | ۵/-  | طب روحانی                  |
| ۱/۵۰  | مبادیات فقہ                 | ۲۵/-  | ترنڈی شریف اردو             | ۸/-  | شریعت اور تصوف اول         |
| ۱۵/-  | العون الکبیر                | ۳۲/-  | مشکوٰۃ شریف اہدو            | ۵/-  | شریعت اور تصوف دوم         |
|       | مکتبہ تجلی دہ بند لاہور     | ۱۸/-  | مسلم شریف                   | ۶/-  | ذکر الہی                   |

# آپ غلطی کر رہے ہیں

آنکھوں کی قدر ابھی سے  
کھیجئے تاکہ بڑھاپے تک  
بینائی قائم رہے  
شیشیٹیشیٹ

یہ مت سوچئے کہ غذا نخواستہ جب آنکھوں پر کسی مرض کا حملہ ہو جائے گا یا بینائی کم ہونے لگے گی۔ اس وقت درجنجف استعمال کر لیں گے۔  
دور اندیشی اور دانش مندی کی بات یہ ہے کہ ابھی سے (درجنجف) کے استعمال کو معمول بنائیے تاکہ ممکنہ امراض کے لئے آپ کی بینائی کے خزانے میں بیش از بیش قوت مدافعت جمع ہوتی جائے اور داخلی یا خارجی اثرات اگر کبھی آنکھوں پر حملہ آور ہوں تو جمع شدہ قوت مدافعت انہیں پیچھے دھکیل دیں۔

بڑا زریں مقولہ ہے

قللہ نعمت بعد زوال نعمت

## درجنجف

ایک جانا پہچانا قدیمی سرمہ جسے ہزاروں آدمی روزانہ استعمال کرتے ہیں۔

|          |          |          |
|----------|----------|----------|
| ایک تولہ | چھ ماشہ  | ڈاک خرچ  |
| نوروپے   | چار روپے | تین روپے |

تین شیشیاں ایک ساتھ طلب کے نیوالو کو محصول ڈاک معطی

بازار میں عام طور پر ملنے والی سلاسیاں عموماً  
ضرر رساں ثابت ہوتی ہیں۔ لہذا جتنی کیمیائی  
سلاسی بھی صرف ۳۰ میں طلب فرمائیے۔

## دائرہ فیض رَحْمَتِ دِیُوبَنْدِ رُوبِی



کبھی نہ مجھے دانی آئے کہ مجھ اپنے اہل عیال کو بچاؤ  
قرآن کریم کی ہلا دینے والے لٹکار  
اور ساتویں صدی کے اہم افویئے دلدن لٹکار

## مجموعہ ریاض الصالحین متبحر اردو

شارح مسلم امام وقت علامہ فودی کی بے نظیر تالیف، ترمیم  
و ترتیب اور اصلاح تربیت سے متعلق چار سو سے زائد آیات  
قرآنی اور دو ہزار کے قریب احادیث نبوی کا مجموعہ، الحاد و  
فساد کے اس دور میں پریشان دلوں کو امن و سکون اور فسق و  
فجور سے آلودہ زندگیوں کو تقویٰ و طہارت بخشنے والی اکیس  
کتاب۔ کسی دل گداز واعظ کے پُر تاثیر وعظ کی طرح دل نشیں۔  
مقدس و جبرک الفاظ احادیث، غلوں و لہجہت میں ڈوبی ہوئی  
تشریح، دل و دماغ کو خوف خدا اور محبت رسول سے لبریز  
کردینے والا انداز بیان، الحاد و دہریت کے اس بے پناہ  
سیلاب سے بچنے کیلئے آج ہی اس کا مطالعہ فرمائیں۔ دو  
جلدوں پر مشتمل۔ ہائر نیوٹن پبلشرز، جلد ریگزن جلد اول  
صفحات ۵۲۰ ہدیہ تین سو روپے جلد دوم صفحات  
۵۰۰ تین سو روپے محصول ڈاک ہدم ادارہ دونوں جلدیں  
ایک ساتھ منگوانے والے حضرات کو ہر ۲۴ روپے کے بجائے  
۵۵ روپے کا وی، اپنی ارسال ہوگا۔ اس مبارک مجموعہ  
حدیث کی اشاعت میں تعاون ہم خرمائے نوابی اہل  
ہوگا۔ کارڈ لکھ کر طلب فرمائیں۔

ادارہ درس قرآن کا ایک جدید مشہور تاریخی پروگرام  
علامہ جلال الدین سیوطی المتوفی ۸۹۵ھ کی نہایت اہم تصنیف

## تاریخ الخلفاء (اردو)

۱۲۸۱ھ سے ۱۲۸۲ھ تک وفات رسول کریم صلی اللہ  
علیہ وسلم سے ۱۲۸۲ھ تک تقریباً نو سو سال مختصر مگر جامع اور  
مستند تاریخ خلفائے راشدین (مدینہ منورہ مکہ مکرمہ) خلفاء  
بنو امیہ (دمشق) خلفائے بنو عباس (بغداد) خلفائے بنو

ہاشم (بغداد) خلفائے بنو عباس (قاسرہ) خلفائے  
عبیدی (افریقہ) فاطمی خلفائے مصر کی مکمل تاریخ اس اہم  
اوند اور کتاب میں موجود ہے۔ تاریخی اسلام کے شاندار دور  
کی پوری تاریخ اور اسی دور کے تمام حوادث و واقعات اور  
تمدنی حالات کا مجموعہ جس کے مطالعے سے گھروں میں اسلامی  
جذبات، لوجواؤں میں اعمال صالحہ اور بچوں خاندان طاری  
کی اسپرٹ پیدا ہوگی۔ تاریخ الخلفاء ۱۰۰ صفحات پر مشتمل ہے  
جسکو ادارہ چار حصوں میں شائع کر رہا ہے۔ پروگرام عظیم  
تاریخ چار حصوں پر مشتمل ہوگی ہدف حصہ دس روپے۔ ممبران  
کے لئے ہدم ادارہ ممبر بننے کیلئے ایک کارڈ لکھ دیجئے۔ ایک ہر  
تیسرے ماہ دس روپے کا وی، اپنی ارسال ہوگی جسکو وصول  
کرنا آپکا خلاقی فرض ہوگا ایک عظیم اور مکمل اسلامی تاریخ  
کی اشاعت۔ ادارہ کے ساتھ تعاون فرمائیے خود ممبر بننے  
دوسروں کو ممبر بنائیے۔

بقیہ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لرسا فہودہ قرآنی جواہر  
جو امت محمدیہ کے لئے مینارہ نور اور سرمایہ سعادت ہیں  
چودہ سو برس کی مقدس تفسیر  
تفسیر حضرت ابن عباس رضی

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی حضرت عبداللہ ابن مسعود  
کی جامع پروتفسیر جس سے بعد کے مفسرین نے استفادہ کیا، قرآن کریم  
کی وہ بنیادی تفسیر جو براہ راست ایک عظیم المرتبت صحابی و مقبول ہو۔ ایک  
ایسا شرف جو کسی دوسری تفسیر حاصل نہیں، اردو زبان میں یہ تفسیر  
علامہ سیوطی کی مرتبہ شان نزول کی تائید کی جا رہی ہے، تن قرآن شریف  
ترجمہ کلامت حضرت تھالوی صحابی رسول کی مقدس تفسیر آیات  
قرآنی کا دلنشیں شان نزول جامع اور اثر انگیز معنونات طریق اشاعت  
ہر ماہ ایک ماہ شائع ہو رہا ہے ہدف ہدف ۲۴ روپے محصول ڈاک ہدم  
ادارہ۔ ممبر بننے کیلئے ایک کارڈ لکھئے ایک ہر دو ماہ چار روپے کا وی  
ہدف ارسال ہوگی پانچ ماہ سے بجا جلد ہدیہ ۲۴ روپے دس پار  
بجا جلد ریگزن ۲۵۰ محصول ڈاک ہدم ادارہ۔ ایک صحابی رسول  
کی مقدس تفسیر کی اشاعت ہدف ادارہ سے تعاون فرمائیے خود  
ممبر بننے دوسروں کو ممبر بنائیے۔

## ادارہ درس قرآن دیوبند یونی

## معاملات اور معاشرت

بلکہ جیسا موقع ہو اور جس طرح بھی زیادہ نفع کی امید ہو وہ کر گزرا جائے۔ لیکن اللہ کا دین یہ کہتا ہے۔ کہ خبردار بچا ہے سراسر نقصان ہو اور بچا ہے بالکل دوالہ نکل جائے لیکن جھوٹ ہرگز جھوٹ اور صرف اس طریقے سے کاروبار کر دو جس کو اللہ نے علانیہ کیا ہے اسکا طرح معاشرت یعنی آپس کے برتاؤ کا حال ہے۔ اس میں بھی خواہش نفس اور اللہ کے حکم کے درمیان اکثر تقابذ اور تضاد رہتا ہے اس لئے بندہ کی بندگی اور فرمانبرداری کا سب سے زیادہ سخت امتحان معاملات اور معاشرت کے احکام میں ہے۔

### معاملات اور معاشرت کی اہمیت کا ایک دوسرا پہلو:-

اور دوسرا یہ ان شعبوں کی اہمیت کا ہے کہ ان کا تعلق اللہ کے بندوں کے حقوق سے بھا ہے۔ یعنی غار روزہ اگرچہ ارکان دین ہیں اور اس حیثیت سے ایمان کے بعد انہی کا درجہ ہے لیکن وہ صرف حق اللہ ہیں اور جو شخص ان میں کوتاہی کرتا ہے اور اگر توفیق مل جائے اور سچے دل سے استغفار اور توبہ کر کے اپنے گناہ معاف کرائے تو اللہ تعالیٰ کے کرم سے معافی بھی کی امید ہے۔

لیکن معاملات اور معاشرت میں اگر گڑبڑی ہوئی تو اللہ تعالیٰ کی بھی تا فرمائی ہوئی اور جلد سے تو عموماً کیا جیسے کم حوصلہ اور رنگ ظرف ہیں وہ تو قیامت میں اپنی پھٹی

معاملات اور معاشرت کا تعلق اور اصل ہماری زندگی کی ضرورتوں اور ہوشوں سے ہے اور اللہ تعالیٰ نے یہ بڑا فضل فرمایا ہے کہ ان چیزوں کے بارے میں بھی احکام مرتب کئے اور ان کو بھی ثواب کا اور اپنی رضا اور اپنا قرب حاصل کرنے کا ذریعہ بنا دیا ہے۔ معاملہ سے مراد مالی لین دین کے معاملات ہیں جیسے قرض، امانت، خرید و فروخت، نوکری، مزدوری وغیرہ۔ اور معاشرت سے مراد وہین سہن کا برتاؤ ہے۔ جو ان گول کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ جس سے کسی قسم کا تعلق اور واسطہ پڑتا ہے۔ خواہ مستقل اور دائمی واسطہ ہو۔ جیسے ماں باپ، اولاد، بھائی بہن اور دوسرے اقارب اور میاں بیوی کا، یا گھر کے برابر رہنے والے پڑوسی کا۔ اور خواہ عارضی اور وقتی ہو۔ جیسا کہ مثلاً سفر کے رفیقوں کا یا مدرسہ یا کارخانے کے ساتھیوں کا وغیرہ

### دین میں معاملات اور معاشرت کی خصوصی اہمیت

اخلاق کی طرح دین میں ان دونوں شعبوں کی بہت بڑی اہمیت ہے۔ بلکہ ان کو دوسرے شعبوں کے مقابلے میں اس حیثیت سے خاص امتیاز حاصل ہے کہ ان میں اپنی دنیوی منفعت اور مصلحت اور اپنی خواہش نفس کی اور اللہ کے احکام کی کشمکش دوسرے تمام شعبوں سے زیادہ رہتی ہے۔ مثلاً کاروبار میں منفعت نظر آتی ہے۔ اور نفس کی خواہش بھی عموماً یہی ہوتی ہے کہ جھوٹ بچ اور چارنما سوا کا لحاظ نہ کیا جائے۔

قال اصلاح ذوات ۲ ثبوت  
(رواہ الترمذی و ابوداؤد مشکوٰۃ)

وہ چیز آپس کے معاملات اور معاشرتی تعلقات کی اصلاح ہے اور ان معاملات اور تعلقات کی خرابی، مونڈ دینے والا استر ہے رباں مونڈنے والا استرا نہیں بلکہ دین کا صفایا کر دینے والا استرا ان دوی حلیوں سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اسلام میں معاملات اور معاشرت کی اصلاح و درستی کی کتنی اہمیت ہے۔ افسوس آج کل کے بہت سے اچھے خاصے دیندار حلقوں میں بھی معاملات اور معاشرت کی اصلاح و درستی کا اتنا اہتمام نہیں جتنا کہ پونا چاہیے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ بہت سے لوگ جن کی حالت نماز روزہ وغیرہ عبادات کے لحاظ سے کچھ غنیمت بھی ہے، معاملات اور برتاؤ ان کے بھی اسلامی نہیں ایسی حالت میں عبادتیں اور دعائیں کیا قبول ہوتی مشکوٰۃ شریف میں بحوالہ مسند احمد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جس شخص نے دس درہم کا کوئی کپڑا خریدا اور ان دس درہم میں ایک درہم حرام ہے (جو کسی ناچا نرذریعہ سے حاصل کیا ہوا تھا) تو جب تک وہ شخص اس کپڑے کو پہنے رہے گا، اس کی کوئی نماز بھی اللہ تعالیٰ قبول نہیں کرے گا۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے یہ حدیث سنا کر اپنے کانوں میں انگلیاں دے کر سامعین سے فرمایا کہ بھروسے ہو جائیں میرے کان اگر میں نے حضورؐ سے یہ بات نہ سنی ہو۔

ایک دوسری حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

ارشاد فرمایا:

إِنَّ اللَّهَ طَيِّبٌ لَا يَقْبَلُ إِلَّا طَيِّبًا

اللہ تعالیٰ خود پاک ہے اور صرف پاک مال ہی کو قبول کرتا ہے پھر اس کے بعد آپؐ نے رزق طیب حاصل کرنے کی تاکید فرمائی۔

کوڑی بھی نہ چھوڑی گئے۔ ایک حدیث کا مضمون ہے کہ بعض لوگ نماز روزہ اور صدقہ خیرات کی قسم کی بہت سی نیکیاں یہاں سے کما کے لے جاتے ہیں۔ لیکن ان کے معاملات اور ان کی معاشرت خراب ہوگی۔ کسی کا حق مارا ہوگا۔ کسی کا دل دکھایا ہوگا۔ کسی کی غنیمت کی ہوگی وغیرہ وغیرہ۔ جب وہ محشر میں مقام حساب میں پہنچیں گے تو جن لوگوں کے معاملات اللہ اور معاشرتی حقوق ان کے ذمہ ہوں گے وہ مدعی بن کر کھڑے ہو جائیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ سے انصاف کے طالب ہوں گے پھر اللہ تعالیٰ انصاف اور فیصلہ فرمائیں گے اور اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ نماز روزہ، صدقہ، خیرات کی قسم کی ان لوگوں کی ساری نیکیاں ان بدعیوں کو دوا دی جائیں گی۔ آدھا ان نیکیوں سے بھی ان لوگوں کے پورے حقوق ادا نہ ہوں گے تو ان بدعیوں کے کچھ گناہ ان لوگوں پر لا دے۔ جائیں گے اور بالآخر یہ لوگ جہنم میں ڈال دیئے جائیں گے۔

رواہ مسلم مشکوٰۃ

بہر حال اس پہلو سے معاملات اور معاشرت کی برکت اہمیت ہے اور غالباً اسی حیثیت سے ایک حدیث میں معاملات اور معاشرت کی اصلاح کو صراحتہ نماز روزہ اور صدقہ وغیرات سے افضل بتایا گیا ہے۔ یہ حدیث ترمذی اور ابوداؤد کے حوالہ سے مشکوٰۃ شریف میں نقل کی گئی ہے۔ اس کے راوی حضرت ابودرداء کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن ہم سے فرمایا:

أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِأَفْضَلِ مِنْ دَرَجَةِ الْقِيَامِ وَالصَّلَاةِ وَالصَّلَاةِ؟

کیا میں تمہیں وہ چیز بتاؤ جو روزہ صدقہ نماز سے بھی افضل ہے۔

ابو الدرداء بیان کرتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا: حضرت وہ چیز ضرور بتلائیے آپؐ نے ارشاد فرمایا:

# حُسنِ سلوک

مَوْلَانَا حَبِيبُ اللہ صَا

”خدا کے بندو! اپنے خدا سے ڈرو اور اپنے بھائیوں کے ساتھ حُسنِ سلوک کا رویہ اختیار کرو۔“  
پوری انسانیت کا دینی و اخلاقی اثاثہ ہے۔ اس سلسلے میں اسلامی تعلیمات ملاحظہ فرمائیں۔

ماں باپ کی اولاد ہیں، ہمارے مابین بہت گہرے اور  
مضبوط رشتے ہیں، ہم اپنے رشتوں کا ہمیشہ پاس  
و لحاظ رکھیں، انہیں قائم رکھیں، ٹوٹنے نہ دیں،  
ان کے حقوق ادا کرتے ہیں اس تصور کے ساتھ کہ ہمارا  
رب ہر آن ہمیں دیکھ رہا ہے،

بڑی برکت والا ہے وہ  
خدا جس کے قبضہ میں  
(کائنات کی) بادشاہت  
ہے اور وہ ہر چیز پر قیاد  
ہے وہ جس نے موت اور  
زندگی پیدا کی کہ تمہارا  
جائے ہو، تم میں کس  
کا کام زیادہ اچھا ہے اور

اے بھائیو! اپنے رب  
سے ڈرو جس نے تمہیں  
ایک جان سے پیدا کیا  
اور اسی سے اس کا جوڑا  
بنایا اور ان دونوں سے  
بہت سے مرد و عورت  
پھیلا دیئے اور اللہ  
سے ڈرو جس کے نام پر  
مانگتے ہو اور رستوں  
کا لحاظ رکھو یہ شک  
اللہ ہر وقت تمہیں دیکھ  
رہا ہے۔  
یَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا  
رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ  
مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ  
وَخَلَقَ مِنْهَا ذَوْجَكُمْ  
وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا  
كَثِيرًا وَنِسَاءً وَج  
وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي  
تُسَاءَلُونَ بِهِ وَ  
الَّذِي عَلَّمَ  
كَلِمَاتِكُمْ لِقَائِهِ  
(النساء: ۱)

ہم سب ایک رب کے بندے اور ایک ہی

ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے جس سے وہ ایک دن دوچار ہوں گے۔

یَا یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا  
ارْکَعُوْا وَاذْکُرْجِدَا  
وَلَعِبْدٌ ذَا رِبْکُمْ  
وَاَفْعَلُوْا الْخَیْرَ...  
لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ

اے ایمان والو! رکوع اور سجدہ کرو اور اپنے رب کی بندگی کرو اور اچھے کام کرو دامتہ کہ تم فلاح پاؤ گے

(الحج، ۷۷)

اسلام کی بنیادی تعلیم اور فلاح و کامرانی کی واحد راہ یہی ہے کہ اللہ کی بندگی کی جائے اور بندوں کے ساتھ حسن سلوک اور بھلائی کا برتاؤ کیا جائے،

اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ  
وَالْاِحْسَانِ وَاِتَّقِ  
ذِی الْقُرْبٰی وَیَنْهٰی  
عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ  
الْمُنْكَرِ وَالْبَغْیِ یُعْظِکُمْ  
لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ۔

انصاف کا حکم فرماتا ہے اور رشتہ داروں کو دینے اور منع فرماتا ہے بے حیائی اور بری بات اور سرکشی سے، انہیں نصیحت فرماتا ہے کہ تم دھیان کرو۔

(البقرہ، ۱۷۷)

بندوں کے ساتھ ہمارا معاملہ کیا ہو؟ عدل کا احسان کا، ان کی خدمت کا، اور بے حیائی، برائی اور سرکشی سے اجتناب کا، اللہ نے ہمیں ان باتوں کی تاکید نصیحت فرمائی ہے،

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اپنے خاص انداز میں تلقین فرمائی کہ جو لوگ نماز روزہ اور زکوٰۃ کی تہ پابندی کرتے ہیں، لیکن بندوں کے حقوق پامال کرتے ہیں اور ان کے ساتھ برائی سے پیش کرتے ہیں۔ وہ قیامت کے دن میری امت کے مفلس اور کنگال ہوں گے، ان کے ہاتھ نیکیوں سے خالی ہوں گے سر سے پاؤں تک گناہوں میں غوطہ بخور ہوں گے

الْخَفُوْرُ: (الملك-۱۲) وہی زبردست اور

مغزت فرمانے والا ہے، یہ اچھے کام جن میں ہماری جانچ ہے۔ یہی تہ ہیں کہ ہم اللہ اور بندوں کے حقوق کی ادائیگی میں ایک دوسرے سے سبقت لے جائیں۔

وَاَعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تَشْیْءُوْا بِہٖ شَیْئًا  
وَالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا  
وَ بِذِی الْقُرْبٰی وَ النِّسْبِ  
وَالْمَسٰکِیْنِ وَ الْاِجَارِ  
ذِی الْقُرْبٰی وَ الْاِجَارِ  
الْمُحْتَبِیْنَ وَ الْعَتَاہِ  
بِالْجَنۡبِ وَ الْاِزِّ السَّیۡلِ  
وَمَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ  
اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ مَنْ  
کَانَ فَحِشًا لَا ذَخٰوْرَ  
اَلَّذِیْنَ یَخْلُوْنَ وَاَیَا  
مَرَدُوْنَ اِنۡسَآءَ بِالْجَدِ  
وَاَیَا شَیْءٍ مَّا اَنۡهٰکُمْ  
اللّٰهُ مِنْ فُضُوْہٍ ط  
اَعۡتَدَا لِلْکٰفِرِیۡنَ عَذَابًا  
مُّہِیۡنًا

اور اللہ کی بندگی کرو اور اس کا شے نہ کی کسی چیز کو بغیر اللہ اور ماں باپ سے بھلائی کرو اور رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور پاس کے ہمسایہ اور دور کے ہمسائے اور ساتھی اور راہ گیر اور اپنی باندی غلام سے بے شک اللہ کو خوش نہیں آتا کوئی اترانے والا، ڈینگ مارنے والا، جو خود بخل کریں اور دوسروں سے بخل کرنے کی کہیں اور اللہ نے جو انہیں اپنے فضل سے دیا ہے اسے چھپائیں اور کافروں کیلئے ہم نے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے

اللہ کا حق یہ ہے کہ ہم اس کی بندگی کریں، اس کے ساتھ کسی دوسرے کو شریک نہ بنائیں اور بندوں کا حق یہ ہے کہ ہم ان کے ساتھ احسان کریں بھلائی کا دین اختیار کریں۔ اترانے والے ڈینگ مارنے والے اللہ کی پسند نہیں ہیں جو خود بھی بخل کرنے والے ہیں اور دوسروں کو سکھاتے ہیں، اللہ کی دی ہوئی دولت کو چھپاتے ہیں، یہی کافراور ان بھلائیوں کے انکار ہی ہیں، ان کے لئے اللہ نے

وہ سر کے بل جہنم کی دیکھتی ہوئی آگ میں جھونک دیتے جاتیں گے۔

یہ ہیں اسلام کی بنیادی ہدایات، جن کا خلاصہ یہ ہے کہ اے خدا کے بندو! تم اپنے خدا سے ڈرو اور بندگان خدا کے ساتھ نیکی اور بھلائی کا رویہ اختیار کرو، دنیا و آخرت میں فلاح و کامرانی سے ہم کنار ہوں گے آپ دنیا کے کسی بھی مذہب یا کسی بھی شریعت انسان کے قلب و ضمیر کو جھانک کر دیکھیں تو آپ کو ہر جگہ یہی پاکیزہ تعلیم ملے گی بلکہ حد تو یہ ہے کہ بندوں کو انتہائی بے دردی کر ساتھ لے کر کھسکنے والے افراد اور گروہ بھی انہیں نیکیوں اور بھلائیوں کا نذرہ بند کرتے ہیں۔ خوش آمد و عددوں کے مہربان دکھا کر۔۔۔ تیرموں اور گروہوں کو کلی تباہی و ہلاکت کی راہوں پر لگاتے ہیں، آپ ایک طرف ان تعلیمات کو نگاہ میں رکھیں اور دوسری طرف بندوں کے عمومی حالات اور ان کے سنگین مسائل کو دیکھیں، فقر و فاقہ، گرائی و قحط سالی، غربت و افلاس اور عام پسماندگی، تشدد و لاقانونیت کی بڑھتی ہوئی لہر، عرصہ و جہالت، ظلم و انانیت، موشی استحصال، اوچ پچ، منافرت، عدم داری، طرح طرح کی اخلاقی کمزوریاں خصوصاً نئی نسل میں اخلاقی انارکی، نفس پرستی، ماحیت و خدا فراموشی اور آخرت سے غفلت وغیرہ۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان حالات میں ان بنیادی پاکیزہ تعلیمات کو خدو ص کے ساتھ اپنانے والے کون لوگ ہوں گے؟ کہاں سے آئیں گے؟ کیا اسی طرح پوری انسانیت تباہ ہوتی رہے گی، اور ہم تماشا دیکھتے رہیں گے؟ کیا اس صورت میں ہم اپنے آپ کو اس کلی تباہی سے بچا سکیں گے؟ نہیں ہرگز نہیں، ہم سب

تباہ ہو جائیں گے اور ایسے تباہ ہوں گے کہ نہ تو ہمارے حال پر کوئی ترس کھائے گا اور نہ کوئی آنکھ روئے گی، یہ انجام تو اس دنیا کا ہو گا، آخر میں جب اللہ کے حضور پیشی ہو گی تو ہم وہاں مجرم ہوں گے، ہمارا دل مجرم ہو گا جس طرح ہیں اللہ کے بندوں پر رحم نہیں آیا ہے، اللہ بھی ہم پر رحم نہیں فرمائے گا۔ ہمارے حق میں دردناک عذاب کا فیصلہ ہو گا، ہم دیکھتی ہوئی آگ کے جوا ہوں گے اور اس سے بچنا نہیں ہو گا۔

آئیے ہم اپنے فرض کو پہچانیں، اپنے آپ کو اور اپنے ذہنوں کو دنیا و آخرت کے بھیا نک انجام سے بچانے کی فکر کریں، بھلائیوں کا نذرہ لگانے والے اور بری فلاح و بہبود کے وعدوں کے مہربان دکھانے والے تو بہت ہیں۔ لیکن اپنے خدا سے ڈرنے والے، انسانیت کے حقیقی خواہ انہیں دنیا و آخرت و آخرت کی کامل فلاح و بہبود سے ہم کنار دیکھنے کی آمیزش رکھنے والے، سچے دل سے ان کے دکھ درد میں ہاتھ بٹانے والے، ان کی حد اور بھلائی کے کاموں میں مل جل کر لپٹ جانے والے، اس مشترک اور عالمی سچائی کا پسپا کرنا نمونہ بننے والے بہت کم بلکہ نہ ہونے کے برابر ہیں، انسانیت اس وقت اس بات کی محتاج ہے کہ تمام خپسند بھائی اس فرض کی ادائیگی کے لئے کھڑے ہو جائیں، اور مل جل کر اس ذمہ داری کو ادا کریں۔ درج ذیل کام ہماری اولین توجہ کے طالب ہیں۔

۱۔ سب سے پہلے غربت و افلاس اور عام پسماندگی کو لیجیے۔ باشندگان ملک کی ایک بڑی تعداد ایسی ہے جو ان آفات و مصائب کو دور کرنے کے کام سے کوئی عملی دیکھی نہیں رکھتی۔ ان کے نزدیک یہ کام حکومت کا ہے اور یہ بات کسی حد



سرکاری و نیم سرکاری مشینری کے ذریعہ انجام دیا جاتا ہے۔ مگر ہماری ان مسائل سے عدم دلچسپی کا نتیجہ یہ ہے کہ ان کاموں میں کوئی برکت نظر نہیں آتی، غریب ترقی لوگ ناجائز فائدہ اٹھا لیتے ہیں اور مستحق لوگ محروم رہ جاتے ہیں اور اپنے بہتر سرمایہ اور وسائل و ذرائع سے بھی غریبی، پس ماندگی دور کرنے اور عوام خصوصاً دیہاتوں کو بڑی اکثریت کی مصیبتیں دور کرنے میں وہ مدد نہیں ملتی جو ملنی چاہیے۔

دوسری مشکل یہ ہے کہ قومی مصیبتوں اور تحفظ و قلت کے مواقع پر بھی مدد، خدمت اور ہمدردی کا جذبہ ابھرنے کے بجائے کچھ افراد اور گروہوں میں اس صورت حال سے ناجائز فائدہ اٹھانے کی تحریک بڑھتی ہے وہ اپنی حرکتوں سے اس مصیبت میں اور اضافہ کا موجب بنتے ہیں حالانکہ یہ مواقع اپنے ذاتی اور گروہی مفادات سے بلند ہو کر مصیبت زدہ بھائیوں کو راحت پہنچانے کے لئے کچھ کر گزرنے کا ہر فرد اور گروہ سے تقاضہ کرتے ہیں۔

ہمیں مل جل کر ملک میں ایسی فضا پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے کہ لوگ ایک دوسرے کے دکھ درد میں کام لیں اور ناگہانی اور قومی مصیبتوں کا مل جل کر مقابلہ کریں۔

۲۔ دوسرا اہم کام ملک میں تشدد کی بڑھتی ہوئی لہر اور لاقانونیت کے روکنے کا ہے اجتماعی زندگی میں لوگوں کو ایک دوسرے سے شکایات پیدا ہوتی ہیں۔ لیکن اس کے معنی یہ تو نہیں کہ ہر شخص قانون کو اپنے ہاتھ میں لے لے یا اپنا جائز و ناجائز فائدہ منوانے کے لئے تشدد پر اتر آئے، یہ نہایت خطرناک رجحان ہے۔ اس سے ظلم و تشدد اور توڑ پھوڑ، جانی و مالی نقصان کے علاوہ ملک کی تعمیر و ترقی کے کاموں

تک ہے بھی درمیان۔ لیکن اس کے باوجود اس ضمن میں ہم پر بھی کچھ ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں ہر معاملہ میں حکومت بددلی بھروسہ کرنا تنہا تمکد ہی ملک کی ہی خصوصیت نہیں ہے ایشیا اور اور افریقہ کے تمام نوآزاد اور ترقی پذیر ممالک کے باشندوں کا یہی حال ہے چونکہ دور غلامی میں یہ ممالک استحصال کا شکار اور نہایت پسماندہ تھے آزادی کے بعد ان کے وسائل و ذرائع بھی بڑھے اور ترقی پزیر ممالک سے امداد اور ترغیض لے کر اپنی پس ماندگی دور کرنے کے انہیں مواقع ملے، نلاحی ریاست کے تھوڑے سے عوام کو حکومت سے زیادہ ترقی یافتہ ہو گئی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان ممالک میں مغربی ملکوں کے مقابلہ میں رضا کار، رفاہی تنظیمیں بہت کم ہیں سب کچھ حکومتوں ہی پر چھوڑ دیا جاتا ہے کوئی حکومت خواہ کتنی ہی فرض شناس اور نیک نیت ہو، اس کے وسائل و ذرائع اور انفرادی قوت بہت ہو پھر بھی وہ اپنے منصوبوں کو عملی جامہ پہنانے کے لئے اپنے عمل اور پبلک کے بھرپور تعاون کی بہر حال محتاج ہوتی ہے اگر باشندگان ملک ان مسائل میں دلچسپی نہ لیں اور رائے عامہ کا باؤ نہ ہو تو نہ حکومت کی مشینری چوکس رہ سکتی ہے اور نہ نلاحی ریاست کے تقاضے پورے ہو سکتے ہیں، بلکہ عام لوگ تو محروم رہ جائیں گے اور چند خورش حال اور حکام رس لوگ ناجائز فائدہ اٹھا کر اپنی خوش حالی میں مزید اضافہ کر لیں گے۔

یہ راز کس سے پوشیدہ ہے کہ کمیونٹی ڈولپمنٹ سوشل ویلفیئر اور پس ماندہ طبقات کو ادبنا اٹھانے کے لئے قومی سرمایہ سے ہر پانچ سالہ منصوبے میں اربوں روپے رکھے جاتے ہیں۔ ملک دبیروں ملک کی متعدد رفاہی و نلاحی انجمنیں اس سلسلے میں طرح طرح سے امداد کرتی ہیں۔ لیکن یہ سارا کام

کو شدید نقصان پہنچاتا ہے ہم کو مل جل کر اس نقصان کو بدلنے اور باہمی خیر سگانی اور مفاہمت کے جذبات اُبھانے کی فکر کرنی چاہیے۔ ہر فرض شناس کو عدل و انصاف پر قائم رہنے کے لئے آمادہ کرنا چاہیو۔ ہر جگہ خیر پسندوں کا ایک گروہ تیار کرنا چاہیے جو شد و اور لاقانونیت کی روک تھام کے سلسلے میں ہر وقت فکر کر سکے اور ان اسباب کے ازالے کی پیشگی فکر کرے، تاکہ اس کی نوبت نہ آئے پائے، نئی نسل میں یرحمان بڑی تیزی سے بڑھ رہا ہے ہمیں انکی قوتوں کو تخریب کے بجائے تعمیر کی طرف لگانا چاہیے ایک نہایت زریں اصول جو اجتماعیت کی جڑ ہے اور جس کی دنیا کے تمام مذاہب نے نہایت بڑے زور الفاظ میں تعلیم دی ہے اس کو ذہن نشین کرنے کی فکر کرنی چاہیے، دوسروں کے لئے بھی وہی پسند کر دو جو تم اپنے لئے پسند کرتے ہو، ساتھ ہی یہ احساس بھی زیادہ سے زیادہ بیدار رکھنا چاہیے کہ جیسی کرنی ویسی بھرنی، ہمیں بہر حال اپنے کرتوتوں کا نتیجہ بھگتنا ہی پڑے گا، تجربہ شاہد ہے کہ دنیا میں بھی بڑے کرتوتوں کا بدلہ اچھا نہیں ہوتا۔ اور آخرت میں جو نتائج رونما ہوں گے وہ اس سے زیادہ ہولناک ہوں گے۔

۳۔ تیسرا اہم کام۔ نئی نسل میں بڑھتی ہوئی آوارگی اور ابا حیات پر روک لگانے اور ان کا روح تعمیر کی طرف موڑنے کا ہے ہمارا ملک اپنے محل وقوع، اپنے وسائل و ذرائع اور اپنی افرادی قوت کے لحاظ سے دنیا کے چند بڑے ملکوں میں سے ایک ہے، ہمارے بزرگوں کی انتھک کوششوں اور ایثار و قربانی سے ملک کی باگ و بار باشندگان ملک کے ہاتھ میں آئی ہے، ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنے وطن عزیز کی تعمیر و ترقی اور باشندگان ملک کی فلاح و بہبود کے لئے مل جل کر کوشش کریں اور افراد اور جماعتیں

انفرادی و اجتماعی طور پر اس کی خدمت اور اسے مثالی بنانے کے لئے جدوجہد میں اپنا حصہ ادا کریں ہمارے ملک کا مستقبل ہمارے نئی نسل کے ہاتھ میں ہے۔ ہمارے یہی نوجوان اس ملک کے سمار اہل کرتا دھرتا بننے والے ہیں۔ ان سے بجا طور سے یہ توقع کی جاتی ہے کہ وہ اپنی قابلیت، فنی صلاحیت اور کارکردگی میں اضافہ کر کے ملک کی تعمیر و ترقی میں بھرپور حصہ لیں، مگر اعداد و شمار بتاتے ہیں کہ ان کی بڑی تعداد میں ایسے رجحانات پروان چڑھ رہے ہیں، جو نہایت درجہ تشویشناک ہیں، ان کو نہ خدا کا خوف ہے نہ قانون کا ڈر نہ ملک اور باشندگان ملک کا درد ہے، نہ ان کی خدمت کا شوق، نہ دین و ایمان کا پاس و لحاظ ہے اور نہ والدین کی پسند و ناپسند کا خیال۔ وہ کسی اصول و ضابطے کی پابندی گوارا کرنے کے لئے تیار نظر نہیں آتے، ان حرکات و سکنات سے معلوم ہوتا ہے کہ انہیں کسی کی کوئی پروا نہیں جو جی چاہے گھاکریں گے، اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ان لادلوں سے باشندگان ملک کی آنکھیں نمٹتی ہی ہونے کے بجائے انہیں دکھ پہنچتا ہے یہ ملک کی کیا خدمت کر سکیں گے، خود اپنی صحت و اخلاق کو تباہ کر رہے ہیں اور اپنے حرکات و سکنات سے امن و سکون کو درہم برہم کرنے کے ساتھ تعمیری کوششوں کو بھی شدید نقصان پہنچاتے ہیں۔ اس خطرناک رجحان کو بدلنے اور ہمدردی و دل سوزی سے ان کی قوتوں اور صلاحیتوں کو تعمیر کی طرف لگانے کی بھرپور کوشش ہونی چاہیے، ۔۔۔۔۔ ہم میں سے ہر ایک کو اپنی اولاد کی اصلاح و تربیت کی فکر کرنی چاہیے اور ساتھ ہی ساتھ اپنے عرق و قارب اپنے دوست احباب اور اپنے بزرگوں کی اولاد کو اپنی اولاد سمجھ کر ان کے سدھارنے اور محبت و پیار سے انہیں سیدھی راہ لگانے کی کوشش

وہ ہمارے ہاتھوں کے کر تو قوت سے دنیا کو بد امنی اور فساد سے بھرا دیکھنا چاہتا ہے تاکہ ہم دنیا میں بھی اس کے کڑے کسے پھیل چکے ہیں اور جب اپنے خدا کے حضور جاتے ہیں تو وہاں باغی اور مجرم قرار پاتے ہیں، اپنے جرائم کے حقیقی انجام سے دوچار ہوں۔ وہ انجام انتہائی المناک اور مہیا تک ہو گا، دہشتی آگ ہو گی جو چاروں طرف سے چھائی ہو گی، اس سے نکلنے کا موقع نہ ہو گا۔

یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے اور اس میں دور آئیں نہیں ہو سکتیں کہ مہلائی کا انجام اچھا اور بُرائی کا انجام بُرا ہوتا ہے، ہم مہلائوں کے اختیار کرنے اور بُرائیوں کے چھوڑ دینے کا تہیہ کر لیں اور پھر مل جل کر مہلائوں کو فروغ دینے اور بُرائیوں کے مٹا دینے کی منظم کوشش کریں، خدا نے اپنے بندوں کو پیدا کیا ہے اُسے ان سے محبت ہے، وہ ہمارے ساتھ دیسا ہی معاملہ کرے گا، جیسا ہم اس کے بندوں کے ساتھ کریں گے۔ ہم ان سے محبت کرے گا، رحم کریں گے تو وہ بھی رحم کرے گا۔ ان کی ضرورت پر کام آئیں گے تو وہ بھی ہماری ضرورت پر کام آئے گا۔ آج بند گاہِ خدا کی سب سے بڑی ضرورت یہ ہے کہ ہم انھیں شیطان کے پھندے سے نکال کر انہیں ان کے خدا سے جوڑ دیں، وہ ہوش میں آجائیں، ان کو اندہ بُرائی مہلائی کا امتیاز پیدا ہو جائے کہ مہلائی کو سینے سے لگائیں، بُرائی سے بھاگیں جیسے کوئی آگ سے بھاگتا ہے، شیطان کی راہ پر ڈالنے والے بہت ہیں۔ منظم ہیں، یو بے سماج پر چھائے ہوئے ہیں، خدا کی راہ پر لگانے والے ٹھیک ٹھیک جائزہ لیں، صحیح صورت حال سے لوگوں کو آگاہ کریں، آج انسانی دل و دماغ پر شیطان نے قابو پا لیا ہے انھیں کلی تنہائی کی راہ لگا دیا ہے وہ پوری تیز رفتاری کے ساتھ آگے بڑھے چلے جائے

کر فی چاہئے، اس طرح نئی نسلیں کے کام میں ایک دوسرے کے ساتھ جو تعاون بھی ممکن ہو کرنا چاہئے۔  
۴۔ جو مہلا اہم ترین کام۔ مہلائوں کو عام کرنے رواج دینے اور غالب کرنے کا اور بُرائیوں کو دودھ کرنے اور مٹانے کا ہے دنیا میں کون ہے جو اپنے لئے بُرائی کو پسند اور مہلائی کو ناپسند کرتا ہو؟ یادہ کون سا دین و مذہب ہے جو بُرائی کی تعلیم دیتا اور مہلائی سے روکتا اور منع کرتا ہو؟ یادہ کو کسی انجمن، جماعت اور پارٹی ہے جو بُرائی کو فروغ دینے اور مہلائی کو مٹانے کے نام سے دھوکہ دے کر آئی ہو؟ آپ کا ایک ہی جواب ہو گا کہ نہیں، کبھی ایسا نہیں دیکھا گیا، پھر ایسا کیوں ہے کہ آج ہمارا معاشرہ بُرائیوں کو اختیار کرنے میں بے حد جری ہو گیا ہے کیا اس کی فطرت بدل گئی ہے یادہ اپنی جان کا دشمن بن گیا ہے؟ ایک صاحب کہنے لگے کہ چمڑے کے پرانے جوئے جمع کیے جاتے ہیں، انہیں پکایا جاتا ہے ان کا برادہ بنایا جاتا ہے، پھر انہیں چائے کے رنگ میں رنگ کر چائے میں ملا دیا جاتا ہے پھر وہی ڈبوں کے اندر بھر کر بازار میں پہنچا دیا جاتا ہے، وہی برادہ چائے کے نام پر ہم اور آپ پیتے ہیں۔ یہ ایک ادنیٰ مثال ہے یہی حال تقریباً تمام ہی استعمال کرنے والے برتن کی چیزوں میں ہو رہا ہے ملاوٹ، گرائی، قتل و غارت گری، بے حیائی و بدکاری، جوا، شراب نوشی، دسودنخوڑی، رشوت ستانی، غرض ہر بڑی بُرائی کا سیلاب ہے جو پورے معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لیتے ہوئے ہے،

خدا کو بھول جانے اور شیطان کی پیروی اختیار کر لینے کا انجام ہمیشہ یہی ہوا ہے اور آج بھی ہو رہا ہے، شیطان ہمارا دشمن ہے وہ ہمیں بُرائی سکھاتا ہے اور بُرائی کی راہ پر ڈالتا ہے، ہماری دنیا بھی تباہ کر دینا چاہتا ہے اور آخرت بھی، وہ

ہیں۔ ہر آنے والا دن نئی نئی برائیوں کو جنم دیتا ہے بہت جلد وہ وقت آنے والا ہے جب لوگ عام طور پر برائی کو بھلائی اور بھلائی کو برائی سمجھیں گے، انسانی فطرت نسخ ہو جائے گی اور بھلائی سے ویسی نفرت پیدا ہو جائے گی۔ جیسی برائی سے ہونی چاہئے۔ پھر لوگ عام طور پر بھلائی کے نام پر برائی کریں گے، بھلائی کو برائی سمجھ کر چھوڑ دیں گے، اور اس طرح انسان ایک دن اپنے ہی ہاتھوں اپنا گلا گھونٹ لے گا۔

مسلمانوں پر بحیثیت ملت پر سر فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ نوع انسان کو برائیوں کے یلغار سے بچائیں شیطان کے جنگل سے انہیں بچائیں، برائی کی آگ سے ملک اور اس کی ایک ایک آبادی کو اپنی لپیٹ میں لے چکی ہے۔ انسانی معاشرے کا ہر حصہ دھڑا دھڑل رہا ہے ایسے مواقع پر آپ اپنے چھوٹے چھوٹے اخلاقیات کو بھلا دیں، ملک ملک کے گوشے گوشے سے اپنے خیر پسند بھائیوں کو دھونڈیں، تلاش کریں، انہیں اس آگ کے محضہ کرنے پر آمادہ کریں، متحد اور منظم ہو جائیں، پوری قوت کے ساتھ اس محاذ پر جلائیں، خیر کی ساری بکھری ہوئی قوتوں کو مجتمع کریں تربیت دیں اور اس کا رخیہ کی انجام دہی میں لگا دیں، یہ کام اتنا وسیع اور ہمہ گیر ہے کہ تنہا کوئی ایک جماعت محض اپنے وسائل و ذرائع سے کام لے کر انجام نہیں دے سکتی۔ ضرورت ہے ہر جماعت اور تنظیم، ہر طبقہ اور ذریعہ، عوام و خواص سے تعلق رکھنے والے خیر پسند بھائی اس کام کے لئے ایک ہو جائیں، باہمی اشتراک و تعاون سے کام لیتے ہوئے ایک عظیم اجتماعی قوت بنیں اور کام کی کماحقہ انجام دیں، اس کام کو ٹھیک ٹھیک انجام دینے کے لئے بے حد ضروری ہے کہ ہمارے دلوں میں خدا کا در ہو، محبت ہو، اسے راضی کرنے اور خوش کرنے کی ترغیب ہو، آخرت میں اپنے خدا کے حضور جو

ابدی کا احساس ہو۔ اس کے بغیر مال کی ہوس اور شیطان کے پہلانے سے نجات پانا مشکل ہے، آج اس لئے گزبے دور میں بھی ہمارے ملک اور معاشرے میں خیر پسند بھائیوں کی کمی نہیں ہے آپ شہروں کی سربفلک عمارات سے لے کر دیہات کی ایک خستہ چھوٹی ٹرک، ہر گھر میں بھانک سکر دیکھیں۔ آپ کو ایک بہت بڑی تعداد ملے گی جو نیکی اور بناؤ کو دل سے پسند کرتی ہے، برائی اور بگاڑ سے اسے شدید نفرت ہے یہی انسان کی فطرت ہے۔ ابھی ان کی فطرت بدلی نہیں ہے لیکن یہ سب کے سب منتشر ہیں، بکھرے ہوئے ہیں، برائی اور بگاڑ کے بڑے ہمہ گیر اور بھیانک طوفان کو دیکھ کر مبہوت ہو گئے ہیں، ڈرے، سہمے اور مبہوت کھڑے ہیں، کچھ سمجھ میں نہیں آتا کیا کریں، اس طوفان سے اپنا بچاؤ کیسے کریں؟ مادی تعمیر و ترقی معیار زندگی کی بلندی، دولت بڑھانے، اقتدار پر قبضہ پانے ملکی وسائل کو ہاتھ میں لینے اور حسب منشاء استعمال کرنے کی آوازیں ہر طرف سے آ رہی ہیں، ان کے لیے تنظیمیں بنتی ہیں، پارٹیاں جوڑیں آتی ہیں، زیادہ سے زیادہ دولت جمع کرنے اور لذت دنیا سے لطف اندوز ہونے کی ایک ہوا چل رہی ہے، ہر فرد ایک دوسرے سے آگے بڑھ جانے کی فکر میں ہے، اس لیے ڈھینکا گامستی اکھاڑا چھاڑا، اور ایک دوسرے کو خراٹے اکھاڑنے کے ہنگامے پر پائے لیکن نیک نیتی کے ساتھ محض نیکی اور بناؤ کو بدوان چڑھانے اور برائی اور بگاڑ کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کے لئے وسیع پیمانے پر کوئی منظم کوشش نہیں ہو رہی ہے اس صورت حال کو دیکھ کر خیر پسندوں کی رُوح لرزتی ہے اور وہ دن بدن مستقبل سے مایوس ہوتے چلے جاتے ہیں۔ اس موقع پر اگر آپ آگے بڑھیں

گئے، ایک دوسرے کو سہارا دیں گے، دھار س بن جائیں گے۔ آگے بڑھیں گے، ملک، معاشرہ اور ایک ایک گھر کو نیکیوں سے بھر دیں گے، حق اور نیکی کا سورج پوری آب و تاب سے روشن ہو گا۔ باطل، جھوٹ اور برائی کی گھنگھڑ گھٹائیں چھوٹ جائیں گی، ہوا میں تحلیل ہو کے رہیں گی۔ آپ کی آواز میں زور ہو آپ کی پشت پر عظیم اجتماعی طاقت ہو، تو آپ دیکھیں گے کہ ملک کے گوشے گوشے سے خیر پسند فوج در فوج کھینچے چلے آ رہے ہیں۔ آپ کو ملک کے چمگل دہیا بان سے بھی اپنی تائید ملے گی۔ حق اور نیکی میں بے پناہ طاقت اور کشش ہے ایک مرتبہ آپ اسے بے نقاب کر کے میدان میں لے آئیں، پھر دیکھیں کہ جھوٹ، برائی، اور بگاڑ کس طرح میدان چھوڑ لے ہیں،

یہ ہم وہ چند اہم کام جو اپنی انجام دہی کے لئے ہماری غیر معمولی توجہ جانتے ہیں، جماعت اسلامی انہیں زیر عمل لانے کے لئے کوشاں ہے مگر اس طرح کے ملک گیر کام تنہا کسی ایک گروہ کی محدود کوششوں سے انجام نہیں پاسکتے بلکہ ملک کے جملہ ہی خواہ اور خیر پسند حضرات کی اجتماعی کوششوں سے کچھ ہو سکے گا، تنہا اپنی جماعت یا گروہ انہیں کامیابی کے ساتھ سرانجام نہیں دے سکتا۔

سکوت توڑیں، نیکی اور بناؤ سے محبت رکھنے والوں کو آوازیں دیں۔ انہیں اطمینان دلائیں کہ ہم خدا کے واسطے اس نیکی اور بناؤ کو فروغ دینا چاہتے ہیں جو آپ کے دل کی آواز ہے اور جس سے آپ کو قلبی لگاؤ ہے اس برائی اور بگاڑ کو مٹانا چاہتے ہیں جس سے آپ کی فطرت انکار کرتی ہے اور جس سے آپ کی شدید نفرت ہے اس کے سوا اور ہماری کوئی .. غرض نہیں ہے کہ ہم سے ہمارا خدا راضی اور خوش ہو، ہمیں اور تمام ہی بندگان خدا کو دنیا میں بھی امن چین اور انصاف نصیب ہو اور اپنے خدا کے حضور بھی ہم خیر پسند اور نیکیہ کار بن کر پیش ہوں وہ ہمیں اپنے لازوال انعامات سے نوازے اس کی بکرا اور دردناک سزا سے ہم بچ جائیں، اس مقصد کے حصول کے لئے ہمارا ایک عزم، ایک مقصد اور ایک کام ہو، اس کے لئے ہم پورے ملک میں .. ایک تحریک چلائیں، ہم لے کر اٹھیں، اٹھنیں جماعتیں اور پارٹیاں بنائیں، ہر خیر پسند کو اپنے ساتھ لیں، ہر جگہ ایک اجتماعی طاقت بن کر کھڑے ہو جائیں، برائی اور بگاڑ کا ڈٹ کر مقابلہ کریں نیکیوں اور بھلائیوں کا ایک سیلاب ہو، جو بڑبڑیوں کو خس و خاشاک کی طرح بہا لے جائے، آپ خیر پسندوں کے اندر امنگ اور حوصلہ پیدا کریں، ان کے خوف و ہراس کو دور کریں، ان کی مایوسیوں کو اُمید سے بدل دیں، انہیں محسوس ہونے لگے کہ خدا کے حق پرست نیکی کار بندوں نے جبر جبری لی ہے بیدار ہوئے ہیں اپنے بچھڑے ہوئے بھائیوں سے گلے مل رہے ہیں، سینے سے لگا رہے ہیں، دیوں کے میل کچیل دھل رہے ہیں۔ باہمی شکوہ و شکایت کا دور ختم ہو رہا ہے، یہ ایک خدا کے بندے، ایک ماں باپ کی اولاد تھے، بچہ بن گئے تھے، پھر ایک ہو رہے ہیں۔ یہ حق پرستی اور نیکی کے علمبردار ہوں گے، منظم ہوں گے، حرکت میں آئیں

حق و صداقت کا بے باک ترجمان

## پندرہ روزہ اجتماع

وقت کی پابندی اور کتابت طاعت کی عمدگی کیساتھ شرائع و تقاضے حق کے حامی اور باطل سے بے سرو سامن ہو جانے والے اس نو نہاں نئے ضرور رشتہ قائم کریں سالانہ چندہ دس روپے۔ ششماہی ۶ روپے

پندرہ روزہ اجتماع دیوبند

بہ سلسلہ قادیانیت

# افہام و تفہیم

تفہیمِ اعتراض میں سورہ احزاب کی آیت  
 "ما کان محمدؐ الا علیٰ صاحب مودودی نے ایک  
 ضمیمہ شامل کیا تھا جو قادیانی حضرات کے اس دعوے  
 کی تردید کرتا تھا کہ میں آنحضرتؐ کے بعد نبوت کو  
 جاری و ساری بتایا گیا ہے، یہ ضمیمہ ہوا ایک  
 رسالہ کی شکل میں شائع ہوا تھا، اس رسالہ کی تردید  
 کیلئے قاضی محمد نذیر صاحب لائپوری نے ایک سال  
 موصومہ بہ "علی تبصرہ" شائع کرایا جس میں قاضی صاحب  
 نے اقوال بزرگانِ دین، احادیث رسول صلعم اور متعدد  
 آیات قرآنی سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی تھی کہ  
 حضرت محمدؐ کے بعد نبوت بند نہیں بلکہ جاری و  
 ساری ہے اس سلسلہ میں چونکہ مجھے قاضی صاحب  
 سے شدید اختلاف ہے خاص طور پر قرآن کریم کی  
 آیت خاتم النبیین کی تشریح سے، اس لئے میں نے  
 مقامی قادیانی حضرات سے اس پر گفتگو کی۔ انھوں  
 نے مجھے مولوی محمد ایوب صاحب سابق مبلغ...

مالیر کو ملہ حال مظفر نگر سے ملا یا، ایوب صاحب نے  
 فرمائش کی کہ میں قاضی محمد نذیر صاحب کی مذکور  
 بالا تشریح پر اپنے اشکال تحریر کر دوں تاکہ وہ  
 بذریعہ ڈاک ان کے حل ارسال کر سکیں، ایوب  
 صاحب کا جواب اُسے یہ تھا کہ دیکھ کر حیران رہ  
 گیا کہ موعیدوں نے میرے اعتراضات کا جواب  
 نہ دے کر قطعی غصہ متعلق بحث چھڑ دی ہے میں  
 نے قادیانی حضرات سے شکایت کی تو انھوں نے  
 شبیر صاحب سکریٹری نشر و اشاعت جماعت  
 احمدیہ میرٹھ سے ملنے کا مشورہ دیا، شبیر صاحب  
 کو جب تمام امور سے آگاہ کیا گیا تو کچھ بحث و  
 تحقیق کے بعد انھوں نے مشورہ دیا کہ میں جناب  
 شریف احمد صاحب امینی انچارج احمدیہ  
 مشن بمبئی سے رجوع کر دوں،

چنانچہ میں نے بذریعہ ڈاک امینی صاحب  
 کو لکھا کہ قاضی محمد نذیر صاحب لائپوری نے  
 قرآن کریم کی آیت خاتم النبیین کی تفسیر و تشریح



درپیش ہے کہ اگر ان کی بات کو درست مانا جائے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ :-

بیٹا نہ ہونا یا پھر ابو کہ کم سنی میں مر جانا کوئی عیب نہ تھا، کہ خدا کو صفائی پیش کرنے کی ضرورت ہوتی۔ بیٹے کی مطلقہ سے نکاح کا الزام تو ایک گھناؤنا الزام ہے جس کی صفائی ضروری تھی۔ لیکن بیٹا نہ ہونے کا الزام یا عیب تو ایک بے وزن اور بے سودہ بات ہے خدا تعالیٰ نے تعالیٰ نے اس کو اہمیت دینے کی غلطی کیوں کی؟

دوسرا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ بقول قاضی صاحب حضرت محمدؐ کی ذات میں جو عیب ثابت ہوتا تھا وہ نطفہ سے بیٹا نہ ہونے کا عیب تھا، یہ عیب روحانی بیٹوں یا دوسرے لفظوں میں شاگردو متبعین نہ ہونے کا نہیں تھا، ایسی صورت میں روحانی بیٹے یا شاگرد ثابت کرنے سے کیا فائدہ ہوا؟ کیا اللہ تعالیٰ نے روحانی بیٹے یا شاگرد ثابت کر کے حق تعالیٰ کی ناکام کوشش کی تھی؟

غیر سوال یہ ہے کہ کیا خاتم النبیین کے لفظ سے کوئی معترض اور مخالف سمجھ سکا ہوگا کہ محمدؐ کو خاتم النبیین کہہ کر ان کو آئندہ پیدا ہونے والے انبیاء کا روحانی باپ قرار دیا جا رہا ہے، ظاہر ہے کہ ہرگز نہ سمجھ سکا ہوگا کیوں کہ خاتم خواہ کسی معنی میں بولا اور لکھا جاتا رہا ہو "روحانی باپ" کے معنی میں ہرگز ہرگز استعمال نہیں ہوا، اور جب استعمال نہیں ہوا تو کوئی بھی نہ سمجھ سکا ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے محمدؐ کو خاتم النبیین کہہ کر آئندہ پیدا ہونے والے انبیاء کا روحانی باپ ثابت کیا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ پر غلط زبان استعمال کرنے اور اپنے مقصد

کرتے ہوئے جو کچھ لکھا ہے مجھے اس میں یہ اور اشکال درپیش ہیں، مہربانی فرما کر ان کو حل فرمائیں ذیل میں ان اشکال کا خلاصہ پیش کیا جا رہا ہے۔ تفصیلات بخوبی طوالت نقل نہیں کی جا رہی ہیں۔

## اشکال علیٰ

قاضی صاحب نے اپنے رسالہ "عملی تبصرہ" میں سورہ احزاب

کی آیت "ما کان محمدؐ اباً احداً من رجالکم و خاتم النبیین" کی تشریح میں فرمایا ہے کہ حضرت زینبؓ سے آنحضرت کے نکاح پر جب کفار نے اعتراض کیا کہ محمدؐ نے اپنے بیٹے کی چھوڑی ہوئی عورت سے نکاح کر لیا ہے تو صفائی میں اللہ تعالیٰ نے اس آیت کا پہلا فقرہ "ما کان محمدؐ اباً احداً من

رجالکم" نازل فرمایا یعنی یہ بتایا کہ محمدؐ تمہارے مردوں میں سے کسی کا بھی باپ نہیں ہے، اس فقرہ سے یہ الزام تو ختم ہو گیا کہ محمدؐ نے اپنے بیٹے کی چھوڑی ہوئی عورت سے نکاح کر لیا ہے لیکن ایک دوسرا یہ عیب آپؐ کی ذات میں ثابت ہونی کا شبہ پیدا ہو گیا کہ جب محمدؐ کے کوئی بیٹا نہیں ہے تو وہ محاذ اللہ ابتداء و اوارث سے چنانچہ اسی شبہ کے ازالہ کے لئے اس آیت کا اگلا فقرہ

"ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین" نازل فرما کر یہ بتایا کہ اگرچہ محمدؐ کی صلب سے کوئی بیٹا نہیں ہے مگر یہ مت خیال کرو کہ وہ لاوارث اور ابترا ہے وہ اللہ کا رسول ہے اس لئے اپنی اہمیت کا روحانی باپ ہے اور اس سے بھی آگے وہ خاتم النبیین ہے اس طرح وہ آئندہ پیدا ہونے والے انبیاء کا بھی روحانی باپ ہے پھر قاضی صاحب نے کافی زور یہ ثابت کرنے پر صرف کیا ہے کہ خاتم النبیین کا مطلب انبیاء کا روحانی باپ ہی ہوتا ہے۔

مجھے قاضی صاحب کے اس خیال پر یا اشکال

دلائل قاضی صاحب لائپوری پیش کر ہی چکے ہیں۔

میرے پہلے عریضہ کا خلاصہ یہ تھا کہ اگر آیت خاتم النبیین کی وہ تشریح درست ہے جسے قاضی صاحب نے پیش کیا ہے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ:-

(i) نطفہ سے بیٹا نہ ہونے سے کیا کسی کی ناقص اور کردار داغ دار ہو جاتا ہے؟ عقل کہتی ہے کہ ہرگز نہیں، اب اگر کوئی بازاری لفنگا بیٹا نہ ہونے کی وجہ سے حضرت محمدؐ کی بھتی اڑاتا تھا تو کیا وہ منہ لگانے کے قابل تھا؟ خدا تعالیٰ نے اسے منہ لگانے کی غلطی کیوں کی؟

(ii) اگر یہ فرض کر بھی لیا جائے کہ بیٹا نہ ہونا واقعی عیب ہی ہوتا ہے خدا تعالیٰ نے اس کی تردید کے لئے فرمایا کہ محمدؐ متعہودا نبیاً کا روحانی باپ ہے تب یہ سوال پیدا ہو جاتا ہے کہ عیب روحانی بیٹا نہ ہونا نہیں تھا۔ بلکہ جسمانی بیٹا نہ ہوتا تھا۔ اس صورت میں روحانی بیٹے یعنی شکر و ثابت کرنے سے کیا فائدہ؟ جسمانی بیٹے نہ ہونے کا عیب تو پھر بھی باقی رہ گیا۔

(iii) اگر یہ بات درست ہے کہ حضرت محمدؐ کو خاتم النبیین قرار دینے سے خدا تعالیٰ کا مقصد یہ تھا کہ کفار سچو لیں کہ محمدؐ بہت سے انبیاء کا روحانی باپ ہے اس طرح بیٹا نہ ہونا نہ سونے کا عیب اس کی ذات میں نہیں ہے تو اس کو (خدا کو) خاتم النبیین کا لفظ استعمال نہیں کرنا چاہئے تھا۔ [کیوں کہ یہ لفظ خاتم + النبیین سے مل کر بنا ہے جس کا ترجمہ ہوا انبیاء کا خاتم] اگر خاتم کبھی عربی زبان میں روحانی باپ کے لئے بولا اور لکھا گیا ہوتا تو اس آیت سے پڑھنا

میں ناکام ہو جانے کے عید ثابت ہوتے ہیں۔ اتنی صاحب نے میرے اس عریضہ کے جواب کو مودہ اس کے مزدوری حصے کے بدر قادیان موضع ۵ اگست ۱۳۷۷ء میں شائع کرادیا، میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ مولوی ایوب صاحب ساکن سردٹ گڈ مظفرنگر کی طرح امینی صاحب نے بھی اصل سوالات سے تقریباً صرف نظر ہی کیا ہے اگرچہ عنوانات اس طرح .... قائم کئے ہیں کہ دیکھنے میں یہ معلوم ہو کہ ہر اشکال کو الگ الگ حل کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ بدر موضع خروہ اگست ۱۳۷۷ء کے اس مضمون کو پورا نقل کرنے سے یہ مضمون بہت طویل ہو جائے گا، اس لئے میں اپنے اس خط کو نقل کر رہا ہوں جو ہر رات کے جواب کو پڑھ کر اس نے اتنی صاحب کو لکھا تھا، میرا یہ آخری خط درج ذیل ہے،

"اخیار بدر موضع ۵ اگست ۱۳۷۷ء میں اپنے میرے اعتراضات کے جو جوابات شائع کرائے ہیں پہلے میں نے ان کو جڑ جڑ کر پڑھا پھر کئی بار تمام مضمون پر یکجا نظر ڈالی افسوس کہ میرا احساس یہ ہے کہ:-

(i) آپ بار بار اس حقیقت کو بھول جاتے ہیں کہ آیت خاتم النبیین اس تشریح کو جو آپ آپ صاحبان کرتے ہیں، میں نے درست فرض کر لیا ہے، پھر وہ سوالات یا اشکال پیش کئے ہیں۔ جو آپ نے ہفت روزہ بدر قادیان میں نقل نہ کرائے ہیں۔

(ii) یہی وجہ ہے کہ آپ نے بار بار وہ دلائل یا بنیادیں سراہیں جن کی بناء پر بقا خاتم النبیین کے معنی انبیاء کا روحانی باپ کہنے جاسکتے ہیں حالانکہ تقریباً یہ تمام ہی

میں خدا تعالیٰ نے آیت خاتم النبیین نازل فرما کر بتایا کہ اگر ہم محمد کے نطفہ سے کوئی بیٹا نہیں بنے تاہم چوں کہ وہ اللہ کا رسول ہے اور اپنی اُمت کا روحانی باپ ہے، اور اس سے آگے وہ خاتم النبیین ہے، اس طرح وہ انبیاء تک و روحانی باپ ہے۔

ان سات نکات پر تبصرہ کرنے سے قبل یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ اپنے روحانی باپ والی تفسیر کی نکالت تو کی ہے اس پر میرے اشکال یا اعتراض اول کا جواب نہیں دیا ہے۔ ایک صاحب! اگر میرا اعتراض یہ ہوتا کہ آپ صاحبان کس وجہ سے لفظ خاتم النبیین کی تفسیر انبیاء کا روحانی باپ کرتے ہیں تو آپ کی یہ ساری کوشش غیر متعلق نہ ہوتی۔ لیکن جب میرا یہ اعتراض ہے ہی نہیں، بلکہ میں تو آپ صاحبان کی یہ تفسیر درست فرض کرتے ہوئے یہ اعتراض کرتا ہوں کہ نطفہ سے بیٹا نہ ہونا کوئی عیب کی بات ہے ہی نہیں اگر کوئی بازار ی لفظ کا ابتر کی بھینٹی اڑاتا ہے تو وہ مزہ لگانے کے قابل نہیں ہے خدا تعالیٰ نے یہ حماقت کیوں کی کہ ایک بے ہودہ بازار ی بھینٹی کی صفائی پر اتر آیا، (معاذ اللہ)

تو امینی صاحب کیا آپ کی یہ ساری بحث غبیضت سے نہیں ہے؟

اس کے بعد حیران دل چاہتا ہے کہ

آپ کے فراہم کردہ نکات پر [جو ناقضیہ نذیر صاحب کے دلائل کی تکرار رہی ہے] مختصراً تبصرہ بھی پیش کر دوں۔ (اگرچہ اس کی زیادہ اہمیت اس موقع پر نہیں ہے)

آپ کو یہ سمجھنا چاہیے کہ ایک غبیضہ قاضی صاحب کے اخذ کردہ نتائج پر اعتراض کر رہا ہے ازراہ گرم انداز جو اب عنایت فرمائیں

سننے والے کچھ دیکھ سکتے تھے کہ خاتم النبیین کہہ کر محمد کو انبیاء کا روحانی باپ بتایا جا رہا ہے مگر جب یہ لفظ کسی اس معنی میں لکھا اور بولا ہی نہیں گیا تو کوئی بھی نہ سمجھ سکا ہو گا۔ اس طرح خدا تعالیٰ پر غلط زبان استعمال کرنے اور اپنے مقصد میں ناکام ہونے کے عیوب ثابت ہوتے ہیں۔

ان تین نہایت واضح اشکال کو حل کرنے کی بجائے جناب نے پھر سے وہ ہی دلائل پیش فرما دیئے، جن کو قاضی محمد نذیر صاحب پیش فرما چکے تھے۔

"اشکال اول کا حل" کے عنوان سے بدر میں آپ نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے وہ ان بنیادی نکات پر مشتمل ہے:-

(۱) مکہ میں حضرت قاسم کی وفات پر کفار نے آنحضرتؐ کو ابتر کہا۔

(۲) خدا تعالیٰ نے ابتر کے طعنہ کو اہمیت

دی۔

(۳) اس طعنہ کی تردید میں خدا تعالیٰ سورہ کوثر نازل فرمائی۔

(۴) سورہ کوثر میں خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ اے محمدؐ ہم تجھے کثیر روحانی اولاد عطا کریں گے۔

(۵) اس کے بعد مدینہ میں خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ رسم بے پالک ناجائز ہے یعنی بے پالک آئندہ بنایا نہیں سمجھا جائے گا۔

(۶) اس حکم سے حضرت زیدؓ حضرت محمدؐ کے بیٹے نہ بن سکے، اور چونکہ حضرت محمدؐ کے کوئی اولاد نزدیک نہ تھی تو کفار کے اپنے سابقہ طعن کو دہرایا کہ (معاذ اللہ) اب تو محمدؐ پر کا ابتر ہو گیا ہے،

مندرجہ بالا مقدمات لا بنیادیں فراہم کر کے آپ فرماتے ہیں کہ اس طعنہ کے جواب

کا طعن دیا تو خدا تعالیٰ نے بھی کسی بھنیاری کی طرح پلٹ کر جواب میں ان کو ابتر کہہ دیا۔ (محاذ اللہ)

آپ کا چوتھا نکتہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے اس سورہ میں فرمایا کہ اے محمدؐ تم مجھے کثیر روحانی اولاد عطا کریں گے، گویا آپ کے نزدیک کوثر کے معنی کثیر روحانی اولاد ہوتا ہے لیکن خود آنحضرتؐ نے فرمایا کہ کوثر نام کا ایک خوش حشر میں میرے تحت و تصرف میں ہو گا۔ اور کہ اس نام کی ایک نہر جنت میں میرے کٹر دل میں دیا جائے گی۔ اس مضمون کی دو چار نہیں دسیوں روایتیں بخاری، مسلم، مسند احمد وغیرہ کتب احادیث میں پائی جاتی ہیں۔ ایسی بات تو یہ بتائے کہ اگر کوثر کے معنی کثیر روحانی اولاد کے ہو سکتے ہیں تو کثیر جسمانی اولاد کے کیوں نہیں ہو سکتے؟

آپ کا فرمودہ نکتہ یہ ہے کہ جب لے پالک نا جائز ہو گئے تو کفار نے اپنے سابقہ طعن کو پھر دہرایا، کہ محاذ اللہ اب تو ابتریت مکمل ہو گئی،

ایسی صاحب کیا آپ تاریخی ثبوت پیش کریں گے، کہ جب سورہ احزاب کی آیت ”حن کو تم بیٹا کہہ کر پکارتے ہو خدا نے ان کو تمہارا بیٹا نہیں بنایا“ نازل ہوئی اور اس طرح لے پالک نا جائز ہو گئے تو کفار نے اپنے سابقہ طعن کو دہرایا۔ بظاہر حالات کوئی حق ہی ایسا کہہ سکتا ہے، ورنہ ایسا کہنے کا کوئی موقع نہ تھا کہ محمدؐ اب پکا ابتر ہو گیا ہے اول اسوجہ سے کہ کوئی ذریعہ معلوم کرنے کا نہیں تھا کہ آئندہ محمدؐ کے بیٹا پیدا نہ ہو گا۔ دوم

اس سلسلے میں جملہ اسلامی لٹریچر میرے خلاف اسی طرح جھٹ ہو گا، جس طرح کسی مسلمان کے خلاف جھٹ ہوتا ہے،

اب اپنے فرمودات پر میرا تبصرہ ملاحظہ کیجئے،

آپ کا بیان فرمودہ نکتہ یہ ہے کہ ابتر کے طعن کو خدا تعالیٰ نے اہمیت دی اور سورہ کوثر نازل فرمائی۔

میں عرض کروں گا کہ یہ سراسر غلط بات ہے اتنی بات تو درست ہے کہ سورہ کوثر کے نزول سے قبل کفار نے حضرت محمدؐ کو ابتر کہا تھا۔ لیکن اس سے یہ نتیجہ تو نہیں نکلتا کہ یہ سورہ ابتر کے طعن کی تردید کے لئے نازل ہوئی تھی آپ سوال کریں گے کہ پھر کس لئے نازل ہوئی تھی، اس کا شان نزول کیا ہے؟ جواباً عرض ہے کہ مکہ میں آنحضرتؐ پر ہر قسم کے ظلم کئے جا رہے تھے، طرح طرح سے انھیں جہلمانی اور روحانی (نفسیاتی) تکالیف دی جا رہی تھیں۔ ان حالات میں جب آنحضرتؐ کے صاحبزادہ قاسم نے انتقال کیا۔ اور کفار ناہنجار نے ابتر کی پھلتی چست کی تو آپؐ پر غم و اندوہ کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ آپؐ کی دل شکستگی کا اندازہ ہر وہ شخص کرتا ہے جس کی دو گاہ میں اس وقت کے تفصیلی حالات ہیں۔ ان حالات میں اللہ تعالیٰ نے سورہ کوثر نازل فرمائی، جس میں آنحضرتؐ کی تسلی و تشفی کے لئے فرمایا کہ اے محمدؐ دل شکستہ نہ ہو مجھے تجھے کوثر عطا کر دیا ہے پس تو اپنے رب کے لئے نماز پڑھ اور قربانی دے، تیرے دشمن ہی گناہم رہیں گے یہ بات ہرگز نہیں تھی کہ جب کفار نے ابتر

(۲) لیکن روحانی بیٹا کافر نہیں ہو سکتا اس طرح روحانی بیٹے ثابت ہونے سے جسمانی بیٹے نہ ہونے کا عیب دور ہو گیا۔

ایسی صاحب آپ صاحبان کا کہنا یہی تو ہے کہ کفار جسمانی بیٹا نہ ہونے کی وجہ سے آپ کو ابتر کا طعنہ دیتے تھے، اس کا واضح مطلب یہ ہوا کہ اگر محمدؐ کے لفظ سے کوئی بیٹا ہوتا تو کفار کو لئے آپ کو ابتر کہنے کا کوئی موقع باقی نہ رہ جاتا۔ اب غیر کیجئے کہ روحانی بیٹا نہ ہونا تو طعنہ کی بنیاد نہیں تھا۔ پھر آخر روحانی بیٹے یعنی شاگرد و متبعین کے اثبات کا کیا موقع تھا؟ جسمانی بیٹا نہ ہونے کے عیب کی تردید کے لئے کیا یہ جواب خاصہ سنجیدہ لوگوں کو منسنے پر مجبور نہ کر دے گا کہ اگرچہ محمدؐ کے لفظ سے کوئی بیٹا نہیں ہے لیکن اس کے روحانی بیٹے بکثرت ہیں۔ اس کے روحانی بیٹوں

میں تو انبیاء تک ہوں گے، ظاہر ہے کہ کفار آنحضرتؐ کو نبی اور رسول تسلیم نہیں کرتے تھے پھر وہ کیوں نہ اس قول پر ٹھٹھا لگائیں گے کہ محمدؐ کے شاگردوں میں تو انبیاء بھی پیدا ہوں گے، وہ اس کو خفت مٹانے کی کوشش قرار دینے میں حق بجانب ہوں گے، درست اور صحیح بات وہی ہے کہ لفظ سے بیٹا نہ ہونا کوئی عیب ہوتا ہی نہیں۔ اس سے کار نبوت و رسالت ہرگز ہرگز متاثر نہیں ہو سکتے تھے، خدا تعالیٰ کو ایسی بیہودہ باتوں میں نہ الجھنا چاہیے تھا (معاذ اللہ) اور اگر واقعی بیٹا نہ ہونا عیب اور حسرتی ہی کی بات ہوتی ہے تو پھر سیدھی سی بات

اس وہ ہے کہ تمام عرب دیکھ رہا تھا کہ کس طرح محمدؐ اپنے دشمنوں کو شکست دے رہے ہیں اور ایمان لانے والوں کی تعداد اور جانثاروں کا کیا حال ہے۔ بہر حال آپ کو اس کا کوئی تاثر یا ثبوت پیش کرنا چاہیے۔

آپ کا فرمودہ نکتہ یہ ہے کہ اس مکمل ابتریت کے طعنہ کی زوہیں یہ آیت نازل ہوئی۔ حالانکہ اسی مضمون میں آپ خود ہی تسلیم فرما چکے ہیں کہ یہ آیت حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے اثرات کے ازالہ کے لئے نازل ہوئی تھی۔ (بدتر ۵، اگست ۱۹۶۷ء ص ۱۲۰ اور ص ۹۰ کا لم ۱۱) لیکن اس مضمون کی ضرورت کے لئے یہ اختلاف بیانی زیادہ اہم نہیں ہے صحیح اور درست بات وہی ہے جو آپ نے بدتر کا لم ۱۱ ص ۱۲۰ اور کا لم ۱۱ ص ۹۰ میں نے تسلیم فرمایا ہے اور جسے قاضی محمد صاحب نے بھی درست مانا ہے (علی تبصرہ ص ۵۳)

اشکال ۱۱ جواب کے عنوان سے آپ نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے اس کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے پہلا حصہ وہ ہے جسے آپ نے پیرا گراف اول میں تحریر کیا ہے دوسرا حصہ وہ ہے جس کی ابتداء آپ نے اس جملہ سے کی ہے "ہم نجل حسین صاحب کے علم و اطلاع کے لئے"۔ پہلے حصے میں آپ نے میرے اشکال ۱۱ سے متعلق گفتگو کی کوشش کی ہے، لیکن دوسرے میں نہیں کی ہے اس لئے دوسرے حصے پر میں کوئی خاص گفتگو نہیں کروں گا۔

پہلے حصے میں آپ نے فرمایا:-

(۱) کیوں کہ جسمانی بیٹا کافر اور بد قماش بھی ہو سکتا ہے جیسا کہ حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا تھا۔

میں آپ نے اصل موضوع کی طرف رجوع  
فرمایا ہے، اس حصے میں آپ کے فرمودات  
کا خلاصہ یہ ہے۔

(۱۱) آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اگر ابراہیم  
زندہ رہتا تو ضرور سچا بی بن جاتا۔  
اگر سچو میں آیت خاتم النبیین کے  
ذریعہ نبوت بند ہونے کا اعلان ہو گیا  
ہوتا تو سلسلہ میں وفات حضرت ابراہیم  
کے وقت آنحضرتؐ یہ فرماتے کہ اگر  
ابراہیم زندہ رہتا تو بھی نبی نہیں بن سکتا  
تھا، کیوں کہ ۵ سال قبل اللہ تعالیٰ نبوت  
کی بندش کا اعلان کر چکا ہے۔ پس..  
ثابت ہوا کہ لفظ خاتم النبیین کا مطلب حضرت  
نے انبیاء کا رد و حافی باپ ہی سمجھا۔

(۱۲) حضرت محمدؐ نے فرمایا کہ میں خاتم الانبیاء  
ہوں اور اے علی! تو خاتم الادبیاء اس  
روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت علیؓ  
نے خاتم النبیین کا مطلب انبیاء کا رد و حافی  
باپ ہی سمجھا۔

(۱۳) حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ لوگو یہ  
تو کہا کرو کہ محمدؐ خاتم النبیین ہیں لیکن یہ  
موت کہا کرو کہ آپؐ کے بعد کوئی نبی نہ  
ہوگا۔

اس روایت سے ثابت ہوتا کہ  
حضرت عائشہؓ نے بھی لفظ خاتم النبیین  
کا مطلب انبیاء کا رد و حافی باپ ہی سمجھا۔

(۱۴) جب حضرت علیؓ، حضرت عائشہؓ  
اور خود آنحضرتؐ نے لفظ خاتم النبیین کا مطلب  
انبیاء کا رد و حافی ہی سمجھا اور خوب صحیح اور  
برحق سمجھا تو ہم یہی کہیں گے منکر اسلام عربی  
لوگ بھی ضرور کچھ گئے ہوں گے کہ خدا محمدؐ

یہ تھی کہ آنحضرتؐ کی ازواج مطہرات میں  
سے کسی کو بیٹے کا حمل دے کر اعلان کر دیا  
جاتا کہ یہ لڑکا ہوگا۔ پھر وہ لڑکا پیدا ہو کر  
زندہ رہتا۔ پھولتا پھلتا اور صالح ہوتا۔  
روحانی بیٹوں یعنی شاگردوں کا اثبات  
تو ایک ایسی ثابت شدہ حقیقت کا اثبات  
تھا۔ جس کا کسی نے بھی انکار نہیں کیا تھا۔  
بلکہ اس کا تو ذکر تک نہیں تھا، (معات  
کیجئے اسے تو زبردستی غرضی بات بنانے  
کے لئے درمیان میں لایا گیا ہے)

رہا دوسرا حصہ۔ اس حصے میں آپ  
نے یہ ثابت کرنے کی کوشش فرمائی ہے  
کہ آنحضرتؐ کے نزدیک خاتم النبیین کے  
معنی یہ تھے کہ آپؐ کے بعد کوئی شارع  
نبی نہیں آ سکتا۔ وغیرہ ظاہر ہے کہ اس کا  
میرے پیش کردہ اشکال ۱ سے کوئی  
تعلق نہیں ہے کیوں کہ میرا کہنا یہ ہے کہ  
متبعین کا ہونا کوئی خوبی ہو سکتا ہے بیٹا  
نہ ہونے کے عیب کو دور نہیں کر سکتا۔

"اشکال ۲ کا جواب" کے عنوان  
سے ابتدا میں آپؐ نے وہی غیر ضروری  
بحث کی ہے کہ خاتم النبیین کے معنی  
انبیاء کا رد و حافی باپ ہی ہوتا ہے، اس  
عرض کے حصول کے لئے آپؐ نے ایک  
بار پھر ایک تہائی آیت کا معنوی علیہ  
رکاوڑ دیا ہے۔

یعنی آیت "وَمَنْ يَطْعَمْهُ اللَّهُ وَالرَّسُولُ..  
..... تَادُ حَسَنًا وَلَهُ رَفِيقَانِ" لیکن میں  
فی الحال اس پر کچھ عرض نہیں کروں گا  
کیوں کہ یہ ایک غیر متعلق بحث ہو گی البتہ  
اس پر الگ سے بحث ہو سکتی ہے۔ آخر



کو خاتم النبیین کہہ کر آپ کو انبیاء کا رد مانی  
باب بتا رہا ہے، آپ کے فرمودہ نکتہ ۱ کے متعلق عرض  
ہے کہ اس روایت کی صحت اور عدم صحت  
سے قطع نظر جو بات اس حدیث سے ثابت  
ہوتی ہے وہ صرف اس قدر ہے کہ حضرت  
محمد خود کو احقر ہی بنی نہیں سمجھتے تھے اس  
سے یہ بات تو ہرگز نہیں نکلتی کہ آپ بلفظ  
خاتم النبیین کا مطلب انبیاء کا رد مانی باب  
سمجھتے تھے۔

نکتہ ۲ کے متعلق گزارش ہے کہ اس  
روایت سے، جسے آپ نے شیخ حضرات کی  
کتاب تفسیر مانی سے نقل کیا ہے، ادا کیجیے  
تقریب مولوی جلال الدین شمس صاحب  
بر موقدہ جلسہ قادیان مورخہ 27<sup>12</sup> 27 مندرج  
کتاب "اسلام کا غاتم گیر غلبہ" معاً امرت  
اتنی بات ثابت ہوتی ہے کہ جس طرح حضرت  
محمد خاتم النبیین ہیں اسی طرح حضرت علی  
خاتم الاولیاء ہیں۔ روایت کے الفاظ سے  
ہو کہ کوئی بات ہرگز نہیں نکلتی، چنانچہ اگر  
کس شخص کا خیال یہ ہو کہ حضرت علی کے  
بعد مرتبہ ولایت جاری و ساری ہے بند  
نہیں ہے اسی طرح حضرت علی کے خاتم  
الاولیاء ہونے کے باوجود مرتبہ ولایت  
بند نہیں ہے، اسی طرح حضرت محمد کے خاتم  
النبیین ہونے کے باوجود مرتبہ نبوت بھی  
بند نہیں ہو گیا ہے بلکہ جاری ہے، اس  
کے برخلاف اگر کسی کا خیال یہ ہو کہ اب  
ولایت کا مرتبہ بند ہو گیا ہے تو وہ یہ سمجھ  
گا کہ جس طرح حدیث خاتم الاولیاء سے  
ولایت بند ہو گئی ہے اسی طرح خاتم الاولیاء

سے نبوت بند ہو گئی ہے، تفسیر مانی سے  
جو روایت آپ نے نقل فرمائی ہے اس سے  
یہ پتہ نہیں چلتا کہ حضرت علی اپنے بعد  
ولایت کو بند مانتے تھے یا جاری خیال فرماتے  
تھے۔ پھر کیسے کہا جاسکتا ہے کہ حضرت نبوت  
کو بند نہیں مانتے نہیں مانتے تھے، بلکہ  
جاری مانتے تھے، لیکن اگر یہ فرض بھی  
نہ لیا جائے کہ حضرت علی ولایت اور  
نبوت دونوں کو جاری مانتے تھے تب  
بھی یہ تو ثابت نہیں ہوتا کہ وہ خاتم  
النبیین کا مطلب انبیاء کا رد مانی باب  
سمجھتے تھے۔

آپ کا فرمودہ نکتہ ۳ سے یہ ہے کہ حضرت  
عائشہ نے فرمایا کہ لوگو یہ رت کہا کرو کہ  
آپ کے بعد کوئی بنی نہیں ہو گا۔ اس نکتہ  
سے متعلق بھی عرض کرنا ہے کہ اس  
روایت سے (جسے آپ نے نکتہ کی کتاب  
سے نقل کیا ہے) اور جس کی کوئی سند بھی  
موجود نہیں ہے، صرف اتنی بات نکلتی  
ہے حضرت عائشہ حضرت محمد کو آخری  
بنی نہیں مانتی تھیں، مگر یہ بات تو ہرگز نہیں  
معلوم ہوتی کہ وہ خاتم النبیین کا مطلب انبیاء  
کا رد مانی باب سمجھتی تھیں۔

آپ کا فرمودہ چوتھا نکتہ یہ ہے کہ جب  
یہ تینوں بزرگ یعنی حضرت علی حضرت  
عائشہ اور خود حضرت محمد سمجھ گئے کہ  
خاتم النبیین کا مطلب انبیاء کا رد مانی باب  
ہی کہوتا ہے تو ہم تو یہ ہی کہیں گے کہ مکرمین  
اسلام عرب بھی ضرور سمجھ گئے ہوں گے۔  
ابنی صاحب اس احقر ہی نکتہ کی  
بابت کیا عرض کروں۔ اس نکتہ میں جو استدلال

جارہا ہے کہ وہ کسی مرد کا بھی باپ نہیں ہے تو کیا آپ اب نبوت و رسالت سے معزول کر دیئے گئے؟ اس دوسرے کو صاف کرنے کے لئے خدا تعالیٰ نے آگے فرمایا کہ وہ رسول اللہ و خاتم النبیین ہے یہ کہ اگرچہ محمد کے کوئی جسمانی بیٹا نہیں ہے لیکن یہ خیال مت کر کہ وہ اب نبی اور رسول نہیں، مادہ بدستور رسول اللہ ہے اور اس طرح بدستور امت کا روحانی باپ ہے اس سے بھی آگے وہ خاتم النبیین ہے اس طرح وہ انبیاء تک کا روحانی باپ ہے۔

آپ کا یہ استدلال بھی میرے خیال ناقص میں قطعی بے وزن اور بوجھ ہے لیکن میں اس جگہ اس پر کوئی تبصرہ کرنا مناسب نہیں سمجھتا۔ اس پر بھی الگ سے گفتگو ہو سکتی ہے۔

میں امید کرتا ہوں اور میرے ساتھ چند احمدی و غیر احمدی احباب بھی کہ آپ ضرور بالفرد جواب سے نوازیں گے۔ اگر مناسب خیال فرمائیں تو میرے اس عریضہ کو معہ جواب بدرقا دیان میں شاخ کرادیں تاکہ دوسرے بھی استفادہ کر سکیں، اس صورت میں منہجر بدرقا دیان سے سفارش کر دیں کہ وہ ایک پرچہ مجھے بھی درج ذیل پتہ پر ارسال کریں۔ خواہ بدریہ دی۔ پی پی پی سی۔ مذکورہ بالا عریضہ کا جو جواب ایٹنی صاحب نے دیا اس کا حلاہ یہ ہے۔

آپ کے خط کا جواب میں بدرپیہ میں شاخ کراچکا ہوں۔ اب آپ نے پھر وہی اشکال دہرائے ہیں۔ جن کے جوابات میں پیش کرچکا ہوں، یہ بحث برائے بحث ہے جس کا کوئی

آپ نے اختیار کیا ہے اس کی منطق میری سمجھ سے اونچی ہے۔ ایک بات تو سمجھ میں آتی ہے کہ پہلے ایک بات یہ اور فرض کرنی چاہئے کہ حضرت علیؓ، حضرت عائشہؓ اور آنحضرت کے مقابلہ میں منکرین اسلام عرب زیادہ سمجھدار اور عقلمند تھے، تب آپ کا یہ استدلال منطقی ہو جائے گا کہ جب حضرت محمدؐ و غیہ تینوں کم سمجھ لوگ تو منکرین اسلام عرب جو زیادہ سمجھدار اور عقل والے تھے ضرور سمجھ گئے ہوں گے (معاذ اللہ) مگر میں خوب جانتا ہوں کہ آپ ایسی دابیات بات کا تصور تک نہیں کر سکتے، چنانچہ یہ نکتہ میسر لئے ممتہ ہی بنا ہوا ہے اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ حضرت علیؓ عائشہؓ اور حضرت محمدؐ خاتم النبیین کا مطلب "انبیاء کا روحانی باپ" سمجھتے تھے تو بھی یہ کیسے سمجھا جائے کہ ابتر کی چھیتی چستہ کرنے والے کفار بھی ضرور سمجھ گئے ہوں گے۔ اذراہ عنایت اس کی وضاحت فرمائی جائے۔ میں اور میرے ساتھ کچھ احمدی اور غیر احمدی دوست آپ کی وضاحت کے منتظر ہیں۔

ہر اگست کے بدر کے اس مضمون میں آپ نے ایک نئی دلیل یہ دی ہے کہ سورہ احزاب میں کیوں کہ خدا تعالیٰ نے حضرت محمدؐ کی بیویوں کو مسلمانوں کی مائیں قرار دیا ہے اس لئے لا محالہ محمدؐ مسلمانوں کے باپ ہوئے۔ اب آگے اسی سورہ میں خدا تعالیٰ فرمایا کہ محمدؐ کسی مرد کا بھی باپ نہیں ہے تو فوراً یہ سوال پیدا ہو گیا کہ پہلے جو خدا نے محمدؐ کو مسلمانوں کا باپ قرار دیا تھا وہ محض آپ کے رسول ہونے کی وجہ سے تھا۔ اب فرمایا

فائدہ نہیں ہے۔ آپ نے اپنے خط محررہ چہرہ میں لکھا ہے کہ ”جملہ اسلامی لٹریچر اسی طرح میرے خلاف حجت ہو گا، جس طرح کسی مسلمان پر حجت ہوتا ہے (صلیٰ علیہ وسلم) چنانچہ جب حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی نے اپنی کتاب ”تخذیر الناس“ میں خاتم النبیین کی جو تشریح فرمائی ہے، وہ غلام احمد کی تشریح کے عین مطابق ہے، تو آپ کے اپنے قول کے مطابق نانوتوی صاحب کا قول آپ کے خلاف حجت ہے تاہم اگر آپ کوئی اشکال درپیش ہے تو علماء دیوبند کی طرف رجوع فرمائیں تاکہ وہ آپ کے پیش آمدہ اشکالات کا کوئی حل پیش کر سکیں۔

آئینی صاحب کا مطلب یہ ہے کہ وہ جیسے کچھ بحث سے گفتگو جاری رکھنا پسند نہیں فرماتے، کیوں کہ بحث سے میرا مقصد انہدام و تفہیم نہیں بلکہ بحث کو جاری رکھنے کی غرض سے آئیں بار بار ان ہی باتوں کو دہرائے جا رہا ہوں جن کے تسلی بخش جوابات موصوف مرحمت فرما چکے ہیں۔ مجھ سے پیچھا چھڑانے کی غرض سے موصوف نے ایک راستے کی طرف میری رہ نائی بھی کر دی ہے، تاکہ میری کج بحثی کا رخ ادھر ٹھوم جائے اور وہ راستہ یہ ہے کہ میں اپنے اشکال کو علمائے دیوبند کے نام پیش کر دوں تاکہ وہ حضرت نانوتوی کے خیال کی وکالت کرتے ہوئے میرے اشکال کا حل کریں۔

لیکن آئینی صاحب مجھ سے پیچھا چھڑانے

کی فکر میں یہ بات بھول گئے کہ اگر کسی عالم دیوبند نے تسلیم کر لیا کہ حضرت نانوتوی کا یہ خیال غلط ہے تو اس سے حضرت نانوتوی کے علم پر کوئی آپہنچ نہیں آئے گی، حضرت نانوتوی کی آراء میں درست اور نادرست دونوں کا احتمال ہے لیکن مرزا غلام احمد صاحب کے دعویٰ نبوت و رسالت کے غلط ہو جانے سے ان پر کذب علی اللہ کا سنگین الزام آئے گا، آئینی صاحب کو اس آسانی سے وہ راستہ نہیں کھولنا چاہیے تھا، جس کے ذریعہ مرزا غلام احمد صاحب اللہ پر جھوٹ بولنے والے ثابت ہو جائیں۔

میں اس تحریر کے ذریعہ جملہ قادیانی حضرات سے درخواست کروں گا کہ وہ پہلے بذکر مورخہ ۶ اگست ۱۹۰۶ء میں میرے اشکال اور آئینی صاحب کے جوابات کو ملاحظہ فرمائیں تاکہ اندازہ ہو سکے کہ ۵ اگست ۱۹۰۶ء کو میں نے اپنے خط میں اسکا جو خلاصہ درج کیا اور آئینی صاحب کے جوابات کا جو تجزیہ کیا ہے وہ درست ہے یا میں نے اس میں بد دیا نیتی کی ہے اگر وہ محسوس فرمائیں کہ میں یعنی یہ خاک را بحث براۓ بحث کیلئے حل شدہ اشکال کو دہرا رہا ہے اور آئینی صاحب کی اس تجویز کے بارے میں بھی غور فرمائیں کہ میں ان اشکال کو علماء دیوبند کے سامنے براۓ حل پیش کر دوں اور آئینی صاحب کا مغز نہ چالوں۔

اگر ان کی یہ رائے ہو کہ آئینی صاحب نے اپنے آئینہ خط میں غلط روش اختیار کی ہے تو وہ آئینی صاحب پر دباؤ ڈالیں کہ

عنوان

مک

مستقل  
ملا ابن العربی  
سب سے بڑی کتاب

تصویر اگر گندی ہے تو قصور کیمیرے یا فوٹو گرافر کا نہیں خود تصویر کا ہے

— (ویسے) —

اس مضمون کی کوئی علمی و اخلاقی ذمہ داری ایڈیٹر تجلّی پر نہیں ہے

کو بھانسنی جڑ مٹھا دیجئے گا۔

بندۂ عاجز نے وہاں جو کچھ دیکھا اور جن جن فیوض و برکات سے قلب و روح کی کثافتوں کو دھویا اسکا غفر بیان کرنے سے قبل مناسب معلوم ہوتا ہے کہ خلیع سہارن پور کے رہنے والے ————— ایک چشم دید شاہد جناب سید احمد شمس کی کچھ سطریں ہدیہ ناظرین کردوں تاکہ ایمان تازہ ہوں اور سماعتیں تر ہو جائیں۔ وہ فرماتے ہیں۔

پچھلے دو تین برسوں سے میلہ کی پرانی شان و شوکت اور خصوصیات میں بتدریج اضافہ ”زندہ دلاں قوم“

کیلئے موجب صدمہ مرت تھا۔ اس سال ۲۵ ستمبر کو یہ میلہ بین الاقوامی اجتماع ہو چکا تھا کہ کھیلے گئے برسوں میں اسکی مثال نہیں ملتی۔ پاکستان سے بھی تقریباً

۱۲۰۰۰ تشریف لائے تھے۔ ہزاروں ڈیڑھوں  
چھوڑا دیوں، اور سینکڑوں دوکانوں کا ایک شہر آباد

حضرت قطب القواطیب قبلۃ الاتقیاء شاہ کرامت  
علی حنفی مجددی قادری طبری یانا بلندی کی دعار سے اب کی  
اس احقر کو بھی پیران کلیر کے عرس میں جا نیکی سعادت نصیب  
سوئی اور وہ وہ مناظر دیکھے کہ ایک ایک سانس میں سلوک و  
طریقت کی ہزار ہزار مرتبیں طے ہو گئیں، فالحدیث علی ذلک،  
اکثر ناظرین علی تو خوب جانتے ہیں کہ پیران کلیر کا عرس  
کیا چیز ہوتی ہے کیونکہ وہ بارہا عاجز کی زبان خوش گفتار سے  
اسکا ذکر شریف سن چکے ہیں لیکن بعض بچے یہ معصوم ناظرین  
ایسے بھی ہیں جنہیں بسبب تاخیر اپنی کے خریدنے علی میں اس ذکر  
شریف کی سماعت و قرارت کا موقع نہیں ملتا انکی معلوما  
کئے عرصہ سے یہ عرس سال بہ سال نہایت نشان سے ہوتا  
ہے اور اسکی معرفت خصوصیات یہ ہیں۔

(۱) طوائفیں یعنی وہ پاکہ امن عورتیں جنہیں صوفی حضرات  
”زنان عاشقان اولیاء“ کہتے ہیں۔

(۲) شراب - یعنی وہ مقدس پانی جسکا ہر قطرہ قوالوں کی آواز میں رس اور صفیوں کے قلب میں گداز پیدا کرتا ہے۔

(۱۳) جو۱۔ یعنی تجارت کا وہ پیش بہا طریقہ جس میں ہلدی لٹی ہے نہ ٹھیکری اور رنگ چوکھا آتا ہے۔

خصوصیات تو اور بھی ہیں لیکن ان تین بنیادی خصوصیات کے بعد مزید کچھ کہنا گویا کہ اللہ کی ناشکری کرنا ہے جس اللہ

زمین بوس ہو گئیں اور سڑکوں پر اب بجائے  
گھٹنوں تک کیڑے مکھٹنوں تک پانی جمع ہو گیا۔





کہاں آتے ہیں۔

لڑکا واقعی آیا اور حق یہ ہے کہ کیا سیرت کیا صورت ہر لحاظ سے بے مثال تھا۔ چالی کے بنیان پر باریک وائل کی قمیص، چوڑی دار پانچا مہ، گونے کی کناری والی رامپوری ٹوپی، گھٹا ہوا بدن، بے ریش و بروت سفید چہرہ۔ ناظرین مکی سے کیا پردہ۔ واقعہ یہ ہے کہ اسے دیکھ کر بے اختیار دلیں آرزو پیدا ہوئی کہ کاش میں لڑکی ہوتا اور کڑوڑ جان سے اس پر فدا ہو جاتا۔ یہ آرزو اس قدر طوفانی تھی کہ دیے دیے زبان تک بھی اٹھی اس پر شاہ امرود علی نے جھکی لیکے کہا۔

ارے بد ذوق کیا کہتے ہو۔ اہل دل فدا ہونے میں لڑکی لڑکے کے فرق کو نہیں دیکھتے۔ کیا شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کی نصیحت کو بھول گئے۔

کند ہم جنس با ہم جنس پرواز

کسو تر یا کسو تر باز با باز

میری داڑھی کے بال کھڑے ہو گئے۔ یہ اس وقت کھڑے ہوتے ہیں جب عقل پر ضرورت سے زیادہ بوجھ پڑ جاتا ہے کیونکہ ایسے عالم میں وہ وطن کی طرف دوڑنے لگتی ہے۔ شاہ صاحب نے ہونٹوں پر تبسم تھا اور وہ بڑی خمار آگین نظروں سے لڑکے کی طرف دیکھ رہے تھے جو کچھ فاصلہ پر چند پروازوں کے درمیان بیٹھا بڑے حشر آفریں دلبرانہ انداز میں باتیں کر رہا تھا۔ آخر کار قوالی شروع ہوئی اور لڑکے نے ”بیجو باورا“ کے نئی گانوں کی ایسی کامیاب نقییں کیں کہ رفع اور لتا کے جھکے چھوٹ گئے چند لوگوں کو حال آ رہا ہے تھے اور لڑکا جب بھاؤ بتا کے یہ شعر پڑھتا۔

تو گنگا کی موج میں جس کا دھارا۔

رہے گا ملن ہمارا تمہارا۔

توصیفوں میں ایک زلزلہ سا دوڑ جاتا۔ وہ ناچتے تھرکتے لڑکے کی طرف بڑھتے اور جس کا موقع پڑتا اسے سینے سے لگا لیتا۔ ایک صاحب نے توجہ نہ کیا کہ دوسرے صاحب معافہ سے فارغ ہی نہیں ہوئے تو فریاد شوق میں اچھلنے پر خود داری پیشانی چوم لی اور زحما دیکھی جو نے کار ارادہ کر رہے تھے کہ پیچھے سے عاجز نہ ٹانگ

کھینچ لی۔ وہ منہ کے بل زمین پر گر رہا ہے مگر ہونٹوں پر ہر ایک الفاظ رقصاں تھے

تو گنگا کی موج میں جس کا دھارا۔

رہے گا ملن ہمارا تمہارا۔

ای گھڑ چوند میں کسی نے میری جیب صاف کر لی اور گھر جوت پہنچا ہوں تو بیوی نے وہ مزاج پر کسی کی کہ جو حال درگاہ میں نہ آسکا تھا وہ گھر میں آگیا، میں نے شکل خود کو ہارٹفل ہونے سے بچایا اور عرض کیا کہ اے نیک نخت! تو کھانا گرم کر کے لائے بعد میں تجھے قوالی کے فوائد و برکات پر پیش بہا تقریر سناؤں گا۔ اس نے منہ لٹکا کے جواب دیا۔

”کھانا کہاں سے لاؤں آٹا دو پہر ہی ختم ہو چکا تھا“

”ارے تو محلے سے ادھار مانگ لیا ہوتا“

”محلے والوں کا پہلے ہی کئی سیر چڑھ رہا ہے۔ بڑوں کا تقاضا کر رہی تھی“

”معاذ اللہ! ایڈیٹر تجلی کے یہاں سے لے آتی“

”کئی تھی مگر وہاں تو سب کا روزہ ہے“

”تب تو آٹے کے ساتھ کچھ افطاری بھی لے آتی تھی“

”بھارت میں جائیں آپ کی باتیں خبر بھی ہے بین دن سے وہاں کی اور رات کا سلسل روزہ چل رہا ہے۔ بڑی سیگم کہہ رہی تھیں کہ بس بچوں کیلئے روٹی یا چاول پک جائے ہیں۔ اور بڑے چائے بسکٹ اور کیلے کھا کر گزارا کرتے ہیں“

حاصل یہ کہ رات کو بھوکا سونا پڑا اور بھوک میں جتنے نفیس خواب آتے ہیں انکا اندازہ آپ یعنی ناظرین مکی نہیں کر سکتے کیونکہ آپ نہ سمجھی بھوکے سوئے ہیں۔ کسی نے آپ کی جیب کاٹی ہے۔ صبح جائے پکی تو شکر نہیں سمجھی بیوی نے چوٹی نکال کر دی کہ شکر لے آئے۔ میں اس وقت تو بے چوں و چرا شکر لے آیا مگر جب چائے کی پیالی نے دل و دماغ میں جان ڈال دی تو اچانک ایک خیال دھم سے کودا۔

”کیوں صاحب! بیوی سے کہا یہ چوٹی موجود تھی تو پتا اسی کا آٹا کیوں نہ منگا لیا۔ کم سے کم فاقہ تو نہ کرنا پڑتا“

یہ رات کہاں تھی..... ابھی آپ کے اٹھنے سے پہلے لائی ہوں با



”اپنا سردار حسن ہے نا۔ اسکے داپنے ہاتھ تم بلٹھ جانا اور“  
انہوں نے مجھے تاش کاٹنے کے کچھ ایسے کمر بھجائے  
کہ زبان سے بے اختیار جزاک اللہ نکل گیا۔ وہ سینہ تان  
کے بولے۔

”اے تم جزاک اللہ لئے پھرتے ہو قسم رب کی یہ معمولی شہدے  
ہیں۔ وہ وہ داؤ بکھاؤنگا کہ عمر بھر مزے کرو گے خیر تو یہی  
کرنا جیسا بکھا یا ہے۔ جیب میں ادھے اودھ۔  
”ممتو رہے۔ مگر آپ کھیل میں شریک نہ ہوں گے؟“  
”ارے واہ! ہم شریک ہو گئے تو بھر کیا رہا تم ہماری  
فکر نہ کرو۔“

اگلے دن ہم اسکیم کے مطابق پیران کایز پہنچ گئے ہم سے  
مطلب ہے میں۔ سردار حسن اور میاں قادر بیگ جتنی جھوٹی  
ندرت اللہ ہمارے ساتھ نہیں گئے بلکہ اپنے ہم مشرب اور ہم  
پلہ خواہر بدر الدجی کے ساتھ بلجودہ گئے۔ ایک چھو لاری  
ہمارے ساتھ تھی۔ اسے مناسب جگہ نصب کیا اور سی روز  
ٹھیک مغرب کی اذان پر تاش کا کھیل شروع ہو گیا مجھ نے  
آدنی اس میں شریک تھے۔ یہ بس میرے ہی لئے تھے وہ  
میاں قادر بیگ اور سردار حسن تو ان سے پہلے ہی سے وہاں  
معلوم ہوتے تھے۔ انکی باہمی گفتگو سے پتا چلا کہ پچھلے سال  
بھی چوڑی جی تھی خیر کھیل جما اور خوب جما۔ بارہ بجے تک  
میری اور سردار حسن کی جیبوں میں تقریباً آٹھ سو روپے اچکے  
تھے۔ ٹھیک سو بارہ بجے ایک صاحب چھو لاری میں  
تشریف لائے اور سردار حسن سے فرمائے گئے۔

”اب کھیل چھوڑیے۔ منہلے پیر کی فاتحہ شروع ہونے  
والی ہے میاں صاحب نے یاد فرمایا ہے۔“

کھیل ختم ہو گیا۔ شرکار چلے گئے۔ بس ہم اپنے ہی اپنے  
باقی رہ گئے۔ میں محسوس کر رہا تھا کہ آنے والے صاحب  
آنکھوں ہی آنکھوں میں سردار حسن کو کچھ اشارہ کر رہے

ہیں۔ سردار حسن نے یکلخت مجھ سے کہا

”تم ملا نہیں ٹھیکو۔ ہم اچھے آتے ہیں۔“

”مجھے بھی لے چلئے۔ منہلے پیر کی فاتحہ کا تو مجھے بھی بے حد شوق ہے۔“

”کہاں سے؟“  
”بڑی دیچی گروی رکھ کے سامنے والے قصابی کی بیوی سے  
دو روپے لئے ہیں۔ دونوں کی ریزگاری ہی تھی۔“  
میں دم بخود رہ گیا۔ جی میں آئی لوہے کی پھونکنی اٹھا کے  
بیوی کے سر میں ماروں۔ پھر خیال آیا اپنے ہی سر میں ماروں  
پھر دونوں ارادوں کو ملتوی کرنا پڑا کیونکہ سر بیوی کا پھٹتا  
یا میرا ہر صورت میں وہ بولنے دو روپے جو بانی تھے مریم بی  
کی تندرست ہو جاتے۔ صبر کی رسل سینے پر رکھ کر گھر سے نکلا۔ صوفی  
قدرت اللہ راستے ہی میں مل گئے۔ بہت شاداں نظر آئے  
تھے۔ کہنے لگے۔

”اماں روٹی صورت کیوں بنا رکھی ہے۔“

”بیوی کا انتقال ہو گیا ہے۔“

”اماں چھوڑو بیوی تو آئی جانی چیز ہے پیران کلیں نہیں چل سکتی۔“  
”وہاں اٹا کیا بھاؤ ہے؟“

”استغفر اللہ اٹا داٹا کیا لگایا۔ چلو لطف رہے گا۔“

میں نے جیب سے ایک بیڑی نکالی

”دیکھ کر ہے ہیں۔ یہ آخری بیڑی ہے۔“ میں نے کہا ”اور  
اسے بھی جلائے کیلئے ماحس نہیں ہے۔“

وہ مسکرائے اور سرگوشی کے انداز میں بولے۔

”تم تو لاؤ دہا بیت کے چکر میں بھنس گئے ورنہ صابر کی قسم  
وہ مزے کرتے کہ بس کیا کہوں۔ آؤ میرے ساتھ آؤ۔“

میں دم دبائے انکے ساتھ بولیا۔ یہ محاورہ نہیں ہے بلکہ

کچھ احساس کمتری کے عالم میں مجھے ایسا ہی محسوس ہوا

کہ میرے ایک دم ہے اور وہ دب گئی ہے جھوٹی صاحب

نے راستہ میں پوچھا۔

”تاش کھیلنا جانتے ہو؟“

میں چونک گیا

”آپ سنجیدہ ہیں؟“

”اس میں مذاق کی کیا بات ہے۔“ وہ بولے ”تاش تو سبھی

جانتے ہیں۔“

”چلئے میں بھی جانتا ہوں۔ پھر؟“

”نہیں نہیں۔ وہاں بعد میں چلیں گے ذرا ہم ایک کام ہوائیں۔ ان لفظوں میں خاصی بتائی کی جھلک تھی ویسے بھی بزرگوں نے کہا ہے کہ **الانسان حریص علی ما منع**۔ فدوی نے سردار حسن کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کے ذومنی انداز میں کہا ”یار ہم سے بھی پردہ رکھتے ہو۔ ہم تم تو اب ایک ہی استاد کے پیر بھائی ہیں“

سردار حسن نے ان صاحب کی طرف دیکھا۔ آنکھوں ہی آنکھوں میں کچھ گفتگو ہوئی اور آخر کار میاں قادر بیگ چشتی بولے۔

”ارے ملا صاحب تو اپنے ہی ہیں۔ ان سے گھبرانے کی کیا بات ہے“

سردار حسن کا تامل ختم ہو گیا۔ آنے والے صاحب بھی۔ جنکا نام پھلوں میاں تھا۔ کچھ راضی ہوئے اور ہم تینوں چھوڑ داری سے نکلے۔ قادر بیگ ہمیں رہ گئے۔ باہر خاصا اندھیرا تھا۔ ہلکی بارش شروع ہو چکی تھی۔ سامنے کچھ فاصلے پر خیموں کا جنگل آباد تھا۔ ہم تینوں اسی طرف چلے جا رہے تھے۔ میں خاموش تھا وہ دونوں برابر باتیں کر رہے تھے۔ انکی باتوں سے پتہ چلا کہ دراصل انہوں نے میلے ہی میں کئی اور خیمے نصب کر رکھے ہیں جن سے خاص قسم کے کاٹ لئے جاتے ہیں۔ آجکا کارنامہ یہ تھا کہ پھلوں میاں نے ایک ایسی عورت کو خیمہ نمبر میں پناہ دی تھی جو بغیر کسی مرد کے صرف اپنے چھ سالہ لڑکے کے ساتھ عرس میں آئی تھی اور بارش کی وجہ سے سر چھپانے کی جگہ ڈھونڈ رہی تھی۔ جب ہم اس خیمہ میں پہنچے تو دیکھا کہ کم و بیش ۲۵ سال کی ایک عورت خیمہ کے فرش پر سگریٹ سٹکی بیٹھی ہے اور ایک نو عمر بچہ اس کے زانوؤں پر سر رکھے پڑا کر رہا ہے۔ یہ بخار سے جل رہا تھا۔ سردار حسن نے پھلوں میاں سے دبی آواز میں کہا کہ تم دروازے پر رہو اور خود کو نہیں لگا ہو ایک لیمپ ہے۔ انکی لیمپ کی روشنی میں جو کچھ میں نے دیکھا شاید عمر بھر نہ بھولوں گا۔ عورت کی آنکھوں میں دہشت لائی ہوئی اور اضطراب کے گہرے آثار تھے۔ بدن بدن ٹپکے ٹپکے کانپ رہا تھا۔ لباس کافی بھیگ گیا تھا جس میں اسکا بدن جھلکنے لگا تھا

”گھبراؤ مت ہیں“ سردار حسن اس کے قریب جیتے ہوئے بولے ”اس خیمے میں نہیں کوئی تکلیف نہ ہوگی۔ اور بچے کا دوا علاج بھی ہو جائیگا۔ درگاہ والوں نے یہ خیمہ اس لئے گلوائے ہیں کہ ضرورت مند فائدہ اٹھائیں“

وہ جواب دینے کی بجائے رونے لگی۔ میں نے اپنے بھائی ہوئے دماغ کو مشکل قابو میں رکھتے ہوئے تلخ لہجے میں پوچھا۔

”تم میلے میں تنہا آئی ہو؟“

”نہیں“ وہ بھڑکی ہوئی آواز میں بولی ”میری بہن بھی ساتھ تھی بوند پڑنے پر جو بھاگ دوڑی وہ جانے کہاں گم ہو گئی“

”گویا مرد کوئی ساتھ نہیں ہے“

”نہیں“

”چھوڑو ملا“ سردار حسن نے جھجھلا کے کہا ”اسوقت انہیں پریشان نہ کرو۔ ہم ان کی بہن کو بھی تلاش کر دیں گے“

اب سردار حسن جلدی سے اٹھکے دروازے پہ آئے میں بھی ساتھ ہی لپکا۔ انہوں نے پھلوں میاں سے کہا ”وہ کہتی ہے ایک بہن بھی میرے ساتھ تھی؟“

پھلوں میاں مسکرائے اور بڑے فخریہ انداز بولے ”ارے اسے کیا میں چھوڑنے والا تھا۔ بھائی گلزار علی کے ٹینٹ میں پہنچا دیا ہے“

”کیوں“ سردار حسن کی آواز میں غصہ تھا ”شیخ قربان وجود تھا“

”ان کے لئے ایک اور گھیر لی ہے۔ آپ بے فکر رہیں کوئی نامراد نہیں لوٹے گا“

”ہوں..... اور مرزا صفدر نے تلو دیدہئے تھے؟“

”کیسے نہ دیتے۔ پانچ سال کے مزدوں کا اب تک بھارا لے رہیں“

”اچھا اب تم یاروں میں جاؤ اور فتو کوادھر بھجودو۔ ایسا بارش کا چانس پھر نہیں ملے گا“

پھلوں میاں تیز تیز چل دیئے۔ سردار حسن اندر لوٹنے لگے کہ میں نے روکا۔

”یار یہ سب کیا ہے؟“

انہوں نے مجھے گلے سے لپٹا لیا اور سنسن کر بولے

گزے۔۔۔ دنیا میں جنت کے مزے۔۔۔ دیکھ نہیں رہے  
ہو کس غضب کی ہے قسم اس کا نگرا چھ کپڑے پہنا دو تو  
ظلم ایک مہسوں کے کان کاٹے گی۔  
”اس کا بچہ بخار میں جل رہا ہے۔“

”بھی تو اودا چھا ہے۔ اسکی وجہ ہے وہ کم سے کم اس رات  
فرار کا خیال بھی دل میں نہیں لاسکتی۔ آؤ اندر آؤ۔“

میرے خیالات کی رو نہ جانے کہاں پہنچ گئی تھی۔ بے  
شعوری طور پر ان کے ساتھ اندر پہنچا۔ عورت بچے کی  
پیشانی دباری تھی۔ مجھے محسوس ہوا کہ ایک ہولناک طوفان  
میرے اندر ٹکرائیاں لے رہا ہو۔ غیرت اور غصے کا طوفان۔  
جیسے ایک آگ ہو جو اچانک جل گئی ہو، بھڑک گئی ہو اور مجھے  
ترپائے دے رہی ہو۔ میں نیم دیوانگی کے عالم میں عورت  
کے قریب پہنچا اور اس کے ہرے پر نظریں گاڑ کر چیخا۔  
”اچھ لڑکی تم جانتی ہو کہاں آ پھنسی ہو؟“

اس نے میری طرف دیکھا اور کانپ کر رہ گئی۔  
”یہ کیا بد تمیزی ہے“ سردار حسن مجھ پر برس پڑے مگر میں نے  
ان کی طرف توجہ نہیں دی بلکہ لڑکی کا ہاتھ پکڑ کر کڑوے  
لہجے میں کہا۔

”بد بخت لڑکی۔ تو یہاں کیوں آئی۔ کیا تو جانتی ہے اب سے  
ساتھ کب ہو گا؟“

”نہ۔۔۔ نہ نہیں۔“ اس کی آواز نہ دھمی ہوئی تھی۔  
”ہو قوف۔ بچی۔ اٹھ اگر ابرو پیاری۔۔۔“

میں جملہ لوازمات کر سکا کیونکہ سردار حسن نے میرا منہ دبا  
دیا تھا۔ لیکن اگلے ہی ثانیے میں انھیں صبح مار کے اپنا پیٹ پکڑ  
لینا پڑا کیونکہ ایسے موقع پر گھولنے کے استعمال میں میں نکل  
نہیں کرتا۔ ایک سٹری ہوئی گالی دیکر وہ دوبارہ مجھ پر حملہ آور  
تھے لیکن ان کا گھول نہ میری بجائے ٹینٹ کی دیوار پر پڑا اور  
وہ جھول گئے میں نے صرف ایک ٹھوکر پراکتفا کرتے ہوئے  
عرض کیا۔

”سردار صاحب! تمہیں میں کیا چاہا سکتا ہوں لیکن پہلے اس  
گدھے کی گچی سوچ لوں کہ اسے غلامی ابرو پیاری ہے یا نہیں۔“

”سردار صاحب! میں اسے اس لیے کہتا ہوں۔۔۔ دیکھ لیں گی جیسے  
کچھ نہیں رہی ہو کہ کیا پور رہا ہے۔“

”لو۔ احق زادی بولو۔ نکلتا ہا، بچی ہو یہاں سے۔“ میں نے  
جنہوڑا اس نے اثبات میں گردن ہلائی۔ زبان شاید قحط  
دہشت سے گنگ ہو گئی تھی۔

”تم خبیث اسے یہاں سے نہیں لے جا سکتے۔  
یہ سردار حسن کے الفاظ تھے۔ وہ خیمے کی ایک آہنی میخ  
تولنے ہوئے میری طرف بڑھ رہے تھے۔

”فضول ہے۔“ میں نے سینے پر بازو پٹتے ہوئے کہا۔ ”یہ میخ  
تمہارے ہی حلق سے اتر کر ایڑی سے نکل جائیگی۔ تم مجھے  
نہیں جانتے نہیں جانتے۔۔۔۔۔۔“

لیکن انہوں نے ہاتھ چھوڑ دیا۔ محرم کے اکھاڑوں میں  
سیکھے ہوئے پینتروں سے کام لینے کا یہی وقت تھا۔ ذرا کی جھجک  
میں دارغالی گیا اور پھر ان کی چیخ سے خیمہ گونج گیا تھا۔ ساتھ  
ہی لڑکی بھگتی تھی۔ باہر بارش کی وجہ سے افراتفری نہ مچی  
ہوتی تو ان جھجکوں کو سن کر ضرور کوئی آپہنچتا۔ سردار حسن اب  
اٹھنے کے قابل نہ رہے تھے۔

”یہ دلند بڑی گھولنے مجھے پیر رحمتہ اللہ علیہ نے عطا فرمائے  
تھے تم بارہ گھنٹے تک اپنے پیروں پر کھڑے نہیں ہو سکو گے۔  
اچانک خیمہ کا پردہ اٹھا اور ایک سن و مندا دی یہ کہتا  
ہوا اندر داخل ہوا۔

”سردار بھائی میں آگیا۔۔۔۔۔۔“

میرے لئے بڑا نازک وقت تھا۔ خیمہ کی صورت حال کو سمجھ  
لینے کے بعد یقیناً وہ میری ہڈیاں چبا جانے کا ارادہ کرتا۔ خبریت  
اسی میں تھی کہ اسے بہلت نہ دی جائے۔ بس اگلے ہی ثانیے میں  
ایکے سینے پر سوار تھا۔ وہ حیرت کے عالم میں پہلے تو لوکھلا گیا  
پھر گالی دیکر مجھے الٹ دینا چاہا۔ واقعی وہ طاقتور تھا۔ مجھے محسوس  
ہوئے لگا تھا کہ اسکے ہاتھ میرے سینے کی ہڈیاں توڑ دیں گے اور اس کی  
گردن مجھے چھوڑتی ہوگی لیکن تکثرت وہ بری طرح چیخا اور ٹھٹھلا  
پڑ گیا۔ سردار حسن نے جو میخ چھینک کر میرے مارے تھی۔ وہ اسکے  
بائیں پہلو میں تھماؤ ہو گئی تھی میں کود کر اٹھا اور لڑکی کے ساتھ

”میں بچے کو اٹھانا ہوں۔ تم میری گردن پر سوار ہو جاؤ۔“  
جلدی کرو۔

لڑکی سر اسیمہ تھی۔ میں نے اسے گھسیٹ کر گردن پہ چڑھایا۔  
بچے کو گود میں لیا اور دھانسا ہاتھ فالغ رکھا کیونکہ سردار اور لواند  
دونوں ہی زندہ تھے خیمہ سے باہر ہوتے ہوئے ایک لالت لوت  
آند کی کھوپڑی پر اور رسید کرنی پڑی کیونکہ وہ حائل ہونے  
کی کوشش کر رہا تھا۔

بارش تیز ہو چکی تھی۔ لوگ ادھر ادھر سر چھپاتے پھر رہے  
شور شر سے فضا گونجی ہوئی تھی جب میں ڈیڑھ من بوجھ اٹھا  
بستی میں خالہ رحمانی کے گھر پہنچا تو وہ حیران رہ گئی۔

”نہ نہ..... پوچھنا کچھنا بعد میں“ میں نے اسکی آنکھوں میں  
ابلتے ہوئے سوالات کو بریک لگایا ”پہلے کپڑوں کا انتظام  
کرو۔ آگ جلاؤ چائے پکاؤ.....“

نصف گھنٹے بعد خالہ رحمانی، خالو شفیق اور میں ایک  
آراندہ کمرے میں بیٹھے ہوئے چائے پیتے ہوئے لڑکی کی  
کہانی سن رہے تھے۔

”میرا نام نہیں ہے.....“

”تمہارا نام احمقوں کی خالہ ہے....“ میرے منہ سے بے اختیار  
نکلا۔ لڑکی سٹپٹا گئی۔ خالہ خالو کو کافی ناگوار گذرا۔

”چپ بھی رہو ملا۔ ہاں بیٹی تم سناؤ یہ خالو نے کہا  
”مضرو سناؤ۔ مگر یہ نام میں برداشت نہیں کر سکتا“ میں جھلایا  
”تمہارا نام کریں ہے، نصیب ہے۔ دیہات ہے اور جو  
چاہے رکھ لو مگر نہیں نہیں۔ چلو سناؤ“

”میں میرٹھ سے آئی ہوں۔ میرے ساتھ میری بہن بھی تھی...“  
”اس کا نام عقلمن ہو گا“

”چپ بھی رہو بیٹے“ خالہ نے بد مزگی سے کہا۔ ہاں بیٹی تم  
کہو یہ تو یاد دل ہے“

”میرے میاں سال بھر سے مجھ سے فریٹ ہو گئے ہیں۔ ایک  
سائیکس بابا نے مجھے بتایا تھا کہ کلیر کی ڈیوڑھی پر سجدے گزارو  
مراد پوری ہوگی میں نے بہن کو مشورہ کیا اور ہم دونوں آگے  
پس پھر کچھ بولا۔ خالہ خالو پھر تملائے۔ اسی طرح کافی دیر میں

کہانی پوری ہو سکی جسکا حاصل یہ تھا کہ لڑکی کا باب زندہ ہے مگر  
سوئی ہے جسے باپ کو بیٹی سے بیزار کر دیا ہے۔ لڑکی کا شوہر احمد  
بخش نامی ایک جاہل نوجوان ہے جسکے ساتھ وہ ماں باپ سے  
علحدہ رہتی ہے۔ وہ پہلے تو برت فیکری میں ملازم تھا اور بوی  
بچے کا عاشق تھا۔ پھر ایک صوفی صاحب اسکی زندگی میں داخل  
ہوئے اور اسنے لڑکی چھوڑ کر درویشی لے لی۔ پرنکے والے کی  
درگاہ میں پڑا رہتا۔ قوالی سنتا، چرس دیتا۔ ان چیزوں کو تو ہمیں..  
..تو بہ نصیب نے کچھ برائے کچھ کیونکہ وہ خود جاہل بنت جاہل تھی۔  
یہ سب اس کیلئے مقدس ہی تھا لیکن جلدی ہی ایک ایسی صورت حال  
پیدا ہوئی جو اسکی برداشت سے باہر تھی۔ چھوٹو قوال کی ٹولی میں  
ایک سترہ سال کا لڑکا تھا۔ احمد بخش اسکے ہاتھ پر بیعت ہو گیا اور  
اس کی وہ تمام جاہت، محبت اور شفقت جو بوی بچے سے وابستہ  
تھی آندھی کی رفتار سے پیر صاحب یعنی اس لڑکے کی طرف منتقل  
ہو گئی۔ عورت سب کچھ برداشت کر سکتی ہے مگر جذبہ رقابت  
پر قابو نہیں پاسکتی نصیب نے ہی بیان کے مطابق احمد بخش  
لڑکے کو گھر بھی لانے لگا اور گرمی کی وہ لمبی دوپہریں جنھیں نصیب  
اپنے شوہر کے سر میں تیل ملتی اور ٹانگیں دبا کر اسے سلا دیا کرتی  
تھی اس سے چھن گئیں۔ گھر ہی کی ایک کوٹھڑی میں اس کا شوہر  
تمام دوپہر اپنے نو عمر پیر سے تصوف و طریقت کا سبق پڑھا کرتا  
اور نصیب دالان میں بیٹھی کڑھکا کرتی۔ پھر یہ مکتب تصوف راتوں  
میں بھی چالو ہونے لگا نصیب اب برداشت نہ کر سکی اور شوہر  
سے لڑ پڑی۔ اسے امید تھی کہ وہ شرمندہ ہو جائے گا اور آگے  
کو توبہ کر لے گا۔ لیکن وہ حیران رہ گئی جب اس نے ایک  
مغلط گالی دیکر اس کے چاٹا رسید کر دیا۔ چائے کی جسمانی  
تکلیف اسے اتنی نہ ہوئی تھی۔ جتنی روحانی تکلیف اس عجیب  
احساس سے ہوئی تھی کہ کل تک، جو شوہر اس کے سیر و صوتا  
تھا آج چانٹا مار سکتا ہے۔

اسی پر بس نہیں ہوئی۔ ایک دن احمد بخش نے اس سے کہا  
کہ جان میاں (دو بی لڑکا) اور میں دونیں ہیں۔ جو حق میرا تم پہ  
ہے وہی اس کا بھی ہے۔ کل میں ڈیوڑھی میں سوؤں گا اور  
وہ یہاں اندر سوئے گا۔

عورت کی ایک اور بات یہ ہے کہ وہ عورت پر غصہ نہیں کرتا۔ ایک فطرت ہی میں اودیت ہوتا ہے۔ نصیبیں تڑپ اٹھتی ہیں۔ کئی صاف انکار کر دیا۔ احمد شش شاید چہرے بھی گریز نہ کرتا لیکن عین وقت پر نصیبیں کی کہن مجیدن ٹھیلے سے آتری اور احمد شش بڑبڑاتا ہوا گھر سے چلا گیا۔ پھر وہ دو دن بعد کیا تو ناراض ہی تھا۔ بیوی نے بہت کوشش کی کہ راہ راست پر لے آئے مگر اس نے صاف کہہ دیا کہ میں تم سے نفرت کرنے لگا ہوں تم نافرمان ہو۔

انہی دنوں کسی سائیں بابا نے نصیبیں کو کلیہ کی درگاہ میں سجدہ ریزی کی بشارت دی اور تصوف کی ماری نصیبیں بہن کو ساتھ لے، بچے کو گود میں چڑھا کلیہ پہنچ لی۔

یہ بھی اس کی داستان۔ خاتمہ پر وہ اپنی گم شدہ بہن کیلئے روئے لگی اور اس کی آنکھیں ایک خاموش التجا لے میری طرف بار بار اٹھ رہی تھیں۔

”تمہاری بہن بڑے مزے میں ہو گی۔ آدھی درجن صوفی اسے سلوک کی منتر لیں طے کر رہے ہوں گے۔ کہو تو تمہیں بھی وہیں لوٹاؤں“

”کیا بکو اس ہے“ خالد ہاڑے ”تمہیں شرافت برتنی چاہئے“ ”بہن کل شریفوں اور گدھوں میں کوئی فرق نہیں ہوتا میں چھلایا اس عرس مبارک کی مقدس فضاؤں میں ایک انگی بہن ہی نہیں سینکڑوں مجیدن اور نصیبیں ہوا کے گھوڑے پہ اڑ رہی ہیں۔ میں کس کس کی لگام پکڑوں گا“

”تو بہت بہادر ہے بیٹا“ خالد نے چمکارا ”تو ضرور اس کی بہن کو ڈھونڈ کے لاسکتا ہے“

”لاسکتا ہوں مگر نہیں لاؤنگا“ میں نے کہا ”عرس میں میں لڑنے بھڑنے نہیں آیا۔ ابھی مزار شریف پہ سجدہ باقی ہے۔ قوالی بھی نہیں سن سکا ہوں جہنم میں جائے ان کی بہن.... میں چلاؤ اور واقعی میں اٹھکر باہر نکل آیا۔ بارش برابر پوری تھی مگر نہ جانے کونسی بھی میرے اندر سلگ رہی تھی کہ نہ تو سر کی گئی نہ نمونے کا خوف ہوا۔

درگاہ بھری ہوئی تھی۔ آدی پادی سوار تھا۔ وہ جو تارکوں میں آیا ہے کہ شیر بکری ایک گھاٹ پانی پیتے تھے تو یہاں بھی بفضلہ تعالیٰ عورت مرد ایک گھاٹ پانی پانی رہے تھے۔ پیٹر کیسے بنا۔ ایک لاکھ سے اوپر انسانوں کا مجمع اور سر چھانے کی جگہ اتنی کم کہ کاندھے جوڑ کر کھڑے ہو جائیں تب بھی سب سر نہ چھاسکیں بارش نہ ہوئی تو اللہ کی... نہ تو بھابھریا کی زمین کافی تھی۔ کھلے آسمان کے نیچے گھاس پر ریت پر اور گندوں پر حسب معمول بچھونے لگ جاتے اور تاروں کی نرم چھاؤں میں وہ سب کچھ ہوتا جو مرد و زن کے مخلوط مجموعوں میں ہونا ہی چاہیے لیکن اب کی تو صابر بھابھ کو ایسا غصہ تھا کہ بارش بند ہی نہیں کر رہے تھے پھلانی کیا تھا۔ تاہم کھلے اور گڑبڑ کے اس ماحول میں کہنے ہی ڈرے ایسے بھی تھے جو ہر طرح کے فکر و غم سے بے نیاز اپنے دائمی معمول کے مطابق گھنٹروں کی جھنکار و طبلے کی دھواں میں ہارنیم کی لہکار اور گالے کی آواز کو گونجے ہوئے تھے۔

میں مختلف محفلوں میں اس خیال کو بھرتا تھا کہ سردار حسن کے ٹولے کا کوئی جانا پہچانا آدمی نظر جائے۔ ایمان کی بات یہ ہے کہ جس محفل میں بھی پہنچا قدم جم کے رہ گئے۔ دل کہتا تھا کہ بیٹھ کے رہ جا۔ کس حماقت میں سر مارتا پھرے گا۔ طوائفیں تو ہر سال ہی آتی ہیں مگر اب کی تین چار ایسی نظر ٹریں گی طوائفیں کہنا انکواز بسکہ حرام ہوگا۔ کوہ قاف کی پریاں تھیں۔ جنت کی حوریں تھیں۔ پیرس کی لہڈیاں تھیں۔ اندر بھاکھی گل بکاڈ لیاں تھیں۔ وغیرہ وغیرہ صوفی نوروش، قلندر سب بچھاؤ رہے تھے جیسا کہ حق ہے بچھاؤ رہے۔ آواز میں ایسی کہ شمشادیں اور تائیں قبروں میں بچھاڑیں کھائیں، تھرکنے کا انداز ایسا کہ زمین و آسمان سر دھیں۔ میں نے باوجود ضبط کے درجنوں ٹھنڈی سانسیں لیں اور کس کس کے آنکھیں ماریں مگر کسی نے توجہ نہیں دی البتہ ایک دفعہ جو سوکا نوٹ نکال کے بڑھایا ہے تو سارے مجمع کی نظریں مجھ پر اٹھ گئیں اور پریوش رقصہ نے بڑی اداسے ہاتھ آگے بڑھایا۔ ایک لمبی دائرہ میں اور کھونگیا پینٹھوں والے صوفی صاحب نے اپنے قریب جگہ بناتے ہوئے تپاک سے کہا۔



ارے صاحب آئے آئے... یہ  
مگر اگلے ہی لمحے محفل کا رنگ بدل گیا تھا کیونکہ وہ ٹوٹ  
رقاصہ کے ہاتھ میں جانے کی بجائے میری ہی جیب میں  
واپس ہو گیا تھا۔  
بول نہیں بہ میں نے بلند آواز سے کہا سب جوانی والا بند ایک  
دفہ اور پڑھو۔ ہائے کیا بات ہے۔

در خواجہ یہ میں اٹھتی جوانی لیکے آئی ہوں  
جمع میں بھینچنا ہٹ کی لہر دوڑ گئی۔ لیکر رقاصہ نے فوراً ہی میری  
عرضداشت قبول کر لی اور سب گول ہو گئے۔ وہ ایڑی کو  
ٹھوکا دیکر گارہی تھی۔

یہ میرے عارض گل فام یہ نکھڑے کی رعنائی  
یہ میرا قدر رعنا یہ تن سیمیں کا زیبائی  
یہ میرا حسن یہ ناز دادا یہ جلوہ آرائی  
عطا مجھ کو میرے خواجہ نے کیا کیا چیز فرمائی

در خواجہ یہ میں اٹھتی جوانی لیکے آئی ہوں  
جواب صنعت بہزاد ومانی لیکے آئی ہوں  
حاضرین بے خود ہو گئے۔ بہو حتی کے شور سے غصے کی چھت  
اڑنے لگی۔ میں نے جیب سے ٹوٹ نکال کر بڑھایا اور پھلا  
لگا کے باہر آیا پھلانگ اس لئے لگائی کہ دیا ہوا ٹوٹ  
سو بے گھٹ کر دس کا رہ گیا تھا۔

ایک اور غصے میں داخل ہوا۔ یہاں مس طنچہ بانی کا پنور  
والی کے گھنگروؤں کی جھنکار پر ایک نئے عمر لڑکا تان اڑا رہا تھا۔  
دیے تو سبھی شعرا چھ تھے مگر دو شعروں پر تو قیامت ہی برپا  
ہو گئی ایک سواد و بالشت کی وارھی والے صوفی صاحب نامے  
دھکے لڑکے پر جا پڑے۔ اس نے دھککا دیا تو مس طنچہ سے  
جا ٹکرائے۔ دونوں ہی نے برا نہیں مانا کیونکہ ہر ٹکراؤ کے ساتھ  
صوفی صاحب دس کا ٹوٹ بڑھانا نہیں بھولے تھے۔ خیر۔  
آپ شعر سنئے۔

دونوں جہا آپ کے قبضے میں کیوں ہوں دیکھو خدا کی کاہ خواجہ کسرتاج  
جو عرش پر مقیم تھا کلیر میں آگیا پتھو نظر نہ گئے تو اندھوں کا کیا علاج  
یہاں سے چل کر میں ایک اور پڑاؤ پہ پہنچا۔ یہاں ایک کی بجائے

دو زنان عاشقان اولیاء قص میں تھیں اور آگے کے حلقے میں  
دو بغیر از ہی کے صوفی یہ تماشہ کر رہے تھے کہ جہاں کوئی کاشٹ  
کا شعر آیا اور وہ ایک دوسرے سے پہلے اور اس طرح روزانہ شروع  
کر دیا جیسے ایک دوسرے کو ہمیشہ کیلئے الوداع کہہ رہے ہوں  
وہ دو شعر جن پر ان کی چھین نکل گئیں اور بار بار پڑھوائے آپ  
بھی سنئے۔

خدا تو سات پردوں میں چھپا ہے اس کی کیا نگیں  
میں تو ہاتھ پھیلا نا ہے خواجہ آپ کے در پر  
طواف کعبہ کی حسرت اسے پھر تمس لیتے ہو گی  
لگایا آپ کے روٹھنے کا جس نے ایک بھی جھک کر  
صوفیوں کو بغلیں چھوڑ کر میں یہاں سے بھی رخصت ہوا اور  
دوسرے ٹینٹ میں پہنچا۔ یہاں قوال دھوم مچا رہے تھے انکے  
بیچ میں ایک ایسا لڑکا بھی تھا جو ہو سکتا ہے لڑکی رہا ہو۔ اسکی  
آواز اور سر کے بالوں کی تراش قطعاً لڑکیوں جیسی تھی۔ وہاں  
بھی نسوانی ہی تھیں مگر لباس لڑکوں والا تھا۔ اگر وہ لڑکی  
ہی تھی تو اسے لڑکا شاید صوفیوں کی عام نفسیات کی رعایت  
سے بنایا گیا ہو سمجھدار لوگ اس نکتے سے بے خبر نہیں ہیں کہ  
پہنچے ہوئے اہل دل طریقت کے سفر میں صحبت ہم جنس کو  
زیادہ مرغوب رکھتے ہیں اور ان کا مقولہ ہے کہ صحبت نا  
جنس میں دل کی یکسوئی کہاں۔

بہر حال وہ کوئی بھی رہا ہو یا رہی ہو آواز بحد پیاری تھی۔  
میرا بدن تو خیر دیوبند کی مٹی سے بنا ہے نغمہ کے تیر کھال کے  
اندر کیا گھستے مگر دیگر حاضرین کا یہ حال تھا کہ جب وہ نو عمر  
درویش یا درویشی کان پہ ہاتھ رکھ کر قوالوں کی تان پہ انتر  
اٹھاتا یا اٹھاتی تو صاف نظر آتا کہ موسیقی کے تیر دل و جگر کے  
آرام پار ہوئے جارہے ہیں۔ بیجو باورا کے ٹوڑ پر ایک چیز  
چل رہی تھی۔ نمونہ آپ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

اے خواجہ گیسو والے — سن درد بھرے مرے نالے  
رات اندھیری ندیا گہری دور پڑا ہے کنار  
تو ہے کہاں کلیر کے دو لہا دے نیا کو سہارا  
لے ہم نے تجھے پکارا



جلدی آجاؤ دب نہ جائیں تیرے چاہنے والے  
سن درد بھرے میرے نالے۔ اے خواجہ گیسو والے بن درد بھری  
میں بھوند و قوال بچار ابھر میں تیرے روؤں  
تڑپوں گاؤں گاؤں تڑپوں ناہاگوں ناسوؤں  
دکھ درد دھیتی لوؤں  
جاگلا دے گھر آئے ہیں بادل کا لے کا لے  
سن درد بھرے میرے نالے۔ اے خواجہ گیسو والے بن درد بھری

”کیا وہ اس بات ہے؟“  
یہ ایڈیٹر تجلی کی آواز تھی۔ چونکے نہیں۔ بات کلیر سے  
ہٹ کر دفتر تجلی میں آجاتی ہے۔ دراصل یہ نغمہ قلمبند کرتے  
ہوئے میں ایسا بے خود ہوا کہ خود گانے لگا۔ خیال ہی نہیں رہا  
کہ دفتر تجلی میں بیٹھا ہوں اور ایڈیٹر تجلی بھی قریب ہی میں  
موجود ہیں۔

”جی کچھ نہیں..... یوں ہی ذرا..... میں نے بوکھلا  
کے کہا۔“

”کیا یونہی ذرا..... شرم نہیں آتی.... لاؤ بہت لکھ چکے  
صفحہ زیادہ نہیں ہیں۔“

”مگر..... ارے..... ابھی تو چھ قوالیوں کے نمونے باقی ہیں“  
”بکومت..... پھر ناول لکھا ہوگا....“  
”نعمود بالشد۔ یہ فلمی گانا نہیں تھا۔ قوالی تھی۔ اب بیتی لکھ رہا  
ہوں....“

”ہاں.... کوئی کہہ رہا تھا تم نے کلیر میں جوا کھیلا ہے؟“  
”آپ عرس کی توہین کر رہے ہیں.... م.... میرا مطلب  
یہ ہے کہ عرس کے دنوں میں جو کھیل کھیلا جائے وہ جوا  
کیسے ہو سکتا ہے؟“

”میں تمہاری کھال ادھیر ڈونگا.... میرے کیوں گئے تھے؟“  
”جی.... وہ دراصل دو یتیم بہنوں کو یتیم خانے داخل کرانا تھا“  
”اور میں نہیں موبیشوں کے ہسپتال میں داخل کرائے والا ہوں“  
وہ بھٹکا گئے۔

”واللہ ضرور کراہیے“ میں اکدم خوش ہو کے بولا ”چارہ تو  
ملے گا۔ میرے بیوی اور بچوں کا نام لکھوا دیجئے گا انھیں

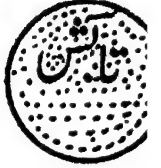
کئی وقت سے چنے بھی نصیب نہیں ہیں“  
”جی؟ ان کے منہ سے بے اختیار نکلا مگر فوراً ہی نادام ہو گئے۔“  
لاحول والافاقہ۔ تم گدھے مجھے بھی فقروں میں اڑاتے ہو؟  
”خدا کی قسم بالکل نہیں۔ یقین کیجئے آٹے دال کا بھاؤ اب  
اپنے بس سے باہر ہو گیا ہے۔ میں بے دن کلیر شریف  
اور میرٹھ کے سفر میں رہا بال بچوں نے یا تو فاقے کئے ہیں  
یا باجرے کی روٹی کھتی ہے کھاتی ہے۔ اب بیوی کی تجویز  
یہ ہے کہ چھتوں پر جو بس کبرا لگ آیا ہے اسے ترکاری  
کی جگہ استعمال کیا جائے۔“

”اور تم ان حالات میں سیر سپاٹے کر رہے ہو؟“  
”کمانے ہی گیا تھا۔ کمانے بھی تھے مگر..... دل نہ پانا  
کہ عرس شریف کی کمائی دیوبند لاؤں۔ وہیں زنانہ عاشقا  
اولیا اور نغمہ نوازوں کی نذر کر دی۔ میرٹھ کا سفر بے  
فلکسٹی ہوا ہے۔“

”ڈوب مرو....“  
”یہ بھی کوشش کر چکا ہوں۔ فیمین کی بہن مجیدن کو گلے  
گلے بانی میں لا کر لایا تھا....“  
”بس ختم کر دو“ وہ بگڑ گئے ”تمہارا اچپنا کبھی نہیں جائیگا۔  
لاؤ مضمون بچے دو۔“

”جی ابھی بہت ضروری حصہ باقی ہے۔ تیز ہارش کا حال  
مجیدن کی تلاش صوفیوں سے ڈبھیر.....“  
”جو اس بند.... دفع ہو جاؤ۔“

اور انہوں نے مضمون میرے ہاتھ سے چھین لیا۔  
اب ظاہر ہے جتنا لکھ چکا ہوں وہ تو از روئے معاہدہ انھیں  
چھاپنا ہی پڑے گا۔ لیکن آگے کا حال لکھنے کی اجازت شاید  
خضر سے پہلے نہ مل سکے۔ ویسے بھی توقع نہیں ہے کہ ایک  
سیر کے آٹے کی جھونک اگلا مہینہ پکڑنے دیگی۔ ناظرین  
دعائے مغفرت فرمائیں۔ ابھی سے مانگنے میں یہ فائدہ ہوگا  
کہ میں بھی آئین کہوں گا۔ زندہ رہا تو پھر ملیں گے۔ ■ ■



# کھڑے کھڑے

پندرہ روزہ خبرنامہ کا تحریک اسلامی نمبر

ایڈیٹر:۔ احمد اللہ صدیقی

کتابت عمدہ، طباعت نفیس، کاغذ معیاری، صفحات ۳۰۰ قیمت بہت کم یعنی ۵/-  
پتہ:۔ پندرہ روزہ خبرنامہ، ایس۔ آئی۔ ایم شمشاد مارکیٹ علی گڑھ۔

تبصرہ نگار نے ایس، آئی، ایم کے کئی اجتماعات میں شرکت کی ہے۔ نوجوان رفقاء کی سوز و کیف میں ڈوبی ہوئی تقریریں سننے اور انھیں بہت قریب سے دیکھنے اور کہنے کا موقع بھی ملا ہے۔

اس بنیاد پر یہ بات بڑے وثوق کے ساتھ کہی جاسکتی ہے کہ اگر دین پسند طبقے کی طرف سے قوم کے ان نوجوان اور فعال کارکنوں کی پشت پناہی اور حوصلہ افزائی ہوئی تو لاریب ایک دن ایسا بھی آئے گا کہ وہی چند نوجوان پورے ملک میں اقامتِ دین اور غلبہ حق کے صحیح اور سچے علم بردار ثابت ہونگے۔

ان حق پسند نوجوانوں نے اپنے کام کو مزید پھیلانے اور وسیع پیمانے پر انجام دینے کی غرض سے محض اپنی چھوٹی سی تنظیم کے بل بوتے پر علیگڑھ سے ”خبرنامہ“ نامی ایک سنجیدہ اور وسیع پندرہ روزہ اخبار جاری کیا ہے۔ جو کفر و ضلالت کے اس دور میں دین حق کو سر بلند اور غالب کرنے اپنی مشن جدوجہد کر رہا ہے۔ جون ۱۹۷۱ء میں سرزمین علیگڑھ پر

یہ حقیقت ہے کہ اللہ اپنے جس بندے سے اور جو کام لینا چاہتا ہے لے لیتا ہے۔ اس کے یہاں کسی دارالعلوم کے فارغ مولوی یا کسی عظیم فاضل کی کوئی قید نہیں ہے۔

دنیا نے اسلام کے معروف اسلامی مبلغ جناب محمد یالن حقانی گجراتی کی مثال بالکل سامنے کی ہے۔ کہ ایک ایسا شخص جس کی زندگی کا بیشتر حصہ لہو و لعب، بکھراؤ اور قوالی بازی میں صرف ہوا جب اللہ کو اس سے اپنے دین کا کام لینا منظور ہوا تو ایسا لیا کہ آج کے درجنوں سند یافتہ عالموں، محدثوں اور مبلغوں کو منزلوں پیچھے چھوڑ دیا اس طرح کی اور بھی بہت سی سینکڑوں مثالیں تاریخ کے صفحات میں باسانی فراہم ہو سکتی ہیں۔

ایس، آئی، ایم (movement of India) بھی اسی نوع کی ایک دینی و اصلاحی تنظیم ہے۔ جس کے ارکان کی اکثریت ان نوجوانوں پر مشتمل ہے جو مسلم یونیورسٹی علیگڑھ یا دوسری کسی معیاری یونیورسٹی یا کالج کے طالب علم ہیں۔

ایس، آئی، ایم کے منتخب کارکنوں کا ایک ہفت روزہ  
تربیتی کیمپ منعقد ہوا۔ اس میں ایس، آئی، ایم کے  
نوجوانوں اور اسلام پسند طلباء کے علاوہ جماعت  
اسلامی کے بعض اہل علم اور تجربہ کار حضرات نے بھی  
شرکت کی تھی۔ مثلاً:-

مولانا صدر الدین اصلاحی، مولانا سید حامد علی مولانا  
عروج قادری، مولانا محمد یوسف اصلاحی، انعام الرحمن  
خان، مولانا جمال الدین انصاری، ڈاکٹر فضل الرحمن  
فریدی، محمد فاروق خان، بھائی ارشاد حسین جعفری،  
مستقیم اور معروف اسلامی شاعر حفیظ میر بھی۔  
”خبرنامہ“ کا زیر تبصرہ شمارہ اسلامی تحریک نمبر  
ایک ہفت روزہ اجتماع میں پڑھے جانے والے مقالوں  
اور مذاکراتی تقریروں کا مجموعہ ہے۔

سب سے پہلا مقالہ مولانا عروج قادری ایڈیٹر  
”زندگی“ رام پور کا ہے۔ جس کا عنوان ہے: ”انبیائی  
تحریکوں کا مطالعہ“ مختصر عروج قادری کا یہ مقالہ  
مندرجہ ذیل نکات پر مشتمل ایک وسیع اور پرمغز  
مقالہ ہے۔ مختلف انبیاء کی دعوتیں کن ماحول میں شروع  
ہوئیں، ان کا طریقہ کار کیا تھا، اسلامی تحریک کو کس  
قسم کے امکانی حالات سے واسطہ پڑ سکتا ہے،  
ان حالات میں کیا مناسب طرز عمل ہو سکتا ہے۔ اور  
ہمارے موجودہ حالات کس نبی کی تحریک سے مماثلت  
رکھتے ہیں۔ یہ مقالہ تقریباً ۱۵ صفحات پر  
مشتمل ہے اور اپنے موضوع کے لحاظ سے غیر معمولی  
افادیت کا حامل ہے۔ دوسرا مقالہ  
”ہندوستانی طلباء میں تحریک اسلامی کا کام“ کے زیر  
عنوان ایس، آئی، ایم کے خاص کارکن اور خبرنامہ کے  
ایڈیٹر جناب احمد اللہ صدیقی کا ہے۔ جس میں موصوف  
نے نہایت شرح و بسط کے ساتھ نوجوانوں کے سامنے  
اپنا مقصد اور لائحہ عمل پیش کیا ہے اور تاریخی حقائق  
و براہین کا ڈھیر لگا کر اپنی گفتگو کو مدال اور موثر بنانے

کا کامیاب کوشش رہا ہے۔  
تیسرا مقالہ جناب محمد رحمت صاحب کا (ہندوستان  
میں طلباء کی کمیونسٹ تحریکیں) اور چوتھا مقالہ جناب  
امان اللہ خاں صاحب کا (دوسرے ملکوں میں طلباء  
کی اسلامی تحریکیں) کا ہے۔ یہ دونوں نوجوان بھی ایس،  
آئی، ایم سے باضابطہ طور پر منسلک ہیں۔

۹۹ سے ۱۰۱ تک پر جناب مولانا سید حامد  
علی صاحب کی ایک مذاکراتی گفتگو بکھری ہوئی ہے۔  
جس میں موصوف نے تحریک اسلامی سے اپنی وابستگی  
کے دورِ اوّل، مولانا مودودی سے اپنے مراسم کا ذکر  
اور تحریک اسلامی کے کارکنوں کی ذمہ داری پر نہایت  
موثر انداز میں روشنی ڈالی ہے۔

جناب مولانا جمال الدین انصاری کا مقالہ ”فکری دنیا  
میں اسلام کی مطلوبہ تبدیلی کس طرح لائی جائے“ ایک  
پرمغز اور غیر معمولی افادیت کا حامل مقالہ ہے۔

۱۰۱ سے ۱۰۲ تک ای اجتماع میں ہونے والی  
ایک ادبی نشست کی مختصر رپورٹ اور اس میں پڑھی  
جانے والی شعری و نثری تخلیقات درج ہیں۔

ضیافت طبع کے طور پر چند اچھے شعر درج کیے  
جائے ہیں۔

پاساں آنکھیں ملے، انگڑائی لے، آواز دے  
اتنے عرصے میں تو اپنا کام کر جاتی ہے آگ  
آسودوں سے کیا کچھ گی دوستو دل کی لگی۔  
اور بھی پانی کے پھینٹوں سے بھٹک جاتی ہواگ  
جب کوئی آغوش کھلتی ہی نہیں اسکے لئے۔  
ڈھانپ کر منہ راکھ کے بستر پر سو جاتی ہواگ۔

(حفیظ میر بھی)

تقریر سے ممکن ہے نہ تحریر سے ممکن  
وہ کام جو انسان کا کردار کرے ہے

یہ ناجہتی گاتی ہوئی آس دور کی تہذیب  
کیا جانے کس کرب کا اظہار کرے ہے۔

میں در بدر بھٹک رہا ہوں، کبھی یہاں اور کبھی وہاں۔  
گویا سہ دن کہیں رات کہیں صبح کہیں شام کہیں۔  
ایک جگہ رہے یہیں عاشق بدنام کہیں۔  
لیکن موصوف اپنے اس خیال کو شعری جامہ  
پہنانے میں کامیاب نہ ہو سکے اور بات کہاں سے کہاں  
پہنچ گئی۔

سہ کہ ناگہاں وہ دور پر جو پڑ گئی میری نظر  
یہاں ٹھہری ان سے بڑی بھونڈی غلطی سرزد ہوئی؛  
اور ”دور“ کے ساتھ وزن کو پورا کرنے کے لئے ”پر“  
لگا دیا۔

تھا کارل جس کا باغباں وہ مزدوروں کا گلستان  
یہ مصرع وزن سے خالی ہے۔ غرض کہ  
یہ پوری کی پوری نظم ناقص اور اغلاط سے بھری ہوئی  
ہے۔ محترم شاعر کو چاہیے کہ اپنی تخلیقات کسی رسالے  
میں چھپوانے یا کسی مجلس میں سنانے سے پہلے کسی شاعر  
کو دیکھا لیا کریں۔ اگر ایسا کر لیا تو توقع ہے کہ مستقبل  
میں وہ اچھے شاعر ہو جائیں گے۔

دوسری گزارش ہمیں بھائی م۔ نسیم صاحب کے  
مضمون ”دعا فروش“ کے بارے میں کرنی ہے وہ یہ کہ  
محترم بھائی م۔ نسیم صاحب بیشک اچھے الشا پر داز  
اور بہترین خاکہ نگار ہیں۔ ان کا یہ مضمون بھی زبان  
والشاکہ لحاظ سے اپنی جگہ ایک شاہکار کی حیثیت  
رکھتا ہے۔ لیکن اس نمبر میں اسے قطعی نہ شائع کرنا  
چاہیے تھا۔

یہ تحریک اسلامی نمبر جس میں کہ حدیث و قرآن  
کا درس اور سوز و کیف میں ڈوبی ہوئی دعوتی تقریریں  
اور مقالے درج ہیں۔ اس مزاحیہ مضمون کی اشاعت  
اس میں قطعی زریب نہیں دیتی۔

آخری صفحات میں خواہن ”اور طالبات کے  
سلسلہ میں چند اچھے اور مفید مضامین بھی شامل ہیں۔  
مجموعہ کا خلاصہ یہ ہے کہ تحریک اسلامی نمبر ایک

شرماتا ہو یا فنکار سمجھتے ہوئے خود کو۔  
جب جھوٹی خوشامد کوئی فنکار کرے ہر۔  
حقیقت میر بھی۔

کسی دیوانے نے سیل جنوں روکا نہیں اب تک  
کوئی تجنوں یہ مصرع لکھ گیا دیوار زنداں پر  
عروج قادری

اس نشست میں پڑھی جانے والی بانی تخلیقات  
کے بارے میں تبصرہ نگار کا خیال ہے کہ مرتب نے  
انھیں خواہ مخواہ اور نمبر کی ضخامت میں اضافہ کرنے  
کی غرض شامل اشاعت کر لیا۔

زیادہ تفصیل کا موقع نہیں ہے۔ یہاں  
ہم صرف دو تخلیقات کے سلسلہ میں کچھ عرض کریں گے۔  
۱۹۸۵ء پر درج شدہ مجل حسین تمنا کی نظم ”تلاش  
حق“ جو کہ پندرہ بندوں پر مشتمل ہے۔ اس میں کوئی  
ایک بند بھی ایسا نہیں ہے جو موٹی موٹی اور جلی غلطیوں  
سے خالی ہو۔ مثلاً:

ہر ایک چراغ بجھ گیا تھا راستہ دھواں دھواں  
فضا کہہ میں غرق تھی میں چل دیا جہاں جہاں  
دوسرے مصرع لفظ ”کہہ“ کی ہا کو متحرک استعمال  
بآ۔ اور میں ”جہاں جہاں گیا“ کے محل پر ”میں  
یا جہاں جہاں“ استعمال کیا گیا ہے۔

نہ جلو ہائے روبرو نہ وہ نشاط میں و تو  
لوہائے روبرو کیا چیز ہے؟ ”نشاط میں و تو“  
ت ہوئی۔ خیر چلیے اگر یہاں کھینچا تانی کر کے  
اط ”کا محل تنیم بھی کر لیا جائے تو لفظ میں و تو“  
رے میں قارئین کیا کہیں گے۔

نہ جلو ہائے رنگ دیو نہ نغمہ ہائے من بہ تو۔  
اس مصرع میں بھی وہی بات ہے ”من بہ تو“  
اں کیا محل تھا۔

بھٹک گیا ہوں در بدر کبھی ادھر کبھی ادھر  
یہاں شاعر صاحب کہنا یہ چاہ رہے تھے کہ

و فیع اور عمدہ کتاب کی حیثیت رکھتا ہے۔ اور اپنے ایڈیٹر کی غیر معمولی محنت اور حسن ترتیب کا آثار ہے۔  
اور شائقین کے لئے پانچ روپے میں بغیر قطعی گران نہیں ہے۔  
(تا بش عامری)



# بدعت کیا ہے؟

بدعات کی رد اور سنتوں کے اثبات میں چار بہترین مقالے جن میں ایک مقالہ مولانا عامر عثمانی کا بھی ہے۔ نیاز، فاتحہ، تیجہ، چہلم اور قبوری شریعت کے تمام مسائل و عقائد پر علم شریعت کا محاکمہ۔ اس کتاب کے مدلل مقالات اس درجہ مفید ثابت ہوئے ہیں کہ اس پر اللہ رب العزت کا جس قدر بھی شکر کیا جائے کم ہے۔

ترجمان السنہ کے شہرہ آفاق مؤلف مولانا بدر عالم صاحب کا نصیحت نامہ میں شامل اسکا لفظ لفظ دینی درد مندی خلوص اور سوز و گداز کا مرقع ہے۔ کئی سال سے یہ کتاب ختم تھی۔ اب بڑے ہی اہتمام کے ساتھ اس کا نیا ایڈیشن چھاپا گیا ہے۔

شائقین حضرات فوراً توجہ فرمائیں۔

قیمت مجلد نو روپے پچاس پیسے۔

38506

Date 27-12-79

ناشر: مکتبہ تجلی دیوبند

